سنن ابی داؤد

کی جامع اور مکمل شرح

مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الجزء السابع

الدر المنضود على سنن أبي داود

کتاب الایمان والنذور
تا
آخر کتاب الخاتم

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادرآباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الدُّرُّ المَنضُود

علی

سُنَنِ أبي داود

کتاب الأیمان والنذور تا آخر کتاب الخاتم

مفتی محمد جمال الدین رخانی

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادرآباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
احادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن

نام کتاب : الدر المنضود علی سنن أبي داؤد《الجزء السابع》

افادات درسیہ : حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ترجمہ : مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

تخریج ترتیب جدید : اراکین المخیب اکیڈمی
معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن،
کراچی۔ 0321-235 7 200

ناشر : مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵

اشاعت طبع جدید : ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر 2016ء

فہرست مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسم کھانے اور نذر ماننے کا بیان

مباحث اربعه علميه مفيده: یہاں چند امور قابل ذکر ہیں: ① اس کتاب کی ما قبل سے مناسبت، ② أیمان اور نذور دونوں کو یکجا ذکر کرنے کی وجہ یعنی ان دونوں کے درمیان مناسبت اور وجہ الجمع، ③ یمین اور نذر ہر ایک کے لغوی اور شرعی معنی، ④ یمین ونذر کے اقسام واحکام۔

بحث اول (ما قبل سے مناسبت): اس کتاب کی مناسبت کتاب الجنائز سے اس طور پر ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جنائز کا تعلق موت سے ہے تو جس طرح موت کے اندر سلب اختیار ہوتا ہے من جانب اللہ تعالیٰ، تو اسی طرح یمین بھی سلب اختیار کا ایک سبب ہے اس لئے کہ نذر اور یمین کی وجہ سے امر مباح شرعاً واجب ہو جاتا ہے، اور کسی چیز کے واجب ہو جانے کے بعد اس کے ترک کا اختیار باقی نہ رہنا ظاہر ہے۔

بحث ثانی (أیمان ونذور کی مناسبت اور وجه الجمع): اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عام طور سے کتب حدیث میں ایمان اور نذور دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ یہاں ابو داؤد میں اور اسی طرح صحیح بخاری ترمذی اور نسائی میں، جس کی وجہ امام ابن ماجہؒ کے طرز سے معلوم ہوئی کہ انہوں نے اپنی سنن میں ایک عنوان قائم کیا "أبواب الکفارات" اور پھر اس کے تحت اولاً چند ابواب ایمان سے متعلق اور اس کے بعد پھر چند ابواب نذر سے متعلق ذکر کئے ان کے اس صنیع سے ایمان ونذر کو یکجا جمع کرنے کی لِم معلوم ہوئی، وہ یہ کہ یہ دونوں حکم کفارہ میں مشترک ہیں، تو جس طرح بعض ایمان کے احکام میں وجوب کفارہ ہیں اسی طرح نذر کی بعض صورتوں میں بھی کفارہ واجب ہوتا ہے، ابو داؤد میں آگے ایک حدیث (رقم ۳۳۲۳) آرہی ہے: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ، اور ترمذی میں ہے: كَفَّارَةُ النَّذْرِ إِذَا لَمْ يُسَمِّ كَفَّارَةُ يَمِينٍ [1]، اور اس کی وجہ اصولاً یہ ہے کہ یمین نذر کے مُوجَبات اور لوازم میں سے ہے، لان النذر ایجاب المباح وھو یستلزم تحریم الحلال، وتحریم الحلال یمین، بدلیل قولہ تعالیٰ: يَأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ [2]، قال الشیخ الدھلوی فی "اللمعات" کما فی

---

[1] جامع الترمذي - كتاب النذور والأيمان - باب ما جاء في كفارة النذر إذا لم يسم ۱۵۲۸

[2] اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر (سورة التحريم ۱)

حاشیۃ ابن ماجہ ۔

بحث ثالث (لغوی و شرعی معنی): ایمان جمع ہے یمین کی اور یمین کے لغوی معنی ہیں ید کے، داہنا ہاتھ، پھر اس کا اطلاق ہونے لگا حلف پر لأنهم كانوا إذا تحالفوا أخذ كل بيمين صاحبه، یعنی لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ آپس میں قسمیں کھاتے ہیں تو اس وقت ایک دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتا ہے، اس مناسبت سے حلف پر یمین کا اطلاق ہونے لگا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دائیں ہاتھ کا کام کسی چیز کو محفوظ رکھنا ہے، پھر اس کا اطلاق حلف پر اسی لئے کیا گیا کہ محلوف علیہ کی آدمی رعایت اور حفاظت کرتا ہے، اور یمین کی شرعاً یہ تعریف کی گئی ہے: توكيد الشيء بذكر اسم أو صفة لله تعالى، کہ کسی چیز کو مضبوط اور مؤکد کرنا اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کی صفت ذکر کر کے، قال الحافظ: وهذا أخصر التعاريف وأقربها [1]۔

نذور جمع ہے نذر کی جس کے معنی ہیں انذار او تخویف، اور امام راغبؒ نے اس کی تعریف (شرعاً) اس طرح کی ہے: إيجاب ما ليس بواجب لحدوث أمر [2]، یعنی انسان کا اپنے اوپر کسی ایسی چیز کو واجب قرار دے دینا جو اس پر واجب نہ تھی کسی امر کے پائے جانے کے وقت، جیسے یوں کہیں ان فزت في الاختبار فعلي صومه کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو میرے ذمہ ایک روزہ ہے، یہاں پر صوم کو جو غیر واجب تھا اپنے اوپر واجب کیا گیا ہے، حدوث امر یعنی فوز فی الامتحان پائے جانے پر۔

بحث رابع (اقسام واحکام): حاشیہ لامع میں حضرت شیخؒ نے ایمان اور نذور کے اقسام ذکر کئے ہیں، اور الأبواب والتراجم: میں مجملاً یہ لکھا ہے: فالأول على خمسة أنواع، والثاني على سبعة أنواع [3]، ایمان کی تین قسمیں بہت مشہور ہیں: ① یمین منعقدہ، ② یمین الغموس، ③ یمین اللغو، آگے ابوداؤد میں ایک مستقل باب آرہا ہے: بَابُ لَغْوِ الْيَمِينِ، ان اقسام کو مع ان کے احکام کے ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں بیان کیا جائے گا۔

١ ـ بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الْأَيْمَانِ الْفَاجِرَةِ

باب ہے جھوٹی قسم کی مذمت کے بارے میں

اس باب میں یمین غموس کا ذکر ہے اور آئندہ آنے والے باب میں بھی، فاجرہ بمعنی کاذبہ، یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کے بارے میں جو وعید آئی ہے، یمین غموس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کسی امر ماضی پر قصداً خلاف واقع قسم کھائی جائے، جیسے یوں کہیں کہ واللہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ اس نے نہیں کیا، یا جیسے کسی دوسرے کے مال کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ یہ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١١ ص ٥١٦

[2] المفردات في غريب القرآن — ص ٦٣٠

[3] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ٢ ص ١٣٤

میری ملک ہے، یمین غموس کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صاحب کو گناہ کے اندر ڈبو دیتی ہے اور پھر بعد میں جہنم میں۔

یمین غموس میں وجوب کفارہ ہے یا نہیں؟ یمین غموس میں جمہور علماء کے نزدیک کفارہ نہیں، صرف معصیت اور اثم ہے، اور امام شافعیؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک اس میں کفارہ واجب ہوتا ہے، جمہور کہتے ہے کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اسکی تلافی کفارہ سے ہو ہی نہیں سکتی، اور جو لوگ وجوب کفارہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں: انه أحوج إلى الكفارة من غيره کہ اس میں تو کفارہ کی اور زیادہ حاجت ہے۔

٣٢٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ مَصْبُورَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھائے ایسی قسم جو قاضی کی عدالت میں اس سے روک کر لی جائے تو اسکو اپنے چہرے کے بل اُوندھے منہ جہنم میں چلا جانا چاہیے۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٤٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٦)

شرح الحديث مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ مَصْبُورَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: یمین مصبورہ اس قسم کو کہا جاتا ہے جو آدمی کو قاضی کی مجلس میں روک کر اس سے لی جائے۔ صبر بمعنی حبس اس کو یمین صبر بھی کہتے ہیں، اور یمین کی صفت مصبورہ مجازاً لائی گئی ہے، مصبور تو فی الواقع وہ صاحب یمین ہے مگر چونکہ اس کو اس قسم کی وجہ سے روکا گیا ہے اس لئے صبر کی نسبت یمین ہی کی طرف کی گئی مجازاً و اتساعاً (خطابی [1]) آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو شخص قاضی کی مجلس میں جھوٹی قسم کھائے اس کو اپنے ٹھکانے پر جو جہنم میں ہے چلا جانا چاہیے، اس میں آپ ﷺ نے سوائے اس وعید کے کفارہ کا ذکر نہیں فرمایا اس سے جمہور کی تائید ہوتی ہے یعنی عدم وجوب کفارة في اليمين الغموس۔

٢- بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لِأَحَدٍ

باب اس شخص کے بارے میں جو جھوٹی قسم اسلئے کھائے کہ اسکے ذریعے کسی کا مال غصب کرلے

٣٢٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ» فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ

---
[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود ــ ج ٤ ص ٤٤

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟» قُلْتُ: لَا. قَالَ لِلْيَهُودِيِّ: «احْلِفْ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: {إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا[1]} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قسم کھائے اور وہ اسمیں جھوٹا ہو تا کہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال غصب کرلے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ اشعث (یہ حدیث سنکر) فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم یہ حدیث میرے واقعہ کے متعلق وارد ہوئی ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا جسکے دینے سے اس نے انکار کیا تو میں اسکو لیکر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس گواہی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو (جھوٹی) قسم کھاکر میرا مال لے اڑے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا الآية.

تخریج صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٢٩) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٥) صحيح البخاري - الرهن (٢٣٨٠) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٧٥) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٨٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦١) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٠٧) صحيح مسلم - الإيمان (١٣٨) جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٩) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٩٦) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٤٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧٧/١)

شرح الحدیث فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ: یہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر قسم کھائے حال یہ کہ وہ اس میں جھوٹا ہو، اور کھائے اس لئے تاکہ اس قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کے مال کو خود قبضہ لے تو اس شخص کا انجام یہ ہوگا کہ وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ اشعث بن قیس کندی نے یہ حدیث سن کر کہا: واللہ اس حدیث کا ورود تو میرے قصہ میں ہوا تھا، پھر آگے انہوں نے وہ قصہ بیان کیا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان زمین تھی، یعنی جس پر وہ یہودی قابض تھا جس کے دینے سے وہ انکار کرتا تھا میں اس یہودی کو پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اشعث کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تیرے پاس بَيِّنَةٌ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو جھوٹا آدمی ہے قسم کھالے گا اور میرا مال اڑا لے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إلى آخر الآية۔

یہ آیت اور حدیث دونوں اس بات پر دال ہیں، کما قالت العلماء کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے۔

---

[1] جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول (سورۃ آل عمران: ٧٧)

۳۲۴۴ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ، وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هَذَا، وَهِيَ فِي يَدِهِ، قَالَ: «هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟» قَالَ: لَا، وَلَكِنْ أُحَلِّفُهُ وَاللهِ يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ، فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِينِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِينٍ، إِلَّا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ أَجْذَمُ» فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضُهُ.

ترجمہ اشعث بن قیس سے روایت ہے کہ کندہ قبیلہ کے ایک شخص اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان ایک زمین جو یمن میں تھی اس کے بارے میں جھگڑا ہو گیا جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس (کندی) کے باپ نے مجھ سے میری زمین چھینی تھی جو اسکے قبضے میں ہے تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں اور کہا کہ میں اس سے قسم کھلوانا چاہتا ہوں کہ وہ کہے کہ واللہ وہ نہیں جانتا یہ بات کہ یہ زمین میری (یعنی حضرمی کی) ہے جس کو میرے باپ نے اس سے غصب کیا ہے۔ اس پر کندی قسم کھانے کیلئے تیار ہو گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر دوسرے کا مال لے لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہو گا اور اس کندی نے کہا کہ یہ اسی حضرمی کی زمین ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۴۴) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۲۱۲)

شرح الحدیث اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ یمن میں ایک زمین تھی جس کے بارے میں ایک رجل کندی اور رجل حضرمی کا اختلاف اور جھگڑا ہوا، حضرمی مدعی تھا اور کندی مدعیٰ علیہ۔ حضرمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کندی کے قبضہ میں جو زمین ہے وہ میری ہے، اس کندی کے باپ نے وہ زمین مجھ سے چھینی تھی، آپ ﷺ نے حضرمی سے فرمایا: تیرے پاس بَیِّنَۃٌ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، اور یہ بھی کہا کہ میں اس کندی سے اس طرح قسم کہلوانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی قسم میں یوں کہے: واللہ میں نہیں جانتا ہوں یہ بات کہ یہ زمین حضرمی کی ہے اور اس حضرمی سے میرے باپ نے غصب کی تھی، اس پر کندی اس طرح قسم کھانے کیلئے تیار ہو گیا، حضور ﷺ نے جھوٹی قسم کھانے پر تحذیر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر دوسرے کا مال لے لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اجذم ہو گا، (کندی یہ وعید سن کر ڈر گیا اور) کہنے لگا کہ یہ زمین اسی کی ہے۔

یہاں پر مصنف نے تین روایات ذکر کی ہیں : اس حدیث کے راوی صحابی اشعث بن قیسؓ ہیں اسکے بعد والی حدیث میں بھی اسی قسم کا قصہ آرہا ہے جسکے راوی وائل بن حجرؓ ہیں، لیکن وائل کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرمی مدعی نے یہ کہا کہ کندی کے پاس جو زمین ہے وہ میرے باپ کی تھی جس پر یہ کندی قابض ہے، اور پہلی حدیث یعنی اشعث بن قیسؓ کی حدیث میں یہ تھا کہ حضرمی مدعی نے یہ کہا کہ کندی کے پاس جو زمین ہے وہ میری ہے کندی کے باپ نے مجھ سے غصب کرلی

تھی، یہ دونوں حدیثیں اس بات پر متفق ہیں کہ مدعی رجل حضرمی تھا اور مدعیٰ علیہ رجل کندی، اور ان دونوں کے برخلاف باب کی پہلی حدیث جس کے راوی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں اس میں اس طرح ہے کہ خود اشعث بن قیسؓ یہ کہتے ہیں کہ میری زمین ایک یہودی کے قبضہ میں تھی جس کو وہ دینے سے انکار کرتا تھا اور میں اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا فیصلہ کیلئے، اس صورت میں مدعی خود اشعث بن قیس ہوئے اور مدعیٰ علیہ یہودی۔

روایات ثلاثہ میں تطبیق : جاننا چاہیئے کہ دوسری اور تیسری حدیث میں جو آپس میں اختلاف ہے وہ تو صرف صفت ارض کے بارے میں ہے ایک میں یہ ہے کہ میرے باپ کی زمین تھی جس پر یہ قابض ہے اور ایک میں یہ ہے میری زمین ہے جس کو اس کے باپ نے غصب کر لیا تھا، اور باب کی پہلی حدیث یعنی عبداللہ ابن مسعودؓ والی حدیث اس کے اندر مدعی خود اشعث بن قیسؓ کندی ہے اور مدعیٰ علیہ یہودی ہے، اور اشعث بن قیسؓ اور وائل بن حجرؓ کی حدیثوں میں مدعی رجل حضرمی اور مدعیٰ علیہ رجل کندی ہے، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل [1] میں متعدد روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ رائے قائم فرمائی کہ یوں کہا جائے کہ اس اختلاف کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے، عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث کا واقعہ الگ ہے، اور جو واقعہ حدیثیں اخیرین میں مذکور ہے وہ دوسرا ہے، حضرت امام بخاریؒ نے صحیح میں ان دو میں سے صرف عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث کے قصہ کو لیا ہے۔

۳۲۴۵- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ، وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ هَذَا غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ كَانَتْ لِأَبِي. فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي، أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «فَلَكَ يَمِينُهُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي مَا حَلَفَ عَلَيْهِ، لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَاكَ». فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهُ، فَلَمَّا أَدْبَرَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالٍ لِيَأْكُلَهُ ظَالِمًا لَيَلْقَيَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ».

ترجمہ: علقمہ بن وائل بن حجر حضرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضر موت سے اور ایک شخص کندہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے میرے والد کی ایک زمین مجھ سے اپنے قبضہ میں لے لی تو وہ کندی کہنے لگا کہ وہ زمین میری ہے جو میرے قبضے میں ہے اور میں ہی اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں تو اس کا اس میں کوئی حق نہیں راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: نہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کندی سے) ارشاد فرمایا کہ پھر تمہیں قسم کھانی ہوگی تو حضرمی کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! وہ تو جھوٹا آدمی ہے اس کو تو کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ کس بات پر قسم کھارہا ہے وہ کسی چیز سے پرہیز

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢١٦

نہیں کر تا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس کے سوائے کوئی راستہ نہیں پھر وہ (کندی) قسم کھانے کیلئے چلا تو جب اس نے پیٹھ موڑی (تاکہ منبر پر جاکر قسم کھائے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کا مال ظلماً غصب کرنے کے لئے قسم کھائے گا تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے رُخ پھیرے ہوئے ہوں گے۔

تخریج: صحیح مسلم - الإیمان (۱۳۹) جامع الترمذي - الأحکام (۱۳۴۰) سنن أبي داود - الأیمان والنذور (۳۲۴۵) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۱۷/٤)

حدیث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث اشعث بن قيس سكت عليه المنذري، وحديث وائل بن حجر أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري.

۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْظِيمِ الْيَمِينِ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ

نبی کریم ﷺ کے منبر کے نزدیک جھوٹی قسم کھانے کی شدید مذمت کے بیان میں

تغلیظ الیمین بالزمان والمکان: تعظیم بمعنی تغلیظ، اور ترجمۃ الباب کا حاصل تغلیظ الیمین بالمکان ہے، یعنی قسم کو معظم اور غلیظ کرنا مکان مقدس کے ذریعہ جیسے مسجد یا منبر شریف کے قریب قسم کھلوانا، اور ایسے ہی تغلیظ بالزمان جیسے بروز جمعہ یا بعد العصر وغیرہ، تغلیظ الیمین بالزمان ہو یا بالمکان حنفیہ اسکے قائل نہیں، شافعیہ ومالکیہ قائل ہیں، وعن الحنابلۃ روایتان ویسے ہمارے فقہاء کی عبارتیں قدرے مختلف ہیں، ففي الدر المختار[1]: لا يستحب تغليظ اليمين بزمان ولا مكان، قلت وحاصله الاباحة، وفي البحر: لا يجوز۔

۳۲۴۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نِسْطَاسٍ، مِنْ آلِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا، عَلَى يَمِينٍ آثِمَةٍ، وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ، إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ - أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ -».

ترجمہ: آل کثیر بن الصلت کے ایک صاحب عبد اللہ بن نسطاس فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جو میرے منبر کے قریب جھوٹی قسم کھائے اگرچہ وہ ایک گیلی مسواک کیلئے ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیتا ہے یا اس کیلئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأیمان والنذور (۳۲۴٦) سنن ابن ماجه - الأحکام (۲۳۲۵) مسند أحمد - باقي مسند

[1] رد المحتار علی الدر المختار — ج۸ ص ۳۰۵

المكثرين (٣/٣٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٣٤)

شرح الحديث لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا، عَلَى يَمِينٍ آثِمَةٍ: اس حدیث سے بظاہر تغلیظ الیمین بالمکان سمجھ میں آرہا ہے، اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ عند منبری کی قید بیان واقع کے طور پر ہے برائے تغلیظ نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کے عموماً فیصلے مسجد میں منبر شریف کے قریب ہی ہوا کرتے تھے۔

فقد ترجم البخاری فی کتاب العلم باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد وترجم ایضاً فی کتاب الاحکام باب من قضی ولاعن فی المسجد، قال ابن بطال استحب القضاء فی المسجد طائفۃ وقال مالک ھو الامر القدیم الخ وفی الھدایہ ویجلس للحکم جلوساً ظاھراً فی المسجد الخ [1]، والحدیث أخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤ - بَابُ الْحَلِفِ بِالْأَنْدَادِ

﴿باب ہے غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے بارے میں﴾

یمین بغیر اللہ بالاجماع ممنوع ہے کراہۃ اور حرمت میں اختلاف ہے، اس میں سبھی ائمہ کے دونوں قول ہیں، لیکن مالکیہ کے نزدیک مشہور کراہۃ ہے، اور حنابلہ کے نزدیک تحریم اور یہی ظاہریہ کا مذہب ہے، شافعیہ کے یہاں بھی دو روایتیں ہیں اس لئے کہ امام شافعی سے منقول ہے: اخشی ان یکون الحلف بغیر اللہ معصیۃ فاشار الی التردد، لیکن جمہور اصحاب شافعی کے نزدیک کراہۃ تنزیہی ہے، اور علت منع یہ ہے کہ کسی چیز کے ساتھ قسم کھانا محلوف بہ کی غایت تعظیم پر دلالت کرتا ہے، والعظمۃ فی الحقیقۃ انما ھی للہ تعالی وحدہ [2]۔

٣٢٤٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ".

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قسم کھائی اور قسم میں یوں کہا کہ لات کی قسم تو اسے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا (تدارک میں) پڑھنا ضروری ہے اور جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوئے کی بازی لگائیں تو اس کو (اس معصیت کے تدارک میں صدقہ کرنا چاہیئے)۔

تخریج صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٧٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٥٦) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٤٢)

---

[1] تراجم بخاری — ج ٢ ص ٣٠١

[2] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ٢ ص ١٣٤

صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٧٤) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٤٧) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٥) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٧٥) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٤٧) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٠٩)

شرح الحديث مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ: جو شخص لات کی قسم کھائے یعنی بطور سبقت لسان کے اس سے ایسا ہو گیا تو چونکہ یہ صورةً شرک ہے اس لئے اس کو اس کے تدارک کیلئے کلمہ توحید پڑھنا چاہیے، اور اگر کوئی شخص یہ قسم قصد أبطریق تعظیم کھائے اس صورت میں تو کفر لازم آئیگا، اور تجدید ایمان ضروری ہوگا۔ حدیث کا دوسرا جزء یہ ہے کہ جو شخص اپنے ساتھی کو جوئے بازی کے لئے بلائے تو چونکہ یہ معصیت ہے اس لئے اس کو اس کے اثر کے ازالہ کے لئے صدقہ کرنا چاہیے۔

قال الله تعالى: إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ [1] وقال عليه الصلوة والسلام اذا عملت سيئته فاتبعها حسنة تمحها (هامش بذل [2])۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، وليس في حديث احد منهم "بشئ" سوى مسلم وحده، قاله المنذري۔

٥ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْآبَاءِ

آباء کی قسم کھانے کی کراہیت کے بیان میں

٣٢٤٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ، وَلَا بِالْأَنْدَادِ، وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللهِ، وَلَا تَحْلِفُوا بِاللهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ تو اپنی ماؤں اور باپوں کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی اور صرف اللہ کی قسم کھایا کرو اور اللہ کی قسم بھی اس وقت کھاؤ جبکہ تم سچے ہو۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٦٩) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٤٨)

شرح الحديث حلف بالآباء والامہات ناجائز اور ممنوع ہے، اور اس سے یمین بھی منعقد نہیں ہوتی، عند الائمة الاربعة، ابن قدامہ فرماتے ہیں مخلوق کے ساتھ قسم کھانے سے یمین منعقد نہیں ہوتی، کالكعبة والأنبياء وسائر المخلوقات وهو قول أكثر الفقهاء [3] آگے لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے یہاں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قسم منعقد ہو جاتی ہے جس میں کفارہ واجب

---

[1] البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو (سورۃ ھود ١١٤)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢١٨

[3] وجزم الدردير المالكي بانه لا ينعقد بالنبي ولا بالكعبة والركن والمقام والعرش، إلى آخر ماذكر، وفي البدائع: لوحلف بشئي من ذلك لا يكون ←

ہوتا ہے۔

۳۲٤۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَدْرَكَهُ وَهُوَ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ، أَوْ لِيَسْكُتْ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت عمرؓ سے سواروں کے قافلے میں ملاقات ہوئی حضرت عمرؓ اسوقت اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منع فرماتے ہیں اس بات سے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھاؤ تو جو قسم کھانے والا ہو تو وہ اللہ ہی کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

۳۲۵۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَ مَعْنَاهُ إِلَى بِآبَائِكُمْ، زَادَ قَالَ عُمَرُ: «فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهَذَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا».

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح آباء و اجداد کی قسم کھانے کے الفاظ سنے۔ اسمیں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم پھر میں نے ان چیزوں کی کبھی قسم نہیں کھائی نہ تو اپنی طرف سے اور نہ ہی دوسرے کا کلام نقل کرتے ہوئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٧١) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٤٦) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٣٣) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٦٧) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٤٩) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨/١)

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قافلہ سواروں میں تھا، حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں باپ کی قسم کھا رہا ہوں تو اس پر آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ اگر قسم کھانی ہے تو اللہ کے نام کے ساتھ کھاؤ، ورنہ خاموش رہو، اور دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے: قَالَ عُمَرُ: «فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهَذَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا»، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی تنبیہ کے بعد اپنے باپ کی قسم نہیں کھائی نہ ذَاكِرًا نہ آثِرًا، نہ خود اپنی طرف سے اور نہ دوسرے کے کلام سے نقل کرتے ہوئے یعنی اگر کسی دوسرے شخص نے اپنے باپ کی قسم کھائی تو میں نے اسکو اپنی زبان سے نقل بھی نہیں کیا۔ اس جملہ کے متبادر معنی یہی ہیں [1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

لئے یمینا لانه حلف بغیر الله تعالى (تراجم بخاري) وقال ابن الهمام من حلف بغير الله كالنبي والكعبة لم يكن حالفاً اه (عون)۔

[1] شارح نے اس جملہ کے دو معنی اور لکھے ہیں: (۲) یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں یعنی ارادۃ وقصداً وعلى هذا ذاكراً من الذكر (بالضم) ضد النسيان وآثراً حتی

۳۲۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، رَجُلًا يَحْلِفُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ».

ترجمہ: سعید بن ابو عبیدہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ کعبہ کی قسم کھارہا ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے شرک کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - النذور والأيمان (۱۵۳۵) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۵۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۴/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸۷/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۲۵/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۴۲/۲)

۳۲۵۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ، يَعْنِي فِي حَدِيثِ قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْلَحَ وَأَبِيهِ، إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ».

ترجمہ: طلحہ بن عبید اللہ سے ابو سہیل نافع بن مالک کے والد نے اس حدیث میں اعرابی کا قصہ سنا کہ آپ ﷺ نے (اس اعرابی سے) فرمایا کہ وہ کامیاب ہو گیا اسکے والد کی قسم اگر وہ سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا قسم اسکے والد کی اگر وہ سچا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۵۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۵۷۸)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الصلاۃ کے شروع میں (برقم ۳۹۱) گزر چکی، وکذا الکلام علیہ فارجع إلیہ لو شئت۔

٦ - بَابِ كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْأَمَانَةِ

باب امانت کے لفظ کے ساتھ قسم کھانے کی ناپسندیدگی کے بیان میں

۳۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا».

لہ من الایثار ای الاختیار، وفی المعنی الأول آثراً من الاثر بمعنی النقل، ③ تیسرے معنی یہ لکھے ہیں: آثراً ای مفتخراً بالآباء الایثار، بمعنی الافتخار والاکرام یعنی باپ کی قسم بطور فخر علی الاباء کے کبھی نہیں کھائی۔ (کما یفعل فی الجاهلیة) بل علی سبیل الجری علی اللسان، اب خلاصہ ان معنی ثلثہ کا یہ ہوا: ① جان کر اپنی طرف سے اور نہ دوسرے کی طرف سے نقل کے طور پر، ② ارادۃً واختیاراً بخلاف النسیان کہ اس کی نفی نہیں ہے، ③ باپ کی قسم کبھی نہیں کھائی لا مطلقاً ولا مفتخراً نہ تفاخر کے طور پر اور نہ ویسے ہی۔ (یستفاد هذه المعانی من حاشیة الترمذي)

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۵۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۲/۵)

شرح الحدیث: **حلف بالامانۃ منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟** حنابلہ کے یہاں اس سے قسم منعقد ہوجاتی ہے ہاں بقول وأمانة الله أو: بالامانة (مغنی) اور خطابیؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک عدم انعقاد یمین لکھا ہے، اور حنفیہ کی اس میں دونوں روایتیں ہیں انعقاد وعدم انعقاد، انعقاد کی وجہ تو یہ ہے کہ امانت بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اذ الامین من اسمائہ تعالیٰ اور عدم انعقاد کی وجہ امانت کا عبادت اور فریضہ کے معنی میں آنا ہے۔ (بذل [1])

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا: اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حلف بالامانۃ منعقد نہیں ہونی چاہیے، ممنوع ہے جس طرح حلف بالآباء ممنوع ہے، لیکن چونکہ حلف بالامانت بہت سے ائمہ کے نزدیک منعقد ہوجاتی ہے اس لئے کہا جائے گا کہ حدیث میں ممانعت تشبہ بالیہود کی وجہ سے ہے۔

۷ - بَابُ لَغْوِ الْيَمِينِ

باب یمین لغو کے بارے میں [2]

یہ وہی باب ہے جس کا حوالہ ہم نے ابتدائی مباحث کی بحث رابع میں دیا تھا۔

یمین کے اقسام ثلاثہ اور یمین لغو کی تعریف میں اختلاف ائمہ: یمین کی تین قسمیں مشہور ہیں: ① یمین منعقدہ، ② یمین غموس، ③ یمین لغو۔ یمین منعقدہ وہ ہے جس کا تعلق زمان مستقبل سے ہو کہ قسم کھا کر یوں کہے کہ میں ایسا کروں گا یا نہیں کروں گا، اور یمین لغو اور غموس ان دونوں کا تعلق ماضی یعنی گذشتہ زمانہ سے یا حال سے ہوتا ہے اور یہ دونوں خلاف واقع ہوتی ہے فرق یہ ہے کہ یمین غموس میں جان بوجھ کر خلاف واقع بات پر قسم کھائی جاتی ہے یمین لغو میں بلا قصد کے یعنی وہ خبر اعتقاد کے تو مطابق ہوتی ہے لیکن واقعہ کے خلاف، مثلاً اگر قسم کھا کر یہ کہا کہ زید آگیا، اور فی الواقع وہ آیا نہیں تھا تو اگر یہ غلط قسم جان بوجھ کر کھائی تب تو یمین غموس ہے ورنہ یمین لغو، یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے امام شافعیؒ کا یمین لغو کی تعریف میں اختلاف ہے ان کے نزدیک یمین لغو کی تعریف یہ ہے خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا حال سے یا مستقبل سے۔ ماسبق الیہ اللسان من غیر قصد۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے دوران گفتگو لا واللہ، بلی واللہ وغیرہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٢١ - ٢٢٢

[2] یہاں اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ کے محقق کا نسخہ میں "باب اللغو في اليمين" اور حاشیہ میں لکھا ہے: رواية ابن العبد: باب لغو اليمين. (ج ٤ ص ٧٧)

لفظ کہنے کی، اور امام احمد کے نزدیک یہ دونوں قسمیں یمین لغو میں داخل ہیں، جس کو شافعیہ لغو کہتے ہے وہ بھی اور اسی طرح جو حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک لغو ہے وہ بھی، قال الصاوی المالکی المفسر: اختلف العلماء في معنى اللغو. فقال الشافعي: هو ماسبق إليه اللسان من غير قصد عقد اليمين، وقال أبو حنيفة ومالك: هو أن يحلف على مايعتقده فتبين خلافه انتهى، وكلاهما داخل في اللغو عند الإمام أحمد اه[1].

٣٢٥٤ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الشَّامِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ عَطَاءٍ، فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ، كَلَّا وَاللهِ، وَبَلَى وَاللهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "كَانَ إِبْرَاهِيمُ الصَّائِغُ رَجُلًا صَالِحًا، قَتَلَهُ أَبُو مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ، مَوْقُوفًا عَلَى عَائِشَةَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، وَكُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفًا.

ترجمہ صائغ، عطاء سے یمین لغو کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یمین لغو وہ آدمی کا اپنے گھر میں (مستعمل) کلام ہے، مثلاً ہرگز نہیں اللہ کی قسم، کیوں نہیں اللہ کی قسم۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم الصائغ کو ابو مسلم نے قرندس میں قتل کر دیا ان کا یہ حال تھا کہ جب (کام کرتے وقت) ہتھوڑی اٹھاتے اور اس وقت کانوں میں اذان کی آواز پڑ جاتی تو ہتھوڑی روک لیتے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو داؤد بن ابو فرات نے ابراہیم الصائغ سے حضرت عائشہ سے موقوفاً نقل کیا اور اسی طرح زہری اور عبد الملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول سب نے عطاء سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے موقوفاً نقل کیا۔

شرح الحدیث یہ حدیث بظاہر شافعیہ کے موافق ہے، بدائع میں اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے، ہمارے نزدیک بھی یہ یمین لغو ہی ہے بشرطیکہ اس کا تعلق ماضی یا حال سے ہو، شافعیہ کے نزدیک یہ عام ہے، ان کے نزدیک یہ مستقبل کو بھی شامل ہے، وہ فرماتے ہیں: والدليل عليه أنها فسرتها بالماضي في بعض الروايات. وروي عن مطر عن رجل قال دخلت أنا وعبد الله بن عمر على عائشة - رضي الله عنها - فسألتها عن يمين اللغو فقالت قول الرجل فعلنا والله كذا وصنعنا والله كذا فتحمل تلك الرواية على هذا توفيقا بين الروايتين إذ المجمل محمول على المفسر[2].

ابراہیم صائغ کی ایک خاص خصلت: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ إِبْرَاهِيمُ الصَّائِغُ رَجُلًا صَالِحًا، قَتَلَهُ أَبُو مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا: سند میں جو ایک راوی ابراہیم صائغ آئے ہیں ان کے بارے میں

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج٩ ص ٥٩٤

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج٣ ص ٤

مصنف فرمارہے ہیں کہ ان کو ابو مسلم نے مقام فرندس میں قتل کیا تھا آگے ان کی ایک عادت بیان کر رہے ہیں کہ ان کا حال یہ تھا کہ کام کے دوران جب یہ زیور بناتے وقت ہتھوڑی مارنے کیلئے اٹھاتے تھے تو اگر اس وقت ان کے کان میں اذان کی آواز پڑ جاتی تھی تو فوراً ہاتھ کو روک لیتے تھے اور اس ہتھوڑی کو بجائے مارنے کے رکھدیتے تھے، بذل میں لکھا ہے کہ یہ ابو مسلم حجاج بن یوسف کی طرح بڑا ظالم اور سفاک تھا۔

٨- بَابُ الْمَعَارِيضِ فِي الْيَمِينِ

باب ہے قسم کھانے میں توریہ کرنے کا حکم

معاریض جمع ہے معراض کی جو ماخوذ ہے تعریض سے، تعریض یعنی ضد التصریح، اشارہ و کنایہ سے بات کرنا۔

٣٢٥٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهَا صَاحِبُكَ». قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هُمَا وَاحِدٌ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، وَعَبَّادُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری قسم میں اس نیت کا اعتبار ہے جس نیت کرنے میں تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے۔ مسدد فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابو صالح نے لفظ اخبار سے نقل کیا امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عباد بن ابو صالح اور عبد اللہ بن ابو صالح ایک شخص ہیں۔

تخریج صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٤) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٥٥) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣١/٢) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٩)

شرح الحديث یہ خطاب حالف یعنی مدعیٰ علیہ کو ہے اور صاحب سے مراد اس کا مقابل اور خصم یعنی مدعی ہے، یعنی جس چیز پر مدعی قسم کھلانا چاہتا ہے اسی پر وہ قسم محمول ہوگی، یہ نہیں کہ جھوٹ سے بچنے کیلئے مدعی علیہ قسم کھاتے وقت کچھ اور نیت کرلے۔ اس حدیث میں دیانت اور سچائی کی تعلیم اور ترغیب ہے اور معاریض سے گویا روکا گیا ہے کہ آدمی قسم کھاتے وقت توریہ کرنے لگے، لیکن علماء نے لکھا ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ مظلوم ہو تو پھر ظلم سے بچنے کے لئے توریہ جائز ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔

٣٢٥٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا نُرِيدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، فَأَخَذَهُ

عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي فَخَلَّى سَبِيلَهُ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي، قَالَ: «صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ».

ترجمہ سوید بن حنظلہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کے ارادے سے نکلے اور ہمارے ساتھ وائل بن حجرؓ تھے تو انکے ایک دشمن نے انہیں روک لیا تو لوگوں کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ (جھوٹی) قسم کھائیں اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو اس نے انہیں چھوڑ دیا جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ لوگوں کو خلاف واقع قسم کھانا ناگوار معلوم ہوا اور میں نے قسم کھالی کہ وہ میرا بھائی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٥٦) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١١٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٧٩/٤)

شرح الحدیث حضرت سوید بن حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ہم اپنے وطن سے چلے رسول اللہ ﷺ کے ارادہ سے ہمارے ساتھ وائل بن حجرؓ بھی تھے ان کو ان کے کسی دشمن نے پکڑ لیا، میں نے دشمن کے سامنے قسم کھائی کہ یہ میرا بھائی ہے اس پر دشمن نے ان کو چھوڑ دیا، دوسرے لوگوں نے تو قسم کھانے سے گریز کیا تھا گناہ کے خوف سے، پھر جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے میری تائید فرمائی: صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

اس حدیث سے ظلم سے بچنے کیلئے توریہ کی اجازت معلوم ہوگئی۔ حديث أبو هريرة رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذي وابن ماجه، وحديث سويد أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٩- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلِفِ بِالْبَرَاءَةِ وَبِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

باب ہے غیر مسلم قوم میں ہونے اور اسلام سے بری ہونے کی قسم کھانے کے بارے میں حکم کا بیان

ترجمة الباب کی تشریح وذکر اختلاف النسخ: اکثر نسخوں میں اسی طرح[1] ہے اور بعض نسخوں میں ترجمۃ الباب اس طرح ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلِفِ بِالْبَرَاءَةِ وَبِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ، اور یہی نسخہ صحیح ہے، اس صورت میں ترجمۃ الباب کے دو جزء ہوئے: ①اول حلف بالبراءة، اي عن الاسلام، ②اور دوسرا جزء حلف بملة غير الإسلام، چنانچہ باب کی پہلی حدیث میں ترجمۃ الباب کا جزء ثانی مذکور ہے، من حلف بملة غير الاسلام كاذبا فهو كما قال اس کی مثال یہ ہوگی ان فعلت كذا فانا يهودي، او نصراني، اس میں قسم غیر اسلام کے ساتھ کھائی جارہی ہے، اور باب کی دوسری حدیث میں ترجمہ کا جزء اول موجود

[1] بذل میں اس مقام پر "باب ماجاء في الحلف بالبراءة من ملة غير الإسلام" کا عنوان موجود ہے۔ (بذل المجهود- ج ١٤ ص ٢٢٥)

ہے، من حلف فقال انی بری من الاسلام فان کاذبا فھو کما قال مثلاً اس طرح قسم کھائے کہ اگر میں فلاں کام کروں، تو میں اسلام سے بری ہوں، اب یہ کہ ان دونوں مسئلوں سے متعلق فقہاء کیا فرماتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی ومالک کے نزدیک اُن دونوں صیغوں سے یمین منعقد نہیں ہوتی اور نہ کفارہ واجب ہوتا ہے لیکن اس طرح قسم کھانے والا گنہگار بہر حال ہے سچ کہہ رہا ہو یا جھوٹ، اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک دونوں صیغوں سے یمین منعقد ہو جاتی ہے اور کفارہ واجب ہوتا ہے۔

اور جو ترجمۃ الباب ہمارے نسخہ میں ہے اس کا تو مطلب یہ ہو گا کہ قسم کھانا ملت غیر اسلام سے براءت کی مثلاً یوں کہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو غیر اسلام سے بری ہوں، اس طرح تو کوئی قسم نہیں کھاتا، اور غیر اسلام سے تو ہر مسلمان بری ہوتا ہی ہے، اور اگر کوئی بالفرض اس طرح قسم کھائے بھی تو اس میں وعید کی کوئی بات نہیں حالانکہ حدیث میں وعید مذکور ہے فتدبّر وتأمّل فان هذه الترجمة دقيقه مشكلة لاجل اختلاف النسخ، صحیح بخاری میں ترجمہ کی عبارت اس طرح ہے: بَابُ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى مِلَّةِ الْإِسْلَامِ۔

٣٢٥٧ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ».

ترجمہ: ابوقلابہ کو ثابت بن ضحاک نے خبر دی کہ انھوں نے درخت رضوان کے نیچے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بیعت کی (جس میں) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین میں داخل ہونے کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ ایسے ہی ہو جائے گا جیسے اس نے کہا اور اگر کسی نے کسی چیز سے اپنی جان کو قتل کیا تو اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور کسی شخص پر وہ نذر پوری کرنا لازم نہیں جو اس کی ملکیت میں نہ ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٩٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٣٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٠٠) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٧٧) صحيح مسلم - الإيمان (١١٠) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٧) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٣٦) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٧٠) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٥٧) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٣٣) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦١)

٣٢٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا".

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قسم کھائی اور کہا کہ میں اسلام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں تو اگرچہ وہ قسم میں جھوٹا ہی ہو وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے کہا اور اگر وہ سچا ہے تو بھی وہ اسلام میں سلامتی کے ساتھ ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٧٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٥٨) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٠٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٥/٥).

١٠ - بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ أَنْ لَا يَتَأَدَّمَ

باب ہے جو شخص قسم کھائے کہ وہ سالن نہ کھائے گا

اور بعض نسخوں میں أن لا يأتدم [1] ہے، اور موافق قیاس بھی یہی ہے جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں "ان تتزر او تأتزر" کی تحقیق میں گذر چکا ہے، صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے: إذا حلف أن لا يأتدم، یہ إدام سے ماخوذ ہے، جس کے معنی سالن کے ہیں۔

٣٢٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ تَمْرَةً عَلَى كِسْرَةٍ، فَقَالَ: «هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ».

ترجمہ: یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کھجور کو روٹی کے ٹکڑے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ کھجور اس (روٹی) کا سالن ہے۔

٣٢٦٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، مِثْلَهُ.

ترجمہ: محمد بن ابی یحییٰ یزید اعور سے اور وہ یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے اسی حدیث کے مثل روایت کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: **الكلام على الحديث من حيث الفقه**: یعنی ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا لیکر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا یہ اس روٹی کا سالن ہے، یعنی ضرورت کے وقت میں کھجور سے ہی سالن کا کام لیا جا سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد مسئلہ بیان کرنا نہیں ہے، رہی یہ بات کہ مسئلہ کیا ہے سو جاننا چاہئے کہ اس میں امام محمدؒ اور شیخین کا اختلاف ہے، شیخین فرماتے ہیں الادام ما يصطبغ به الخبز اذا اختلط به كخلٍ وزيت، لا اللحم والبيض، یعنی ادام وہ چیز ہے کہ جب روٹی کو اس کے ساتھ لگائیں تو روٹی اسکے رنگ میں رنگ جائے جیسے سرکہ اور روغن زیتون اور جہاں اس طرح نہ ہو تو وہ ادام نہیں ہے جیسے لحم اور بیضہ ان میں روٹی کہاں رنگی جاتی ہے، اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ الادام هو ما يؤكل مع الخبز غالباً، یعنی جو چیز عام طور سے

[1] جیسا کہ نسخہ بذل میں ہے۔ (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٢٢٧)

روٹی کے ساتھ روٹی کے تابع ہو کر کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے خواہ روٹی اس میں رنگی جائے یا نہ رنگی جائے، لہذا جو چیز عام طور سے تنہا کھائی جاتی ہو مستقلاً کتمر وزبیب وبطیخ وسائر الفواکہ لیس اداماً، ہاں اگر کسی مقام میں ان پھلوں میں سے کوئی پھل تبعاً للخبز کھایا جاتا ہو تو اس مقام میں اس کو ادام کہا جائے گا عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کذا فی الدر المختار، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

وبقول محمد قالت الائمة الثلاثة الشافعي ومالك واحمد، (من الأبواب والتراجم [1])۔

اس بیان مذاہب سے معلوم ہو رہا ہے کہ روٹی کیلئے تمر ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ادام نہیں ہے، اس لئے کہ عرب میں کھجور غالباً مستقلاً کھائی جاتی ہے، اور اس میں روٹی بھی نہیں رنگی جاتی، لہذا حدیث کا جواب وہی ہے جو اوپر شرح حدیث میں ہم نے لکھا ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

١١ - بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ

باب قسم میں ان شاء اللہ کے الفاظ کہنے کے بارے میں

٣٢٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَدِ اسْتَثْنَى".

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بات پر قسم کھائے اور انشاء اللہ کہہ دے تو اس نے استثناء کر لیا۔

تخریج: جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٣١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٣) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦١) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٠٥) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٠٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٢)

شرح الحدیث: یمین کا اطلاق کبھی محلوف علیہ پر بھی ہوتا ہے مجازاً کما فی ہذا الحدیث، یعنی جو شخص کسی بات پر قسم کھانے کے ساتھ ان شاء اللہ کہے تو وہ حانث نہیں ہوتا بشرطیکہ یہ استثناء یعنی ان شاء اللہ کہنا متصلاً ہو، اس اتصال کی قید کا بیان آئندہ باب الحالف یستثني بعد ما یتکلم میں آرہا ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنَى، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قسم کھائی اور

[1] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري ج ٢ ص ١٣٦

(ان شاء اللہ کہہ کر) اسکا استثناء کر لیا تو چاہے وہ اس کو پورا کرے یا چھوڑ دے وہ حانث نہ ہوگا۔

تخریج: جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٣١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٣) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٢) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٠٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٢)

١٢ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ

باب نبی کریم ﷺ کی قسم کن الفاظ میں ہوتی تھی اس کے بیان میں

یعنی آپ ﷺ زیادہ تر کن لفظوں کے ساتھ قسم کھاتے تھے؟ باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ لفظ: لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ہے، اور تیسری حدیث میں: لَا. وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ. لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ لا زائد ہے دوسرا یہ کہ لا کا تعلق مضمون سابق سے ہے یعنی دوران کلام آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ، اس صورت میں لا پر سکتہ کرنا ہوگا، اور لَا. وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ میں یہ بات متعین ہے کہ یہاں پر مقسم بہ محذوف ہے یعنی لَا، واللهِ وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ۔

اور باب کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کسی بات پر قسم مبالغہ کے ساتھ کھاتے تھے تو اس طرح فرماتے تھے: لَا وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ۔

٣٢٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَكْثَرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهَذِهِ الْيَمِينِ: «لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اکثر نبی کریم ﷺ کی قسم ان الفاظ سے ہوتی تھی لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

تخریج: صحيح البخاري - القدر (٦٢٤٣) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٥٣) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٥٦) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٠) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٦١) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٣) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٨/٢) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٥٠)

٣٢٦٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ[1]».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بات پر مبالغہ کے ساتھ قسم کھاتے تھے تو اسطرح فرماتے تھے: لَا وَالَّذِي..... اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں ابو القاسم ﷺ کی جان ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨/٣)

---

[1] بذل میں یہاں لَا وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ ہے۔ (بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٤ ص ٢٣٠)

٣٢٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: كَانَتْ يَمِينُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا حَلَفَ يَقُولُ: «لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قسم کھاتے تو آپ کی قسم ان الفاظ سے ہوتی: لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٧٦) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٥) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨)

٣٢٦٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَيَّاشٍ السَّمَعِيُّ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاجِبِ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْمُنْتَفِقِ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَلْهَمٌ: وَحَدَّثَنِيهِ أَيْضًا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ، أَنَّ لَقِيطَ بْنَ عَامِرٍ [1]، خَرَجَ وَافِدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَقِيطٌ: فَقَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيثًا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعَمْرُ إِلَهِكَ».

ترجمہ: عاصم بن لقیط سے روایت ہے کہ لقیط بن عاصم وفد کی صورت میں نبی کریم ﷺ خدمت میں حاضری کیلئے تشریف لے گئے لقیط فرماتے ہیں کہ ہم خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے پھر حدیث ذکر کی اسمیں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے کہ تمہارے معبود کی زندگی کی قسم۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/١٠٤)

شرح الحدیث: چوتھی حدیث یہ ہے: قَالَ دَلْهَمٌ: وَحَدَّثَنِيهِ أَيْضًا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ، أَنَّ لَقِيطَ بْنَ عَاصِمٍ۔

تحقیق سند: دلھم بن الاسود جو سند حدیث کے راوی ہیں وہ اس حدیث کو دو طریق سے روایت کر رہے ہیں، پہلا طریق یہ ہے دلھم بن الاسود عن ابیہ عن عمہ لقیط بن عامر، یعنی دلھم روایت کرتے ہیں اپنے باپ اسود سے اور اسود روایت کرتے ہیں اپنے چچا لقیط بن عامر سے۔

اور دوسرا طریق یہ ہے دلھم بن الاسود عن ابیہ عن عاصم بن لقیط عن لقیط بن عاصم یعنی دلھم روایت کرتے ہیں اسود سے اور اسود روایت کرتے ہیں عاصم بن لقیط سے اور عاصم بن لقیط روایت کرتے ہیں لقیط بن عاصم سے، مگر حضرتؒ نے بذل میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ میرے پاس جو رجال کی کتابیں موجود ہیں ان میں، میں نے لقیط بن عاصم کوئی راوی، نہیں پایا، پس ہو سکتا ہے کہ

[1] بذل میں یہاں لقیط بن عاصم ہے۔ (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٣١)

یہ تحریف ہو اور صحیح لقیط بن عامر ہو، وھو لقیط بن صبرۃ بن عامر، واللہ تعالی اعلم [1]۔

خَرَجَ وَافِدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لقیط کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قاصد بن کر پہنچا، آگے مصنف فرماتے ہیں اختصاراً کہ اس کے بعد لقیط نے حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَعَمْرُ إِلٰهِكَ تیرے معبود کی بقاء کی قسم، عمر سے مراد بقاء جو کہ اللہ تعالی کی صفت ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ [2]، اب یہ کہ لعمر اللہ یا لعمر الٰهك سے یمین منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک منعقد ہو جاتی ہے، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے یہ یمین کی نیت سے کہا تب تو یمین ہوگی ورنہ نہیں، اور امام احمدؒ سے دونوں روایتیں ہیں کالمذہبین، کما في النيل (كذا في هامش البذل [3])۔

فائدہ: امام بخاریؒ نے بھی اسی طرح کا باب قائم کیا ہے: بَابٌ كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: یعنی وہ الفاظ جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قسم کھاتے تھے یا اکثر، اور مجموعہ اس کا جو اس باب میں مذکور ہے وہ چار الفاظ ہیں: ① وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اور ایسے ہی وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، ان میں بعض کے شروع میں لفظ لا ہے اور بعض کے شروع میں لفظ أَمَا اور بعض کے شروع میں لفظ اَيْمُ، ② لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ، ③ وَاللهِ، ④ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُهَا وُرُودًا اھ، اور حافظ ابن قیمؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھانا اسی ۸۰ سے زائد مواضع میں منقول ہے: في أكثر من ثمانين موضعا، وأمره الله تعالى بالحلف على تصديق ما أخبر به في ثلاثة مواضع: في سورة يونس، وسبأ، والتغابن اھ۔ الأبواب والتراجم مختصراً [4]۔

۱۳ - بَابٌ فِي الْقَسَمِ هَلْ يَكُونُ يَمِينًا

باب اس بارے میں کہ کیا لفظ قسم کہنے سے قسم واقع ہو جاتی ہے

تفصیل مذاہب الائمہ فی مسئلۃ الباب: یعنی لفظ قسم سے یمین منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسے یوں کہے: أقسمت یا أقسمت باللہ، جاننا چاہئے کہ حلف بلفظ القسم کی دو صورتیں ہیں: ① مجرداً عن لفظ الجلالة یعنی بغیر لفظ اللہ کے صرف یوں کہے أقسمت، ② مقروناً بلفظ الجلالة، جیسے اقسمت باللہ حنفیہ کا مسلک تو یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں یمین منعقد ہو جاتی ہے،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۲۳۲

[2] قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں (سورة الحجر ۷۲)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۲۳۲

[4] فتح الباري — ج ۱۱ ص ۵۲٦، زاد المعاد في هدي خير العباد — ج ۳ ص ۲٦۹، الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ۲ ص ۱۳٤

اور امام خطابیؒ نے امام شافعیؒ ومالکؒ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ پہلی صورت میں منعقد نہیں ہوتی صرف دوسری صورت میں منعقد ہوتی ہے (بذل) حنفیہ کا یہ مسلک بذل میں بدائع سے نقل کیا ہے اور یہ کہ امام زفرؒ کا مسلک اس میں امام شافعیؒ کے مسلک کے موافق ہے [1]، اور حافظ [2] نے ابن المنذر سے جو مذاہب ائمہ نقل کئے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ لفظ أقسمت سے خواہ اس کے ساتھ باللہ کہیں یا نہ کہیں، یمین کا قصد ہو یا نہ ہو بہر صورت یمین ہے: وبہ قال النخعي والثوري والكوفيون، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ أقسمت باللہ تو بہر حال یمین ہے اور صرف لفظ أقسمت یمین نہیں ہے إلا بالنية، اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ صرف لفظ أقسمت تو کسی حال میں یمین نہیں ہے یعنی ولو نوی، اور لفظ أقسمت باللہ، یہ یمین ہے بصورت نیت ورنہ نہیں، اور اسحق بن راہویہ کے نزدیک مطلقاً یمین نہیں ہے، اور امام احمدؒ کے انہوں نے اسمیں دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ مطلقاً یمین ہے مثل الحنفیہ، دوسرا یہ کہ نیت کی صورت میں یمین ہے ورنہ نہیں مثل المالکیہ (الأبواب والتراجم [3])۔

٣٢٦٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، أَقْسَمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقْسِمْ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میں آپ ﷺ کو قسم دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم مت کھاؤ۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٦٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٩)

٣٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: ابْنُ يَحْيَى كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ فَذَكَرَ رُؤْيَا فَعَبَّرَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصَبْتَ بَعْضًا، وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا» فَقَالَ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ لَتُحَدِّثَنِّي، مَا الَّذِي أَخْطَأْتُ؟. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقْسِمْ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرةؓ بیان فرماتے تھے کہ ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا پھر اسنے خواب ذکر کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے اسکی تعبیر دی اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے کچھ صحیح سمجھا اور کچھ غلط سمجھا تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قسم دیتا ہوں میرے باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے ضرور بتلائیں کہ میں نے کس چیز میں غلطی کی تو

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٤٨. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٢٤٠

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١١ ص ٥٤٢

[3] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ٢ ص ١٣٥

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ قسم مت کھاؤ۔

۳۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرِ الْقَسَمَ زَادَ فِيهِ وَلَمْ يُخْبِرْهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت مروی ہے اور انہوں نے قسم کا ذکر نہیں کیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو ان کی غلطی بتلائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الرؤيا (۲۲۶۹) جامع الترمذي - الرؤيا (۲۲۹۳) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۶۸) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (۳۹۱۸)

شرح الحدیث: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے (مصنف نے تو اس خواب کو یہاں اختصاراً حذف کر دیا یہ خواب ابو داؤد میں باب فی شرح السنۃ میں باب فی الخلفاء کے اندر (برقم ٤٦٣٢) اس طرح آرہا ہے: فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ، فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ بِأَيْدِيهِمْ، فَالْمُسْتَكْثِرُ، وَالْمُسْتَقِلُّ الحديث، کافی طویل خواب ہے جس کے شروع کا حصہ یہ ہے کہ اس شخص نے عرض کیا کہ رات میں نے خواب میں ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اس ٹپکنے والی چیز کو لے رہے ہیں بعض کثیر مقدار میں اور بعض قلیل مقدار میں، إلی آخر الرؤیا، اس خواب کے بارے میں صدیق اکبرؓ نے آپ سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! اسکی تعبیر دینے کی مجھے اجازت دے دیجئے، اور پھر انہوں نے اسکی تعبیر بیان کی اور پوچھا یا رسول اللہ! میں نے صحیح تعبیر دی یا غلط؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہاں روایت میں مذکور ہے: أَصَبْتَ بَعْضًا، وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا کہ کچھ حصہ تعبیر کا صحیح ہے اور کچھ غلط، اس پر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتلا دیجئے کہ میں نے کیا غلطی کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُقْسِمْ [1]، یعنی قسم مت کھاؤ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطا و صواب کی تعیین نہیں فرمائی۔

حديث الباب استدل به الفريقان: امام خطابیؒ فرماتے ہیں: اس واقعہ کو فریقین میں سے ہر ایک نے اپنی دلیل قرار دیا، شافعیہ نے (جن کے نزدیک اس سے قسم نہیں ہوتی) اس طور پر کہ حدیث میں ابرار مقسم کا حکم وارد ہوا ہے کہ اگر کسی مسلمان پر اس کا دوسرا بھائی قسم کھالے تو اس کو چاہئے کہ اس کی قسم کو پورا کر دے، اور حالف کو حانث نہ ہونے دے، دیکھئے یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ نے جس چیز پر قسم کھائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیجئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا، تو اگر أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ

---

[1] یعنی قسم کیوں کھاتے ہو؟ نعلم منه انه يمين كما هو مسلك الحنفية وأجاب عنه الشافعي بوجه آخر بانه صلى الله عليه وسلم أمر بابرار المقسم فلو كان قسما لأبره.

سے قسم منعقد ہو جاتی تو صدیق اکبرؓ حالف اور مقسم ہوتے اور حضور ﷺ ان کا ابرار فرماتے، حالانکہ حضور ﷺ نے ان کا ابرار نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ مقسم ہی نہ تھے، یہ طریق استدلال تو ہوا شافعیہ کا، اور حنفیہ کا طریق استدلال یہ ہے کہ حضور ﷺ صدیق اکبرؓ سے فرمارہے ہیں لَا تُقْسِمْ کہ قسم کیوں کھاتے ہو میں نہیں بتاؤں گا، معلوم ہوا کہ قسم ہو گئی تھی۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٤ - بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى طَعَامٍ لَا يَأْكُلُهُ

باب اس شخص کے بارے میں جو اس بات پر قسم کھائے کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا

٣٢٧٠ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، أَوْ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: نَزَلَ بِنَا أَضْيَافٌ لَنَا، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: لَا أَرْجِعَنَّ إِلَيْكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ ضِيَافَةِ هَؤُلَاءِ، وَمِنْ قِرَاهُمْ، فَأَتَاهُمْ بِقِرَاهُمْ، فَقَالُوا: لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَأْتِيَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَضْيَافُكُمْ؟ أَفَرَغْتُمْ مِنْ قِرَاهُمْ؟ قَالُوا: لَا، قُلْتُ: قَدْ أَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَأَبَوْا، وَقَالُوا: وَاللهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَجِيءَ، فَقَالُوا: صَدَقَ، قَدْ أَتَانَا بِهِ فَأَبَيْنَا، حَتَّى تَجِيءَ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكُمْ؟ قَالُوا: مَكَانَكَ، قَالَ: وَاللهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، قَالَ: فَقَالُوا: وَنَحْنُ وَاللهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ، قَالَ: قَرِّبُوا طَعَامَكُمْ، قَالَ: فَقَرَّبَ طَعَامَهُمْ، فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ، فَطَعِمَ وَطَعِمُوا، فَأُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَصْبَحَ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ وَصَنَعُوا، قَالَ: «بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ».

ترجمہ حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں کچھ مہمان آئے اور حضرت ابو بکر رات کے وقت نبی کریم ﷺ سے گفتگو کیلئے جایا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا کہ میرے واپس آنے سے پہلے ان کے کھانے اور مہمانی سے فارغ ہو جانا۔ تو جب (عبدالرحمن) ان مہمانوں کے پاس کھانا لیکر پہنچے تو وہ (مہمان) کہنے لگے کہ ہم حضرت ابو بکر کے آنے تک کھانا نہیں کھائیں گے حضرت ابو بکر آئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے مہمانوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا تم ان کو کھانا کھلا کر فارغ ہو گئے؟ انہوں (مہمانوں) نے کہا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ میں تو ان کے پاس ان کا کھانا لیکر آیا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ہم حضرت ابو بکرؓ کے آنے تک کھانا نہ کھائیں گے مہمانوں نے بھی کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں یہ تو ہمارے پاس کھانا لائے تھے مگر ہم نے اسوقت تک کھانے سے منع کر دیا جب تک کہ آپ تشریف لے آئیں حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کس وجہ سے تم نے (میرے آنے تک) کھانے سے منع کیا تو وہ کہنے لگے کہ آپ کے مرتبے کا لحاظ تھا حضرت ابو بکرؓ نے کہا اللہ کی قسم میں بھی آج رات یہ کھانا نہ کھاؤں گا تو مہمانوں نے بھی کہا کہ اللہ کی قسم ہم بھی

اسوقت تک نہ کھائیں گے جب تک کہ آپ نہ کھالیں اس پر حضرت ابو بکر (بڑے متاثر ہوئے اور) فرمانے لگے کہ میں نے ایسی بری رات تو کبھی نہیں دیکھی (مگر اس ناگوار صورتحال کو ختم کرنے کیلئے) فرمایا کھانا لیکر آؤ چنانچہ کھانا رکھا گیا تو انہوں (ابو بکر) نے بسم اللہ پڑھی اور کھانے لگے اور مہمان بھی کھانے لگے (عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ) مجھے پتہ چلا کہ دوسرے دن صبح حضرت ابو بکر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے اور مہمان کے فعل کا واقعہ سنایا (اور یہ کہ میں اپنی قسم کا توڑنے والا ہو گیا) تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (تم حانث نہیں ہو) بلکہ تم تو ان سب سے نیک اور سچے ہو۔

۳۲۷۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَهُ زَادَ عَنْ سَالِمٍ، فِي حَدِيثِهِ قَالَ: وَلَمْ يَبْلُغْنِي كَفَّارَةٌ.

ترجمہ: ابو عثمان حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر سے یہی حدیث اسی کے مثل نقل کرتے ہیں اسمیں اضافہ ہے کہ سالم نے کہا کہ مجھے کفارہ کی بات معلوم نہیں ہو سکی (کہ حضرت ابو بکر نے کفارہ ادا کیا ہو گا یا نہیں)۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٧٧) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٨٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٨٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩٠) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٥٧) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٧٠) مسند أحمد - مسند الصحابة بعد العشرة (١/١٩٧) مسند أحمد - مسند الصحابة بعد العشرة (١/١٩٨)

شرح الحديث: **ضیفانِ ابی بکر صدیق کا قصہ:** عبد الرحمن بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے چند مہمان آئے (یہ تین شخص تھے اصحاب صفہ میں سے) وہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب کا معمول رات میں حضور ﷺ کی خدمت میں بات چیت کیلئے جانے کا تھا، چنانچہ وہ جاتے وقت مجھ سے فرما گئے کہ میری واپسی سے پہلے ان کو کھانے سے فارغ کر دینا، عبد الرحمن کہتے ہیں: میں انکے پاس کھانا لیکر آیا، مہمانوں نے بغیر صاحب خانہ (صدیق اکبرؓ) کے کھانے سے انکار کر دیا، عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جب والد صاحب حضور ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے تو دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس کے بعد بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے بیٹے عبد الرحمن کو آواز دی (وہ صدیق اکبرؓ کے غصہ کو دیکھ کر چھپ گئے تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے) یا غُنْثَر (او کمینے) وہ سامنے آئے اور آکر عرض کیا: ابی میں تو ان کے سامنے کھانا لیکر آیا تھا مگر ان لوگوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آئیں گے اس وقت تک ہم نہیں کھائیں گے، اس پر مہمانوں نے عبد الرحمن کی تصدیق کی کہ بے شک یہ تو کھانا لیکر آئے تھے لیکن ہم ہی نے انکار کر دیا تھا آپ کے انتظار میں، صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ میرا انتظار کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے مقام اور مرتبہ کی وجہ سے، صدیق اکبرؓ کو اس پر ناگواری ہوئی اور قسم کھا کر فرمایا میں بھی آج یہ کھانا نہیں کھاؤں گا، ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک آپ نہ کھائیں گے۔

قَالَ: مَا رَأَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ: اس پر صدیق اکبرؓ بڑے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسی بری رات تو میں نے کبھی نہیں دیکھی، مگر انہوں نے اس ناگوار صورت حال کو فوری طور پر ختم کیا اور فرمایا کھانا لیکر آؤ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا، مہمانوں نے بھی شروع کر دیا۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ اس رات کے واقعہ کے بعد صبح کو جب صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور یہ رات کا واقعہ آپ کو سنایا اور یہ کہ میں تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ کہ تم کہاں حانث ہوئے تم تو ان میں سب سے زیادہ نیک اور سچے ہو، مطلب یہ کہ یہ حنث وہ حنث نہیں جو معصیت یا مذموم ہو بلکہ یہ تو من حلف علی یمین فرآی غیرھا خیراً منھا کے قبیل سے ہے۔

یہ واقعہ صحیح بخاری میں مزید تفصیل سے ہے اس میں یہ بھی ہے: فَأَكَلَ وَأَكَلُوا فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا فَقَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ فَأَكَلُوا وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا، یعنی جب یہ لوگ وہ کھانا کھا رہے تھے تو جو بھی لقمہ اٹھاتے تھے تو کھانا اسکے نیچے سے اور بڑھ جاتا تھا، اور پھر آگے یہ ہے کہ اس کھانے میں کا بچا ہوا حضور ﷺ کے پاس بھی بھیجا گیا جس میں سے آپ ﷺ نے بھی نوش فرمایا، یہ قصہ صحیح بخاری میں کتاب الأدب (برقم: ۵۷۸۹-۵۷۹۰) اور علامات نبوت میں (برقم ۳۳۸۸) اور مواقیت الصلاۃ میں (برقم ۵۷۷) پر مذکور ہے، قال: ولم یبلغنی کفارۃ، راوی کہہ رہا ہے کہ اس واقعہ میں صدیق اکبرؓ نے کفارہ یمین ادا کیا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں مجھے کچھ نہیں پہنچا لیکن اصولاً کفارہ واجب ہے اور عدمِ ذکر عدم کو مستلزم نہیں، اور اگر یہ واقعہ مشروعیت کفارہ سے پہلے کا ہو تو پھر امر آخر ہے (بذل)۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم بنحوه اتم منه، قاله المنذري۔

۱۵۔ بَابُ الْيَمِينِ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ

باب قطع رحمی کی قسم کھانے کے حکم کے بیان میں

۳۲۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَخَوَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيرَاثٌ، فَسَأَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ، فَقَالَ: إِنْ عُدْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْقِسْمَةِ فَكُلُّ مَالٍ لِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ، كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَكَلِّمْ أَخَاكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَمِينَ عَلَيْكَ، وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ، وَفِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، وَفِيمَا لَا تَمْلِكُ».

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ دو انصاری جو بھائی بھائی تھے ان میں میراث کا مسئلہ الکا ہوا تھا دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو ایک بھائی دوسرے بھائی سے کہنے لگا کہ اگر تم نے دوبارہ تقسیم کا مطالبہ کیا تو میری نذر یہ ہے کہ میرا کل مال بابِ کعبہ کیلئے ہے تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ کعبہ کو تیرے مال کی ضرورت نہیں تو

اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بات شروع کر کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری نذر صحیح نہیں کیوں کہ رب کی نافرمانی میں نذر کرنا صحیح نہیں اور نہ رشتہ داری کو توڑنے میں اور نہ اس مال میں جو آدمی کی ملکیت نہ ہو۔

شرح الحديث وفيه بيان نذر اللجاج یعنی دو انصاری شخص جو آپس میں بھائی بھائی تھے ان دو کے درمیان میراث کا مسئلہ رکا ہوا تھا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم میراث کا مطالبہ کیا (ممکن ہے کئی بار مطالبہ کی نوبت آچکی ہو) اس نے کہا کہ اگر آئندہ تونے تقسیم کا سوال کیا تو پھر میری نذر یہ ہے کہ میرے حصہ کا کل مال باب کعبہ کے لئے ہے، مراد خود کعبہ ہی ہے۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علم میں جب یہ واقعہ پہنچا تو انہوں نے اس نذر ماننے والے سے فرمایا: إِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ، کہ کعبہ کو تیرے مال کی ضرورت نہیں، اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بات کرنا شروع کر اس لئے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے: لَا يَمِينَ عَلَيْكَ، وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ، وَفِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، اس قصہ میں جو نذر مذکور ہے وہ نذر اللجاج ہے جس کا حکم ابھی قریب میں مع بیان مذاہب الائمہ گزر چکا ہے وحاصلہ: اگر کوئی شخص اپنی نذر کو کسی شئی کے حصول پر معلق کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ شئی مطلوب و مقصود ہو جیسے ان شفی اللہ مریضی فعبدی حر، ایسی نذر کا ایفاء بالاتفاق واجب ہے اور اگر وہ شئی غیر مطلوب ہو جیسا کہ غصہ وغیرہ کی صورت میں نذر مان لی جاتی ہے جیسے ان کلمتك فعلی صوم شهر، یہ نذر نذر لجاج ہے اور پہلی نذر نذر المجازاة اور نذر تبرر، امام مالک کے نزدیک تو دونوں قسموں کا حکم ایک ہی ہے یعنی وجوب ایفاء اور باقی ائمہ ثلاث کے نزدیک قسم اول یعنی نذر المجازاة کا حکم وجوب ایفاء ہے وفي القسم الثاني التخيير بين الايفاء وكفارة اليمين. اس مضمون کی ایک حدیث موطأ کے اندر بھی ہے: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: مَالِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِينَ [1]، یہ روایت ہمارے یہاں بَابُ فِيمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ میں بھی گزر چکی۔

٣٢٧٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ، وَلَا يَمِينَ فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ»

ترجمہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: نذر صرف ان کاموں میں ہوتی ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور رشتہ داری کے ختم کرنے کی قسم کھانا صحیح نہیں۔

تخريج سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٧٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٢)

---

[1] موطأ مالك - كتاب النذور - جامع الأيمان ١٠٥٢

٣٢٧٤ - حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نَذْرَ وَلَا يَمِينَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، وَلَا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَدَعْهَا وَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ فَإِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ إِلَّا فِيمَا لَا يُعْبَأُ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ، رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: تَرَكَهُ بَعْدَ ذَلِكَ، وَكَانَ أَهْلًا لِذَلِكَ قَالَ أَحْمَدُ: أَحَادِيثُهُ مَنَاكِيرُ، وَأَبُوهُ لَا يُعْرَفُ.

ترجمہ: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جو چیز انسان کی ملکیت میں نہ ہو اس میں نہ نذر ہے اور نہ ہی قسم اور نہ اللہ کی نافرمانی میں اور نہ رشتہ داری کے ختم کرنے میں۔ پھر جو شخص کوئی قسم کھالے اور اس کے خلاف دوسرے پہلو میں زیادہ بھلائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ قسم چھوڑ دے اور جو خیر (کا پہلو) ہو اس پر عمل کرے۔ بلاشبہ اس قسم کو چھوڑ دینا ہی اس کا کفارہ ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٧٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٢)

١٦ - بَابٌ فِيمَنْ يَحْلِفُ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا

باب ہے جان بوجھ کر قسم کھانے کے بارے میں حکم

٣٢٧٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلَيْنِ، اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّالِبَ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَاسْتَحْلَفَ الْمَطْلُوبَ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلَى، قَدْ فَعَلْتَ وَلَكِنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ بِإِخْلَاصِ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُرَادُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (کسی چیز کے بارے میں) جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے گواہی طلب کی اس کے پاس کوئی گواہی نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو اس نے ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ (جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھا رہا ہے) تو نے وہ کام ضرور کیا ہے لیکن تیری یہ لغزش اور گناہ لا إله إلا الله کہنے کے اخلاص کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کفارہ کا حکم نہیں دیا۔

تخريج: سنن أبي داود- الأيمان والنذور (٣٢٧٥) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (١/٢٥٣) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (١/٢٨٨)

شرح الحديث: یعنی دو شخص آپ ﷺ کی خدمت میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، مدعی کے پاس چونکہ بیّنۃ نہیں تھا اسلئے آپ ﷺ نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو اس نے قسم ان لفظوں کے ساتھ کھائی: بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، تو آپ ﷺ نے اس کی قسم کے یہ لفظ سن کر فرمایا: بَلٰی، قَدْ فَعَلْتَ کہ جس چیز کے نہ کرنے پر تو قسم کھا رہا ہے تو نے وہ کام ضرور کیا ہے، (لہذا تو اس قسم میں جھوٹا ہے) لیکن تیری یہ لغزش اور گناہ قول لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے اخلاص کی برکت سے معاف کر دیا گیا۔

استفید بالحدیث امران: اس پر علامہ سندیؒ فتح الودود میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کی یمین کو بذریعہ وحی یا الہام باطل قرار دیتے ہوئے اسکے خلاف فیصلہ فرمایا، اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی، کہ احیاناً حضور ﷺ وحی وغیرہ کے ذریعہ سے باطن حال کا اعتبار کرتے ہوئے ظاہر کے خلاف فیصلہ فرماتے تھے، اور وہ جو آپ ﷺ نے فرمایا: وَلٰكِنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ، اس سے مراد حلف کاذب کے گناہ کی معافی ہے: ففيه دليل على أن الكبائر تغفر بكلمة التوحيد اھ[1]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُرَادُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ: امام ابوداؤدؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات مستفاد ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ نے اس حالف کو کفارہ کا حکم نہیں فرمایا، حالانکہ اس کی یہ یمین یمین غموس تھی جس کے اندر امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ ہے، لیکن جمہور کا مسلک یہی ہے انه لا كفارة فيه، اس حدیث سے دو فائدے وہ مستفاد ہوئے جن کو علامہ سندیؒ نے بیان کیا، تیسرا فائدہ یہ ہوا جس کو مصنفؒ نے بیان فرمایا ہے، یہاں پر حضرت نے بذل المجہود[2] میں ایک اشکال اور پھر اس کا جواب تحریر فرمایا ہے، اشکال یہ کہ یمین کاذبہ گناہ کبیرہ ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، تو اس شخص کا یہ کبیرہ صرف کلمۃ التوحید سے کیسے معاف ہو گیا؟ اس لئے کہ حسنات صرف مکفر صغائر ہیں نہ کہ مطلقاً، پھر اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے کہ جب اس شخص نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اخلاص کے ساتھ کہا تو گویا اس کو ندامت ہوئی اپنے فعل پر اور ندامت ہی توبہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ یہ شخص لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنے سے پہلے مؤمن مخلص نہیں تھا اس حلف کے وقت ہی کلمہ توحید اخلاص کے ساتھ پڑھا تو گویا اس نے اپنے ایمان کی تجدید کی تو اس تجدید ایمان نے اس کی سابق معصیت کی تکفیر کر دی۔

والحديث أخرجه النسائي. قاله المنذري۔

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داود - ج ٩ ص ١٠٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٢٤١ - ٢٤٢

١٧ - بَابُ الرَّجُلِ يُكَفِّرُ قَبْلَ أَنْ يَحْنَثَ

باب اس بارے میں کہ اگر قسم کے علاوہ معاملہ میں خیر ہو تو قسم توڑ دینے کے بیان میں

٣٢٧٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ، لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ». أَوْ قَالَ: «إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفَّرْتُ يَمِينِي».

ترجمہ ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ میری عادت یہ ہے کہ کسی بات پر قسم کھائی ہو پھر اسکے برعکس معاملہ میں خیر کو پاتا ہوں تو اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دیتا ہوں پھر اور بہتر چیز کو اختیار کرلیتا ہوں یا فرمایا کہ میں وہی کام کرتا ہوں جس میں بھلائی ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٤) صحيح البخاري - المغازي (٤١٢٤) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٩٩) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٤٩) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٤٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧١١٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٤٩) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٧٦) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٠٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠١)

شرح الحدیث آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ واللہ میرا طریقہ یہ ہے کہ اگر میں کسی چیز پر قسم کھا بیٹھوں اور پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر سمجھوں تو میں اپنی یمین کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں، اور وہ کام جس کو خیر سمجھتا ہوں اس کو کرتا ہوں، اس میں راوی کو شک ہو رہا ہے کہ یا تو آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا، اور یا اس طرح فرمایا تھا کہ میں اس کار خیر کو کرتا ہوں اور کفارہ یمین ادا کرتا ہوں (ان دونوں میں تقدیم و تاخیر کا فرق ہے)، پہلے جملہ میں کفارہ یمین اولاً مذکور ہے اور اس کار خیر کو کرنا بعد میں مذکور ہے، اور دوسرے جملہ میں ترتیب اس کے برعکس ہے۔

تقديم الكفارة على الحنث: اور یہ مسئلہ خود مختلف فیہ ہے، یعنی کفارہ قبل الحنث کا جواز و عدم جواز جس کو مصنف آگے خود بیان کررہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، يُرَخِّصُ فِيهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ، بقیہ ائمہ کے مذاہب اس میں یہ ہیں کہ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی جو امام احمد کا ہے یعنی کفارہ قبل الحنث کا جواز مطلقاً، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ مالیہ کی تقدیم تو جائز ہے اور غیر مالیہ یعنی کفارہ بالصوم اس کی تقدیم جائز نہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ کفارہ یمین جو قرآن کریم کی اس آیت میں مذکور ہے: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ

رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ[1]. یہ کل چار چیزیں ہوئیں: ① اطعام، عشرۃ مساکین یا، ② ان کا کسوۃ، ③ اعتاق، ④ اور ان تینوں میں سے کسی ایک پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں صوم ثلاثۃ ایام۔

حنفیہ کے نزدیک وجوب کفارہ کا سبب حنث ہے اسی لئے ان کے نزدیک تقدیم الکفارۃ علی الحنث جائز نہیں، اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک وجوب کفارہ کا سبب خود یمین ہے اور حنث اسکی شرط، وفی شرح السنة[2]: وإنما يجوز تقديم العتق أو الإطعام أو الكسوة كما يجوز تقديم الزكاة على الحول، ولا يجوز تعجيل صوم رمضان قبل وقته انتهى (بذل مختصراً[3])۔

۳۲۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ يَمِينَكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، يُرَخِّصُ فِيهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ پھر دیکھو کہ خیر اس کے علاوہ چیز میں ہے تو وہ کرو جس میں خیر ہے۔ اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا کہ وہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔

۳۲۷۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، نَحْوَهُ قَالَ: فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ، ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ رُوِيَ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْحِنْثُ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْكَفَّارَةُ قَبْلَ الْحِنْثِ.

ترجمہ: قتادہ حسن سے اور وہ عبد الرحمن بن سمرہ سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور پھر وہی چیز اختیار کرو جس میں بھلائی ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اور عدی بن حاتمؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث جو اسی مضمون کے بارے میں ہیں ان میں سے بعض روایات میں قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں کفارہ سے قبل قسم توڑنے کا ذکر ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٤٨) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٤٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٢٧) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٢) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٩) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٨٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٧٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٦١) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٦)

---

[1] نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنا دیں دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے (سورۃ المائدۃ ۸۹)

[2] شرح السنة للبغوي — ج ١٠ ص ١٧

[3] ولحن نقول كما لا يجوز تقديم الزكاة على النصاب كذا لا يجوز تقديم الكفارة على الحنث. (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٣٥)

۱۸- بَابُ كَمِ الصَّاعُ فِي الْكَفَّارَةِ

باب قسم کے کفارہ میں کتنے صاع اناج دیا جائیگا؟

یعنی کفارہ یمین میں کتنے صاع غلہ دیا جائے گا؟

کفارہ یمین کی تفصیل مع مذاہب ائمہ: وفی الکنز: وکفارته تحریر رقبة أو إطعام عشرة مساكين كهما في الظهار أو كسوتهم بما يستر عامة البدن، لقوله تعالى { فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ [1] } الآية. وكلمة أو للتخيير فكان الواجب أحد الأشياء الثلاثة وقوله كهما في الظهار أي كالإطعام والتحرير في الظهار وقد بيناهما هناك، وفی حاشية الشلبی: وإن شاء أطعم عشرة مساكين كالإطعام في كفارة الظهار وهي نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو شعير.....ويجوز أن يغديهم ويعشيهم بخبز إلا أنه إن كان برا لا يشترط فيه الإدام وإن كان غيره فبإدام ويجزئ في الإطعام كل من التمليك والإباحة اه [2]، معلوم ہوا کہ اطعام میں دونوں اختیار ہیں یا تو ہر مسکین کو مثل صدقۃ الفطر کے ایک صاع شعیر وغیرہ کا اور نصف صاع گیہوں کا دیا جائے گا، اور یا تغدیہ اور تعشیہ کو اختیار کرے یعنی دس مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا، اور کھانے میں بھی اباحت اور تملیک دونوں کا اختیار ہے، اسی طرح شافعیہ وغیرہ کے یہاں جو مقدار کفارہ ظہار وغیرہ میں دی جاتی ہے وہی مقدار یہاں دس مسکینوں کو دی جاوے، چنانچہ شافعیہ کے یہاں ہر مسکین کو ایک مد من کل شئی اور امام مالکؒ کے نزدیک نصف صاع یعنی دو مد من کل شئی، اور امام احمدؒ کے نزدیک من البر امدًا ومن غیرہ مدین کما تقدم فی کفارۃ الظہار۔

یہی مسئلہ مصنف کے ترجمۃ الباب میں مذکور ہے اسی لئے ہم نے اس کو یہاں بیان کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کی غرض ترجمۃ الباب سے مقدار صاع کو بیان کرنا ہو، کہ جس صاع سے کفارہ ادا کیا جائے اس صاع کی مقدار کیا ہو، چنانچہ اس حدیث سے جو مذکور تحت الباب ہے معلوم ہوا کہ اس کی مقدار مدّ ہشام کے اعتبار سے مدین اور نصف مد ہونی چاہیئے، ففی غرض المصنف من الترجمۃ احتمالان۔

۳۲۷۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبٍ بِنْتِ ذُؤَيْبِ بْنِ قَيْسٍ الْمُزَنِيَّةِ، - وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ كَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَخٍ لِصَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، قَالَ ابْنُ حَرْمَلَةَ: «فَوَهَبَتْ لَنَا أُمُّ حَبِيبٍ صَاعًا، حَدَّثَتْنَا عَنِ ابْنِ أَخِي صَفِيَّةَ، عَنْ صَفِيَّةَ أَنَّهُ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

[1] اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنادیں دینا دس محتاجوں کو (سورۃ المائدۃ ۸۹)

[2] تبیین الحقائق للزیلعي مع حاشیة الشلبي — ج ۳ ص ۱۱۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، قَالَ أَنَسٌ: "فَخَبَرْتُهُ، أَوْ قَالَ: فَحَزَرْتُهُ فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ".

ترجمۃ: ام حبیب بنت ذؤیب بن قیس المزنیہ جو قبیلہ اسلم کے ایک شخص کے نکاح میں تھیں پھر نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ ؓ کے بھتیجے کے نکاح میں آئیں سے روایت ہے عبد الرحمن ابن حرملہ فرماتے ہیں کہ ہم کو ام حبیب نے ایک صاع عطا فرمایا اور ہمیں بتایا کہ حضرت صفیہ ؓ کے بھتیجے نے حضرت صفیہ ؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ صاع نبی کریم ﷺ کا ہے۔ حضرت انس بن عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے اس (صاع) کو جانچا تو میں نے اسکو ہشام کے مد کے حساب سے ڈھائی مد کا پایا۔

شرح الحدیث: فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ: ابن حرملہ کہتے ہیں کہ ہم کو ام حبیب نے جو کہ حضرت صفیہ ؓ کے بھتیجے کے نکاح میں تھیں انہوں نے ہم کو ایک صاع دیا جس کے بارے میں انہوں نے اپنے شوہر ابن اخی صفیہ سے اور انہوں نے حضرت صفیہ ؓ سے یہ روایت کیا کہ یہی حضور ﷺ کا صاع تھا، آگے حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جو اس کو ناپا تو اس کو دو مُد اور نصف مُد پایا مد ہشام کے لحاظ سے۔

مُد کی بحث ہمارے یہاں ابواب الوضوء میں بالتفصیل گذر چکی اور یہ کہ ایک صاع بالاتفاق چار مد کا ہوتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ایک مد کا وزن کیا ہے، حنفیہ کے نزدیک دو رطل اور جمہور کے نزدیک ایک رطل اور ثلث رطل، لیکن یہاں روایت میں راوی یہ کہہ رہا ہے کہ وہ صاع دو مد اور نصف مد کا تھا لیکن ساتھ ہی میں راوی یہ بھی کہہ رہا ہے کہ میری مراد مد سے مد ہشام ہے۔

مدّ ہشام کی مقدار اور اس کی تحقیق: اس سے معلوم ہوا کہ مد ہشام مطلق مد سے بڑا ہوتا ہے، اب یہ کہ اس کی مقدار کیا ہوتی ہے؟ بخاری شریف کا ترجمہ تو ہے: بَابُ صَاعِ الْمَدِينَةِ وَمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَرَكَتِهِ، مد ہشام کا ذکر اس میں نہیں ہے البتہ موطأ مالك میں ہے چنانچہ اس میں ہے: قال مالك: والكفارات كلها، وزكاة الفطر، وزكاة العشور، كل ذلك بالمد الأصغر، مد النبي صلى الله عليه وسلم، إلا الظهار، فإن الكفارة فيه بمد هشام، وهو المد الأعظم اه[1]، جمہور علماء کے نزدیک تو تمام ہی کفارات میں مد مدینہ یا کہیں مد النبی ﷺ کا اعتبار ہے، اور امام مالک ؒ نے بھی جملہ کفارات اور زکاۃ فطر وغیرہ میں اسی مد کا اعتبار کیا ہے جس کو موطا میں مد اصغر سے تعبیر کیا ہے، لیکن کفارہ ظہار میں انہوں نے مد ہشام کا اعتبار کیا ہے جس کو مد اعظم سے تعبیر کیا ہے، اَوجز میں حضرت شیخ نے علامہ باجی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس کی مقدار میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ایک مد ہشام ایک ثلث کم دو مُدِّ نبی علیہ السلام کے برابر ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پورے دو مد نبی کے برابر ہوتا ہے یعنی اس سے پورا دوگنا ہوتا ہے۔ (الی آخر ما ذکر فی الأوجز[2])۔

---

[1] موطأ مالك - كتاب الزكاة - باب مكيلة زكاة الفطر ٩٩٢

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ٣٠١

۳۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، قَالَ: "كَانَ عِنْدَنَا مَكُّوكٌ [1] يُقَالُ لَهُ: مَكُّوكُ خَالِدٍ وَكَانَ كَيْلَجَتَيْنِ بِكَيْلَجَةِ هَارُونَ قَالَ مُحَمَّدٌ: «صَاعُ خَالِدٍ صَاعُ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ».

ترجمہ: محمد بن محمد بن خلاد ابو عمر کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مکوک تھا جس کو مکوک خالد (بن عبداللہ القسری) کہا جاتا تھا، وہ ہارون کے کیلجہ (ایک پیمانہ ہے) سے دو کیلجہ کے برابر تھا۔ محمد کہتے ہیں: خالد کا صاع ہشام یعنی ابن عبدالملک کا صاع ہے۔

۳۲۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: «لَمَّا وَلِيَ خَالِدٌ الْقَسْرِيُّ أَضْعَفَ الصَّاعَ، فَصَارَ الصَّاعُ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ، قَتَلَهُ الزِّنْجُ صَبْرًا، فَقَالَ بِيَدِهِ: هَكَذَا وَمَدَّ أَبُو دَاوُدَ: يَدَهُ وَجَعَلَ بُطُونَ كَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، قَالَ: وَرَأَيْتُهُ فِي النَّوْمِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ؟ قَالَ: أَدْخَلَنِي الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: فَلَمْ يَضُرَّكَ الْوَقْفُ".

ترجمہ: امیہ بن خالد کہتے ہیں جب خالد (بن عبداللہ قسری) کو گورنر مقرر کیا گیا تو انہوں نے صاع کو دو گنا کر دیا اور پھر ایک صاع (١٦) رطل کا ہو گیا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن محمد بن خلاد کو حبشیوں نے باندھ کر قتل کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے بتایا کہ اس طرح (یہ کہہ کر) ابوداودؒ نے اپنا ہاتھ پھیلایا، اور ہتھیلیوں کے باطن کو زمین کی طرف کیا۔ امام ابوداودؒ کہتے ہیں: میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے کہا: اللہ نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا، تو میں نے کہا: تو آپ کو زبردستی باندھ کر مارے جانے سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی؟ (یعنی آپ کو حبشیوں کے سامنے کھڑا کر کے قتل کیے جانے سے کچھ نقصان نہ پہنچا)۔

١٩ - بَابٌ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ

باب (کفارہ یمین میں) مومنہ باندی کو آزاد کرنے کے حکم کے بیان میں

کفارہ یمین والے رقبہ میں مؤمنہ کی قید جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے، حنفیہ کے نزدیک اس میں مؤمنہ کی قید نہیں، البتہ کفارہ قتل میں حنفیہ کے نزدیک رقبہ مؤمنہ کی قید ہے اس لئے کہ وہ آیت کریمہ جو کفارۂ قتل کے بارے میں ہے وہ ایمان کی قید کے ساتھ مقید ہے بخلاف اس نص کے جو کفارہ یمین کے بارے میں ہے کہ وہ مطلق ہے، قال تعالیٰ: أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ، لہٰذا

---

[1] امام طحاویؒ شرح معانی الآثار (ج ٢ ص ٥١) میں فرماتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ "مکوک" سے مراد "مد" ہو کیونکہ وہ "مد" کو "مکوک" کہتے تھے۔ اور علامہ ابن اثیرؒ النہایہ (ج ٤ ص ٣٥٠) میں فرماتے ہیں: "مکوک" سے مراد "مد" ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ "صاع" ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں "مکوک" کی تفسیر "مد" سے کی گئی ہے۔ اور مکوک ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار مختلف شہروں میں لوگوں کے عرف کے باعث مختلف ہوتی ہے۔

مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر، اور جمہور علماء نے اس مسئلہ میں مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے، یہ مشہور اختلافی مسئلہ ہے کتب اصول فقہ میں بھی مذکور ہے: المطلق يجري على إطلاقه والمقيد على تقييده، ضابطہ کے تحت۔

٣٢٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: «ائْتِنِي بِهَا»، قَالَ: فَجِئْتُ بِهَا، قَالَ: «أَيْنَ اللهُ؟» قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: «مَنْ أَنَا؟» قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: «أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ».

ترجمہ: عطاء بن یسار معاویہ بن حکم سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس ایک تھپڑ مارنے کو میرے حق مین جرم عظیم ہونا ظاہر فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کو آزاد نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسکو میرے پاس لیکر آو۔ فرماتے ہیں کہ میں اسکو لیکر آیا آپ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں۔ پھر دریافت فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اسنے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو آزاد کردو یہ مؤمن عورت ہے۔

٣٢٨٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْهُ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، وَعِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ نُوبِيَّةٌ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَرْسَلَهُ لَمْ يَذْكُرِ الشَّرِيدَ.

ترجمہ: ابو سلمہ کی شرید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان کو وصیت کی کہ ان کی طرف سے ایک مؤمنہ باندی آزاد کردیں تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ نے مجھے ایک مؤمن باندی کے آزاد کرنے کی وصیت کی ہے اور میرے پاس ایک سیاہ باندی نوبیہ مقام کی ہے (یہ سوڈان کا ایک علاقہ ہے جس علاقہ سے حضرت بلال حبشی کا تعلق ہے) پھر اسی طرح ذکر کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ خالد بن عبد اللہ نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا، شرید کا انھوں نے ذکر نہیں کیا۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٧) سنن النسائي - السهو (١٢١٨) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٨٢)

شرح الحدیث: معاویہ بن الحکم کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک باندی ہے جس کے چہرہ پر میں نے تھپڑ مار دیا تھا، آپ ﷺ نے اس کا میرے حق میں جرم عظیم ہونا ظاہر فرمایا (یہ گھبرا گئے) اور کہنے لگے کہ کیا میں اس کو آزاد نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لیکر آ، وہ کہتے ہیں میں اس کو آپ ﷺ کے پاس لیکر آیا آپ نے اس سے بطور امتحان سوال فرمایا: أَيْنَ اللهُ؟ کہ اللہ تعالیٰ تیرے نزدیک کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: فِي السَّمَاءِ آسمان میں

ہے، یہ سوال تو گویا توحید سے متعلق ہوا اور اس میں اصنام کے آلہہ ہونے کی نفی ہو گئی، پھر آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے ان صحابی سے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو کہ یہ مومنہ ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ یہ بات معقول اور بدیہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو اس جاریہ کے آزاد کرنے کا حکم بطریق کفارہ کے دیا تھا یعنی معصیتِ ضرب کا کفارہ اس طور پر کہ پہلے آپ ﷺ نے اس کے ایمان کا امتحان لیا اس کے بعد اس کے اعتاق کا حکم فرمایا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر کفارہ کا حال اور حکم یہی ہے اور پھر اسکے بعد انہوں نے اس میں اختلاف علماء کو بیان کیا ہے، یہاں ذکر چونکہ کفارہ یمین کا ہو رہا ہے اسی لئے امام خطابیؒ نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کو مطابقت بطریق قیاس ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي باتم منه. قاله المنذري۔

٣٢٨٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَقَالَ لَهَا: «أَيْنَ اللهُ؟» فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِأُصْبُعِهَا، فَقَالَ لَهَا: «فَمَنْ أَنَا؟» فَأَشَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى السَّمَاءِ يَعْنِي أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: «أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں ایک کالی باندی کو لے کر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کرنا لازم ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس باندی سے کہا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: میں کون ہوں؟ تو اس نے نبی اکرم اور آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مؤمن ہے تم اس کو آزاد کر دو۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٨٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩١)

٢٠ - بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ بَعْدَ السُّكُوتِ

کلام کرنے کے بعد ان شاء اللہ کہنے کا بیان

اس سے پہلے ایک باب گزرا ہے: بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ، وہاں پر ہم نے یہ لکھا تھا کہ استثناء وہ معتبر ہے جو متصلاً ہو اور یہ کہ اس اتصال کی بحث اس آنے والے باب میں ذکر کی جائے گی۔

استثناء میں اتصال کی قید وذکر المذاہب: استثناء اصطلاح میں تو حکم ماقبل سے بعض افراد کے الا وغیرہ کے ذریعہ سے اخراج کرنے کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق تعلیق علی المشیۃ پر بھی آتا ہے یعنی ان شاء اللہ کہہ دینا، یہاں پر یہی مراد ہے، قسم کھانے کے بعد اگر کوئی شخص ان شاء اللہ متصلاً کہے تو یہ انعقادِ یمین سے مانع ہو جاتا ہے، اتصال کی قید جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے

نزدیک ہے، بعض سلف جیسے طاؤس حسن قتادہ وغیرہ کا اس میں اختلاف منقول ہے، اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف اس میں مشہور ہے ان کے نزدیک استثناء کیلئے کسی زمانہ کی قید نہیں جب بھی چاہے کرسکتا ہے اس سلسلہ میں ایک قصہ بھی مشہور ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے (قیل ھو محمد بن اسحاق صاحب المغازی) خلیفہ منصور عباسی سے امام ابوحنیفہ کی شکایت کی کہ یہ آپ کے جد امجد ابن عباس کی مخالفت کرتے ہیں کہ استثناء منفصل معتبر نہیں متصل ہونا ضروری ہے، منصور نے امام صاحب کو بلا کر ان سے اس کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں کہتا ہوں کہ استثناء منفصل معتبر نہیں اور پھر اس کو مطمئن کرنے کے لئے انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ آپ کی مجلس میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں حلف اٹھائیں اور پھر مجلس سے باہر جا کر انشاء اللہ کے ذریعہ نقض بیعت کرکے بری ہو جائیں اس پر وہ خوش ہو گیا اور کہا: نعم ما قلت وغضب علی ابن اسحاق وأخرجه من عنده (بذل)۔

۳۲۸۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا»، ثُمَّ قَالَ: «إِنْ شَاءَ اللَّهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ أَسْنَدَ هَذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَسْنَدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: عَنْ شَرِيكٍ، ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ.

ترجمہ: عکرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا پھر فرمایا: إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریک استاذ سے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے کئی راویوں نے نقل کی ہے۔

شرح الحدیث اور دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے: ثُمَّ سَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: «إِنْ شَاءَ اللَّهُ»۔ لیکن فصل یسیر جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے، چنانچہ بذل میں ابن امیر الحاج سے نقل کیا ہے: يشترط في الاستثناء والاتصال بالمستثنى منه لفظا عند جماهير العلماء إلا لتنفس أو سعال أو أخذ فم ونحوه كعطاس وجشاء، وعن ابن عباس جواز الفصل بشهر وسنة مطلقا[1]، اور اسکے بعد پھر یہ ہے کہ وہ جو ابن عباس سے جواز فصل منقول ہے اس سے مراد وہ استثناء ہے جو بوقت تکلم منوی ہو لیکن مؤخر ہو۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز فرمایا واللہ میں قریش مکہ سے بالضرور غزوہ کروں گا، اور اس کو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا، اس کے بعد دوسری روایت میں یہ ہے: ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ، کہ پھر آپ ﷺ کو ان کے ساتھ غزوہ کی نوبت نہیں آئی، اس پر بذل میں اشکال کیا ہے کہ مکہ کی فتح غزوہ ہی کے ذریعہ تو ہوئی ہے پھر نفی کے کیا معنی ہیں؟ قلت ویمکن ان یقال معناہ لم

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ٢٨١

يغزهم بعد هذا القول على الفور بل بعد زمان، یا یہ کہ راوی کی مراد غزوہ سے قتال ہو چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ کی فتح صلحاً ہوئی نہ کہ عنوۃً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٢٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: «وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا»، ثُمَّ قَالَ: «إِنْ شَاءَ اللَّهُ» ثُمَّ قَالَ: «وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ»، ثُمَّ قَالَ: «وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا» ثُمَّ سَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: «إِنْ شَاءَ اللَّهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ فِيهِ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ شَرِيكٍ قَالَ: «ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ».

ترجمہ: عکرمہ اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا انشاء اللہ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جہاد کروں گا پھر خاموش ہو گئے پھر کہا ان شاء اللہ۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے اس حدیث میں شریک سے یہ اضافہ نقل کیا کہ پھر آپ ﷺ نے ان سے جہاد نہیں کیا۔

٢١ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّذُورِ

باب نذر ماننے کی ممانعت کا بیان

گذشتہ ابواب یمین سے متعلق تھے، یہاں سے نذر کے ابواب شروع ہوتے ہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں اس باب سے پہلے جلی قلم سے لکھا ہے: أول النذور۔

٣٢٨٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، قَالَ عُثْمَانُ الْهَمْدَانِيُّ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَنْهَى عَنِ النَّذْرِ» ثُمَّ اتَّفَقَا وَيَقُولُ: - «لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ» قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «النَّذْرُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نذر ماننے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ نذر تقدیر کی کسی چیز کو نہیں بدل سکتی سوائے اسکے کہ اسکے ذریعہ بخیل اور کنجوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - القدر (٦٢٣٤) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٤) صحيح مسلم - النذر (١٦٣٩) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠١) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٨٧) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦١/٢) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٠)

شرح الحدیث: **حکم نذر میں مذاہب ائمہ:** مصنف نے ترجمہ قائم کیا کراہت نذر کا، مصنف حنبلی ہیں اور حنابلہ کے

یہاں ابتداءً نذر مکروہ ہے، اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے، کما قال الحافظ، اور حنفیہ مالکیہ کے نزدیک حکم نذر استحباب ہے لیکن حافظ نے مالکیہ کا مذہب بھی کراہت نقل کیا ہے مثل شافعیہ کے، لیکن اس پر قسطلانیؒ نے تعقب کیا ہے کہ مختصر خلیل (جو فقہ مالکی کی کتاب ہے) اس میں تصریح ہے اس بات کی کہ جو شخص نذر مانتا ہے شکر اًللّٰہ تعالی وہ مندوب ہے قال ابن رشد وھو مذھب مالك اھ من الأبواب والتراجم والبسط فيه، حنفیہ مالکیہ کے نزدیک روایات نہی کا محمل مطلق نذر نہیں ہے بلکہ نذر اللّجاج ہے، امام بخاریؒ نے باب قائم کیا "باب الوفاء بالنذر وقول الله تعالى يؤفون بالنذر" علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس آیت کو لائے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ نذر کو پورا کرنا قابل تعریف چیز ہے، اسکا فاعل مستحق ثناء ہے لیکن اس نذر سے مراد نذر طاعت ہے نہ کہ نذر معصیت، اور پھر فرماتے ہیں کہ نذر طاعت کے وفاء کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے لیکن ابتداء نذر میں اختلاف ہے فقیل: مستحب، وقیل مکروہ الخ، یعنی اولاً تو یہ سمجھئے کہ ایک تو ہوتی ہے نذر طاعت اور ایک نذر معصیت، نذر معصیت کا قبیح اور ناجائز ہونا تو ظاہر ہے اور نذر طاعت میں دو پہلو ہیں ایک نذر مان کر اسکو پورا کرنا، اس میں بھی کوئی کلام نہیں، کہ یہ عبادت ہے اور مستحسن ہے، لیکن گفتگو ابتداء نذر میں ہے یعنی نذر ماننا کیسا ہے محمود یا مذموم؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے حنفیہ مالکیہ کے یہاں مستحب اور شافعیہ وحنابلہ کے یہاں مکروہ ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے یعنی الفرق بین ایفاء النذر وابتداء النذر۔

شرح حدیث: یہ سارا کلام تو تھا ترجمۃ الباب کے تحت اور حدیث باب کا مضمون یہ ہے: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ منع فرماتے رہتے تھے نذر سے یعنی ابتداء نذر سے۔ اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ایفاء نذر واجب ہے، اور پھر آگے حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ نذر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی (بلکہ ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہے) اور پھر فرماتے ہیں کہ جز ایں نیست کہ نذر کے ذریعہ سے مال نکلوایا جاتا ہے بخیل آدمی سے، اس سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں ایک یہ کہ اس اعتقاد سے نذر ماننا کہ نذر کی وجہ سے ہمارا کام ہو ہی جائے گا یہ اعتقاد تاثیر باطل ہے لہذا اس نیت اور اعتقاد سے نذر نہیں ماننی چاہیئے، دوسری بات یہ معلوم ہو رہی ہے کہ طاعت کی نذر ماننا اس طاعت کو معلق کرتا ہے کہ اگر یہ کام ہمارا ہو جائے گا تو ہم اتنا مال صدقہ کریں گے، یہ طریق بخیلوں کا ہے۔انفاق مال لوجہ اللہ کو نذر کے ذریعہ سے معلق نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس نیکی کو بدون نذر کے کر گذرنا چاہیئے، لیکن بخیل کی طبیعت اس کیلئے آمادہ نہیں ہوتی وہ بدون تعلیق بالنذر کے خرچ نہیں کرتا، اور نذر طاعت کا یہ پہلو قابل مدح نہیں بلکہ مذموم ہے، بذل میں لکھا ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جلب منافع اور دفع مضار کیلئے نذریں مانتے ہیں اور یہ فعل ہے بخلاء کا، اسی لئے اس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اخلاص کے ساتھ کسی قربت وعبادت کی نذر مانے جس طرح حضرت عمرؓ نے مسجد حرام میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی وہ ممنوع نہیں ہے اھ [1]۔ والحديث أخرجه البخاري

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٤٦

ومسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۳۲۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ الْقَدَرَ بِشَيْءٍ لَمْ أَكُنْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلَكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ الْقَدَرَ قَدَّرْتُهُ، يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِيلِ يُؤْتِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُؤْتِي مِنْ قَبْلُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ) ابن آدم کی نذر اسے وہ چیز نہیں دلا سکتی جسے میں نے پہلے سے مقدر نہ کیا ہو، البتہ اس نذر کے ذریعے بخیل آدمی سے کچھ نکالا جاتا ہے، وہ نذر مان کر وہ کچھ دے دیتا ہے جو اپنے بخل کی حالت میں کبھی نہیں دیتا۔

تخریج: صحيح البخاري - القدر (٦٢٣٥) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٦) صحيح مسلم - النذر (١٦٤٠) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٣٨) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠٥) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٨٨) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٢).

٢٢ - بَابُ النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ

باب گناہ کی نذر ماننے کے متعلق

۳۲۸۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو یہ نذر مانے کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے چاہئے کہ اسکی اطاعت کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسکی نافرمانی نہ کرے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٨) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠٦) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٨٩) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦) موطأ مالك - النذور والأيمان (١٠٣١) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٨)

شرح الحدیث: **نذر معصیت منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟ مذاہب ائمہ:** اس حدیث میں نذر طاعت کے پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نذر معصیت سے منع کیا گیا ہے، یعنی اسکے پورا کرنے سے، اس پر اجماع ہے کہ نذر معصیت کا ایفاء جائز نہیں لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ نذر معصیت منعقد بھی ہوتی ہے یا نہیں، اور ایسے ہی وجوب کفارہ میں ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ نذر معصیت کا ایفاء بالاجماع جائز نہیں اور ناذر پر کفارہ یمین واجب ہوتا ہے، سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک، اور امام احمدؒ سے اس قسم کی روایت مروی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور یہی

مذہب ہے امام مالک اور شافعی کا اھ (تراجم بخاری) امام خطابیؒ نے بھی امام مالکؒ اور شافعیؒ کا مذہب عدم وجوب کفارہ لکھا ہے، اور حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن میں امام احمدؒ کا مسلک مثل حنفیہ کے لکھا ہے ان کے لفظ یہ ہیں، قال الموجبون للکفارۃ فی نذر المعصیۃ (وھم: أحمد وإسحاق والثوري وأبو حنیفۃ وأصحابہ): ھذہ الآثار قد تعددت طرقھا ورواتھا ثقات، إلی آخر ما ذکر [1]، خود حافظ ابن قیمؒ نے اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ کلام کرتے ہوئے وجوب کفارہ کو ترجیح دی ہے روایۃً ودرایۃً، ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض نے تصریح بھی کی ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے اس میں دونوں روایتیں ہیں۔

والحدیث أخرجہ البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجہ، قالہ المنذري۔

٢٣ - بَابُ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ كَفَّارَةً إِذَا كَانَ فِي مَعْصِيَةٍ

باب اگر گناہ کے کام کی نذر مان لی تو اس کے توڑنے پر کفارہ کا بیان

یہ ترجمۃ الباب حنفیہ کے مسلک کی ترجمانی کر رہا ہے، اور اسی طرح وہ حدیث جو اس باب میں مصنف لائے ہیں، لیکن مصنف نے اس حدیث پر بعض دیگر محدثین کی طرح سخت کلام کیا ہے کما سیأتی۔

٣٢٩٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ کی نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہوتا اور اسکا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔

٣٢٩١ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ شَبُّويَه، يَقُولُ: «قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، يَعْنِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَ أَبُو سَلَمَةَ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الزُّهْرِيَّ، لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ» وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: «وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ مَا حَدَّثَنَا أَيُّوبُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: "أَفْسَدُوا عَلَيْنَا هَذَا الْحَدِيثَ، قِيلَ لَهُ وَصَحَّ إِفْسَادُهُ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ أَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِي أَيُّوبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، وَقَدْ رَوَاهُ أَيُّوبُ".

ترجمہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن شبویہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ابن مبارک نے ابو سلمہ کی حدیث کے متعلق کلام فرمایا ہے اور ابو سلمہ کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ زہری نے اس حدیث کو ابو سلمہ سے نہیں سنا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم لوگوں

[1] تہذیب السنن—ج٣ص١٥٧٠

کے سامنے خراب کر دیا گیا ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کی رائے میں اس کا خراب ہونا صحیح ہے اور کیا اس حدیث کو ابن ابی اویس کے علاوہ بھی کسی نے روایت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایوب بن سلیمان بن بلال انہی کی طرح اس حدیث کو روایت کرتے ہیں (ابن ابی ادریس سے) ایوب راوی ابو ادریس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

تخریج صحیح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٨) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠٦) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٠) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) موطأ مالك - النذور والأيمان (١٠٣١) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٨)

شرح الحدیث یہ حدیث ترجمۃ الباب اور حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہے آگے مصنف اس پر کلام اور نقد فرما رہے ہیں۔

قال ابوداؤد کی تشریح وتنقیح: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، يَقُولُ: «قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، يَعْنِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَ أَبُو سَلَمَةَ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الزُّهْرِيَّ، لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ»: اس عبارت کا مطلب سمجھنے کیلئے اس حدیث کی دوسری سند جو آگے آرہی ہے اس کو دیکھئے، چنانچہ اس میں اس طرح ہے: عن ابن شہاب عن سلیمان بن ارقم ان یحیی ابن ابی کثیر اخبرہ عن أبی سلمۃ، اس سند میں زہری اور ابوسلمہ کے درمیان دو واسطے مذکور ہیں سلیمان بن ارقم اور یحیی ابن ابی کثیر، جب کہ اس پہلی سند میں ان دونوں واسطوں میں سے ایک بھی واسطہ مذکور نہیں، بلکہ براہ راست زہری ابو سلمہ سے روایت کر رہے ہیں، اب اس کے بعد مصنف کے کلام کا مطلب سمجھئے، مصنف فرما رہے ہیں میں نے اپنے استاد احمد ابن شبویہ سے سنا کہ حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ نے اس حدیث ابو سلمہ پر کلام کیا ہے (آگے کچھ نہیں ہے کہ کیا کلام فرمایا ہے) لیکن مصنف فرما رہے ہیں کہ ابن المبارک کا حدیث پر نقد اور کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زہری نے اس حدیث کو ابو سلمہ سے براہ راست نہیں سنا، یہ بات مصنف نے کیسے سمجھی کہ انہوں نے کلام اس بناء پر کیا ہے، غالباً مصنف نے یہ اسلئے سمجھا کہ اس حدیث کی سند میں کوئی راوی ایسا نہیں جو غیر ثقہ ہو، لہذا یہ کلام کسی اندر کے راوی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ انقطاع سند کی وجہ سے ہو سکتا ہے اسی لئے اسکے بعد والی حدیث میں مصنف ایسے طریق کو لائے ہیں جس میں زہری اور ابو سلمہ کے درمیان دو واسطے موجود ہیں، فثبت منه انقطاع هذا السند ووجه الكلام عليه، مصنف اسی پر بس نہیں کرتے ہیں بلکہ آگے امام احمدؒ کا نقد بھی جو اس حدیث پر ہے اسکو ذکر فرما رہے ہیں: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: "أَفْسَدُوا عَلَيْنَا هَذَا الْحَدِيثَ، قِيلَ لَهُ وَصَحَّ إِفْسَادُهُ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ أَبِي أُوَيْسٍ. قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ أَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِي أَيُّوبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، وَقَدْ رَوَاهُ أَيُّوبُ"، مصنف فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ احمد بن حنبلؒ سے سنا وہ فرماتے تھے بعض لوگوں نے اس حدیث کو ہم پر فاسد اور خراب کر دیا، یعنی اسکی سند میں گڑبڑ کر کے، کسی نے ان سے پوچھا کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا یعنی اسکی سند کا گڑبڑ ہونا محقق ہے؟ دراصل سائل سمجھ گیا تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس حدیث کی سند کا فساد جو ثابت فرما رہے ہیں وہ اس سند اور طریق

کے پیش نظر ہے جو آگے کتاب میں آرہی ہے جس کا راوی ابو بکر بن اویس ہے (جس نے اس حدیث کی سند میں زہری اور ابو سلمہ کے درمیان دو واسطے ذکر کئے ہیں) تو سائل امام احمدؒ سے یہ سوال کر رہا ہے کہ جس حدیث کی بنا پر آپ اس حدیث کی سند کا فساد ثابت کر رہے ہیں جس کا راوی ابن ابی اویس ہے تو کیا ابن ابی اویس کا کوئی متابع بھی اس میں ہے یا نہیں؟ تا کہ ہم اس دوسری سند کو جو آنے والی ہے جس میں دو واسطے موجود ہیں اس کو راجح قرار دے سکیں، اس لئے کہ جس حدیث کی سند کو وہ فاسد کہہ رہے ہیں اس کا راوی تو زہری سے یونس ہے جو کہ ثقہ اور قوی ہے اور وہ دوسری سند جس کے پیش نظر وہ اس سند کو منقطع قرار دے رہے ہیں اس کا راوی ابن ابی اویس ہے جو متکلم فیہ ہے، تو تاوقت یہ کہ اس کا کوئی متابع نہ مل جائے اس کو راجح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، تو اس اصولی سوال کا جواب امام صاحب نے ایسا دیا جو عجیب سا ہے، اور وہ یہ کہ وہ بجائے متابع پیش کرنے کے یہ فرمارہے ہیں کہ ابن ابی اویس کا جو شاگرد ہے یعنی ایوبؒ وہ ابن ابی اویس سے زیادہ ثقہ ہے تو گویا ثقاہت شاگرد کو قائم مقام متابع کے قرار دے رہے ہیں، یعنی امام صاحب کے ذہن میں ابن ابی اویس کا کوئی متابع تو تھا نہیں جو اس کو بیان کرتے بلکہ یہ فرمایا کہ ایوب جو ابن ابی اویس سے روایت کر رہے ہیں وہ بہت ثقہ ہیں، مگر یہ بات بس ایسی ہی ہے، چنانچہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: وأنت خبير بأن جواب الإمام غير صحيح على قاعدة المحدثين فإن رواية أيوب بن سليمان لا يدفع ضعف أبي بكر بن أبي أويس فانه تلميذه فلا يقاوم حديث يونس عن الزهري فلا يثبت احتمال التدليس، حضرتؒ یہ فرمارہے ہیں کہ شاگرد کی ثقاہت وقوت استاذ کے ضعف کو دور نہیں کر سکتی، جب یہ بات ہے تو پھر ابو بکر بن ابی اویس کی حدیث، حدیث یونس عن الزہری کی مقاومت نہیں کر سکتی، لہذا حدیث یونس عن الزہری کا مدلّس یا منقطع ہونا ثابت نہ ہوا جو یہ حضرات ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، پھر آگے حضرت فرمارہے ہیں: على أن النسائي روى حديث يونس بسندها رون بن موسى المدني قال ثنا أبو ضمرة عن يونس عن ابن شهاب قال ثنا أبو سلمة عن عائشة رضي الله تعالى عنها، دیکھئے اس سند میں ابن شہاب ابو سلمہ سے سماع کی تصریح کر رہے ہیں، لہذا اس حدیث کا نہ انقطاع ثابت ہوا نہ تدلیس، الی آخر ما ذکر فی البذل[1]۔

٣٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ، وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ». قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ: إِنَّمَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ أَرْقَمَ وَهِمَ فِيهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَأَرْسَلَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى بَقِيَّةُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٥٠

بإسْنَادِ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، مِثْلَهُ.

ترجمہ ابو سلمہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ کی نذر نہیں ہوتی (یعنی اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے) اور اسکا کفارہ وہی قسم کا کفارہ ہے۔ احمد بن محمد المروزی فرماتے ہیں کہ حدیث کی سند دراصل یہ ہے: عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ احمد المروزی کا مطلب یہ ہے کہ سلیمان بن ارقم کو اس میں وہم ہوا ہے اور چونکہ اسکو زہری نے سلیمان بن ارقم سے روایت کیا زہری نے یہ حدیث مرسلا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ نقل کر دی (یعنی زہری نے تدلیس کی کہ راوی بیچ سے حذف کر دیا)۔

تخریج صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٨) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٤) (١٥٢٦) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠٦) سنن ابي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٢) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) موطأ مالك - النذور والأيمان (١٠٣١) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٨)

شرح الحدیث باب کی پہلی حدیث یعنی حدیث عائشہؓ کا یہ طریق ثانی ہے جس میں ابن شہاب اور ابو سلمہ کے درمیان دو واسطے موجود ہیں جو پہلی سند میں نہیں تھے، اور اسی بنا پر امام ابو داؤدؒ نے اس سند پر عبد اللہ بن المبارکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا نقد نقل فرمایا تھا، لیکن اب آگے یہاں مصنف اس طریق ثانی پر بھی اپنے استاذ احمد بن محمد المروزی کا نقد فرما رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث عائشہؓ کا یہ طریق ثانی بھی غلط ہے چنانچہ فرماتے ہیں: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ إِنَّمَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ أَرْقَمَ وَهِمَ فِيهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَأَرْسَلَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

احمد بن محمد مروزی فرما رہے ہیں کہ اوپر والا طریق یعنی سلیمان بن ارقم عن یحییٰ بن ابی کثیر بالکل غلط ہے، صحیح طریق یحییٰ بن ابی کثیر کے دوسرے شاگرد یعنی علی المبارک کا ہے، اور علی بن المبارک نے حدیث اس طرح روایت کی ہے عن یحییٰ بن ابی کثیر عن محمد بن الزبیر عن ابیہ عن عمران بن حصین، دراصل یہ سلیمان بن ارقم راوی مجمع علی ضعفہ ہے اس نے سند کو یحییٰ بن ابی کثیر سے غلط طریقہ سے بیان کیا، یحییٰ بن ابی کثیر کے استاد اس سند میں ابو سلمہ نہیں ہیں جیسا کہ سلیمان بن ارقم نے بیان کیا بلکہ محمد بن الزبیر ہیں اور پھر ان سے آگے سند اس طرح ہے: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، گویا یہ حدیث مسانید عائشہؓ سے ہے ہی نہیں بلکہ عمران بن حصینؓ کے مسانید سے ہے اور یہ ساری گڑبڑ سلیمان بن ارقم کی طرف سے ہے، اور پھر مزید برآں یہ گڑبڑ پائی گئی کہ چونکہ اس حدیث کو امام زہری نے سلیمان بن ارقم سے لیا تھا تو انہوں نے بجائے بعینہ نقل کرنے کے مرسلاً عن ابی سلمہ روایت کر دیا بیچ کے دو راوی تدلیساً حذف کر دیئے، (زہری کا شمار ہے بھی مدلسین میں) خلاصہ یہ نکلا کہ اس حدیث عائشہؓ کی سند میں دو شخصوں نے گڑبڑ کی، اول سلیمان بن ارقم نے کہ انہوں نے سند کچھ کی کچھ بیان کی اصل حدیث مسانید عمران بن حصینؓ

میں سے تھی سلیمان نے اسکو بجائے ان کے عائشہؓ کی طرف منسوب کیا، دوسرا تصرف اس حدیث کی سند میں سلیمان کے شاگرد ابن شہاب زہری نے کیا کہ درمیان سے دو راوی تدلیساً حذف کر دیئے، امام ابو داؤدؒ جو کچھ فرمانا چاہ رہے ہیں اس کی تشریح وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھی، اب اس سب کا حاصل یہ ہوا کہ باب کے شروع میں مصنف نے جو حدیث عائشہؓ پہلے ایک طریق سے اس کے بعد دوسرے طریق سے ذکر کی یہ حدیث دونوں ہی طریق کے اعتبار سے وہم ہے اور صحیح اس طرح ہے جس کو احمد بن محمد مروزی کہہ رہے ہیں یعنی: عَلِيّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه قال: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ».

میں ابوداؤد کے سبق میں کہا کرتا ہوں کہ یہ "قال أبو داؤد" تمام کتاب میں جملہ اقاویل ابوداؤد میں سب سے زیادہ مشکل اور دقیق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے اوپر اس کی پوری وضاحت لکھدی ہے اب سمجھنے والوں کے لئے اس میں کوئی دشواری نہ ہوگی اور ہم نے اس کی جو تشریح کی ہے وہ تقریباً سب ہی بذل المجہود سے ماخوذ ہے۔

حدیث عائشہ پر محدثین کا نقد اور حنفیہ کی طرف سے اسکا رد: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ یہ حدیث عائشہؓ جس پر کلام چل رہا ہے نذر معصیت میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل ہے، یعنی یہ کہ نذر معصیت منعقد ہو جاتی ہے اور پھر اسمیں کفارہ یمین واجب ہوتا ہے، جب کہ جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ نذر معصیت منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس میں کفارہ واجب ہوتا ہے، اب یہ حضرات محدثین اس حدیث عائشہؓ پر کلام کر رہے ہیں، امام ابوداؤدؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کا نقد تو ابھی اوپر مذکور ہو چکا ہے، امام خطابیؒ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ حدیث عائشہؓ صحیح ہو جائے: لكان القول به واجباً والمصير إليه لازماً، اور پھر آگے فرماتے ہیں لیکن یہ حدیث ثابت نہیں ہے کیونکہ محدثین کا یہ دعویٰ ہے: أنه حديث مقلوب، اور اس کے بعد پھر وہ جو امام ابوداؤدؒ نے جو کچھ کلام کیا ہے خطابیؒ نے اس سب کو بیان کیا ہے اور پھر اخیر میں یہ کہا کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث اس طرح مروی ہے جس طرح احمد بن محمد مروزی کہہ رہے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہے ہیں اس کی سند میں محمد بن الزبیر اور ان کے باپ راوی ہیں اور یہ دونوں مجہول ہیں پس یہ حدیث من طریق الزہری تو مقلوب ہے اور اس دوسرے طریق میں رجل مجہول ہے لہذا یہ حدیث ساقط الاحتجاج ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم [1]، اس سب کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے جس کو حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں حاشیۃ السندی علی النسائی سے نقل فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عائشہؓ ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ عقبہ بن عامرؓ اور عمران بن حصینؓ سے بھی مروی ہے، اور حدیث عائشہؓ کی بعض اسانید میں عن الزہری عن ابی سلمہ ہے اور بعض طرق میں عن الزہری قال حدثنا ابو سلمہ ہے جو صریح ہے زہری کے سماع میں ابو سلمہ سے (لہذا تدلیس کا احتمال بیان کرنا صحیح نہیں) اور اس کے بعض طرق میں ہے: عن الزهري عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَهُ أنه سمع أَبَا

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٤ ص ٥٤ ـ ٥٥. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٥٠

سلمة وهذا الاختلاف يمكن دفعه بإثبات سماع الزهري مرة عن سليمان عن يحيى عن أبي سلمة ومرة عن أبي سلمة نفسه وعند ذلك لا قطع بضعفه سيما حديث عقبة وعمران يؤيدان الثبوت والله تعالى أعلم [1]. یعنی زہری کی حدیث میں جو اضطراب واختلاف ہے اسکے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث زہری کو دونوں طرح پہنچی ہو براہ راست ابو سلمہ سے بھی اور بواسطہ سلیمان عن یحییٰ بن ابی کثیر، اور اسمیں کوئی اشکال کی بات نہیں خصوصاً جب کہ عقبہ بن عامرؓ اور عمران بن حصینؓ کی حدیث سے بھی کفارہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔ حديث عائشة رضي الله تعالى عنها أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢٩٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زَحْرٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ: «مُرُوهَا فَلْتَخْتَمِرْ، وَلْتَرْكَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ».

ترجمہ: عقبہ بن عامر نے عبد اللہ بن مالک کو یہ بتایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی بہن کی مانی ہوئی نذر کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ وہ سر ڈھانپے اور سواری کرے اور تین دن کے روزے (قسم کے کفارہ کے لئے) رکھ لے۔

٣٢٩٤ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زَحْرٍ، مَوْلًى لِبَنِي ضَمْرَةَ وَكَانَ أَيَّمَا رَجُلٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الرُّعَيْنِيَّ، أَخْبَرَهُ بِإِسْنَادِ يَحْيَى وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں یحییٰ بن سعید نے مجھے یہ حدیث لکھ کر دی کہ عبید اللہ بن زحر جو بنی ضمرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ کیا ہی شاندار شخصیت کے مالک تھے، نے مجھے حدیث سنائی کہ ابو سعید رعینی نے مجھے حدیث نقل کی۔ اس کے بعد یحییٰ بن سعید قطان کی حدیث کی سند اور اس حدیث کے ہم معنیٰ حدیث نقل کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧٦٧) صحيح مسلم - النذر (١٦٤٤) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨١٤) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٣) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٣٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٣) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٤)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میری ایک بہن ہے جس نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ حج کرے گی پیدل ننگے پاؤں اور بغیر سر ڈھانکے، آپ ﷺ نے فرمایا اسکو چاہیئے کہ سر ڈھانپے اور سوار ہو کر حج کرے اور اسکو چاہیئے کہ تین روزے رکھے۔

[1] سنن النسائي بحاشية السندي - ج ٧ ص ٢٦ - ٢٧

روایات الباب کا تجزیہ: جاننا چاہیئے کہ مصنفؒ نے اخت عقبہ کی نذر کے قصہ کو دو طرح ذکر کیا ہے، ایک بروایت عقبہ اور دوسرے بروایت عکرمہ عن ابن عباس مسنداً، اور ایک طریق میں ہے عن عکرمہ مرسلاً، پھر روایت عقبہ بن عامرؓ کے الفاظ تو یہ ہیں: مُرُوهَا فَلْتَخْتَمِرْ، وَلْتَرْكَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، اور ایک روایت (۳۲۹۹) میں ہے: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ، اسمیں صوم وغیرہ کا ذکر نہیں، اور ابن عباسؓ کی ایک روایت (۳۲۹۶) میں یہ ہے: فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا، اور ایک روایت (۳۲۹۵) میں انکی اسطرح ہے: فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا، نیز ابن عباسؓ کی روایت میں صرف مشی کا ذکر ہے عدم اختمار کا نہیں۔

اسکے بعد مصنف نے حضرت انسؓ کی حدیث (برقم ۳۳۰۱) ذکر کی جس کا تعلق اخت عقبہ سے نہیں ہے بلکہ اسمیں ہے: رَأَى رَجُلًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، اور اسمیں یہ ہے: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ، حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث انسؓ میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو رکوب کا حکم فرمایا جزماً، اور اخت عقبہ کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: أَنْ تَمْشِيَ وَأَنْ تَرْكَبَ، اس لئے کہ حدیث انسؓ کے اندر نذر ماننے والا کان شیخا ظاهر العجز، اور اخت عقبہ کا حال یہ نہیں تھا اسلئے آپ ﷺ نے اس کو یہ فرمایا کہ جب تک پیدل چل سکے پیدل چلے اور جب عاجز ہو جائے تو سوار ہو جائے اھ[1]۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه: اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ جو شخص حج ماشیاً کی نذر مانے تو اس پر اس کا ایفاء واجب ہے ورنہ اس پر جزاء واجب ہوگی، پس اگر اس نے اپنی نذر کا ایفاء کر دیا تو فبہا اور اگر نہیں کیا تو امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کفارہ یمین واجب ہوگا لہذا وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ والی آیت حنابلہ کے موافق ہوگی اور امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک اس پر ہدی واجب ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک ہدی اس صورت میں واجب ہوگی اذا کان الرکوب فی اکثر المسافة اور اگر ایسا نہیں تو اس پر قیمت شاۃ واجب ہوگی بقدر رکوب کے، ائمہ ثلاث کا استدلال ابن عباسؓ کی روایت سے ہوا، جس میں ہے: أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا، اب یہ کہ جس روایت میں وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ہے وہ ائمہ ثلاث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ روایت بالمعنی ہو اس لئے کہ ابن عباسؓ کی روایت کے ایک طریق میں اس طرح ہے: فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا، تو اسی کو راوی نے وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ سے تعبیر کر دیا، حالانکہ کفارہ یمین سے مراد یہاں کفارۃ الجنایۃ تھا جیسا کہ ابن عباسؓ ہی کی روایت کے دوسرے طریق میں أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا وارد ہے، چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں فرماتے ہیں: والظاهر أن المراد بالتكفير كفارة الجناية وهي الهدي، أو ما يقوم مقامه من الصوم[2]، یہ سب کچھ تو وہ ہے جو ہم نے حافظ وغیرہ شراح کے

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری — ج ۱۱ ص ۵۸۸

[2] مرقاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح — ج ٦ ص ٥٥٥

کلام سے سمجھا، اور ہمارے حضرت سہارنپوریؒ نے "بذل المجہود"[1] میں اس مقام کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اخت عقبہ کی نذر میں دو چیزیں پائی گئیں ایک حج ماشیاً کی نذر دوسرے عدم اختمار کی نذر ان دو میں ایک نذر نذر طاعت ہے، اور دوسری نذر معصیت، نذر طاعت کا پورا کرنا واجب ہے یعنی حج ماشیاً، اور پورا نہ کرنے کی صورت میں ہدی یعنی دم جنایت واجب ہوگی جیسا کہ ایک روایت میں ہدی کا ذکر ہے، اور دوسری نذر جو نذر معصیت ہے اس کا ایفاء چونکہ ناجائز ہے اور حانث ہونا واجب، اور پھر اس صورت میں کفارہ یمین واجب ہوگا جیسا کہ یہاں ایک روایت میں ہے: وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ[2]، مصنفؒ اس حدیث کو جس ترجمۃ الباب کے تحت لائے ہیں اس سے حضرتؒ کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ کی تفصیل مذکور ہے جو نیچے حاشیہ میں درج کی جاتی ہے[3]۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔ وحديث انس رضي الله تعالىٰ عنه أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري.

۳۲۹۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ يَعْنِي أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بہن کی مشقت جھیلنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا تو اسے سواری پر حج کرنا چاہیے اور قسم کا کفارہ دے دینا چاہیے۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۲۹۵) سنن الدارمي - النذور والأيمان (۲۳۳۵)

۳۲۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ "فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا".

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٥٧

[2] حاصل یہ کہ ہدی کا حکم رکوب کی وجہ سے ہے اور صوم ثلاثۂ ایام کا تعلق اختمار سے ہے دونوں روایتوں کو جمع کیا جائے گا۔

[3] ففيه: من نذر المشي ثم ركب فعند أحمد القادر على المشي أساء دون العاجز وعليه كفارة يمين بكل حال والرواية الاخرى عليه دم وهو قول الشافعي في الحالين القدرة والعجز والدم الشاة على الأصح. وقول آخر انه بدنة. وعند مالك يجب قضاء ما ركب في سنة اخرى فيمشي ما ركب ويركب ما مشى اذا كان المشي كثيرا وكان في المناسك وهي من خروج مكة الى رجوع منى. ومع ذلك يجب الهدى ايضا وهذا اذا كان قريب البلدة كالمدني أو متوسطها كالمصري. وان كان بعيد البلدة كالافريقي فعليه الهدى فقط وكذا اذا كان الركوب قليلاً في غير المناسك وعندنا الحنفية - اذا ركب في أكثر الطريق بعذر أو بلا عذر فعليه دم شاة. وفي الأقل أو المساواة بقدر ذلك من قيمة الشاة (أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ١٢٤).

ترجمہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل چل کر جائے گی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر بیت اللہ جائیں اور نذر کے کفارے میں ایک جانور ذبح کریں۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٦) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٥)

٣٢٩٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا بَلَغَهُ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، قَالَ: «إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ وَخَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس (عورت) کی نذر سے بے نیاز ہے اس سے کہہ دو کہ وہ سواری کرے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سعید بن ابی عروبہ نے اسی کے مثل روایت کیا ہے اور خالد نے حضرت عکرمہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

٣٢٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَى هِشَامٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْهَدْيَ وَقَالَ: فِيهِ «مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَرْكَبْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ بِمَعْنَى هِشَامٍ.

ترجمہ عکرمہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر مانی اس کے بعد انہوں نے ہشام کی حدیث کے ہم معنیٰ روایت نقل کی، لیکن انہوں نے ہدی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس حدیث میں انہوں نے فرمایا کہ اپنی بہن سے کہو کہ وہ سوار ہو جائیں۔
امام ابو داودؒ فرماتے ہیں: سعید بن ابی عروبہ نے اس حدیث کو اسی طرح نقل کیا ہے اور عکرمہ کے شاگرد خالد نے ہشام کی حدیث کے ہم معنیٰ نقل کیا۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٧) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٥)

٣٢٩٩ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ».

ترجمہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل چل کر جائے گی۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے لئے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ معلوم کروں، لہٰذا میں نے آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چاہیے کہ پیدل بھی چلے اور سواری بھی کرے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٦٧) صحيح مسلم - النذر (١٦٤٤) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٤) سنن

النسائي - الأيمان والنذور (٣٨١٤) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٢٩٩) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٣٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٣) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٤)

٣٣٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ فَسَأَلَ عَنْهُ؟ قَالُوا: هَذَا أَبُو إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ، وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ. قَالَ: «مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تو ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہوا تھا (خاموشی کے ساتھ) تو حضور ﷺ نے اسکے بارے میں دریافت فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ وہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ لے گا اور نہ کلام کرے گا اور وہ روزہ سے رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ بات چیت کرنے اور سایہ بھی لے اور بیٹھے بھی اور اپنا روزہ پورا کرلے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣٢٦) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠٠) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٣٦)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ جب کہ خطاب فرمارہے تھے اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا، لوگوں نے عرض کیا کہ یہ شخص ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے اس بات کی کہ کھڑا رہے گا یعنی دھوپ میں، اور بیٹھے گا نہیں اور یہ کہ کسی سے بات نہیں کریگا، اور یہ کہ روزہ سے رہے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اس کو چاہیئے کہ بات کرے اور سایہ میں چلا جائے، اور بیٹھے کھڑا نہ رہے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی نذر، نذر طاعت اور نذر معصیت دونوں پر مشتمل تھی، پس آپ ﷺ نے ان انواع نذر میں سے جو نذر طاعت تھی اس کے پورا کرنے کا اور جو نذر غیر طاعت کی تھی اس کے ترک کرنے کا حکم فرمایا، صوم تو نذر طاعت تھی اور قیام فی الشمس اور ترک کلام و ترک استظلال یہ نذر غیر طاعت تھی، اس لئے کہ یہ چیزیں مشاق کے قبیلہ سے ہیں بدن کو تھکانے والے اور اذیت پہنچانے والی، ان میں کوئی معنی عبادت اور قربت کے نہیں ہیں، اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے ترک کا حکم فرمایا[1]۔ والحديث أخرجه البخاري وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٣٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَجُلًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

---

[1] معالم السنن للخطابي — ج ٤ ص ٥٨-٥٩

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنی جان پر ظلم کرنے سے بے نیاز ہے اور اسکو سواری کا حکم دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧٦٦) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣٢٣) صحيح مسلم - النذر (١٦٤٢) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٣٧) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٥٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٠٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٨٣)

٣٣٠٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي [سُلَيْمَانُ] الْأَحْوَلُ، أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُهُ بِخِزَامَةٍ فِي أَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بیت اللہ کے طواف کے دوران ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس کی ناک میں نکیل ڈلی ہوئی تھی اور اس رسی کے ذریعے اس کو طواف کرایا جارہا تھا، تو حضور ﷺ نے وہ رسی کاٹ کے اس کے ہاتھ میں دے دی اور اس کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو کھینچو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٤١) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣٢٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٢٠) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨١٠) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٤)

٣٣٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، وَأَنَّهَا لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ کا حج پیدل چل کر کریں گے حالانکہ ان میں پیدل سفر حج کی طاقت نہیں تھی، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کو تمہاری بہن کے پیدل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہاری بہن سواری پر سفر کرے اور ایک اونٹ بطور ہدی کے ادا کرے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠٣) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٥)

٣٣٠٤ - حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِمَشْيِ أُخْتِكَ إِلَى الْبَيْتِ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری بہن نے نذر مانی ہے کہ بیت اللہ پیدل چل کر جائیں گی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کو تمہاری بہن کے بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کے فعل سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧٦٧) صحيح مسلم - النذر (١٦٤٤) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨١٤) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠٤) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٣٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٣/٤) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٤)

٢٤ - بَابُ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر ماننے والے کے بارے میں

٣٣٠٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ لِلهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ، أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا» . ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا» . ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «شَأْنُكَ إِذَنْ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ کی فتح عطا فرمائیں گے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہیں پڑھ لے۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی، آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: یہیں پڑھ لے، اس نے (تیسری مرتبہ) پھر بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو جانے اور تیرا کام۔

شرح الحدیث: عند الحنفیہ نذر کے اندر تعیین الزمان والمکان معتبر نہیں، لہذا اگر کوئی شخص کسی خاص مسجد میں نماز کی نذر ماننے یا کسی خاص زمانہ میں روزہ کی نذر مانے تو نفس نماز اور نفس روزہ سے نذر پوری ہو جاتی ہے، اور مالکیہ وحنابلہ کا مسلک بھی یہی ہے لیکن ان کے نزدیک مساجد ثلاثہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے، ان مساجد کی تعیین ان کے نزدیک معتبر ہے اور امام شافعیؒ سے دو روایتیں ہیں، اور حنفیہ میں سے امام زفرؒ کے نزدیک بھی تعیین الزمان والمکان والشخص نذر میں معتبر ہے۔

قَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا» . ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا»: مضمون حدیث یہ ہے: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے یہ نذر مانی تھی اللہ کیلئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر مکہ کو فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت ادا کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا یہیں پڑھ لے، اس نے پھر دوبارہ سوال دہرایا آپ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پھر ارشاد فرمایا کہ یہیں پڑھ لے، پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا: فَقَالَ: «شَأْنُكَ إِذَنْ» یعنی بس تو پھر تو جان اور تیرا کام۔

٣٣٠٦ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، الْمَعْنَى قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَمْرًا - وَقَالَ عَبَّاسٌ: ابْنُ حَنَّةَ - أَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، لَوْ صَلَّيْتَ هَاهُنَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ صَلَاةً فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ: وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَيَّةَ: وَقَالَ أَخْبَرَاهُ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: یوسف بن حکم بن ابی سفیان کے دو استاد حفص بن عمر بن عبد الرحمٰن بن عوف اور عمر نے (اور استاد عباس فرماتے ہیں کہ یہ دوسرے عمر، عمر ابن حنہ ہیں) عمر بن عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت نقل کی اور انہوں نے اصحاب نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں سے چند صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا اس میں یہ اضافہ ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس نے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو حق دیکر بھیجا اگر تم اسی جگہ (مسجد الحرام میں) پڑھ لو تو تمہارے لئے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر پوری ہو جائے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو انصاری نے ابن جریج سے روایت کیا تو کہا کہ جعفر بن عمر اور عمرو بن حیہ نے کہا اور ان دونوں نے کہا کہ عبد الرحمٰن بن عوف اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چند صحابہ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٣/٥) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٩)

شرح الحدیث: أَنَّهُ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَمْرًا - وَقَالَ عَبَّاسٌ: ابْنُ حَنَّةَ - أَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: **شرح السند:** اس سند کو اسطرح سمجھئے کہ یوسف بن الحکم کے دو استاد ہیں حفص بن عمر اور عمر، اس دوسرے استاد کے بارے میں مصنف کے ایک استاد یعنی مخلد بن خالد نے تو صرف عمر ہی کہا بغیر نسبت کے اور مصنف کے دوسرے استاد عباس عنبری نے بجائے عمر کے عمر بن حنہ کہا یعنی عمر کی نسبت بھی ذکر کی، أَخْبَرَاهُ کی ضمیر تثنیہ حفص بن عمر اور عمر بن حنہ کی طرف راجع ہے، یعنی ان دونوں نے خبر دی اپنے شاگرد یوسف کو۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ: وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَيَّةَ: یہ انصاری ابن جریج کے شاگرد روح کے عدیل (مقابل) ہیں جو اوپر سند میں آئے، مطلب یہ ہے کہ ابن جریج کے شاگرد روح نے تو ان سے یوسف کے استاد کا نام حفص بن عمر ذکر کیا، اور اس انصاری نے ابن جریج سے بجائے حفص بن عمر کے جعفر بن عمر ذکر کیا، نیز بجائے عمر بن حنہ کے عمرو بن حیہ ذکر کیا، وَقَالَ أَخْبَرَاهُ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٍ، یعنی انصاری نے حفص بن عمر اور عمر بن حنہ کا استاد عبد

الرحمن بن عوفؓ کو قرار دیا بجائے عمر بن عبد الرحمن کے، اور دوسرا فرق یہ کر دیا کہ بجائے عَنْ رِجَالٍ کے وَعَنْ رِجَالٍ کر دیا۔

۲۵۔ بَابٌ فِي قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب مردہ (میت) کی جانب سے نذر پوری کرنے کا حکم

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یعنی میت کے ذمہ اگر کوئی نذر ہو تو اسکے پورا کرنے کا بیان۔ اسکی تفصیل [1] یہ ہے کہ نذر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مالی ہوگی یا بدنی، یعنی اس کا تعلق یا تو عبادت مالیہ سے ہوگا جیسے صدقہ یا عبادت بدنیہ سے، اگر عبادت مالیہ سے ہے تو پھر دیکھا جائے گا میت نے مال چھوڑا ہے یا نہیں، اگر نہیں چھوڑا تو پورا کرنا کسی کے نزدیک واجب نہیں، اور اگر چھوڑا ہے تو پھر اس وصیت کی تنفیذ صرف ثلث مال میں واجب ہوگی، امام شافعی واحمد کے نزدیک مطلقاً، اور امام ابو حنیفہ ومالک کے نزدیک بشرط الوصیہ، اور اسکے بالمقابل عبادت بدنیہ میں جیسے صوم وصلاۃ اس میں وارث کی جانب سے قضاء یعنی نیابۃ عن المیت جائز نہیں، ہاں افتداء یعنی فدیہ کے ذریعہ قضاء ہوگی عند الائمۃ الثلاثۃ امام احمد کے نزدیک صوم اس سے مستثنیٰ ہے انکے نزدیک صوم منذور کی قضاء نیابۃ عن المیت جائز ہے۔

یہ نیابت کا مسئلہ اس سے پہلے کتاب الحج والصوم میں بھی گذر چکا اور ظاہریہ کے نزدیک قضاء النذر عن المیت مطلقاً واجب ہے سواء کان فی العبادۃ المالیۃ أو البدنیۃ۔

۳۳۰۷ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، اسْتَفْتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْضِهِ عَنْهَا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا اور کہا کہ میری والدہ وفات پا چکیں اور ان کے ذمہ نذر واجب تھی جسے وہ پورا نہ کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی طرف سے تم نذر کی قضا کر لو۔

تخریج: صحیح البخاري - الصوم (۱۸۵۲) صحیح البخاري - الوصایا (۲۶۱۰) صحیح البخاري - الأیمان والنذور (۶۳۲۰) صحیح البخاري - الحیل (۶۵۵۸) صحیح مسلم - النذر (۱۶۳۸) جامع الترمذي - النذور والأیمان (۱۵۴۶) سنن النسائي - الوصایا (۳۶۵۶) سنن النسائي - الأیمان والنذور (۳۸۱۷) سنن أبي داود - الأیمان والنذور (۳۳۰۷) سنن ابن ماجه - الکفارات (۲۱۳۲) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۱۹/۱) موطأ مالك - النذور والأیمان (۱۰۲۵)

---

[1] لا تجزی النیابة فی الصلاة عند الأئمة الأربعة إلا في رواية لأحمد، ولا يجوز فی الصوم عند الأئمة الثلاثة ويجوز عند أحمد أي فی الصوم المنذور لا الواجب الاصلی ورواية للشافعی، وتجزی فی الحج بالاتفاق.

شرح الحدیث حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضور ﷺ سے معلوم کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا حالانکہ ان کے ذمہ ایک نذر تھی جس کو پورا نہیں کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کی طرف سے اس کی قضاء کر دو۔

یہ نذر کس چیز کی تھی؟ قیل کان نذرا مطلقا، وقیل نذر الصوم، وقیل نذر العتق، وقیل الصدقة۔

یہاں پر اس حدیث میں قضاء کا حکم حنفیہ کے نزدیک استحبابًا ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک نذر بالعبادۃ البدنیہ میں تو قضاء جائز ہی نہیں لقول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔ وعن ابن عمر نحوہ اور عبادت مالیہ میں اگرچہ واجب ہے ایک صورت میں لیکن بشرط الوصیۃ اور یہاں وصیت پائی نہیں گئی اسلئے کہا ہم نے کہ یہ امر استحباباً ہے عند الحنفیة وکذا عند المالکیة ۔والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه ،قاله المنذري.

٣٣٠٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ إِنْ نَجَّاهَا اللهُ أَنْ تَصُومَ شَهْرًا، فَنَجَّاهَا اللهُ، فَلَمْ تَصُمْ حَتَّى مَاتَتْ فَجَاءَتْ، ابْنَتُهَا أَوْ أُخْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأَمَرَهَا أَنْ تَصُومَ عَنْهَا».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی عورت نے سمندری سفر میں نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے صحیح سالم پہنچادے تو میں ایک مہینے کے روزے رکھوں گی۔ تو اللہ نے اس کو صحیح سالم پہنچادیا مگر اس نے روزے نہ رکھے کہ مرگئی تو اسکی بیٹی یا بہن آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے اس کو اس (میت) کو طرف سے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔

شرح الحدیث یعنی کسی عورت نے کشتی کے سفر میں یہ نذر مانی کہ اگر میں صحیح سالم پہنچ گئی، تو ایک ماہ کے روزے رکھوں گی، مگر اس کو روزے رکھنے کی نوبت نہیں آئی یہاں تک کہ انتقال ہو گیا اس کی بیٹی یا بہن آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے اس کو صوم عن المیت کا حکم فرمایا، یعنی بالاقتداء علی مسلك الجمهور۔

٣٣٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ؟ قَالَ: «قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ»، قَالَتْ: وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ - فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَمْرٍو.

ترجمہ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا (یارسول اللہ) میں نے اپنی والدہ کو ایک باندی دی تھی اور اب والدہ کی وفات ہو گئی اور انہوں نے ترکہ میں وہ باندی چھوڑی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے لکھا جاچکا اجر اور وہ باندی میراث میں تمہاری طرف

لوٹ آئی اس نے عرض کیا کہ وہ وفات پا گئیں اور ان کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے اور عمرو کی حدیث کے مثل آگے روایت ہے۔

شرح الحدیث یہ حدیث بسندہ ومتنہ کتاب الوصایا میں (برقم ۲۸۷۷) گذر چکی اور اسی طرح کتاب الزکاۃ میں باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثھا کے اندر (برقم ۱۶۵۶)، اور آگے کتاب البیوع میں "باب فی الرجل یفضل بعض ولدہ علی بعض فی النحل" میں آرہی ہے۔

۲۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

اس بیان میں کہ فوت ہونے والے کے ذمہ روزے لازم ہوں تو اس کی طرف سے ولی رکھے

۳۳۱۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ الْمَعْنَى، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ عَلَى أُمِّهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، فَقَالَ: «لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کی والدہ پر ایک مہینے کے روزے لازم ہیں، کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے ان کے روزے قضا کر سکتی ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہاری والدہ پر قرضہ ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتی؟ تو ان خاتون نے کہا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ زیادہ حقدار ہے کہ وہ ادا کیا جائے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (۱۸۵۲) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۳۱۰)

۳۳۱۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کا اس حال میں انتقال ہو جائے کہ اس کے ذمے روزے لازم ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (۱۸۵۱) صحيح مسلم - الصيام (۱۱۴۷) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۳۱۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۶/۶۹)

٢٧- بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ

باب ہے نذر کے پورا کرنے کی تاکید کے بارے میں

٣٣١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ أَبُو قُدَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ، قَالَ: «أَوْفِي بِنَذْرِكِ» قَالَتْ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ «لِصَنَمٍ» : قَالَتْ: لَا، قَالَ: «لِوَثَنٍ» ، قَالَتْ: لَا، قَالَ: «أَوْفِي بِنَذْرِكِ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ (اگر اللہ نے آپ کو صحیح سالم فتح عطا فرمائی تو) میں آپکے سامنے دف بجاؤں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر اس نذر کو پورا کرلے اور وہ کہنے لگی کہ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ فلاں فلاں جگہ پر ذبح کروں گی جہاں زمانہ جاہلیت میں لوگ ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جگہ بت کیلئے جانور ذبح کرنے کی تم نے نذر مانی ہے؟ وہ کہنے لگی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے جانور ذبح کرنے کی تم نے نذر مانی تھی؟ تو اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلے۔

شرح الحدیث: اس روایت میں یہاں اختصار ہے، ترمذی کی روایت میں اس پر اضافہ ہے، مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے بعض مغازی میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غزوہ سے واپسی پر ایک جاریہ سوداء آئی، اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سالم واپس بھیج دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں دف بجاؤں گی (یعنی دھپ؛ انہ کہ ڈھول ای الطبل فانہ ممنوع کما سیأتی فی الاشربة نھی عن الطبل)، بَيْنَ يَدَيْكَ کا لفظ ترمذی کی روایت میں ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعی تونے یہ نذر مانی تھی تو اسکو پورا کرلے، اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ نے فرمایا: حدیث حسن صحیح غریب [1]۔

اس حدیث کی شرح میں امام خطابیؒ لکھتے ہیں کہ ضرب دف تو ان طاعات میں سے نہیں ہے جس کی نذر صحیح ہو اس لئے کہ ضرب الدف زائد سے زائد مباح ہو سکتا ہے نہ کہ طاعت، لیکن چونکہ اس ضرب دف کا تعلق بعض ایسی چیزوں سے ہے جن کو عبادت کہا جاسکتا ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کیساتھ واپسی پر اظہار سرور جن میں مساءۃ کفار ہے اور اذلال منافقین وغیرہ امور، اس حیثیت سے اسمیں عبادت کے معنی پیدا ہو گئے [2]، اور پھر آگے اس حدیث میں یہ ہے کہ اس عورت نے یہ بھی عرض کیا کہ میں

[1] جامع الترمذي- كتاب المناقب- باب: بلا ترجمة ٣٦٩٠

[2] معالم السنن شرح سنن أبي داود- ج ٤ ص ٦٠

نے فلاں مکان میں جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے جہاں پر اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تیری یہ نذر کسی بت کے نام پر ذبح کرنے کیلئے ہے اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلے۔

اس کے بعد بھی ایک اور حدیث اسی قسم کے مضمون کی آرہی ہے۔

٣٣١٣ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟»، قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ».

ترجمہ: ثابت بن ضحاک فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نذر مانی کہ وہ بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرے گا چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت ہے جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں اہل جاہلیت کے جشنوں میں سے کوئی جشن ہوتا تھا؟ کہا گیا: نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو اسلئے کہ اللہ کی معصیت میں تو نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں اور نہ ہی اس میں جس میں ابن آدم کو اختیار نہ ہو۔

٣٣١٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيُّ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي سَارَةُ بِنْتُ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّهَا سَمِعَتْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمٍ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي فِي حَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أُبِدُّهُ بَصَرِي فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ مَعَهُ دِرَّةٌ كَدِرَّةِ الْكُتَّابِ فَسَمِعْتُ الْأَعْرَابَ وَالنَّاسَ يَقُولُونَ: الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، قَالَتْ: فَأَقَرَّ لَهُ وَوَقَفَ فَاسْتَمَعَ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ وُلِدَ لِي وَلَدٌ ذَكَرٌ أَنْ أَنْحَرَ عَلَى رَأْسِ بُوَانَةَ فِي عَقَبَةٍ مِنَ الثَّنَايَا عِدَّةً مِنَ الْغَنَمِ، قَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهَا قَالَتْ: خَمْسِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ بِهَا مِنَ الْأَوْثَانِ شَيْءٌ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَأَوْفِ بِمَا نَذَرْتَ بِهِ لِلَّهِ» قَالَتْ: فَجَمَعَهَا فَجَعَلَ يَذْبَحُهَا، فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا شَاةٌ، فَطَلَبَهَا وَهُوَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ أَوْفِ عَنِّي نَذْرِي فَظَفِرَهَا فَذَبَحَهَا».

ترجمہ: میمونہ بنت کردم کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حج میں نکلی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور میں نے لوگوں کی زبانوں پر یہ سنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو میں اپنی نگاہوں کو رسول اللہ ﷺ پر

روکے رکھتی پھر میرے والد آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور ان کے پاس ایک کوڑا تھا تو میں نے دیہاتیوں اور لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ (پاؤں پڑنے یا کوڑا مارنے کی آواز)۔ میرے والد آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ کے قدمِ مبارک پکڑ لیے اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور آپ ﷺ کے پاس کھڑے رہے اور آپ کے ارشادات سنے اور کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ اگر میرے ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی تو میں بوانہ کی گھاٹ پر چند بکریاں ذبح کروں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے پچاس بکریاں ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت تھا؟ کہا گیا: نہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔ چنانچہ میرے والد نے بکریوں کو جمع کیا اور انہیں ذبح کرنے لگے تو ان میں سے ایک بکری بھاگ گئی تو وہ اسے ڈھونڈنے نکلے اور کہتے جاتے تھے: اے اللہ! مجھ سے میری نذر پوری کرادے۔ چنانچہ انہوں نے اسے پالیا اور پھر ذبح کر دیا۔

۳۳۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كَرْدَمِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهَا نَحْوَهُ مُخْتَصَرٌ مِنْهُ شَيْءٌ، قَالَ: «هَلْ بِهَا وَثَنٌ، أَوْ عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟» قَالَ: لَا، قُلْتُ: إِنَّ أُمِّي هَذِهِ عَلَيْهَا نَذْرٌ، وَمَشْيٌ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، وَرُبَّمَا، قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ، أَنَقْضِيهِ عَنْهَا، قَالَ: «نَعَمْ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے میمونہ بنت کردم سے اسی حدیث کی طرح اختصاراً نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت یا جشن تھا؟ کہا گیا: نہیں، میں نے عرض کیا: میری اس والدہ کے ذمے نذر ہے اور پیدل چلنا، کیا میں اس کی طرف سے قضا کر لوں؟ اور ابن بشار نے یوں کہا: کیا ہم اس کی طرف سے قضا ادا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

۲۸ - بَابُ النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

باب جو شے ملکیت میں نہ ہوں ان میں نذر ماننے کا حکم

۳۳۱۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ، قَالَ: فَأُسِرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي وَثَاقٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ عَلَامَ تَأْخُذُنِي، وَتَأْخُذُ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ: «نَأْخُذُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ» قَالَ: وَكَانَ ثَقِيفُ قَدْ أَسَرُوا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَدْ قَالَ: فِيمَا قَالَ: وَأَنَا مُسْلِمٌ - أَوْ قَالَ: وَقَدْ أَسْلَمْتُ - فَلَمَّا مَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "فَهِمْتُ هَذَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى نَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ

فَقَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ. قَالَ: «لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ سُلَيْمَانَ " قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي، إِنِّي ظَمْآنُ فَاسْقِنِي، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذِهِ حَاجَتُكَ» أَوْ قَالَ: «هَذِهِ حَاجَتُهُ» . فَفُودِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ، قَالَ: وَحَبَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَحْلِهِ، قَالَ: فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا بِالْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهَا، وَأَسَرُوا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانُوا إِذَا كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُونَ إِبِلَهُمْ فِي أَفْنِيَتِهِمْ، قَالَ: فَنُوِّمُوا لَيْلَةً، وَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَجَعَلَتْ تَضَعُ يَدَهَا عَلَى بَعِيرٍ إِلَّا رَغَا حَتَّى أَتَتْ عَلَى الْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَأَتَتْ عَلَى نَاقَةٍ ذَلُولٍ مُجَرَّسَةٍ، قَالَ: فَرَكِبَتْهَا ثُمَّ جَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا إِنْ نَجَّاهَا اللهُ لَتَنْحَرَنَّهَا، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجِيءَ بِهَا وَأُخْبِرَ بِنَذْرِهَا فَقَالَ: «بِئْسَ مَا جَزَيْتِيهَا - أَوْ جَزَتْهَا - إِنِ اللهُ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالْمَرْأَةُ هَذِهِ امْرَأَةُ أَبِي ذَرٍّ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں عضباء (نامی اونٹنی) قبیلہ بنی عقیل کے ایک شخص کی تھی جو کہ حاجیوں کی خدمت میں آگے جاتی تھی پھر وہ شخص قید ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور وہ بندھا ہوا تھا جبکہ نبی کریم ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے جس پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی تو اس نے عرض کیا: اے محمد! آپ مجھے اور حاجیوں کی خدمت میں آگے رہنے والی اونٹنی کو کس جرم میں پکڑ رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہم تجھے تیرے حلیف قبیلے ثقیف کے جرم کے سبب گرفتار کر رہے ہیں اور قبیلہ ثقیف نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا کہ انھوں نے دو آدمیوں کو قیدی بنایا تھا جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے تو قبیلہ بنو عقیل کے اس شخص نے کہا کہ میں مسلمان ہوں یا اسلام قبول کر چکا ہوں پھر جب حضور ﷺ آگے بڑھ گئے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات کو محمد بن عیسیٰ استاد سے سمجھا پھر اس عقیلی شخص نے پکارا: اے محمد! راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بڑے شفیق اور مہربان تھے آپ اسکے پاس لوٹ کر آئے اور فرمایا کہ تیرے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم جو کہہ رہے ہو یہ بات اس وقت کہتے جب تم اپنے اختیار میں تھے تو تم مکمل فلاح پاتے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں پھر سلیمان کی حدیث کی طرف آتا ہوں اس شخص نے عرض کیا: یا محمد! میں بھوکا ہوں تو آپ مجھے کھانا کھلایئے اور میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلایئے عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ یہ سنکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہی تمہارا مقصد ہے یا یہ فرمایا کہ یہی اس شخص کا مقصد ہے فرماتے ہیں کہ پھر اس شخص کو دو شخصوں کے فدیہ میں دے دیا گیا (جو قبیلہ بنو ثقیف کے پاس قیدی تھے) اور رسول اللہ ﷺ نے عضباء (اونٹنی) کو اپنی سواری کیلئے روک لیا اسکے بعد مشرک لٹیروں نے مدینہ کے خود سے چرنے والے اونٹوں پر حملہ کر دیا اور عضباء کو بھی لے گئے تو جب وہ عضباء کو لے گئے اور مسلمانوں کی ایک عورت کو بھی قید کر لیا راوی کہتے ہیں کہ

جب رات کو وہ سب اپنے اونٹوں کو خیموں کے سامنے باندھ کر سو گئے اور عورت جاگ رہی تھی تو وہ (یہ دیکھنے کیلئے کہ کونسی اونٹنی سواری کے قابل ہے) اونٹنیوں کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگی جس پر ہاتھ رکھتی وہ آواز نکالنے لگتی (تو یہ سمجھ جاتی کہ یہ سواری کے لائق نہیں) جب عضباء پر پہنچی (تو اس نے آواز نہیں نکالی) راوی کہتے ہیں کہ وہ اس اونٹنی تک پہنچ گئی جو سواری کے لائق اور تابع ہونے والی تھی چنانچہ وہ اس پر سوار ہو گئی اور اللہ کیلئے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے بحفاظت اپنی منزل پر پہنچا دیں تو وہ ضرور اس اونٹنی کو ذبح کرے گی تو جب وہ مدینہ پہنچ گئی تو اس اونٹنی کو دیکھتے ہی پہچان لیا گیا کہ وہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی اونٹنی ہے پھر آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی گئی آپ ﷺ نے آدمی کو بھیج کر عورت کو بلوایا اور آپ ﷺ کو اسکی نذر کے بارے میں بھی بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت نے اونٹنی کو برا بدلہ دیا یا فرمایا کہ تو نے اسے برا بدلہ دیا کہ یہ نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو اس کی سواری پر بحفاظت پہنچا دیں گے تو وہ ضرور بہ ضرور اسکو ذبح کرے گی۔ اور فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ ان چیزوں میں جو آدمی کے اختیار میں نہ ہوں امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ عورت حضرت ابو ذرؓ کی بیوی تھیں۔

تخریج صحيح مسلم - النذر (١٦٤١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨١٢) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣١٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٩) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٣٧) سنن الدارمي - السير (٢٥٠٥)

شرح الحديث باب کی حدیث کے آخر میں ہے: لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اس مضمون کی مفصل حدیث باب فی الطلاق قبل النکاح میں گذری ہے: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا طَلَاقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا بَيْعَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ»، زَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ، «وَلَا وَفَاءَ نَذْرٍ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ» [1]، اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے: مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ [2]، ان تمام مسائل کا بیان واختلاف علماء کتاب الطلاق میں اسی حدیث کے ذیل میں گذر چکا، تاہم نذر سے متعلق مسئلہ دوبارہ ہم یہاں لکھ دیتے ہیں یعنی جو چیز آدمی کی ملک میں نہ ہو نذر ماننے کے وقت اس کی نذر معتبر نہیں، منذور بہ اگر مال کے قبیلہ سے ہے وہ ناذر کی ملک میں ہونا چاہئے یا کم از کم وہ نذر مضاف الی الملك ہو یا مضاف الی سبب الملك، ہو ان دونوں صورتوں میں بھی نذر صحیح ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے ان شفی الله مریضي فعبد زید حر، یہ نذر باطل ہے بالاتفاق یا تو اپنا غلام ہونا چاہئے یا پھر اضافت الی الملک یا سبب الملک ہونا چاہئے جیسے یوں کہے کل مال املکه فیما استقبل فهو صدقة، یا یوں کہے کل ما اشتریة او ارثه فهو صدقة، اور امام مالک کے نزدیک اضافت الی الملک یا الی سبب الملک

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطلاق - باب في الطلاق قبل النكاح ٢١٩٠

[2] سنن أبي داود - كتاب الطلاق - باب في الطلاق قبل النكاح ٢١٩١

کے ساتھ اس شئ کی کچھ صفت بھی ذکر کر دی جائے مثلاً قبیلہ کی تعیین یا کسی شہر کی تعیین یا اور کوئی صفت جس سے فی الجملہ تخصیص پیدا ہو جائے تب نذر صحیح ہوتی ہے ورنہ نہیں، اور حضرت امام شافعی کے نزدیک اضافت الی الملک یا الی سبب الملک عموماً ہو یا خصوصاً دونوں صورتوں میں معتبر نہیں فی الحال ملکیت ہونی چاہیے، حنفیہ مالکیہ کے نزدیک یہ حدیث تنجیز پر محمول ہے کوئی شخص غیر مملوک چیز میں نذر مانے تنجیزاً معتبر نہیں، تعلیق کی صورت میں معتبر ہے، امام شافعی کے نزدیک تنجیز و تعلیق دونوں حدیث کے مفہوم میں داخل ہیں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ومذهبنا مرويٌ عن عمر وابن مسعود، وابن عمر، والجواب عن الأحاديث المذكورة أنها محمولة على نفي التنجيز، والحمل مأثور عن السلف كالشعبي والزهري قال عبد الرزاق في مصنفه أنا معمر، عن الزهري أنه قال في رجل قال: كل امرأة أتزوجها فهي طالق وكل أمة أشتريها فهي حرة: هو كما قال، فقال له معمر أوليس قد جاء لا طلاق قبل النكاح ولا عتق إلا بعد ملك؟ قال: إنما ذلك أن يقول: امرأة فلان طالق، وعبد فلان حر اھ [1]۔ بذل میں اس کے بعد مصنف ابن أبي شيبة سے بہت سے تابعین نے بھی یہی نقل کیا ہے جیسے سالم و قاسم بن محمد و عمر بن عبد العزیز و شعبی و النخعی و الزہری وغیرہ، یعنی یہ کہ یہ حدیث تنجیز پر محمول ہے اور تعلیق والی صورت اس میں داخل نہیں۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ، قَالَ: فَأُسِرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي وَثَاقٍ: آپ ﷺ کی اس ناقہ عضباء کا واقعہ جو یہاں مذکور ہے اس کو ہم بَابٌ فِي إِقْطَاعِ الْأَرَضِينَ میں صخر بن عیلہؓ کی حدیث (برقم ۳۰۶۷) کے ذیل میں مختصر الکھ چکے ہیں ایک خاص مناسبت سے، اس کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

اس قصہ کا بقیہ یہ ہے: قَالَ: فَفُودِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ یعنی پھر اس قیدی کا انجام یہ ہوا کہ اس کو ان دو مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں بطور فدیہ کے چھوڑ دیا گیا جن کا ذکر اوپر قصہ میں آچکا ہے، قَالَ: وَحَبَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَحْلِهِ، یعنی اس عضباء اونٹنی کو آپ ﷺ نے اپنی سواری کے لئے روک لیا، قَالَ: فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا بِالْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهَا، وَأَسَرُوا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانُوا إِذَا كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُونَ إِبِلَهُمْ فِي أَفْنِيَتِهِمْ الخ۔

ناقۂ عضباء کا ایک واقعہ: آگے راوی اس ناقۂ عضباء کے ساتھ جو ایک اور قصہ پیش آیا اس کو بیان کرتا ہے وہ یہ کہ ایک دن ایسا ہوا کہ بعض مشرکین نے اہل مدینہ کے اونٹوں پر غارت گری کی اور ان کو لوٹ کر لے گئے اور ان اونٹوں کے ساتھ یہ اونٹنی بھی گئی اور ایسے ہی ایک عورت کو بھی قید کر کے لے گئے یہ عورت حضرت ابوذرؓ کی بیوی تھیں، یہ مشرکین جو اونٹوں کو لوٹ کر مدینہ سے لے جا رہے تھے دوران سفر جب رات آتی تھی تو ان اونٹوں کو خیموں کے سامنے باندھ کر سو جاتے تھے، یہ

---

[1] مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح – ج ٦ ص ٣٨٨-٣٨٩

بڑھیا ان کے ساتھ تھی ہی جو ہر وقت جان بچا کر ان کے پنجے سے بھاگنے کی فکر میں رہتی تھی، چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ رات کے وقت جب وہ سب لیٹیرے پڑ کر سو گئے تو یہ عورت جاگ رہی تھی یہ اٹھی کسی قابل سواری اونٹنی کو تلاش کرنے لگی تاکہ اس پر سوار ہو کر مدینہ لوٹ آئے، دراصل ہر اونٹنی سواری کے قابل ہوتی نہیں اس لئے پہلے اس اونٹنی کو دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ سواری کے لائق ہے یا نہیں، یہ عورت تجربہ کار تھی جانتی تھی کہ سواری کے قابل کون سی اونٹنی ہوتی ہے، چنانچہ یہ عورت چپکے سے اٹھی اور ان اونٹنیوں کے پاس جا کر ہر ایک پر الگ الگ ہاتھ رکھ کر دیکھتی تھی جس پر بھی ہاتھ رکھے وہی اونٹنی بلبلانے لگتی، (اونٹ پر جب پالان وغیرہ رکھتے ہیں سواری کے لئے یا سامان لادنے کے لئے تو اس وقت وہ کچھ آواز سی نکالتا ہے) جب وہ اونٹ بولتا یہ عورت ایک دم اس کے پاس سے ہٹ جاتی یہ اندازہ لگا کر کہ یہ سواری کے قابل نہیں ہے اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ سوتے ہوئے جاگ نہ جائیں غرض یہ کہ وہ اسی طرح جلدی جلدی ہر ایک پر ہاتھ رکھ کر دیکھتی اور جب وہ بولنے لگتا تو ہٹ جاتی، جب اس ناقہ عضباء کا نمبر آیا اور اس پر بھی اس نے ہاتھ رکھ کر دیکھا تو وہ نہیں بولی، چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے: فَجَعَلَتْ إِذَا دَنَتْ مِنَ الْبَعِيرِ رَغَا فَتَتْرُكُهُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْعَضْبَاءِ، فَلَمْ تَرْغُ [1]، یہ سمجھ گئی کہ یہ اونٹنی سواری کے قابل ہے۔ ذلول۔ اور۔ المجرّسة۔ کے معنی یہی ہیں یعنی وہ اونٹنی جو سوار کے تابع ہو اور سواری کے لائق ہو، چنانچہ یہ اس پر سوار ہو گئی اور مدینہ کا رخ کیا اور اس وقت اس نے یہ بھی نذر مانی۔ إِنْ نَجَّاهَا اللهُ لَتَنْحَرَنَّهَا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کے ذریعہ مجھے نجات دلا دی اور اس پر سوار ہو کر میں مدینہ منورہ صحیح سالم پہنچ گئی تو میں اس اونٹنی کو اللہ کے لئے ذبح کروں گی، چنانچہ اس پر بیٹھ کر وہ صحیح سالم مدینہ پہنچ گئی۔ فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، یعنی جب دن میں لوگوں نے اس اونٹنی کو دیکھا تو وہ پہچان گئے کہ یہ تو حضور ﷺ کی ناقہ عضباء ہے اور پھر آپ کو اس کی اطلاع کی گئی، آپ نے آدمی بھیج کر اس عورت کو بلایا اور آپ سے اس عورت کی نذر کا بھی ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: بِئْسَ مَا جَزَيْتِيهَا - أَوْ جَزَتْهَا - یہ شک راوی ہے کہ آپ ﷺ نے غائب کے صیغہ کے ساتھ فرمایا اس عورت کو خطاب کرتے ہوئے صیغہ حاضر کا تلفظ فرمایا یعنی اس عورت نے اس اونٹنی کو یہ تو بہت برا بدلہ دیا۔ إِنِ اللهُ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا: یہ حرف شرط ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اسکو نجات دیدی اس اونٹنی پر تو یہ ضرور بالضرور اس کو ذبح کرے گی اس جزاء کا برا ہونا صورۃً ظاہر ہے کہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ اس عورت کی جان کی حفاظت کا ذریعہ بنا رہے ہیں وہ عورت اس کو ہلاک کر دے۔ فهذا اجزاء الحسنة بالسيئة، پھر آگے آپ نے شرعی مسئلہ کی بات بیان فرمائی: لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ یعنی جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس میں نذر ماننے کا کیا مطلب، نذر تو اپنے مال کی ہونی چاہیئے اس حدیث کی شرح اور مسئلہ کی تفصیل ہم شروع باب میں بیان کر چکے ہیں۔

استیلاء الکافر علی مال المسلم سے متعلق ایک سوال وجواب: یہاں پر ایک اور علمی سوال وجواب ہے

---

[1] صحیح مسلم - کتاب النذر - باب لا وفاء لنذر في معصية الله، ولا فيما لا يملك العبد ١٦٤١

وہ یہ کہ کتاب الجہاد میں ایک باب کے تحت میں بَابٌ فِي الْمَالِ يُصِيبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يُدْرِكُهُ صَاحِبُهُ یہ مسئلہ گذر چکا ہے حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک استیلاء الکافر علی مال المسلم سبب ملک ہے تو اس قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مشرک لٹیرے اس عضباء کے مالک ہو گئے تھے اور یہ عورت اس مال مشرک کو لوٹ کر لائی لہذا یہ اونٹنی مال غنیمت ہوئی جس کا مالک لوٹنے والا ہی ہونا چاہئے اس پر لا یملک کہاں صادق آتا ہے شافعیہ وحنابلہ کے مسلک پر تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک استیلاء الکافر سبب ملک نہیں ہوتا، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عند الحنفیہ استیلاء سبب ملک بعد الاحراز ہوتا ہے، یہاں گو استیلاء پایا گیا لیکن ابھی تک احراز نہیں پایا گیا تھا، یعنی مال کو دار الاسلام سے دار الحرب کی طرف منتقل کر لینا، ہاں مالکیہ کے نزدیک استیلاء الکافر مطلقاً سبب ملک ہوتا ہے، پس یہ حدیث اگر خلاف ہے تو مالکیہ کے ہے نہ کہ حنفیہ کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالْمَرْأَةُ هَذِهِ امْرَأَةُ أَبِي ذَرٍّ».

وَالحديث أخرجه مسلم والنسائي بطوله، وأخرجه الترمذي منه طرفا، واخرج النسائي وابن ماجه منه طرفا، قاله المنذري.

٢٩ ـ بَابٌ فِيمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ

باب اس شخص کے بارے میں جو اپنا (کل) مال صدقہ کرنے کی نذر مانے

٣٣١٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ، - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ.

ترجمہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن کعب جو کعب ؓ کے بیٹے ہیں اور یہ کعب ؓ کو نابینا ہونے کے وقت ان کو لیکر چلتے تھے یہی عبد اللہ اپنے والد کعب ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ کا کمال اس میں ہے کہ میں اپنے پورے مال کو اللہ اور اسکے رسول کیلئے صدقہ کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مال کا کچھ حصہ اپنے پاس رہنے دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میں خیبر والا (زمین کا) ٹکڑا اپنے لئے رہنے دیتا ہوں۔

٣٣١٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تِيبَ عَلَيْهِ إِنِّي أَنْخَلِعُ مِنْ مَالِي، فَذَكَرَ نَحْوَهُ إِلَى «خَيْرٌ لَكَ».

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے رسولِ پاک ﷺ سے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنا مال صدقہ کر دوں۔ حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کچھ مال اپنے پاس روکے رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، یہاں پر حدیث ختم ہو گئی۔

تخریج: صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٩) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٢) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٣) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣١٧) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٤/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦)

شرح الحدیث: تصدق بجمیع المال کی نذر میں مذاہب ائمہ: ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ تصدق بجمیع المال کی نذر کا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ کر دوں گا، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مالکیہ وحنابلہ کا مسلک اس صورت میں یہ ہے یکفیہ التصدق بالثلث یعنی ایسے شخص کیلئے ثلث مال کا صدقہ کر دینا کافی ہے، اور امام شافعی کے نزدیک پورا ہی مال صدقہ کیا جائے گا، وعند الحنفیہ جمیع المال الزکوی ان کان والا فما کان، یعنی حنفیہ کے نزدیک یہ نذر اس مال پر محمول ہو گی جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے (نقدین والسوائم وغیرہ) اگر اس کے پاس مال زکوی ہو، اور اگر اس کے پاس اس قسم کا مال نہ ہو تو پھر جو بھی مال ہو اسی پر محمول ہو گی، وہی سب دیا جائے گا، امام مالک کا مسلک خود موطأ میں موجود ہے: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: مَالِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِينَ. قَالَ مَالِكٌ فِي الَّذِي يَقُولُ: مَالِي فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ يَحْنَثُ. قَالَ: يَجْعَلُ ثُلُثَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ[1]، وفي الأوجز: وأخرج محمد في موطئه أثر عائشة ثم قال: قد بلغنا هذا عن عائشة وأحب إلينا أن يفي بما جعل على نفسه. فيتصدق بذلك، ويمسك ما يقوته. فإذا أفاد مالا تصدق بمثل ما أمسك، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا اهـ[2].

امام محمدؒ فرما رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس صورت کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر ماننے والا شخص اس نذر کو پورا کرے یعنی سارا مال صدقہ کرے اور سر دست بقدر قوت روک لے پھر بعد میں جب کہیں اور سے مال کمالے تو اس مقدار کو بھی صدقہ کر دے۔

شرح الحدیث من حیث الفقہ: حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ جب قبول ہو گئی تو انہوں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (میرے ذہن اور اعتقاد میں یہ بات ہے کہ) میری توبہ کا کمال اس میں ہے کہ میں اپنے پورے مال کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر کے اس سے علیحدہ ہو جاؤں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کچھ مال اپنے لئے روک لے یہ تیرے لئے زیادہ بہتر ہے، تو انہوں نے عرض کیا: بہتر ہے تو پھر میں اپنا وہ حصہ جو غنائم خیبر میں

---

[1] موطأ مالك - كتاب النذور - جامع الأيمان ١٧٥٢ - ١٧٥٣

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٩ ص ٧٠٨

سے ملا تھا اس کو روک لیتا ہوں۔ اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو کل مال کے تصدق سے اور اسی طرح نصف مال کے تصدق سے بھی منع فرمایا اور پھر اخیر میں ثلث کے تصدق کی اجازت دی، مالکیہ و حنابلہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ حاشیہ بذل میں ہے: استدل به الموفق فيمن نذر التصدق بجميع ماله انه يجزئه التصدق بالثلث، وبه قال مالك وقال الشافعي يلزمه الكل في التبرر دون اللجاج، وقال الحنفية: يلزمه تصدق المال الزكوي كله اه[1]. نذر لجاج والغضب اس نذر کو کہتے ہیں جو نذر آدمی جوش میں آکر قسم کے طور پر مانتا ہے کسی کام کے کرنے یا اس سے رکنے کیلئے جس سے ناذر کا مقصود قربت اور عبادت نہیں ہوتا صرف اپنے ذمہ کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے، نذر تبرر یعنی نذر طاعت کو کہتے ہیں جس سے مقصود قربت اور عبادت ہو اور سوچ سمجھ کر وہ نذر مانی جائے، نذر لجاج پر تفصیلی کلام آئندہ ایک باب کے بعد آرہا ہے، لہذا یہ حدیث حنفیہ و شافعیہ کے خلاف ہوئی، جاس کا جواب احقر کے ذہن میں یہ ہے کہ اس قصہ کعب میں نذر کا ذکر کہاں ہے وہ تو آپ سے استشارہ کر رہے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ میری توبہ کی تکمیل جب ہوگی جب میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں، آپ ﷺ نے ان کو بجائے کل کے ثلث مال کے تصدق کا مشورہ دیا، اور اگر مان لیا جائے کہ ان کا مقصد اپنی نذر ہی کو بیان کرنا تھا کہ میں نے اپنی توبہ کی تکمیل کیلئے تصدق بجمیع المال کی نذر مان رکھی ہے تو اب میں کیا کروں، تو اس صورت میں آپ کے کلام کی تاویل یہ ہوگی کہ سر دست ثلث مال کا صدقہ کر دو، سارا مال ایک ساتھ صدقہ نہ کرو اس سے پریشانی ہوگی، بعد میں آہستہ آہستہ اس مقدار کو صدقہ کر کے پورا کر دینا، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک بھی یہی ہے کہ دفعۃً سارا مال صدقہ نہ کرے، کما تقدم آنفاً من کلام الامام محمد رحمه الله. والله تعالى اعلم - والحديث أخرجه النسائي ايضاً مختصرا، وأخرجه البخاري ومسلم في الحديث الطويل. قاله المنذري-

٣٣١٩ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ: قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ مَنْ شَاءَ اللهُ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي الَّتِي أَصَبْتُ فِيهَا الذَّنْبَ وَأَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ صَدَقَةً؟ قَالَ: «يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ».

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے انہوں نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا یا ابو لبابہ نے عرض کیا یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ میری توبہ کے تکملات میں سے یہ ہے کہ میں اپنے محلے کے اس گھر کو چھوڑ دوں جس میں مجھ سے گناہ سرزد ہوا تھا اور میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا ایک تہائی مال صدقہ تمہارے لئے کافی ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٧٠

٣٣٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو لُبَابَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْقِصَّةُ لِأَبِي لُبَابَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ بَعْضِ بَنِي السَّائِبِ ابْنِ أَبِي لُبَابَةَ، وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت کعب بن مالکؓ کے بیٹے نے بیان کیا کہ ابولبابہؓ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ کے مکملات میں سے یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں صدقہ کر دوں۔ تو یہ صدقہ کرنے کا واقعہ ابولبابہ کا ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری کے شاگرد یونس نے بواسطہ زہری سائب بن ابی لبابہ کے ایک بیٹے سے اس روایت کو نقل کیا اور زبیدی نے زہری سے حسین بن سائب سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٩) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٢) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن النسائي - المساجد (٧٣١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٣) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣١٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٤/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦)

٣٣٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي قِصَّتِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي إِلَى اللَّهِ أَنْ أَخْرُجَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَدَقَةً؟ قَالَ: «لَا» قُلْتُ: فَنِصْفُهُ؟ قَالَ: «لَا» قُلْتُ: فَثُلُثُهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: فَإِنِّي سَأُمْسِكُ سَهْمِي مِنْ خَيْبَرَ.

ترجمہ عبداللہ بن کعب، کعبؓ سے ان کا قصہ نقل کرتے ہیں (کعبؓ) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنا کل مال اللہ اور اسکے رسول کیلئے صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اچھا پھر آدھا مال صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اچھا پھر تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٩) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٢) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٣) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٢١) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٤/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦)

٣٠ - بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ

باب جو شخص ایسی نذر مانے جس کو کر نہ سکتا ہو اس کے بارے میں

٣٣٢٢ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ وَكِيعٌ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْهِنْدِ، أَوْقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی نذر کی اور اسے متعین نہ کیا تو اس کا کفارہ قسم کے کفارہ والا ہی ہے اور جس نے معصیت کے کام کی نذر کی تو اس کا کفارہ بھی قسم والا کفارہ ہے اور جو کوئی ایسی نذر مانے جس کو کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس کا کفارہ بھی قسم والا ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کو پورا کر سکتا ہو تو اسکو چاہیئے کہ اسے پورا کرے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو وکیع اور ان کے علاوہ نے عبداللہ بن سعید بن ابوالہندی سے روایت کیا حضرت ابن عباسؓ پر موقوف کرتے ہوئے۔

تخریج سنن أبي داود - الأيمان والنذور (٣٣٢٢) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢١٢٨)

شرح الحدیث یہ وہی حدیث ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ میں ملا علی قاریؒ کے کلام میں اس ذیل میں آیا ہے کہ جن علماء نے من نذر نذرا لم یسمہ کو نذر معصیت پر محمول کیا ہے وہ درست نہیں اسلئے کہ نذر معصیت تو اس حدیث کے بعد خود مذکور ہے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کو وغیرہ وغیرہ۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١- بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ

باب جو کسی چیز کی نذر مانے مگر اسے متعین نہ کرے

٣٣٢٣ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ.

ترجمہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

٣٣٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِمَاسَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ ابوالخیر، حضرت عقبہ بن عامر سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

تخریج: صحیح مسلم - النذر (١٦٤٥) جامع الترمذي - النذور والأیمان (١٥٢٨) سنن النسائي - الأیمان والنذور (٣٨٣٢) سنن أبي داود - الأیمان والنذور (٣٣٢٣) مسند أحمد - مسند الشامیین (١٤٤/٤)

شرح الحدیث: حدیث الباب کا محمل اور اس میں اختلاف علماء: اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے: كَفَّارَةُ النَّذْرِ إِذَا لَمْ يُسَمِّ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، ابوداؤد کی حدیث میں گو یہ زیادتی نہیں ہے لیکن مصنف نے اس حدیث کو محمول اسی پر کیا ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے، اس نذر کی صورت یہ ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے "للّٰہ علی نذر" اور کس چیز کی نذر ہے اس کی تعیین نہ کرے اس نذر کو نذر مبہم بھی کہتے ہیں، نذر مبہم میں جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ کفارتہ کفارۃ یمین، اس لئے کہ پورا کرنے کی تو کوئی صورت ہے ہی نہیں غیر معین ہونے کی بنا پر، ابن قدامہ نے اکثر علماء کا مذہب یہی قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں: ولا أعلم فيه مخالفا إلا الشافعي قال لا ينعقد نذره ولا كفارة فيه ولنا ما روى عقبة بن عامر كفارة النذر إذا لم يسمه كفارة اليمين الحديث اھ :من المغني [1]، وفي المحلى: رواه احمد و ابو داؤد والنسائي، ورواه مسلم بدون قوله "اذا لم يسمه" فحمله مالك و ابو حنيفة وجماعة على النذر المطلق، وحمله احمد وبعض الشافعية على نذر المعصية، وحمله جمهور الشافعية على نذر اللجاج مثلا ان كلمت زيدا فللّٰه على حجة فكلمه فهو بالخيار بين الكفارة وبين ما التزمه اھ، وهكذا حكى القاري عن النووي انه قال حمله جمهور اصحابنا على نذر اللجاج قال القاري لايظهر حمل "لم يسمه" على المعنى المذكور مع ان التخيير خلاف المفهوم من الحديث، وحمله على المعصية مع بعده يرده حديث ابن عباس مرفوعا من نذر نذرا لم يسمه فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا في معصية فكفارته كفارة يمين فان الاصل في العطف المغايرة اھ مختصراً من الأوجز، صاحب محلی نے جو لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے اس کو نذر معصیت پر محمول کیا ہے یہ اس کے خلاف ہے جو ابن قدامہ سے نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اس سے مراد نذر مطلق و مبہم ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ جمہور علماء ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک اس سے مراد نذر مبہم ہی ہے۔ الا الشافعی کہ ان کے نزدیک اس سے مراد نذر لجاج ہے اب یہ کہ نذر لجاج کا حکم کیا ہے۔

نذر لجاج کی تعریف اور اس کے حکم میں اختلاف ائمہ: أوجز [2] میں ایک دوسرے مقام پر نذر لجاج پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے مالکیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ یہ نذر ان کے نزدیک قول راجح میں واجب الوفاء ہے، اور نذر لجاج یہ ہے کہ جس سے مقصود طاعت وغیرہ کچھ نہ ہو بلکہ اپنے نفس کو کسی کام سے روکنا اور اس کو سزا دینے کے طور پر ہو جیسے یوں کہے للّٰہ علی کذا ان کلّمتُ زیدا، یعنی زید پر ناراض ہونے کی صورت میں کہے کہ اگر میں اس سے بات کروں تو میرے ذمہ ایک حج یا عمرہ ہے

---

[1] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١١ ص ٣٣٤

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٩ ص ٥٥٧ - ٥٦١ ملخصا

مثلاً اس کی ایک مثال باب الیمین فی قطیعة الرحم میں آرہی ہے، قال الباجي: يلزم النذر على وجه اللجاج والغضب، وقال الشافعي: هو مخير في نذر على اللجاج بين أن يكفر كفارة يمين وبين أن يفي به اور موفق نے اپنا یعنی حنابلہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے جو امام شافعیؒ کا ہے أنه مخير بين الوفاء بما حلف، فلا يلزمه شيء وبين أن يحنث، فيتخير بين فعل المنذور، وبين كفارة اليمين، وقال أبو حنيفة ومالك: يلزمه الوفاء بنذره؛ لأنه نذر، فليزمه الوفاء به كنذر التبرر۔ الی آخر ما بسط الموفق۔ اس کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے اس میں پانچ قول ہیں جن کو امام نوویؒ نے شرح مہذب میں مبسوطاً ذکر کیا ہے: وقال: نذر اللجاج والغضب، ويقال فيه: يمين اللجاج والغضب، ويقال له أيضا: يمين الغلق، ونذر الغلق، فإذا قال: إن كلمت فلانا، لله علي صوم شهر أو حج أو صلاة أو نحو ذلك ثم كلمه، ففيما يلزمه خمسة طرق، جمعها الرافعي، قال: أشهرها على ثلاثة أقوال: أحدها: يلزمه الوفاء بما التزم، والثاني: يلزمه كفارة اليمين، والثالث: يتخير بينهما، قال: وهذا الثالث هو الأظهر عند العراقيين، وقال النووي: هو الأصح اهـ اور ملا علی قاری نے حنفیہ کا مذہب اس طرح لکھا ہے کہ: يلزم الوفاء بالنذر سواء كان مطلقا، أو معلقا بشرط بأن قال: إن شفى الله مريضي، فعليّ حجة مثلاً، أو عمرة مثلا، لكن لزومه عند وجود الشرط إذا كان معلقا، ولا يخرج عنه بالكفارة في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى، اور پھر اسکے بعد لکھتے ہیں کہ نذر معلق کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تعلیق ایسی شرط کے ساتھ ہو جس کا وجود مطلوب ہو جیسے ان شفى الله مريضي فعلي كذا تو ایسی نذر کا تو ایفاء ہی واجب ہے اور اگر تعلیق ایسی چیز کے ساتھ ہو جو غیر مطلوب ہو جیسے ان كلمت زيدا فلله علي كذا، اس میں دو قول ہیں ایک یہی کہ واجب الایفاء ہے دوسرا یہ کہ اس صورت میں کفارہ یمین کافی ہے وهو الصحيح، وقد رجع إليه الإمام أبو حنيفة قبل موته بثلاثة أيام أو بسبعة، وهو قول محمد رحمه الله تعالى اهـ اور یہی تفصیل حنابلہ کے مذہب میں ہے کما فی الروض المربع کہ اگر تعلیق ایسی شرط کے ساتھ ہے جس کا وجود مطلوب ہو اس کا ایفاء واجب ہے اور اگر وہ شئی ایسی ہے جس کا وجود مطلوب نہیں وہاں پر تخییر ہے بين الايفاء وكفارة اليمين، اور حضرت شیخ فرماتے ہیں وهذا التفصيل هو المرجح عند الشافعية۔

خلاصة المذاہب: فالحاصل فی نذر اللجاج ان الائمة الثلاثة فی جانب والامام مالك فی جانب امام مالک کے نزدیک وہ مطلقاً واجب الایفاء ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک علی الراجح اس میں تفصیل ہے جو ابھی اوپر مذکور ہوئی اس مقام کی شرح میں بہت تطویل ہو گئی جس کا منشأ ناقلین مذاہب کا اختلاف ہے کسی ایک کتاب میں یہ مسئلہ مہذب و منقح نہیں ملا لیکن اب بحمد اللہ تنقیح و تحقیق ہو گئی جو ہم نے دونوں جگہ اخیر میں لکھدی نذر مبہم میں بھی اور نذر لجاج میں بھی، فلله الحمد۔

۳۲۔ بَابٌ مَنْ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِسْلَامَ

باب زمانہ جاہلیت میں نذر کرنے کے بعد جب اسلام قبول کر لے تو اس نذر کا حکم

۳۳۲۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْلَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت (قبول اسلام سے پہلے) نذر مانی تھی کہ میں مسجد الحرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتكاف (۱۹۳۷) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (۶۳۱۹) صحيح مسلم - الأيمان (۱۶۵۶) جامع الترمذي - النذور والأيمان (۱۵۳۹) سنن النسائي - الأيمان والنذور (۳۸۲۰) سنن أبي داود - الأيمان والنذور (۳۳۲۵) سنن ابن ماجه - الصيام (۱۷۷۲) سنن ابن ماجه - الكفارات (۲۱۲۹) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۳۷/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲۰/۲) سنن الدارمي - النذور والأيمان (۲۳۳۳)

شرح الحدیث: یہ حدیث باب الاعتکاف میں گذر چکی۔ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحتِ نذر کیلئے اسلام ناذر شرط ہے اسلئے کہ نذر ہوا کرتی ہے طاعت کی، والکافر لیس باھل لھا، امام احمدؒ کے نزدیک شرط نہیں انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور جمہور اس حدیث کو استحباب پر محمول کرتے ہیں، اگر کوئی اس پر یہ اشکال کرے کہ عند الجمہور تو نذر کافر نذر ہی نہیں ہے حالانکہ آپ ﷺ اس کو نذر فرمارہے ہیں، اس کا بعض علماء نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے أوفِ بمثل نذرك۔ کہ جس طرح حقیقی نذر کو پورا کیا کرتے ہیں اسی طرح اس مثلِ نذر کو پورا کر لے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

آخر كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

خرید و فروخت سے متعلق ذخیرۂ احادیث

ما قبل سے مناسبت: جب مصنفؒ عبادات کے بیان سے فارغ ہو گئے یعنی ارکان اربعہ نماز روزہ زکاۃ حج اور نکاح وجہاد وما یناسبہ من الضحایا والوصایا والفرائض وغیرہا تو اب یہاں سے معاملات کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اطعمۃ واشربہ کا، اس لئے کہ یہ بیع وغیرہ معاملات کھانے پینے ہی کی سہولتوں کیلئے مشروع ہوئے ہیں اور پھر ان سب کے بعد جو احکام باقی رہ گئے ہیں، یعنی حدود وقصاص اور دیات ان کو مصنف نے ذکر فرمایا اس لئے کہ یہ امور یعنی حدود وقصاص وغیرہ زیادہ تر اکل وشرب ہی کی بے احتیاطی پر متفرع ہوتے ہیں اسی لئے ان کو اطعمہ واشربہ کے بعد اخیر میں ذکر کیا، واللہ تعالی اعلم، یہ مناسبت تو پوری کتاب کے مضامین کے اعتبار سے ہوئی اب رہی یہ بات کہ قریب میں جو کتاب گزری ہے یعنی کتاب الأیمان والنذور، اس میں اور بیوع میں کیا مناسبت ہے؟ سو اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے جیسا کہ کتاب النذور کے شروع میں گزر چکا کہ نذر میں زوال اختیار ہوتا ہے تو ایسے ہی بیع میں زوال ملک ہوتا ہے فتناسبا واللہ تعالی اعلم۔

اور صحیح بخاری کی ترتیب یہ ہے کہ انہوں نے ارکان اربعہ میں سب سے اخیر میں صوم کو ذکر کرنے کے بعد، اسکے بعد متصلاً کتاب البیوع کو بیان فرمایا ہے، اور امام مسلمؒ نے ارکان اربعہ میں کتاب الحج کو سب سے اخیر میں ذکر کرنے کے بعد اولا کتاب النکاح اور اس کے بعد کتاب البیوع کو ذکر کیا ہے۔

بیع کی تعریف جو مشہور ہے وہ یہ ہے: البیع: مبادلة المال بالمال بالتراضي، اس تعریف پر ایک اشکال بھی کیا گیا ہے کہ یہ مانع نہیں ہے کیونکہ یہ ھبة بشرط العوض پر صادق آتی ہے، اسلئے بعض علماء نے اس تعریف میں لفظ تجارت کا اضافہ کیا یعنی مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق التجارة، لیکن اس پر بھی اشکال ہے اسلئے کہ اس سے بیع مکرہ خارج ہو جاتی ہے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک وہ منعقد ہے۔

بیوع جمع ہے بیع کی، بیع وشراء ان دونوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دونوں اضداد میں سے ہیں ایک دوسرے کے معنی میں آتا ہے لیکن اکثر بیع کا اطلاق اخراج المبیع عن الملك، اور شراء کا اطلاق اکثر اخراج الثمن عن الملك پر ہوتا ہے [1]۔

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدی — ج ۵ ص ۳

بیع کی انواع: اور بیوع میں جمع کا صیغہ اختیار کرتے ہیں فقہاء بھی اور محدثین بھی کثرت انواع بیع کی طرف اشارہ کرنے کیلئے، حاشیۂ ہدایہ[1] میں لکھا ہے کہ بیع کی باعتبار مبیع کے چار قسمیں ہیں: ① بیع سلعة بمثلها یعنی سامان کے بدلہ میں سامان بدلنا اس کا نام بیع مقایضہ ہے، ② ثمن کے بدلہ میں سامان دینا جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے، مطلق بیع جب بولتے ہیں تو یہی مراد ہوتا ہے، ③ بیع الثمن بالثمن یعنی دونوں طرف نقدین میں سے کوئی سا ایک ہو اس کا نام بیع الصرف ہے، ④ بیع دین بعین اس کا نام بیع سلَم ہے، اس بیع میں مبیع دین ہوتی ہے یعنی فی الحال نہیں بلکہ واجب فی الذمہ، اور ثمن فی الحال ہوتا ہے یعنی عام طور سے تو اس کے برعکس ہوتا ہے کہ سلعة یعنی سامان فی الحال لیا اور اس کا عوض یعنی ثمن مؤجل کر دیا کہ بعد میں دیں گے، اور بیع کی اس قسم میں یعنی سلَم میں اس کے برعکس ہوتا ہے کہ ثمن فی الحال اور مبیع مؤجل اسی لئے اسکی تعریف اس طرح کرتے ہیں: بیع آجل بعاجل، یہ ذہن میں رہے کہ باب بیع میں حرف "با" ثمن پر داخل ہوتا ہے، بیع کی اس قسم رابع کا جواز خلاف قیاس، نص کی وجہ سے ہے، شریعت نے مصلحت اور سہولت عِباد کیلئے اس قسم کو خلاف قیاس جائز رکھا ہے، اسی لئے اسکے جواز کیلئے بہت سی شرطیں رکھی گئی ہیں، تاکہ بعد میں اختلافات پیدا نہ ہوں، یہ شرطیں فقہ کی کتابوں میں مذکور و مسطور ہیں، اسی طرح ثمن کے لحاظ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں، بیع المساومة، ما اتفقا علیه من غیر اعتبار الثمن الاول یعنی بھاؤ کر کے کوئی چیز خریدنا جتنی قیمت پر بھی اتفاق ہو جائے جیسا کہ عام طور سے بیوع میں ہوتا ہے، وبیع المرابحة، التولیة، والوضیعة، ان تینوں قسموں میں ثمن اول کا اعتبار ہوتا ہے یعنی بائع یہ کہے کہ مجھ کو یہ چیز اتنے میں پڑی ہے اور میں تجھ کو اتنے میں دے رہا ہوں پھر نفع لینے کی صورت میں اس کو مرابحہ اور نہ لینے کی صورت میں بیع تولیہ اور کم کرنے کی صورت میں بیع الوضیعة کہتے ہیں۔

دین میں معاملات کی درستگی کی اہمیت: ہمارا دین یعنی دین اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے، بلکہ عبادات معاملات، معاشرت، اخلاقیات کے مجموعہ کا نام ہے، بغیر معاملات کی درستگی کے آدمی دیندار یا صوفی وزاہد نہیں ہو سکتا، چنانچہ تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمدؒ کی خدمت میں عرض کیا: لما لا تصنف کتابا فی الزهد؟ کہ آپ زہد و تصوف میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے؟ تو انہوں نے جواب دیا: قد صنفت کتابا فی البیوع، کہ میں مسائل بیوع پر کتاب لکھ چکا ہوں[2]، بظاہر جواب سوال کے مطابق نہ تھا اسی لئے سائل نے دوبارہ سوال کیا انہوں نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا، تین بار ایسا ہی ہوا ہر بار وہ یہی فرماتے رہے کہ میں بیوع میں کتاب لکھ چکا ہوں، گویا امام صاحبؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بغیر بیوع اور معاملات کی درستگی کے آدمی صوفی اور زاہد نہیں بن سکتا، امام محمدؒ والے اس قصہ کی تائید امام ترمذیؒ کے صنیع سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ انہوں نے کتاب البیوع کے شروع میں سب سے پہلے جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي— ج ٥ ص ٣

[2] تعليم المتعلم طريق التعلم للزرنوجي— ص ٦٠

الشُّبُهَاتِ، اور پھر اس میں یہ مشہور حدیث مرفوع ذکر فرمائی ہے: الحَلَالُ بَيِّنٌ والحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَ ذَلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ الحَرَامِ، فَمَنْ تَرَكَهَا اسْتِبْرَاءً لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ فَقَدْ سَلِمَ. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح اه[1]. قلت هو متفق عليه أخرجه البخاري ومسلم۔

١- بَابٌ فِي التِّجَارَةِ يُخَالِطُهَا الْحَلِفُ وَاللَّغْوُ

باب تجارت میں جھوٹی سچی قسموں اور فضول باتوں کا کثرت سے استعمال ہونا

٣٣٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ، قَالَ: كُنَّا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ».

ترجمہ: حضرت قیس بن ابو غرزہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں سماسرہ کہلاتے تھے تو (ایک روز) رسول اللہ ﷺ (بازار میں) ہمارے پاس سے گزرے تو آپ نے ہمیں اس نام سے زیادہ اچھے نام سے یاد فرمایا۔ فرمایا: یا معشر التجار! اے تاجروں کی جماعت، دیکھو بیع وشراء (لین دین) میں لغویات اور جھوٹی سچی قسم زبان پر آجاتی ہے، تو تم اپنے اس عمل کو صدقہ کے ساتھ ملالیا کرو (خرید وفروخت کرنے کے بعد صدقہ ادا کیا کرو)۔

٣٣٢٧ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْبِسْطَامِيُّ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ، وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ، وَعَاصِمٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ: يَحْضُرُهُ الْكَذِبُ، وَالْحَلِفُ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ الزُّهْرِيُّ: اللَّغْوُ وَالْكَذِبُ.

ترجمہ: ابو وائل قیس بن ابی غرزہ سے اسی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس (بیع وشراء میں) جھوٹ اور قسم شامل ہوجاتی ہیں۔ عبد اللہ زہری نے کہا کہ جھوٹ اور لغو (قسمیں خرید وفروخت میں داخل ہوجاتی ہیں)۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٠٨) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٧) سنن النسائي - البيوع (٤٤٦٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٢٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٤٥) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٠/٤)

شرح الحدیث: قیس بن ابی غرزہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم شروع عہد نبوی میں سماسرہ کہلاتے تھے، یعنی تاجروں کو سماسرہ کہا جاتا

[1] جامع الترمذي - كتاب البيوع - باب ما جاء في ترك الشبهات ١٢٠٥

تھا جو سمسار بمعنی الدلال کی جمع ہے، ایک روز حضور ﷺ بازار میں تاجروں کے پاس کو گزرے، وہ صحابی فرماتے ہیں کہ اس روز آپ ﷺ نے ہمیں بڑے اچھے نام سے یاد فرمایا: فرمایا یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اے تاجروں کی جماعت دیکھو لین دین اور بیع وشراء میں لغویات اور جھوٹی سچی قسم زبان پر آجاتی ہے تو تم اپنے اس عمل کو صدقہ کے ساتھ ملالیا کرو، یعنی روزانہ حسب گنجائش و وسعت کچھ صدقہ کرتے رہا کرو، تاکہ ان لغویات کی تلافی ہو جائے۔

تاجر کا نام سمسار سے کیوں اچھا ہے اس لئے کہ تجارت الفاظ عربیہ میں سے ہے قرآن کریم میں مذکور ہے، بخلاف سمسار کے کہ وہ عجمی لفظ ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢- بَابٌ فِي اسْتِخْرَاجِ الْمَعَادِنِ

باب (سونے چاندی کی) کانوں سے مال نکال کر حاصل کرنا

یعنی سونے چاندی کی کانوں میں سے مال نکال کر حاصل کرنا، اس باب کو کتاب البیوع سے کیا مناسبت ہے؟ اس لئے کہ سونا چاندی اشیاء کو خریدنے کیلئے ثمن بنتا ہے۔

٣٣٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيمًا لَهُ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا أُفَارِقُكَ حَتَّى تَقْضِيَنِي، أَوْ تَأْتِيَنِي بِحَمِيلٍ فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ بِقَدْرِ مَا وَعَدَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هَذَا الذَّهَبَ؟» قَالَ: مِنْ مَعْدِنٍ. قَالَ: «لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهَا، لَيْسَ فِيهَا خَيْرٌ» فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (دائن) نے مدیون کو پکڑا جس پر اس کے دس دینار قرض تھے اور وہ کہنے لگا کہ واللہ میں تجھے اسوقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو میرا دین ادا نہ کردے یا اپنا کفیل نہ پیش کردے راوی کہتے ہیں کہ پھر اسکے قرض کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ نے لے لی پھر (کچھ دنوں بعد) دائن حسب وعدہ آپ ﷺ کی خدمت میں مال لیکر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ سونا تو نے کہاں سے حاصل کیا اس نے جواب دیا کہ سونے کی کان سے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمیں اسکی ضرورت نہیں اسمیں کوئی خیر نہیں پھر آپ ﷺ نے اسکی طرف سے دائن کو اپنے پاس ادا فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٣٢٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٠٦)

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یعنی دائن نے پکڑ رکھا تھا اپنے مدیون کو جس پر دین صرف دس دنانیر تھے، اور وہ رجل دائن یہ کہہ رہا تھا کہ واللہ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو مجھ کو میرا دین ادا نہ کردے، یا اپنا کوئی کفیل

پیش کرے، راوی کہتے ہیں کہ اس شخص کے دین کی کفالت حضور ﷺ نے لے لی، اور پھر چند دن کے بعد حسب وعدہ آپ ﷺ کی خدمت میں وہ مدیون مال لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس سے سوال فرمایا کہ یہ سونا تو نے کہاں سے حاصل کیا، اس نے عرض کیا کہ معدن سے آپ ﷺ نے یہ سن کر اس کو واپس کر دیا اور فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں، اس میں کوئی خیر نہیں اور پھر اس دائن کو آپ ﷺ نے اپنے پاس سے ادا فرمادیا۔

آپ ﷺ نے اس معدن سے نکالے ہوئے سونے کو کیوں واپس فرمادیا؟ شراح اسکی توجیہ میں مختلف ہیں، بعض نے کہا کہ اسکی کوئی خاص وجہ ہو گی جسکی ہمیں خبر نہیں ورنہ محض اسکا مال مستخرج من المعدن ہونا تو مانع عن التملك نہیں ہے، امام خطابیؒ نے اسکی متعدد توجیہات احتمالاً لکھی ہیں: ① آپ ﷺ نے اسکو اسلئے رد فرمایا لانہ لم يخمس یعنی اس شخص نے ابھی تک اس مال کا خمس ادا نہیں کیا تھا جو شرعاً واجب ہے، ② اصحاب معادن کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تراب المعادن کی بیع کرتے ہیں اسلئے کہ اس میں سونے چاندی کے ذرات ہوتے ہیں اور چونکہ یہ معلوم نہیں کہ کچھ نکلے گا یا نہیں اور کتنا نکلے گا ففیہ غرر، ③ ضرورت تھی سکہ کی دراہم و دنانیز کی اور وہ شخص لایا تھا سونا غیر مضروب اسلئے آپ ﷺ نے اسکو واپس کر دیا، ④ اصحاب معادن یہ کیا کرتے ہیں کہ کان کو ٹھیکہ پر دے دیتے ہیں کہ کھودنے والوں کا اس میں سے عشر یا خمس یا ثلث، باقی ہمارا، اور اسکی مقدار معلوم نہیں، اس جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہوا، اسلئے آپ ﷺ نے واپس فرمادیا (بذل [1]) والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣ ۔ بَابٌ فِي اجْتِنَابِ الشُّبُهَاتِ

باب مشتبہ چیزوں سے بچنے کے متعلق حکم کے بیان میں

٣٣٢٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، وَلَا أَسْمَعُ أَحَدًا بَعْدَهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ» ، وَأَحْيَانًا يَقُولُ: «مُشْتَبِهَةٌ» وَسَأَضْرِبُ لَكُمْ فِي ذَلِكَ مَثَلًا، إِنَّ اللهَ حَمَى حِمًى، وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَا حَرَّمَ، وَإِنَّهُ مَنْ يَرْعَ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُخَالِطَهُ، وَإِنَّهُ مَنْ يُخَالِطُ الرِّيبَةَ يُوشِكُ أَنْ يَجْسُرَ" .

ترجمہ: شعبی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا اور ان کے بعد کسی اور سے نہیں سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں وہ متشابہ ہیں اور کبھی یہ فرمایا کہ مشتبہ چیزیں ہیں اور میں تم سے اسکی ایک مثال بیان کرتا

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٣ ص ٥٤ ـ ٥٥ ، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٢٩٠ .

ہوں کہ بے شک اللہ نے بعض باڑیں قائم فرمادیں اور اللہ کی باڑیں اسکی حرام کردہ چیزیں ہیں اور جو کوئی باڑ کے قریب اپنے مویشیوں کو چرائے گا تو اندیشہ ہے کہ وہ باڑ میں گھس جائیں اور جو مشکوک جگہ کے قریب جائے گا تو قریب ہے کہ وہ اندر داخل ہونے کی جرأت کرے۔

٣٣٣٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ عِرْضَهُ وَدِينَهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ».

ترجمہ: عامر شعبی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تو فرمایا اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے سو جو کوئی شبہات سے بچا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں پڑ گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٥٢) صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٦) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٩٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٠٥) سنن النسائي - البيوع (٤٤٥٣) سنن النسائي - الأشربة (٥٧١٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٢٩) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٨٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٦٧) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٣١)

شرح الحديث: اس سند میں وَلَا أَسْمَعُ أَحَدًا بَعْدَهُ یہ جملہ معترضہ ہے، اور نسائی میں اس طرح ہے: فَوَاللهِ لَا أَسْمَعُ بَعْدَهُ أَحَدًا شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث (جو آگے آرہی ہے) نعمان بن بشیرؓ سے سنی ہے اور ان سے سننے کے بعد پھر کسی اور سے اسکو نہیں سنوں گا، یعنی ان سے سننے کے بعد کسی اور صحابی سے سننے کی حاجت نہیں صرف ان ہی سے لینا کافی ہے کیونکہ وہ بالکل سچے اور قابل اعتماد ہیں [1]۔

حدیث کا مضمون یہ ہے: حضور ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جس چیز کا لوگوں کو حلال ہونا معلوم ہے اس کا حکم تو ظاہر ہے یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور اسی طرح جس چیز کا حرام ہونا لوگوں کو معلوم ہے اسکا حکم بھی ان کے نزدیک بین اور ظاہر ہے، یعنی یہ کہ اس سے بچنا ضروری ہے، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ جو امور حلال و حرام کے درمیان ہیں ان کا حکم جانا جائے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث کے اگلے حصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایسے امور سے بھی اجتناب احتیاطا ضروری ہے ورنہ احتیاط نہ کرنے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ معاملہ آگے نہ بڑھ جائے یعنی وقوع فی الحرام، اور پھر آپ ﷺ نے ان مشتبہات کے حکم کو ایک مثال سے سمجھایا۔

---

[1] اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ شعبی اوساط تابعین میں سے ہیں جو زیادہ تر تابعین سے روایت کرتے ہیں، اور یہ حدیث ان کی صحابیؓ سے ہے اس لئے فرمارہے ہیں کہ اس کے بعد اب کسی تابعی سے روایت لینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے ۱۲۔

إِنَّ اللهَ حَمَى حِمًى، وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَا حَرَّمَ: کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں پر باڑیں قائم کر کے ان کو ممنوع قرار دیدیا تاکہ آدمی ان تک نہ پہنچ سکے اور وہ امور جن پر اللہ تعالیٰ نے باڑیں قائم کر دی ہیں وہ ممنوعات شرعیہ ہیں اور جو شخص باڑ کے قریب اپنے جانوروں کو چرائیگا تو اس کے بارے میں یہ اندیشہ قوی ہے کہ وہ باڑ کے اندر نہ گھس جائے۔

وَإِنَّهُ مَنْ يُخَالِطُ الرِّيبَةَ يُوشِكُ أَنْ يَجْسُرَ: یعنی جو شخص مشکوک کے قریب جائے گا اس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ ایسا کرنے سے آگے جرات کرے اور صریح حرام میں گھس جائے، اس حدیث کے جملہ اولیٰ کا مطلب شراح نے یہی لکھا ہے جو ہم نے اوپر لکھا، اور اس جملہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام وہ چیزیں جو عند اللہ حلال ہیں اور اسی طرح وہ چیزیں جو عند اللہ حرام ہیں وہ سب بین اور ظاہر ہیں سب لوگ ان کو جانتے ہیں، اس مطلب کی شراح نے نفی کی ہے اس لئے کہ اس مطلب کی صورت میں پھر مشتبہ امور کہاں باقی رہیں گے جن سے بچنے کے لئے اس حدیث میں فرمایا جارہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث الباب کے بظاہر معارض ایک دوسری حدیث: یہاں ایک طالبعلمانہ اشکال ہے کہ آگے کتاب الأطعمة کے اخیر میں بَابُ مَا لَمْ يُذْكَرْ تَحْرِيمُهُ کے اندر ابن عباسؓ کی حدیث میں اس طرح ہے: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا، فَبَعَثَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ [1] اس حدیث میں حلال وحرام کے درمیان چیزوں کو عفو قرار دیا گیا ہے اور حدیث الباب میں ان کو مشتبہ اور واجب الاحتراز فرمایا گیا ہے، اس اشکال اور اسکے جوابات کی طرف اشارہ حضرت شیخؒ نے حاشیہ کوکب [2] میں اس طرح فرمایا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان کئی طرح جمع کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ ① حدیث ابن عباسؓ من باب الفقہ والفتوی ہے اور نعمان بن بشیرؓ کی یہ حدیث من باب الورع والتقوی ہے، ② اور اس سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں جو حکم مذکور ہے یعنی عفو وہ مسکوت عنہ کا ہے، اور نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ امر مشتبہ کا ہے، پس یہاں چار مراتب ہوئے: ① حلال، ② حرام، ③ مسکوت عنہ، یعنی وہ شیٔ جس کے بارے میں نہ دلیل حلت موجود ہو نہ دلیل حرمت، ④ مشتبہ، یعنی جس امر میں دلائل متعارض ہوں حلت وحرمت کے بارے میں، اور اس کا حکم وجوب ترک ہے ترجیحًا للحرمة، اور قسم ثالث کا حکم یہ ہے کہ وہ معفو عنہ ہے اباحت اصلیہ [3] کا اعتبار کرتے ہوئے اھ اور ایک

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأطعمة - باب مالم يذكر تحريمه ٣٨٠٠

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٢٧٦

[3] اشیاء میں اصل اباحت ہے یا توقف: وفي هامش البذل: في حكم الأشياء قبل ورود الشرع أربعة مذاهب كما في العيني وفي الدر المختار مذهب أهل السنة أن الأصل في الأشياء التوقف، والإباحة رأي المعتزلة ورد عليه ابن عابدين (ج ٦ ص ٢٦٨)، وحقق ان الثاني مذهب أكثر الحنفية والشافعية وبسط المذاهب اھ.

جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ نعمان بن بشیرؓ کی حدیث متفق علیہ ہے بلکہ صحاح ستہ کی حدیث ہے، اور حدیث ابن عباسؓ سنن کی روایت ہے۔

٣٣٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي خَيْرَةَ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي خَيْرَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا، فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ» قَالَ ابْنُ عِيسَى: «أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آنے والا ہے کہ کوئی شخص سود کھانے سے بچ سکے گا اور اگر وہ خود سود نہ کھائے گا تو اس کا دھواں تو اسکو ضرور پہنچے گا ہی۔ ابن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اسکے دھوئیں کا اثر اسکو پہنچے گا۔

تخریج: سنن النسائي - البيوع (٤٤٥٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٣١) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٨)

شرح الحدیث: عرب کے اندر ربا اور سودی معاملات کا لین دین بہت عام تھا جس کو وہ بالکل جائز سمجھتے تھے، اسلام نے آکر اس کو حرام قرار دیا اور حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبوں میں دوسرے امور کے ساتھ اس کی بھی حرمت کا بار بار اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت سے جو لوگوں کے ربوی معاملات چل رہے تھے سب پر آپ ﷺ نے روک لگائی: وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ [1]، اور فرمایا کہ سابقہ سودی معاملات کی باقی رقم جو حضرت عباسؓ کے معاملات کی ہے اس کے چھوڑنے میں پہل میں کرتا ہوں، غرض یہ کہ لوگوں نے اس حرمت کے بعد سودی کاروبار و معاملات بند کر دیئے، پھر آپ ﷺ اس حدیث الباب میں فرما رہے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ سودی معاملات کا سلسلہ پھر زور و شور کے ساتھ پایا جائے گا۔ اور یہ وبا ایسی عام ہوگی جس سے کوئی نہ بچ سکے گا اور اگر کوئی بہت ہی کوشش کر کے صریح سود کے کھانے سے پرہیز کرے گا بھی تو کم از کم اسکا بخار اور دھواں تو ضرور ہی اس تک پہنچ کر رہے گا یعنی سود کا اثر اسکو کسی نہ کسی طرح پہنچے گا، مثلاً سودی معاملات میں شاہد بننے کی نوبت آئے گی یا کاتب بننے کی یعنی سودی معاملات لکھنے لکھانے کی، یا آکل ربا کے یہاں ضیافت کھانے یا اسکی طرف سے ہدیہ وغیرہ ملنے سے۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٣٣٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْأَنْصَارِ،

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ١٢١٨

قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ: «أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ». فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ، ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ، فَأَكَلُوا، فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً فِي فَمِهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا». فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى الْبَقِيعِ يَشْتَرِي لِي شَاةً، فَلَمْ أَجِدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً، أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا، فَلَمْ يُوجَدْ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْعِمِيهِ الْأُسَارَى».

ترجمہ عاصم بن کلیب اپنے والد کے واسطے سے ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے گور کن کو ہدایت فرمارہے ہیں کہ پاؤں کی جانب سے قبر مزید کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر مزید کشادہ کرو پھر جب آپ فارغ ہو کر تشریف لارہے تھے تو ایک عورت کی طرف سے آپ کو دعوت دینے والا ملا تو آپ ﷺ تشریف لے گئے پس آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا آپ ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر لوگوں نے بھی ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگے پھر راوی کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤاجداد نے بیان کیا کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی لقمہ چبارہے ہیں (نگل نہیں رہے) پھر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوشت اس بکری کا ہے جس کو مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے تو عورت نے ایک شخص کو (آپ ﷺ سے صورتحال بیان کرنے کیلئے) بھیجا کہ یارسول اللہ! میں نے بقیع یعنی جانوروں کی منڈی میں بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا تھا لیکن وہاں بکری ملی نہیں اسلیئے میں نے اپنے پڑوسی کے یہاں آدمی بھیجا جس نے بکری خرید رکھی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمۃً دیدے مگر وہ شخص (گھر پر) نہ ملا پھر میں نے اسکی بیوی کے پاس آدمی بھیجا تو اسنے مجھے وہ بکری بھیج دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کھانے کو قیدیوں کو کھلادو۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٣٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٨/٥)

شرح الحدیث ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں قبرستان گئے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر کے کنارہ پر کھڑے ہوئے گور کن کو ہدایت فرمارہے ہیں کہ اس جانب سے اور کھودو، اور اس فلاں جانب سے اور کھودو، فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ[1] فَجَاءَ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ، یعنی جب آپ ﷺ اس موقع پر قبرستان سے واپس تشریف لا

[1] اہل بیت میت کی طرف سے ضیافت پر اشکال اور اس کی توجیہ: اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے مطبوعہ بھی اور قلمی بھی اور یہ روایت مشکوۃ میں بھی ہے اس میں یہ لفظ اس طرح ہے: دَاعِي امْرَأَتِهِ، ضمیر کے ساتھ یعنی اس میت کی زوجہ جس کو دفنا کر آپ ﷺ واپس آرہے تھے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح کی ہے، اگر یہ لفظ اسی طرح ہے جس طرح مشکوۃ میں ہے تو پھر اس پر یہ اشکال ہے کہ ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے اس بات کی کہ اہل میت کی طرف سے ☜

رہے تھے تو ایک عورت کی طرف سے آپ ﷺ کو دعوت دینے والا ملا، چنانچہ آپ ﷺ اس عورت کے یہاں تشریف لے گئے پس آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، لوگوں نے کھانا شروع کیا، آپ ﷺ نے بھی لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا، لوگوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس لقمہ کو نگل نہیں رہے ہیں، چنانچہ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت اس بکری کا ہے جس کو مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے، جب اس عورت کو پتہ چلا کہ آپ ﷺ اس گوشت کو نوش نہیں فرمارہے ہیں تو اس نے آپ ﷺ کے پاس ایک شخص کو صورت حال بیان کرنے کیلئے بھیجا کہ یارسول اللہ! میں نے بقیع یعنی جانوروں کی منڈی کی بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا تھا لیکن وہاں بکری ملی نہیں تھی اس لئے میں نے اپنے پڑوسی کے یہاں آدمی بھیجا جس نے بکری خرید رکھی تھی کہ وہ بکری قیمۃً مجھے دیدے، مگر اتفاق سے وہ شخص گھر پر نہیں تھا، پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس اسی غرض سے آدمی بھیجا اس نے میرے پاس وہ بکری بھیج دی پس یہ گوشت اس بکری کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: أَطْعِمِيهِ الْأُسَارَى یعنی یہ کھانا قیدیوں کو کھلادے یا تو اس لئے کہ وہ اکثر فقیر ہوتے ہیں اور یا اسلئے جیسا کہ بعض شراح نے کہا کہ وہ کافر ہیں ان کے کھالینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

٤ - بَابٌ فِي آكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ

باب سود کھانے والے اور کھلانے والے کے متعلق حکم

آکل سے مراد آخذ اور موکل سے مراد معطی، یعنی جو شخص کسی سے ربا کا مال لے یا دوسرے کو دے (خواہ کھائے یا نہ کھائے)۔

٣٣٣٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اس کے کھلانے والے اور اس کا گواہ بننے والے اور اسکے لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

تخريج: صحيح مسلم - المساقاة (١٥٩٧) جامع الترمذي - البيوع (١٢٠٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٦) سنن النسائي - الزينة (٥١٠٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٣٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٩٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٣٥)

لہ ضیافت جائز نہیں اسلئے کہ ضیافت تو کسی مسرت کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ رنج اور صدمہ کے موقعہ پر اور حضور ﷺ کا اس ضیافت کو قبول فرمانا یہ دلالت کرتا ہے اسکے جواز پر، تو اولاً تو اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ مشکوٰۃ میں یہ روایت ابوداؤد کی ہے اور ابوداؤد کے کسی نسخہ میں نسخ موجودہ میں سے داعِي امْرَأَتِهِ نہیں ہے، ثانیاً یہ کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ نہی سے قبل کا ہو، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپکا یہ عمل بیان جواز کیلئے تھا اسلئے کہ اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ١١ ص ٨٤)۔

شرح الحديث امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تصریح ہے، اس بات کی کہ ربوی اور سودی معاملہ کی کتابت خواہ اجرت کے ساتھ ہو یا بغیر اجرت کے اسی طرح اس قسم کے معاملہ میں شہادت یعنی شاہد بننا حرام ہے، اسلئے کہ اس میں اعانت علی الباطل ہے[1] والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، وأخرجه مسلم من حديث جابر بن عبد الله بتمامه، ومن حديث علقمة عن عبد الله بن مسعود في آكل الربا وموكله فقط، وأخرج البخاري من حديث أبي جحيفة (حديثاً طويلاً وفيه: ونهى عن) وآكل الربا موكله، قاله المنذري.

٥- بَابٌ فِي وَضْعِ الرِّبَا

باب سود معاف کرنے کے بیان میں

٣٣٣٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ: «أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُونَ، وَلَا تُظْلَمُونَ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا، دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ» قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ»، قَالُوا: نَعَمْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ سلیمان بن عمر واپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا بغور سن لو زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیئے گئے صرف اصل مال لیا جائے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اور سن لو کہ زمانہ جاہلیت کے جتنے خون تھے سب معاف ہیں اور ان میں سے سب سے پہلے میں حارث بن عبد المطلب کا خون معاف کرتا ہوں جو قبیلہ بنو لیث میں دودھ پیتا تھا تو قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر ڈالا۔

تخریج جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٨٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٣٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٥٥)

شرح الحديث لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ: یعنی سابق سودی معاملات میں جو سود کی رقم باقی رہی ہوئی ہے اس کو نہ لیا جائے صرف راس المال لیا جائے، لَا تَظْلِمُونَ، وَلَا تُظْلَمُونَ: نہ تو تم دوسرے پر ظلم کرو کہ سود کی باقی رقم لو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے کہ اصل راس المال بھی پورا نہ دیا جائے، دونوں باتیں غلط ہیں۔ وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا، دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: یہ روایت کتاب الحج میں گزر چکی وہاں ایک روایت میں تو دم ربیعة بن الحارث، یعنی بجائے حارث کے ربیعة ابن الحارث ہے اور ایک روایت میں گزرا ہے دم ابن ربیعة بن الحارث، اور یہی صحیح ہے، تو گویا یہاں روایت میں دو مضاف محذوف ہیں، والحديث أخرجه

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ـ ج ١١ ص ٢٦

الترمذي والنسائي وابن ماجه....وهذا مذكور في حديث جابر الطويل ۔وقد أخرجه مسلم وابوداؤد في الحج ،قاله المنذري۔

٦۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْيَمِينِ فِي الْبَيْعِ

تجارت میں قسم کھانے کی ناپسندیدگی کے متعلق بیان

٣٣٣٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ» ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: «لِلْكَسْبِ» ، وَقَالَ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ابن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم کھا کر انسان مال فروخت کر دیتا ہے لیکن یہ برکت کو ختم کرنے والی ہے اور ابن السرح نے یہ الفاظ کہے کہ للکسب (یعنی کمائی کو ختم کرتی ہے) اور سعید بن المسیب نے حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-البيوع(١٩٨١)صحيح مسلم-المساقاة(١٦٠٦)سنن النسائي-البيوع(٤٤٦١)سنن أبي داود-البيوع(٣٣٣٥) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٣٥)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٤٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤١٣)

شرح الحدیث: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: «لِلْكَسْبِ»: الْحَلِفُ حاء کا فتح اور لام کے کسرہ کے ساتھ اور سکون لام بھی جائز ہے، قاله السندي على النسائي [1] قلت ويجوز فيه كسر الحاء مع سكون اللام كما تقدم، مفصلاً في "باب الحلف" في آخر كتاب الفرائض، اگر قسم جھوٹی ہے تب تو کراہت تحریمی ہے اور اگر سچی ہے تب بھی مکروہ ہے بکراهة تنزيه، یعنی تاجر کا جھوٹی قسم کھانا (اس لئے کہ مسند احمد کی روایت میں "اليمين الكاذبة" ہے) یہ تاجر کے سامان کو تو چالو کرنے والی ہے لیکن برکت کو کم کرنے والی ہے، یا مٹانے والی ہے، مَنْفَقَةٌ میم اور فاء کے فتح کے ساتھ درمیان میں نون ساکن ہے، یہ ماخوذ ہے نفاق بفتح النون سے وهو الرواج ضد الكساد، اور لفظ مَمْحَقَةٌ بروزن منفقہ اور اس میں ایک روایت ضم میم اور کسر حاء کی بھی ہے، یہ ماخوذ ہے محق سے بمعنی النقص والا بطال مطلب ظاہر ہے کہ جھوٹی قسموں سے سامان تو نکل جاتا ہے فروخت ہو جاتا ہے، لیکن اس تجارت میں برکت نہیں ہوتی۔

[1] حاشية السندي على النسائي—ج٧ ص١٤

٧- بَابٌ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ وَالْوَزْنِ بِالْأَجْرِ

باب جھکتا ہوا تول کر دینے اور اجرت لیکر مال تولنے کے متعلق حکم

یعنی بائع کو چاہیے کہ مبیع کچھ بڑھا کر دے اور اسی طرح مشتری کو چاہیے کہ ثمن کو کچھ جھکا کر دے، یعنی بیع مقایضہ میں یعنی جس صورت میں شراء بالسلعۃ ہو۔

٣٣٣٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ[1] الْعَبْدِيُّ، بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَأَتَيْنَا بِهِ مَكَّةَ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ، فَبِعْنَاهُ، وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «زِنْ وَأَرْجِحْ».

ترجمہ سوید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں اور مخرمۃ عبدی ہجر سے کپڑا (خرید و فروخت کیلئے) لیکر مکہ آگئے تو رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے شلوار کا سودا کر لیا اور ہم نے آپ ﷺ کو وہ فروخت کر دی اور وہاں ایک شخص تھا جو اجرت لیکر اشیاء کا وزن کرتا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تولو اور جھکتا تولو۔

شرح الحدیث سوید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں اور مخرفۃ العبدی مقام ہجر سے کچھ کپڑا برائے تجارت لے کر مکہ مکرمہ میں آئے آپ ﷺ ہمارے پاس پاپیادہ تشریف لائے اور ایک سراویل کا ہم سے بھاؤ کیا ہم نے آپ ﷺ کو وہ فروخت کر دیا۔ وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ: یعنی وہاں ایک شخص موجود تھا جو اجرت لے کر اشیاء کا وزن کرتا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس ثمن کو تول اور جھکتا ہوا تول۔

کوکب[2] میں لکھا ہے کہ غالباً آپ ﷺ نے یہ سراویل کسی وزنی شئ (سلعہ) کے بدلہ میں خریدا ہو گا جس کو آپ ﷺ نے وزن کرا کر بائع کو دیا (ورنہ اگر یہ شراء بالثمن یعنی درہم اور دینار کے ذریعہ ہوتی تو اسکے تولنے کی کیا ضرورت تھی) ھکذا فھمت من الکوکب فارجع الیہ۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا وزن بالاجر جائز ہے نیز یہ کہ وزن ثمن مشتری کے ذمہ ہے لہذا اس کی اجرت بھی اسی پر واجب ہوگی اور اس کے بالمقابل مبیع کا وزن یا کیل بائع کے ذمہ ہے فکذا اجرتہ علیہ۔

کیا آپ کیلئے لبس سراویل ثابت ہے ؟ نیز کوکب میں ہے کہ اس حدیث سے حضور ﷺ کا سراویل کا خریدنا ثابت ہوا لیکن آپ ﷺ کا اس کو پہننا کسی روایت میں اسکی تصریح نہیں اھ، اسکے حاشیہ میں حضرت شیخ نے جمع الفوائد سے یہ

---

[1] اس کے ضبط میں اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ اس کی تعلیق میں لکھتے ہیں: مَخْرَفَةُ: من الأصول، وعليها في ص: عب، وعلى الحاشية: مخرمة برمز نسخة المطيب (كتاب السنن - ج ٤ ص ١١٦)

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٣٠٤

روایت نقل کی ہے: عن أبو هريرة، قلت: يا رسول الله، وإنك لتلبس السراويل؟ قال: أجل في السفر والحضر، وبالليل والنهار، فإني أمرت بالستر، فلم أجد شيئاً أستر منه[1] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سوال پر فرمایا کہ ہاں میں سراویل پہنتا ہوں، سفر و حضر میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراویل کی تعریف فرمائی کہ اس میں ستر زیادہ ہے (بہ نسبت تہبند کے) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سیوطی نے اسکی سند پر ضعف کا حکم لگایا اور فی نفسہ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لبس سراویل ثابت ہے یا نہیں، ایک جماعت اسکی قائل ہے، ابن قیمؒ ان ہی میں سے ہیں اور ایک جماعت نے لبس کا انکار کیا ہے[2]، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۳۳۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَرِيبٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي صَفْوَانَ بْنِ عُمَيْرَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ يَزِنُ بِأَجْرٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ قَيْسٌ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ، "وَالْقَوْلُ قَوْلُ: سُفْيَانَ".

ترجمہ ابو صفوان بن عمیرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپکے ہجرت فرمانے سے پہلے مکہ حاضر ہوا پھر وہی حدیث بیان کی لیکن اس میں يَزِنُ بِالْأَجْرِ کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو قیس نے اسی طرح روایت کیا جسطرح سفیان نے کیا اور سفیان کی بات درست ہے۔

شرح الحديث **شرح السند:** پہلی سند میں سماک سے روایت کرنے والے سفیان تھے اور اس دوسری سند میں ان سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں دونوں کی روایت میں بین فرق ہے، سفیان کی روایت میں سراویل کی بیچ کرنے والے سوید بن قیس ہیں اور ان کے ساتھ مخرفہ بھی شامل ہیں اور شعبہ کی روایت میں بجائے سوید اور مخرفہ کے ابو صفوان ہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ قَيْسٌ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ، "وَالْقَوْلُ قَوْلُ: سُفْيَانَ": امام ابو داودؒ نے سفیان کا متابع قیس کو بیان کر کے سفیان کی روایت کو شعبہ کی روایت پر ترجیح دی اسی طرح امام نسائیؒ نے بھی حدیث سفیان کو اشبہ بالصواب قرار دیا ہے، نیز نسائی اور ابن ماجہ (۲۲۲۱) کی ایک روایت میں سَمِعْتُ مَالِكًا أَبَا صَفْوَانَ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوید بن قیس اور ابو صفوان دو شخص الگ الگ ہیں ابو صفوان کا نام مالک ہے، اور اس میں بعض علماء کی رائے یہ ہے جس کو حاکم کرابیسی اور ابو عمر ابن عبد البرؒ نے نقل کیا ہے کہ ابو صفوان سوید بن قیس ہی کی کنیت ہے (بذل[3]) والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد ـ ج ۲ ص ۴۰۱، قال الهيثمي: رواه أبو يعلى والطبراني في الأوسط، وفيه يوسف بن زياد البصري وهو ضعيف. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ـ ج ۵ ص ۲۱۲)

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي ـ ج ۲ ص ۳۳۴ ـ ۳۳۵

[3] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۴ ص ۳۰۲

٣٣٣٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ، سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: قَالَ: رَجُلٌ لِشُعْبَةَ، خَالَفَكَ سُفْيَانُ، قَالَ: دَمَغْتَنِي وَبَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ، قَالَ: كُلُّ مَنْ خَالَفَ سُفْيَانَ، فَالْقَوْلُ: قَوْلُ سُفْيَانَ.

ترجمہ: ابن ابی رزمہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شعبہ سے کہا کہ سفیان نے آپکی مخالفت کی ہے تو انہوں نے کہا کہ تم نے میرا دماغ چاٹ لیا اور امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یحیٰ بن معین فرماتے تھے کہ جو بھی سفیان کی مخالفت کرے تو سفیان کا قول ہی صحیح ہوگا۔

٣٣٣٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: «كَانَ سُفْيَانُ أَحْفَظَ مِنِّي».

ترجمہ: شعبہ سے روایت ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ حافظے والے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٣٠٥) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٣٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٠) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٧٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٢/٤) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٨٥)

شرح الحدیث: قَالَ: رَجُلٌ لِشُعْبَةَ، خَالَفَكَ سُفْيَانُ، قَالَ: دَمَغْتَنِي: یعنی کسی شخص نے راوی حدیث شعبہ بن الحجاج، جو کبار محدثین سے ہیں ان سے یہ کہا کہ آپ کی سفیان نے فلاں بات میں مخالفت کی ہے (یا تو یہی مخالفت جو حدیث الباب کی سند میں پائی گئی یا اور کوئی مخالفت) تو اس پر شعبہ نے فرمایا کہ تو نے یہ جملہ بول کر (مخالفت سفیان کا) میرا سر توڑ دیا، بظاہر امام شعبہ نے حضرت سفیان ثوری کی مخالفت کو ان کی جلالت شان کے پیش نظر اہمیت دی۔

عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: «كَانَ سُفْيَانُ أَحْفَظَ مِنِّي»: مصنف کی غرض تو ان اقوال کے نقل کرنے سے سفیان کی روایت کی ترجیح مقصود ہے جیسا کہ مصنف پہلے خود فرما چکے ہیں۔

دوسری بات جو ہمیں کہنی ہے کہ یہ دونوں ہی بڑے جلیل القدر محدثین میں ہیں، یہ آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے چنانچہ شعبہ خود فرمارہے ہیں کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں، اور سفیان ثوریؒ سے شعبہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: شعبة أمير المؤمنين في الحديث، چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے: وقال ابن مهدي كان الثوري يقول: شعبة أمير المؤمنين في الحديث [1]۔

٨ - بَابٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ الْمَدِينَةِ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں کہ (وزن میں مکہ والوں کا اعتبار ہے اور) تولنے میں اہل مدینہ کے تول کا اعتبار ہے

یہ ترجمہ بلفظ الحدیث ہے، حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث تحت الباب مذکور ہے: الْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ

[1] تهذيب التهذيب — ج ٤ ص ٣٤٤

أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

۳۳۴۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ، وَأَبُو أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، وَافَقَهُمَا فِي الْمَتْنِ، وَقَالَ أَبُو أَحْمَدَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مَكَانَ ابْنِ عُمَرَ. وَرَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، قَالَ: «وَزْنُ الْمَدِينَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَاخْتُلِفَ فِي الْمَتْنِ فِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ناپنے (وزن کرنے) میں اہل مکہ کا اعتبار ہے اور تولنے میں اہل مدینہ کا اعتبار ہے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح یہ حدیث فریابی اور ابواحمد نے سفیان سے روایت کی اور ابن دکین راوی اور ان دونوں کا متن حدیث ایک ہی ہے اور ابواحمد نے حضرت ابن عمرؓ کی جگہ ابن عباسؓ کا نام لیا اور اسی کو ولید بن مسلم نے حضرت حنظلہ سے روایت کیا تو کہا کہ وزن کرنے میں اہل مدینہ کا اور ناپنے میں اہل مکہ کا اعتبار ہے اور امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار عن عطاء عن النبی ﷺ والی سند کے متن حدیث میں اختلاف ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (۲۵۲۰) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٤) سنن أبي داود - البيوع (۳۳٤٠)

شرح الحدیث: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ احکام شرعیہ یعنی زکاۃ صدقۃ الفطر اور کفارات میں وزن تو معتبر ہے اہل مکہ کا اور کیل معتبر ہے اہل مدینہ کا دراہم ودنانیر یہ موزونات میں سے ہیں اور زمین کی پیداوار غلے یہ مکیلات میں سے ہیں اور بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مکہ اصحاب تجارت تھے جن کے لین دین اور معاملات زیادہ تر دراہم ودنانیر سے ہوتے ہیں اور اہل مدینہ اصحاب زراعت تھے جن کے معاملات زیادہ تر مکیال (پیمانہ) یعنی مد اور صاع وغیرہ سے ہوتے ہیں، خطابیؒ فرماتے ہیں کہ دراہم دراصل مختلفة الأوزان ہوتے ہیں مختلف شہروں کے اعتبار سے، اور اہل مدینہ کا تعامل جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے دراہم سے تھا باعتبار عدد کے اور چونکہ دراہم جیسا کہ ابھی گزرا مختلفة الأوزان ہوتے ہیں اس لئے آپ نے اس حدیث میں اہل مدینہ کو توجہ دلائی اس طرف کہ وہ دراہم اور دنانیر میں اہل مکہ کے وزن کا اعتبار رکھیں اور اہل مکہ کا درہم وزن سبعہ ہوتا ہے یعنی ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوتے تھے، لہذا جس شخص کی ملک میں دو سو درہم وزن سبعہ کے اعتبار سے موجود ہوں وہ صاحب نصاب ہوگا اور اس پر زکوۃ واجب ہوگی [1]، وزن سبعہ اور وزن ستہ کا ذکر کتاب الزکاۃ میں گزر چکا ہے۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ، وَأَبُو أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، وَافَقَهُمَا فِي الْمَتْنِ، وَقَالَ أَبُو أَحْمَدَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مَكَانَ ابْنِ

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود ـ ج ۳ ص ٦١

عُمَرَ، وَرَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، فَقَالَ: «وَزْنُ الْمَدِينَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ»: اس حدیث کا مدار حنظلہ پر ہے، حنظلہ سے روایت کرنے والے امام ابوداودؒ کے کلام کے مطابق دو ہیں سفیان اور ولید بن مسلم، اور پھر سفیان سے روایت کرنے والے انکے تین شاگرد ہیں، ابن دکین، فریابی، ابواحمد، ان تینوں کی روایت متن کے اعتبار سے تو متفق ہے یعنی وزن مکہ اور مکیال مدینہ، لیکن سند میں یہ تینوں مختلف ہیں تین میں سے دو یعنی ابن دکین اور فریابی ان دونوں نے اس حدیث کا راوی صحابی ابن عمرؓ کو قرار دیا، اور ابواحمد نے ابن عباسؓ کو۔

اور ولید بن مسلم نے سفیان کی مخالفت کی متن حدیث میں، اس نے متن کو پلٹ دیا اور کہا: وَزْنُ الْمَدِينَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ، اس کے بعد مصنف ایک اور روایت کا حوالہ دیتے ہیں یعنی مرسل عطاء، اور اس کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں کہ اس روایت میں مالک بن دینار کی روایت میں بھی متن مختلف ہے۔

اس روایت کے متن میں مصنف نے کافی اختلاف روایات کو ذکر فرمادیا ہے اور پھر بعد میں کسی ایک طریق کی ترجیح کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں فرمایا، اللّٰھم الا ان یقال کہ وہ ابھی قریب میں اس سے پہلے باب میں یحییٰ بن معین کا یہ مقولہ نقل کر چکے ہیں: كُلُّ مَنْ خَالَفَ سُفْيَانَ، فَالْقَوْلُ: قَوْلُ سُفْيَانَ، لہٰذا سفیان کی روایت کا متن راجح ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث کو صرف ایک ہی طریق سے "باب کم الصاع" کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے: قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَحَدَّثَنِيهِ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ وَأَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ».

٩ ـ بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الدَّيْنِ

قرض کے لین دین کے بارے میں تاکیدی حکم کا بیان

٣٣٤١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ سَمْعَانَ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟» فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: «هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟» فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: «هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟» فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ؟ أَمَا إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ» . فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَّى عَنْهُ حَتَّى مَا بَقِيَ أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَمْعَانُ بْنُ مُشَنَّجٍ».

ترجمہ: سمعان حضرت سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو فرمایا کہ یہاں فلاں قبیلہ کا کوئی شخص موجود ہے؟ اس پر کسی نے کوئی جواب نہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ یہاں

فلاں قبیلہ کا کوئی شخص موجود ہے؟ تو کسی نے جواب نہ دیا آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کیا: یہاں فلاں قبیلہ کا کوئی شخص موجود ہے؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں ہوں یا رسول اللہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی دوسری دفعہ میں کیوں جواب نہ دیا تھا بے شک میں تم سے اچھی ہی بات کہنا چاہتا تھا کہ تمہارا ایک ساتھی قبر میں اپنے قرض کی وجہ سے ماخوذ ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اسکے ذمہ جتنا بھی دین تھا سب اس شخص نے ادا کر دیا یہاں تک کہ کوئی شخص اس سے کچھ مانگنے والا باقی نہ رہا۔

تخریج سنن النسائي - البيوع (٤٦٨٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٣/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٠/٥)

شرح الحدیث فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ؟ أَمَا إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا:
حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو خطاب فرمایا اور اس میں آپ ﷺ نے ایک قبیلہ کا نام لے کر یہ دریافت فرمایا کہ اس قبیلہ کا یہاں کوئی فرد موجود ہے ان پر کوئی نہیں بولا، آپ ﷺ نے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ یہی پوچھا تیسری بار میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: میں ہوں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا: پہلی اور دوسری مرتبہ کیوں نہیں جواب دیا تھا بیشک میں تم سے اچھی ہی بات کہنا چاہتا تھا (وہ یہ کہ) تمہارا ایک ساتھی قبر میں اپنے دین کی وجہ سے ماخوذ ومقید ہے آگے راوی کہہ رہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ذمہ جتنا بھی دین تھا وہ سب ادا کر دیا تھا۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣٣٤٢ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، يَقُولُ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللهُ عَنْهَا، أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً».

ترجمہ سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو عبد اللہ قرشی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری سے سنا کہ وہ اپنے والد کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ان کبائر کے بعد جن سے اللہ پاک نے منع فرما رکھا ہے وہ گناہ ہے جس کو لے کر بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اس حال میں مرے کہ اسکے ذمہ قرض ہو جس کو ادا کرنے کیلئے کچھ مال نہ چھوڑا ہو۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٢/٤)

شرح الحدیث ابو موسیٰ اشعریؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیشک گناہوں میں سب سے بڑا گناہ جن کو لے کر

بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے یہ ہے کہ مرے کوئی شخص اس حال میں کہ اس کے ذمہ دَین ہو جس کو ادا کرنے کے لئے کچھ مال نہ چھوڑا ہو۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ حقوق اللہ کی بناء مصالحت اور مسامحت پر ہے بخلاف حقوق العباد کے کہ ان کا مسئلہ شدید ہے جیسا کہ اس حدیث میں گزرا یغفر کل ذنب الشھید إلا الدین اور اس حدیث میں دین کو کبائر کے بعد رکھا ہے، اس سوال کا جواب طیبیؒ نے دیا ہے کہ وہ جو حدیث میں گزرا ہے کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے وہ حدیث لوگوں کو دین سے بچانے کے لئے اور ڈرانے کے لئے علی سبیل المبالغہ تھی، اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے، طیبیؒ نے پھر ایک اور سوال قائم کیا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ نفس دین تو معصیت نہیں بلکہ وہ تو مندوب الیہ ہے چہ جائیکہ گناہ ہو، پھر اس کا جواب انہوں نے خود ہی یہ دیا کہ یہ تو صحیح ہے کہ نفس دین منہی عنہ نہیں بلکہ مندوب الیہ ہے، بلکہ اس کا گناہ ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے وہ یہ کہ دین حقوق الناس کی اضاعت کا سبب بن جاتا ہے بخلاف کبائر کے کہ وہ فی حد ذاتہا قبیح اور ممنوع ہیں اھ[1]، عزیزی شارح جامع الصغیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو وعید ہے دین پر یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدیون اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرے (یعنی دین کے ادا کرنے میں مستعد نہ ہو) یا اس صورت پر محمول ہے جب کہ دین کسی معصیت کے لئے لیا گیا ہو اھ۔ (بذل[2])

٣٣٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَقَالَ: «أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟» قَالُوا: نَعَمْ، دِينَارَانِ، قَالَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ».

ترجمہ: ابو سلمہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس کے ذمہ قرض ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے؟ جواب ملا: جی ہاں دو دینار قرض ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم خود پڑھ لو تو ابو قتادہ انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں تو آپ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر جب اللہ نے آپ ﷺ کو فتوحات عطاء فرمائیں تو آپ ﷺ کا یہ معمول ہو گیا کہ آپ فرماتے کہ میں ہر مومن سے اسکی جان

[1] شرح الطيبي على مشكاة المصابيح — ج٧ ص ٢١٨١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٣٠٧

سے بھی زیادہ قریب ہوں تو جو شخص دین چھوڑ کر مر جائے تو اسکی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اسکے ورثاء کا ہے۔

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جو شخص اپنے اوپر دین چھوڑ کر مر جائے تو آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ ایک میت کو لایا گیا آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ اس پر دین تو نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس پر دو دینار کا دین ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ کہ اسکی نماز جنازہ تم ہی پڑھ لو میں نہیں پڑھوں گا اس پر حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ کہ ان دیناروں کی ادائیگی کی ذمہ داری میں لیتا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اس کے بعد حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ معمول شروع میں رہا ہے فتوحات کے زمانہ سے پہلے فتوحات کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، اس جملہ کا مطلب پہلے ہمارے یہاں کتاب الفرائض میں گزر چکا، یعنی یہ کہ میں ہر مومن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں اور فرمایا آپ ﷺ نے جو شخص اپنے ذمہ دین چھوڑ کر مر جائے گا اسکی قضا میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے، اس حدیث میں ادا دین عن المیت کا مسئلہ ہے اس پر کلام آگے آرہا ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٣٤٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، رَفَعَهُ، قَالَ عُثْمَانُ: وحَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، قَالَ: اشْتَرَى مِنْ عِيرٍ تَبِيعًا وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ فَأُرْبِحَ فِيهِ فَبَاعَهُ فَتَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ عَلَى أَرَامِلِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَقَالَ: «لَا أَشْتَرِي بَعْدَهَا شَيْئًا إِلَّا وَعِنْدِي ثَمَنُهُ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اسی گزشتہ حدیث کی طرح مروی ہے کہ فرمایا ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کسی باہر سے آنے والے قافلے سے کوئی چیز خریدی جسکی قیمت آپ کے پاس اسوقت نہیں تھی آپ ﷺ نے اس کو فروخت کیا تو اسمیں منافع حاصل ہوا تو آپ ﷺ نے اس نفع کو بنو عبد المطلب کی بیوہ عورتوں پر تقسیم فرما دیا اور فرمایا کہ اب کے بعد میں کوئی چیز اسوقت تک نہیں خریدوں گا جب تک میرے پاس اسکی قیمت نہ ہو۔

تخریج صحيح مسلم - الجمعة (٨٦٧) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٧٨) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٣) سنن ابن ماجه - المقدمة (٤٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧١/٣)

شرح الحدیث یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کسی باہر سے آنے والے قافلہ سے کوئی چیز خریدی جس کا ثمن آپ ﷺ کے

پاس اس وقت نہیں تھا، یعنی وہ چیز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ادھار خریدی، اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو فروخت کیا تو اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نفع ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس نفع کو اپنے خاندان کی بیوہ عورتوں پر صدقہ فرمادیا اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ کوئی چیز میں ادھار نہیں خریدوں گا۔

صحة الكفالة عن المیت میں اختلاف ائمہ: اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میت کے ذمہ جو دو دینار تھے اس کی ذمہ داری حضرت ابو قتادہؓ نے لے لی، گویا وہ کفیل بن گئے میت کی طرف سے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ میت مفلس کی طرف سے کفالت صحیح ہے، ائمہ ثلاث اور صاحبین کا مسلک تو یہی ہے، لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ اس کفالت کی صحت کے قائل نہیں، اسلئے کہ کفالت کی حقیقت ہے ضم ذمة الاصیل الی ذمة الکفیل فی المطالبة، چنانچہ کفالت کے بعد مکفول لہ کو حق رہتا ہے کہ چاہے تو وہ مطالبہ اصیل یعنی اصل مدیون سے کرے یا اسکے کفیل سے اور یہاں پر موت اصیل کی وجہ سے ذمة الاصیل فنا ہو گیا جب وہ فناہ ہو گیا فکیف ضم ضمة الی ذمة؟ اسی لئے ہدایہ میں امام صاحب کی دلیل میں لکھا ہے کہ یہ کفالت بدین ساقط ہے اسلئے کہ جب محل دین باقی نہیں رہا تو دین بھی باقی نہیں رہا اسلئے یہ کفالت صحیح نہیں، اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کفالت اصطلاحیہ نہیں تھی بلکہ ان صحابی میت کی طرف سے اداء دین کا وعدہ تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابو قتادہ نے جو فرمایا هما علی اس سے اشارہ کفالت سابقہ کی طرف ہو کہ وہ تو میں نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں میں پہلے سے اسکا کفیل ہوں (بذل عن القاری)۔

١٠ ـ بَابٌ فِي الْمَطْلِ

باب ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنے کے بارے میں

٣٣٤٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مالدار آدمی کا (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور اگر تم میں کسی شخص کو کسی مالدار پر حوالہ کیا جائے تو اسے حوالہ قبول کر لینا چاہیے (یعنی قرض دار کسی مالدار آدمی کو اپنے قرض کا حوالہ دے تو دائن مالدار شخص کے حوالہ کو قبول کر لے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الحوالات (٢١٦٦) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٠) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٤) جامع الترمذي - البيوع (١٣٠٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٨٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٠٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٥) موطأ مالك - البيوع (١٣٧٩) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٨٦)

شرح الحديث: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ: یعنی مالدار آدمی کا اداء دین میں تسویف و تاخیر کرنا یہ ظلم ہے، جب وہ اپنے غناء کی وجہ سے فی الحال ادائے دین پر قادر ہے اس کے باوجود اس کا ٹال مٹول کرنا سراسر ظلم ہے، اس حدیث

کے یہی معنی متبادر اور مشہور ہیں اور اس صورت میں مطل کی اضافت فاعل کی طرف ہوگی اور میں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے سا وہ فرماتے تھے کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مطل کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہو یعنی مدیون کا ٹال مٹول کرنا دائن غنی کے ساتھ یہ ظلم ہے یعنی مدیون ادائے دین میں اس بنا پر تاخیر کر رہا ہے کہ اس کا قرض خواہ مالدار ہے یعنی یہ سوچتے ہوئے کہ وہ تو مالدار ہے اس کو کیا جلدی ہے پھر کبھی دے دیں گے۔

اسی حدیث کے بارے میں میں نے استاذ موصوف سے یہ بھی سنا تھا جو کہ حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے کہ میں نے حضرت تھانویؒ کی مجلس میں سب سے پہلی جو حدیث حضرت کی زبان سے سنی وہ یہی حدیث ہے: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔

آگے اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر مدیون اپنے دین کا حوالہ کسی مالدار شخص پر کرے تو پھر دائن کو وہ حوالہ قبول کر لینا چاہئے، اور پھر اسی محال علیہ کا پیچھا کرنا چاہئے، وهذا الامر قيل للندب وقيل للوجوب۔

ملی کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ مَلِيٌّ بتشديد الياء بدون الهمزة كغني لفظاً ومعنًى، اور مَلِئٌ سکون یاء اور ہمزہ کے ساتھ۔

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١١- بَابٌ فِي حُسْنِ الْقَضَاءِ

باب قرض کی احسن طریقے پر ادائیگی کے بارے میں

٣٣٤٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا، فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ، فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطِهِ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً».

ترجمہ: حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص سے جوان نر اونٹ بطور قرض لیا (کچھ روز بعد) آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس شخص کے اونٹ کا قرض ادا کر دوں اسی قسم سے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ان میں ویسا اونٹ تو نہیں مل رہا یہ تو سارے اس سے بہتر اور چھ چھ سال کے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو یہی دے دو اس لئے کہ لوگوں میں بہتر شخص وہ ہے جو دوسرے کا حق بہتر طور پر ادا کرے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٠) جامع الترمذي - البيوع (١٣١٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦١٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٨٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٣٩٠) موطأ مالك - البيوع (١٣٨٤) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٥)۔

شرح الحديث: حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے جوان اونٹ نر بطور قرض لیا (اور اگر مادہ ہو تو اس کو قلوص کہتے ہیں) کچھ روز بعد آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا ادائے

دین کا تو میں نے عرض کیا کہ ان اونٹوں میں جس عمر کا اونٹ آپ ﷺ نے لیا تھا وہ تو ہے نہیں بلکہ عمدہ اور اس سے زیادہ عمر کا ہے (رباعی یعنی جو اونٹ چھ سال کا ہو کر ساتویں میں داخل ہو جائے) آپ ﷺ نے فرمایا وہی دیدو، اسلئے کہ لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو دوسرے کا حق بہتر طریقہ سے ادا کرتا ہو۔

اس حدیث سے شراح نے بہت سے فوائد و مسائل کا استنباط کیا ہے جو بذل [1] میں مذکور ہیں، منجملہ ان کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے استقراض الحیوان، امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ حیوان کو بطور قرض لینا اور دینا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ و شافعیؒ اور جمہور علماء کا [2] إلی آخر ما ذکر فی البذل، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک استقراض الحیوان جائز نہیں، اور ان کے نزدیک اس کی دلیل وہ ہے جو آگے بَابٌ فِي الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً میں آرہی ہے جس کو ہم وہیں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس حدیث پر ایک اشکال و جواب ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے مقرض کو اس کے حق واجب سے بطور حسن قضاء کے زائد دیا، یہ زائد دینا اگر اپنے مال سے ہوتا تب تو درست تھا آپ ﷺ نے دیا یہ صدقہ کے اونٹوں سے جو بیت المال کے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ استقراض آپ ﷺ کا اپنی ضرورت کے لئے تھا پھر جب بیت المال میں اونٹ آئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک اونٹ خرید کر قرض میں دیا فلا اشکال، اور ایک توجیہ اسکی یہ کی گئی ہے کہ جس شخص سے قرض لیا گیا تھا وہ خود اہل ضرورت میں سے تھا اور اہل ضرورت کا حق بیت المال میں ہوتا ہی ہے۔ (بذل) والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣٣٤٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي».

ترجمہ: محارب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میرا نبی کریم ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ نے مجھے اس سے زیادہ بدلہ میں دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٣٢) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٨٥) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٦٤) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٦٣) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧١٥) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٧)

شرح الحدیث: اس پر شراح نے لکھا ہے کہ مستقرض نے ادائے قرض کے وقت، جو قرض لیا تھا اگر اس سے احسن یا اکثر ادا کرے بشرطیکہ یہ زیادتی بغیر کسی شرط اور معاہدہ کے ہو تو دینے والا محسن ہو گا اور مقرض کے لئے اس کا لینا جائز ہو گا، امام

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٣١١

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١١ ص ٣٧

نووی ؒ فرماتے ہیں کہ مقرض کے لئے زیادتی کا لینا جائز ہے خواہ وہ زیادتی صفت کے اعتبار سے ہو یا عدد کے اعتبار سے، اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ زیادتی فی العدد ممنوع ہے [1]، اور ہماری دلیل آپ ﷺ کی حدیث خِيَارُ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً ہے اپنے عموم کے پیش نظر۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۱۲۔ بَابٌ فِي الصَّرْفِ

باب بیع صرف کے بیان میں

بیع الصرف کی تعریف اور حکم: بیع الصرف وہ بیع ہے جس میں عوضین یعنی عوض اور معوض من جنس الاثمان ہوں، یعنی سونا یا چاندی صرف کے لغوی معنی نقل کے ہیں، چونکہ اس بیع میں بدلین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی طرف نقل کرنا فوراً ضروری ہے اسی لئے اس کا نام بیع الصرف رکھا گیا۔

جاننا چاہیئے کہ بیع الصرف کی صحت کیلئے دو شرطیں ہیں: عدم النسيئة مطلقا وعدم التفاصل فی صورة إتحاد الجنس یعنی عدم النسیئہ کا حکم تو ہر حال میں ہے خواہ دونوں متحد الجنس ہوں یا مختلف الجنس، اس بیع میں ادھار تو مطلقاً ناجائز ہے تقابض فی المجلس ضروری ہے اور حکم ثانی یعنی عدم تفاضل یہ صرف اس وقت ہے کہ جب عوضین متحد الجنس ہوں مثلاً دونوں فضہ ہوں یا ذہب اور اگر جنس کا اتحاد نہ ہو جیسے ایک جانب فضہ اور دوسری جانب ذہب اس صورت میں تفاضل جائز ہے، ان دونوں میں سے پہلا حکم یعنی عدم النسیئہ ادھار کا ناجائز ہونا یہ تو اجماعی مسئلہ ہے۔

رباالفضل کے عدم جواز میں بعض صحابہ کا اختلاف: اور حکم ثانی یعنی عدم تفاضل فی صورۃ الاتحاد اس میں جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مسلک تو یہی ہے لیکن بعض صحابہ کا اس میں اختلاف رہا ہے ان سے ربا الفضل کا جواز منقول ہے جیسے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ، ان دونوں میں سے ابن عمرؓ کا تو رجوع ثابت ہے کہ انہوں نے مسلک جمہور کی طرف رجوع کر لیا تھا، لیکن ابن عباسؓ کے رجوع میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں انہوں نے بھی رجوع کر لیا تھا اور بعضوں نے انکے رجوع کی نفی کی ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ ابن عباسؓ سے بھی اس میں رجوع ثابت ہے، وهو الذي اختاره النووي في شرح مسلم [2]، ان دونوں حضرات کا استدلال شروع میں حدیث اسامہ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ سے تھا یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے [3]، جمہور علماء نے اس حدیث کے دو جواب دیئے ہیں یہ کہ ربا سے مراد أربى الربا اور اشد الربا ہے نفس ربا کی نفی نہیں، مطلب یہ ہے کہ بیع الصرف میں شدید حرمت جو ہے وہ نسیئہ میں ہے اور تفاضل کی حرمت اتنی شدید نہیں ہے، اور ایک جواب نسخ کا بھی دیا گیا ہے، نیز جب

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۱ ص ۳۷

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۱ ص ۲۲-۲۳

[3] صحيح البخاري - كتاب البيوع - باب بيع الدينار بالدينار نسأ ۲۰۶۹. صحيح مسلم - كتاب المساقاة - باب بيع الطعام مثلا بمثل ۱۵۹۶

حلت وحرمت میں تعارض ہوتا ہے تو حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے۔

ربا کی تعریف اور اس کی دو قسمیں: مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ربا کی دو قسمیں ہیں: ① ربا الفضل اور ② ربا النسیئۃ، ربا کی تعریف فقہاء نے یہ لکھی ہے: الربا هو الفضل المستحق لأحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض شرط فيه[1] یعنی مخصوص اموال کی بیع میں (یعنی اموال ربویہ جن کا بیان حدیث الباب میں ہے) احد الجانبین میں ایسی زیادتی کا پایا جانا کہ جانب آخر اس زیادتی کے عوض سے خالی ہو مثلاً ایک درہم کی بیع سوا درہم میں کی تو یہاں پر ایک جانب میں ربع درہم کی زیادتی ایسی پائی جارہی ہے جس کا دوسری جانب میں کوئی عوض نہیں اس لئے کہ ایک درہم کے بدلہ میں تو ایک درہم ہو گیا اب اس کے بعد ایک جانب میں جو ربع درہم پایا جارہا ہے اس کا عوض دوسری جانب میں ندارد، لیکن یہ تعریف ربا کی قسمیں مذکورین میں سے ربا الفضل کی ہے اس کی قسم ثانی یعنی ربا النسیہ اس سے اس تعریف کا تعلق نہیں ربا النسیہ تو یہ ہے کہ اموال مخصوصہ کی بیع میں تقابض فی المجلس نہ پایا جائے بلکہ معاملہ کو ادھار پر رکھا جائے یعنی احد المتعاقدین تو معاملہ نقد کر رہا ہے اور فی الحال چیز دے رہا ہے اور دوسرا شخص اس کا عوض فی الحال نہیں دے رہا ہے اس کے بعد آپ حدیث الباب کو لیجئے۔

٣٣٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ».

ترجمہ مالک بن اوس حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سونا چاندی کے بدلے سود ہے مگر جو ہاتھوں ہاتھ ہو اور گیہوں گیہوں کے بدلے سود ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو اور جو جو کے بدلے سود ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٢٧) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٨٦) جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٣) سنن النسائي - البيوع (٤٥٥٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٥٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٤/١) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٧٨)

شرح الحديث على أكمل وجه إن شاء الله اس حدیث میں صرف پانچ چیزیں مذکور ہیں، اور اسکے بعد جو عبادة بن الصامتؓ کی حدیث آرہی ہے اس میں شئی سادس بھی مذکور ہے: وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ۔ اس حدیث میں جو لفظ مکرر یعنی هَاءَ وَهَاءَ ہے، یہ اسمائے افعال میں سے ہے جس کے معنی ہیں خذ اس میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں لیکن مد افصح ہے، سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اس لفظ کی اصل: ھاك ہے یعنی: خذ، کاف (ک) کو حذف کر کے اس کے عوض میں مد اور ہمزہ کو لایا گیا، اور فائق میں لکھا ہے کہ لفظ

[1] الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی — ج ٥ ص ١٨٠

"هاء" اسمائے اصوات میں سے ہے بمعنی خذ، اور اسی سے ہے باری تعالیٰ کا قول: هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ‎[1]، علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ محل نصب میں ہے بنا بر حالیت کے اور الا کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بیع الذهب بالفضہ ربا ہے تمام حالات میں الاحال الحضور والتقابض فی المجلس پس یہ لفظ هاء وهاء کنایہ ہے تقابض سے اھ (بذل [2]) لہذا ترجمہ یہ ہو گا کہ ذہب کی بیع فضہ کے ساتھ ربا ہے جملہ احوال میں مگر اس حال میں کہ متعاقدین میں سے ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا ہو خذ هٰذا یعنی لے بھائی اور دوسرا بھی کہے لے بھائی، اسی کا نام ہے تقابض فی المجالس اور اگر اس طرح نہیں ہو گا تو پھر ربا النسیئہ پایا جائے گا جو کہ حرام ہے۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ یہ حدیث جس میں اموال ربویہ کا ذکر ہے اسمیں اسطرح کے اموال کل چھ بیان کئے گئے ہیں اور ان اشیاء ستہ کے معاملہ کی دو صورتیں حدیث میں مذکور ہیں ایک اتحاد جنس والی کہ دونوں جانب ایک ہی شئی ہو مثلاً دونوں طرف ذہب ہی ہو یا فضہ ہی ہو وهکذا، اور دوسری صورت اختلاف جنس کی بیان کی گئی ہے جیسے ایک جانب ذہب دوسری جانب فضہ، یا ایک جانب حنطہ دوسری جانب شعیر، پہلی صورت کا حکم وجوب مساوات اور تقابض فی المجلس ہے یعنی کمی زیادتی اور ادھار دونوں ناجائز ہیں اور دوسری صورت کا حکم جو حدیث میں مذکور ہے وہ ان دو میں سے صرف ایک ہے یعنی تقابض فی المجلس یعنی ادھار کا حرام ہونا اور مساوات اس صورت میں ضروری نہیں یعنی اس صورت میں فضل اور زیادتی جائز ہے، ربا یعنی حرام نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ سمجھئے کہ ظاہریہ جو کہ منکرین قیاس ہیں [3] ان کے نزدیک اموال ربویہ کا انحصار صرف ان ہی اشیائے ستہ میں ہے اور جمہور علماء ائمہ اربعہ جو قیاس کو حجت شرعیہ مانتے ہیں ان کے نزدیک اموال ربویہ کا انحصار صرف ان اشیائے ستہ میں نہیں بلکہ اور بھی بعض دوسری اشیاء کے لئے اس حکم کو وہ ثابت کرتے ہیں بذریعہ قیاس قیاس نام ہے تعدیۃ الحکم لوجود العلۃ کا یعنی حکم منصوص کی علت معلوم کرنے کے بعد جہاں جہاں وہ علت پائی جاتی ہو اس میں حکم منصوص کو جاری کرنا۔

اشیائے ستہ مذکورہ میں علۃ ربا عند الائمۃ الاربعۃ: اب یہاں ان حضرات ائمہ اربعہ نے ان اشیاء ستہ میں حرمت ربا کی جو علت متعین کی ہے وہ مختلف ہے اور پھر ہر ایک امام کے نزدیک ان اشیائے ستہ کے علاوہ جہاں جہاں وہ علت پائی گئی اس نے وہاں یہ حکم منصوص نافذ کیا اب یہ کہ وہ علت حکم ان حضرات نے کیا متعین کی اسکے بارے میں سنئے، ان حضرات ائمہ نے اس حدیث میں جو اشیائے ستہ مذکور ہیں اس کا اولاً تجزیہ کیا، وہ یہ کہ ذہب وفضہ جن کو ثمنین کہا جاتا ہے ان کو تو الگ رکھا اور باقی اشیائے اربعہ کو الگ کر کے ان میں علیحدہ غور کیا، ثمنین کی علت ربا الگ تجویز کی گئی اور باقی اشیاء کی الگ، امام شافعی ومالک کے

---

[1] لیجیو پڑھیو میرا لکھا (سورۃ الحاقۃ ۱۹)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۳-۴

[3] چنانچہ طائفہ ظاہریہ کے امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم نے انکار قیاس پر مستقل کتاب لکھی "ابطال الرأی والقیاس"۔

نزدیک ثمنین میں علت ربا ثمنیت ہے اور چونکہ ثمنیت خاص صفت ذہب وفضہ ہی کی ہے کسی اور چیز میں نہیں پائی جاتی لہذا ان دونوں اماموں کے نزدیک ثمنین پر تو کسی اور چیز کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اب رہے باقی اشیائے اربعہ، ان میں امام شافعی کے نزدیک علت ربا طُعام ہے یعنی ان اشیاء کا مطعوم ہونا، لہذا جملہ مطعومات کا حکم انکے نزدیک یہی ہوگا جو ان اشیائے اربعہ کا ہے، اور امام مالک کے نزدیک ان اشیاء میں علت ربا اِقتیات وادخار ہے یعنی ان اشیاء میں سے ہر ایک کا قُوتِ مُدَّخَر ہونا یعنی انسان کی ایسی روزی جس کو ذخیرہ بنا کر رکھا جاسکے، لہذا امام مالک کے نزدیک جملہ اَقواتِ مُدَّخَرہ کا یہی حکم ہوگا، مثال کے طور پر ان اشیائے اربعہ میں رُز یعنی چاول کا ذکر نہیں ہے، ذُرہ یعنی جوار، اسکا بھی ذکر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، سب کا حکم یہی ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک ثمنین میں علت ربا ثمنیت نہیں ہے بلکہ وزن ہے یعنی ان دونوں کا شئ موزون ہونا لہذا ان دو کے علاوہ بھی جملہ موزونات کا یہی حکم ہوگا مثلاً حدید نحاس وغیرہ، اور باقی اشیائے اربعہ میں علت ربا حنفیہ کے نزدیک کیل ہے یعنی ان اشیاء کا مکیلی ہونا، لہذا جملہ مکیلات کا حکم یہی ہوگا پس ربا النسیئہ کی علت ہمارے نزدیک بیع کے اندر عوضین کا وزنی یا کیلی ہونا ہے اور ربا الفضل کی علت عوضین کا وزنی یا کیلی ہونے کے ساتھ متحد الجنس ہونا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ ربا کی علت ہمارے نزدیک کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس ہے، اور امام احمد سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک مثل حنفیہ کے اور دوسری مثل شافعیہ کے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فقہاء کرام کا امت پر احسانِ عظیم: ان حضرات فقہائے کرام نے جو کہ ائمہ دین ہیں اپنی عمریں قرآن وحدیث سے استنباط مسائل ہی میں گذاری ہیں، پوری امت پر ان کا احسان عظیم ہے کہ قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کر کے رہتی دنیا تک کے لئے دینی مسائل کی سہولتیں فراہم کر گئے، ایک قصہ یاد آیا جو تعلیم المتعلم میں مذکور ہے، کہ حضرت امام محمدؒ کے انتقال کے بعد کسی نے ان سے خواب میں دریافت کیا کہ موت کے وقت آپ پر کیسی گزری، تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کچھ خبر نہ ہوئی کہ میری روح کیسے نکالی گئی، میں تو اس وقت مکاتب کے مسائل کے استنباط میں مشغول تھا اللہ اکبر! کیا شان تھی شکر اللہ سعیھم واجزل مثوبتھم وحشرنا ومشایخنا معھم۔

۳۳۴۹ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَهِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، بِإِسْنَادِهِ.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے بیچو چاہے وہ خالص (ڈلا) ہو یا سکہ ہو اور چاندی کو چاندی کے بدلے بیچو اس کا ڈلا بھی اور سکہ بھی اور گندم گندم کے بدلے ایک مد ایک مد کے عوض میں اور جو، جو کے بدلے ایک مُد ایک مُد کے عوض اور کھجور کھجور کے بدلے ایک مُد ایک مُد کے عوض اور نمک نمک کے بدلے ایک مُد ایک مُد کے عوض اور جو زیادتی کرے گا یا زیادتی وصول کرے گا اس نے سود لیا اور سونا چاندی کے عوض بیچنا کمی زیادتی کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ جائز ہے اور جو ادھار ہو تو جائز نہیں اور گندم کو جو کے بدلے نقد بیچنے میں کوئی حرج نہیں اگر کمی زیادتی کے ساتھ ہو اور اگر ادھار پر ہو تو جائز نہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سعید بن ابی عروبہ اور ہشام دستوائی نے قتادہ سے اور انہوں نے مسلم بن یسار سے اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۳۳۵۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ، وَيَنْقُصُ وَزَادَ قَالَ: فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا، كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن الصامتؓ نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب ان اجناس میں اختلاف ہو جائے تو جس طرح چاہے بیچو جبکہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٥٨٧) جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٠) سنن النسائي - البيوع (٤٥٦٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٤٩) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٥٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٤/٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٧٩)

شرح الحدیث: اس حدیث میں تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا مذکور ہے تبر کہتے ہیں خالص سونے چاندی کے ٹکڑوں کو جو مضروب نہ ہوں اور عین اسکا مقابل ہے یعنی جو سکہ کی شکل میں ہو، تو آپ ﷺ یہ فرمار ہے ہیں کہ تبر اور عین کا کوئی فرق معتبر نہیں دونوں ایک ہی حکم میں ہیں۔

براور شعیر باعتبار جنس متحد ہیں یا مختلف: نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بر اور شعیر دو مختلف جنس ہیں ائمہ ثلاث کا مسلک یہی ہے اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ ان دونوں کو ایک ہی مانتے ہیں چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

حديث عبادة حديث حسن صحيح وقد روى بعضهم هذا الحديث، عن خالد بهذا الإسناد، وقال: «بيعوا البر بالشعير كيف شئتم يدا بيد»، وهذا قول أكثر أهل العلم، وهو قول سفيان الثوري، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، وقد كره قوم من أهل العلم: أن تباع الحنطة بالشعير إلا مثلا بمثل، وهو قول مالك بن أنس، والقول الأول أصح اھ مختصرا ملخصًا.

فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى: یعنی اتحاد جنس کی صورت میں جو شخص دوسرے کو زائد دے گا یا زائد لے گا تو اس نے ربا اختیار کیا، اور پھر آگے یہ ہے کہ اگر ذہب کی بیع فضہ کے ساتھ ہو اور اسی طرح بُر کی شعیر کے ساتھ ہو اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے

سے زائد ہو تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یدا بید ہو، اور نسیئۃ جائز نہیں۔ حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ وحدیث عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ. قالہ المنذری.

۱۳- بَابٌ فِي حِلْيَةِ السَّيْفِ تُبَاعُ بِالدَّرَاهِمِ

باب تلوار کا سونا دراھم کے بدلے فروخت کرنے کا حکم

۳۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَابْنُ مَنِيعٍ فِيهَا خَرَزٌ مُعَلَّقَةٌ بِذَهَبٍ ابْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ»، فَقَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُمَا»، قَالَ: فَرَدَّهُ حَتَّى مُيِّزَ بَيْنَهُمَا وقَالَ ابْنُ عِيسَى: أَرَدْتُ التِّجَارَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَكَانَ فِي كِتَابِهِ الْحِجَارَةُ فَغَيَّرَهُ، فَقَالَ: التِّجَارَةُ".

ترجمہ فضالہ بن عبید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس خیبر کے سال ایک ہار آیا جس میں سونا اور خرمہرے (یعنی جواہرات اور قیمتی پتھر) لگے ہوئے تھے۔ ابو بکر اور ابن منیع فرماتے ہیں کہ ایسے پتھر تھے جو سونے سے ملمع تھے ایک شخص نے اس کو نو دینار یا سات دینار میں خرید لیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسکی بیع اسوقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کے اجزاء کو الگ الگ نہ کر لیا جائے اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے تو پتھر خریدنے کا ارادہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (خریداری) جائز نہیں جب تک کہ ان کو جدا جدا نہ کر لیا جائے تو اس شخص نے وہ ہار واپس کر دیا یہاں تک کہ سونا اور جواہر کو الگ کر دیا گیا اور ابن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ لفظ أَرَدْتُ التِّجَارَةَ ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اور ان کی کتاب میں الْحِجَارَةُ کا لفظ تھا (لیکن انہوں نے اسکو بدل کر التِّجَارَةُ کا لفظ استعمال کیا ہے)۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (۱۵۹۱) سنن النسائي - البيوع (۴۵۷۳) سنن النسائي - البيوع (۴۵۷۴) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۵۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۹/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۱/۶)

شرح الحدیث عَامَ خَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ: وفي رواية: فِيهَا خَرَزٌ مُعَلَّقَةٌ بِذَهَبٍ ابْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ۔

مال ربوی و غیر ربوی مخلوط کی بیع کا حکم: یعنی حضور ﷺ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا فتح خیبر

والے سال، کہ ایک ہار جس میں سونا اور خر مہرے یعنی جواہرات وغیرہ قیمتی پتھر بھی تھے اور دوسرے روایت میں ہے کہ ایسا قلادہ جس کے اندر خر مہرے سونے کے ساتھ ٹکے ہوئے تھے، اس قلادہ کو ایک شخص نے نویا سات دینار میں خریدا تھا، اور دوسری روایت میں ہے کہ بارہ دینار میں خریدا تھا، اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ خریدنے والا شخص کہتا ہے کہ جب میں نے اس قلادہ کے اجزاء کو الگ الگ کیا تو اس میں سے جو سونا نکلا وہ بارہ دینار سے زائد تھا (یعنی اور دوسری چیزیں جواہر وغیرہ وہ مزید برآں) یہ شخص مذکور کہتا ہے کہ میں نے اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ یعنی اس قسم کے ہار کی بیع مجموعی طور پر جائز نہیں جب تک سب اجزاء کو الگ الگ نہ کر لیا جائے۔

مسئلہ ثابتہ بالحدیث میں مذاہب ائمہ : اگر کسی ہار میں جواہرات کے علاوہ سونا لگا ہوا ہو تو اس کی بیع خالص سونے کے ساتھ یا ایسے ہی جس قلادہ میں چاندی لگی ہوئی ہو اس کی بیع چاندی کے ساتھ امام شافعی واحمد کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں، جب تک سب کو الگ الگ نہ کر لیا جائے، اندیشہ ربا کی وجہ سے، ظاہر حدیث سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے اور حنفیہ کا مذہب اس جیسے مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر کسی طرح بالجزم یہ معلوم ہو کہ وہ خالص سونا اس سونے سے جو قلادہ میں لگا ہوا ہے زائد ہے اور قلادہ والا سونا کم ہے تو اس صورت میں بیع جائز ہوگی، ایک طرف کا سونا دوسری طرف کے سونے کے مقابلہ میں ہو جائے گا اور وہ جو خالص سونے کی زیادتی ہے ایک جانب میں وہ دوسری جانب کے جواہر کے مقابلہ میں ہو جائے گی، اور اس صورت میں کوئی ربا لازم نہیں آئے گا کما ھو ظاھر، یہ صرف ایک صورت تو ہے جواز کی، اور اگر وہ ذہب مُفْرَز (خالص سونا، غیر مخلوط) ذہب مخلوط کے برابر یا اس سے اقل ہو تو ان دونوں صورتوں میں یہ بیع ناجائز ہوگی لزوم ربا کی وجہ سے، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ ذہب مخلوط بالغیر تابع ہو غیر کے بایں طور کہ ثلث یا ثلث سے کم ہو تب تو یہ بیع جائز ہے ورنہ نہیں، اس کے بعد آپ سمجھئے کہ یہاں حدیث میں جو صورت پائی گئی ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا یہ وہی صورت ہے جو حنفیہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے اس لئے کہ اس مثال میں تو ذہب مُفْرَز بجائے اکثر ہونے کے برابر بھی نہیں تھا ذہب مخلوط کے بلکہ اس سے اقل تھا اور یہ ہمارے یہاں بھی ناجائز ہے، لہٰذا حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں، اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حدیث میں تو اس قسم کے قلادہ کی بیع کو تجزیہ وتفصیل سے قبل ناجائز قرار دیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تجزیہ وتفصیل کے بعد جس صورت میں جائز ہوتا ہے اسی صورت میں ہم بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور جس صورت میں ناجائز ہوتا ہے اس کو ہم بھی ناجائز قرار دیتے ہیں، غرض یہ کہ تجزیہ وتفصیل معرفت مقدار کا ذریعہ ہے تاکہ کمی زیادتی کا علم ہو جائے اور ربا لازم نہ آئے، لیکن اگر بدون تجزیہ وتفصیل کے معرفت مقدار حاصل ہو جائے ہم اسی کو جائز قرار دے رہے ہیں اور بغیر اس کے ہم بھی اس کو ناجائز مانتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مدعجوہ اور اس کی شرح و مثال: کتب شافعیہ میں اس مسئلہ [1] کو مسئلہ مد عجوہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے

---

[1] یعنی ربوی وغیر ربوی مال مخلوط کی بیع۔

جیسا کہ امام نوویؒ کے کلام میں شرح مسلم میں مذکور ہے جس کی صورت انہوں نے یہ لکھی ہے کہ اگر ایک جانب میں مد عجوہ اور درہم ہو (یعنی ایک مد تمر جس کے ساتھ ایک درہم بھی ہو) اور اسکی بیع کی جائے مدین عجوہ کے ساتھ یعنی دوسری جانب صرف تمر ہے لیکن بجائے ایک مد کے دو مد، یا درہمین کے ساتھ یعنی یا دوسری جانب صرف درہم ہوں لیکن ایک نہیں بلکہ دو تو یہ جائز نہیں۔ یہ قلادہ والا مسئلہ اس کی تشریح و مذاہب ائمہ امام نوویؒ نے حدیث الباب کے تحت شرح مسلم پر ذکر کئے ہیں [1]، اس کی طرف رجوع کیا جائے ففیہ کلام نفیس فی شرح ھذا الحدیث۔

حدیث الباب میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس ہار خریدنے والے کو اس بیع سے منع فرمایا تو اس نے کہا: إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ، تو آپ ﷺ نے تب بھی اجازت نہیں دی، اس شخص کی مراد یہ تھی کہ شراءِ قلادہ سے میرا مقصود و مطلوب وہ جواہرات ہیں جو اس میں ٹکے ہوئے ہیں، یعنی سونا مقصود نہیں، اور یہ جواہرات اموال ربویہ میں سے ہیں نہیں لہذا اجازت ہونی چاہیے۔

٣٣٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ، وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنَ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ».

ترجمہ: فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیبر کے دن ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جس میں سونا اور پتھر (نگینہ) تھا میں نے ان کو الگ الگ کیا تو اس میں سونا بارہ دینار سے زیادہ کا نکلا تو میں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس (ہار) کو سونا اور نگینہ علیحدہ کئے بغیر فروخت نہ کیا جائے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٥٩١) سنن النسائي - البيوع (٤٥٧٣) سنن النسائي - البيوع (٤٥٧٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١/٦)

٣٣٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنِ الْجُلَاحِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْأُوقِيَّةَ مِنَ الذَّهَبِ بِالدِّينَارِ، قَالَ: غَيْرُ قُتَيْبَةَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ».

ترجمہ: فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور یہود سے دینار کے عوض ایک اوقیہ سونا خرید لیا کرتے تھے۔ قتیبہ کے علاوہ دوسرے راوی نے کہا کہ دو یا تین دینار کے عوض خریدتے تھے پھر آگے دونوں راوی متفق ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر وزن کر کے۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١١ ص ١٨

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٥٩١) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢/٦)

شرح الحديث تُبَايِعُ الْيَهُودَ الْأُوقِيَّةَ مِنَ الذَّهَبِ بِالدِّينَارِ. قَالَ: غَيْرُ قُتَيْبَةَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ: اس حدیث کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ ہم لوگ یہود خیبر کو دو یا تین دینار دیکر ایک وقیہ سونے کا خرید لیتے تھے وقیہ نام ہے چالیس درہم کا، اور ظاہر بات ہے کہ چالیس درہم وزن کے برابر سونا کون فروخت کر سکتا ہے دو یا تین دینار کے بدلہ میں اس لئے یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ الوقیہ من ذہب وخرز وغیرہ یعنی ایسا ہار جس کا وزن چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے جس میں سونا اور خرمہرے وغیرہ ہوتے ہیں اس قسم کے ہار کو دو یا تین دینار میں خرید لیتے تھے۔ قاله النووي (عون)۔ والحديث أخرجه مسلم. قاله المنذري۔

١٤ - بَابٌ فِي اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ

باب چاندی کے عوض میں سونا لینے کا حکم

مسئلہ مترجم بہا کی شرح اور بیان مذاہب: اقْتِضَاء بمعنی الاخذ، یعنی خرید وفروخت کے معاملہ میں اگر دینار سے معاملہ ہوا ہے اس کے بجائے دراہم لینا یا اگر معاملہ دراہم کے ساتھ ہوا ہے اور پھر بعد میں بجائے دراہم کے اسی قیمت کے بقدر دنانیر لینا، ایسا کرنا بحساب قیمت متساویاً تو بالاتفاق جائز ہے اور بالفرض اگر متفاضلاً ہو تب بھی تراضی طرفین کے ساتھ [1] جائز ہے اس لئے کہ اختلاف جنس کی صورت میں تو کمی زیادتی جائز ہے، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یعنی دنانیر کے مقابلہ میں دراہم، یا دراہم کے عوض میں دنانیر لیگا وہ بحساب قیمت متساویاً ہی لے گا تفاضل کا اصولاً جائز ہونا وہ امر آخر ہے، لیکن تقابض فی المجلس ضروری ہے جیسے کہ تمام اموال ربویہ کا حکم ہے کیونکہ یہ عقد عقدِ صرف ہوگا جس میں تقابض فی المجلس ضروری ہے، خطابیؒ فرماتے ہیں: وقد اختلف الناس في اقتضاء الدراهم من الدنانير فذهب أكثر أهل العلم إلى جوازه ومنع من ذلك أبو سلمة بن عبد الرحمن وابن شبرمة، وكان ابن أبي ليلى يكره ذلك إلا بسعر يومه ولم يعتبر غيره السعر ولم يتأولوا كان ذلك بأغلى أو بأرخص من سعر اليوم اهـ [2] یعنی ابن ابی لیلیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کا تبادلہ اس صورت میں جائز ہے کہ جس روز معاملہ ہوا تھا اس روز دراہم و دنانیر کی جو قیمت تھی بازار میں اس قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے ہو ورنہ مکروہ ہے، سعر الیوم جس کو خطابیؒ فرمارہے ہیں وہ حدیث الباب میں مصرح ہے: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ»، لیکن یہ قید بعض طرق میں ہے بعض میں نہیں، چنانچہ باب کی حدیث ثانی میں نہیں، کما قال المصنف باسنادہ ومعناہ الاول انہ لم یذکر 'بِسِعْرِ يَوْمِهَا'. غالباً اسی وجہ سے جمہور نے سعر یوم

[1] لیکن یہ جواز تفاضل صرف حنفیہ کا مسلک ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک جائز نہیں، کما فی هامش البذل عن الموفق۔

[2] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ٣ ص ٧٤

کے اعتبار کو ضروری قرار نہیں دیا، خطابیؒ کے کلام میں امام احمدؒ کا مسلک مذکور نہیں، ان کے نزدیک سعر الیوم کی قید ضروری ہے کما قال الموفق کما فی ھامش البذل [1]: وفیہ ایضًا: قلت حکی الشوکانی تقییدہ عن أحمد والیہ یشیر کلام الترمذی إذ ذکر فیمن قال بالحدیث أحمد، وبہ جزم الموفق کما سبق اور علامہ سندی کے حاشیہ میں یہ ہے کہ بسعر الیوم کی قید علی طریق الاستحباب ہے۔

۳۳۵۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ، آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، رُوَيْدَكَ أَسْأَلُكَ إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ، وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ».

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بقیع میں اونٹ فروخت کرتا تھا تو میں اونٹ فروخت کرتا تھا دینار کی قیمت سے اور دینار کے بدلے میں دراہم لیتا تھا اور دراہم کی قیمت سے فروخت کرتا تھا تو دینار بدلے میں لیتا تھا یعنی دراہم کے بدلے دینار اور دینار کے بدلے دراہم لیتا تھا پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ کے گھر میں تھے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ٹھہریئے میں آپ سے مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا ہوں تو میں بیچتا تو دینار کے حساب سے ہوں لیکن درہم اسکے بدلے وصول کرلیتا ہوں اور دراہم کے حساب سے بیچتا ہوں تو دینار اسکے عوض لے لیتا ہوں یعنی دراہم کے بدلے دینار اور دینار کے بدلے دراہم لیتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسی دن کے بھاؤ سے لیتے ہو تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی تم دونوں اسوقت تک جدا ہوتے ہو جب تک کہ مبیع پر قبضہ نہ ہو جائے۔

۳۳۵۵ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ لَمْ يَذْكُرْ بِسِعْرِ يَوْمِهَا.

ترجمہ: سماک سے یہ حدیث اسی سند اور معنی کے ساتھ مروی ہے اور پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے اور اس میں اسی دن کے بھاؤ کا ذکر نہیں ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (۱۲۴۲) سنن النسائي - البيوع (۴۵۸۲) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۵۴) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۶۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۸۳) سنن الدارمي - البيوع (۲۵۸۱)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۱۱ - ۱۲

شرح الحديث اس حدیث میں وہی مسئلہ مذکور ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٥ ـ بَابٌ فِي الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

یہ باب اور اس میں جو مسئلہ مذکور ہے اس کا حوالہ ہمارے یہاں "باب في حسن القضاء" میں گزر چکا ہے، استقراض الحیوان کے ذیل میں۔

٣٣٥٦ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً».

ترجمہ: حضرت سمرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٧) سنن النسائي - البيوع (٤٦٢٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٤)

شرح الحديث **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ:** بیع الحیوان بالحیوان اگر یداً بید ہے تو بالاتفاق جائز ہے اور مساوات بھی اس میں ضروری نہیں، تفاضلاً بھی جائز ہے، مثلاً بیع البعیر بالبعیرین، یا بیع العبد بالعبدین، لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ بھی جائز ہے یا نہیں، اس میں دو امام ایک طرف ہیں اور دو ایک طرف، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے کما فی حدیث الباب: نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً، اور امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے، اسی لئے مصنف نے آگے باب قائم کیا ہے "باب في الرخصة في ذلك"، لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس کا جواز اختلاف جنس کی صورت میں ہے، مثلاً ایک طرف اونٹ ہے اور دوسری طرف بکریاں، اور اتحاد جنس کی صورت میں ان کے نزدیک بھی جائز نہیں، تو گویا امام مالکؒ ایک صورت میں حنفیہ و حنابلہ کے ساتھ ہیں اور ایک صورت میں شافعیہ کے، یہ پہلا باب اور اسکی حدیث حنفیہ و حنابلہ کے حق میں ہے اور شافعیہ کے خلاف ہے، امام شافعی و مالک نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ نسیئہ جانبین سے ہو جس کو اصطلاح فقہاء میں بیع الکالیء بالکالیء کہتے ہیں اور اگر جانب واحد سے ہو تو اس کو یہ دونوں حضرات ممنوع قرار نہیں دیتے اسی لئے یہ دونوں حضرات استقراض الحیوان کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ اس میں نسیئہ جانب واحد سے ہوتا ہے اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر ہے یعنی خواہ نسیئہ من الجانبین ہو یا من جانب واحد، اور اسی لئے ان کے نزدیک استقراض الحیوان بھی ناجائز ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

١٦ - بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

اس مسئلہ (جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنے) کی رخصت

٣٣٥٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرِيشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِي قِلَاصِ الصَّدَقَةِ»، فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لشکر کی تیاری کا حکم دیا تو اونٹ ختم ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ صدقہ کی اونٹنیوں کی بنیاد پر (جو پہنچنے والی ہیں) خرید لیں تو وہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے صدقہ کے اونٹ آنے کی شرط پر خریدتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٧١).

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو ایک لشکر کی تجہیز کا حکم فرمایا یعنی سامان جہاد مہیا کرنے کا، انہوں نے اس کی تیاری شروع کر دی، لیکن درمیان میں اونٹوں کی کمی پڑ گئی انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا، تو حضور ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ صدقہ کے اونٹوں کی بنیاد پر لوگوں سے مستعار لے لیں، کہ جب بیت المال میں صدقہ کے اونٹ آئیں گے ان سے یہ دین ادا کر دیا جائے گا، چنانچہ وہ لوگوں سے دو دو اونٹ کے بدلہ میں ایک ایک اونٹ لیتے تھے۔

اس حدیث میں دو باتیں پائی گئیں: استبدال الحیوان بالحیوان متفاضلاً یعنی حیوانات کا تبادلہ تفاضل کے ساتھ، اس میں تو کوئی اشکال نہیں، یہ تو سب کے نزدیک جائز ہے، دوسری چیز ہے نسیہ یعنی اس کا جائز ہونا مصنف کی غرض اس باب سے جواز نسیہ ہی کو بیان کرنا ہے کما فی ترجمۃ الباب۔

حدیث الباب کا حنفیہ و حنابلہ کی طرف سے جواب: یہ حدیث حنفیہ و حنابلہ کے خلاف ہوئی اور شافعیہ کے موافق، ان حضرات کی طرف سے ایک جواب تو اس حدیث کا نسخ کے ساتھ دیا گیا کہ عبد اللہ بن عمرو کی حدیث منسوخ ہے ذکرہ الطحاوی احتمالاً، علامہ شوکانی فرماتے ہیں: لا شك أن أحاديث النهي وإن كان كل واحد منها لا يخلو عن مقال لكنها ثبتت من طريق ثلاثة من الصحابة سمرة (كما في الباب الذي قبله) وجابر بن سمرة وابن عباس وبعضها يقوي بعضا فهي أرجح من حديث واحد غير خال عن المقال وهو حديث عبد الله بن عمرو [1] یعنی منع کی روایات متعدد صحابہ سے مروی ہیں حضرت سمرہ و جابر بن سمرہ اور ابن عباس، اور جواز کی روایت جو کہ صرف ایک ہی طریق سے مروی ہے اور وہ بھی ایسی جو کلام اور

[1] نیل الأوطار من أسرار منتقی الأخبار - ج ٦ ص ٥٦٦

ضعف سے خالی نہیں، اور ویسے بھی اصولاً دلیل تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے دلیل اباحت پر (بذل [1])۔

۱۷۔ بَابٌ فِي ذَلِكَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

باب اسی قسم کی بیع (جانور کو جانور کے عوض) ہاتھ در ہاتھ فروخت کرنے کے متعلق حکم

۳۳۵۸۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک غلام دو غلاموں کے بدلے خرید ا۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٢) جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٩) جامع الترمذي - السير (١٥٩٦) سنن النسائي - البيعة (٤١٨٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦٢١) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٨) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٠)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے دو غلاموں کے بدلہ میں ایک غلام خریدا، یعنی یدًا بید کمافی ترجمۃ الباب، اور یہ بالاتفاق جائز ہے کما مر فی الباب السابق۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی بأتم منه. قاله المنذری۔

۱۸۔ بَابٌ فِي التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

باب کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کرنے کے متعلق حکم

یہ دونوں تائے مثناۃ من فوق سے ہیں اور ایک نسخہ میں فی الثمر بالتمر ہے یعنی پہلا ثاء سے اور دوسرا تاء سے اور راجح بھی یہی نسخہ ثانیہ ہے حدیث الباب کے پیش نظر۔

۳۳۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْبَيْضَاءُ قَالَ: فَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟» قَالُوا نَعَمْ. فَنَهَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، نَحْوَ مَالِكٍ.

ترجمہ: عبد اللہ بن یزید سے روایت ہے کہ زید ابو عیاش نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص سے گیہوں کو عمدہ خشک جو کے عوض فروخت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو سعدؓ نے پوچھا کہ ان میں سے عمدہ کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ گیہوں اس پر انہوں نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے خشک کھجور کو تر کھجور کے عوض

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ١٤

فروخت کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ جواب دیا گیا: جی ہاں اس پر آپ ﷺ نے اس فروخت سے منع فرما دیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اسماعیل بن امیہ نے مالک کی طرح روایت کیا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٢٥) سنن النسائي - البيوع (٤٥٤٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٥٩) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٦٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٥) موطأ مالك - البيوع (١٣١٦)

شرح الحديث من حيث الفقه مضمون حدیث یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کیا حنطہ کی بیع سلت کے ساتھ جائز ہے؟ سلت شعیر کی ایک عمدہ قسم ہوتی ہے جس کا قشر باریک ہوتا ہے یعنی لطیف قسم کا جو، جو عوام میں جو پیمبری کے ساتھ مشہور ہے، تو اس پر حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ ان دو میں عمدہ کونسا ہے سائل نے جواب دیا کہ عمدہ تو گیہوں ہی ہوتا ہے انہوں نے اس کا یہ جواب سن کر بیع سے منع کر دیا، یہ حدیث احادیث مشکلہ میں سے ہے غیر واضح المعنی، اسلئے کہ نہیں معلوم کہ سائل کی غرض بیع نسیئۃ سے ہے یا یدا بید سے اگر سوال کا تعلق بیع نسیئۃ سے ہے تب تو اس مسئلہ کا حکم واضح ہے کہ بالاتفاق ناجائز ہے یہ دونوں اموال ربویہ میں سے ہیں پھر افضل اور غیر افضل سے سوال کے کیا معنی اور اگر مراد اس بیع سے وہ ہے جو ید اً بید ہو تو پھر اس میں دو احتمال ہیں متفاضلاً یا متساویاً، اگر متساویاً مراد ہو تب بالاجماع جائز ہے اور اگر متفاضلاً مراد ہے تو اس صورت میں بھی ائمہ ثلاث اور جمہور کے نزدیک تو جائز ہے لیکن یہ صورت امام مالکؒ کے نزدیک ناجائز ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک جیسا کہ پہلے گزر چکا حنطہ اور شعیر متحد الجنس ہیں اس صورت میں حضرت سعدؓ کا جواب مالکیہ کے مسلک کے موافق ہوگا، ہو سکتا ہے ان کی رائے بھی امام مالکؒ کے موافق ہو لیکن اس صورت میں حضرت سعدؓ کا استدلال کرنا اس حدیث سے جو انہوں نے ذکر فرمائی یعنی بیع التمر بالرطب جس کو حضور ﷺ نے ناجائز قرار دیا تھا اس سے ان کا استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اس حدیث میں بیع التمر بالرطب سے بیع متساویاً مراد ہے نہ کہ متفاضلاً پھر حضرت سعدؓ کا اپنے مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کرنا کیسے درست ہوا اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ یہ حدیث مشکل ہے۔

بیع الرطب بالتمر میں امام صاحب کا اختلاف اور دلیل: بیع الرطب بالتمر کا مسئلہ خود اختلافی ہے اور علماء کے مابین مشہور ہے وہ یہ کہ بیع الرطب بالتمر متساویاً جمہور علماء ائمہ ثلاث اور صاحبین کے نزدیک اسی حدیث کی بنا پر ناجائز ہے اس لئے کہ آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا رطب خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے، تو صحابہ نے عرض کیا جی ہاں کم ہو جاتی ہے، اس پر آپ نے اس سے منع فرما دیا کیونکہ اگرچہ فی الحال مساوات پائی جا رہی ہے لیکن آئندہ مستقبل میں بعد الیبس مساوات باقی نہیں رہے گی لیکن اس مسئلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کی رائے جمہور کے خلاف جواز بیع کی ہے وہ فرماتے ہیں اس لئے کہ رطب دو حال سے خالی نہیں، یا وہ من جنس التمر ہو گی یا نہیں، اگر من جنس التمر ہے تو جس طرح بیع التمر

بالتمر متساويا بالاتفاق جائز ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہونہ چاہیئے اور اگر شق ثانی کو لیا جائے یعنی یہ کہ رطب من جنس التمر نہیں ہے بلکہ خلاف جنس سے ہے تو اس کے بارے میں خود حدیث میں تصریح ہے واذا اختلف الجنسان فبعیوا کیف شئتم ،پس حاصل یہ کہ اگر رطب تمر کی جنس سے ہے تو اول حدیث کے پیش نظر یہ بیع جائز ہونی چاہیئے اور اگر خلاف جنس سے ہے تو پھر آخر حدیث کی وجہ سے یہ بیع جائز ہونی چاہیئے لیکن یہ حدیث سعد بن ابی وقاصؓ جس میں آپ ﷺ نے یہ سوال فرمایا: أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ہے اس کا جواب صاحب ہدایہ وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے وھو مجھول اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث بیع نسیہ پر محمول ہے جیسا کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں صراحۃً آرہا ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ نَسِيئَةً، وفی حاشية البذل عن "البحر الرائق" لو صح الحديث فهو مخالف للروايات الشهيرة التمر بالتمر مثلا بمثل واذا اختلفا فكيف شئتم۔

زید بن عیاش جن کی کنیت ابو عیاش ہے اس راوی کے مجہول اور معروف، اسی طرح ثقہ اور ضعیف ہونے میں علماء رجال کا اختلاف ہے بذل المجہود میں یہ سب اختلاف مذکور ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے [1]۔والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٣٦ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَنَّ أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، يَقُولُ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ نَسِيئَةً»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ مَوْلًى لِبَنِي مَخْزُومٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ عبد اللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ ان کو ابو عیاش نے بتایا کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خشک کھجور کو تر کھجور کے عوض ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو عمران ابن ابی انس نے بنو مخزوم کے مولی سے انہوں نے سعدؓ سے اسی کے مثل روایت کیا۔

تخریج جامع الترمذي-البيوع(١٢٢٥)سنن النسائي-البيوع(٤٥٤٥)سنن أبي داود-البيوع(٣٣٦٠)سنن ابن ماجه-التجارات(٢٢٦٤)

١٩- بَابٌ فِي الْمُزَابَنَةِ

باب بیع مزابنہ کے حکم کے بارے میں

بیع مزابنہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ: بیع مزابنہ کی تعریف یہ ہے بیع ما علی الشجر من التمر بالتمر المجذوز کیلاً یعنی مالک باغ کا ان کھجوروں کو جو درخت پر لگی ہوئی ہیں اندازہ لگا کر ان کھجوروں کے بدلہ میں کیل کر کے بیچنا جو زمین پر ٹوٹی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٥ ص ١٧-١٨

ہوئی رکھی ہیں چونکہ درختوں کی کھجوروں کی مقدار محض اندازے سے متعین کی گئی ہے اس لئے یوں سمجھیے کہ یہ بیع التمر بالتمر جزافاً ہے نہ کہ کیلاً اور اس صورت میں کمی زیادتی کا قوی احتمال ہے جو کہ ربا ہے اسی لئے یہ بیع بالاجماع ناجائز ہے یہ ماخوذ ہے زبن سے بمعنی الدفع، اس بیع میں چونکہ ظن غالب ہوتا ہے اس بات کا کہ متعاقدین میں سے کسی ایک کا زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے کا نقصان جس کا علم بعد میں ہوتا ہے تو اب وہ نقصان کے علم کے بعد کوشش کرتا ہے اس بیع کو فسخ کرنیکی اور اس کا جو مقابل ہے وہ فسخ کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کا نفع بیع کو باقی رکھنے میں ہوتا ہے اس لئے اس میں جانبین سے مدافعت ہوتی ہے اسی لئے اس کو بیع مزابنۃ کہتے ہیں۔

٣٣٦١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا، وَعَنْ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو کٹی کھجور کے عوض اندازے سے بیچنے سے منع فرمایا اور انگوروں کو کشمش کے عوض بیچنے سے منع فرمایا (یعنی اندازے سے) اور کھڑی کھیتی کو گیہوں کے بدلے کیل کرکے (اندازے سے) بیچنے سے منع فرمایا۔

تخریج صحیح البخاري - البیوع (٢٠٦٣) صحیح مسلم - البیوع (١٥٣٤) سنن النسائي - البیوع (٤٥٣٢) سنن النسائي - البیوع (٤٥٣٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٦٥) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (٢/٥) موطأ مالك - البیوع (١٣١٧)

شرح الحدیث یعنی منع فرمایا آپ ﷺ نے ان کھجوروں کی بیع سے جو درخت پر لگی ہوئی ہوں ان کھجوروں کے بدلہ میں جو ٹوٹی ہوئی ہیں کیل کرکے۔ کیلاً کا تعلق ان کھجوروں سے ہے جو زمین پر ٹوٹی ہوئی ہیں، اس لئے کہ جو درخت پر ہیں ان کو ناپنا اور کیل کرنا تو ممکن ہی نہیں، اور اسی طرح منع فرمایا آپ نے انگوروں کی بیع سے جو درختوں پر ہیں کشمش کے بدلہ میں کشمش کو کیل کرکے، اور تیسرا جزء حدیث کا یہ ہے کہ منع فرمایا آپ ﷺ نے کھڑی کھیتی کی بیع سے گیہوں کے بدلہ میں کیل کرکے۔

وجہ منع کی ظاہر ہے کہ ان تمام بیوع کا مدار تخمین پر ہے جس مین تفاضل کا احتمال قوی ہے جو کہ ربا ہے اتحاد جنس کی وجہ سے۔

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه. قاله المنذري۔

٢٠ ـ بَابٌ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

باب عرایا (عطیہ) کی بیع کرنے کا حکم

٣٣٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالتَّمْرِ وَالرُّطَبِ».

ترجمہ: خارجہ بن زید بن ثابت اپنے والد زید بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیع عرایا میں تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے میں (یعنی درخت پر لگی ہوئی کو اتری ہوئی کے عوض) بیچنے کی اجازت دی ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۲۰۷٦) صحیح البخاري - المساقاة (۲۲۵۱) صحیح مسلم - البیوع (۱۵۳۹) جامع الترمذي - البیوع (۱۳۰۰) سنن النسائي - البیوع (٤٥۳٦) سنن أبي داود - البیوع (۳۳٦۲) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲٦۸) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۱۸۱) موطأ مالك - البیوع (۱۳۰۷) سنن الدارمي - البیوع (۲۵۵۸)

شرح الحدیث: **عرایا کی حقیقت اور مصداق میں اختلاف ائمہ:** عرایا عریۃ کی جمع ہے، عریۃ بمعنی عطیہ، اس کی جمع عرایا جیسے عطیہ کی جمع عطایا، عریہ میں جمہور علماء اور حنفیہ کا اختلاف ہے، اس کے حکم میں بھی اور حقیقت میں بھی، چنانچہ آگے مستقل باب آرہا ہے تفسیر العرایا جمہور کے نزدیک عرایا از قبیل بیع ہے، بالفاظ دیگر بیع مزابنہ کا ایک فرد ہے، اور جو حقیقت بیع المزابنہ کی ہے جمہور کے نزدیک وہی حقیقت عرایا کی ہے، لکن لا مطلقا بل فی مقدار مخصوص، یعنی بیع مزابنہ جس کی تفسیر اوپر گزشتہ باب میں گزر چکی ہے وہ عند الجمہور ایک مخصوص مقدار میں جائز ہے، اور اس سے زائد میں جائز نہیں اس مقدار سے اگر زائد ہوگی تو پھر اس کا نام بیع العریہ نہ ہوگا بلکہ بیع المزابنہ ہوگا جو کہ ممنوع ہے اور وہ مخصوص مقدار کیا ہے اس کا باب آگے مستقل آرہا ہے چنانچہ امام نوویؒ [1] نے عریہ کی تعریف جو کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص جس کے پاس تمر یعنی خشک کھجوریں ہیں وہ کسی باغ والے کے پاس جاکر اس طرح معاملہ کرے کہ اپنے باغ کے ان چند درختوں پر جو پھل ہے کسی خارص سے اس کا خرص کرا کے یعنی یہ کہ ان پر جو تر کھجوریں لگی ہوئی ہیں خشک ہونے کے بعد ان کی کیا مقدار رہے گی تو اسی مقدار کے برابر مجھ سے یہ کھجوریں لے لے اور یہ درخت میرے حوالہ کردے پس وہ دونوں تقابض فی المجلس کرلیں مشتری تمر کی وہ مقدار صاحب نخل کے حوالہ کردے اور صاحب نخل ان نخیل کو مشتری کے حوالہ کردے لیکن مخصوص مقدار کے اندر یعنی مادون خمسۃ اوسق اور اگر وہ کھجوریں پورے پانچ وسق ہوں اس میں امام شافعیؒ کے دونوں قول ہیں، اصح القولین عدم جواز ہے [2]۔ اور عند الحنفیہ بیع مزابنہ کا کوئی فرد بھی جائز اور حلال نہیں، اور عریہ جس کی حقیقت عند الجمہور بیع ہے حنفیہ کے نزدیک اس کی حقیقت بیع نہیں ہے بلکہ تبادلہ فی الھبہ ہے جس کی شکل یہ ہے کہ ایک شخص جو بڑے باغ والا ہے وہ اپنے باغ کے چند درختوں کو یعنی ان کے پھلوں کو کسی نادار آدمی کو ہبہ کردے تاکہ وہ نادار شخص بھی ان درختوں کے پھل سے منتفع ہوتا رہے چنانچہ وہ نادار شخص یعنی مُعْرىٰ لہ وقتاً فوقتاً اس باغ میں ان درختوں سے پھل لینے کے لئے جاتا رہتا ہے اس کی اس بار بار آمد و رفت سے اس باغ والے کو گرانی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مع اپنے اہل و عیال کے باغ میں مقیم ہے تو اس پر وہ باغ والا اس اذیت

---

[1] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۱۰ ص ۱۸۷-۱۸۸

[2] بذل کی عبارت میں یہاں نقل میں کاتب سے خطا واقع ہوئی کہ بجائے لا یجوز کے اس میں یجوز لکھا گیا، فلیحرر۔

سے بچنے کیلئے یہ صورت اختیار کرتا ہے کہ وہ اس معری لہ سے یہ کہتا ہے کہ تم اندازہ کر کے بتاؤ کہ ان درختوں پر جو پھل ہیں وہ کتنے ہوں گے تا کہ اسی کے بقدر ہم تم کو تمر یعنی ٹوٹی ہوئی کھجوریں خشک پھلوں کے توڑنے کے وقت میں ادا کر دیں گے، اب ظاہر ہے اس بیچارہ کو کیا اس میں انکار ہو سکتا ہے اس کو تو جو کچھ مل رہا ہے مفت ہی میں ہے، باقاعدہ کوئی بیع تو ہے ہی نہیں وہ اس کو منظور کر لیتا ہے، اور اس کے جائز ہونے میں کوئی تردد کی بات ہی نہیں ہے، پس حنفیہ یہی کہتے ہیں کہ احادیث میں جس عریہ کا ذکر آتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے [1] یعنی معری لہ کو تر کھجوروں کے بدلہ میں جو درخت پر لگی ہوئی ہیں لیکر اس کے بدلہ میں تمر یعنی خشک کھجوریں دے دینا موطا محمد میں بھی امام مالکؒ سے عریہ کی یہی تفسیر منقول ہے حنفیہ کے نزدیک یہ معاملہ صرف واہب اور موہوب لہ کے درمیان ہے اور شافعیہ حنابلہ کے نزدیک چونکہ عریہ کی حقیقت بیع ہے یعنی بیع مزابنہ کا ایک فرد لہٰذا ان کے نزدیک اس قسم کا معاملہ کسی بھی شخص کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جس طرح بیع ہوا کرتی ہے، ان کے نزدیک اس معاملہ کا تعلق واہب اور موہوب لہ سے نہیں، اسی لئے اس کو انہوں نے بیع قرار دیا اور ہر شخص کے ساتھ مقدار مخصوص میں اس بیع کو جائز قرار دیا، اب یہ کہ وہ مقدار مخصوص کیا ہے اس کا بیان آگے مستقل باب میں آ رہا ہے، مالکیہ کا مسلک اس میں بین بین ہے چنانچہ حضرت شیخ نے الأبواب والتراجم میں مذاہب اربعہ اسکے بارے میں اس طرح لکھے ہیں: وحاصل إختلاف الأئمة في ذلك انما رجوع الواهب في هبته بعوض عند الحنفية وشراء الواهب هبة عند المالكية وقال الشافعي وأحمد ان هذا القدر أي مقدار خمسة اوسق مستثنى من النهي عن المزابنة فيجوز بيعه مع الواهب وغيره. كذا في هامش اللامع اه.

۳۳٦۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا».

ترجمہ: سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو (خشک) کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا اور بیع عرایا میں اس کی اجازت دی ہے کہ وہ اسکو کھجوروں کا اندازہ کر کے بیچ سکتا ہے تا کہ صاحب عریہ کے گھر والے تازہ کھجور کھا سکیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۰۷۹) صحيح البخاري - المساقاة (۲۲۵٤) صحيح مسلم - البيوع (۱۵٤۰) جامع الترمذي - البيوع (۱۳۰۳) سنن النسائي - البيوع (٤۵٤۲) سنن النسائي - البيوع (٤۵٤۳) سنن أبي داود - البيوع (۳۳٦۳)

---

[1] بذل المجہود (ج۵ ص۱۹٤) میں بدائع الصنائع (ج۱۵ ص۲۵) سے نقل کیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک عریہ کی تفسیر وہ ہے جس کو امام مالکؒ نے موطا میں ذکر فرمایا ہے: وهو أن يكون لرجل نخيل فيعطي رجلا منها ثمرة نخلة أو نخلتين يلقطهما لعياله. ثم يثقل عليه دخوله حائطه. فيسأله أن يتجاوز له عنها على أن يعطيه بمكيلتها تمرا عند إصرام النخل - وذلك ما لا بأس به عندنا؛ لأنه لا بيع هناك. بل التمر كله لصاحب النخل. فإن شاء سلم له ثمر النخل وإن شاء أعطاه بمكيلتها من التمر. إلا أنه سماه الراوي بيعا لتصوره بصورة البيع. لا أن يكون بيعا حقيقة. بل هو عطية. ألا ترى أنه لم يملكه المعرى له لانعدام القبض؟ فكيف يجعل بيعا؟ ولأنه لو جعل بيعا لكان بيع التمر بالتمر إلى أجل - وإنه لا يجوز بلا خلاف. الى آخر ما في البذل.

٢١- بَابٌ فِي مِقْدَارِ الْعَرِيَّةِ

باب عریہ کی (جائز) مقدار کے بارے میں

٣٣٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ لَنَا الْقَعْنَبِيُّ: فِيمَا قَرَأَ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهُ قُزْمَانُ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ» شَكَّ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ جَابِرٍ، إِلَى أَرْبَعَةِ أَوْسُقٍ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرایا کی بیع میں پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق کی اجازت دی راوی کو پانچ وسق یا اس سے کم کے الفاظ میں شک ہے۔

تخریج صحيح البخاري-البيوع(٢٠٧٨) صحيح البخاري-المساقاة(٢٢٥٣) صحيح مسلم-البيوع(١٥٤١) جامع الترمذي-البيوع(١٣٠١) سنن النسائي-البيوع(٤٥٤١) سنن أبي داود-البيوع(٣٣٦٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٣٧) موطأ مالك-البيوع(١٣٠٨)۔

شرح الحدیث **مسئلۃ الباب کی تشریح اور اس میں اختلاف ائمہ:** یعنی جس مقدار میں عریہ جائز ہے وہ کیا ہے؟ مادون خمسۃ اوسق کے جواز میں تو جمہور کا اتفاق ہے اور مافوق خمسۃ اوسق کے عدم جواز پر اتفاق ہے، اور خمسۃ اوسق یعنی پورے پانچ وسق میں، اس کے بارے میں روایت میں شک راوی ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، اوپر امام نوویؒ کے کلام میں گزر چکا کہ ان کے اس میں دو قول ہیں، اور اصح قول عدم جواز ہے، ابن المنذر فرماتے ہیں کہ پانچ وسق کے اندر رخصت مشکوک فیہ ہے، اور نہی عن المزابنہ ثابت ہے، پس ضروری ہے یہ کہ پانچ وسق کے اندر عریہ مباح نہ ہو سوائے قدر متیقن کے، اور پھر آگے وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت جابرؓ نے بھی روایت کیا ہے فانتھی بہ الی اربعۃ اوساق یعنی جابر کی روایت میں صرف چار ہی وسق مذکور ہیں لہذا صرف اسی مقدار میں عریہ مباح ہوگا اور اس سے زائد میں محظور و ممنوع، ھذا القول صحیح وقد الزمہ المزنی الشافعی وھو لازم علی اصلہ ومعناہ قالہ الخطابی یعنی امام مزنی کی تحقیق بھی یہی ہے [1] اور انہوں نے امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی قرار دیا ہے جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے اھ یہ اشارہ ہے اس طرف جو حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے اذا اصح الحدیث فھو مذھبی، امام احمد کے نزدیک جواز صرف مادون الخمسۃ میں ہے اور مالکیہ کے نزدیک راجح قول پانچ وسق کے جواز کا ہے اور شافعیہ کے نزدیک عدم جواز ہے مثل حنابلہ کے (من التحفہ وغیرہ)۔ والحدیث أخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

---

[1] جو ابن المنذر کی ہے یعنی چار وسق ١٢۔

۲۲۔ بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب عرایا کی وضاحت کے بیان میں

۳۳۶۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: «الْعَرِيَّةُ الرَّجُلُ يُعْرِي النَّخْلَةَ، أَوِ الرَّجُلُ يَسْتَثْنِي مِنْ مَالِهِ النَّخْلَةَ، أَوِ الِاثْنَتَيْنِ يَأْكُلُهَا فَيَبِيعُهَا بِتَمْرٍ».

ترجمہ: عبدربہ بن سعید الانصاری سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عریہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کھجور کا درخت دے یا ایک شخص اپنے باغ میں سے ایک یا دو کھجور کے درخت کا استثناء کرے تاکہ وہ فقیر اس (کے پھل) کو کھائے پھر یہ فقیر اس (مستثنی درخت) کو خشک (اتری ہوئی) کھجور کے عوض فروخت کر دے۔

شرح الحدیث: یعنی ایک شخص (صاحب نخل) دوسرے شخص کو عطا کرتا ہے ثمر نخل پھر بعد میں مُعری لہ مُعرِی کو وہ ثمر نخل فروخت کرتا ہے تمر کے بدلہ میں، حضرتؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ عریہ کی یہ تفسیر اس صورت میں حنفیہ کے مسلک کے موافق ہے [1]، اور اگر يَبِيعُهَا کے معنی یہ لئے جائیں کہ وہ معری لہ معرِی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کرے تب بے شک یہ تفسیر ہمارے مذہب کے خلاف ہوگی [2]، اور دوسری شکل جو اس حدیث میں تفسیر عریہ کی مذکور ہے یعنی "او الرجل يستثني من ماله" اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باغ کے پھلوں کی بیع کے وقت ایک یا دو درخت کا استثناء کرلے یعنی ان کو فروخت نہ کرے اپنے کھانے کے لئے لیکن پھر بعد میں ان دو درختوں کے پھلوں کو بھی تمر کے بدلہ میں اسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دے۔ عرایہ کی تفسیر بالتفصیل پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

۳۳۶۶- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: «الْعَرَايَا أَنْ يَهَبَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ النَّخَلَاتِ، فَيَشُقُّ عَلَيْهِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا فَيَبِيعُهَا، بِمِثْلِ خَرْصِهَا».

ترجمہ: ابن اسحاق سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عرایا یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کھجور کے درخت عطیہ کر دے پھر اس ہدیہ کرنے والے پر گراں گزرے اس شخص کا (کھجور کے پھل لینے کیلئے) آکر کھڑے ہونا تو ہدیہ کرنے والا شخص اس درخت کے پھلوں کا اندازہ کر کے (خشک اتری ہوئی کھجور) جو اسی کے برابر ہو اسکے عوض میں بیچ دے۔

شرح الحدیث: بذل میں اس کے بارے میں لکھا ہے: وهذا التفسير أيضا موافق لما فسر به أبو حنيفة اه [3]، غور کر لیجئے سمجھ

---

[1] لیکن بیع سے صورت بیع مراد ہوگی کما لا یخفی ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲۷

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲۸

میں آجائے گا۔ لیکن بیع سے صورت بیع مراد ہوگی۔

۲۳ - بَابٌ فِي بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب پھلوں کے پکنے سے پہلے ان کو بیچنے کا بیان

یعنی درختوں کے پھلوں کی بیع ان پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے کر دینا، بدوّ بمعنی ظہور، اور صلاح سے مراد قابلیتِ انتفاع۔

٣٣٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ پک نہ جائیں آپ ﷺ نے بائع اور مشتری دونوں ہی کو اس بیع سے منع فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٤١٥) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٧٢) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٤) جامع الترمذي - البيوع (١٢٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥١٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٦٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٠٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٥).

شرح الحديث **مسئلہ مترجم بہا کی صورمختلفہ مع بیان الحکم:** جاننا چاہئے کہ بیع ثمار کی تین صورتیں ہیں: ① قبل الظھور، ② قبل بدو الصلاح، ③ بعد بدو الصلاح، ان میں سے پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع معدوم ہے پھلوں کا ابھی ظہور ہی نہیں ہوا، صرف پھول آنا شروع ہوا ہے (گُھر) اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے انہ یجوز بالاجماع یعنی قابلیت انتفاع کے بعد، اور درمیانی صورت جو کہ ترجمۃ الباب اور حدیث الباب میں مذکور ہے یعنی بیع الثمار قبل بدو الصلاح، اس کی تین صورتیں ہیں بشرط الترك على الاشجار، یعنی خریدار بائع سے شرط کرتا ہے کہ میں اپنے ان پھلوں کو فی الحال توڑ کر تیرے درختوں کو فارغ نہیں کروں گا، یہ بالاجماع ناجائز ہے، اور دوسری صورت ہے بیع بشرط القطع، یعنی بائع نے شرط لگائی کہ ان پھلوں کا اسی حال میں توڑ کر میرے درختوں کو فارغ کرنا ہوگا، یہ بالاتفاق جائز ہے، تیسری صورت ہے اطلاق اور عدم تقیید کی یعنی نہ ترک کی شرط لگائی گئی نہ قطع کی، بلکہ بیع کو مطلق رکھا اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور جمہور کے نزدیک ناجائز، لہذا حدیث الباب میں جو آیا ہے: نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا یہ ہمارے نزدیک بیع بشرط الترک پر محمول ہے، واللہ تعالیٰ اعلم کذا اتذکر من الشروح۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ، وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَّ، وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ رنگدار نہ ہو اور (گیہوں کی) بال کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ اسمیں سفیدی ظاہر نہ ہو جائے اور آفتِ سماوی سے محفوظ نہ ہو جائے یہ منع فرمانا بائع اور مشتری دونوں کو ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (۱٤۱۵) صحيح البخاري - البيوع (۲۰۷۲) صحيح مسلم - البيوع (۱۵۳٤) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۲۶) سنن النسائي - الأيمان والنذور (۳۹۲۱) سنن النسائي - البيوع (٤۵۱۹) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۶۸) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۱٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۵/۲) موطأ مالك - البيوع (۱۳۰۳) سنن الدارمي - البيوع (۲۵۵۵)

شرح الحدیث: یعنی منع فرمایا آپ ﷺ نے تمر کی بیع سے جب تک وہ تمر رنگدار نہ ہو، کھجور پر رنگت کا آنا سرخی یا زردی وغیرہ یہ علامت ہے اسکے صلاح کی لہذا اس سے قبل اس کو فروخت نہ کیا جائے، اور اسی طرح منع فرمایا آپ ﷺ نے بیع سنبل یعنی گیہوں وغیرہ کی بال کی بیع سے جب تک اس گیہوں میں سفیدی نہ آجائے اور وہ آفت سماوی سے محفوظ نہ ہو جائے اس آخری جملہ میں اشارہ ہے علت نہی کی طرف۔ یعنی ان چیزوں کی بیع اگر بالکل شروع میں کر دی جائے تو نہ معلوم بعد میں وہ کونسی آفت سماوی سے ضائع ہو جائے جس میں خریدار کا نقصان ظاہر ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۳۶۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ مَوْلًى لِقُرَيْشٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَنَائِمِ، حَتَّى تُقْسَمَ، وَعَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تُحْرَزَ مِنْ كُلِّ عَارِضٍ، وَأَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ حِزَامٍ»۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ تقسیم نہ ہو اور کھجور کی بیع سے جب تک کہ وہ ہر عارض (سماوی) سے محفوظ نہ ہو جائے اور اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی تہبند باندھے بغیر نماز پڑھے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳۳۶۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۸۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤۵۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤۷۲/۲)

شرح الحدیث: یعنی منع فرمایا آپ ﷺ نے مال غنیمت کی بیع سے جب تک وہ تقسیم نہ ہو، اس لئے کہ تقسیم کے بعد ہی وہ آدمی کی ملکیت میں آتا ہے اور اسی طرح کھجور کی بیع سے یہاں تک کہ وہ محفوظ نہ ہو جائے ہر قسم کے عارض سماوی سے (عارض مثلاً تیز ہوا، آندھی یا اولہ وغیرہ) اور اس سے بھی منع فرمایا آپ ﷺ نے کہ آدمی نماز پڑھے تہبند کو بغیر باندھے حزام یعنی کمر بند و پٹی،

مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے تہبند کو اچھی طرح درست کر کے باندھ لینا چاہئے، تاکہ درمیان نماز کے اس کو درست کرنا نہ پڑے۔ اس کے بعد اور بھی دو حدیثیں اسی مضمون کی آرہی ہیں۔

٣٣٧٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ، حَتَّى تُشْقِحَ» قِيلَ وَمَا تُشْقِحُ، قَالَ: «تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا».

ترجمہ: سعید بن میناء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کو فروخت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ مشقح ہو جائیں سوال کیا گیا مشقح سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ سرخ ہو جائیں اور زرد ہو جائیں اور کھانے کے لائق ہو جائیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٧٧) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٦) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٧٩) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٢)

٣٣٧١ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَّ، وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انگور کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ کالے نہ ہو جائیں اور غلہ کی بیع سے جب تک کہ وہ پک نہ جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٢٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧١) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥٠)

٣٣٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الزِّنَادِ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَمَا ذُكِرَ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ: قَدْ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ وَأَصَابَهُ قُشَامٌ وَأَصَابَهُ مُرَاضٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا فَلَمَّا كَثُرَتْ خُصُومَتُهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا»، لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ.

ترجمہ: یونس فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الزناد سے پھلوں کے پکنے سے پہلے ان کی بیع کے بارے میں سوال کیا اور یہ کہ اس بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ کیا ہے؟ تو وہ فرمانے لگے کہ حضرت عروہ بن زبیر، حضرت سہل بن ابی حثمہ کے واسطے سے حضرت زید بن ثابت سے روایت نقل کرتے ہیں کہ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ لوگ پھلوں کے پکنے سے پہلے ان کی خرید و فروخت کر

لیا کرتے تھے لیکن جب لوگ پھل کاٹتے اور ان کی وصولی کا وقت آتا تو خریدار کہتا کہ پھل پر تو (بیماریاں مثلاً) دمان اور قشام اور مُراض کی قدرتی بیماری آگئی اور اسکی وجہ سے وہ قیمت میں کمی چاہتا جب اس قسم کے جھگڑے کثرت سے نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے لگے تو آپ ﷺ نے بطور مشورہ کے فرمایا کہ (جب تم ان جھگڑوں سے بچ نہیں سکتے تو) تم پھلوں کو پکنے سے پہلے نہ بیچا کرو کیونکہ وہ لوگ بہت جھگڑے اور اختلاف کرنے لگے تھے۔

شرح الحدیث كَانَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں لوگوں کی عادت تھی کہ ثمار کی بیع کرتے تھے قبل بدو الصلاح پھر جب خریدار ان پھلوں کو توڑتے اور بیچنے والوں کی طرف سے ثمن کا تقاضا ہوتا تو خریدار کہتے کہ پھلوں میں فلاں بیماری پیدا ہوگئی تھی اور فلاں بیماری پیدا ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو گیا، دُمان اور قُشام اور مُراض یہ سب عوارض اور بیماریاں ہیں جو پھلوں سے متعلق ہیں۔

شرح کلام الراوی: فَلَمَّا كَثُرَتْ خُصُومَتُهُمْ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا: راوی حدیث حضرت زید بن ثابتؓ فرما رہے ہیں کہ جب اس قسم کی خصومتیں اور جھگڑے ان لوگوں کے درمیان کثرت سے ہونے لگے تو آپ ﷺ نے بطور مشورہ اور خیر خواہی کے فرمایا کہ اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا یعنی یہ کہ جھگڑوں سے بچو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو تو پھر تم پھلوں کی بیع اس طریقہ سے کیوں کرتے ہو یعنی قبل بدو الصلاح۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی جانب سے بیع الثمار قبل بدو صلاحها کی ممانعت حتماً و لازماً نہیں ہے جس کی وجہ سے اس بیع کو فاسد قرار دیا جائے، بلکہ اس طرح کی بیع صحیح ہے اور یہ نہی آپ ﷺ کی جانب سے عارض خصومت کی بناء پر ہے فَإِمَّا لَا کا مطلب یہ ہے ای ان لم تستطیعوا ان لا تنازعوا جیسا کہ ترجمہ میں ہم نے اس کو ظاہر کر دیا۔ والحدیث أخرجه البخاري تعليقاً، قاله المنذري۔

٣٣٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ أَوْ بِالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ پک نہ جائے اور یہ بھی کہ اس کی خرید و فروخت سوائے عرایا والی صورت کے دراہم اور دینار کے ذریعہ ہی کی جائے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٧٧) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٥٢) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٦) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٧٩) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٢/٣)

شرح الحدیث اس آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع دراہم اور دنانیر کے بدلہ میں ہونی چاہیئے،

یعنی تمر مجذوذ کے عوض میں نہ ہونی چاہیئے، کیونکہ اس صورت میں تو وہ بیع مزابنہ ہو جائے گی جو بالاتفاق ممنوع ہے، مگر عرایا کا آپ ﷺ نے استثناء فرمایا، یہ استثناء مسلک جمہور پر تو استثنائے متصل ہے، اور عند الحنفیہ استثناء منقطع، لان العرية ليست ببيع عندهم۔ والحديث أخرجه ابن ماجه مختصراً، قاله المنذري۔

٢٤ - بَابٌ فِي بَيْعِ السِّنِينَ

باب کئی سال تک کے پھلوں کی بیع کرنے کے متعلق حکم

۳۳۷٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ، وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّلُثِ شَيْءٌ، وَهُوَ رَأْيُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی درخت کے کئی سال کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا اور خریدار کو پھل میں ہونے والے نقصان کی قیمت کو کم فرمادیا۔

تخریج: صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٣٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٤/٣)

شرح حدیث: بیع السنین کو بیع معاومہ بھی کہتے ہیں، یعنی دو یا تین سال کے پھلوں کی ایک ساتھ بیع کر دینا، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور یہ بالاجماع ناجائز ہے لانه بيع المعدوم، بلکہ یہ چاہیئے کہ ہر فصل کی بیع اسی سال میں ہونی چاہیئے۔

نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ، وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ: یعنی أمر بوضع الجوائح، وضع کے معنی ساقط کر دینا اور معاف کر دینا، جوائح جمع ہے جائحہ کی یعنی وہ عارض اور آفت سماوی جو پھلوں کو خراب کر دیتی ہے، مطلب یہ ہے کہ جوائح کی وجہ سے پھلوں کے خریداروں کو جو نقصان پہنچے تو مالکان باغ یعنی بیچنے والوں کو یہ مقدار نقصان کی معاف کر دینی چاہیئے۔ آگے چند ابواب کے بعد مستقل باب آرہا ہے: بَابٌ فِي وَضْعِ الْجَائِحَةِ، یہ عفو اور وضع کا جو حکم حدیث میں وارد ہے عند الجمہور استحباب کیلئے ہے، ان کے نزدیک یہ حدیث معروف اور احسان کے قبیل سے ہے اس لئے کہ مبیع میں جو نقصان پایا جاتا ہے بعد قبض المشتری وہ ضمان مشتری میں ہوتا ہے، اصولاً بائع اس کا ذمہ دار نہیں ہے، امام احمدؒ اور بہت سے محدثین کے نزدیک امر وجوب کیلئے ہے، ان کے نزدیک معاف کرنا واجب ہے، آگے ایک اور بھی باب آرہا ہے: بَابٌ فِي تَفْسِيرِ الْجَائِحَةِ، اس پر کلام وہیں آئے گا۔ وقال المنذري: أخرج النسائي الفصلين مفترقين، وأخرج مسلم وابن ماجه عن بيع السنين۔

۳۳۷٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُعَاوَمَةِ» وَقَالَ: أَحَدُهُمَا: بَيْعُ السِّنِينَ.

ترجمہ: ابو زبیر اور سعید بن میناء حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معاومہ کی بیع سے منع فرمایا اور ان میں سے ایک راوی نے کہا کہ کئی سال کی بیع سے۔

تخریج: صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٣١) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧٥) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٤/٣)

شرح الحديث: نَهَى عَنِ الْمُعَاوَمَةِ: اس سے مراد وہی بیع السنین ہے، یہ لفظ عام سے مشتق ہے جس کو باب مفاعلت میں لے گئے، اور ایسے ہی سنہ سے مسانہہ اور شہر سے مشاہرہ، اور یوم سے میاومہ، یعنی روزانہ اور یومیہ۔ والحديث أخرجه مسلم بأتم منه وأخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

٢٥ - بَابٌ فِي بَيْعِ الْغَرَرِ

باب دھوکہ کی بیع کا حکم

٣٣٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ» زَادَ عُثْمَانُ وَالْحَصَاةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا۔ عثمان راوی نے اضافہ کیا کہ بیع حصاۃ (کنکری والی بیع) سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح مسلم - البيوع (١٥١٣) جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٠) سنن النسائي - البيوع (٤٥١٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٧٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٠/٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٤) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٣)

شرح الحديث: نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ، زَادَ عُثْمَانُ وَالْحَصَاةِ: غرر (دھوکہ) یعنی وہ بیع جس میں بائع یا مشتری کا نقصان اور غرر ہو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے یہ ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے جس کے اندر بہت سی بیوع داخل ہو سکتی ہیں مثلاً شئ مجہول کی بیع، عبد آبق کی بیع، اور ایسے ہی ہر غیر مقدور التسلیم کی بیع جیسے بیع السمك في الماء و بیع الطیر فی الھواء اور بیع الحصاۃ یہ ہے کہ احد العاقدین دوسرے سے یہ کہے اذا نبذت الیك الحصاۃ فقد وجب البیع، یعنی بائع یا مشتری دوسرے سے یوں کہے کہ جب میں تیری طرف یہ کنکری پھینک دوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ بیع منعقد ہو گئی، اور یا یہ کہ میں یہ کنکری اس بکریوں کے ریوڑ میں پھینک رہا ہوں جس بکری کو بھی یہ لگے گی اسی کی بیع مانی جائے گی اس صورت میں جہالت مبیع پائی جا رہی ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۳۳۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَمَّا الْبَيْعَتَانِ: فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ، وَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ: فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ، أَوْ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو قسم کی بیع سے اور دو قسم کے کپڑوں سے منع فرمایا۔ دو بیع تو ملامسہ اور منابذہ ہیں اور دو کپڑے ایک تو آدمی ایک کپڑے کو سارے بدن پر لپیٹ لے (اشتمال صماء) اور دوسرے آدمی ایک کپڑا اوڑھ کر گوٹ مار کر بیٹھ جائے کہ شرمگاہ کھلی رہے یا شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

۳۳۷۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ وَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ: أَنْ يَشْتَمِلَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَضَعُ طَرَفَيِ الثَّوْبِ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ، وَيُبْرِزُ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَقُولَ: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ هَذَا الثَّوْبَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَالْمُلَامَسَةُ: أَنْ يَمَسَّهُ بِيَدِهِ وَلَا يَنْشُرُهُ وَلَا يُقَلِّبُهُ، فَإِذَا مَسَّهُ وَجَبَ الْبَيْعُ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے اسی گزشتہ حدیث کو روایت کرتے ہیں اسمیں یہ اضافہ ہے کہ اشتمال صماء یہ ہے کہ آدمی ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا ہو اس کے دونوں کنارے اسکے بائیں کندھے پر ہوں اور دایاں طرف ظاہر ہو اور منابذہ یہ ہے کہ آدمی کہے جب میں یہ کپڑا پھینکوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی اور ملامسہ یہ کہ مشتری اپنے ہاتھ سے کپڑے کو چھولے نہ تو کپڑا کھولے اور نہ پلٹے بس جب چھولیا تو بیع لازم ہو جائے گی۔

۳۳۷۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ وَعَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس کے الفاظ حدیث اسی طرح ہیں جس طرح کہ سفیان اور عبد الرزاق کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (۳٦٠) صحيح البخاري - الصوم (۱۸۹۰) صحيح البخاري - البيوع (۲۰۳۷) صحيح البخاري - اللباس (۵٤۸۲) صحيح البخاري - الاستئذان (۵۹۲۷) صحيح مسلم - البيوع (۱۵۱۲) سنن النسائي - البيوع (٤۵۱۰) سنن النسائي - الزينة (۵۳٤۰) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۷۷) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۷۰) سنن ابن ماجه - اللباس (۳۵۵۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/٦) سنن الدارمي - البيوع (۲۵٦۲)

شرح الحدیث: نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَمَّا الْبَيْعَتَانِ: فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ: یعنی آپ ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع

فرمایااور دو طرح کے پہناوے سے، بیعتان سے مراد بیع ملامسہ اور منابذہ ہے ان دونوں کی تفسیر آئندہ روایت میں آرہی ہے، او لبستین کا مصداق حدیث میں ایک تو اشتمال صماء بیان کیا گیا ہے (اشتمال صماء کی دو تفسیریں کی گئی ہیں جو کتاب الصلاۃ میں ثیاب الصلاۃ کے بیان میں گزر چکیں، اول یہ کہ کسی چادر کو اپنے اوپر اس طرح اوپر سے نیچے لپیٹنا کہ دونوں ہاتھ بھی چادر کے نیچے رہ جائیں جس میں آدمی کے گرنے کا خطرہ رہتا ہے ہاتھوں کے چادر کے اندر ہونے کی وجہ سے، قیل ماخوذ من الصخرۃ الصماء یعنی ٹھوس پتھر، اور دوسری تفسیر اسکی یہ کی گئی ہے کہ بغیر قمیص اور ازار کے ایک چادر کو اس طرح اوڑھا جائے کہ اس کو لپیٹنے کے بعد اس کا کوئی سا ایک سرا دایاں یا بایاں اس جانب کے کندھے پر اٹھا کر ڈال لیا جائے، جس میں کشف عورت ہوتی ہے) اور لبسۂ ثانیہ کا مصداق حدیث میں یہ مذکور ہے: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ کہ ایک چادر میں آدمی اس طرح گوٹ مار کر بیٹھے جس سے کشف فرج ہوتا ہو، یعنی نیچے کا بدن دکھائی دیتا ہو۔

وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَقُولَ: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ هَذَا الثَّوْبَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ: یعنی بائع مشتری سے یوں کہے کہ جب میں تیری طرف یہ کپڑے کا تھان پھینک دوں پس سمجھ لینا کہ بیع لازم ہو گئی، یعنی بغیر ایجاب و قبول کے، اور یا یہ کہ ایجاب و قبول کی نفی مراد نہیں بلکہ لزوم بیع مراد ہے بغیر خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ کے۔

وَالْمُلَامَسَةُ: أَنْ يَمَسَّهُ: یعنی بیع ملامسہ یہ ہے کہ مشتری کے کپڑے پر صرف ہاتھ لگا دینے ہی سے بغیر اسکو کھولے اور بغیر پلٹے بیع لازم ہو جائے، بیع کی ان سب صورتوں اور قسموں میں تراضی طرفین کا فقدان ہوتا ہے خیار رویت و خیار عیب وغیرہ امور کے نہ ہونے کی وجہ سے اور یا فساد کی وجہ سرے سے ایجاب و قبول ہی کا نہ پایا جانا ہے بحسب احد التفسیرین، یہ سب بیوع، بیوع جاہلیہ میں سے ہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه من حديث أبي هريرة مختصراً ومطولاً، قاله المنذري۔

٣٣٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔

٣٣٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَقَالَ: «وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ، أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ بَطْنَهَا، ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ»

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے اسی گزشتہ حدیث کے مثل روایت بیان کی اور فرمایا کہ حبل الحبلہ حمل کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی بچہ جنے جو اسکے پیٹ میں ہے پھر اسکا (پیدا ہونے والے بچے کا) حمل ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٣٦) صحيح البخاري - السلم (٢١٣٧) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٣٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥١٤) جامع الترمذي - البيوع (١٢٢٩) سنن النسائي - البيوع (٤٦٢٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٨٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٩٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٥٧)

شرح الحديث وفيه أربعة أوجه: نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ: ان دونوں لفظوں میں حاء اور باء دونوں مفتوح ہیں، حبلہ میں دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ جمع ہے حابل کی جیسے ظالم کی جمع ظلمہ، ② اور کہا گیا ہے کہ یہ مصدر ہے مطلق حیوان کے معنی میں۔ جاننا چاہئے کہ اس حدیث کی شرح میں چار احتمال ہیں: اول یہ کہ حَبَلِ الْحَبَلَةِ سے مراد جنین ہے، یا جنین الجنین، اور ان دونوں صورتوں میں پھر دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کا مصداق مبیع ہے یا اس سے مقصود بیع الی اجل ہے، یعنی مبیع تو کوئی اور شئی ہے لیکن اس کی تاجیل یعنی ادائے ثمن کی اجل ان دو میں سے کسی ایک کو قرار دیا گیا ہے لہذا یہ کل چار احتمال اس حدیث کے معنی میں ہو گئے ان احتمالات میں سے ایک صورت میں بیع فاسد ہو گی اور ایک صورت میں باطل، یعنی اگر اس کو مبیع پر محمول کیا جائے تو چونکہ ابھی وہ معدوم ہے اس لئے بیع باطل ہو گی اور اگر مبیع شئی آخر ہے اور یہ اس کیلئے اجل ہے، اس صورت میں فاسد ہو گی، یہ تفسیر اسکی یہاں خود کتاب میں موجود ہے چنانچہ راوی کہہ رہا ہے: وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ، أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ بَطْنَهَا، ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ، اس تفسیر میں اس کو جنین الجنین پر محمول کیا گیا، لیکن اس کی تصریح نہیں کہ مراد مبیع ہے یا اجل، اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ یہ حاملہ اونٹنی جو سامنے ہے اس کا حمل پیدا ہونے کے بعد جب خود حاملہ ہو گا تو اس حمل ثانی کی بیع کرتا ہوں یا اس کو اجل قرار دیتا ہوں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦ ـ بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

باب حالت اضطراری کی بیع کا حکم

بیع المضطر کا مصداق اور حکم: مضطر کے دو معنی ہو سکتے ہیں کیونکہ اضطرار کی دو قسمیں ہیں: ① ایک اضطرار لاجل الغير یعنی دوسرے کی زبردستی کی وجہ سے مجبور ہونا جس کو اکراہ کہتے ہیں، ② اور دوسرے معنی اضطرار لاجل الفقير والحاجة یعنی اپنی ناداری کی وجہ سے محتاج اور مضطر ہونا، مضطر بالمعنی الاول کی بیع جمہور کے نزدیک ناجائز اور فاسد ہے، حنفیہ کے نزدیک منعقد ہے، اور مضطر بالمعنی الثانی کی بیع حنفیہ کے نزدیک فاسد ہے اور جمہور کے نزدیک جائز مع الكراهة، كذا أتذكر من درس الشيخ رحمه الله تعالى، ومثله في البذل عن الخطابي، اور اس کے بعد بذل میں در مختار سے بیع المضطر کی شرح یہ کی ہے: هو أن يضطر الرجل إلى طعام أو شراب أو لباس أو غيرها ولا يبيعها البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير، وكذلك في الشراء منه اهـ[1] یعنی ایک شخص کو کھانے پینے کی چیز کی ضرورت ہے مثلاً، اور دوسرے شخص کے پاس وہ چیز موجود ہے لیکن وہ اس کو

---

[1] رد المحتار على الدر المختار -- ج ٧ ص ٢٤٧، بذل المجهود في حل أبي داود -- ج ١٥ ص ٤٠

اس کی عام قیمت پر دینے کے لئے تیار نہیں، بلکہ بہت زائد قیمت پر دیتا ہے اس قسم کی بیع کو در مختار میں فاسد لکھا ہے۔

۳۳۸۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ عَامِرٍ، - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ مُحَمَّدٌ - حَدَّثَنَا شَيْخٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، - أَوْ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ ابْنُ عِيسَى: هَكَذَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ - قَالَ: سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ، وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ[1]} وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ «وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ، وَبَيْعِ الْغَرَرِ، وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْرِكَ».

ترجمہ: بنو تمیم کے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ہمیں خطبہ دیایا (صالح راوی کو شک ہے کہ) حضرت علیؓ نے فرمایا اور ابن عیسیٰ راوی فرماتے ہیں کہ ہشیم نے اسی طرح ہم سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب لوگوں پر ایسا شدید بخل کا زمانہ آنے والا ہے کہ مالدار کا یہ حال ہو گا کہ اس کے پاس جو مال ہو گا اس کو وہ اپنے دانتوں سے دبا کر رکھے گا حالانکہ اسے اس کا حکم نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے پر احسان کرنے کو نہ بھولو، اور (اسوقت) مجبور قسم کے لوگوں سے بیع و شراء کی جائے گی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے بیع مضطر سے منع فرمایا ہے اور دھوکہ کی بیع اور پھلوں کے پکنے سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳۳۸۲) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۱۶)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ عنقریب لوگوں پر ایسا شدید بخل کا زمانہ آنے والا ہے کہ مالدار کا یہ حال ہو گا کہ وہ اپنے مال کو اپنے دانتوں سے بہت مضبوط دبائے گا، حالانکہ لوگ اس کے مامور نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے پر احسان کرنے کو نہ بھولو، یعنی ترک نہ کرو۔ آگے اسی بخل کی ایک شق بیان فرماتے ہیں کہ مجبور قسم کے لوگوں کے ساتھ بیع و شراء کی جائے حالانکہ حضور ﷺ نے بیع المضطر سے منع فرمایا ہے۔

یہاں اس حدیث میں بھی شراح نے مضطر کے معنی میں وہی دو صورتیں لکھی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

۲۷- بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ

باب شرکت کا بیان

۳۳۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع مروی ہے کہ (نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں

[1] اور نہ بھلاؤ احسان کرنا آپس میں (سورۃ البقرۃ: ۲۳۷)

کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے، ایک شریک دوسرے سے خیانت نہ کرے پھر جب وہ خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

شرح الحدیث حاصل حدیث یہ ہے کہ شرکت بہت خیر وبرکت کی چیز ہے بشرطیکہ دیانتداری کے ساتھ ہو خیانت اس میں نہ ہو لیکن جہاں اس میں ذرا خیانت پائی گئی تو ساری خیر وبرکت ختم۔

اقسام شرکت: شرکت کی بہت سی قسمیں ہیں: اولاً اس کی دو قسمیں ہیں: ① شرکت املاک، ② اور شرکت عقود، لیکن یہاں حدیث میں شرکت عقود مراد ہے، جس کی چند قسمیں ہیں: ① شرکت مفاوضہ، ② شرکت عنان، ③ شرکت الصنائع، جس کو شرکت الابدان بھی کہتے ہیں، ④ شرکت الوجوہ، جن کی تفاصیل، احکام وشرائط کتب فقہیہ میں مذکور ہیں اسی طرح ایک خاص قسم اس کی مضاربت بھی ہے، یہ شرکتیں جن کو شریعت نے مشروع فرمایا ہے اگر اصول شرعیہ اور دیانت کے ساتھ ہو تو بڑی خیر و برکت کی چیزیں ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے لیکن آج کل اس زمانہ میں لوگوں نے قسم قسم کے معاملات افزونی مال اور تجارت کے لئے اپنی طرف سے اختراع کر لئے ہیں جو قسمیں شرکت کی شریعت نے مشروع کی تھیں ان کو نہ کوئی جانتا ہے نہ جاننے کی کوشش کرتا ہے، اور موجودہ اختراعی طریقوں کا جو حال اور انجام ہے وہ سب جانتے ہیں کہ ان کی وجہ سے کیسی کیسی مصیبتوں میں لوگ گرفتار ہو رہے ہیں۔

٢٨ ۔ بَابٌ فِي الْمُضَارِبِ يُخَالِفُ

باب مضاربت کرنے والے کا رب المال کی شرائط کی مخالفت کرنے کا بیان

مضاربت جس کا ذکر ابھی گزر چکا یہ بھی ایک قسم کی شرکت ہے جس میں مال ایک شخص کا ہوتا ہے اور دوسری جانب عمل ففی القدوری: المضاربة عقد على الشركة بمال من أحد الشريكين وعمل من الآخر. ولا تصح المضاربة إلا بالمال الذي بينا أن الشركة تصح به. ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعا لا يستحق أحدهما منه دراهم مسماة[1]. یعنی صحت مضاربت کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ اس تجارت سے حاصل ہونے والا نفع صاحب مال اور عامل کے درمیان مشترک ہو مقدار معین نہ ہو، لیکن یہ ضروری نہیں کہ مساوی اور علی النصف ہی ہو بلکہ علی النصف یا علی الثلث جو بھی کچھ ہو مشترک ہو دراہم معینہ کسی ایک کے لئے نہ ہو۔

٣٣٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ، حَدَّثَنِي الْحَيُّ، عَنْ عُرْوَةَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ، قَالَ: «أَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً، أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ

[1] الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري ج ١ ص ٣٧٥-٣٧٦

وَدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ، فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ».

ترجمہ: حضرت عروہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک دینار دیا کہ وہ آپ ﷺ کیلئے ایک قربانی کا جانور خریدیں یا ایک بکری خریدیں تو انہوں نے دو بکریاں خریدیں پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض بیچ دیا پھر وہ ایک بکری اور ایک دینار لیکر حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کیلئے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی تو پھر ایسا حال ہو گیا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں ان کو نفع ہوتا۔

۳۳۸۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، هُوَ أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ، بِهَذَا الْخَبَرِ وَلَفْظُهُ مُخْتَلِفٌ.

ترجمہ: عروہ بارقی اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں اور ان کے الفاظ مختلف ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (۳۴۴۳) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۵۸) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۸۴) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۴۰۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۴/۳۷۶) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۴/۳۷۶)

شرح الحدیث: عروہ بن ابی الجعد البارقی صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ کو ایک دینار عطا فرمایا قربانی کی بکری خریدنے کے لئے، تو انہوں نے ایسا کیا کہ ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں اور پھر ان دو میں سے ایک کو ایک دینار کے بدلہ میں فروخت کر دیا، اور حضور پاک ﷺ کی خدمت میں بکری مع دینار کے پیش کی، آپ ﷺ نے ان کے لئے تجارت میں برکت کی دعاء فرمائی۔

فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ: راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تھے تو اس میں بھی نفع ہوتا تھا، مٹی سے مراد یا تو بطریق مبالغہ بہت گھٹیا اور معمولی چیز ہے اور یا یہ حقیقت پر محمول ہے، اس لئے کہ بعض انواع تراب کی بیع کی جاتی ہے، یہ صحابی آپ ﷺ کی طرف سے وکیل بالشراء تھے یعنی انہوں نے اپنے مؤکل کی بظاہر مخالفت کی کہ شراء اور بیع دونوں کر گزریں، اور ترجمۃ الباب مضارب کے بارے میں ہے لیکن کہہ سکتے ہیں کہ مضارب بھی رب المال کے لئے بمنزلہ وکیل کے ہوتا ہے۔

مسئلہ مترجم بہا میں مذاہب ائمہ: مضارب اگر رب المال کی مخالفت کرے تو خطابیؒ نے امام شافعیؒ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ مخالفت کی صورت میں مضارب نے اگر سامان بعینہ رب المال کے مال سے خریدا ہے تب تو بیع باطل ہے اور اگر اس نے بعینہ اس مال سے سامان نہیں خریدا بلکہ اپنے ذمہ میں رکھ کر خریدا اور پھر ادا کر دیا اسی رب المال کے مال سے تو اس صورت میں یہ سامان تجارت مشتری کے لئے ہوگا، اور وہ مضارب ہر حال میں ضامن ہوگا رب المال کے مال کا اھ [1]، اور جو کچھ

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود – ج ۳ ص ۹۰

نفع ہو گا وہ مضارب ہی کا ہو گا، اور خطابی نے امام احمدؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ مخالفت کی صورت میں ربح رب المال کا ہو گا اور نقصان کا ضامن مضارب ہو گا، اور حنفیہ کے نزدیک مخالفت کی صورت میں ربح سب کا سب مضارب کے لئے ہو گا اور مضارب ہی ضامن ہو گا لحدیث "الغرم بالغنم" لیکن مضارب پر اس ربح کا تصدق واجب ہو گا اس لئے کہ وہ کسب خبیث ہے۔

بیع فضولی میں مذاہب ائمہ: اس حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو رہا ہے صراحۃً وہ بیع فضولی کا ہے، مسئلہ اختلافی ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ بیع موقوفا على إجازة المالك صحیح ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک صرف بیع فضولی جائز ہے، شراء فضولی نہیں اور امام مالک کے نزدیک بیع و شراء دونوں جائز ہیں۔ چنانچہ إرشاد السالك میں ہے: البيع والشراء كلاهما جائز ان موقوفا على اجازة المالك، اور حنابلہ کے نزدیک دونوں ناجائز ہیں کما فی زاد المستقنع: لا يجوز البيع ولا الشراء، اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، قول قدیم میں جائز ہے، وقواه النووي، وفي الجديد لا يجوز، امام شافعیؒ کا استدلال لا تبع ماليس عندك الحديث سے ہے، ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ مالیس عندك سے مراد شئ غیر مقبوض ہے جیسے عبد آبق، اور یا پھر اس حدیث میں نفی مطلق بیع کی نہیں بلکہ بیع باتّ کی نفی ہے، نہی کا تعلق نفس بیع سے نہیں بلکہ بتّ البیع سے ہے بیع باتّ یعنی نافذ اور غیر موقوف۔

حدیث الباب حنفیہ ومالکیہ کی دلیل ہے اور حدیث الباب دلیل جواز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

جاننا چاہئے کہ مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں عروۃ البارقی کی اور دوسری جو آگے (٣٣٨٦) آرہی ہے حکیم بن حزامؓ کی جسکا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انکو ایک مرتبہ ایک دینار دیا قربانی کا جانور خریدنے کیلئے، تو انہوں نے ایک بکری ایک دینار میں خرید کر اسکو دو دینار میں فروخت کیا اور پھر ایک دینار میں ایک اور بکری خرید کر وہ بکری مع دینار کے حضور ﷺ کی خدمت میں لیکر آئے۔

شافعیہ کی طرف سے جواب: یہ دونوں حدیثیں امام شافعی کے قول جدید کے خلاف ہیں، انکی جانب سے پہلی حدیث کا خطابیؒ نے جواب دیا ہے کہ پہلی حدیث کی سند میں حَدَّثَنِي الْحَيُّ ہے یعنی قبیلہ وهو مجهول، اور دوسری حدیث کی سند میں عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ہے وهو أيضا مجهول، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں عروۃ بن ابی الجعد کی حدیث سے متعلق خطابی کا کلام کہ اس حدیث میں حی مجہول ہے یہ فرمایا ہے کہ مصنف نے حدیث عروہ کو دو طریق سے ذکر کیا ہے دوسرے طریق میں عن ابی لبید حدثنی عروة البارقی ہے، اس سند میں کوئی راوی مجہول نہیں، چنانچہ منذری فرماتے ہیں وقد اخرج الترمذي حديث شراء الشاة من رواية ابي لبيد لمازة بن زياد عن عروة، وهو من هذا الطريق حسن اھ، اور حدیث ثانی یعنی حکیم بن حزام کی حدیث کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے سنن ترمذی میں عن حبيب بن ابی ثابت عن

حکیم بن حزام لیکن امام ترمذی نے اس پر یہ کلام کیا ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کا سماع میرے نزدیک حکیم بن حزام سے ثابت نہیں، لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس عدم سماع پر کیا دلیل ہے اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ولا مانع من السماع، ولو سلم فالمرسل عند نا حجة اھ۔ اور صاحب تحفۃ الأحوذی لکھتے ہیں: وحديث عروة البارقي هذا أخرجه أحمد والبخاري وأبو داود وابن ماجه وفي إسناده من عند البخاري سعيد بن زيد أخو حماد وهو مختلف فيه عن أبي لبيد لمازة بن زبار وقد قيل إنه مجهول لكنه قال[1] إنه وثقه ابن سعد وقال حرب سمعت أحمد يثني عليه وقال في التقريب إنه ناصبي أجلد قال المنذري والنووي إسناده صحيح لمجيئه من وجهين وقد رواه البخاري من طريق ابن عيينة عن شعيب بن غرقد سمعت الحي يحدثون عن عروة قال الحافظ الصواب أنه متصل في إسناده مبهم اھ[2]۔ امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے جیسا کہ اوپر ابھی گزرا اور غالباً اسی بنیاد پر انہوں نے امام شافعیؒ کے قولین میں سے قول قدیم صحت جواز بیع فضولی کی تقویت کی ہے کما سبق قریباً، اس مقام پر فتح الباری کو بھی دیکھا جائے تاکہ مزید بصیرت حاصل ہو، امام بخاریؒ نے یہ حدیث مناقب میں بَابِ سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ کے بعد باب بلا ترجمہ میں ذکر کی ہے۔

وقد مر تخريج حديث عروة البارقي وحديث حكيم بن حزام في أثناء البحث۔

٣٣٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ شَيْخٍ، مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَّةً، فَاشْتَرَاهَا بِدِينَارٍ، وَبَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَرَجَعَ فَاشْتَرَى لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَ بِدِينَارٍ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ أَنْ يُبَارَكَ لَهُ فِي تِجَارَتِهِ».

ترجمہ حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دینار دیکر اپنے لئے ایک قربانی کا جانور خریدنے کیلئے بھیجا تو انہوں نے اسے ایک دینار میں خریدا اور دو دینار کے عوض بیچ دیا پھر دوبارہ جاکر ایک دینار میں ایک جانور خریدا اور ایک دینار لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس دینار کو صدقہ کر دیا اور ان کیلئے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٨٦)

---

[1] كذا في الاصل.

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ٤٧١

٢٩ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَّجِرُ فِي مَالِ الرَّجُلِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

باب جو شخص کسی دوسرے کے مال میں (نیک نیتی سے) تجارت کرے اسکی اجازت کے بغیر

یعنی جو شخص دوسرے کے مال میں تجارت کرے بغیر اس کی اجازت کے اس صورت میں جو کچھ ربح حاصل ہوگا وہ حنفیہ کے نزدیک تاجر کیلئے ہوگا اور اسی طرح ضمان بھی اسی پر ہوگا، لیکن یہ کسب کسبِ خبیث ہے، لہٰذا اس قسم کا ربح واجب التصدق ہوگا، اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے مذاہب کی بھی تحقیق کرلی جائے مصنف نے اس باب کے تحت حدیث الغار کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے جو ترجمۃ الباب کے مناسب تھا باقی قصہ کو اختصاراً حذف کر دیا، اور حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث پر جو ترجمہ قائم کیا ہے، وہ یہ ہے: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ اور پھر اس کے تحت انہوں نے حدیث الغار بتمامہ ذکر فرمائی، جو شخص پورا قصہ جاننا چاہے وہ صحیح بخاری کتاب البیوع میں باب مذکور کی طرف رجوع کرے، امام بخاریؒ نے اس حدیث سے بیع فضولی و شراء فضولی کے جواز کو ثابت فرمایا ہے۔

٣٣٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ، أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ صَاحِبِ فَرَقِ الْأَرُزِّ فَلْيَكُنْ مِثْلَهُ» قَالُوا: وَمَنْ صَاحِبُ فَرَقِ الْأَرُزِّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْغَارِ حِينَ سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ اذْكُرُوا أَحْسَنَ عَمَلِكُمْ، قَالَ: "وَقَالَ الثَّالِثُ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا أَمْسَيْتُ عَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُهُ لَهُ حَتَّى جَمَعْتُ لَهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَلَقِيَنِي، فَقَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَذَهَبَ فَاسْتَاقَهَا".

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اس بات کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ چاول کے چند فرق والے شخص کی طرح ہو سکے تو اس کو چاہیئے کہ اسکی طرح ہو جائے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ صاحب الارز کون تھا؟ اے اللہ کے رسول! تو اسوقت آپ ﷺ نے غار والوں کا قصہ بیان فرمایا جسوقت پہاڑ کی چٹان نے ان پر راستہ بند کر دیا تھا تو ان میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ جس نے اپنی زندگی میں کوئی سب سے اچھا عمل کیا ہو (اسکے وسیلہ سے دعا کرے) اسکو بیان کرے (جب دو کے بعد) تیسرے نے بیان کیا تو کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے چاول کے چند فرق کے عوض کام کرایا تھا (جب کام سے فراغت پر) شام ہوئی تو میں نے اسکو اسکا حق پیش کیا تو اس نے اسکو لینے سے انکار کر دیا اور چلا گیا میں نے اس کے ان چاول کے چند صاع کو کھیتی کے ذریعہ خوب بڑھایا یہاں تک کہ اسکی پیداوار سے کھیتی کے بیل اور ان کے چرانے والے

مہیا کر لیے پھر ایک مدت بعد اس نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے میرا حق دو تو میں نے ان بیلوں اور چرواہوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو لیجا یہ سب تیرے ہیں وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔

تخریج صحیح البخاري - الإجارة (۲۱۵۲) صحیح البخاري - المزارعة (۲۲۰۸) صحیح البخاري - أحادیث الأنبیاء (۳۲۷۸) صحیح البخاري - الأدب (۵۶۲۹) سنن أبي داود - البیوع (۳۳۸۷) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۱۶/۲)

شرح الحدیث **حدیث الغار کا ایک قطعہ:** یعنی آپ ﷺ نے فرمایا صحابۂ کرام سے۔ ترغیب کے طور پر۔ جو شخص تم میں سے اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ فرق ارز والے شخص کی طرح ہو سکے تو اس کو اس جیسا ہو جانا چاہیئے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صاحب الارز کون تھا؟ آگے مصنف فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سوال پر حدیث الغار، یعنی غار والوں کا قصہ ذکر فرمایا جب ان پر پہاڑ کی چٹان اوپر سے آپڑی تھی (جس کی وجہ سے غار کا منہ بند ہو گیا)، یہ تین ساتھی تھے جو کہیں سفر میں جارہے تھے راستہ میں جب بارش آئی تو اس سے بچنے کیلیے پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے، جب غار کا منہ بند ہو گیا تو ان تینوں کی آپس میں یہ رائے ہوئی کہ ہم میں سے جس نے جو عمل اپنی زندگی میں اپنے نزدیک سب سے اچھا کیا ہو اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے قال: وَقَالَ الثَّالِثُ، پہلے اور دوسرے کا عمل اس روایت میں مذکور نہیں ان میں سے تیسرے نے اپنے اعمال میں سے یہ عمل ذکر کیا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے فرق ارز کے عوض میں کام کرایا تھا، کام سے فراغ پر شام کے وقت جب میں نے اس پر اس کا حق پیش کیا تو اس نے اس کو لینے سے انکار کر دیا اور بغیر لئے چلا گیا، اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اس کے اس فرق ارز کو کھیتی کے ذریعہ سے خوب بڑھایا یہاں تک کہ اس کی پیداوار اور آمدنی سے اس اجیر کے لئے کھیتی کے بیل اور ان کے چرانے والے مہیا کر لئے، پھر ایک مدت کے بعد وہ اجیر مجھ سے ملاقات کے لئے آیا اور کہا کہ مجھ کو میرا حق دیدے تو میں نے ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو لے جا یہ سب تیرے ہیں، وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم بنحوه أتم منه، قاله المنذري۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت میں اشکال ہے اس لئے کہ ترجمہ ہے تجارت فی مال الغیر اور اس قصہ میں یہ اجیر اپنے فرق ارز کا بوجہ قبضہ نہ ہونے کے مالک ہی نہیں ہوا تھا اس لئے یہ تجارت فی مال الغیر نہ ہوئی بلکہ اس مستاجر کی یہ تنمیہ تصرف فی مال نفسہ تھا لہذا جو کچھ اس مال میں بڑھوتری ہوئی وہ سب ملک مستاجر تھی لیکن اس مستاجر کا ان سب چیزوں کو اجیر کو دیدینا بطور کار خیر اور بطریق تصدق تھا (بذل [1])۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۴۸ - ۴۹

۴۰- بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ عَلَى غَيْرِ رَأْسِ مَالٍ

راس مال (سرمایہ) کے بغیر شرکت کرنے کا بیان

ترجمة الباب کی تشریح اور مذاہب ائمہ: یعنی وہ شرکت جو بغیر راس المال کے ہو، جاننا چاہئے کہ جو شرکت بغیر راس المال کے ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ① شرکۃ فی المباحات، ② اور شرکۃ الصنائع والابدان، اول کی مثال جیسے دو شخص کے پاس کچھ مال نہیں ہے وہ آپس میں یہ معاہدہ کریں کہ ہم دونوں جنگل میں جاکر لکڑی جمع کیا کریں گے اور روزانہ بازار میں لاکر ان کو فروخت کریں گے اور اس صورت میں جو کچھ پیسے حاصل ہوں گے وہ ہم دونوں کے مشترک ہوں گے اور ثانی کی مثال یہ: جیسے دو کاریگر کپڑا سینے والے آپس میں یہ طے کریں کہ ہم دونوں مل کر جتنا کپڑا سی کر تیار کریں گے یہ کمائی ہم دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔

اب ان کا حکم سنئے امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دونوں قسمیں ناجائز ہیں، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں جائز ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک شرکۃ الصنائع تو جائز ہے لیکن شرکت فی المباحات جائز نہیں، مذاہب کی تحقیق یہی ہے، علامہ شوکانی سے بیان مذاہب میں خلط اور گڑبڑ ہوگئی انہوں نے حنفیہ کو مالکیہ کے ساتھ ذکر کر دیا، نیز ان کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک شرکۃ الصنائع اور شرکت فی المباحات ایک ہیں، نبہ علیہ شیخ شیخنا فی البذل [1]۔

۳۳۸۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: "اشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ، وَسَعْدٌ، فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: فَجَاءَ سَعْدٌ بِأَسِيرَيْنِ وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ".

ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اور عمار بن یاسر اور سعد نے ملکر معاہدہ کیا کہ جنگ بدر کے دن ہمیں جو غنیمت حاصل ہوگی اسمیں ہم برابر کے شریک ہونگے...... عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ مال غنیمت میں سے دو غلام لیکر آئے اور میں اور عمار کچھ بھی نہیں لائے۔

شرح الحدیث مطلب تو ظاہر ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اور عمارؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ ہم تینوں نے آپس میں شرکت کا معاملہ کیا جنگ بدر میں حاصل ہونے والی غنیمت میں (یعنی جو کچھ بھی ہم تینوں کو مال غنیمت میں حصہ ملے گا ہم اس کو آپس میں تقسیم کرلیں گے، آگے روایت میں یہ ہے عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ تو مال غنیمت میں دو غلام لے کر آئے اور میں اور عمار کچھ نہیں لائے)۔

اس حدیث میں جو شرکت مذکور ہے وہ شرکت فی المباحات کے قبیل سے ہے اور یہ قسم شرکت کی حنفیہ وشافعیہ دونوں کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۴۹

نزدیک ناجائز ہے، لہذا اس حدیث کا جواب یہ ہوگا انہ فعل بعض الصحابۃ یعنی حدیث غیر مرفوع ہے نیز منقطع ہے لعدم سماع ابی عبیدۃ من أبیه، کما فی البذل [1]۔

حدیث الباب پر ایک اشکال مع جواب: مجھے یہاں پر یہ اشکال ہوا کرتا ہے کہ کتاب الجہاد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث (برقم ۲۷۲۲) گزر چکی: نَفَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِي جَهْلٍ، اور یہاں وہ یہ فرمارہے ہیں: وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ، اب یا تو حدیث الباب کو مرجوح قرار دیا جائے انقطاع کی وجہ سے اور یا اس کی تاویل کی جائے وہ یہ کہ اس حدیث میں نفی غنیمت عامہ کی ہے ممکن ہے عام غنیمت میں ان دونوں کا حصہ حضور ﷺ نے نہ لگایا ہو کیونکہ کتاب الجہاد میں یہ بات گزر چکی ہے: بِأَنَّ غَنَائِمَ بَدْرٍ كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآله وَسَلَّمَ يَدْفَعُهَا لِمَنْ يَشَاءُ، اور سیف ابی جہل جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ملی تھی وہ تو بطور نفل اور حصہ خاصہ کے تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه النسائی وابن ماجه، وهو منقطع فان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیه، قاله المنذری۔

۳۱۔ بَابٌ فِي الْمُزَارَعَةِ

عقد مزارعہ کا بیان

مزارعۃ کا ذکر کتاب البیوع میں: کتاب البیوع چل رہی ہے اسی کے ضمن میں مصنف نے مزارعت کو بھی بیان کیا اس لئے کہ جس طرح بیع وشراء اور تجارت طرق کسب میں سے ہے اسی طرح مزارعت بھی انواع کسب میں سے ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے تو مختلف پیشوں کا ذکر اور اس کے متعدد ابواب کتاب البیوع ہی میں ذکر کئے ہیں باب ما قیل فی الصواغ، باب ذکر القین والحداد، باب الخیاط، باب النساج، باب النجار وغیرہ وغیرہ، لیکن انہوں نے ابواب الحرث والمزارعت کو کتاب البیوع کے بعد مستقل علیحدہ بیان کیا ہے۔

مزارعت کے اقسام مع بیان مذاہب ائمہ: مزارعت کی مختلف صورتیں اور قسمیں ہیں جن میں سے بعض بالاتفاق ناجائز ہیں اور بعض بالاتفاق جائز ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں۔

مزارعت کہتے ہیں دوسرے کی زمین میں کاشت کرنے کو کرایہ پر لے کر، تو گویا مزارعت کراء الارض کا نام ہوا پس اگر کراء الارض بالدراہم وغیرہ ہے تو یہ باتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے اور اگر مزارعت بقسمۃ الارض ہے یعنی اس طرح معاملہ کرنا کہ زمین کے فلاں حصہ میں جو کاشت اور پیداوار ہوگی مالک ارض کہے کہ وہ تو میری ہوگی اور باقی کاشتکار کی یہ بالاتفاق ممنوع ہے کیونکہ اس میں غرر ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ایک صورت مزارعت کی یہ ہے کہ طعام مسمّی کے بدلہ میں ہو یعنی مالک ارض سے یہ کہے کہ میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۵۱

تمہیں یہ زمین غلہ کی اتنی مقدار کے بدلہ میں کرایہ پر دیتا ہوں مثلاً دس بوری گیہوں کی گیہوں کو مطلق رکھے یہ نہ کہے زمین کی پیداوار میں سے یہ صورت ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز ہے اور طعام مسمی اس صورت میں بمنزلہ دراہم کے ہوگا اس میں امام مالک کا اختلاف ہے وہ کراء الارض بطعام مسمی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور ایک قسم مزارعت کی وہ ہے جو بحصة من الخارج ہو یعنی زمین کی پیداوار میں سے کچھ حصہ پر زمین دی جائے مثلاً نصف یا ثلث جو بھی آپس میں طے ہو جائے یہی وہ صورت ہے جو مشہور اور مختلف فیہ بین الائمہ ہے جس کو بٹائی پر زمین دینا کہتے ہیں امام احمد اور صاحبین کے نزدیک مزارعت کی یہ صورت جائز ہے باقی ائمہ ثلاث امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی کے نزدیک ناجائز ہے امام ابوحنیفہ ومالک کے نزدیک تو مطلقاً اور امام شافعی کے نزدیک کما قال النووی مستقلاً تو ناجائز ہے لیکن تبعاً للمساقات جائز ہے ہمارے یہاں فتوی صاحبین کے قول پر ہے یعنی جواز پر ہے لیکن اس کے لئے متعدد شرائط ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں فلیراجع الیہا۔

مساقات کا حکم عند الائمة الاربعة: مزارعت ہی کے قبیل سے ایک اور معاملہ بھی ہے جس کو مساقات کہتے ہیں، جس کا تعلق باغ اور درختوں سے ہوتا ہے جیسا کہ مزارعت کا تعلق زمین سے ہوتا ہے یعنی کوئی شخص باغ والا دوسرے شخص کے ساتھ یہ معاملہ کرے کہ تم ہمارے ان درختوں کی آبپاشی اور خدمت کرو، جو کچھ ان پر پھل آئیں گے اس میں اتنا حصہ تمہارا ہوگا یہ جمہور علماء ائمہ ثلاث وصاحبین سب کے نزدیک جائز ہے إلا الإمام أبا حنيفة کہ انکے نزدیک مساقات بھی جائز نہیں وہ فرماتے ہیں یہ تو کراء معدوم ہے یعنی پھل موجود کہاں ہیں فی الحال جنکے ساتھ معاملہ کیا جارہا ہے، جمہور کہتے ہیں کہ اس معاملہ کا تعلق عمل سے ہے جس طرح مضاربت میں ہوتا ہے وہاں بھی تو نفع فی الحال معدوم ہے پس اب ان اختلافات کا حاصل یہ ہوا کہ امام احمد وصاحبین کے نزدیک مزارعت ومساقات دونوں جائز ہیں، اور امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں ناجائز ہیں، اور امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک مزارعت تو ناجائز ہے اور مساقات جائز ہے لیکن یہ ذہن میں رہے جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ امام شافعی کے نزدیک مزارعت تبعاً للمساقات جائز ہے، یہ تفاصیل ائمہ اربعہ کے مذاہب کے اعتبار سے ہیں، بعض دوسرے علماء کے ان میں اسکے علاوہ بھی مذاہب ہیں چنانچہ طاؤس اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک مزارعت یعنی کراء الارض مطلقاً کسی طرح بھی جائز نہیں، اسی طرح حافظؒ فرماتے ہیں: وبالغ ربيعة فقال لا يجوز كراؤها إلا بالذهب أو الفضة[1]۔

ہم نے اوپر یہ کہا ہے کہ حنفیہ کے یہاں مزارعت میں فتوی صاحبین کے قول پر ہے جو کہ امام احمدؒ کا بھی مذہب ہے امام بخاریؒ نے بھی: بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ قائم کرکے ترجمۃ الباب کے تحت بعض صحابہ اور بہت سے تابعین کے اقوال تعلیقاً اس کے جواز میں نقل فرمائے ہیں۔

جوازِ مزارعت کی حدیث متفق علیہ ہے: اور اس کے بعد پھر ابن عمرؓ کی حدیث مسنداً اس کے جواز میں بیان فرمائی

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري-ج۵ص۲۵

جس کا متن یہ ہے: عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ [1]۔

امام ترمذیؒ نے بھی سب سے پہلے باب میں اسی حدیث ابن عمرؓ کو ذکر فرمایا ہے اور پھر فرماتے ہیں: قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم: لم يروا بالمزارعة بأسا على النصف والثلث والربع، واختار بعضهم: أن يكون البذر من رب الأرض، وهو قول أحمد، وإسحاق، اور پھر اس کے بعد دوسرا مذہب امام مالکؒ وشافعیؒ کا ذکر کیا، کہ وہ اس کو جائز نہیں سمجھتے یعنی بٹائی پر زمین دینے کو اور پھر آگے تیسرا مذہب یہ بیان کیا کہ بعض علماء کے نزدیک کراء الأرض صرف بالذهب والفضة جائز ہے اھ [2]، یہ آخری قول جیسا کہ اوپر حافظؒ کے کلام میں گزرا ربیعۃ الرائی کا ہے یہ حدیث ابن عمرؓ جو دلیل جواز ہے جس کو امام ترمذیؒ نے حدیث حسن صحیح کہا یہ صحاح ستہ کی روایت ہے چنانچہ تحفة الأحوذي میں ہے أخرجه الجماعة۔

مزارعت کے عدم جواز کی حدیث وفیہ اضطراب سنداً ومتناً: اور جو حضرات مزارعت کو ناجائز کہتے ہیں جیسے ائمہ ثلاث انکی دلیل وہ حدیث ہے جسکو امام ترمذیؒ نے مستقلاً دوسرا باب قائم کر کے ان میں ذکر کیا ہے، یعنی رافع بن خدیجؓ کی حدیث جسکو امام ابوداؤد نے متعدد طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وحديث رافع فيه اضطراب يروى هذا الحديث عن رافع بن خديج، عن عمومته، ويروى عنه عن ظهير بن رافع وهو أحد عمومته، وقد روي هذا الحديث عنه على روايات مختلفة اھ [3]، یعنی اس حدیث میں سنداً بھی اضطراب ہے اور متناً بھی، اور یہ تمام مختلف طرق جن کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ فرمایا ہے اور تفصیلاً ان کو ذکر نہیں فرمایا یہاں ابوداؤد میں یہ تمام طرق مختلفہ وروایات مختلفہ تفصیلاً مذکور ہے جیسا کہ آپ کے سامنے کتاب میں موجود ہے۔

رافع بن خدیج کی حدیث میں متناً اضطراب: اس حدیث میں ہم نے جو کہا متناً بھی اختلاف ہے وہ اس طرح کہ اس باب کی چوتھی حدیث (برقم ۳۳۹۲) دیکھئے جس میں اس طرح ہے: سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهَا إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ الخ اس کا مضمون یہ ہے کہ رافع بن خدیجؓ فرمارہے ہیں کہ کراء الارض بالدراھم والدنانیر میں کچھ حرج نہیں،

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المزارعة - باب المزارعة بالشطر ونحوه ۲۲۰۳، صحيح مسلم - كتاب المساقاة - باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع ۱۵۵۱

[2] جامع الترمذي - كتاب الأحكام - باب ما ذكر في المزارعة ۱۳۸۳

[3] جامع الترمذي - كتاب الأحكام - باب من مزارعة ۱۳۸۵

ممانعت تو اسکی ہے جس طرح بعض لوگ حضور ﷺ کے زمانہ میں مزارعت کیا کرتے تھے (تقسیم ارض کے ساتھ) کہ جو پیداوار پانی کی نالیوں پر ہوگی اور نہر کے قریبی حصوں میں وہ تو ہماری اور باقی کاشتکار کی مَاذِیَانَاتِ یعنی مسایل الماء پانی کی نالیاں اور اسکے بہنے کی جگہیں أَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ (یعنی اوائل الجداول) اس روایت کا متن تو یہ ہے، اور اسکے بعد پھر آئندہ آنے والے باب: بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ کی ساتویں حدیث میں (برقم ۳۴۰۱) اس طرح آرہا ہے: إِنِّي لَيَتِيمٌ فِي حِجْرِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَحَجَجْتُ مَعَهُ فَجَاءَهُ أَخِي عِمْرَانُ بْنُ سَهْلٍ، فَقَالَ: أَكْرَيْنَا أَرْضَنَا فُلَانَةَ، بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَقَالَ: «دَعْهُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ». دیکھئے اس میں کراء الارض بالدراہم والدنانیر سے بھی وہ منع کر رہے ہیں، لہذا ترجیح حضرت ابن عمرؓ کی حدیث یعنی حدیث الجواز ہی کو ہوگی، اور یہی ابن عباسؓ کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے یہاں باب کی پہلی حدیث میں ہے۔

۳۳۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: مَا كُنَّا نَرَى بِالْمُزَارَعَةِ بَأْسًا، حَتَّى سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا، فَذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ، فَقَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا وَلَكِنْ قَالَ: «لَأَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَرْضَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرَاجًا مَعْلُومًا».

ترجمہ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ ہم عقد مزارعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ میں نے رافع بن خدیج سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعہ کا معاملہ کرنے سے منع فرمایا تھا..... عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج کی اس حدیث کو طاؤس کے سامنے بیان کیا تو طاؤس نے کہا کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عقد مزارعہ سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زائد زمین بغیر معاوضہ ہدیہ میں دیدے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ اپنے بھائی کو زمین دیکر اس سے زمین کا ایک مقرر شدہ کرایہ وصول کرے۔

تخریج سنن النسائي - الأيمان والنذور (۳۹۱۷) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۸۹) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۳٤)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ تو مزارعت میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے (یعنی تقریباً تمام ہی صحابہؓ) یہاں تک کہ میں نے رافع بن خدیجؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کی اس بات کو طاؤس سے نقل کیا اس پر طاؤس نے کہا کہ مجھ سے میرے استاد ابن عباسؓ نے یہ فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ آدمی اپنی زمین کو منیحہ بنائے یعنی ویسے ہی بغیر عوض کے کاشت کے لئے دوسرے کو دیدے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ اس پر

کوئی اجرت معلومہ لے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ رافع بن خدیج جو حدیث نہی عن المزارعت کے بارے میں روایت کرتے ہیں اس حدیث سے مقصود حضور ﷺ کا تحریم مزارعت کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود صرف ترغیب ہے کہ زمین بجائے بٹائی پر دینے کے مفت دیدی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اسی طرح آگے زید بن ثابتؓ سے بھی حدیث رافعؓ پر نقد آرہا ہے۔

اب اس کے بعد جملہ روایات الباب میں غور کرکے دیکھ لیا جائے سب کا لب لباب اور ماحصل ہم نے بیان کر دیا۔

رافع بن خدیج کی حدیث بھی صحیحین میں موجود ہے: اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے اتباع جنہوں نے رافع بن خدیجؓ کی حدیث پر عمل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سنن کے علاوہ اپنے بعض طرق کے اعتبار سے بخاری و مسلم میں بھی ہے اس حدیث کے جو طرق راجح تھے انہی طرق سے حضرات شیخین نے اس کو لیا ہے اور اس کے متن میں جو اوپر اضطراب بیان کیا گیا ہے اسکے بارے میں محدثین نے اس طریق کو جس میں کراء الارض بالدراہم والدنانیر سے منع وارد ہے اس کو ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ تحفۃ الأحوذي میں ہے: قال الحافظ في الفتح وأما ما رواه الترمذي من طريق مجاهد عن رافع بن خديج في النهي عن كراء الأرض ببعض خراجها أو بدراهم فقد أعله النسائي بأن مجاهدا لم يسمعه من رافع، قال الحافظ وأبو بكر بن عياش في حفظه مقال وقد رواه أبو عوانة وهو أحفظ منه عن شيخه فيه فلم يذكر الدراهم اهـ [1]۔

۳۳۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ الْمَعْنَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: يَغْفِرُ اللهُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَا وَاللهِ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ مِنْهُ إِنَّمَا أَتَاهُ رَجُلَانِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَدِ اقْتَتَلَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَ هَذَا شَأْنَكُمْ فَلَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ»، زَادَ مُسَدَّدٌ، فَسَمِعَ قَوْلَهُ: «لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ».

ترجمہ: عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ اللہ پاک رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے خدا کی قسم! میں اس حدیث کو رافع بن خدیج سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں اصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ انصار قبیلہ کے دو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جھگڑتے ہوئے آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہارا یہی معاملہ ہے کہ تم لوگ مزارعت کے معاملے میں لڑتے جھگڑتے ہو تو تم لوگ زمینوں کو کرایہ اور اجرت پر مت دو........ مسدد استاد فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت رافع بن خدیج نے یہ الفاظ سنے تھے........ کہ تم لوگ زمینوں کو کرایہ پر مت دو........ (انہوں نے پوری حدیث نہیں سنی)۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (۳۹۲۷) سنن أبي داود - البيوع (۳۳۹۰) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲٤٦١) مسند أحمد - مسند

[1] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ٦٤٠

الأنصار رضي الله عنهم (١٨٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٧/٥)

شرح الحديث قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: يَغْفِرُ اللهُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَا وَاللهِ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ: زید بن ثابتؓ رافع بن خدیجؓ کی روایت پر نقد فرمارہے ہیں کہ ان کو حضور ﷺ کی حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی، زید بن ثابتؓ فرمارہے ہیں اس حدیث سے میں رافع بن خدیجؓ سے زیادہ واقف ہوں، اصل بات یہ ہے کہ دو شخص جنہوں نے آپس میں مزارعت کا معاملہ کیا تھا (اس میں انہوں نے کوئی ناجائز والی شکل اختیار کی ہوگی، شرط فاسد وغیرہ) وہ آپ ﷺ کی خدمت میں جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا حال یہ ہے تو پھر مزارعت کا معاملہ مت کیا کرو۔ یعنی آپ ﷺ نے مطلق مزارعت سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ ایسی مزارعت جو مفضی الی النزاع ہو، فَسَمِعَ قَوْلَهُ: «لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ» یعنی رافع بن خدیجؓ نے بغیر سیاق وسباق میں غور کیے لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ حدیث کا صرف یہ ٹکڑا سنا اور اسی کو روایت کرتے رہے۔

٣٣٩١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَبِيبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: «كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِمَا عَلَى السَّوَاقِي مِنَ الزَّرْعِ وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْهَا، فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، وَأَمَرَنَا أَنْ نُكْرِيَهَا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ».

ترجمہ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ ہم اپنی زمینوں کو کرایہ پر دیا کرتے تھے کہ ہم اس زمین کے کرایہ میں وہ کھیتی وصول کرینگے جو پانی کی چھوٹی نہروں کے قریب نکلیں اور وہ کھیتی بھی ہم اجرت میں لیں گے جو اس حصہ میں اگے گی جہاں ان نہروں کا پانی پہنچ جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے یا چاندی کے بدلہ میں اپنی زمین کرایہ پر دیا کریں۔

تخریج سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٩٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧٩/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨٢/١) سنن الدارمي - البيوع (٢٦١٨)

شرح الحديث سعد بن ابی وقاصؓ فرمارہے ہیں کہ ہم زمین کرایہ پر دیا کرتے تھے اس پیداوار کے بدلہ میں جو پانی کی نالیوں کے آس پاس کھیتی ہوتی ہے، اور زمین کے جس حصہ میں سواقی کا پانی خود بخود پہنچ جاتا تھا (یعنی مزارعت بقسمۃ الارض) پس حضور ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔

٣٣٩٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، كِلَاهُمَا عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، - وَاللَّفْظُ لِلْأَوْزَاعِيِّ - حَدَّثَنِي حَنْظَلَةُ بْنُ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ فَقَالَ: «لَا بَأْسَ بِهَا إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ، وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ فَيَهْلِكُ هَذَا، وَيَسْلَمُ هَذَا، وَيَسْلَمُ هَذَا، وَيَهْلِكُ هَذَا، وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هَذَا، فَلِذَلِكَ زَجَرَ عَنْهُ، فَأَمَّا شَيْءٌ مَضْمُونٌ مَعْلُومٌ، فَلَا بَأْسَ بِهِ»، وَحَدِيثُ إِبْرَاهِيمَ أَتَمُّ، وَقَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ رَافِعٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رِوَايَةُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حنظلہ بن قیس الانصاری کہتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے پوچھا کہ اپنی زمین سونے اور چاندی کے بدلے میں کرایہ پر دینے کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت رافع بن خدیج نے جواب دیا: اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں؟..... عہد نبوی میں لوگ اپنی زمینوں کو کرایہ پر دیتے تھے کہ وہ اسکی اجرت میں وہ کھیتی وصول کرینگے جو پانی کے بہاؤ کی جگہوں پر اگے گی اور وہ کھیتی جو چھوٹی نہروں کے شروع میں اُگے گی اور کرائے میں دیگر متعین کھیتی کو اپنے لئے مقرر کردیتے تھے..... تو یہ متعین کھیتی ضائع ہوجاتی اور اسکے مقابلہ میں دوسری جگہوں پر کھیت ہرے بھرے ہوتے اور کبھی اسکے الٹ ہوجاتا..... زمین کے مالک اپنی زمین کی اجرت صرف یہی لیا کرتے تھے اسی لئے حضور ﷺ نے اس معاملہ سے منع فرمادیا..... البتہ زمین کی اجرت میں ایسی شی جو متعین اور قابل ضمان ہو لینے میں کوئی حرج نہیں..... ابراہیم بن موسیٰ استاد کی حدیث زیادہ مکمل ہے اور قتیبہ استاد نے حدیث کو عن حنظلہ عن رافع سے معنعن ذکر کیا ہے..... امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے ربیع کی طرح عن حنظلہ نقل کیا۔

تخریج صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠٢) صحيح مسلم - البيوع (١٥٤٧) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٧) (٣٩١٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤)

٣٣٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَأَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، فَقَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، فَقُلْتُ: أَبِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، فَقَالَ: أَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَأْسَ بِهِ".

ترجمہ حنظلہ بن قیس نے حضرت رافع بن خدیج سے زمین کو کرایہ پر دینے کے متعلق سوال کیا تو حضرت رافع بن خدیج نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کو اجرت پر دینے سے منع فرمایا تھا تو حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ سونا اور چاندی کے بدلہ زمین کو اجرت پر دینا کیسا ہے؟ تو حضرت رافع نے فرمایا سونا اور چاندی کا بدلہ میں زمین کو کرایہ پر دینا صحیح ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الإجارة (٢١٦٥) صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠٢) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٣) صحيح مسلم - البيوع (١٥٤٧) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩٣)

٣٢ ـ بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

عقد مزارعۃ کی ممانعت کا بیان

٣٣٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ،

أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يُكْرِي أَرْضَهُ حَتَّى بَلَغَهُ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ» فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ خَدِيجٍ، مَاذَا تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي، كِرَاءِ الْأَرْضِ؟، قَالَ رَافِعٌ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: سَمِعْتُ عَمَّيَّ وَكَانَا قَدْ شَهِدَا بَدْرًا يُحَدِّثَانِ أَهْلَ الدَّارِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ» قَالَ عَبْدُ اللهِ: «وَاللهِ لَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى» «ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَيُّوبُ، وَعُبَيْدُ اللهِ، وَكَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، وَمَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عِنَانٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ أَتَى رَافِعًا، فَقَالَ: سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَكَذَا قَالَ: عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو النَّجَاشِيِّ، عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ».

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ اپنی زمین اُجرت پر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں معلوم تھا کہ رافع بن خدیج الانصاری رسول اللہ ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زمین کو اجرت پر دینے سے منع فرمایا کرتے تھے تو عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت رافع بن خدیج سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ اے رافع بن خدیج! آپ زمین کی اجرت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی کونسی حدیث سنا رہے ہیں؟ تو رافعؓ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ میرے وہ دو چچا جو جنگ بدر میں شریک تھے ان دو چچوں نے ہمارے اھل خانہ کو یہ حدیث سنائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ زمین کو اجرت پر دینے سے منع فرمایا کرتے تھے...... عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ عہد نبوی میں زمین اجرت پر دیجاتی تھی...... پھر عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ نے بعد میں نیا حکم ارشاد فرمایا ہو جو مجھے معلوم نہ ہوا ہو اسلئے انہوں نے زمین کو اجرت پر دینا چھوڑ دیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو ایوب، عبید اللہ، کثیر بن فرقد اور امام مالک نے نافع سے عن رافع بن خدیج عن النبی ﷺ نقل کیا ہے اور اس روایت کو اوزاعی نے عن حفص بن عنان عن نافع عن رافع بن خدیج کے بعد سمعت النبی ﷺ سماع کی تصریح نقل کی ہے...... زید بن ابی انیسہ نے عن حکم عن النافع عن ابن عمر نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رافع کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کیا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ تو رافع بن خدیج نے فرمایا: جی ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے...... عکرمہ بن عمار نے عن ابی النجاشی

عن رافع بن خدیج نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے..... اوزاعی نے عن ابی النجاشی عن رافع بن خدیج عن عمہ ظہیر بن رافع عن النبی ﷺ نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو النجاشی کا نام عطاء بن صہیب ہے۔

تخریج صحیح البخاري - المزارعة (٢٢١٨) صحیح البخاري - المغازي (٣٧٨٩) صحیح مسلم - البیوع (١٥٤٧) سنن النسائي - الأیمان والنذور (٣٨٦٧) سنن أبي داود - البیوع (٣٣٩٤) سنن ابن ماجه - الأحکام (٢٤٥٣) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (٦/٢) مسند أحمد - مسند المکیین (٤٦٣/٣) مسند أحمد - مسند الشامیین (١٤٠/٤) موطأ مالك - کراء الأرض (١٤١٥)

شرح الحدیث یعنی حضرت ابن عمرؓ کی عادت حضور ﷺ ہی کے زمانہ سے مزارعت کی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کو حضرت رافع بن خدیجؓ کی یہ حدیث پہنچی کہ حضور ﷺ منع فرماتے تھے کراء الارض سے، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ رافع بن خدیجؓ سے ملاقات کیلئے گئے کہ تم حضور ﷺ سے کراء الارض کے بارے میں کیا حدیث نقل کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دو چچاؤں سے سنا تھا (قیل اسم العمین: ظُهیر و مُظهر، وقیل ظهیر و مُهیر) جو ہمارے گھر والوں سے بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے کراء الارض سے منع فرمایا ہے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: واللہ ہم تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں زمین اس طرح کرایہ پر دیجاتی تھی ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ الخ یعنی شروع میں تو ابن عمرؓ نے یہی فرمایا لیکن پھر بعد میں ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو واقعی حضور ﷺ نے اخیر میں اس سے منع فرمادیا ہو جس کی مجھے خبر نہ ہوئی ہو لہٰذا انہوں نے مزارعت کو احتیاطاً ترک کر دیا۔

٣٣٩٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ أَنَّ بَعْضَ عُمُومَتِهِ أَتَاهُ، فَقَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا، وَطَوَاعِيَةُ اللهِ وَرَسُولِهِ أَنْفَعُ لَنَا، وَأَنْفَعُ، قَالَ: قُلْنَا وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ فَلْيُزْرِعْهَا أَخَاهُ، وَلَا يُكَارِيهَا بِثُلُثٍ وَلَا بِرُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى».

ترجمہ رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم زمین کرایہ پر دیا کرتے تھے پھر حضرت رافع نے بتایا کہ ان کے ایک چچا نے ان سے آکر بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کام سے منع فرمادیا جو ہمارے لئے نفع بخش تھا..... اور اللہ رسول کی فرمانبرداری ہمارے لئے دنیا اور آخرت میں زیادہ فائدہ مند ہے..... رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ کونسا معاملہ ہے؟ تو میرے چچا نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس زمین ہو تو وہ اس زمین میں یا تو خود کھیتی باڑی کرے یا اپنے بھائی کو بغیر اجرت کھیتی باڑی کرنے کیلئے دے دے..... اور یہ اس

زمین کو اس طرح اجرت پر نہ دے کہ اس زمین کی پیداوار کا ایک تہائی یا چوتھائی یا متعین اناج اس کی اجرت مقرر کرے۔

۳۳۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، أَنِّي سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، بِمَعْنَى إِسْنَادِ عُبَيْدِ اللهِ، وَحَدِيثِهِ.

ترجمہ: ایوب فرماتے ہیں کہ یعلیٰ بن حکیم نے مجھے لکھا کہ میں نے سلیمان بن یسار سے اس حدیث کو سنا ہے اس کے بعد مصنفؒ کے استاد عبید اللہ بن عمر کی حدیث کی سند اور ان کی حدیث کے الفاظ ذکر کیے۔

تخریج: صحيح مسلم - البيوع (١٥٤٧) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٨٥) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٥٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٣/٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٠/٤) موطأ مالك - كراء الأرض (١٤١٥)

شرح الحديث: **امام مالک کے مسلک کی تائید:** وَلَا يُكَارِيهَا بِثُلُثٍ وَلَا بِرُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى: اس حدیث سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ زمین کو طعام مسمی کے بدلہ میں نہ دینا چاہیے، جمہور کی طرف سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ طعام مسمی سے مراد غلہ کی مقدار معین پانچ بوری یا دس بوری مراد نہیں ہے بلکہ اس سے وہ غلہ مراد ہے ماعلی السواقی والماذیانات جو بالاتفاق ممنوع ہیں۔

۳۳۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو رَافِعٍ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ يَرْفُقُ بِنَا، وَطَاعَةُ اللهِ، وَطَاعَةُ رَسُولِهِ أَرْفَقُ بِنَا. «نَهَانَا أَنْ يَزْرَعَ أَحَدُنَا، إِلَّا أَرْضًا يَمْلِكُ رَقَبَتَهَا أَوْ مَنِيحَةً يَمْنَحُهَا رَجُلٌ».

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابو رافع رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس معاملے سے منع فرمادیا جو ہمارے لئے نفع بخش تھا...... اور اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہمارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے حضور ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص کسی زمین میں کھیتی باڑی نہ کرے مگر ایسی زمین جو اس کی ملکیت میں ہو اس میں کھیتی باڑی کر سکتا ہے یا کسی اور شخص نے اس کو اپنی زمین بغیر اُجرت کھیتی باڑی کے لئے دی ہو تو ایسی زمین میں بھی کھیتی باڑی کر سکتا ہے۔

۳۳۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ ظُهَيْرٍ، قَالَ: جَاءَنَا رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَكُمْ نَافِعًا، وَطَاعَةُ اللهِ، وَطَاعَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَعُ لَكُمْ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهَاكُمْ عَنِ الْحَقْلِ، وَقَالَ: مَنِ اسْتَغْنَى عَنْ أَرْضِهِ فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، أَوْ لِيَدَعْ".

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا رَوَاهُ شُعْبَةُ، وَمُفَضَّلُ بْنُ مُهَلْهَلٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، قَالَ شُعْبَةُ: «أُسَيْدٌ ابْنُ أَخِي رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ».

ترجمہ: اُسید بن ظہیر کہتے ہیں کہ رافع بن خدیج ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ایسے کام سے منع فرمادیا جو تمہارے لئے نفع بخش تھا لیکن اللہ پاک اور اسکے رسول کے حکم کو تسلیم کرنا تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو منع فرمادیا کہ تم کھیتی باڑی کی غرض سے اپنی زمینوں کو اُجرت پر دو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی زمین میں کھیتی باڑی کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنی زمین اپنے بھائی کو بغیر اجرت دیدے یا اس زمین کو یوں ہی بیکار چھوڑ دے امام ابو داؤد فرماتے ہیں سفیان کی طرح اس حدیث کو شعبہ اور مفضل بن مہلہل نے عن منصور نقل کیا اور شعبہ نے یوں فرمایا کہ رافع بن خدیج کے بھتیجے اُسید سے روایت ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - البیوع (١٥٤٨) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٨٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٦٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٥/٣)

٣٣٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ، قَالَ: بَعَثَنِي عَمِّي أَنَا وَغُلَامًا لَهُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ شَيْءٌ بَلَغَنَا عَنْكَ فِي الْمُزَارَعَةِ؟ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا حَتَّى بَلَغَهُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، حَدِيثٌ فَأَتَاهُ فَأَخْبَرَهُ رَافِعٌ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بَنِي حَارِثَةَ فَرَأَى زَرْعًا فِي أَرْضِ ظُهَيْرٍ. فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ زَرْعَ ظُهَيْرٍ، قَالُوا: لَيْسَ لِظُهَيْرٍ، قَالَ: أَلَيْسَ أَرْضُ ظُهَيْرٍ؟، قَالُوا: بَلَى، وَلَكِنَّهُ زَرْعُ فُلَانٍ، قَالَ: «فَخُذُوا زَرْعَكُمْ وَرُدُّوا عَلَيْهِ النَّفَقَةَ»، قَالَ رَافِعٌ: «فَأَخَذْنَا زَرْعَنَا وَرَدَدْنَا إِلَيْهِ النَّفَقَةَ»، قَالَ سَعِيدٌ: «أَفْقِرْ أَخَاكَ أَوْ أَكْرِهِ بِالدَّرَاهِمِ».

ترجمہ: ابو جعفر خطمی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے اور ایک لڑکے کو سعید بن مسیّب کے پاس بھیجا...... ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہم نے سعید بن مسیب سے کہا کہ ہمیں آپکے متعلق عقد مزارعہ کی ممانعت والی حدیث پہنچی ہے اس بات کی تحقیق کرنے ہم آپکے پاس آئے ہیں تو سعید بن مسیب نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر عقد مزارعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ انکو رافع بن خدیج کی طرف منسوب حدیث پہنچی تو ابن عمرؓ اس حدیث کی تحقیق کیلئے رافع بن خدیج کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت رافع نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ قبیلہ بنی حارثہ تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہیر کی زمین میں کھیت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ظُہیر کی یہ کھیتی کیسی ہی سرسبز وشاداب ہے لوگوں نے کہا کہ یہ کھیت ظُہیر کا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ ظہیر کی زمین نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ بیشک ظہیر کی زمین ہے لیکن فلاں شخص نے اسمیں کھیتی کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی کھیتی لے لو اور اس کھیتی باڑی کرنے والے شخص کو اسکا خرچہ دے دو تو حضرت رافع نے فرمایا کہ ہم نے اپنی زمین کے کھیت کو وصول کرلیا اور اس کھیتی باڑی کرنے والے شخص کو اس کا خرچہ دے دیا سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کو زمین عاریۃً دیدو یا درہموں کے بدلے اسکو اُجرت پر دیدو۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٨٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٣٩٩)

شرح الحدیث: قَالَ سَعِيدٌ: أَفْقِرْ أَخَاكَ أَوْ أَكْرِهِ بِالدَّرَاهِمِ: یہ أَكْرِهِ الاکراء سے ماخوذ ہے، کرایہ پر دینا، سعید بن المسیبؒ فرما رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو زمین ویسے ہی مفت عاریۃً دیدے یا دراہم کے بدلہ میں، یعنی بٹائی پر مت دے۔

٣٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ»، وَقَالَ: "إِنَّمَا يَزْرَعُ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ لَهُ أَرْضٌ فَهُوَ يَزْرَعُهَا، وَرَجُلٌ مُنِحَ أَرْضًا فَهُوَ يَزْرَعُ مَا مُنِحَ، وَرَجُلٌ اسْتَكْرَى أَرْضًا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ".

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کٹی ہوئی کھیتی کو کھڑی کھیتی کے بدلہ بیچنے سے اور درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلہ بیچنے سے منع فرمایا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین طرح کے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں: ① وہ لوگ جن کی اپنی زمین ہو اور وہ اپنی زمین میں کھیتی باڑی کرتے ہیں، ② وہ لوگ جن کو عاریۃً زمین دی گئی ہو تو وہ اس عاریۃً لی ہوئی زمین پر کھیتی کرتے ہیں، ③ وہ لوگ جو سونا یا چاندی کے بدلہ میں زمین کرائے پر لیں۔

تخریج: سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٠٠)

شرح الحدیث: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ: محاقلہ کہتے ہیں بیع الزرع بالحنطۃ کو یعنی کھڑی کھیتی کا تبادلہ اس کا اندازہ لگا کر تیار شدہ غلہ سے کرنا، یا اس سے مراد بیع الزرع فی سنبلہ قبل بدو الصلاح ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مزارعت بالثلث ونحوہ ہے۔

٣٤٠١ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيِّ، قُلْتُ لَهُ: حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدٍ أَبِي شُجَاعٍ، حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ سَهْلِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: إِنِّي لَيَتِيمٌ فِي حِجْرِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَحَجَجْتُ مَعَهُ فَجَاءَهُ أَخِي عِمْرَانُ بْنُ سَهْلٍ، فَقَالَ: أَكْرَيْنَا أَرْضَنَا فُلَانَةَ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَقَالَ: «دَعْهُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ».

ترجمہ: امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن یعقوب طالقانی پر قرأت کی حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدٍ أَبِي شُجَاعٍ، حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ سَهْلِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ...... عثمان بن سہل رافع بن خدیج کے پوتے کہتے ہیں کہ میں یتیم تھا اور رافع بن خدیج (دادا) کی پرورش میں رہا اور میں نے ان کے ساتھ حج بھی کیا تو ایک دفعہ میرا بھائی عمران بن سہل نے آکر دادا سے کہا کہ ہم نے اپنی فلاں زمین دو سو (٢٠٠) درہم اجرت پر دی ہے تو حضرت رافع نے فرمایا کہ تم اس کرایہ کو وصول مت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کا کرایہ اور اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المزارعة (٢٢١٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٨٩) صحيح مسلم - البيوع (١٥٤٧) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٦٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٠١) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٥٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) مسند

أحمد-مسند الشاميين(٤/ ١٤٠)موطأمالك- كراء الأرض(١٤١٥)

٣٤٠٢- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا بُكَيْرٌ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، أَنَّهُ زَرَعَ أَرْضًا فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْقِيهَا فَسَأَلَهُ «لِمَنِ الزَّرْعُ؟ وَلِمَنِ الْأَرْضُ؟» فَقَالَ: زَرْعِي بِبَذْرِي وَعَمَلِي لِي الشَّطْرُ وَلِبَنِي فُلَانٍ الشَّطْرُ، فَقَالَ: «أَرْبَيْتُمَا، فَرُدَّ الْأَرْضَ عَلَى أَهْلِهَا وَخُذْ نَفَقَتَكَ».

ترجمہ رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک زمین میں کھیت لگایا تو رسول اللہ ﷺ اس زمین کے پاس سے گزرے اس وقت حضرت رافع اس زمین کو سیراب کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کھیتی کس کی ہے اور زمین کا مالک کون ہے؟ تو حضرت رافع نے فرمایا کہ اس زمین میں، میں نے بیج ڈال کر اس میں محنت کی ہے اور زمین کی پیداوار میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور پیداوار کا دوسرا آدھا حصہ بنو فلاں (اس زمین کے مالک) کا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے سودی معاملہ کیا لہٰذا (زمین کے مالک کو) یہ زمین لوٹا دو اور تم نے اس زمین پر جتنا خرچہ کیا ہے وہ خرچہ تم وصول کر لو۔

تخریج سنن النسائي- الأيمان والنذور(٣٨٦٧)سنن النسائي- الأيمان والنذور(٣٨٨٩)سنن أبي داود- البيوع(٣٤٠٢)

٣٣- بَابٌ فِي زَرْعِ الْأَرْضِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهَا

زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں کھیتی کرنے کا بیان

٣٤٠٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ».

ترجمہ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کسی زمین کے مالکوں کی اجازت کے بغیر ان کی زمین میں کھیتی کی تو اس کھیتی کرنے والے کو کھیت کی پیداوار میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور اس کھیتی کرنے والے کو چاہیئے کہ اس نے اس زمین پر جو خرچہ اور محنت کی ہے اس کے بقدر زمین کے مالک سے وصول کر لے۔

تخریج جامع الترمذي- الأحكام(١٣٦٦)سنن أبي داود- البيوع(٣٤٠٣)سنن ابن ماجه- الأحكام(٢٤٦٦)مسند أحمد- مسند المكيين(٣/ ٤٦٥)

شرح الحدیث مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ: یعنی جو شخص دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی اجازت کے کھیتی کرے تو زارع کیلئے اس کھیتی میں سے کچھ نہیں ہے، یعنی ساری کھیتی صاحب ارض کی ہوگی وَلَهُ نَفَقَتُهُ اور اس کھیتی کرنے والے کے لئے جو کچھ اس کا خرچہ اور محنت ہوئی ہے اس کے لئے وہ ہوگا۔

یہ حدیث مسلک جمہور کے خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایسی صورت میں کھیتی مالک ارض کے لئے ہوگی اور مزارع کیلئے مطلقاً ہوگی حالانکہ جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے: الزرع لصاحب البذر مطلقا وللآخر کراء الارض

او أجر الخدمة، یعنی اس صورت میں کھیتی اس شخص کیلئے ہوگی جس کا بیج ہوگا خواہ وہ مالک ارض ہو یا کاشتکار، اور دوسرے کیلئے اگر وہ مالک ارض ہے تو کراء الارض ہوگا اور اگر کاشتکار ہے تو اس کیلئے محنت مزدوری کی اجرت ہوگی، لیکن ظاہر یہ ہے کہ جب بغیر مالک کی اجازت کے کھیتی کر رہا ہے تو بیج وہ کاشتکار اپنے ہی پاس سے ڈالے گا اور ایسی صورت میں فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ کھیتی کاشتکار کیلئے ہوگی حالانکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ مالک ارض کیلئے ہوگی، اس کا محمد ثانہ جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث عند المحدثین غیر ثابت ہے کما قال الخطابی، اور یا پھر یہ تاویل کی جائے کہ حدیث میں جو یہ حکم مذکور ہے اس صورت میں ہے جب بیج بھی مالک ارض کا ہو، یعنی حدیث عام نہیں بلکہ ایک خاص صورت پر محمول ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٤ ـ بَابٌ فِي الْمُخَابَرَةِ

عقد مخابرہ کا بیان

٣٤٠٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ حَمَّادًا، وَعَبْدَ الْوَارِثِ، حَدَّثَاهُمْ كُلُّهُمْ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ، وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ»، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ، وَقَالَ: أَحَدُهُمَا وَالْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ: الْآخَرُ بَيْعُ السِّنِينَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا.

ترجمہ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور درخت پر موجود پھل کی خرید و فروخت کئی سال تک کرنے سے منع فرمایا مسدد استاد نے حماد سے نقل کیا کہ ابو زبیر یا سعید راوی میں سے ایک نے لفظ معاومہ کہا ہے اور دوسرے نے بیع السنین کہا ہے اس کے بعد راویوں نے متفقہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجہول استثناء سے منع فرمایا ہے اور عرایا کا معاملہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٥٢) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٦) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩٠) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٩٢٠) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٠٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٣/٣)

شرح الحدیث مزابنہ کے معنی مستقل باب میں گزر چکے اور محاقلہ کے معنی ابھی گزرے ہیں، مخابرہ سے مراد وہی مزارعت اور بٹائی پر زمین دینا ہے، یہ لفظ خیبر سے بنا ہے، اور کہا گیا ہے کہ مخابرہ اور مزارعت میں فرق ہے وہ یہ کہ مزارعت میں بذر مالک ارض کی طرف سے ہوتا ہے بخلاف مخابرہ کے کہ اس میں کسان کی طرف سے ہوتا ہے، وقيل غير ذلك۔

وَعَنِ الثُّنْيَا: ثنیا بمعنی استثناء اور مراد اس سے استثناء مجہول ہے کہ بیع وغیرہ میں استثناء مجہول مضر اور ناجائز ہے اسی لئے آگے دوسری روایت میں آرہا ہے: إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ یعنی معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں جیسے کوئی پھلوں کی بیع کے وقت میں اپنے باغ کا معاملہ

کرتے وقت یوں کہے "مگر پانچ درخت" اور یہ تعیین نہ کرے کون سے پانچ درخت یا یوں کہے مگر چند درخت، یہ استثناء مجہول ہے بیع فاسد ہو جائے گی۔

۳٤۰٥ - حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ السَّيَّارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منع فرمایا مزابنہ سے اور محاقلہ سے اور مجہول استثناء کرنے سے...... ہاں کسی متعین شئ کا استثناء کرنا صحیح ہے۔

تخریج: صحیح البخاري- المساقاة (۲۲۵۲) صحیح مسلم- البیوع (۱۵۳۶) جامع الترمذي- البیوع (۱۲۹۰) سنن النسائي- الأیمان والنذور (۳۹۲۰) سنن النسائي- البیوع (٤٥۲۳) سنن أبي داود- البیوع (۳٤۰٥) سنن ابن ماجه- التجارات (۲۲٦٦) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (۳/۳۱۳)

۳٤۰٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ رَجَاءٍ يَعْنِي الْمَكِّيَّ، قَالَ ابْنُ خُثَيْمٍ: حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَأْذَنْ بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص عقد مزارعہ نہ چھوڑے تو وہ اللہ پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔

شرح الحدیث: مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَأْذَنْ بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ: یعنی جو شخص مخابرہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور وہ اتنا جری ہے تو اس کو چاہیئے کہ اعلان کر دے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا، بطور وعید کہا جا رہا ہے کہ ایک قدم اور آگے بڑھ جائے، کما فی قولہ تعالیٰ: فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ [1]، کہ اگر تم نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ جنگ کیلئے اللہ اور اس کے رسول سے، اور صاحب عون المعبود نے اس کو بصیغہ مجہول ضبط کیا ہے: أي ليخبروا بالفارسية آكاه كرده شود [2]، یعنی ایسے شخص کو آگاہ کر دیا جائے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ سے، یعنی وہ اللہ اور رسول کے ساتھ جنگ کر رہا ہے، یا یہ کہ اب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس کے ساتھ جنگ ہو گی، واللہ تعالیٰ اعلم، اور بذل [3] میں لکھا ہے کہ مخابرہ چونکہ عقد فاسد ہے جو کہ ربا کے حکم میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے عدم ترکِ ربا پر قرآن کریم میں یہ وعید فرمائی ہے: يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ اھ [4] لہذا

---

[1] پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے (سورة البقرة ۲۷۹)

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۲۳۸

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٥ ص ۷۳

[4] اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے (سورة البقرة ۲۷۸-۲۷۹)

مخابرہ نہ چھوڑنے والا بھی اسی وعید کا مستحق ہے۔

۳۴۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ، قُلْتُ: وَمَا الْمُخَابَرَةُ، قَالَ: أَنْ تَأْخُذَ الْأَرْضَ بِنِصْفٍ أَوْ ثُلُثٍ أَوْ رُبُعٍ"

ترجمہ: زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عقد مزارعہ کرنے سے..... ثابت کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ مخابرہ سے کیا مراد ہے؟ تو زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ تم زمین اجرت پر حاصل کرو اس طرح کہ اس زمین کی پیداوار کا آدھا حصہ یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہو گا (باقی پیداوار زمین کے مالک کی ہو گی)۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳۴۰۷) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۸۷/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۸۸/۵)

۳۵ - بَابٌ فِي الْمُسَاقَاةِ

پھلوں کے باغات میں معاملہ کرنے کا بیان

۳۴۰۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ فرمایا تھا کہ ان کے باغات میں سے حاصل ہونے والے پھلوں کا آدھا حصہ اور ان کی زمین کی کھیتی کا آدھا حصہ ہمارا ہو گا (اور دوسرا آدھا حصہ ان یہودیوں کا ہو گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة (۲۱٦٥) صحيح البخاري - المزارعة (۲۲۰۳) صحيح البخاري - الشركة (۲۳٦٦) صحيح البخاري - الشروط (۲۵۷۱) صحيح البخاري - فرض الخمس (۲۹۸۳) صحيح البخاري - المغازي (٤۰۰۲) صحيح مسلم - المساقاة (۱۵۵۱) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۸۳) سنن النسائي - الأيمان والنذور (۳۹۲۹) سنن أبي داود - البيوع (۳٤۰۸) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲٤٦۷) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۷/۲) سنن الدارمي - البيوع (۲٦۱٤)

شرح الحدیث: ابن عمرؓ چونکہ خود مزارعت کے قائل تھے جیسا کہ گزشتہ باب میں گزر چکا ایسے ہی وہ مساقات کے جواز کے بھی قائل تھے جیسا کہ وہ اس حدیث مرفوع میں روایت کر رہے ہیں، اس حدیث میں مزارعت اور مساقات دونوں کا ذکر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہود خیبر کے ساتھ مزارعت کا تھا یا خراج کا؟ حضرت گنگوہیؒ کی تقریر الکوکب الدری میں باب ماجاء فی المزارعة میں یہ تحریر ہے جاننا چاہیے کہ اکثر آراضی خیبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنوۃً فتح فرمایا تھا، اور پھر اس طرح کی زمینوں کو بعد اخراج الخمس غانمین کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا (جس کے صحابہ کرام مالک ہو گئے تھے) مگر پھر یہ ہوا کہ

یہود کو عمل کیلئے وہیں برقرار رکھا گیا لہذا یہ معاملہ مزارعت کا ہوا، اور جو آراضی خیبر صلحاً فتح کی گئی تھیں (حضور ﷺ نے انکو بجائے صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کرنے کے) گویا یہود ہی کو ہبہ کر دی تھی (وقتی طور پر) اور ان پر خراج [1] مقاسمت مقرر فرما دیا تھا، لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کی رائے کا استقرار اس پر ہوا کہ یہ سب کا سب معاملہ خراج مقاسمت ہی کا تھا اس میں صاحبینؒ نے امام صاحبؒ کی مخالفت کی اور انہوں نے اس بارے میں تفصیل کو ثابت کیا (یعنی یہ کہ بعض زمینوں کا معاملہ یہود کے ساتھ بطور مزارعت کے تھا اور بعض کا بطریق خراج مقاسمت) پھر حضرت فرماتے ہیں اور صحیح بھی یہی تفصیل ہے جس کو صاحبین نے اختیار کیا (اب یہ کہ پھر بعض روایات میں آپ نے مزارعت سے کیوں نہی فرمائی اس کے بارے میں حضرت فرما رہے ہیں) ان کو احادیث میں مزارعت سے یہ نہی بعض شروط فاسدہ کے اقتران کی وجہ سے ہے اور یا نہی تنزیہی ہے مہاجرین کے افلاس کی وجہ سے اس وقت میں اھ [2]۔ حضرت کی اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ صاحبین جو مزارعت کے قائل ہیں ان کا استدلال حضور ﷺ کے یہود کے ساتھ اس معاملہ سے ہے کیونکہ صاحبین کی تحقیق میں یہ معاملہ مزارعت ہی کا تھا لہذا دلیل جواز ہوا، اور حضرت امام اعظمؒ جو جواز مزارعت کے قائل نہیں ہیں انہوں نے اس معاملہ یہود کو خراج پر محمول کیا ہے نہ کہ مزارعت پر۔

٣٤٠٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ غَنَجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا، عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَأَنَّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرَ ثَمَرِهَا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو خیبر کے کھجور کا نخلستان اور خیبر کی زمین عطا فرما دی تھی اس شرط پر کہ وہ اپنی اس زمین اور باغات میں محنت کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی پیداوار اور کھیتی کا آدھا حصہ دیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة (٢١٦٥) صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠٣) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٦) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧١) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٨٣) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٢) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٨٣) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٩٢٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٠٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٦١٤)

٣٤١٠ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "افْتَتَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَاشْتَرَطَ أَنَّ لَهُ الْأَرْضَ، وَكُلَّ صَفْرَاءَ، وَبَيْضَاءَ، قَالَ: أَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِالْأَرْضِ مِنْكُمْ، فَأَعْطِنَاهَا عَلَى أَنَّ لَكُمْ نِصْفَ الثَّمَرَةِ، وَلَنَا نِصْفٌ فَزَعَمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذَلِكَ،

---

[1] اس لئے کہ جو ارض مفتوحہ بغیر تقسیم کے کفار پر چھوڑ دی جاتی ہے وہ خراجی ہوا کرتی ہے، کما تقدم فی کتاب الخراج فی بیان انواع الاراضی فتذکر۔

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٣٦٥-٣٦٦

فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرْصَ، فَقَالَ: فِي ذِهْ كَذَا وَكَذَا قَالُوا: أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، فَقَالَ: فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ، وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ: قَالُوا: هَذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَدْ رَضِينَا أَنْ نَأْخُذَهُ بِالَّذِي قُلْتَ".

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کو فتح فرمایا اور آپ نے یہودیوں سے یہ شرط رکھی کہ خیبر کی زمین میری ہے اور اس میں موجود تمام سونا اور چاندی کے بھی ہم مالک ہیں...... تو خیبر کے یہودیوں نے کہا کہ ہم یہودی تم مسلمانوں سے زیادہ واقف ہیں کہ زمین میں کس طرح کھیتی کی جائے...... لہٰذا ہمیں خیبر کی زمین دے دو تاکہ اس سے حاصل ہونے والے پھل میں آدھا حصہ تمہارا ہوگا اور آدھا حصہ ہمارا...... عبد اللہ بن عباسؓ کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شرط پر یہودیوں کو خیبر کی زمین عطا فرمادی تھی جب کھجور کے باغات میں پھل کاٹنے کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہودِ خیبر کے پاس عبد اللہ بن رواحہ کو بھیجا چنانچہ انہوں نے اس نخلستان کی کھجوروں کا ایک اندازہ لگایا...... اس کو مدینہ والے خرص کا نام دیتے ہیں عبد اللہ بن رواحہ نے یہودیوں سے فرمایا کہ کھجور کے ان درختوں میں اس قدر کھجوریں آئیں گی ...... یہودیوں نے کہا کہ اے ابن رواحہ آپ نے تو ہم سے بہت زیادہ مقدار کا مطالبہ کیا ہے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے فرمایا کہ میں نے پھلوں کی جو مقدار بیان کی ہے اس کی میں پوری ذمہ داری لیتا ہوں اور میں اپنی بیان کردہ مقدار کا آدھا حصہ تم کو دے دوں گا تو یہودیوں نے کہا کہ آپ کی بات بالکل حق اور انصاف والی ہے اور اسی حق اور انصاف کے ساتھ آسمان و زمین قائم ہیں آپ نے جو مقدار اندازہ لگا کر بیان کی ہے ہم اس قدر مقدار ہی وصول کریں گے۔

٣٤١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ، قَالَ فَحَزَرَ: وَقَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ وَكُلَّ صَفْرَاءَ. وَبَيْضَاءَ، يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَهُ.

ترجمہ: جعفر بن برقان سے گزشتہ حدیث کی سند اور اس کے ہم معنی روایت مروی ہے اس روایت میں الفاظ یہ ہیں فحرز راء مہملہ پہلے ہے اس کے بعد نقطے والی زا ہے اس کے معنٰی بھی اندازہ لگانے کے ہیں اور راوی نے كُلَّ صَفْرَاءَ، وَبَيْضَاءَ کے بعد يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ نقل کیا ہے۔

٣٤١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونٌ، عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ زَيْدٍ، قَالَ: فَحَزَرَ النَّخْلَ، وَقَالَ: فَأَنَا أَلِي جُذَاذَ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ.

ترجمہ مقسم حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو...... اسکے بعد زید بن ابی الورقۃ والی حدیث مروی ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں فحزر زا نقطے والی (پہلے ہے بغیر نقطے والی) راسے اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَأَنَا أَلِي جِذَاذَ النَّخْلِ (جبکہ گزشتہ حدیث میں فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ ہے) اسکے بعد أُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ۔

تخریج سنن أبي داود - البیوع (٣٤١٠) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٠)

شرح الحدیث فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب خیبر کو فتح کرلیا اور مسلمان ارض خیبر کے مالک ہو گئے تو یہود خیبر نے آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ کاشتکاری کو ہم آپ لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں لہذا یہ باغات اور زمینیں ہمارے حوالہ کر دیجئے اس طور پر کہ آدھا پھل اور آدھا غلہ ہمارے لئے اور نصف آپ ﷺ کے لئے ہو گا، آپ ﷺ نے ان کی یہ بات منظور فرمالی (مگر چونکہ یہود غیر اُمناء تھے دیانتدار نہیں تھے اس لئے آپ ﷺ یہ تدبیر فرماتے تھے کہ) جب پھل توڑنے کا زمانہ قریب آتا تو آپ ﷺ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جو خرص یعنی باغوں کے پھلوں کا صحیح اندازہ لگانے میں ماہر تھے آپ ﷺ ان کو بھیجتے یہود کے ان باغات میں خرز یعنی خرص کے لئے تو وہ درختوں کی جانچ کرنے کے بعد پھلوں کی مقدار متعین فرماتے کہ اِس باغ میں اتنا ہے اور اُس باغ میں اتنا ہے لہذا اسی مقدار کے مطابق تم کو دینا ہو گا تو یہود ان سے کہتے: أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ کہ تم نے تو بہت بڑی مقدار متعین کر دی تو وہ اس پر فرماتے: فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ، یہ أَلِي واحد متکلم کا صیغہ ہے وَلِيَ يَلِي وَلْيًا سے جس کے معنی ذمہ داری لینے کے ہیں، اور خرز یہاں محزور کے معنی میں ہے، یعنی پھلوں کی جو مقدار میں نے بیان کی ہے میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں، یعنی تم پھلوں کو چھوڑ کر ان کے تیار ہونے کے بعد علیحدہ ہو جانا میں اس معینہ مقدار کا نصف تم کو دیدوں گا تو اس پر وہ کہتے کہ نہیں، نہیں جو آپ ﷺ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہے اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں ہم اس مقدار پر راضی ہیں جو تم نے بیان کی۔

بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ. قَالَ فَحَزَرَ: مصنف لفظ حدیث میں رواۃ کا اختلاف بیان کر رہے ہیں پہلی سند میں عمر بن ایوب تھے ان کی روایت میں فَحَزَرَ عَلَيْهِمْ تھا یعنی زا کی تقدیم کے ساتھ راء پر اور صحیح بھی وہی ہے، اور اس دوسری روایت کے راوی زید بن ابی الزرقاء ہیں انہوں نے بجائے حزر کے حرز کہا، قال النووی: وفی بعض الروایات بتقدیم الراء وهو مصحف (بذل [1])

والحدیث أخرجه ابن ماجه. قاله المنذری۔

٣٦۔ بَابٌ فِي الْخَرْصِ

اندازہ لگانے کا بیان

خرص کا باب کتاب الزکاۃ میں بھی گزر چکا خرص کی تعریف اور اس سے متعلق جملہ مباحث واختلافات وہاں گزر چکے ہیں، یہاں

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٠ ص ١٨١. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٧٧

اس باب سے پہلے دو باب گزر چکے باب المزارعت اور باب المساقات، مزارعت اور مساقات دونوں کا حکم بھی گزر چکا، مزارعت کا جواز مختلف فیہ ہے اور مساقات تقریباً تمام علماء کے نزدیک جائز ہے سوائے امام اعظم کے، آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ یہ دونوں معاملے فرمائے ہیں مزارعت کا بھی اور مساقات کا بھی، یہ تیسرا باب جو خرص کے بارے میں ہے اسکو مصنف نے یہاں اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عبد اللہ بن رواحہ ؓ کو خیبر بھیجا کرتے تھے ان باغات کا خرص کرنے کیلئے جو آپ ﷺ اور مسلمانوں نے یہود خیبر کو بطریق مساقات دے رکھے تھے۔

٣٤١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ، حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ يُخَيِّرُ يَهُودَ يَأْخُذُونَهُ بِذَلِكَ الْخَرْصِ، أَوْ يَدْفَعُونَهُ إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ الْخَرْصِ لِكَيْ تُحْصَى الزَّكَاةُ قَبْلَ أَنْ تُؤْكَلَ الثِّمَارُ وَتُفَرَّقَ».

ترجمہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن رواحہ کو کھجور پکنے کے زمانے میں بھیجا کرتے جس وقت کھجوریں کھانے کے قابل نہ ہوتی تھیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ پیدا ہونے والی کھجوروں کا اندازہ لگالیتے تھے پھر خیبر کے یہودیوں کو اختیار دیا جاتا کہ چاہے تو یہودی ان کھجوروں کو وصول کرلیں (اور اس اندازے کے مطابق آدھا حصہ مسلمانوں کو دیدیں) یا یہ یہودی کھجور کے باغات مسلمانوں کو سپرد کردیں (تاکہ پھل سارے مسلمانوں کے ہوجائیں اور مسلمان مذکورہ بالا اندازہ کا نصف انکو دیدیں) تاکہ پھلوں کے کھانے سے اور ان پھلوں کے منتشر ہونے سے پہلے پہلے زکوۃ متعین ہوجائے۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٤١٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٦٣)

شرح الحدیث **عدم جواز الخرص فى المزارعة وكذا فى المساقاة وجوازه فى الزكوة عند الجمهور دون الحنفية:** لیکن یہ ذہن میں رہے کہ کتاب الزکاۃ کے باب الخرص میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے: ان الخرص لا یجوز فی الحبوب بالاجماع، اور حافظ ابن عبد البر نے...... کما فی التعلیق الممجد [1] ...... اس بات کی تصریح کی ہے کہ خرص فی المساقات کسی کے نزدیک جائز نہیں، اب اس پر اشکال ہوا کہ جب خرص فی المساقاۃ ناجائز ہے تو پھر عبد اللہ بن رواحہ ؓ کو بھیج کر خرص کیوں کرایا جاتا تھا؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ یہ خرص ایک خارجی مصلحت کیلئے تھا (الزام حکم کیلئے نہیں تھا) کیونکہ یہود غیر اُمناء تھے اس لئے ان کو صحیح مقدار سے آگاہ کیا جاتا تھا تاکہ زکاۃ یعنی عشر کے مسئلہ میں نقصان اور خلل واقع نہ ہو [2]۔ چنانچہ حضرت

---

[1] التعليق الممجد على موطأ محمد - ج ٣ ص ٣١٠

[2] وبعبارة اخرى اس کو اس طرح سمجھئے کہ یہ خرص مساقیین کے حصوں کی تقسیم کے لئے نہیں تھا، یعنی اصل معاملہ سے اس کا تعلق نہ تھا بلکہ زکاۃ یعنی عشر کی

عائشہؓ اس خرص کے بارے میں فرمارہی ہیں: لكي يُحصى الزكاةُ قبل أن تؤكل الثمارُ وتُفرّق، البتہ عشر جو مسلمانوں کے باغات میں ان پر واجب ہوتا ہے اس میں جواز خرص بلکہ وجوب خرص کے شافعیہ وغیرہ حضرات قائل ہیں، اور حنفیہ جو خرص فی الزکاۃ کے قائل ہی نہیں ان کے دلائل کتاب الزکاۃ میں جمہور کی دلیل کے ساتھ گزر گئے ہیں۔ فارجع الیہ لو شئت۔

٣٤١٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: «أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ خَيْبَرَ فَأَقَرَّهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا كَانُوا وَجَعَلَهَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَبَعَثَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ».

ترجمہ: جابرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول کو خیبر کی زمین عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو اس خیبر کی زمین پر ٹھہرایا انکو جلاوطن نہیں فرمایا اور اس خیبر کی پیداوار کو اپنے اور ان یہودیوں کے درمیان ایک انداز سے تقسیم فرمادیا اور عبداللہ بن رواحہ کو حضور ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کے پاس پیداوار کا اندازہ لگانے کیلئے بھیجا۔

٣٤١٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: خَرَصَهَا ابْنُ رَوَاحَةَ، أَرْبَعِينَ أَلْفَ وَسْقٍ وَزَعَمَ أَنَّ الْيَهُودَ لَمَّا خَيَّرَهُمُ ابْنُ رَوَاحَةَ أَخَذُوا الثَّمَرَ وَعَلَيْهِمْ عِشْرُونَ أَلْفَ وَسْقٍ.

ترجمہ: ابو زبیر کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن رواحہ نے خیبر کے نخلستان کی کھجوروں کا اندازہ لگایا کہ وہ تقریباً چالیس ہزار وسق تھیں اور جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ نے جب ان یہودیوں کو اختیار دیا تو انہوں نے اس صورت کو اختیار کیا کہ یہ سارے پھل وہ وصول کرتے رہیں اور بیس ہزار وسق مسلمانوں کو ادا کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٧/٣)

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ عبداللہ بن رواحہؓ نے ان باغات کا خرص کرنے کے بعد جو مقدار متعین کی تھی وہ چالیس ہزار وسق تھی جس کے نصف یعنی بیس ہزار وسق دینے کی ذمہ داری یہود نے قبول کی تھی، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے چالیس ہزار وسق کے حساب لگا کر دیکھئے کتنے وسق بنتے ہیں ہمارے حساب سے تو چوبیس لاکھ صاع بنتے ہیں جسکا نصف یقیناً مسلمانوں کو

ﷺ جو درختوں کی کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے اس کو محفوظ و متعین کرنے کے لئے تھا، پھلوں کے پکنے اور تیار ہونے سے پہلے، اور یہود کے اس میں تصرف کرنے سے پہلے تاکہ مقدار عشر میں کوئی کمی نہ آئے، مثلاً خرص کے بعد خارص نے کہا کہ اس باغ میں سو وسق تمر ہیں لہٰذا اس مقدار میں سے عشر یعنی دس وسق یہ زکاۃ کے نام سے وصول کیا جائیگا اس کے بعد بوقت صرام نخل مساقیین کے حصے حسب ضابطہ کیلا ہی تقسیم کئے جائیں گے، اس وقت خارص کے خرص کو پیش نظر نہیں رکھا جائیگا، وهذا معنى قول عائشة رضي الله تعالى عنها لكي يُحصى الزكاةُ قبل أن تؤكل الثمارُ وتُفرّق، والله تعالى أعلم۔

ملا ہوگا حسب معاہدہ، اسی لئے کہتے ہیں کہ فتوحات خیبر کے بعد تو مسلمان مالدار ہو گئے تھے۔

أبوابُ الإجارة

اجارہ کے احکام و مسائل کے بیان میں

امام بخاریؒ نے کتاب البیوع کے آخر میں کتاب السلم کا باب قائم کیا ہے اس کے بعد کتاب الشفعة مستقلاً ہے اس کے بعد کتاب الاجارۃ، اور انہوں نے کتاب الاجارۃ کے تحت تمام ابواب اجارہ ہی سے متعلق ذکر کئے ہیں، اور امام ابوداؤد نے کتاب البیوع ہی کے درمیان کتاب الاجارۃ کا عنوان قائم کر کے اور اس کے بعد پھر چند ابواب اجارہ سے متعلق ذکر کر کے بقیہ ابواب البیوع جن میں بیع السلم اور شفعة بھی داخل ہے ان کو ذکر کیا۔

جاننا چاہئے کہ تملیك کی دو قسمیں ہیں: ① تملیك الاعیان، ② و تملیك المنافع، اور پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: بعوض و بلا عوض، اس طرح یہ چار صورتیں ہو جاتی ہیں: ① تملیك العین بالعوض بیع ہے، ② اور تملیك العین بلا عوض یہ ہبہ ہے، ③ اور تملیك المنافع اگر بالعوض ہے تو وہ اجارہ ہے، ④ اور اگر بلا عوض ہے تو وہ عاریۃ اور اعارہ ہے۔

۳۷ - بَابٌ فِي كَسْبِ الْمُعَلِّمِ

قرآن کریم پڑھانے والے کا اجرت لینے کا بیان

استئجار علی الطاعات میں اختلاف ائمہ: علوم دینیہ کی تعلیم کے ذریعہ کسب اور کمائی یہ شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک جائز ہے، حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے، حدیث الباب سے جس کا مضمون آگے آرہا ہے حنفیہ وحنابلہ کے مسلک یعنی عدم جواز کی تائید ہوتی ہے، مصنف بھی علی القول الاشہر حنبلی ہیں، استئجار علی الطاعت کا مسئلہ أبواب الأذان "وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا" الحدیث (برقم ۵۳۱) کے تحت الدر المنضود جلد اول میں گزر چکا ہے، اور ایسے ہی کتاب النکاح "زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ" کے تحت (برقم ۲۱۱۱) بھی۔

۳۴۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ فَأَهْدَى إِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ: لَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَسْأَلَنَّهُ فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ، وَلَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا».

ترجمہ: عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ میں نے صفہ والوں میں سے چند لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا اور انکو لکھنا سکھلایا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی تو میں نے دل میں سوچا کہ یہ کمان تو کوئی مال نہیں ہے اور میں اس کمان کے ذریعے اللہ کے راستے میں تیر پھینکوں گا؟ لیکن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاکر پہلے مسئلہ ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جن لوگوں کو میں نے لکھنا سکھایا اور قرآن کریم پڑھایا ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی ہے اور یہ کمان کوئی بڑا مال بھی نہیں ہے میں اس کمان کے ذریعے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے گلے میں آگ کا طوق ڈال دیا جائے تو پھر تم اس کمان کو قبول کرلو۔

٣٤١٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ - قَالَ عَمْرٌو: وحَدَّثَنِي - عُبَادَةُ بْنُ نُسَيٍّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ، فَقُلْتُ: مَا تَرَى فِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: «جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا» أَوْ «تَعَلَّقْتَهَا».

ترجمہ: عبادہ بن صامت سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت ہے اور پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس کمان کو وصول کرنے کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کمان تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان آگ کا ایک انگارہ ہے جو تم اپنی گردن میں ہار بنا کر پہنو گے یا فرمایا کہ اس انگارہ کو اپنی گردن میں تم لٹکالو گے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٥)

شرح الحدیث: حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چند اہل صفہ کو قرآن سکھلایا اور کتابت یعنی لکھنا تو ان میں سے ایک شخص مجھ کو ایک کمان ہدیہ کرنے لگا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کوئی ایسا مال تو ہے نہیں یعنی جس کو اجرت کہا جاسکے دوسرے یہ کہ میں اس کو جہاد ہی میں استعمال کروں گا (کسی اپنی ذاتی ضرورت میں نہیں) لیکن پھر بھی میں نے یہ ارادہ کیا کہ بغیر حضور ﷺ سے دریافت کئے نہیں لوں گا چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور اس کمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا کہ اگر تو اس کی وجہ سے آگ کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا پسند کرتا ہو تو یہ ہدیہ قبول کرلے۔

اس حدیث کے ذیل میں امام خطابیؒ نے اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن میں علماء کے تین مذہب لکھے ہیں: ① ایک مطلقا عدم جواز، وقال اليه ذهب الزهري وأبو حنيفة واسحاق بن راهويه، ② دوسرا مذہب یہ کہ اگر بغیر شرط کے کوئی معاوضہ دے تو اس کے قبول میں کچھ حرج نہیں وهو قول الحسن البصري وابن سيرين والشعبي، ③ اور تیسرا مذہب مطلقا جواز وهو مذهب عطا

ومالك والشافعي، اور شافعیہ کی دلیل: زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ بیان کی [1]۔

توجيه الحديث عن الشافعيه: اور حدیث الباب کا جواب شافعیہ کی طرف سے انہوں نے یہ دیا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبادہؓ نے تعلیم کی ابتداء کے وقت تبرع اور احتساب کی نیت کی تھی اس لئے حضور ﷺ نے اس نیت احتساب کے بعد اجرت لینے سے منع کیا ابطال اجر سے بچنے کیلئے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا گم شدہ مال تلاش کر کے دے یا اگر کسی کا مال جو دریا میں غرق ہو گیا تھا اس کو حسبةً و تبرعاً دریا سے نکال کر دے تو اس نیت کے بعد اس کا اجرت لینا جائز نہیں، لیکن اگر وہ عمل سے پہلے اس کام پر اجرت مقرر کرے تب لینا جائز ہے، الی آخر ما ذکر۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ اس حدیث میں اس قدر شدید وعید کا منشاء شاید یہ ہو کہ یہاں معلم اور متعلم نے آپس میں اجرت کی شرط لگائی ہو یا یہ کہ اجرت لینا منوی ہو اسی لئے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے لئے اس کو پسند نہیں فرمایا اگرچہ مجرد نیت حرام نہ تھی، الی آخر ما بسط۔ (من البذل مختصرا [2]) والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۸۔ بَابٌ فِي كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ

علاج معالجہ پر اجرت لینے کا بیان

۳۴۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، قَالَ: فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَشَفَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا بِكُمْ لَعَلَّ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَكُمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَشَفَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، فَلَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ يَشْفِي صَاحِبَنَا؟ يَعْنِي رُقْيَةً، فَقَالَ رَجُلٌ: مِنَ الْقَوْمِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلَكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُونَا مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتَّى تَجْعَلُوا لِي جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيَتْفُلُ حَتَّى بَرِئَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَأَوْفَاهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: اقْتَسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ، فَغَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ أَحْسَنْتُمْ وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت ایک سفر میں جا رہی تھی چنانچہ ان لوگوں نے

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود – ج ۳ ص ۹۹

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۵ ص ۸۳ - ۸۴

عرب کے ایک قبیلہ پر پڑاؤ ڈالا اس قبیلہ والوں سے صحابہ کرامؓ نے مہمانوں کا اکرام طلب کیا لیکن انہوں نے ان صحابہؓ کی مہمان نوازی نہ کی حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس قبیلہ کے سردار کو ایک سانپ نے ڈس لیا تو ان قبیلہ والوں نے اپنے دستور کے مطابق اس کا ہر طرح علاج کرایا لیکن اس شخص کو کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس قبیلہ کے ایک فرد نے یہ رائے دی کہ تم لوگ اس جماعت کے پاس چلے جاؤ جنہوں نے تمہارے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی ترکیب ہو جس سے تمہارے اس سردار کو شفاء نصیب ہو۔ چنانچہ اس قبیلہ کے کچھ لوگ صحابہؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے کیا تم میں سے کوئی شخص کوئی جھاڑ پھوک جانتا ہے؟ تو صحابہؓ کی جماعت میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے جھاڑ پھونک کا طریقہ آتا ہے لیکن ہم نے تم لوگوں سے مہمان نوازی طلب کی تھی اور تم نے ہماری مہمانی کرنے سے انکار کر دیا تھا لہٰذا میں جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک کہ تم لوگ اس جھاڑ پھونک کی اُجرت میرے لئے مقرر نہ کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے جھاڑ پھونک کرنے کے بدلہ میں بکریوں کا ایک ریوڑ بطور اُجرت مقرر کر دیا...... پس یہ صحابی اس سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کے پاس گئے اور اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر منہ سے کچھ پھونک پھیکا۔ یہاں تک کہ وہ صاحب ایسے تندرست ہو گئے جیسا کہ کسی شخص کو بیڑیوں سے باندھنے کے بعد کھول دیا ہو۔ چنانچہ اس قبیلہ کے لوگوں نے ان کی مقرر کردہ اجرت ادا کر دی اور کہا کہ تم لوگ بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو۔ جن صحابی نے جھاڑ پھونک کیا تھا انہوں نے کہا: ابھی یہ بکریاں استعمال نہ کرو یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکا مسئلہ نہ دریافت کر لیں پس یہ صحابہ کرامؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ فاتحہ ایک بہترین جھاڑ پھونک ہے؟ تم نے خوب کیا اور اس میں اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

۳۴۱۹ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَخِيهِ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ ابوسعید خدری نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الإجارة (٢١٥٦) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٢١) صحيح البخاري - الطب (٥٤٠٤) صحيح البخاري - الطب (٥٤١٧) صحيح مسلم - السلام (٢٢٠١) جامع الترمذي - الطب (٢٠٦٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤١٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٣)

شرح الحدیث **مضمون حدیث جھاڑ پھونک کا ایک قصہ:** یہ ہے کہ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کسی سفر میں جارہی تھی راستہ میں کسی جگہ عربوں میں وہ جماعت اتری اور وہاں کے دستور کے موافق ان سے ضیافت

طلب کی، وہ ضیافت کیلئے تیار نہ ہوئے اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا جس کا انہوں نے ہر طرح علاج کر کے دیکھا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، ان کا آپس میں مشورہ ہوا کہ یہ جو مسافروں کا قافلہ آیا ہوا ہے ان کے پاس جانا چاہیئے شاید ان کے پاس اس کا علاج ہو، چنانچہ وہ ان صحابہ کے پاس آئے اور جھاڑ پھونک کی درخواست کی ان میں سے ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا رقیہ ہے لیکن ہم بغیر اجرت کے علاج نہیں کریں گے جیسا کہ تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ یعنی انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینا طے کر دیا اس سے مراد تیس بکریاں ہیں جیسا کہ اس روایت میں ہے جس کو مصنف نے کتاب الطب میں "باب كيف الرقى" میں ذکر کی ہے فقد اعاد المصنف هذا الحديث هنالك اور کہا گیا ہے کہ یہ جماعت بھی تیس نفر کی تھی، یہ صحابی اس شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے اور لعاب گراتے رہے یہاں تک کہ وہ سید لدیغ بالکل تندرست ہو گیا، جیسے جانور کو رسی سے کھول دیا جاتا ہے اور ان لوگوں نے ان حضرات کو حسب وعدہ ان کا وہ جعل یعنی عوض دیدیا، وہ ساتھی آپس میں کہنے لگے کہ ان بکریوں کو تقسیم کر لیا جائے، لیکن اصل راقی نے یہ کہا کہ جب تک حضور ﷺ کے پاس ہم نہ پہنچ جائیں اور آپ ﷺ سے معلوم نہ کر لیں اس وقت تک نہیں، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اظہار مسرت فرمایا اور پوچھا کہ تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ سورۂ فاتحہ رقیہ ہے اور ان صحابہ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اپنے ساتھ اس میں میرا بھی حصہ لگانا۔

دوسرا قصہ: اسکے بعد مصنف نے اسی قسم کی ایک دوسری حدیث جس کے راوی عم خارجہ ہیں ذکر فرمائی جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ کسی سفر میں جا رہے تھے راستہ میں کسی بستی میں لوگوں نے ان کو روک کر پوچھا کہ تم ایسے بزرگ شخص کے پاس سے آرہے ہو یعنی حضور ﷺ کے پاس سے ہمارا ایک مریض ہے معتوہ یعنی مجنون جو زنجیروں میں بندھا ہوا ہے اس پر دم کر دیجئے انہوں نے تین دن تک صبح شام سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا ہر مرتبہ پھونکتے وقت اس پر لعاب بھی گراتے تھے چنانچہ وہ بالکل ٹھیک ہو گیا، فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا۔ یعنی ان لوگوں نے ان صحابی کو ہدیۃً کچھ پیش کیا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سو بکریاں تھیں جیسا کہ خود ابوداؤد ہی میں یہ حدیث کتاب الاطعمہ کے اخیر میں آرہی ہے وہاں پر اس عدد کی تصریح ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے ان کو قبول کرنے کی اجازت دیدی، اور فرمایا: كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ (اسکی جزا محذوف ہے فعليه وباله) یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اسکا کھا سکتا ہے اور قسم ہے میری جان کی جو شخص باطل رقیہ کے ذریعہ سے کھائے اس پر وبال ہے اس کا، تو تو یہ برحق رقیہ کے ذریعہ سے کھا رہا ہے اس میں کیا حرج ہے۔

استنباط المصنف بحديث الباب: مصنف نے تعلیم قرآن پر اجرت کے عدم جواز کو جیسا کہ حنابلہ کا مسلک ہے حضرت عبادہؓ کی حدیث سے ثابت کیا: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا، اور اس پر ترجمہ قائم کیا كسب المعلم، اور ابوسعید خدریؓ اسی طرح عم خارجہ کی حدیث جن سے جواز جعل ثابت ہوتا ہے اس پر ترجمہ قائم کیا بَابٌ فِي كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ، انہوں نے

اس دوسرے واقعہ کو علاج و معالجہ پر محمول کرتے ہوئے اس کے ذریعہ سے اجرت طبیب کے جواز کو ثابت کیا جو بالاتفاق جائز ہے ،امام ابوداودؒ نے یہاں پر بڑی فقاہت کا ثبوت دیا، احادیث پر کتب احادیث میں جو عنوان و تراجم قائم کئے جاتے ہیں وہ بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں چنانچہ مشہور ہے "فقہ الحدیث فی تراجمہ" جیسا کہ ایک یہ جملہ بھی مشہور ہے: "فقہ البخاری فی تراجمہ"، امام ترمذیؒ نے حدیث ابوسعید خدریؓ پر ترجمہ قائم فرمایا ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَى التَّعْوِيذِ، انہوں نے بھی اس حدیث کو مصنف کی طرح رقیہ اور علاج معالجہ پر ہی محمول کیا ہے لیکن وہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ورخص الشافعي للمعلم أن يأخذ على تعليم القرآن أجرا، ويرى له أن يشترط على ذلك، واحتج بهذا الحديث اھ، اور امام ابوداودؒ نے حدیث عبادہؓ اور حدیث ابوسعید خدریؓ جن کے مضمون میں بظاہر تعارض ہے دونوں پر یکے بعد دیگرے سے الگ ترجمہ قائم کرکے صحیح صورت حال کو واضح فرمادیا ہے کہ حدیث عبادہؓ کا تعلق تعلیم قرآن سے ہے اور حدیث ابی سعید خدریؓ کا محمل علاج و معالجہ اور کسب طبیب ہے، فالله در المصنف۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣٤٢٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ فَأَتَوْهُ، فَقَالُوا: إِنَّكَ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ، فَارْقِ لَنَا هَذَا الرَّجُلَ فَأَتَوْهُ بِرَجُلٍ مَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ، فَرَقَاهُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، وَكُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ، ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَهُ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ، لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ»۔

ترجمہ: خارجہ بن صلت اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک قبیلہ والوں کے پاس سے گزرے تو اس قبیلہ کے لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ ان صاحب (رسول اللہ ﷺ) کے پاس بھلائیاں لائیں ہیں لہذا اس شخص پر دم کر دیجیے تو وہ لوگ ایک ایسے شخص کے پاس خارجہ کے چچا کو لے گئے جو دیوانہ تھا اور بیڑیوں میں بندھا ہوا تھا تو خارجہ کے چچا نے اس مجنون شخص پر تین دن تک صبح شام سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جب بھی وہ سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو وہ اپنے منہ سے تھوک جمع کرکے اس مجنون شخص پر تھوک سمیت پھونک مارتے تو وہ مجنون ایسے صحیح ہو گیا گویا کہ اسے بیڑیوں سے باندھنے کے بعد کھول دیا گیا ہو ......ان لوگوں نے دم کرنے پر ان کو کچھ اجرت دینا چاہی تو خارجہ کے چچا خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے سارا واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہ اجرت استعمال کر سکتے ہو کیونکہ میری عمر کی قسم جو وہ لوگ غلط دم درود کے ذریعے مال کما کر کھاتے ہوں لیکن تم نے برحق جھاڑ پھونک کے بدلہ میں یہ مال حاصل کیا۔

٣٩- بَابٌ فِي كَسْبِ الْحَجَّامِ

پچھنے لگانے والے کے پیشہ کا بیان

ایضاح المسئلة: یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک پیشہ حجامت یعنی یہ حرفہ، دوسری اس کی آمدنی جمہور کے نزدیک دونوں جائز ہیں، اور امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ آزاد آدمی کے حق میں احتراف بالحجامۃ مکروہ ہے یعنی یہ پیشہ اختیار کرنا اور اس کی آمدنی کو اپنے اوپر خرچ کرنا ان کے نزدیک حرام ہے، وہ کہتے ہیں کہ حر اگر یہ پیشہ اختیار کرے تو اس کی آمدنی کو رقیق اور دواب پر خرچ کرے اور غلام کے حق میں ان کے نزدیک نہ پیشہ اختیار کرنے میں کچھ حرج ہے اور نہ آمدنی میں، قالہ الحافظ[1]۔

٣٤٢١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ قَارِظٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ».

ترجمہ رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگانے والے کا پیشہ ایک گھٹیا پیشہ ہے اور کتے کو بیچ کر پیسہ کمانا برا معاملہ ہے اور زانیہ عورت کا زنا کرنے کی اجرت لینا حرام ہے۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٨) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢١) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٤/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٥/٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٠/٤) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٢١)

شرح الحدیث خبیث کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے حرام و نجس، دوسرے خلاف الطیب یعنی گری ہوئی اور گھٹیا چیز، جمہور کے نزدیک یہاں یہی مراد ہے کذا قال القاری، لیکن امام احمدؒ کے نزدیک اگر حجام حر ہو تو پھر اس صورت میں خبیث کے دوسرے معنی ہوں گے یعنی حرام۔

آگے مصنف نے اس کے بعد دو حدیثیں اور ذکر کی ہیں ان میں بھی غور کیجئے۔

٣٤٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِجَارَةِ الْحَجَّامِ «فَنَهَاهُ عَنْهَا فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَأْذِنُهُ، حَتَّى أَمَرَهُ أَنْ أَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَرَقِيقَكَ».

ترجمہ محیصہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پچھنے لگانے پر مزدوری لینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس مزدوری کے استعمال سے منع فرمادیا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ سے مسلسل یہ بات دریافت فرماتے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٤٥٩

رہے اور اس مزدوری کے استعمال کی اجازت طلب کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ پچھنے لگانے سے حاصل ہونے والی اُجرت سے اپنے اونٹ کو چارہ کھلا دو اور اپنے غلام کو اس اُجرت سے کھانا کھلا دو۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٢) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣٥/٥) موطأ مالك - الجامع (١٨٢٣)

شرح الحدیث یعنی حضرت محیصہ ؓ نے آپ ﷺ سے اجرت حجام کے بارے میں اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع کر دیا، وہ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہی رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اخیر میں ان سے یہی فرمایا: أَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَرَقِيقَكَ کہ اس آمدنی کو جانوروں کو اور غلاموں کو کھلا سکتے ہو۔

اس حدیث سے حنابلہ کی تائید ہوتی ہے۔

٣٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَهُ خَبِيثًا لَمْ يُعْطِهِ».

ترجمہ عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگائے اور پچھنے لگانے والے کو اس کی اُجرت دی اگر حضور ﷺ پچھنے لگانے کی اُجرت کو حرام سمجھتے ہوتے تو یہ اجرت ادا نہ فرماتے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (١٩٩٧) صحيح البخاري - الإجارة (٢١٥٨) صحيح البخاري - الإجارة (٢١٥٩) صحيح البخاري - الطب (٥٣٦٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٠/١)

شرح الحدیث ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت بھی عطا کی، آگے ابن عباس ؓ اپنا استنباط بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ اجرت حجام کو حرام سمجھتے تو کیوں عطا کرتے۔ اس حدیث سے جمہور کی تائید ہوتی ہے لیکن اس استدلال پر یہ نقد ہو سکتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حجام سے مراد ابو طیبہ ہے جیسا کہ اس کے بعد کی روایت میں ہے اور وہ حر نہیں تھے بلکہ مملوک تھے لیکن جمہور یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ابو طیبہ مملوک تھے تو اس سے یہ استدلال کہاں درست ہے کہ غیر مملوک کو اجرت دینا جائز نہیں یا اس کے حق میں حرام ہے، یہ تو اتفاقی امر ہے کہ جن سے آپ ﷺ نے پچھنے لگوائے وہ مملوک تھے حر نہ تھے واللہ تعالی اعلم۔

٣٤٢٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ».

ترجمہ حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو طیبہ کو کھجور کی ایک صاع دینے کا حکم دیا اور ابو طیبہ ؓ کے آقاؤں کو حکم دیا کہ ان کے خراج میں تخفیف اور نرمی برتی جائے۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (١٩٩٦) صحیح البخاري - الإجارة (٢١٥٧) صحیح البخاري - الطب (٥٣٧١) صحیح مسلم - المساقاة (١٥٧٧) جامع الترمذي - البیوع (١٢٧٨) سنن أبي داود - البیوع (٣٤٢٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٦٤) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (١٠٠/٣) موطأ مالك - الجامع (١٨٢١) سنن الدارمي - البیوع (٢٦٢٢)

شرح الحدیث: یعنی حضرت ابوطیبہؓ نے حضور ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ ﷺ نے اس کی اجرت میں ان کو ایک صاع تمر دیئے کا حکم فرمایا، اور انکے مالکان کو حکم فرمایا کہ اسکی کمائی میں سے جو معینہ مقدار لیتے ہیں اس میں تخفیف کردیں، ابوطیبہ کا نام بعض نے نافع لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں یہ مولی الانصار تھے یعنی انکے غلام چونکہ یہ سینگی لگانا جانتے تھے اسلئے اسکے آقا ان سے یہی کمائی کراتے تھے اور یومیہ ایک مقدار معین مال کی ان سے لیتے تھے، اسکے بعد باقی ان کا تھا تو آپ ﷺ نے انکے موالی سے یہی بات فرمائی کہ تم نے جو مقدار ان سے لینے کی مقرر کر رکھی ہے اس میں کچھ کمی کردو۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤٠- بَابٌ فِي كَسْبِ الْإِمَاءِ

باندیوں کی کمائی کا شرعی حکم

٣٤٢٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ».

ترجمہ: ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے باندیوں کے ذریعے زنا اور بدکاری کے بدلہ میں حاصل ہونے والی اُجرت سے منع فرمایا۔

تخریج: صحیح البخاري - الإجارة (٢١٦٣) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٣٣) سنن أبي داود - البیوع (٣٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٢٨٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٣٤٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٣٨٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٤٣٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٤٥٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٤٨٠/٢) سنن الدارمي - البیوع (٢٦٢٠)

شرح الحدیث: زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی باندیوں سے حرام کمائی کرایا کرتے تھے اور اس کو جائز سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک یہ کوئی عار کی بات نہیں تھی، یہی نہیں بلکہ زنا کے ذریعہ نسب بھی ثابت مانتے تھے جیسا کہ کتاب الطلاق میں بَابٌ فِي ادِّعَاءِ وَلَدِ الزِّنَا میں یہ حدیث (برقم ٢٢٦٤) گزر چکی ہے: لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ، اسلام نے آکر زنا اور دواعی زنا اور زنا کی کمائی ان سب چیزوں کو حرام قرار دیا، آگے دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے: نَهَى عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ إِلَّا مَا عَمِلَتْ بِيَدِهَا، وَقَالَ: هٰكَذَا بِأَصَابِعِهِ نَحْوَ الْخَبْزِ وَالْغَزْلِ وَالنَّفْشِ یعنی باندی کی اس کمائی سے منع کیا ہے جو حرام کاری کے ذریعہ ہو نہ کہ مطلقاً، لہذا اگر دوسرے جائز کاموں کے ذریعہ سے کمائی کرے جیسے کسی کی روٹی پکائی یا سوت کاتنا ایسے ہی روئی دھنا، یہ کمائی اس کی جائز ہے، بذل میں لکھا

ہے کہ وہ جو شرح وقایہ کے بعض حواشی میں ہے أن أجرة الزانية حلال اس سے مراد اجرۃ زنا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی باندی جو کہ زانیہ بھی ہے اس کے باوجود اگر وہ کسی اور طریقہ سے کسب کرتی ہے تو اس کا وہ کسب جائز ہے جیسا کہ یہاں حدیث الباب میں ہے اھ [1]۔ حديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري، قاله المنذري۔

٣٤٢٦ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: جَاءَ رَافِعُ بْنُ رِفَاعَةَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: لَقَدْ نَهَانَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ، فَذَكَرَ أَشْيَاءَ "وَنَهَى عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ إِلَّا مَا عَمِلَتْ بِيَدِهَا، وَقَالَ: هَكَذَا بِأَصَابِعِهِ نَحْوَ الْخَبْزِ وَالْغَزْلِ وَالنَّفْشِ".

ترجمہ: رافع بن رفاعہ انصار کی مجلس میں آئے اور فرمایا اللہ کے نبی ﷺ نے آج کے دن ہمیں کئی چیزوں سے منع فرمایا پھر رافع نے وہ چیزیں ذکر فرمائیں اور فرمایا کہ ہمیں باندی سے زنا کی کمائی کروانے سے منع فرمایا! باندی اپنے ہاتھ سے جو کام کرے اسکے بدلے میں اجرت لے سکتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ باندی روٹی پکانے اور اون کاتنے اور روئی دھنئے پر اجرت لے سکتی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٤١)

٣٤٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ هُرَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ هُوَ ابْنُ خَدِيجٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ حَتَّى يُعْلَمَ مِنْ أَيْنَ هُوَ».

ترجمہ: رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے باندی کی کمائی کے استعمال سے منع فرمایا یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ باندی یہ کمائی کس پیشہ سے لائی ہے (وہ پیشہ حلال ہے یا حرام)۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤١)

٤١ - بَابٌ فِي حُلْوَانِ الْكَاهِنِ

کاہن کی مٹھائی کا بیان

٣٤٢٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: «عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ».

ترجمہ: ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کتے کو بیچ کر اجرت لینے سے اور زانیہ عورت کے زنا پر اجرت لینے سے اور کاہن کو ہدیہ تحفہ یا اجرت دینے سے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٩٢

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢١٢٢) صحيح البخاري - الإجارة (٢١٦٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٣١) صحيح البخاري - الطب (٥٤٢٨) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٧) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٣) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٦٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٥٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٩/٤) موطأ مالك - البيوع (١٣٦٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٨)

٤٢ - بَابٌ فِي عَسْبِ الْفَحْلِ -

نر جانور کے جفتی کی اجرت کا بیان

٣٤٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا نر جانور کے مالک کو اسکے جفتی کرانے کی اجرت لینے سے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة (٢١٦٤) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٣) سنن النسائي - البيوع (٤٦٧١) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٢٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢)

شرح الحدیث: فحل یعنی نر جانور مطلقاً فرساً كان او جملا او تیساً، اور عسب بمعنی ماء الحیوان اور اس کا ضراب یعنی جفتی دونوں معنی لکھے ہیں، اور حدیث الباب میں ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ، یہاں پر عبارت میں مضاف محذوف ہے یعنی عن کراء عسب الفحل، یعنی نر کی جفتی کی اجرت لینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، اور کہا گیا کہ عسب کا اطلاق اجرت ضراب پر بھی ہوتا ہے۔ لہذا اس صورت میں حذف مضاف ماننے کی حاجت نہ ہوگی، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے کہ نر کو جفتی کے لئے کرایہ پر دینا حرام ہے کیونکہ اس میں غرر ہے اس لئے کہ نر کبھی جفتی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا کبھی اس سے علوق یعنی حمل ٹھہرتا ہے کبھی نہیں ٹھہرتا نیز ماء الفحل یعنی اس کی منی مال غیر متقوم ہے، اجرت لینے کی صورت میں گویا اس کی بیع ہے جو فاسد ہے ہاں عاریۃ پر فحل دینا چاہیے، یہ مندوب الیہ ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے: ومن حقها اطراق فحلها [1]، لیکن اس میں امام مالکؒ کا اختلاف منقول ہے بایں طور کہ مدت ضراب کو معین کر دیا جائے مثلاً ساعت یا نصف ساعت تو اس پر جو اجرت لی جائے گی وہ ثمن ماء کے طور پر نہیں بلکہ آپ نے اپنا جانور دوسرے کے کام کیلئے مدت معینہ کیلئے دیا ہے یہ اس کی اجرت ہے، عند الجمہور اجرت پر دینا تو ممنوع ہے لیکن مستعیر بطور کرامت کے اگر کچھ دے تو اس کا لینا جائز ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

[1] وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: إِطْرَاقُ فَحْلِهَا (صحيح مسلم - كتاب الزكاة - باب إثم مانع الزكاة ٩٨٨)

٤٣ - بَابٌ فِي الصَّائِغِ

سونا چاندی کو ڈھالنے والے شخص کے پیشہ کا بیان

صائغ اور صواغ دونوں لغت ہیں اور صیاغ بھی واؤ کو یا سے بدل دیتے ہیں، صیاغت کے معنی کسی مادہ کو پگھلا کر اس سے کسی خاص ہیئت پر کوئی چیز بنانا، اور اسی سے ہے صائغ الحلی یعنی زرگر، سونے چاندی کے زیورات بنانے والا، مجمع البحار میں ہے: وفیہ واعدت صواغا من بنی قینقاع، وھو صائغ الحلی، من صاغ یصوغ، ومنہ اکذب الناس الصواغون، مصنف کی غرض اس ترجمۃ الباب سے حرفۂ صیاغت کی کراہت کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ حدیث الباب سے مستفاد ہو رہا ہے۔

٣٤٣٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، قَالَ: قَطَعْتُ مِنْ أُذُنِ غُلَامٍ، أَوْ قُطِعَ مِنْ أُذُنِي فَقَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ حَاجًّا فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَرَفَعَنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ هَذَا قَدْ بَلَغَ الْقِصَاصَ ادْعُوا لِي حَجَّامًا لِيَقْتَصَّ مِنْهُ، فَلَمَّا دُعِيَ الْحَجَّامُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنِّي وَهَبْتُ لِخَالَتِي غُلَامًا، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَارَكَ لَهَا فِيهِ، فَقُلْتُ لَهَا: «لَا تُسَلِّمِيهِ حَجَّامًا وَلَا صَائِغًا وَلَا قَصَّابًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ ابْنُ مَاجِدَةَ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ،

ترجمہ ابوماجدہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی لڑکے کا کان کاٹ دیا یا کسی نے میرا کان کاٹ ڈالا اس دوران حضرت ابو بکر حج کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم ان کے پاس جمع ہوئے اور ہم نے اپنا معاملہ پیش کیا تو حضرت ابو بکر نے کاٹنے کے اس واقعہ کو حضرت عمر بن خطاب کے پاس بھیجا (کہ وہ فیصلہ کریں) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کان اتنا کٹ گیا ہے جس میں قصاص لازم ہوتا ہے میرے پاس حجام کو بلاؤ تا کہ اس سے قصاص لیا جا سکے جب حجام کو بلایا گیا تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور مجھے امید ہے کہ وہ غلام میری خالہ کیلئے بابرکت ثابت ہوگا تو میں نے اپنی خالہ سے کہا کہ یہ غلام کسی حجام، سنار اور قصائی کے سپرد نہ کرنا (جو اس کو یہ ہنر سکھلائیں)۔

٣٤٣١ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُرَقِيِّ، عَنِ ابْنِ مَاجِدَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ ابن ماجدہ سہمی حضرت عمر بن الخطاب کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی طرح بیان کرتی ہیں۔

٣٤٣٢ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُرَقِيُّ، عَنِ ابْنِ مَاجِدَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: ابن ماجدہ سہمی حضرت عمر بن الخطاب کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی حدیث کی مثل بیان کرتی ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود- البيوع (٣٤٣٠) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧)

شرح الحدیث: عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، قَالَ: قَطَعْتُ مِنْ أُذُنِ غُلَامٍ، أَوْ قُطِعَ مِنْ أُذُنِي: ابو ماجدہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی لڑکے کا کان کاٹ دیا، آگے شک راوی ہے کہ یا انہوں نے یہ کہا تھا کہ میرا کان کاٹ لیا گیا، پھر یہ ہوا کہ ہمارے پاس حج کے زمانہ میں ابو بکرؓ تشریف لائے ہم ان کے پاس جمع ہو گئے اور گویا ان کے سامنے اس اُذن کا ذکر آیا فَرَفَعَنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے ہمارے اس مقدمہ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا، تو حضرت عمرؓ نے واقعہ سن کر فرمایا کہ یہ قصہ تو قصاص کی حد تک پہنچ گیا یعنی یہ فعل موجب قصاص ہے، اور فرمایا کہ میرے پاس حجام کو بلا کر لاؤ، تاکہ اس قاطع سے قصاص لیا جائے، راوی کہتا ہے کہ جب حجام کو بلایا گیا (تو حضرت عمرؓ کو ایک حدیث یاد آئی جس پر انہوں نے فرمایا کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک موقعہ پر سنا تھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اور میں امید کرتا ہوں اس بات کی کہ میری خالہ کیلئے اس میں خیر و برکت ہو گی، اور میں نے خالہ کو دیتے وقت ان سے یہ کہا تھا کہ اس لڑکے کو حجام یا صائغ یا قصاب کے حوالہ مت کرنا، یعنی ان پیشوں میں سے کوئی سا پیشہ سکھانے کیلئے، اوپر مجمع البحار[1] سے صواغین کے بارے میں اكذب الناس ہونا گزر چکا، علماء نے لکھا ہے کہ صائغ کی مذمت اسلئے کی گئی ہے کہ وہ زیورات بنانے میں کھوٹ ملاتا ہے، نیز انکے کلام میں ٹال مٹول اور جھوٹے وعدے بہت پائے جاتے ہیں، اور حجام اور قصاب کی کراہت اس نجاست کی وجہ سے ہے جس سے انکو سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

٤٤- بَابٌ فِي الْعَبْدِ يُبَاعُ وَلَهُ مَالٌ

ایسے غلام کو فروخت کرنا جسکے پاس مال ہو

٣٤٣٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ، وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا مُؤَبَّرًا فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جس شخص نے ایسا غلام فروخت کیا جس کے پاس مال ہو تو غلام کے پاس موجود مال فروخت کرنے والے کا ہو گا مگر یہ کہ خریدنے والا اسکی شرط لگائے اور جس شخص نے کھجور کا درخت تابیر کے بعد فروخت کیا تو اس درخت کے پھل بیچنے والے کے ہونگے مگر یہ کہ خریدنے والا ان پھلوں کی شرط لگائے۔

شرح الحديث مع استنباط المسئلة: یعنی جو شخص اپنے ایسے غلام کو فروخت کرے جس کے لئے مال ہو تو وہ مال مالک یعنی بائع کا ہو گا مشتری کے لئے نہ ہو گا، الا یہ کہ مشتری شرط لگالے اس مال کی بھی، ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے، لیکن یہاں سوال یہ ہوتا ہے

---

[1] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار- ج ٣ ص ٣٨٩

کہ کیا عبد بھی کسی مال کا مالک ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عبد کے اندر مالک بننے کی صلاحیت نہیں لہذا حدیث میں مال کی اضافت عبد کی طرف مجازاً ہے یعنی اس کے پاس جو مال ہے گو اس کا نہیں، اس میں امام مالک کا اختلاف منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر آقا اپنے غلام کو کسی مال کا مالک بنا دے تو وہ مالک ہو جاتا ہے اور یہی اہل ظاہر کا قول ہے، اس اختلاف پر شراح نے بطور ثمرہ اختلاف کے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک غلام کیلئے تسری[1] جائز نہیں یعنی وطی بملك اليمين، اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے، دوسرا مسئلہ اس حدیث میں بیع نخل کا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے نخل یعنی کھجور کے درخت کو تابیر کے بعد فروخت کیا ہے تو اس صورت میں پھل درختوں کے تابع نہ ہوگا بلکہ بائع کیلئے ہوگا الا یہ کہ مشتری صراحۃ شرط لگالے تو پھر مشتری ہی کیلئے ہوگا یعنی بیع میں داخل ہو جائے گا، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث میں مُؤَبَّرًا کی قید کا اعتبار کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ یہ حکم نخل مؤبر کا ہے اور اگر نخل غیر مؤبر ہو تو اس صورت میں ثمر بائع کے لئے نہ ہوگا بلکہ درختوں کے تابع ہو کر مشتری کیلئے ہی ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، ان کے نزدیک قبل التابیر اور بعد التابیر دونوں صورتوں میں ثمر بائع کیلئے ہوگا، اور یہاں ایک تیسرا مذہب بھی ہے وہ یہ کہ ثمر دونوں صورتوں میں مشتری کیلئے ہوگا، اس کی طرف گئے ہیں ابن ابی لیلی، جمہور کا استدلال بطریق مفہوم مخالف ہے اور حنفیہ چونکہ مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اس لئے انہوں نے اس کو اختیار نہیں کیا وہ یہ کہتے ہیں ثمر مستقل چیز ہے اور درخت مستقل۔

٣٤٠٣ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ الْعَبْدِ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ النَّخْلِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَاخْتَلَفَ الزُّهْرِيُّ، وَنَافِعٌ، فِي أَرْبَعَةِ أَحَادِيثَ هَذَا أَحَدُهَا».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عمرؓ بن خطاب کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے غلام کے بیچنے والا واقعہ نقل کرتے ہیں اور نافع عبد اللہ بن عمر کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے درخت فروخت کرنے والا واقعہ ذکر فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٩٠) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٥٠) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٦٧) صحيح مسلم - البيوع (١٥٤٣) جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦٣٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٣٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٠٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦١)

شرح الحدیث مصنف رواۃ کا اختلاف بیان کر رہے ہیں اس حدیث کا پہلا طریق سالم عن ابن عمرؓ ہے اور یہ دوسرا طریق نافع عن ابن عمرؓ ہے، سالم سے روایت کرنے والے زہری ہیں، اور نافع سے روایت کرنے والے مالک، تو یہاں پر سالم اور نافع کا اختلاف ہو رہا ہے وہ یہ کہ سالم نے حدیث کے دو جزء بیع نخل اور بیع عبد ان دونوں کو اپنے باپ ابن عمرؓ سے روایت کیا، اور نافع نے بیع النخل کو تو

[1] تَسَرِّی، سُرِّيَّة سے ماخوذ ہے، سُرِّيَّة اس باندی کو کہتے ہیں جس کو آدمی وطی کے لئے رکھے ۱۲۔

ابن عمرؓ سے روایت کیا، اور بیع العبد کو عن ابن عمر عن عمر روایت کیا، یعنی ایک جزء کا راوی عمرؓ کو قرار دیا اور ایک جزء کا راوی ابن عمرؓ کو بخلاف سالم کے کہ انہوں نے دونوں جزء کو ابن عمرؓ ہی سے روایت کیا۔

بعض نسخوں میں ایک عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک چار حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں زہری اور نافع کا اختلاف ہے ان چار میں کی ایک یہ بھی ہے، یاد پڑتا ہے کہ رفع یدین کی بحث میں ابن عمرؓ کی حدیث کے ذیل میں یہ گزرا ہے کہ سالم ونافع کا چار حدیثوں کے اندر رفع اور وقف میں اختلاف ہے من جملہ ان کے ایک رفع یدین والی حدیث بھی ہے جس کو سالم نے مرفوعا اور نافع نے موقوفا روایت کیا ہے۔ وحديث سالم أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٤٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَاعَ عَبْدًا، وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس شخص نے ایسا غلام فروخت کیا جس کے پاس مال ہے تو اس کا مال، فروخت کرنے والے کا ہوگا مگر یہ کہ خریدنے والا شرط لگائے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٣٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٠)

٤٥ - بَابٌ فِي التَّلَقِّي

شہری کا سامانِ تجارت لانے والے قافلے سے ملاقات کرنا اس قافلے کے شہر پہنچنے سے پہلے

مسئلة الباب کی تشریح مع اختلاف ائمہ: تلقی سے مراد تلقی الجلب ہے جیسا کہ باب کی حدیث ثانی میں ہے: نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ، جَلَبٌ مصدر بمعنی مجلوب یعنی وہ سامان جس کو دیہاتی دیہات سے شہر میں فروخت اور تجارت کیلئے لارہے ہوں اور تلقی بمعنی استقبال، لہذا مطلب یہ ہوا کہ جو مال دیہاتی دیہات سے شہر میں منڈی میں فروخت کرنے کیلئے لارہے ہوں، اگر کوئی شہری اس آنے والے قافلہ کا استقبال اس کے شہر میں پہنچنے سے پہلے کرے اور اس سامان کو وہیں راستہ ہی میں خرید لے منڈی تک اس کو پہنچنے نہ دے تو آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، جمہور کے نزدیک تلقی رکبان مطلقاً ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ حرام ہے یا مکروہ، اور ابن منذر نے حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے مگر اس پر حافظ نے تعقب کرتے ہوئے کہا کہ کتب حنفیہ میں تو یہ ہے کہ تلقی دو صورتوں میں مکروہ ہے، ایک یہ کہ اہل بلد کو اس سے ضرر لاحق ہوتا ہو، یا یہ کہ اس شہری کی طرف سے تلبیس سعر پایا جائے، یعنی وہ غلط بیانی سے کام لے اور اس قافلہ سے بازار کا صحیح بھاؤ نہ بتائے بلکہ اس سے کم کر کے بتائے اھ۔ حافظ نے صحیح کہا کہ حنفیہ کے نزدیک نہ تو تلقی مطلقاً مباح ہے اور نہ مطلقاً مکروہ ہے، کما عند

الجمهور، بلکہ ان ہی دونوں صورتوں میں کراہت ہے ورنہ نہیں کما فی البذل عن الھدایۃ وابن الھمام۔

۳۴۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا الْأَسْوَاقَ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کوئی شخص دوسرے ساتھی کا مال فروخت کرنے کے بعد اپنا مال فروخت نہ کرے اور تم لوگ سامان تجارت لانے والے قافلہ سے ملاقات مت کرو یہاں تک کہ وہ سامان تجارت شہر کے بازار میں اتار دیا جائے۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۲۰۳۲) صحیح البخاري - النکاح (۴۸۴۸) صحیح مسلم - النکاح (۱۴۱۲) جامع الترمذي - البیوع (۱۲۹۲) سنن النسائي - النکاح (۳۲۴۳) سنن النسائي - البیوع (۴۴۹۷) سنن أبي داود - البیوع (۳۴۳۶) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۷۱) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۷/۲) موطأ مالك - البیوع (۱۳۹۰) سنن الدارمي - النکاح (۲۱۷۶) سنن الدارمي - البیوع (۲۵۶۷)

۳۴۳۷ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو الرَّقِّيَّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ، فَإِنْ تَلَقَّاهُ مُتَلَقٍّ مُشْتَرٍ فَاشْتَرَاهُ، فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ إِذَا وَرَدَتِ السُّوقَ»، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ، يَقُولُ: قَالَ سُفْيَانُ: "لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ أَنْ يَقُولَ: إِنَّ عِنْدِي خَيْرًا مِنْهُ بِعَشَرَةٍ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص تجارت کے سامان لانے والے قافلہ سے نہ ملے پاس اگر کوئی شخص اس قافلہ سے ملکر سامان تجارت خرید لیتا ہے تو اس سامان تجارت لانے والے کو بازار پہنچنے کے بعد اختیار ہوگا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے فرمایا: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ کی تشریح یہ ہے کہ ایک بائع نے شری کو کوئی سامان فروخت کر دیا تھا تو دوسرا بائع اس مشتری سے کہتا ہے کہ میرے پاس دس روپیہ درہم کے بدلے میں تمہاری خریدی ہوئی شئی سے اچھی اور عمدہ شئی موجود ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۲۰۴۳) صحیح البخاري - البیوع (۲۰۵۴) صحیح مسلم - البیوع (۱۵۱۵) سنن أبي داود - البیوع (۳۴۳۷) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳۹۴/۲) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۴۰۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۵۰۱/۲) موطأ مالك - البیوع (۱۳۹۱)

شرح الحدیث: یعنی اگر کوئی شخص اس آنے والے قافلہ سے کوئی شئی خرید لے تو شہر میں پہنچنے کے بعد صاحب سلعہ یعنی بائع کو رجوع عن البیع کا اختیار ہوتا ہے، اس خیار رجوع کے اکثر علماء قائل نہیں الا الشافعی فانہ أثبت الخیار للبائع قولا بظاھر الحدیث قالہ الخطابی[1]، باب کی پہلی حدیث میں لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ مذکور ہے اس کے بارے میں سفیان کا کلام

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ۳ ص ۱۰۹

مصنف نقل کر رہے ہیں: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ: يَقُولُ: قَالَ سُفْيَانُ الخ یعنی بیع علی بیع اخیہ جس کی حدیث میں ممانعت ہے سفیان اس کی تفسیر کر رہے ہیں۔

بیع علی بیع اخیہ کی شرح: کہ دو شخص جو آپس میں خرید و فروخت کی بات کر رہے تھے تو درمیان ہی میں تیسرا شخص یہ کہے مشتری سے کہ میں اس ثمن میں یہ چیز اس سے بڑھیا تجھے دے سکتا ہوں لیکن یہ کراہت اس وقت میں ہے جب اصل بائع و مشتری کا بھاؤ کرنے کے بعد کسی مقدار ثمن پر استقرار ہو گیا ہو، اور جب تک استقرار نہ ہو بلکہ کمی زیادتی کی بات چل رہی ہو تو پھر اس کی گنجائش ہے۔ بیع علی بیع اخیہ جو حدیث میں آتا ہے اس کی شرح بالتفصیل کتاب النکاح میں لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ الحدیث کے ذیل میں (برقم ۲۰۸۰) گزر چکی ہے، فارجع الیہ لو شئت۔ حديث ابن عمر أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه مختصراً ومطولاً، وحديث أبي هريرة أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۴۶۔ بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ

بولی لگانے کی ممانعت کا بیان

۳۴۳۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَنَاجَشُوا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بولی مت لگاؤ۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (۲۰۳۳) صحيح مسلم - النكاح (۱۴۱۳) جامع الترمذي - البيوع (۱۳۰۴) سنن أبي داود - البيوع (۳۴۳۸) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۷۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۳۸) موطأ مالك - البيوع (۱۳۹۱)

شرح الحدیث **مسئلة الباب کی تشریح عند الفقهاء:** نجش[1] کا مطلب یہ ہوتا ہے کسی چیز کے خریدار کے سامنے کسی شخص کا اس شئ کی زائد قیمت لگا دینا جب کہ خریدنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تاکہ وہ خریدار اس چیز کے ثمن میں اضافہ کر دے، اس حدیث میں اس کی ممانعت ہے: لَا تَنَاجَشُوا کیونکہ یہ دھوکہ ہے، لیکن بدائع میں یہ لکھا ہے کہ نجش کی کراہت اس صورت میں ہے جب کہ مشتری اس سامان کو مثل ثمن پر خرید رہا ہو یعنی پوری قیمت لگا کر، اور اگر وہ اس چیز کو خریدنا چاہ رہا ہو ثمن مثل سے کم پر، پھر اس صورت میں کوئی شخص نجش کرے تاکہ وہ خریدار اس چیز کو ثمن مثل پر خرید لے یعنی بازار میں جو اس شئ کی قیمت ہو تو پھر یہ نجش مکروہ نہیں اگرچہ ناجش کا ارادہ خریدنے کا نہ ہو (بذل[2])، اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نجش بالاجماع حرام

---

[1] النجش بفتحتين، ويروى النَّجْش بالسكون، أصله من نجش الصيد وهو إثارته (مغرب ملخصا) من هامش محمد عوامه (ج ۴ ص ۱۵۹)، وفي البذل قال النووي النجش بسكون الجيم أن يزيد في الثمن لا لرغبة بل ليخدع غيره (ج ۱۵ ص ۱۰۶)۔

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ۵ ص ۲۳۳، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۱۰۶۔

ہے اور بیع صحیح ہے اور منعقد ہو جاتی ہے اور گناہ ناجش کے ساتھ خاص ہے اگر یہ نجش بغیر علم بائع کے ہو، اور اگر دونوں کی موافقت اور سازش سے ہو تو پھر دونوں گنہگار ہوں گے، اور امام مالکؒ کی ایک روایت یہ ہے نجش کی صورت میں بیع باطل ہے انہوں نے نہی کو مقتضی فساد قرار دیا ہے [1]۔ (عون) والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه مختصر أقاله المنذری۔

٤٧ - بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

شہر کا رہنے والا شخص دیہاتی کے مال کو نہ بیچے

حاضر یعنی حضری، شہری، باد بمعنی بَدَوِی دیہاتی۔

٣٤٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ» فَقُلْتُ: مَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: «لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہر کا رہنے والا شخص کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے اس حدیث کا معنی دریافت کیا تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ شہر کا رہنے والا اس دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (٢٠٥٠) صحیح البخاري - الإجارة (٢١٥٤) صحیح مسلم - البیوع (١٥٢١) سنن النسائي - البیوع (٤٥٠٠) سنن أبي داود - البیوع (٣٤٣٩) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٧٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٨)

شرح الحدیث: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ: **مسئلة الباب کی تشریح:** آگے روایت میں ہے کہ شاگرد نے استاد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا مطلب تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ شہری کو دیہاتی کیلئے دلال نہیں بننا چاہیے، دیہاتی دیہات سے جو مال شہر میں فروخت کرنے کے لئے لاتے ہیں تو چونکہ شہر میں ان کے قیام کی کوئی جگہ باقاعدہ نہیں ہوتی تو وہ اس شی کو بسعر الیوم فروخت کر کے چلے جاتے ہیں، یعنی اس چیز کا اس روز منڈی میں جو بھی بھاؤ ہوتا ہے اس سے، اور چونکہ منڈی میں اشیاء کا بھاؤ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس لئے کوئی شہری اپنے واقف دیہاتی سے یہ کہے کہ تو اپنا یہ سامان میرے پاس رکھ دے جس روز منڈی کا بھاؤ مناسب ہوگا اس وقت میں اس کو تیری طرف سے فروخت کر دوں گا، تو اس میں اگرچہ اس دیہاتی کا تو فائدہ ہے لیکن عام لوگوں کا نقصان ہے اس لئے شریعت نے انفرادی فائدہ پر اجتماعی فائدہ کو ترجیح دیتے ہوئے ایسا کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَذَرُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ، یعنی ان دیہاتیوں

[1] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ١٠ ص ١٥٩

کو چھوڑ دو اور جس طرح وہ معاملہ از خود کریں شہر والوں سے سستا یا مہنگا جیسے بھی ہو کرنے دو، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اب یہ کہ یہ ممانعت کس صورت میں ہے؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ کراہت مطلقاً ہے بشرطیکہ وہ چیز لوگوں کی عام حاجت و ضرورت کی ہو، اور بشرط العلم بالنہی، اور حنفیہ کے نزدیک ایک تو شرط یہی ہے کہ وہ چیز ایسی ہو کہ یحتاج الیہ أهل المصر، اور دوسرے یہ کہ زمانہ غلاء اور گرانی کا ہو (عندنا مختص بزمن الغلاء و بما يحتاج اليه اهل المصر) تیسرا مذہب اس میں امام بخاریؒ وغیرہ کا ہے کہ یہ کراہت اور نہی اس صورت میں ہے جب کہ وہ شہری یہ کام کچھ اجرت لیکر کرے (کمیشن)، والا فلا یکرہ، اسلئے انہوں نے باب قائم کیا ہے: هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ اور پھر تعلیقاً یہ حدیث ذکر کی: وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ، شراح نے امام بخاریؒ کا مسلک یہی لکھا ہے کہ کراہت اجر کی صورت میں ہے ورنہ پھر اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ وہ تو باب نصیحت سے ہے، ہاں اجرت لینے کی صورت میں نصیحت نہیں بلکہ خود غرضی ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۴۴۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الزِّبْرِقَانِ أَبَا هَمَّامٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ زُهَيْرٌ وَكَانَ ثِقَةً، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ، أَوْ أَبَاهُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "كَانَ يُقَالُ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لَا يَبِيعُ لَهُ شَيْئًا، وَلَا يَبْتَاعُ لَهُ شَيْئًا".

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ شہر کا رہنے والا کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے اگرچہ وہ دیہاتی اسکا بھائی یا باپ ہو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حفص بن عمر سے سند متصل کے ساتھ سنا کہ حضرت انس بن مالکؓ نے یہ فرمایا کہ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ یہ ایک جامع کلمہ ہے یعنی اس دیہاتی کیلئے نہ تو کوئی شی فروخت کرو اور نہ ہی اس کیلئے کوئی شی خریدو۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (۲۰۵۳) صحيح مسلم - البيوع (۱۵۲۳) سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٢) سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٣) سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٤) سنن أبي داود - البيوع (۳٤٤٠)

۳۴۴۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ الْمَكِّيِّ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، قَدِمَ بِحَلُوبَةٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ عَلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، فَقَالَ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ" وَلَكِنِ اذْهَبْ إِلَى السُّوقِ فَانْظُرْ مَنْ يُبَايِعُكَ، فَشَاوِرْنِي حَتَّى آمُرَكَ أَوْ أَنْهَاكَ.

ترجمہ: سالم مکی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (صحابی) نے ان سے بیان کیا کہ وہ عہد نبوی میں ایک دودھ دینے والی اونٹنی لیکر آئے (دیہات سے) اور وہ طلحہ بن عبید اللہ کے یہاں اترے...... تو طلحہ بن عبید اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کیلئے سامان فروخت کرے لہٰذا تم خود بازار جاؤ اور دیکھو کہ تم سے کون یہ سامان خرید رہا ہے پھر تم مجھ سے اس کے متعلق مشورہ کرسکتے ہو اور میں اس خریداری کے متعلق تمہیں فروخت کرنے یا نہ کرنے کا مشورہ دیدوں گا۔

شرح الحدیث: یعنی ایک اعرابی نے خود اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں اپنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی حضور ﷺ کے زمانہ میں دیہات سے شہر میں لیکر آیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے یہاں اترا (اور ان کے یہاں اترنے سے اس دیہاتی کا منشایہ تھا کہ فوری طور پر اس اونٹنی کو منڈی میں لے جاکر فروخت کرنے کے بجائے ان کے یہاں ٹھہرا رہے اور یہ اپنی صوابدید سے جب اس کو بیچنا مفید سمجھے بازار میں جاکر فروخت کر آئیں) مگر حضرت طلحہؓ اس کیلئے تیار نہ ہوئے اور فرمایا دیکھ بھائی! حضور ﷺ نے بیع الحاضر للبادی سے منع فرمایا ہے لہذا تو خود بازار اس کو لیکر جا پھر جس کے ہاتھ بیچنے کی تیری رائے ہو مجھ سے آکر مشورہ کرلے، اس سے زائد میں نہیں کرسکتا۔ وحدیث جابر رضی اللہ تعالی عنہ آخر احادیث الباب أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣٤٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَذَرُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے..... لوگوں کو چھوڑ دو اللہ پاک ایک کے ذریعے سے کسی دوسرے کو روزی عطا فرماتے ہیں۔

تخریج: صحیح مسلم - البیوع (١٥٢٢) جامع الترمذی - البیوع (١٢٢٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٤٢) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٧)

٤٨ - بَابُ مَنِ اشْتَرَى مُصَرَّاةً فَكَرِهَهَا

کوئی شخص مصراۃ بکری خرید لے جو اسے ناپسند ہو تو کیا کرے

٣٤٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ان قافلوں سے مت ملاقات کرو جو

سامان تجارت فروخت کرنے آتے ہیں اور کسی شخص کے خرید و فروخت کے معاملہ ہونے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس مشتری کو وہ شیئ فروخت نہ کرے اور اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع کر کے مت رکھو جس شخص نے اونٹنی اور بکری کے تھن میں دودھ جمع کر کے فروخت کیا تو خریدار کو اس اونٹنی اور بکری کا دودھ دوہنے کے بعد دو اختیارات میں ایک کو اختیار کرنا ہوگا اگر خریدار اس عیب والی بکری پر راضی ہے تو اس بکری کو اپنے پاس رکھلے اور اگر اس بکری کی خریداری سے وہ خوش نہیں ہے تو یہ خریدار اس بکری کو فروخت کرنے والے کو واپس لوٹادے اور اسکے ساتھ کھجور کا صاع بھی ادا کرے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤١) صحيح مسلم - النكاح (١٤١٣) صحيح مسلم - البيوع (١٥١٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٤٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٨) موطأ مالك - البيوع (١٣٩١)

شرح الحديث اور اس کے بعد والے طریق میں یہ ہے: فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، اور آگے ہے: رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ، اور اس کے بعد والی حدیث ابن عمرؓ میں ہے: فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ، أَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا۔

حديث المصراة کی شرح اور اس پر کلام من حيث الفقه: اس باب میں ایک مشہور اور اہم اختلافی مسئلہ مذکور ہے، مسئلہ بیع المصراة، مصراة اسم مفعول کا صیغہ ہے تصریہ سے جس کے لغوی معنی حبس کے ہیں (روکنا) اور عرف میں کہتے ہیں حبس اللبن فی الضرع کو، جس کی شرح یہ ہے کہ بعض لوگ جب کسی دودھ والے جانور کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو وہ یہ حرکت کرتے ہیں کہ ارادۂ بیع سے ایک دو دن پہلے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے ہیں تاکہ دودھ اسکے تھنوں میں جمع ہو جائے، اور پھر جب بوقت بیع مشتری کے سامنے اس کا دودھ نکال کر دکھاتے ہیں تو وہ مشتری سمجھتا ہے کہ یہ جانور بہت دودھ والا ہے اور اس کو یہی سمجھ کر خرید لیتا ہے پھر جب گھر لا کر اس کو باندھ دیتا ہے تو ایک آدھ روز کے بعد اسکے دودھ میں کمی آتی ہے تو وہ پریشان ہوتا ہے اور اسکو بائع کی دھوکہ دہی کا علم ہو جاتا ہے، ایسے جانور کو عرف میں مصراة کہتے ہیں، اب یہ کہ اس قسم کے معاملہ میں کوئی شخص مبتلا ہو جائے تو اسکا حل اور حکم کیا ہے حدیث الباب میں یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس کو دونوں اختیار ہیں اس جانور کو اسکی موجودہ حالت میں رکھنا چاہے تو رکھ لے، اور واپس کرنا چاہے تو واپس کر دے، اور ایک روایت میں اس میں تین دن کی بھی قید ہے، کہ تین دن کے اندر اندر واپس کر سکتا ہے اسکے بعد نہیں، نیز یہ بھی ہے کہ جب اس مصراة کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع تمر کا بھی واپس کرے۔

مذاہب ائمہ: اس حدیث پر ائمہ ثلاثؒ اور امام ابو یوسفؒ کا عمل ہے یہ حضرات تصریہ کو عیب قرار دیتے ہیں اور عیب کی صورت میں چونکہ خیار رد ہوتا ہی ہے اس لئے یہاں بھی رد کا خیار مانتے ہیں، طرفین یعنی امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ، وفی روایت لمالک ایضا تصریہ عیب نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق ذات مبیع سے نہیں ہے بلکہ وصف مبیع سے، لہذا تصریہ کی وجہ سے خیارِ رد حاصل نہیں ہوگا، نیز خیار عیب تین دن کے ساتھ مقید نہیں ہوا کرتا مطلقاً ہوتا ہے اور یہاں حدیث میں تین دن کے

ساتھ مقید ہے کہ تین دن کے اندر رد کر سکتا ہے بعد میں نہیں، بہر حال حنفیہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

حدیث المصراة مخالف اصول ہے بثمانیة اوجه: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وأقوى الوجوه في ترك العمل بها مخالفتها للأصول من ثمانية أوجه، یعنی حنفیہ کے اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اصول اور قواعد کلیہ کے خلاف ہے آٹھ حیثیت سے، پھر انہوں نے ان وجوہ ثمانیہ کو بالتفصیل بیان کیا، علامہ عینیؒ کا یہ پورا کلام بذل المجہود میں مذکور ہے [1]، من جملہ ان وجوہ کے یہ ہے کہ اس حدیث میں صاع من تمر دینے کا جو حکم ہے تو ظاہر یہ ہے کہ یہ اس دودھ کا عوض ہے جو مشتری نے اپنے یہاں لاکر نکالا ہے، یعنی اس کا ضمان ہے، لیکن ضمان میں تو مماثلت ضروری ہے لقولہ تعالیٰ: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ [2]، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ بالمثل ہو، اور مثل کی دو قسمیں ہیں، مثل صوری جو ذوات الامثال ہی میں ہو سکتا ہے (اور لبن بھی ذوات الامثال ہی میں سے ہے) دوسرا مثل مثل معنوی ہے یعنی قیمت جو ذوات القیم میں ہوتا ہے جیسے حیوانات وغیرہ، اور صاع تمر تو نہ مثل صوری ہے نہ مثل معنوی، نیز یہاں پر رد صاع جو بطور ضمان کے ہے وہ ہونا ہی نہیں چاہئے، اسلئے کہ قاعدہ منصوصہ یہ ہے الغرم بالغنم، الخراج بالضمان، یعنی نفع اسی کا ہوتا ہے جس پر ضمان واجب ہو، اور یہاں یہ حیوان یعنی مصراة ضمانِ مشتری میں تھا کہ اس دوران اگر وہ جانور ہلاک ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اسکا ضامن مشتری ہو گا لہذا اس صورت میں اس جانور کا جو نفع وثمرہ ہے یعنی دودھ وہ بھی مشتری کیلئے ہونا چاہئے پھر ضمان اس پر کیوں واجب ہو، اس حدیث میں ہے: رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ ظاہر حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ صاع تمر ہر مصراة کے مقابلہ میں ہے خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زائد، لیکن اکثر وہ حضرات جو حدیث مصراة پر عمل کے قائل ہیں ان کا مسلک یہ ہے کہ ہر ایک بکری یا جو بھی جانور ہو مصراة اس کے بدلہ میں ایک ایک صاع ہو گا، مصراة کے عدد کے مطابق، لیکن بعض شافعیہ جیسے ابو الحسن ماوردی ان کے نزدیک یہ حکم مطلق مصراة کا ہے ایک ہو یا اس سے زائد، من شاة وكذا من ألف شاة، اس حدیث میں ہے: صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاع گیہوں کا نہ ہونا چاہئے اسکے علاوہ کسی اور کھانے کی چیز کا ہو، علامہ شوکانی لکھتے ہیں: وينبغي أن تحمل الطعام على التمر المذكور في هذه الرواية، پھر آگے وہ لکھتے ہیں چونکہ لفظ طعام کے متبادر معنی گیہوں کے تھے اس لئے راوی نے اس کی نفی کر دی بقوله: لَا سَمْرَاءَ، لیکن اسکے بعد والی روایت میں جو آرہا ہے رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ، أَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا، ان دونوں میں تعارض ظاہر ہے کہ پہلی حدیث میں گیہوں کی نفی تھی اور اس میں اثبات، قلت أجاب عنه الحافظ بأن إسناد هذا الحديث ضعيف قال وقال ابن قدامة أنه متروك الظاهر بالاتفاق [3]، قال المنذري: وأخرجه ابن ماجه، وقال الخطابي

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١١ ص ٢٧٣، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١١٣ - ١١٤.

[2] اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اس قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے (سورة النحل ١٢٦)

[3] نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار — ج ٦ ص ٥٨٩ - ٥٩٠

ولیس اسنادہ بذاك اھ من العون، معلوم ہوا کہ یہ دوسری روایت ابوداؤد کے علاوہ صرف ابن ماجہ کی ہے، اور وہ روایت جس میں لا سمراء وارد ہوا ہے وہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

اہل اصول نے لکھا ہے کہ یہ حدیث المصراۃ خبر واحد ہے اور خبر واحد پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ خلاف اصول نہ ہو، اور حدیث المصراۃ خلافِ اصول ہے گو سنداً ثابت اور صحیح ہے، اسلئے کہ یہ حدیث صحیحین بلکہ صحاح ستہ کی روایت ہے، اور حضرت اقدس گنگوہیؒ کے افادات درسیہ میں جس کو ہمارے حضرت شیخ کے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے قلم بند کیا ہے، اور جس کو حضرت سہارنپوری نے یہاں بذل المجہود میں نقل فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایات حنفیہ کے نزدیک اپنے موارد کے ساتھ خاص ہیں، قواعد کلیہ اور دوسرے نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے، اور کلمہ "مَنْ" جو ان روایات میں ہے اس کیلئے عموم جنسی یا نوعی لازم نہیں، بسا اوقات یہ لفظ قضیۂ شخصیہ میں مستعمل ہوتا ہے اسلئے کہ اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہے کہ اسم موصول بسا اوقات عہد کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ عموم کیلئے استعمال ہوتا ہے، اور امام شافعی اگرچہ اس بات کے مقر ہیں کہ یہ روایات مخالف کلیات ہیں لیکن انکی رائے یہ ہے کہ یہ روایات عام ہیں اپنے مورد کے ساتھ مختص نہیں اھ ملخصًا[1]۔

۳۴۴۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَهِشَامٌ، وَحَبِيبٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جب کوئی شخص مصراۃ بکری خریدے تو اسے تین دن تک اختیار ہے اگر چاہے تو خریدار یہ بکری فروخت کرنے والے کو واپس کردے اور ایک صاع اناج بھی ادا کرے، گندم ادا نہ کرے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۰۴۱) صحيح مسلم - البيوع (۱۵۱۵) سنن أبي داود - البيوع (۳۴۴۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۷۳) موطأ مالك - البيوع (۱۳۹۱)

۳۴۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَخْلَدٍ التَّمِيمِيُّ، حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً، احْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے مصراۃ بکری خریدی تو اس بکری کا دودھ نکالنے کے بعد اگر یہ شخص اس بکری کو لینے پر راضی ہے تو یہ بکری اپنے پاس رکھ لے اور اگر اس معاملے پر

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۵ ص ۱۱۸

یہ شخص راضی نہیں ہے تو بکری کے دودھ کو استعمال کرنے کے بدلہ میں کھجور کا ایک صاع ادا کرے۔

تخریج صحیح البخاري - البیوع (۲۰۴۱) صحیح مسلم - البیوع (۱۵۱۵) سنن أبي داود - البیوع (۳۴۴۵) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/۲۷۳) موطأ مالك - البیوع (۱۳۹۱)

۳۴۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ ابْتَاعَ مُحَفَّلَةً، فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ، أَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص نے زیادہ دودھ والا جانور خرید اتو اسے تین دن تک اختیار ہے پس اگر خریدار چاہے تو بائع کو یہ بکری واپس کر دے تو اس صورت میں اس بکری کے تھنوں میں اس معاملہ کرتے وقت جتنا دودھ تھا اس کے بقدر یا اس سے دگنا گیہوں ادا کرے بائع کو۔

تخریج سنن أبي داود - البیوع (۳۴۴۶) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۴۰)

۴۹ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحُكْرَةِ

ذخیرہ اندوزی کرنے کی ممانعت کا بیان

حُکرۃ اور حَکرۃ اور احتکار ان سب کے معنی لغوی جمع اور امساک کے ہیں، کسی چیز کو روک کر رکھنا۔

احتکار کی حقیقت وتعریف: احتکار جس کی حدیث کے اندر ممانعت ہے اس کی تعریف امام نوویؒ نے یہ لکھی ہے کہ غلہ کو غلاء اور گرانی کے زمانہ میں تجارت کی نیت سے خرید کر رکھ لینا اور فی الحال اس کی بیع نہ کرنا مزید گرانی کے انتظار میں تاکہ پیسے زیادہ حاصل ہوں، اور ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ اس غلہ کو اپنے ہی شہر سے خرید کر روک لے، اور اگر کسی اور جگہ سے خرید کر لایا ہے، یا سستے کے زمانہ میں خرید کر رکھ لیا ہو اور پھر اس کو روک لے گرانی کے زمانہ میں فروخت کرنے کے لئے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے یہ احتکار ممنوع نہیں ہے [1]، اور بدائع میں لکھا ہے کہ احتکار یہ ہے کہ اپنے شہر سے غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو فروخت نہ کرنا جب کہ اہل شہر کو ایسا کرنے سے نقصان پہنچ رہا ہو اور اگر بڑا شہر ہو جہاں ایسا کرنے سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو یہ احتکار ممنوع نہیں ہے، ایسے ہی اگر کسی دور دراز علاقہ سے غلہ خرید کر اپنے شہر میں لا کر اس کو روک لے تب بھی احتکار نہ ہو گا، ہاں اگر شہر کے قریب کسی بستی سے لا کر جس کا غلہ اس شہر میں آتا ہو روک کر رکھے اور شہر بھی صغیر ہو تب محتکر ہو گا [2]، یہ تو احتکار ممنوع کی تعریف ہوئی۔

---

[1] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ۱۱ ص ۴۳ ,بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۱۱۸

[2] بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع — ج ۵ ص ۱۲۹

احتکار کن کن چیزوں میں منع ہے ؟دوسرا مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ احتکار کن کن چیزوں میں ممنوع ہے؟ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک ما فیہ عیش الناس واقوات البشر یعنی جس چیز پر آدمی کی زندگی کا مدار ہو جس کو عام طور سے لوگ کھا کر زندگی بسر کرتے ہوں، اور طرفین (امام ابو حنیفہؒ ومحمدؒ) کے نزدیک ما فیہ عیش الناس وعیش البھائم، یعنی انسانوں اور جانوروں دونوں کی غذا اور خوراک میں، اور امام مالکؒ کے نزدیک فی کل شئی غیر الفواکہ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی کل ما تعم الحاجۃ الیہ، یعنی تمام وہ چیزیں جو عام حاجت اور ضرورت کی ہوں۔

٣٤٤٧ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي مَعْمَرٍ، أَحَدِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ» فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: «فَإِنَّكَ تَحْتَكِرُ» ، قَالَ وَمَعْمَرٌ: «كَانَ يَحْتَكِرُ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَأَلْتُ أَحْمَدَ مَا الْحُكْرَةُ، قَالَ: «مَا فِيهِ عَيْشُ النَّاسِ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: "الْمُحْتَكِرُ: مَنْ يَعْتَرِضُ السُّوقَ".

ترجمہ: معمر بن ابی معمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ذخیرہ اندوزی وہی شخص کرے گا جو نافرمان اور گناہ گار ہے۔ محمد بن عمر بن عطاء نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے کہا: آپ خود ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟ تو سعید نے جواب دیا کہ میرے استاذ معمر صحابی رسول بھی ذخیرہ اندوزی کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ ذخیرہ اندوزی کسے کہتے ہیں؟ امام احمد نے جواب کہ جن چیزوں پر لوگوں کا گزارہ ہوتا ہے اسکو ذخیرہ کرنا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو بازار سے سامان خرید کر اپنے پاس ذخیرہ کر لے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٤٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٥٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٥٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٠٠) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٤٣)

شرح الحدیث: سعید بن المسیبؒ کے شاگرد نے ان سے کہا کہ آپ نہی عن الاحتکار کی حدیث بیان کر رہے ہیں اور آپ خود احتکار کرتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ میرے استاذ معمر بھی احتکار کیا کرتے تھے۔

ان کا مطلب یہ تھا کہ احتکار ہر چیز میں نہیں ہوتا، امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے دریافت کیا کہ احتکار کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: مَا فِيهِ عَيْشُ النَّاسِ، آگے مصنف امام اوزاعیؒ سے نقل کر رہے ہیں: اَلْمُحْتَكِرُ: مَنْ يَعْتَرِضُ السُّوقَ یعنی محتکر وہ شخص ہے جو اپنے شہر ہی کے بازار میں سے غلہ خرید کر رکھ لے اور اگر کوئی شخص اس قسم کی چیزیں باہر سے لا کر اپنے شہر میں روکے، وہ احتکار نہیں۔

٣٤٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ؛ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَيَّاضِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ

قَتَادَةَ، قَالَ: «لَيْسَ فِي التَّمْرِ حُكْرَةٌ» . قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ: عَنِ الْحَسَنِ، فَقُلْنَا لَهُ: «لَا تَقُلْ عَنِ الْحَسَنِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ عِنْدَنَا بَاطِلٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَحْتَكِرُ النَّوَى، وَالْخَبَطَ وَالْبِزْرَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ يُونُسَ، قَالَ: سَأَلْتُ سُفْيَانَ، عَنْ كَبْسِ الْقَتِّ قَالَ: «كَانُوا يَكْرَهُونَ الْحُكْرَةَ» وَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ فَقَالَ: «اكْبِسْهُ».

ترجمہ قتادہ کہتے ہیں کہ کھجور کے جمع کرنے کو ذخیرہ اندوزی نہیں کہتے محمد بن مثنی نے اس روایت کو عن الحسن نقل کیا تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے کہا کہ آپ عن قتادہ کے بعد عن الحسن مت کہیے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ہمارے ہاں باطل ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب کھجور کی گٹھلیوں اور درخت کے پتوں اور بیج میں ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن یونس سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے سوال کیا کہ جانور کے چارے کو ذخیرہ کرنے کا کیا حکم ہے ؟ تو سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ علماء اکرام اس کی ذخیرہ اندوزی کو ناپسند کرتے تھے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عیاش سے یہ بات دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم درخت کے پتوں کو ذخیرہ کر سکتے ہو۔

شرح الحدیث قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ: عَنِ الْحَسَنِ، فَقُلْنَا لَهُ: «لَا تَقُلْ عَنِ الْحَسَنِ» : مصنف کے اس حدیث میں دو استاد ہیں محمد بن یحییٰ اور محمد بن المثنی، اور ان دونوں کے استاد یحییٰ بن فیاض ہیں، اسکے بعد سند اس طرح ہے عن ہمام عن قتادة، تو مصنف یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے استاذ محمد بن المثنی نے اس سند میں عن قتادہ کے بعد عَنِ الْحَسَنِ بھی زیادہ کیا، تو ہم نے ان سے کہا کہ عَنِ الْحَسَنِ مت کہو، غالباً یہ اس لئے کہ لَيْسَ فِي التَّمْرِ حُكْرَةٌ قتادہ ہی کا قول ہے حسن اس کے قائل تھے ہی نہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَحْتَكِرُ النَّوَى، وَالْخَبَطَ وَالْبِزْرَ: امام ابو داؤدؒ یہاں سے بعض علماء کے مذاہب نقل کر رہے ہیں اس بارے میں کہ احتکار کن کن چیزوں میں ممنوع ہے اور کن کن میں نہیں؟ چنانچہ فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ درختوں کے پتوں اور کھجور کی گٹھلی اور دوسری قسم کے بیج کا احتکار کرتے تھے یعنی ان کے نزدیک اس میں احتکار ممنوع نہ تھا۔

آگے روایت میں ہے: سَأَلْتُ سُفْيَانَ، عَنْ كَبْسِ الْقَتِّ، یعنی سفیان ثوریؒ سے جانوروں کے چارے کے احتکار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: كَانُوا يَكْرَهُونَ الْحُكْرَةَ، جس کا غالباً مطلب یہ ہے کہ ہاں علماء اس کے اندر بھی احتکار کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اس جملہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے كَبْسِ الْقَتِّ کا حکم بیان کرنے سے گریز کیا ہو بوجہ علم یقینی نہ ہونے کے اسلئے مطلقاً فرمادیا کہ علماء احتکار کو مکروہ جانتے ہیں مجمل سی بات فرمادی۔ وَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ یعنی ابو بکر بن عیاش سے بھی اس کا سوال کیا یعنی كَبْسِ الْقَتِّ کا تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہاں اس کو روک سکتے ہو۔

٥٠۔ بَابٌ فِي كَسْرِ الدَّرَاهِمِ

دراہم کو توڑنے کا بیان

۳٤٤٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ فَضَاءٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُكْسَرَ سِكَّةُ الْمُسْلِمِينَ الْجَائِزَةُ بَيْنَهُمْ إِلَّا مِنْ بَأْسٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن سنان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ جو سکہ مسلمانوں کے درمیان رائج ہوا اسکو توڑا پھوڑا نہ جائے مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳٤٤٩) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲٦۳) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/٤١٩)

شرح الحديث: یعنی آپ نے جو سکہ مسلمانوں کے درمیان رائج ہو اس کے توڑنے پھوڑنے سے منع کیا ہے مگر کسی ضرورت اور مجبوری سے، اس منع کی علت میں مختلف قول ہیں، کہا گیا ہے کہ چونکہ سکہ میں بسا اوقات اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوتا ہے حروف ہوتے ہیں اس میں اس کی بے ادبی، اور کہا گیا ہے کہ اس میں اضاعت مال ہے کیونکہ سکہ کی قیمت زائد ہوتی ہے مطلق سونے چاندی سے، اور کہا گیا ہے کہ کسر سے مراد توڑنا نہیں بلکہ دراہم اور دنانیر کے کناروں کو باریک باریک چھیلنا مراد ہے جس صورت میں کہ دراہم ودنانیر کے ساتھ معاملہ عدداً ہو تو بعض لوگ ان کے کنارے اس طرح چھیل کر ان کا وزن کم کر دیتے تھے چوری اور دھوکہ سے اس سے منع کیا گیا ہے۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٥١۔ بَابٌ فِي التَّسْعِيرِ

اشیاء کے نرخ مقرر کرنے کا بیان

تسعیر سعر سے ماخوذ ہے، یعنی اشیاء کی قیمت اور نرخ متعین کرنا۔

۳٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بِلَالٍ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: «بَلْ أَدْعُو» ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: «بَلِ اللَّهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ عِنْدِي مَظْلَمَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بازار میں موجود اشیاء کے نرخ متعین فرمادیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ پاک سے تمہارے لئے دعا مانگتا ہوں پھر ایک اور شخص نے آکر یہی بات کہی کہ اے اللہ کے رسول! اشیاء کے نرخ مقرر فرمادیجیے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک اشیاء کی قیمتوں کو گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں بیشک مجھے امید ہے کہ میں اللہ پاک سے اس حال میں ملوں گا کہ مجھ پر کسی پر ظلم کرنے کا دعویٰ نہ ہوگا۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣٧).

شرح الحديث ومذاهب الأئمة في مسئلة الباب: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! نرخ متعین کر دیجئے، بظاہر غلہ کا یا جو چیز اس کے قائم مقام ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا تسعیر نہیں کرتا بلکہ دعاء کرتا ہوں، پھر ایک اور شخص بھی آیا اس نے بھی یہی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا (تسعیر سے کہاں گرانی ختم ہوتی ہے بلکہ) اشیاء کے نرخ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں ان کو وہی گراتا اور بڑھاتا ہے، اور میں امید کرتا ہوں اس بات کی (یعنی میری کوشش یہ ہے کہ) میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں اس حال میں کہ کسی کا حق مجھ پر نہ ہو، مَظْلَمَة کہتے ہیں کسی کے اس حق کو جو دبالیا جائے ادانہ کیا جائے، اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حاکم وقت کا تسعیر لوگوں اور تاجروں کے حق میں ظلم ہے، ہدایہ میں لکھا ہے کہ قاضی یا حاکم کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تسعیر کرے الایہ کہ ارباب طعام حد سے تجاوز کرنے لگیں تو پھر کچھ حرج نہیں، اسی طرح در مختار میں ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ والی کو چاہیئے کہ گرانی کے زمانہ میں تسعیر کر دے اھ، من هامش البذل[1]۔

٣٤٥١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةُ، وَحُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ».

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اشیاء کے نرخ بہت بڑھ گئے لہٰذا آپ ہمارے لئے نرخ مقرر فرمادیجئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک اشیاء کے نرخ مقرر فرماتے ہیں وہ ہی اشیاء کے نرخ کم فرماتے ہیں اور مہنگے کر دیتے ہیں اور لوگوں کو روزی عطا فرماتے ہیں اور بیشک مجھے امید ہے کہ میں اس حال میں اللہ پاک سے ملاقات کروں گا کہ تم میں سے کوئی شخص نہ تو کسی خون کا مجھ سے مطالبہ کرے گا اور نہ ہی کسی مال کے حق کا۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٣١٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥١) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٨٦) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٤٥)

٥٢ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ

دھوکہ دہی کی ممانعت کا بیان

٣٤٥٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَسَأَلَهُ كَيْفَ تَبِيعُ؟ فَأَخْبَرَهُ فَأُوحِيَ إِلَيْهِ أَنْ أَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٢٣

فَإِذَا هُوَ مَبْلُولٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اناج فروخت کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کس طرح یہ اناج بیچ رہے ہو؟ تو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا اسی دوران رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ اپنا ہاتھ اس اناج کے ڈھیر میں داخل کیجئے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس اناج کے ڈھیر میں داخل فرمایا تو اندر سے گیلا تھا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دھوکہ باز ہو وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

۳۴۵۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: كَانَ سُفْيَانُ، يَكْرَهُ هَذَا التَّفْسِيرَ «لَيْسَ مِنَّا» لَيْسَ مِثْلَنَا.

ترجمہ: سفیان بن عیینہ اس حدیث کی تفسیر لَيْسَ مِنَّا سے لَيْسَ مِثْلَنَا مراد لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٣١٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٢) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٢)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو غلہ لئے بیٹھا تھا بیع و تجارت کیلئے تو آپ ﷺ نے اس سے بیع کے بارے میں سوال فرمایا غالباً بھاؤ معلوم کیا اس نے بتلا دیا، اسی وقت آپ ﷺ پر وحی آئی کہ اس غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ داخل کیجئے، آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ داخل کیا تو اس ڈھیر کے اندر کا حصہ تر نکلا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ۔

كَانَ سُفْيَانُ، يَكْرَهُ هَذَا التَّفْسِيرَ «لَيْسَ مِنَّا» لَيْسَ مِثْلَنَا: یعنی سفیان ثوری علماء جو اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں اور اسکے جو معنی مرادی بیان کرتے ہیں وہ اس تاویل کو پسند نہ کرتے تھے اس لئے کہ لوگوں کے سامنے تاویل بیان کرنے کی صورت میں اس سے متکلم کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی تخویف اور توبیخ، تاویل اصولاً تو ضروری ہے اہل سنت وجماعت کے مسلک کے پیش نظر لیکن عام لوگوں کے سامنے اسکے اظہار کو وہ پسند نہیں کرتے تھے اور تاویل اسلئے ضروری ہے کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ جماعت مسلمین ہی سے خارج ہے حالانکہ غش کی وجہ سے اسلام سے تو خارج ہوتا نہیں اور تاویل جو کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو مسلمان دوسروں کو دھوکہ دے وہ ہمارے طریق پر نہیں ہے، اور ہماری سیرت پر نہیں ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري۔

۵۳ - بَابٌ فِي خِيَارِ الْمُتَبَايِعَيْنِ

بائع اور مشتری کو اختیار ملنے کا بیان

۳۴۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کی بات میں اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک یہ دونوں جدا نہ ہو جائیں البتہ جس بیع میں شرط خیار لگائی جائے تو اس بیع میں جدا ہونے کے بعد بھی اختیار رہتا ہے۔

شرح الحدیث **خیار مجلس کے ثبوت میں علماء کا اختلاف:** بیع کے اندر جو خیار ہوتا ہے اس کی چند قسمیں ہیں جیسا کہ آپ نے ہدایہ ثالث میں پڑھا ہے خیار شرط، خیار عیب، خیار رویت وغیرہ، ایک قسم خیار کی اور ہے جس کو مصنف یہاں بیان کر رہے یعنی خیار مجلس جس کے شافعیہ وحنابلہ قائل ہیں حنفیہ اور مالکیہ قائل نہیں اور خیار مجلس کا مطلب جس کے شافعیہ قائل ہیں یہ ہے کہ بائع مشتری کے درمیان ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد جب تک متعاقدین مجلس عقد میں موجود ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو بائع ہو یا مشتری بیع کو باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے اور مجلس ختم ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا گویا ان کے یہاں ایجاب وقبول سے بیع تام تو ہو جاتی ہے، لیکن لازم نہیں ہوتی، اور ان حضرات کا استدلال حدیث الباب سے ہے: اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ، یعنی بائع مشتری میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہوتا ہے اپنے ساتھی پر یعنی بیع کو باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا جب تک کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں۔ إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ اس استثناء کی تشریح ہم بعد میں کریں گے، اس حدیث میں افتراق سے مراد شافعیہ کے نزدیک مجلس سے جدا ہونا ہے یعنی تفرق بالابدان، اور حنفیہ ومالکیہ جو خیار مجلس کے قائل نہیں ان کے نزدیک افتراق سے افتراق بالبدن نہیں بلکہ افتراق بالقول مراد ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متعاقدین میں سے ہر ایک کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا اختیار رہتا ہے جب تک کہ دونوں اپنی بات کہہ کر فارغ نہ ہوں، دراصل ایجاب کہتے ہیں اول کلام صدر عن احد المتعاقدین کو خواہ وہ مشتری ہو یا بائع ہو، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ بائع و مشتری میں سے جو بھی پہلے بولے اور ایجاب کرے تو ثانی کے قبول کرنے سے پہلے اس صاحب ایجاب کو اختیار ہے اس بات کا کہ وہ اپنے اس قول سے رجوع کر لے، اور بیع کی بات ہی کو ختم کر دے، اگر حدیث کا مطلب یہی لیا جائے تو پھر بات بالکل صاف اور واضح ہے یعنی یہ معقول بات ہے کہ احد المتعاقدین کو اختیار ہے اس کا کہ وہ اپنے کلام کے تلفظ کے بعد فوراً اس کو کالعدم کر دے، یہ تو ہوا عدم تفرق، اور حدیث میں ہے تفرق کے بعد اختیار نہیں رہتا یعنی دونوں جب اپنے کلام سے فارغ ہو جائیں، اور ایجاب کے بعد قبول بھی ہو جائے تو اب ان کے لئے اختیار باقی نہیں رہتا، بلکہ ایجاب و قبول کے بعد بیع محقق اور لازم ہو گئی اور عقد مضبوط ہو گیا، ظاہر بات ہے کہ اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے جیسا کہ حنفیہ نے لیا تو پھر اس صورت میں خیار مجلس کوئی چیز نہیں بلکہ خیار مجلس کی تو اس سے اور نفی ہو رہی ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ تفرق کے متبادر اور ظاہری معنی تفرق بالبدن یعنی مجلس سے اٹھ جانا ہی ہے اور یہ تفرق بالقول جس کو آپ اختیار کر رہے ہیں اسکی کوئی نظیر بتائیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ آیت

کریمہ: وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ [1]، اس میں بھی تو تفرق سے تفرق بالقول ہی مراد ہے، اس لئے کہ طلاق میں تو تفرق بالقول ہی ہوتا ہے، نیز حنفیہ کی بعض تائیدات آگے بھی آرہی ہیں۔

اس حدیث میں یہ تھا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ جس کے بارے میں ہم نے کہا تھا کہ اس کی شرح اخیر میں لکھیں گے، اس استثناء کی شرح میں امام نوویؒ نے علماء کے تین قول لکھے ہیں: ① اول یہ کہ اس سے مراد تخایر فی المجلس ہے اور امضاء البیع یعنی ایجاب وقبول کے بعد تا قیام مجلس متبایعین کو بیع کے باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار رہتا ہے لیکن تخایر کی صورت میں باوجود قیام مجلس کے خیار باقی نہیں رہتا، یعنی اگر مجلس کے اندر ایجاب وقبول کے بعد آپس میں بیع کو اختیار کرلیں ہر ایک دوسرے سے کہے کہ ہاں میں نے یہ چیز لے لی، دوسرا کہے ہاں میں نے فروخت کردی تو اب بیع لازم ہوجاتی ہے خیار مجلس باقی نہیں رہتا، اب اسکو فسخ نہیں کرسکتے، ② اس سے مراد بیع بشرط الخیار ہے یعنی الا بیعا شرط فیہ خیار الشرط یعنی اگر بیع کے وقت خیار شرط پایا جائے تین دن یا اس سے کم کیلئے تو اس صورت میں افتراق کے باوجود خیار فسخ باقی رہتا ہے مدۃ مشروطہ تک، ③ تیسرے معنی یہ کہ متبایعین کیلئے جب تک ان کا افتراق نہ ہو ان کیلئے خیار باقی رہتا ہے مگر یہ کہ عدم خیار کی شرط لگالی جائے تو پھر اس صورت میں باوجود عدم تفرق کے خیار مجلس حاصل نہیں ہوتا، اس تیسرے معنی کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: وهذا تأويل من يصحح البيع على هذا الوجه، والأصح عند أصحابنا بطلانه بهذا الشرط، یعنی یہ تیسرے معنی اس جملہ کے ان لوگوں کے نزدیک ہیں جو اس طرح بیع کو جائز سمجھتے ہیں، ورنہ شافعیہ کا اصح قول تو یہ ہے کہ اس طرح کی بیع صحیح ہی نہیں ہے، یعنی جس میں خیار مجلس نہ ہونے کی شرط لگائی جارہی ہو اھ (بذل [2]) والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: "أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اخْتَرْ".

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل فرماتے ہیں اس میں راوی نے یہ الفاظ ذکر فرمائے کہ اگر بائع اور مشتری میں ہر ایک دوسرے کو یوں کہہ دے کہ اسی مجلس میں اختیار کرلو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٠١) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣١) جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٥) سنن النسائي - البيوع (٤٤٦٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٨١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٧٤)

شرح الحدیث: یعنی اس روایت میں بجائے "الا بیع الخیار" کے یہ دوسرے الفاظ ہیں، میں کہتا ہوں یہ جو دوسرے الفاظ ہیں یہ

---

[1] اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پرواکردیگا اپنی کشائش سے (سورۃ النساء ١٣٠)

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي — ج ١٠ ص ١٧٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٢٦-١٢٧

وہی معنی اول ہیں ان معانی ثلاثہ میں سے جو اوپر الابیع الخیار کی شرح میں گزرے، اور امام نووی نے اسی معنی اول کو اصح الاقوال کہا ہے، اور اس کے بعد والی روایت میں اس طرح ہے: مَالَمْ يَفْتَرِقَا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، یہ بظاہر ان معانی ثلاثہ میں سے معنی ثانی ہے۔

۳۴۵۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَفْتَرِقَا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ کی سند سے عبد اللہ بن عمر بن العاص سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو جدا ہونے سے پہلے تک اختیار رہتا ہے مگر یہ کہ ایسا معاملہ ہو کہ جس میں خیار شرط لگادی جائے تو پھر جدا ہونے کے بعد بھی اختیار باقی رہیگا اور بائع مشتری میں سے ہر ایک کیلئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے جدا ہو جائے اسکے اقالہ کرنے کے ڈر سے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٧) سنن النسائي - البيوع (٤٤٨٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٣/٢)

شرح الحدیث **حدیث سے مسلک حنفیہ کی تائید:** وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ: یہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے جو ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں ہے، اس میں جو آخری جملہ ہے: وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ الخ یہ جملہ خیار مجلس کے منافی ہے جس کے شافعیہ وغیرہ قائل ہیں، اس لئے کہ استقالہ کے معنی طلب اقالہ کے ہیں اور اقالہ لزوم بیع کے بعد ہی ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خیار مجلس کوئی چیز نہیں، اس لئے کہ اگر خیار مجلس متبایعین کو حاصل ہوا کرتا تو پھر اس صورت میں متبایعین میں سے ہر ایک کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوتا، طلب اقالہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی [1]۔ اب اس صورت میں اس پوری حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ متبایعین کیلئے ایجاب وقبول کے بعد یہ مناسب نہیں ہے کہ مجلس سے جلدی سے اٹھ کھڑا ہو کر چلا جائے اس اندیشہ سے کہ کہیں دوسرا اس بیع کو فسخ کرنے کی فرمائش نہ کر دے بلکہ نصیحت اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی بات نہ سوچے۔

حضرت سہارنپوریؒ نے حکیم بن حزامؓ کی جو حدیث آگے آرہی ہے اس کی شرح میں اس مسئلہ میں مذہب حنفی کی ترجیح میں مختصر اور جامع کلام فرمایا ہے جس کے اخیر میں یہ ہے: ويؤيد الحنفية مارواه البخاري عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اشترى من عمر بكرا صعبا فوهبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لابن عمر بعد الشراء

[1] کیونکہ اقالہ کا مطلب تو یہ ہوتا ہے بائع اور مشتری میں سے کوئی سا ایک دوسرے سے معاملہ کو فسخ کرنے کی درخواست کرے ۱۲۔

قبل ان يتفرقا. فلولم يكن التصرف حلالاً قبل التفرق ولم يتم البيع كيف وهب رسول الله صلى الله عليه وسلم البكر لابن عمر فثبت بذلك ان التصرف في المبيع بعد العقد ان لم يخير احدهما الآخر جائز اه [1]۔ وحديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣٤٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْوَضِيءِ، قَالَ: غَزَوْنَا غَزْوَةً لَنَا، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَبَاعَ صَاحِبٌ لَنَا فَرَسًا بِغُلَامٍ، ثُمَّ أَقَامَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا فَلَمَّا أَصْبَحَا مِنَ الْغَدِ حَضَرَ الرَّحِيلُ، فَقَامَ إِلَى فَرَسِهِ يُسْرِجُهُ فَنَدِمَ، فَأَتَى الرَّجُلَ وَأَخَذَهُ بِالْبَيْعِ فَأَبَى الرَّجُلُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَبُو بَرْزَةَ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيَا أَبَا بَرْزَةَ فِي نَاحِيَةِ الْعَسْكَرِ فَقَالَا لَهُ: هَذِهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ: أَتَرْضَيَانِ أَنْ أَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا» . قَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَ جَمِيلٌ أَنَّهُ، قَالَ: مَا أُرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا.

ترجمہ ابو الوضی فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک جہاد میں شرکت کی تو ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا تو ہمارے ایک ساتھی نے ایک آدمی کو غلام کے بدلے میں گھوڑا بیچ دیا اور اس معاملہ کرنے کے بعد اس دن کا باقی حصہ اور آنے والی رات یہ دونوں حضرات اسی معاملے پر قائم رہے جب اگلے دن کی صبح ہوئی اور کوچ کرنے کا وقت آیا تو خریدار اپنے گھوڑے پر جاکر اس پر زین باندھنے لگا تو اس وقت فروخت کرنے والے کو اس معاملہ پر ندامت وافسوس ہوا اور وہ مشتری کے پاس گیا اور اس سے اس بیع کے فسخ کرنے کا کہا تو خریدار نے گھوڑا واپس کرنے سے انکار کر دیا تو فروخت کرنے والے نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان صحابی رسول (ابو برزہؓ) اسلمی فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ یہ دونوں لشکر کے ایک کونے میں ابو برزہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے سارا واقعہ عرض کر دیا تو حضرت ابو برزہ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس پر راضی ہو کہ میں تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ سناؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بائع اور مشتری کو جدا ہونے سے پہلے تک اختیار رہتا ہے .... ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ جمیل بن مرہ نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابو برزہؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تم دونوں میں ابھی تک جدائی نہیں ہوئی۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٨٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٥)

شرح الحدیث مضمون روایت یہ ہے کہ ہم لوگ ایک غزوہ کے سفر میں تھے (عرف الشذی میں بحوالہ بیہقی لکھا ہے کہ یہ واقعہ کشتی کے سفر میں پیش آیا تھا، کذا فی ہامش البذل [2]) راستہ میں ایک جگہ اترے تو ہمارے ایک ساتھی نے اپنا گھوڑا ایک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٣٣

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٣ ص ٢٩، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٣٠

دوسرے ساتھی کے ہاتھ ایک غلام کے عوض میں فروخت کر دیا اور اس واقعہ پر دن کا باقی حصہ اور پوری رات گزر گئی، پھر اگلے دن صبح کے وقت اس منزل سے کوچ کا وقت آیا تو اس گھوڑے کا خریدار اپنے گھوڑے کے پاس جا کر اس پر زین باندھنے لگا سوار ہونے کیلئے، اس موقع پر وہ بیچنے والا اپنی اس بیع پر نادم ہوا اور اس مشتری کے پاس گیا اور اس بیع کو فسخ کر کے اپنا گھوڑا لینا چاہا، مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا، بائع نے کہا کہ اس معاملہ میں میرے اور تمہارے درمیان ابوبرزہ صحابیؓ قاضی اور فیصل ہیں، چنانچہ یہ دونوں ان کی خدمت میں گئے اور ان دونوں نے اپنی اس بیع کا قصہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ میں تمہارے اس مسئلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والا فیصلہ نافذ کروں، اور پھر یہ حدیث سنائی: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، اور یہ بھی فرمایا: مَا أَرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا، کہ میری رائے یہ ہے کہ تم دونوں کا اس بیع کے بعد ابھی تک افتراق نہیں ہوا (لہذا خیار مجلس باقی ہے جس کی وجہ سے فسخ بیع کا ہر ایک کو اختیار ہے)۔

یہ ان صحابی کا اپنا اجتہاد تھا انہوں نے افتراق کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا کر دی اور گویا ایک لشکر اور ایک سفر کے معاملہ کو مجلس واحد کا معاملہ قرار دیدیا، اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں (بذل [1])۔ والحديث أخرجه ابن ماجه ورجال اسناده ثقات، قاله المنذري۔

۳۴۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ، قَالَ: مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ، أَخْبَرَنَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، قَالَ: كَانَ أَبُو زُرْعَةَ إِذَا بَايَعَ رَجُلًا خَيَّرَهُ، قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ: خَيِّرْنِي، وَيَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَفْتَرِقَنَّ اثْنَانِ إِلَّا عَنْ تَرَاضٍ».

ترجمہ یحییٰ بن ایوب کہتے ہیں کہ ابوزرعہ جب کسی شخص سے خرید و فروخت کرتے تو اسے مجلس میں اختیار دیتے پھر اس سے فرماتے کہ تم مجھے بھی اختیار دو پھر فرماتے کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بائع اور مشتری کو رضامندی کے بغیر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونا چاہیے۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٦)

شرح الحدیث كَانَ أَبُو زُرْعَةَ [2] إِذَا بَايَعَ رَجُلًا خَيَّرَهُ، قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ: خَيِّرْنِي: یعنی ابوزرعہ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی شخص کے ساتھ وہ بیع کا معاملہ کرتے تو ایجاب و قبول کے بعد اپنے ساتھی کو مجلس عقد میں اختیار دیتے، یعنی اس سے کہتے کہ اگر تو اس معاملہ پر راضی ہو تو باقی رکھ ورنہ فسخ کر دے، اور پھر اس ساتھی سے یہ کہتے کہ اسی طرح تو بھی مجھے اختیار دیدے (تاکہ جانبین سے اچھی طرح تراضی ہو جائے) اور پھر اس کو یہ حدیث سناتے: لَا يَفْتَرِقَنَّ اثْنَانِ إِلَّا عَنْ تَرَاضٍ، کہ بائع مشتری کوئی معاملہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٣١

[2] یہ حافظ ابوزرعہ رازی نہیں ہیں بلکہ یہ ابوزرعہ بن عمرو بن جریر البجلی احد التابعین الثقات ہیں۔

کرنے کے بعد بغیر اظہار رضامندی کے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں ہونا چاہیئے۔ والحدیث أخرجه الترمذي ولم يذكر قصة أبي زرعة، قاله المنذري۔

۳۴۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتِ الْبَرَكَةُ مِنْ بَيْعِهِمَا» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَحَمَّادٌ، وَأَمَّا هَمَّامٌ، فَقَالَ: «حَتَّى يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَخْتَارَا» ثَلَاثَ مِرَارٍ.

ترجمہ: حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بائع مشتری کو جدا ہونے تک اختیار رہتا ہے۔ پس اگر وہ دونوں فروخت شدہ شی کی کیفیت اور اسکی قیمت ٹھیک ٹھیک بتائیں اور اسکے اندر عیب کو بیان کریں تو ان دونوں کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے اور اگر بائع اور مشتری غلط بیانی سے کام لیں تو انکی خرید و فروخت کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ اور حماد نے اسی طرح نقل کیا ہے اور ہمام راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہاں تک کہ وہ دونوں جدا ہو جائیں یا تین مرتبہ اختیار کر لیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٧٣) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٢) جامع الترمذي - البيوع (١٢٤٦) سنن النسائي - البيوع (٤٤٥٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٥٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٢/٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٤٧)

٥٤ - بَابٌ فِي فَضْلِ الْإِقَالَةِ

بیع کو ختم کرنے کی فضیلت کا بیان

إقالة بمعنی فسخ، باب افعال سے، اور مجرد میں سمع یسمع سے، قال یقال، ففي القاموس: وقِلْتُه البَيْعَ، بالكسر، وأَقَلْتُهُ: فَسَخْتُهُ. واستَقَالَهُ: طَلَبَ إليه أن يُقيلَه (بذل [1])۔

۳۴۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان سے بیع کرنے کے بعد اس معاملے کو ختم کر دے تو اللہ پاک (روز قیامت) اسکے گناہ اور لغزشوں کو معاف فرما دینگے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٩٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٢/٢)

[1] القاموس المحيط — ص ١٠٥١، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٣٣

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تمام بیع کے بعد اپنے ساتھی سے اقالہ کرلے یعنی قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرمادیں گے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو شخصوں نے آپس میں بیع وشراء کا معاملہ کیا، معاملہ کی تکمیل کے بعد کسی ایک کو اس پر ندامت ہوئی بیچ کر یا خرید کر پچھتایا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اگر تو اس معاملہ کو فسخ کردے تو مہربانی ہوگی، دوسرے نے اس کی اس درخواست کو قبول کرلیا، اس حدیث میں اقالہ قبول کرنے والے کے لئے اس کی لغزشوں کی معافی کی بشارت ہے۔

دیکھئے بیع وشراء کوئی عبادت تو نہیں ہے ایک مباح کام ہے جس کو آدمی اپنی ضرورت کے لئے اختیار کرتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص شریعت پر چلے اور حدیث کو سامنے رکھے تو مباحات بھی اس کی مغفرت کا ذریعہ بن سکتے ہیں، عبادات کا تو کہنا ہی کیا ہے، واللہ تعالیٰ الموفق۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٥٥ - بَابٌ فِيمَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ

ایک بیع میں دو معاملے کرنے کا بیان

٣٤٦١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے ایک بیع میں دو معاملے کرلیے تو اسکے لئے وہ معاملہ جائز ہوگا جس میں کم قیمت مقرر کی گئی ورنہ بیع فاسد ہوگی۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٣١) سنن النسائي - البيوع (٤٦٣٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢)

حدیث الباب اور اس مقام کی کامل تشریح یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے لیکن اس میں اس طرح ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، قال ابو عيسى: حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح، اس پر تحفة الأحوذي میں یہ لکھا ہے: قال الحافظ في بلوغ المرام: رواه أحمد والنسائي وصححه الترمذي وابن حبان، ولأبي داؤد: من باع بيعتين في بيعة فله أوكسهما أو الربا انتهى[1]۔ آپ نے دیکھا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس حدیث میں ایک زیادتی ہے جو دوسری کتب حدیث میں نہیں ہے اس زیادتی پر کلام اور اسکی شرح ہم آگے کریں گے، کیونکہ اس زیادتی کی وجہ سے معاملہ مشکل ہوگیا، پہلے اصل اور مشہور حدیث کا مطلب سمجھ لیا جائے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: والعمل على هذا عند أهل العلم، اور پھر انہوں

[1] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٤٢٧

نے اس حدیث کی شرح میں دو صورتیں اور مثالیں لکھی ہیں: ① اول یہ کہ ایک بیع میں دو بیع جس کی ممانعت کی جارہی ہے اسکی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے خریدار سے کہ میں یہ کپڑا تجھ کو نقد تو دس درہم میں دیتاہوں اور اگر تو نسیئۃً لے تو بیس درہم میں دیتاہوں اب یہ ایک بیع کے اندر دو بیع ہو گئیں ایک دس درہم والی اور ایک بیس درہم والی، تو اب اگر قبل التفرق متبایعین ان دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین کرلیں اور تعیین کے بعد جدا ہوں تب تو اس میں کسی کے نزدیک بھی کچھ حرج نہیں، بلکہ جائز ہے اور اگر بلا تعیین کے مبہم سا معاملہ کر کے جدا ہو جائیں تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے جہالت ثمن کی وجہ سے حدیث میں اسی صورت کی نہی وارد ہے، ② اور پھر امام ترمذی نے اس حدیث کی شرح میں ایک اور صورت تحریر فرمائی وہ یہ کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے یہ کہے: أبيعك داري هذه بكذا على أن تبيعني غلامك بكذا الخ یعنی میں اپنا یہ مکان تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اتنی رقم میں اس شرط پر کہ تو اپنا غلام مجھ کو فروخت کرے اتنی رقم میں پس جب تو اپنے غلام کی بیع مجھ سے اس طرح کر لے گا تو پھر میرے مکان کی بیع بھی تیرے لئے ہو جائے گی، وهذا تفارق عن بيع بغير ثمن معلوم، ولا يدري كل واحد منهما على ما وقعت عليه صفقته، یہ جو دوسری مثال ہے اس میں کوئی شق صحت بیع کی نہیں کیونکہ یہ تو بیع بغیر ثمن معلوم ہے، اس لئے کہ بائع دار اس بیع پر بغیر بیع غلام کے تیار نہیں جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس بیع غلام میں اس کا نفع ہے تو گویا ثمن کا کچھ حصہ اس بیع غلام میں داخل ہے اور وہ کتنا ہے یہ معلوم نہیں، اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیع بثمن مجہول ہے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیع بشرط ہے اور بیع بشرط کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، اس سب کے بعد آپ ابو داؤد کی حدیث کو لیجئے جس کا سیاق اس مشہور سیاق سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص ایک بیع کے اندر دو بیع کرے تو اس کے لئے اوکس الثمنین یعنی اقل الثمنین والی بیع جائز ہو گی، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر ربا لازم آئے گا، ربا سے مراد فساد بیع ہے اس لئے کہ عقود فاسدہ جتنے بھی ہوتے ہیں وہ حکم ربا ہی میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔

اب اس ابو داؤد کی حدیث کا تو حاصل یہ ہوا کہ ہم نے اوپر بیعتین فی بیعۃ کی جو پہلی مثال لکھی تھی کہ میں اس چیز کو ادھار اتنے میں دیتاہوں اور نقدا اتنے میں دیتاہوں، تو اس معاملہ میں اگر بائع مشتری دس درہم والی صورت کو بعد میں اختیار کرتے ہیں تب تو یہ معاملہ صحیح ہے اور اگر زائد ثمن والی شق کو اختیار کرتے ہیں تو پھر یہ بیع فاسد ہے حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ بیع مذکور اقل ثمن والی تو صحیح ہو سکتی ہے اور اکثر ثمن والی نہیں ہو سکتی، لم يذهب إليه أحد من الأئمة الأربعة، البتہ امام اوزاعیؒ سے یہی منقول ہے جو ابو داؤد کی اس حدیث میں ہے، اسی لئے ہم نے شروع میں کہا تھا کہ ابو داؤد کی یہ حدیث بہت مشکل ہے، امام خطابیؒ[1] نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس کو ایک خاص صورت پر محمول کیا جائے یعنی بیع سلم کی ایک خاص شکل وہ یہ کہ ایک شخص نے قفیز حنطہ کی بیع کی ایک دینار میں یعنی الی شہر، پھر جب مدت پوری ہو گئی یعنی مہینہ تو بائع نے کہا مشتری سے کہ تیرا

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود ج ۳ ص ۱۲۲

جو قفیز حنطہ میرے ذمہ ہے اس ایک قفیز کو قفیزین کے بدلہ میں میرے ہاتھ فروخت کردے الی شہرین تو اس خاص صورت میں جو پہلی بیع تھی وہ اوکس البیعتین تھی، تو اس صورت میں وہ تو جائز رہے گی اور یہ دوسری فاسد [1]، اور حضرت نے بذل [2] میں حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر سے اس کی ایک اور توجیہ نقل کی ہے وہ یہ کہ بیعتین فی بیعۃ کی جو ہم نے شروع میں مثال لکھی تھی کہ یہ شئی اگر مشتری نقد لے تو اتنے کی ہے اور ادھار لے تو اتنے کی ہے اور پھر اس کے بعد ان کا تفرق ہوگیا بغیر احد البیعتین کی تعیین کے تو یہ بیع حدیث کی رو سے فاسد ہے اس کا حکم یہ تھا کہ یہ بیع واجب الفسخ تھی، لیکن یہاں یہ ہوا کہ مبیع مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی یا اس نے اس کو کھالیا تو اب اس صورت میں بائع کو چاہیئے کہ اصل ثمن لینے کے بجائے یا تو اس مبیع کا مثل لے (ان کان من ذوات الامثال) یعنی مبیع کو فسخ کرنے کی نیت سے یا اس کی قیمت، اور قیمت [3] جو ہوا کرتی ہے عادۃً اوکس من الثمن ہوتی ہے، اور اگر بائع صورۃ مذکورہ میں بجائے مثل یا قیمت کے ثمن ہی لیتا ہے تو ابقاء بیع ہوگا، حالانکہ وہ بائع مامور ہے اس کے فسخ کا، اور بیع فاسد بلکہ تمام ہی عقود فاسدہ ربا کے حکم میں داخل ہیں اسی کو حدیث میں کہا گیا ہے کہ فله اوکسهما او الربا۔ کہ اگر اوکس کو اختیار نہیں کریگا تو ربا لازم آئے گا۔

٥٦ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْعِينَةِ

بیع عینہ کی ممانعت کا بیان

بیعِ عینہ کی تعریف اور حکم: بیع عینہ کی تعریف یہ لکھی ہے: شراء ما باع بأقل مما باع قبل نقد الثمن الاول اور چاہے اس طرح کہہ لیجئے بیع ما اشتری بأقل مما اشتری قبل نقد الثمن الاول یعنی ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ دس درہم میں فروخت کی الی اجل مسمی ابھی تک مشتری نے اس کو ثمن ادا نہیں کیا تھا بائع ادائے ثمن کا تقاضا کرنے لگا اور جب مشتری نہ دے سکا تو بائع مشتری سے کہنے لگا کہ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو اچھا یہ کر کہ وہ چیز میرے ہاتھ پانچ درہم میں فروخت کردے پھر میرے تیرے ذمہ پانچ درہم باقی رہ جائیں گے وہ بعد میں ادا کر دینا اس کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ بیع ائمہ ثلاث کے نزدیک ناجائز ہے اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے اس کو جائز رکھا ہے، قاله الشوکانی فی النیل (عون) اور بذل میں درمختار سے نقل کیا ہے کہ بیع عینہ مکروہ اور شرعاً مذموم ہے کیونکہ اس میں اعراض عن الاقراض ہے یعنی بائع اول قرض دینے سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کرتا ہے تاکہ صورۃ قرض بھی ہو جائے اور اپنا نفع بھی، شامی [4] میں ہے کہ حضرت امام

---

[1] قیمت تو کسی شئی کی وہ بازار کے اعتبار سے ہوتی ہے بازار میں وہ جتنے میں ملتی ہے اور ثمن اس کو کہتے ہیں جو متعاقدین کے درمیان طے ہو ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۱۳۶

[3] یہ خطابی والی مثال تو واقعی حدیث الباب کے مطابق بھی ہے اور جمہور کی رائے کے بھی موافق ہے ۱۲۔

[4] رد المحتار على الدر المختار — ج ۷ ص ۵۴۲

محمدؒ فرماتے ہیں: هذا البيع في قلبي كأمثال الجبال ذميم اخترعه أكلة الربا یعنی وہ فرماتے ہیں کہ اس بیع کا بوجھ میرے قلب پر کئی پہاڑوں کے بوجھ کے مانند ہے، یہ بیع بڑی مذموم ہے جو لوگ سود کھانے کے عادی ہیں ان کی اختراع ہے[1]۔

۳٤٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ إِسْحَاقَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُرَاسَانِيِّ، أَنَّ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْإِخْبَارُ لِجَعْفَرٍ وَهَذَا لَفْظُهُ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم لوگ بیع عینہ کرنے لگو اور گائے بیلوں کی دُموں کے پیچھے پھرنے لگو اور اپنے کھیتوں پر خوش ہو کر بیٹھ جاؤ اور جہاد کو چھوڑ بیٹھو تو اللہ پاک تم پر ذلت مسلط فرمادینگے اور جب تک تم لوگ اپنی دینی تعلیمات پر عمل نہیں کروگے اس وقت تک یہ ذلت اللہ پاک تم سے نہیں نکالیں گے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جعفر بن مسافر استاد نے حدیث کے جو الفاظ ذکر کئے تھے وہ میں نے اوپر نقل کر دیئے۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٢/٢)

شرح الحديث **مسلمانوں کیلئے ترک جہاد پر سخت وعید:** اس حدیث میں بیع عینہ کے اختیار اور ترک جہاد پر بڑی سخت وعید ہے، چنانچہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اے لوگوں جب تم بیع عینہ کرنے لگوگے اور کھیتی پر راضی ہو کر بیلوں کی دموں کو پکڑوگے اور جہاد کو پس پشت ڈال دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک دور نہیں کریں گے جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹوگے، اور بقرینہ سیاقِ حدیث رجوع الی الدین سے مراد بیع عینہ کو چھوڑنا اور جہاد کو کھیتی پر ترجیح دینا ہے، اس حدیث کی شرح میں شراح نے لکھا ہے کہ دراصل جہاد میں اسلام کا اعزاز اور اس کا غلبہ ہے باقی ادیان پر، تو جب مسلمان اس چیز کو چھوڑیں گے جس میں اسلام کی عزت اور غلبہ ہے تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان پر عزت کی نقیض یعنی ذلت کو مسلط کر دیں گے۔

---

[1] وفي الشرح الكبير: من باع سلعة بثمن مؤجل، ثم اشتراها بأقل منه نقدا لم يجز، روي ذلك عن ابن عباس وعائشة والحسن وابن سيرين والشعبي والنخعي، وبه قال الثوري والأوزاعي ومالك وإسحق وأصحاب الرأي، وأجازه الشافعي؛ لأنه ثمن يجوز بيعها به من غير بائعها، فجاز من بائعها كما لو باعها بمثل ثمنها. إلى آخر ما في الأوجز (أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٢ ص ٣٠٦)

٥٧ - بَابٌ فِي السَّلَفِ

بیع سلم کا بیان

اس میں دوسرا لغت سَلَم ہے، سلف اہل عراق کا لغت ہے اور سلم لغت اہل حجاز، اس بیع کی تعریف یہ کی گئی ہے "بیع موصوف فی الذمة" یعنی بائع مبیع کے اچھی طرح اوصاف وغیرہ بیان کر کے مکمل طریقہ سے اور اس کو اپنے ذمہ میں لیکر نقد ثمن کے مقابلہ میں فروخت کرے، اس کی تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے "بیع آجل بعاجل" یعنی شی مؤجل کی بیع ثمن معجل کے ساتھ، اس بیع کی شریعت نے اجازت دی ہے خلاف قیاس دفعاً لحاجة المفالیس یعنی نادار قسم کے لوگوں کی حاجت وضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو کیونکہ یہ اس شی کی بیع ہے جو غیر موجود عند البائع ہے، اسی لئے اس بیع کی صحت کیلئے بہت سی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

صحت سلم کی شرائط: چنانچہ قدوری میں ہے: ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط تذكر في العقد: جنس معلوم، ونوعٌ معلومٌ، وصفةٌ معلومةٌ، ومقدارٌ معلومٌ، وأجلٌ معلومٌ، ومعرفةُ مقدارِ رأس المال، وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة اهـ اسی طرح جن چیزوں میں یہ بیع جائز ہے وہ بھی متعین ہیں ففي القدوري: السلم جائز في المكيلات، والموزونات، والمعدودات التي لا تتفاوت كالجوز، والبيض، والمذروعات، ولا يجوز السلم في الحيوان إلى آخره[1].

اس میں بعض اور اختلافی مسائل بھی ہیں جو آگے احادیث کے ضمن میں آرہے ہیں، جاننا چاہیئے کہ بیع سلم میں ثمن کو رأس المال اور مبیع کو مسلم فیہ، بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں۔

٣٤٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي التَّمْرِ السَّنَةَ، وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ».

ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے اسوقت اہل مدینہ کھجوروں میں بیع سلم کیا کرتے تھے ایک سال دو سال اور تین سال کی کھجوروں میں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کھجور میں بیع سلم کرے تو اسے چاہیئے کہ متعین کیل اور مقرر وزن کر کے متعین وقت تک بیع سلم کرے۔

تخریج صحيح البخاري - السلم (٢١٢٤) صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٤) جامع الترمذي - البيوع (١٣١١) سنن النسائي - البيوع

---

[1] مختصر القدوري - ص ٢٩٣ - ٢٩٥

(٤٦١٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٨٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٧) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٨٣)

شرح الحدیث یعنی جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ وہ کھجوروں میں بیع سلم کا معاملہ کرتے تھے، ایک سال کی کھجوریں یا دو سال کی، اور اسی طرح تین سال کی بھی، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تمر میں بیع سلف کا معاملہ کرے تو چونکہ تمر کیلی ہے اسلئے کیل معلوم ہونا چاہیئے یعنی اس کی مقدار کیلاً متعین ہونی چاہیئے اور اگر اس بیع کا تعلق شئی موزون سے ہے تو مبیع کا وزن معلوم ہونا چاہیئے، اور اس کے علاوہ ایک شرط آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ بیع سلم کی مدت بھی معلوم ہونی چاہیئے، اس آخری مسئلہ میں جمہور اور ائمہ ثلاثہ کی رائے تو یہی ہے البتہ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے سلم حالّ کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اگر بیع سلم الی اجل ہو تو پھر وہ معلوم ہونی چاہیئے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٤٦٤- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ، أَوْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُجَالِدٍ، قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبُو بُرْدَةَ، فِي السَّلَفِ فَبَعَثُونِي، إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «إِنْ كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ، وَالزَّبِيبِ» زَادَ ابْنُ كَثِيرٍ، إِلَى قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ، ثُمَّ اتَّفَقَا، وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ عبداللہ بن مجالد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد اور ابوبردہ کا بیع سلم کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہوا ان دونوں حضرات نے مجھے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے پاس بھیجا تو میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بیشک ہم حضور ﷺ اور ابوبکر اور عمرؓ کے زمانہ میں گیہوں، جو، کھجور اور کشمش میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ایسے لوگوں کے ساتھ یہ بیع سلم کیا کرتے تھے جن کے پاس خرید وفروخت کے وقت یہ مبیع نہ ہوتی تھی...... حفص بن عمر اور ابن کثیر استاد اگلے جملے میں متفق ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

٣٤٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الصَّوَابُ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، وَشُعْبَةُ أَخْطَأَ فِيهِ».

ترجمہ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن ابی مجالد سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: عِنْدَ قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ راوی کا نام ابن ابی المجالد ہے شعبہ سے اس میں غلطی ہوگئی۔

تخریج صحيح البخاري - السلم (٢١٢٧) سنن النسائي - البيوع (٤٦١٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٨٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٤)

شرح الحدیث شعبہ کہتے ہیں کہ مجھ کو خبر دی محمد بن مجالد نے یا عبد اللہ بن مجالد نے (کذا فی اکثر النسخ، والصحیح ابن ابی مجالد، کذا فی البذل) کہ عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ کا اختلاف ہوا بیع سلم کے بارے میں تو وہ کہتے ہیں (محمد بن ابی مجالد یا عبد اللہ بن ابی مجالد) کہ ان دونوں نے مجھے عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی کے پاس بھیجا، میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور ﷺ اور حضرات شیخین کے زمانہ میں بیع سلم کیا کرتے تھے حنطہ شعیر تمر اور زبیب ان سب میں، اور یہ معاملہ ایسے لوگوں کے ساتھ کرتے تھے جن کے پاس وہ مبیع موجود نہ ہوتی تھی عند العقد۔

شرح السند: آگے روایت میں آرہا ہے: الصَّوَابُ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، وَشُعْبَةُ أَخْطَأَ فِيهِ۔ امام ابو داودؒ فرمارہے ہیں کہ صواب ابن ابی المجالد ہے شعبہ سے اس میں خطا واقع ہوئی ہمارے اس نسخہ میں اسی طرح ہے لیکن اس نسخہ پر مصنف کے کلام کا مطلب واضح نہیں اسلئے کہ شعبہ نے ابن ابی المجالد ہی تو کہا ہے حضرت کی تحقیق یہ ہے بذل میں کہ عبارت اس طرح ہونی چاہیے والصواب عبد اللہ بن ابی المجالد [1]، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ صواب تو عبد اللہ بن ابی المجالد ہے، لیکن شعبہ سے اس میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے راوی کا نام محمد بن ابی المجالد یا عبد اللہ بن ابی المجالد شک کے ساتھ بیان کیا، الی قوم ما ھو عندھم میں ایک مسئلہ مضمر ہے، یعنی سلم فی المنقطع جسکی تفصیل آگے آئے گی، والحدیث أخرجه البخاري وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٤٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: «غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّامَ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ نُسْلِفُهُمْ فِي الْبُرِّ وَالزَّيْتِ سِعْرًا مَعْلُومًا وَأَجَلًا مَعْلُومًا»، فَقِيلَ لَهُ: مِمَّنْ لَهُ ذَلِكَ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملک شام کے مقام پر جہاد کیا تو ہمارے پاس ملک شام کے نبطی قوم کے لوگ آیا کرتے تھے تو ہم ان سے گیہوں اور زیتون میں نرخ اور وقت مقرر کر کے بیع سلم کیا کرتے تھے ...... عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا گیا کہ یہ معاملہ ان لوگوں سے ہوتا تھا جن کے پاس مبیع موجود ہوتی تھی یا نہیں؟ تو عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے فرمایا کہ ہم ان سے یہ بات نہیں پوچھتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - السلم (٢١٢٧) سنن النسائي - البيوع (٤٦١٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٨٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٤)

شرح الحدیث عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ملک شام کے غزوہ میں شریک ہوئے۔ بظاہر اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ١٤١

سے مراد غزوہ تبوک ہے، فإنها وقعت في نواحي الشام (بذل [1]) تو اس سفر کے دوران ملک شام کے نبطی ہمارے پاس آتے تھے تو ہم ان کے ساتھ ان اشیاء مذکورہ فی الحدیث میں بیع سلم کا معاملہ کرتے تھے سعر معلوم اور اجل معلوم کے ساتھ، کسی نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا یہ بیع سلم کا معاملہ کیا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا تھا جن کے پاس وہ شئ مسلم فیہ موجود ہوتی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بات ہم ان سے دریافت نہیں کیا کرتے تھے۔

مسئلہ سلم فی المنقطع کی تفصیل: جاننا چاہئے کہ بیع سلم کا معاملہ تو اسی شخص کے ساتھ ہوتا ہے عند الجمہور جس کے پاس مبیع یعنی مسلم فیہ عند العقد موجود نہیں ہوتی، لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسلم فیہ کا بازار میں موجود ہونا ضروری ہے یا یہ بھی ضروری نہیں، اس لحاظ سے اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں، چنانچہ علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ کے تحت فرمایا ہے کہ مصنف کا اشارہ سلم المنقطع کی طرف ہے، جو کہ عند الحنفیہ جائز نہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں: ① یہ کہ مسلم فیہ عند العقد موجود ہو اور عند الاجل منقطع ہو، یہ بالاتفاق جائز نہیں، ② مسلم فیہ بازار میں من وقت العقد الی الاجل موجود ہو یہ بلا خلاف جائز ہے، ③ یہ کہ منقطع عند العقد ہو اور موجود عند الاجل، ④ یہ کہ بوقت العقد اور اجل موجود ہو اور درمیان میں منقطع، یہ تیسری اور چوتھی دونوں صورتیں حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہیں، اور ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز ہیں اھ، (الأبواب والتراجم [2]) پس حاصل یہ کہ عند الحنفیہ مسلم فیہ کا بازار میں موجود ہونا من وقت العقد الی حلول الاجل ضروری ہے اور عند الجمہور بوقت اجل موجود ہونا کافی ہے۔

اس حدیث میں انباط کا ذکر ہے نَبَط ایک عجمی قوم ہے جو عراقین کے درمیان آباد تھی اھ۔ مصباح اللغات، عرب کی ایک قوم ہے جو رومیوں کے ساتھ شامل ہو گئی تھی اور شام میں مقیم تھی، (بذل)۔

٥٨ - بَابٌ فِي السَّلَمِ فِي ثَمَرَةٍ بِعَيْنِهَا

متعین پھلوں میں بیع سلم کرنے کا بیان

٣٤٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ، نَجْرَانِيٍّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا، أَسْلَفَ رَجُلًا فِي نَخْلٍ فَلَمْ تُخْرِجْ تِلْكَ السَّنَةَ شَيْئًا فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَهُ ارْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ». ثُمَّ قَالَ: «لَا تُسْلِفُوا فِي النَّخْلِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی سے کھجور کے ایک متعین درخت میں بیع

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٤٥

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١٢ ص ٦٥. الأبواب والتراجم — ج ١ ص ١٦٥

سلم کی تو اس سال کھجور کے اس درخت نے پھل نہیں دیا تو یہ دونوں جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب السلم سے فرمایا کہ تمہارے لئے اپنے ساتھی کا مال لینا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ تم اُسکو اُسکا مال لوٹا دو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کھجور کے درخت میں بیع سلم نہ کرو جب تک کہ اس کا پھل ظاہر نہ ہو جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - السلم (۲۱۳۱) سنن أبي داود - البيوع (۳٤٦۷)

شرح الحدیث: ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اشجار معینہ کے پھلوں میں بیع سلم جائز نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اس سال ان درختوں پر پھل نہ آئے، اس صورت میں مسلم فیہ غیر مقدور التسلیم ہو جائے گا، حالانکہ مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے، ففي القدوري: ولا في طعام قرية بعينها ولا في ثمر نخلة بعينها اه، چنانچہ حدیث الباب کا مضمون یہی ہے کہ ایک شخص نے نخلہ معینہ میں سلم کا معاملہ کیا اور پھر اس سال اس پر پھل نہیں آیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی: «بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَهُ ارْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ»، ثُمَّ قَالَ: «لَا تُسْلِفُوا فِي النَّخْلِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ»، یہ بظاہر مستقل ایک دوسرا حکم ہے جو پہلے گزر چکا یعنی نهی عن البيع قبل بدو الصلاح۔

۵۹۔ بَابُ السَّلَفِ لَا يُحَوَّلُ

بیع سلم کسی دوسری شئ کی طرف نہ پھیری جائے

۳٤٦۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ خَيْثَمَةَ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي الطَّائِيَّ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ إِلَى غَيْرِهِ».

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کسی شئ میں بیع سلم کا معاملہ کیا تو اس مشتری کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلم فیہ کو قبضے سے پہلے تبدیل کرے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳٤٦۸) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۸۳)

شرح الحدیث مع بیان المذاہب: اس حدیث کے مطلب میں دو احتمال لکھے ہیں: ① اول یہ کہ جس شخص نے جس شخص کے ساتھ کسی شئ میں بیع سلم کا معاملہ کیا تو اس معاملہ کرنے والے کیلئے یعنی مشتری کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ اس شئ مسلم فیہ کو اپنے غیر کی طرف منتقل کرے باعتبار بیع یا ہبہ کے یعنی قبل القبض، ② اور دوسرا احتمال یہ کہ جس شخص نے جس شخص کے ساتھ جس چیز کا معاملہ کیا ہے تو اس مسلم فیہ کے بدلہ میں قبل القبض کوئی دوسری چیز نے لے یعنی مسلم فیہ کا استدلال کسی دوسری شئ کے ساتھ قبل القبض کرنا جائز نہیں اگر رب السلم مسلم فیہ کے عوض میں کوئی دوسری شئ لینا چاہے تو شئ اول پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ استدلال جائز نہیں قبضہ کے بعد اختیار ہے احتمال اول کی صورت میں "غیرہ" کی ضمیر "من" کی طرف راجع ہو گی، فی

قولہ "من اسلف" اور دوسری صورت میں یہ ضمیر شی کی طرف راجع ہوگی جس سے مراد مسلم فیہ ہے، مشہور یہ ہے کہ مسلم فیہ میں استدلال قبل القبض جمہور و منہم الحنفیہ کے نزدیک جائز نہیں حضرت امام شافعی کے نزدیک جائز ہے، لہذا یہ حدیث اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل ہے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

٦٠ - بَابٌ فِي وَضْعِ الْجَائِحَةِ

پھلوں میں آفت پڑ جائے تو اس نقصان کے بقدر قیمت کم کرنے کا بیان

مسئلہ اختلافیہ: اس مسئلہ سے متعلق حدیث بَابٌ فِي بَيْعِ السِّنِينَ میں بھی (برقم ٣٣٧٤) گزر چکی: وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ، وہاں پر یہ بھی گزر چکا ہے کہ امر بوضع الجوائح عند الجمہور من باب المعروف والاحسان ہے اور امام احمد اور اکثر محدثین کے نزدیک علی الوجوب ہے جمہور کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر حدیث کو وجوب ہی پر محمول کیا جائے تو یہ ایک خاص صورت میں ہوگا یعنی جب کہ وہ پھل ہلاک ہو جائیں قبل التسلیم الی المشتری فانہا حینئذ فی ضمان البائع، اس لئے اس صورت میں سارا نقصان بائع ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

٣٤٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ» فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ».

ترجمہ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ایک شخص نے پھل خریدے جس میں اسکو نقصان اٹھانا پڑا کہ وہ پھل خراب ہو گئے اور اس شخص کا قرضہ بہت بڑھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو اس پر صدقہ کرو چنانچہ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا لیکن صدقہ میں حاصل ہونے والی رقم اسکے قرضہ کو پورا نہ کر سکی تو رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے ارشاد فرمایا تم لوگ جتنی رقم موجود دیکھ رہے ہو وہ لے لو اور اسکے علاوہ تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٦) جامع الترمذي - الزكاة (٦٥٥) سنن النسائي - البيوع (٤٥٣٠) سنن النسائي - البيوع (٤٦٧٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٦٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٨/٣)

شرح الحديث أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ: مضمون حدیث واضح ہے آگے اس حدیث میں یہ ہے: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ، یعنی لوگوں کے صدقہ کرنے کے بعد مشتری پر جب مشتری نے جتنے پیسے اسکے پاس جمع ہو گئے تھے ان کو دے دیا جو دین کے برابر نہیں تھے اس سے کم تھے آپ نے فرمایا کہ بس یہی

لیجاؤ تمہارے لئے اور کچھ نہیں اسکا مطلب علی حسب الاصول یہ لیناپڑے گا کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ فی الحال تمہارے لئے یہی ہے باقی بعد میں ادا ہوتا رہے گا۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه .قاله المنذري۔

۳٤۷۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الْمَعْنَى، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ، أَخْبَرَهُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ تَمْرًا فَأَصَابَتْهَا جَائِحَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم اپنے بھائی کی کھجور فروخت کرو اور ان کھجوروں میں آفت سماوی آجائے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم کھجوروں کے بدلہ میں رقم وصول کرو... تم اپنے بھائی سے ناحق مال کیسے وصول کروگے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٤) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٧) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٨) سنن النسائي - البيوع (٤٥٢٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٧٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢١٩) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٦)

شرح الحدیث: بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ: یہ حدیث حنابلہ کے نزدیک تو اپنے ظاہر پر ہے اور عند الجمہور موول ہے، ای فی التقوی، یا قبل التسلیم الی المشتری پر محمول ہے کما تقدم قریبًا أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه .قاله المنذري۔

٦١ - بَابٌ فِي تَفْسِيرِ الْجَائِحَةِ

جائحہ کی وضاحت

۳٤۷۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: "الْجَوَائِحُ: كُلُّ ظَاهِرٍ مُفْسِدٍ مِنْ مَطَرٍ، أَوْ بَرَدٍ، أَوْ جَرَادٍ، أَوْ رِيحٍ، أَوْ حَرِيقٍ".

ترجمہ: عطاء فرماتے ہیں کہ جائحہ سے مراد بارش یا اولہ یا ٹڈی یا آندھی یا سخت ہوا یا آگ لگ جانا اس طرح کی ہر وہ آفت مراد ہے جو ظاہر اور نمایاں ہو اور پھلوں کو خراب کردے۔

شرح الحدیث: یعنی جوائح جس کے ساقط کرنے کا اور معاف کرنے کا حدیث میں حکم آیا ہے اس سے ایسی آفت مراد ہے جو بالکل ظاہر اور نمایاں ہو، پھلوں کو خراب کردینے والی ہو، جیسے بارش یا اولہ، اور ٹڈی، اس لئے کہ ان کی قطار جس باغ میں بھی پہنچ جاتی ہے سب پھلوں کا ناس کردیتی ہے۔ اور ایسے ہی آندھی اور سخت ہوا اور حریق یعنی آگ لگ جانا۔

حدیث میں ظاہر کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اس صورت میں مشتری کا نقصان متیقن ہوگا، اور اگر وہ چیز ظاہر نہ ہو بالکل مشتری

کسی مخفی امر کو بیان کرے تو اس میں احتمال اس کے کذب کا ہے، پس ظاہر ہونے کی صورت میں اس پر جو حکم مرتب ہو گا وہ حتمی ہو گا، اور دوسری صورت میں عفو کا حکم محض دیانۃً ہو گا (بذل من تقریر الگنگوهی [1])۔

٣٤٧٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: «لَا جَائِحَةَ فِيمَا أُصِيبَ دُونَ ثُلُثِ رَأْسِ الْمَالِ». قَالَ يَحْيَى: «وَذَلِكَ فِي سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ اگر راس المال کے ایک تہائی حصہ سے کم آفت سماوی سے خراب ہو گیا تو اس خراب ہونے کا اعتبار نہیں یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں یہی طریقہ ہے۔

شرح الحدیث یحییٰ بن سعید فرما رہے ہیں کہ پھلوں کے نقصان کی تلافی کا جو حدیث پاک میں حکم ہے تو وہ اس صورت میں ہے جب کہ کم از کم ثلث مال ان آفات سماویہ سے ضائع ہوا ہو، اور اگر ثلث سے کم خراب ہوا ہے تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ تھوڑا بہت نقصان تو ہوا ہی کرتا ہے تجارتوں میں، آگے یحییٰ فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں مسلمانوں کا تعامل اسی طرح ہے۔

٦٢ - بَابٌ فِي مَنْعِ الْمَاءِ

غیر آباد زمینوں میں موجود پانی سے روکنے کا بیان

٣٤٧٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو اس لیے بہانے سے منع نہ کیا جائے کہ اس سے مقصود گھاس سے منع کرنا ہو۔

تخریج صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٢٦) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٦١) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٦) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٧٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٤) موطأ مالك - الأقضية (١٤٥٩)

شرح الحدیث مقصد یہ ہے کہ جو آدمی کی اپنی ضرورت سے زائد ہو اس کے دینے سے انکار نہیں کرنا چاہئے یہ نہی فی نفسہ عام ہے لیکن یہاں اس حدیث میں اس کو ایک خاص صورت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یعنی لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ یعنی پانی دینے سے اس لئے انکار کرتا ہے تاکہ اس کو ذریعہ بنائے گھاس سے روکنے کا، جس کی مثال شراح نے یہ لکھی ہے کہ ایک شخص نے ارض موات کے اندر اس کا احیاء کر کے اس میں کنواں کھودا جس کی وجہ سے اس کنویں کا مالک ہو گیا اور صورت حال یہ ہے کہ اس کے آس پاس جو اور موات کی قسم کی زمینیں پڑی ہوئی ہیں جن میں اتفاق سے گھاس وغیرہ بھی اُگتا ہے تو چونکہ اس شخص نے ان زمینوں کا احیاء

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٤٩ - ١٥٠

نہیں کیا اس لئے ان کا مالک بھی نہیں ہوا، اسلئے اصولاً ان زمینوں کی گھاس سے اس کو حق نہیں کہ کسی کو روکے بلکہ دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو لاکر وہاں چرا سکتے ہیں، لیکن جب جانور وہاں چرنے کیلئے آئیں گے تو ان کو گھاس کے ساتھ پانی کی بھی ضرورت پیش آئے گی، اب یہ شخص یعنی صاحب الماء ان جانوروں کو اپنے کنویں کا پانی پلانے سے روکتا ہے تاکہ لوگ اپنے جانوروں کو یہاں چرانے کیلئے لانا ہی چھوڑ دیں، تو اس طور پر صاحب الماء کیلئے یہ گھاس محفوظ ہو جائے گی، اس حدیث میں اسی سے منع کیا جارہا ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد پانی کو نہ روکا جائے تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گھاس سے روکا جائے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه من حديث الاعرج عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قاله المنذري۔

٣٤٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهُ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ يَعْنِي كَاذِبًا، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا فَإِنْ أَعْطَاهُ وَفَى لَهُ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ لَمْ يَفِ لَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین لوگوں سے اللہ پاک روزِ قیامت گفتگو نہیں فرمائینگے: ① وہ شخص جو مسافر کو اپنے پاس موجود ضرورت سے زائد پانی کے استعمال سے منع کر دے، ② وہ شخص جو اپنے مال کو فروخت کرنے کیلئے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے، ③ وہ شخص جو حاکم وقت سے بیعت کرے پس اگر حاکم اسکو مال دے تو وہ حاکم کی اطاعت کرے اور اگر حاکم اسکو مال نہ دے تو وہ حاکم کی اطاعت نہ کرے۔

٣٤٧٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَقَالَ فِي السِّلْعَةِ بِاللهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ الْآخَرُ فَأَخَذَهَا.

ترجمہ: اعمش سے گزشتہ حدیث کی سند اور اسکے ہم معنی روایت مروی ہے اس میں: وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ کا اضافہ ہے۔ جریر راوی کہتے ہیں کہ سامان کے متعلق وہ شخص ملعون ہے جو قسم کھائے کہ مجھے اس سامان کے بدلہ میں اس قدر رقم دی جارہی ہے تو مشتری اسکی تصدیق کر کے یہ سامان اس سے خرید لے (اسکی جھوٹی قسم پر اعتماد کرتے ہوئے)۔

تخریج: صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٣٠) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٧) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٨٦) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٠٨) صحيح مسلم - الإيمان (١٠٨) جامع الترمذي - السير (١٥٩٥) سنن النسائي - البيوع (٤٤٦٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٧٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٠٧) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٣/٢)

شرح الحديث: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهُ الخ: یعنی تین شخص ایسے ہیں اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ان سے نرم کلام اور رحم و کرم کا معاملہ نہیں فرمائیں گے، ① ایک وہ شخص جو مسافر کو اپنی ضرورت سے زائد پانی دینے سے انکار کرے۔ اس پانی کی دو صورتیں ہیں اگر یہ اس کی اپنی ملک ہے تب تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ قیمت لیکر اس کو دینا

ضروری ہے باوجود قیمت ملنے کے انکار کرنا جائز نہیں اور اگر پانی اس کی ملک ہی نہیں تو اس صورت میں انکار مطلقاً ممنوع ہوگا، آگے مضمون حدیث واضح ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۳٤٧٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ مَنْظُورٍ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا بُهَيْسَةُ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ أَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ، ثُمَّ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟، قَالَ: «الْمَاءُ»، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟، قَالَ: «الْمِلْحُ»، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟، قَالَ: «أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ».

ترجمہ: بہیسہ خاتون اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ میرے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت حاصل کی (تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی) تو میرے والد نبی اکرم کی قمیص مبارک میں گھس کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو بوسہ دینے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹنے لگے پھر میرے والد نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کونسی شے ہے جس سے کسی کو منع نہیں کرسکتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی، پھر میرے والد نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی شے ہے جس سے روکنا حلال نہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نمک، پھر میرے والد نے تیسری دفعہ یہی سوال کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی شے ہے جس سے روکنا حلال نہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نیکی کا کام کرو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – البيوع (٣٤٧٦) مسند أحمد – مسند المكيين (٣/ ٤٨١) سنن الدارمي – البيوع (٢٦١٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الزکاۃ میں گزر چکی اور اس پر کلام و شرح بھی، یہاں پر بذل میں اس پر جو لکھا ہے اس کی تلخیص یہ ہے: ① فی ھذا الحدیث ثلاثة مسالك للعلماء النھی علی التحریم، ② من باب المعروف والاحسان، ③ لا یجوز له المنع لکن یجب لصاحب الماء القیمة، وھذا اذا کان المراد بالماء ماء البئر التی حفرھا فی الموات واحیاھا، وان کان الماء الذی جمعه فی صھریج او حوض فان له ان یمنعه اھ [1]

۳٤٧٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اللُّؤْلُؤِيُّ، أَخْبَرَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ حِبَّانَ بْنِ زَيْدٍ الشَّرْعَبِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ قَرْنٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو خِدَاشٍ، وَهَذَا لَفْظُ عَلِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أَسْمَعُهُ، يَقُولُ: "الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مہاجر صحابی سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین دفعہ جہاد میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٥ ص ١٥١

شرکت کی میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ تین چیزوں میں سب مسلمان برابر ہیں چارہ، پانی اور آگ۔

تخریج سنن أبي داود- البيوع (٣٤٧٧) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٤)

شرح الحدیث الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ: پانی کے بارے میں تو تفصیل کتاب الزکاۃ میں گزر چکی کہ پانی تین طرح کا ہوتا ہے ہر ایک کا حکم الگ ہے کلا کے بارے میں بھی ابھی اوپر گزر ہی چکا کہ ارض موات میں جو گھاس ہوتا ہے کسی کیلئے اس سے روکنے کا حق نہیں ہے، اور تیسری چیز اس حدیث میں جس میں مسلمانوں کی شرکت بتائی ہے وہ آگ ہے، بذل میں لکھا ہے کہ آگ میں شرکت کا ہونا وہ روشنی اور اسکی گرمائی کے اعتبار سے ہے کہ اسکے پاس بیٹھ کر سینکنے سے کسی کو منع نہ کرے، اور اس سے دہکتے ہوئے انگارے مراد نہیں ہیں نہ اس پر ان کو دینا واجب ہے اور نہ دوسرے کے لئے لینا بغیر مالک کی اجازت کے جائز ہے۔

٦٣- بَابٌ فِي بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ

ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے کی ممانعت کا بیان

٣٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ».

ترجمہ ایاس بن عبد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج جامع الترمذي- البيوع (١٢٧١) سنن النسائي- البيوع (٤٦٦١) سنن أبي داود- البيوع (٣٤٧٨) سنن ابن ماجه- الأحكام (٢٤٧٦) مسند أحمد- مسند المكيين (٣/٤١٧) سنن الدارمي- البيوع (٢٦١٢)

شرح الحدیث فضل بمعنی زائد یعنی اپنی ضرورت سے زائد پانی کی بیع سے، یعنی پیسے لیکر اس کو دینے سے آپ نے منع فرمایا ہے، پانی اگر صاحب ماء کی ملک ہے تب تو اس کی بیع سے منع من باب المعروف والاحسان ہوگا، یعنی خلاف اولی ہوگا، اور اگر غیر مملوک ہے تب یہ نہی تحریم کیلئے ہوگی کما تقدم قریباً هذا التفصيل۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. وقال الترمذي حديث حسن صحيح. قاله المنذري۔

٦٤- بَابٌ فِي ثَمَنِ السِّنَّوْرِ

بلی فروخت کرکے رقم وصول کرنے کی ممانعت کا بیان

ثمن کلاب کا باب جو آگے آرہا ہے وہ تو مختلف فیہ ہے لیکن ثمن سنور یعنی اس کی بیع بالاتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے گو بعض سلف کا اس میں بھی اختلاف ہے چنانچہ بذل میں خطابیؒ سے منقول ہے: وكره بيعه أبو هريرة وجابر وطاوس ومجاهد اھ[1]۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٥ ص ١٥٧

۳۴۷۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: أَخْبَرَنَا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ».

ترجمہ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلّی کو فروخت کر کے قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٩) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٥) سنن النسائي - البيوع (٤٦٦٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٧٩) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٩)

شرح الحدیث نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ: اور اس کے بعد والی حدیث میں صرف ہرہ کا ذکر ہے: نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرَّةِ، تو عند الجمہور جائز ہے اس لئے اس حدیث کے کئی جواب دیئے گئے ہیں، ان دو حدیثوں میں سے پہلی حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: هذا حديث في إسناده اضطراب إلى آخر ما ذكر، اور دوسری حدیث کے بارے میں بذل میں لکھا ہے: قال الترمذي غريب، وقال النسائي هذا منكر اھ [1]، اور دوسرا جواب نسخ کر دیا گیا ہے، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ متوحش پر محمول ہے، یعنی جو بلی مانوس نہ ہو جنگلی جانوروں کی طرح تو چونکہ وہ غیر مقدور التسلیم ہوتی ہے اس لئے اس کی بیع ناجائز ہے۔

حديث جابر الثاني أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۴۸۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرَّةِ».

ترجمہ جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بلّی کو فروخت کر کے اسکی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٥٦٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٧٩) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٥) سنن النسائي - البيوع (٤٦٦٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٨٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٩)

٦٥ - بَابٌ فِي أَثْمَانِ الْكِلَابِ

کتّے کو فروخت کر کے اسکی قیمت وصول کرنے کی ممانعت

۳۴۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ».

ترجمہ ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کتّے کو فروخت کر کے اسکی قیمت وصول کرنے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ١٥٨

سے اور زانیہ عورت کے زنا پر اجرت وصول کرنے سے اور کاھن کو اُجرت دینے سے۔

تخریج صحیح البخاري - البیوع (۲۱۲۲) صحیح البخاري - الإجارة (۲۱٦۲) صحیح البخاري - الطلاق (۵۰۳۱) صحیح البخاري - الطب (۵٤۲۸) صحیح مسلم - المساقاة (۱۵٦۷) جامع الترمذي - النکاح (۱۱۳۳) جامع الترمذي - البیوع (۱۲۷٦) سنن النسائي - الصید والذبائح (٤۲۹۲) سنن النسائي - البیوع (٤٦٦٦) سنن أبي داود - البیوع (۳٤۸۱) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۵۹) مسند أحمد - مسند الشامیین (۱۱۹/٤) موطأ مالك - البیوع (۱۳٦۳) سنن الدارمي - البیوع (۲۵٦۸)

شرح الحدیث **مذاہب ائمہ:** اس حدیث میں بیع کلب سے منع کیا گیا ہے، امام شافعیؒ و احمدؒ کا مذہب یہی ہے، حنفیہ کے یہاں بیع کلب جائز ہے خواہ معلم ہو یا غیر معلم، امام مالکؒ سے تین روایتیں ہیں جواز، عدم جواز، والثالث یجب القیمة لا الثمن، یعنی بیع تو اگرچہ جائز کسی طرح بھی نہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی کا کتا ہلاک اور تلف کر دے تو پھر اس کی قیمت یعنی ضمان دینا واجب ہو گا، اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ کلب عقور کی بیع جائز نہیں، اور عطا اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: یجوز بیع کلب الصید دون غیرہ . ویدل علیه ما أخرجه النسائي من حدیث جابر قال "نھی رسول الله صلى الله علیه وسلم عن ثمن الکلب إلا کلب صید". الی آخر ما فی العون [1]۔

یہ حدیث شافعیہ و حنابلہ کے تو موافق ہے، اور حنفیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب امر کلاب میں تشدید تھی حتی کہ ان کے قتل کا حکم دیا گیا تھا جو بعد میں عند الاکثر منسوخ ہو گیا، امر کلاب میں تشدید کی بحث کتاب الطھارۃ باب الوضوء من سؤر الکلب میں گزر چکی ۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه. قاله المنذری.

اس حدیث میں دو جزء اور ہیں، جن سے منع کیا گیا ہے: مَهْرِ الْبَغِيِّ یعنی زانیہ کی اجرت، جس کو مجازاً مہر کہا گیا ہے اور دوسری چیز حُلْوَانِ الْكَاهِنِ، یعنی کاہن کی شرینی، یعنی کاہن سے اپنی مخفی باتیں اور راز معلوم کرنے کے بعد اس کی جو کچھ اجرت دیجائے، کاہن کے پاس جانا، اس کی تصدیق کے لئے اور اس کو اجرت دینا کہانت پر، سب حرام ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق تو کفر ہے اگر اس کے علم غیب کے اعتقاد کے ساتھ ہو، "الکوکب الدری" میں لکھا ہے کہ اگر کاہن کی تصدیق یہ سمجھتے ہوئے کی جائے کہ بعض جنات ان کے تابع ہوتے ہیں اور وہ ان کو آکر خبریں دیتے ہیں تو اس صورت میں اس کی تصدیق کفر نہ ہو گی۔

۳٤۸۲ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ حَبْتَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَإِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَامْلَأْ كَفَّهُ تُرَابًا».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کُتے کو فروخت کر کے اُسکی قیمت وصول

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۳۲۵

کرنے سے اگر کتا فروخت کرتے والا اپنے کتے کی قیمت وصول کرنے آئے تو اسکے ہاتھ میں مٹی ڈال دینا۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٨٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٥/١)

٣٤٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَوْنُ ابْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ».

ترجمہ: عون بن جحیفہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کتے کو فروخت کر کے اُسکی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٨٠) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٣٢) صحيح البخاري - اللباس (٥٦٠١) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٨٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٩/٤)

٣٤٨٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مَعْرُوفُ بْنُ سُوَيْدٍ الْجُذَامِيُّ، أَنَّ عُلَيَّ بْنَ رَبَاحٍ اللَّخْمِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ».

ترجمہ: علی بن رباح لخمی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کتے کو فروخت کر کے اس کی قیمت وصول کرنا حرام ہے اور کاہن کو اُجرت دینا حرام ہے اور زانیہ عورت کا زنا کی اُجرت لینا حرام ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٨٤)

٦٦ - بَابٌ فِي ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ

شراب اور مردار جانور بیچ کر قیمت وصول کرنے کی ممانعت کا بیان

٣٤٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ بُخْتٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا، وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا، وَحَرَّمَ الْخِنْزِيرَ وَثَمَنَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ پاک نے شراب کو بھی حرام قرار دیا اور شراب بیچ کر اُسکی رقم وصول کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے اور اللہ پاک نے مردار جانور کو بھی حرام قرار دیا ہے اور مردار جانور کو بیچ کر اُسکی قیمت وصول کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے اور اللہ پاک نے سور کو بھی حرام قرار دیا ہے اور سور بیچ کر اسکی قیمت وصول کرنے کو بھی حرام قرار دیا۔

شرح الحديث من حيث الفقه: اس حدیث میں بیع خمر اور بیع میتہ اور اسی طرح بیع خنزیر ان تینوں کی حرمت ایک ساتھ بیان کی گئی ہے، فقہاء کے نزدیک ان اشیاء کی تحریم بیع کی نوعیت میں فرق ہے، ہدایہ کے متن میں تو یہ ہے: وإذا كان أحد العوضين، أو كلاهما محرما، فالبيع فاسد، كالبيع بالميتة والدم، والخمر، والخنزير اس پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ کلام مجمل ہے محتاج تفصیل ہے جس کو ہم بیان کریں گے پھر آگے تفصیل میں انہوں نے فرمایا کہ بیع بالميتة والدم اور ایسے ہی بالحر یہ تو بیع باطل ہے لانعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال، اس لئے کہ یہ اشیاء کسی کے نزدیک بھی مال شمار نہیں ہوتیں اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ بیع الخمر والخنزیر یہ دونوں بیع فاسد ہیں نہ کہ باطل، حقیقت بیع کے پائے جانے کی وجہ سے، یعنی مبادلة المال بالمال اس لئے کہ خمر مال ہے اور خنزیر بھی عند البعض مال ہے یعنی عند اہل الکتاب، اور بیع باطل مفید ملک ہی نہیں ہوتی بخلاف بیع فاسد کے کہ وہ مفید ملک ہو جاتی ہے بعد القبض اس کے بعد پھر صاحب ہدایہ نے اور مزید تفصیل اور فرق کی صورتیں بیان کی ہیں فارجع اليه لو شئت [1]۔

اسکے بعد والی روایت میتہ اور خنزیر کے بعد وَالْأَصْنَامَ کی زیادتی ہے یعنی بیع صنم کو حرام قرار دیا گیا کو کب الدری میں لکھا ہے کہ بیع اصنام حرام ہے جب کہ اصنام کی بیع اصنام ہونے کی حیثیت سے کی جائے لیکن اگر کوئی شخص انکی بیع کسی اور نیت سے کرے جیسے کوئی شخص لکڑیوں کی بیع کرے جس میں لکڑی کے تراشے ہوئے اصنام بھی ہوں تو یہی بیع جائز ہو گی بشرط یہ کہ ان اصنام کو لکڑیوں کے دام میں فروخت کرے مگر یہ کہ ایسے شخص کے ہاتھ بیع ہو رہی ہو جسکے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ شخص اس صنم کی تعظیم یا عبادت کرے گا اھ [2]۔

٣٤٨٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ» فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: «لَا هُوَ حَرَامٌ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: «قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک نے شراب اور مردار جانور اور سور اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ حکم بیان فرمائیں کہ مردار جانور کی چربی کے ذریعہ کشتیوں کو لیپا جاتا ہے اور اسکو جانوروں کی کھال

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٥ ص ٩٠-٩١

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٣٢٩

پر ملا جاتا ہے اور لوگ اس چربی کو اپنے چراغ میں ڈالکر روشنی حاصل کرتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ چربی حرام ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ پاک یہود کو ہلاک کرے جب اللہ پاک نے ان پر مردار جانور کی چربی کھانے کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اس چربی کو پگھلا کر اسکو فروخت کیا پھر اسکی قیمت انہوں نے استعمال کرلی۔

۳۴۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُ لَمْ يَقُلْ هُوَ حَرَامٌ.

ترجمۃ: یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ عطاء نے جابر بن عبد اللہؓ سے مروی یہ روایت مجھے لکھ کر دی اس حدیث میں گزشتہ روایت والا مضمون ہے اس میں هُوَ حَرَامٌ کے الفاظ نہیں ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۱۲۱) صحيح البخاري - المغازي (۴۰۴۵) صحيح البخاري - تفسير القرآن (۴۳۵۷) صحيح مسلم - المساقاة (۱۵۸۱) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۹۷) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (۴۲۵۶) سنن النسائي - البيوع (۴۶۶۹) سنن أبي داود - البيوع (۳۴۸۶) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۶۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۲۶)

شرح الحدیث: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: «لَا هُوَ حَرَامٌ»: یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میتۃ کی تحریم بیان فرمائی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! شحم میتۃ کا کیا حکم ہے اس لئے کہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے (تاکہ چکناہٹ کی وجہ سے اندر پانی سرایت نہ کر جائے) اور اسی طرح ان کو چمڑوں پر ملا جاتا ہے (ان کو نرم رکھنے کیلئے) اور ایسے ہی لوگ اس کے ذریعہ سے روشنی حاصل کرتے ہیں یعنی مصباح اور چراغ میں اس کو جلاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

کوکب میں لکھا ہے کہ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میتۃ کا حکم بیان فرمادیا تھا کہ وہ حرام ہے تو میتۃ میں تو اس کے تمام ہی اجزاء داخل ہوگئے تھے تو پھر شحم میتۃ کے بارے میں الگ مستقل سوال کس بنا پر کیا گیا؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ چونکہ صحابہ کرام کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ بعض اجزاء میتۃ ایسے ہیں جو جائز الاستعمال ہیں جیسے جلد میتۃ اور ایسے ہی عظام میتۃ تو اسی لئے انہوں نے شحم میتۃ کے بارے میں سوال کیا کہ ممکن ہے وہ بھی اہاب وغیرہ کی طرح ہو خصوصاً جب کہ شحم میتۃ کی بہت سی چیزوں میں ضرورت پیش آتی ہے جس کی طرف صحابہ نے خود اشارہ اپنے سوال میں کیا ہے، پھر آگے کوکب میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ میتۃ کے اجزاء سے انتفاع کے جواز کا مدار رطوبات نجسہ کے زوال پر ہے اور شحم سے زوال رطوبت ممکن ہی نہیں، پھر اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرمت کو موکد فرمایا بعد والے جملہ سے: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ الخ اھ[1]، اس جملہ کی تشریح یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہلاک و برباد کرے یہود کو کہ اللہ تعالیٰ نے جب

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ۲ ص ۳۲۹

ان پر شحوم میتة کو حرام کیا تھا تو انہوں نے اس کی تحلیل کا یہ حیلہ اختیار کیا کہ شحم میتة کو آگ پر پگھلایا اور پھر اس کی بیع کرنے لگے اور اس کے ثمن سے فائدہ اٹھانے لگے یہ حیلہ اس لحاظ سے تھا کہ شحم پر شحم کا اطلاق اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک اس کو آگ پر پگھلایا نہ جائے اور پگھلانے کے بعد اس کا نام بدل جاتا ہے اور بجائے شحم کے اس کو ودک کہا جاتا ہے لیکن ایسا کرنے سے اس کی حقیقت اور حکم تو نہیں بدلتا، امام خطابیؒ اس پر لکھتے ہیں کہ اس سے ہر اس حیلہ کا بطلان ثابت ہو رہا ہے جس کو وسیلہ بنایا جائے کسی حرام تک پہنچنے کے لئے اور یہ کہ محض تغیر ہیئت اور تبدیل اسم سے حرام چیز کا حکم نہیں بدلتا اھ [1]۔

فَقَالَ: «لَا هُوَ حَرَامٌ»: اس کی شرح میں اختلاف ہو رہا ہے وہ یہ کہ هُوَ ضمیر کس طرف راجع ہے؟ حافظؒ کہتے ہیں کہ بعض علماء ومنهم الشافعي، کے نزدیک یہ ضمیر بیع کی طرف راجع ہے، یعنی شحوم میتة کی بیع حرام ہے اور اکثر علماء نے اس ضمیر کو راجع کیا ہے انتفاع کی طرف، لہٰذا ان کے نزدیک نہ صرف بیع میتة ناجائز ہے بلکہ مطلقاً انتفاع اس کے تمام اجزاء سے ناجائز ہے بجز اس کے کہ جس کی تخصیص پر دلیل قائم ہے یعنی جلد مدبوغ (یہ کلام تو تھا شحم میتة سے متعلق) اس کے بعد انہوں نے دھن متنجس یعنی جو تیل وغیرہ کسی نجس چیز کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف علماء بیان کیا اور وہ یہ کہ جمہور کے نزدیک اس سے انتفاع جائز ہے اور امام احمد اور ابن الماجشون مالکی کے نزدیک ناجائز ہے اھ (من التحفة [3])، امام خطابیؒ نے بھی لَا هُوَ حَرَامٌ کا تعلق بیع سے ہی قرار دیا ہے (غالباً امام شافعی کے مسلک کی تائید میں کما تقدم عن الحافظ) چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وفيه دليل على جواز الاستصباح بالزيت النجس فإن بيعه لا يجوز اھ [2]، خطابی نے شحم میتة اور دہن متنجس دونوں کو ایک درجہ میں رکھا شافعیہ کے مسلک کے پیش نظر ورنہ عند الجمہور دونوں کے حکم میں فرق ہے اس لئے کہ شحم میتة سے انتفاع عند الجمہور ناجائز اور قسم ثانی یعنی دھن متنجس سے انتفاع فی غیر الاکل مثل الاستصباح جائز ہے خلافاً لاحمد وابن الماجشون کما تقدم قریبا فی کلام الحافظ، عرف الشذي میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ حدیث الباب میں اشارہ ہے اس طرف کہ نجس العین کی بیع باطل ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شحم میتة نجس ہے اس سے مطلقاً انتفاع جائز نہیں اور وہ گھی یا تیل جو کسی عارض کی وجہ سے ناپاک ہو جائے مثلاً سقوط فارہ جو گر کر اس میں مر جائے تو یہ تیل تو ناپاک ضرور ہے لیکن نجس العین نہیں اسکی بیع بھی جائز ہے اور انتفاع یعنی استصباح بھی جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک شحم میتة سے بھی انتفاع واستصباح جائز ہے اھ [4]، پس خلاصہ یہ کہ شحم میتة کی بیع تو بالاتفاق ناجائز ہے اور انتفاع فی غیر الاکل والشرب میں اختلاف ہے، عند الجمہور وہ بھی ناجائز ہے

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ۳ ص ۱۳۳

[2] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ۳ ص ۱۳۳

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٥٢١

[4] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ۳ ص ٥٥

امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور دھن متنجس سے انتفاع عند الجمہور جائز ہے امام احمدؒ کے نزدیک وہ بھی ناجائز ہے، اب یہ کہ اس کی بیع کا کیا حکم ہے سو ظاہر یہ ہے کہ جب انتفاع جائز ہے تو بیع وشراء بھی جائز ہوگی عرف الشذی میں عند الحنفیہ اس کی بیع کو جائز لکھا ہے دوسرے ائمہ کے مسلک کی تحقیق کرلیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۴۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ بِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ، وَخَالِدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنَى، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ بَرَكَةَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ بَرَكَةَ أَبِي الْوَلِيدِ، ثُمَّ اتَّفَقَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا عِنْدَ الرُّكْنِ، قَالَ: فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَضَحِكَ، فَقَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، ثَلَاثًا إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا، وَإِنَّ اللهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ» وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الطَّحَّانِ: «رَأَيْتُ» وَقَالَ: «قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند فرمائی پھر آپ ﷺ ہنسے اور پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک یہود پر لعنت فرمائیں .... بیشک اللہ تعالیٰ نے یہود پر چربی کو حرام قرار دیا تھا تو انہوں نے چربی کو بیچ کر اسکی رقم استعمال کرلی .... اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی شئی حرام قرار دیتے ہیں تو ان پر اس شئی کو فروخت کرکے اسکی قیمت وصول کرنے کو بھی حرام قرار دیتے ہیں .... مسدد استاد نے خالد بن عبد اللہ کی حدیث میں لفظ رَأَیْتُ نہیں کہا .... اور مسدد استاد نے خالد بن عبد اللہ کی حدیث میں قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ کے الفاظ ذکر کیے ہیں نہ کہ لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳۴۸۸) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲٤۷)

۳۴۸۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، وَوَكِيعٌ، عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو الْجَعْفَرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ بَيَانٍ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَاعَ الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيرَ».

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص شراب فروخت کرتا ہو تو اسے چاہیئے کہ سور کے کھانے کو حلال سمجھے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (۳٤۸۹) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۲٥۳) سنن الدارمي - الأشربة (۲۱۰۲)

شرح الحدیث: یشقص کے معنی الذبح بالمشقص، مشقص کہتے ہیں تیر کے اگلے حصہ کو جو دھار دار ہوتا ہے اس صورت میں یہ ماخوذ ہوگا مشقص سے، اور یا اس کے معنی جعل الشئ شقصا شقصا یعنی کسی چیز کے الگ الگ ٹکڑے ٹکڑے کردینا جیسا کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد گوشت کی اصلاح کے لئے اس کو الگ الگ ٹکڑے کئے جاتے ہیں اس سے پہلے احادیث میں

بیع خمر و بیع خنزیر دونوں کا حکم یعنی تحریم میں مساوی ہونا گزر چکا لیکن بہت سے لوگوں کا حال یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ خنزیر کو تو عملاً و اکلاً حرام قرار دیتے ہیں لیکن شراب نوشی اور اس کی تجارت سے نہیں بچتے اور نہ اس کو کوئی خاص عیب سمجھتے ہیں، اس لئے حضور ﷺ تحریم خمر کی تاکید میں یہ فرمارہے ہیں کہ جو شخص عملاً شراب کی بیع اور اس کی تجارت سے نہیں بچتا تو اسکو چاہیئے کہ خنزیر کے گوشت کی بھی تجارت کرنے لگے اور اس کھانے کو بھی جائز سمجھنے لگے کیونکہ شرعاً دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

٣٤٩٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ الْأَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ: «حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان آیات کو ہمیں پڑھ کر سنایا اور ارشاد فرمایا کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہو چکی ہے۔

٣٤٩١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: الْآيَاتُ الْأَوَاخِرُ فِي الرِّبَا.

ترجمہ: اعمش نے اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنیٰ روایت نقل کی اس میں فرمایا کہ سود کے متعلق آخری آیات نازل ہوئیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٧) صحيح البخاري - البيوع (١٩٧٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٦٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٦٧) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٨٠) سنن النسائي - البيوع (٤٦٦٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٠) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٨٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤٦) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٩)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں (جن میں تحریم ربا مذکور ہے) تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہم کو وہ آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا کہ تجارت فی الخمر حرام ہے۔

ظاہر حدیث پر ایک اشکال اور جواب: اس حدیث کی شرح میں شراح نے یہ لکھا ہے کہ تحریم خمر کا ذکر سورۂ مائدہ میں ہے اور وہ آیت ربا سے جو سورۂ بقرہ کے اواخر میں ہے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی اسلئے کہ مشہور ہے کہ آیت ربا آخر مانزل یا من آخر مانزل من القرآن ہے اور اس حدیث کا سیاق اس ترتیب کے منافی ہے اس سے تحریم خمر کا متاخر ہونا ظاہر ہو رہا ہے، تو اس کی توجیہ ان حضرات نے یہ کی ہے کہ گویہ صحیح ہے کہ تحریم الخمر تحریم ربا سے پہلے ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تجارت خمر کی تحریم جو اس حدیث میں مذکور ہے مؤخر ہو تحریم الخمر سے فلا اشکال حینئذ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تحریم خمر کے وقت بھی تحریم تجارت کی خبر دی ہو اور پھر دوبارہ مکرر نزول آیت ربا کے بعد بھی تحریم تجارت کی خبر دی ہو تاکیداً و مبالغۃً، امام بخاریؒ نے ابواب المساجد میں باب قائم کیا: بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ یعنی مسجد میں لوگوں کے سامنے تجارت خمر کی حرمت بیان کرنا کہ تجارت خمر حرام ہے جس طرح اور دوسری چیزوں کی نصیحت مسجد میں کی جاتی ہے لہذا فِي الْمَسْجِدِ یہ ظرف تحریم سے

متعلق ہے نہ کہ تجارت سے ورنہ مطلب فاسد ہو جائے گا یعنی مسجد میں خمر کی تجارت کا حرام ہونا تو کیا غیر مسجد میں تجارت خمر حرام نہیں ہے، چنانچہ بخاری کی حدیث الباب میں ہے کہ نزول آیات کے بعد آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور پھر تجارت خمر کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٦٧ - بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَ

قبضے سے پہلے اناج آگے فروخت کرنے کی ممانعت کا بیان

٣٤٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اناج خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت نہ کرے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٢) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٩)

شرح الحدیث اور اسکے بعد ابن عمر ہی کی دوسری حدیث میں اس طرح ہے: كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ يَعْنِي جُزَافًا.

اس ترجمۃ الباب اور اس کی احادیث میں بیع الطعام قبل الاستیفاء کی ممانعت ہے، استیفاء بمعنی قبض اور وصول کرنا یعنی اگر کوئی شخص غلہ کی قسم کی کوئی چیز خریدے اور خریدنے کے بعد اس کو فروخت کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اس پر قبضہ کرے اس کے بعد اس کو فروخت کرے لیکن ہر چیز کا قبضہ اور استیفاء اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے بعض چیزوں کا قبضہ یہ ہے کہ اس شئ کو دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے اور بعض چیزوں کا قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے یعنی بائع چیز کو فروخت کرنے کے بعد مشتری سے کہے کہ تیری چیز یہ رکھی ہے تو اس کو جب چاہے یہاں سے اٹھا اور بعض صورتوں میں قبضہ نقل شئ سے ہوتا ہے یعنی مشتری نے اس مبیع کو جس جگہ سے خریدا ہے وہاں سے اس کو کسی دوسری جگہ منتقل کردے اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں پر غلہ کی بیع جزافا ہو یعنی غلہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بیع جزافا کی صورت میں۔ یہی اس کا قبضہ ہے جیسا کہ باب کی حدیث ثانی میں ہے اور کوئی شئ کیلا یا وزنا فروخت کی جائے تو وہاں پر اس کو کیل کرلینا یا وزن کرلینا یہی اس کا قبضہ ہے۔

بیع قبل القبض سے نہی کن کن اشیاء میں ہے: اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ یہ حکم طعام میں تو متفق علیہ ہے کہ اس کی بیع قبل القبض جائز نہیں متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے، طعام کے علاوہ باقی کن کن اشیاء میں یہ حکم جاری ہوگا اس

میں علماء کا اختلاف ہے، اس میں چار قول مشہور ہیں: ① امام شافعی و محمد کے نزدیک ہر چیز کا یہی حکم ہے سواء کان من المکیلات او الموزونات، ومن الماکول او المشروب والمنقول وغیر المنقول، ② اور شیخین امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ کے نزدیک عقار (زمین) کے علاوہ تمام منقولات کا یہی حکم ہے اس مذہب میں صرف عقار کا استثناء ہے بخلاف پہلے مذہب کے کہ اس میں کسی چیز کا استثناء نہیں، ③ امام احمد کے نزدیک جملہ مکیلات وموزونات کا یہی حکم ہے اس کے علاوہ باقی دوسری چیزوں کا یہ حکم نہیں ہے، ④ امام مالک کے نزدیک یہ حکم صرف ماکول اور مشروب کا ہے۔

امام مالک اور جمہور کا ایک اور اختلاف: اس کے بعد یہاں ایک اختلاف اور ہے وہ بھی سمجھ لینا چاہیے، وہ یہ کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک بیع طعام مطلقاً قبل القبض جائز نہیں یعنی چاہے اس کو جزافاً خرید اہو یا کیلا، اور امام مالکؒ کے قول مشہور میں جزاف اور غیر جزاف میں فرق ہے وہ یہ کہ جو غلہ جزافاً خرید ا گیا ہو اس کی بیع قبل القبض جائز ہے اور جو کیلا خرید ا گیا ہو اس کی بیع قبل القبض جائز نہیں اور مشتری کا اسکو کیل کر لینا یہی اسکا قبضہ ہے، امام مالکؒ کا استدلال باب کی چوتھی حدیث (برقم ٣٤٩٥) سے ہے جس کے لفظ یہ ہیں: نَهَى أَنْ يَبِيعَ أَحَدٌ طَعَامًا اشْتَرَاهُ بِكَيْلٍ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. یعنی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ کوئی شخص اس طعام کو جس کو اس نے کیلاً خرید اہو وہ اس کی بیع قبل الاستیفاء کرے اس حدیث میں اشتراہ بکیل کی قید مذکور ہے، جمہور یہ کہتے ہیں اشتراہ بکیل کی قید احترازی نہیں جس کا قرینہ باب کی حدیث اول ہے جو مطلق ہے، اسی طرح باب کی حدیث ثانی وثالث میں باوجود بیع جزاف کی تصریح کے اس کو منتقل کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور یہ نقل ہی تو استیفاء ہے کما تقدم قریبا ان قبض کل شئی بحسبہ۔

حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الاول أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، والثاني أخرجه مسلم والنسائي، والثالث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه، والرابع أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣٤٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: «كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ يَعْنِي جُزَافًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم عہد نبوی میں اناج خرید اکرتے تھے تو حضور ﷺ ایک شخص کو ہمارے پاس بھیجا کرتے تھے جو ہمیں کہتا کہ ہم اس خریدے ہوئے اناج کو اندازے سے فروخت کرنے سے پہلے کسی دوسری جگہ منتقل کردیں جو اناج کے خریدی ہوئی جگہ کے علاوہ ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٩)

٣٤٩٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الطَّعَامَ جُزَافًا بِأَعْلَى السُّوقِ «فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بازار کے ایک حصہ میں صحابہ کرام اناج خرید اکرتے تھے اندازہ سے تو رسول اللہ ﷺ نے اس اناج کو دوسری جگہ منتقل کرنے سے پہلے کسی دوسرے کو فروخت کرنے سے منع فرمادیا۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٩)

٣٤٩٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ عُبَيْدٍ الْمَدِينِيِّ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ أَحَدٌ طَعَامًا اشْتَرَاهُ بِكَيْلٍ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اناج کو کیل کر کے خریدے اور پھر اس اناج کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٥) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٩)

٣٤٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ» زَادَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لِمَ؟ قَالَ: «أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَتَبَايَعُونَ بِالذَّهَبِ وَالطَّعَامُ مُرَجًّى [1]».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص کسی اناج کو خریدے تو اس اناج کو کیل کرنے کے بعد ہی فروخت کرے۔ ابو بکر استاد نے یہ اضافہ کیا کہ طاؤس نے ابن عباس سے اس کی وجہ اور علت دریافت کی تو عبد اللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ تم نہیں دیکھتے کہ بہت سارے لوگ سونے کے بدلے میں اناج خریدتے ہیں حالانکہ وہ اناج ایک مقررہ وقت پر ادا کیا جاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٢٥) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩١) سنن النسائي - البيوع

---

[1] اس لفظ کے ضبط میں نسخ مختلف ہیں، بعض میں تو اسی طرح ہے جس کو ہم نے اختیار کیا یعنی بتخفيف الجيم وبعدها همزة، وفي بعض النسخ بدون همزة مُرْجاً. وفي بعض النسخ "مُرَجًّى" بتثقيل الجيم وبعدها همزة، وفي بعض النسخ "مُرَجّى" وفي النهاية: أي مؤجلاً ومؤخراً ويهمز ولا يهمز، وفي كتاب الخطابي على اختلاف نسخه "مُرَجًّى" بالتشديد للمبالغة. (كذا في تعليق الشيخ محمد عوامه — ج ٤ ص ١٧٨ — ١٨٩)

(٤٥٩٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١)

شرح الحديث حضرت ابن عباسؓ نے جب حضور ﷺ کی یہ حدیث نقل کی کہ جو شخص غلہ خریدے تو جب تک اس کو کیل نہ کر لے کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت نہ کرے تو شاگرد یعنی طاؤس نے ان سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو انہوں نے اس منع کی وجہ کو ایک خاص مثال سے سمجھایا کہ دیکھتا نہیں ہے کہ بہت سے لوگ درہم و دینار سے خریدتے ہیں غلہ کو حالانکہ وہ غلہ مؤخر و مؤجل ہوتا ہے، انہوں نے یہ مثال بیع سلم کی دی جس میں مبیع مؤجل ہوا کرتی ہے، ابن عباسؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ قبل القبض بیع کرنے میں ربا پایا جاتا ہے جیسے ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ بیع سلم کی یعنی ایک دینار کے بدلہ میں قفیز حنطہ خریدا دینار تو فی الحال ادا کر دیا جیسا کہ بیع سلم میں ہوا کرتا ہے اور اجل پورا ہونے پر مثلاً مہینہ گزر جانے کے بعد جب بائع نے مشتری سے کہا کہ اپنا قفیز حنطہ لے لے تو مشتری نے قبل القبض اس کو دو دینار میں کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور کہہ دیا کہ فلاں جگہ سے اٹھالے تو اب صورت حال یہ بن گئی کہ یہ بیع الدینار بالدینارین ہو گئی جو سراسر ربا ہے اس لئے کہ مشتری نے تو اس غلہ کی شکل بھی نہیں دیکھی بلکہ مآل کار یہ ہوا کہ ایک دینار گیا اور اس کے بدلہ میں دو آ گئے، اور اس معاملہ کی حرمت ظاہر اور بدیہی ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري۔

٣٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، - وَهَذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ». قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، زَادَ مُسَدَّدٌ، قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «وَأَحْسِبُ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ».

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تم میں سے کوئی شخص اناج، غلہ خریدے تو اسکو نہ بیچے یہاں تک کہ اس غلہ پر قبضہ کر لے۔ سلیمان بن حرب فرماتے ہیں کہ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ اور مسدد استاد نے یہ اضافہ کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں ہر شئی کا وہی حکم ہے جو اس اناج کا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٢٥) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩١) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٧) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١)

شرح الحديث وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «وَأَحْسِبُ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ»: اس سے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب معلوم ہو گیا کہ ان کے نزدیک یہ حکم بالکل عام ہے، آگے اس کے بعد اس باب میں دو روایتیں اور ہیں جن کا مفہوم ظاہر ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري۔

٣٤٩٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «رَأَيْتُ

النَّاسَ يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَوُا الطَّعَامَ جُزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُبْلِغَهُ إِلَى رَحْلِهِ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں لوگ جب غلہ اندازہ سے خریدتے تو میں نے دیکھا کہ ان خریداروں کی پٹائی ہوتی تھی جب وہ اس غلہ کو اپنے کجاوہ یا قیام گاہ تک پہنچانے سے پہلے فروخت کرتے۔

تخریج: * صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٠) صحيح مسلم - البيوع (١٥٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٥٩٥) سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٢٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥٩)

٣٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ابْتَعْتُ زَيْتًا فِي السُّوقِ، فَلَمَّا اسْتَوْجَبْتُهُ لِنَفْسِي، لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحًا حَسَنًا، فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِهِ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ: لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ، حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ، «فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ، حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بازار میں زیتون خریدا جب میں نے اس کی بیع مکمل کر دی تو مجھے ایک گاہک ملا جو مجھے اس زیتون کے بدلہ میں مناسب نفع دے رہا تھا تو مجھے خیال ہوا کہ میں اس شخص سے بیع مکمل کرلوں کہ اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میری کلائی کو پکڑ لیا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ زید بن ثابت تھے اور حضرت زید فرمانے لگے کہ تم نے جس جگہ سے کسی شئی کو خریدا ہے وہیں اسکو فروخت مت کرو یہاں تک کہ تم اپنی قیام گاہ میں لے جا کر اس سامان کو محفوظ کرلو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جس جگہ سامان خریدا جائے اسی جگہ اس کو فروخت نہ کیا جائے یہاں تک تاجر حضرات اسکو اپنی قیام گاہ ٹھکانہ میں محفوظ کرلیں۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٤٩٩) موطأ مالك - البيوع (١٣٣٥)

٦٨ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ فِي الْبَيْعِ لَا خِلَابَةَ

ایک شخص خریدتے وقت کہے کہ دھوکہ نہ دینا اسکے شرعی حکم کا بیان

خلابۃ بمعنی خدیعۃ اور دھوکہ، یعنی کوئی شخص کسی چیز کی بیع کے وقت یا شراء کے وقت یوں کہے کہ دیکھو دھوکہ اور نقصان کی بات نہ ہونی چاہیے، یعنی قیمت میں زیادہ فرق نہ ہونا چاہیے۔ (کیونکہ میں خرید و فروخت کا زیادہ تجربہ نہیں رکھتا)۔

٣٥٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا، ذَكَرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ» فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ: لَا خِلَابَةَ".

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ ان کو خرید و فروخت میں دھوکہ ہو جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز خرید و تو کہو کہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠١١) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٦) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٣) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٦٣) صحيح مسلم - البيوع (١٥٣٣) سنن النسائي - البيوع (٤٤٨٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٤/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٩٣)

شرح الحدیث اس رجل سے مراد وہ صحابی ہے جن کا نام حبان بن منقذ ہے انہوں نے آپ ﷺ سے اپنا حال عرض کیا کہ میں بیع کے اندر دھوکہ کھا جاتا ہوں۔ اس روایت میں اختصار ہے، بعد والی روایت میں جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس میں اس طرح ہے کہ ایک شخص جو ضعیف العقل تھے وہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے، یعنی خرید و فروخت کا تو انہیں شوق تھا، دکانوں پر جا کر خرید و فروخت کیا کرتے تھے لیکن تھے اس معاملہ میں اناڑی تو ان کے گھر والے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنی پریشانی ظاہر کی اور یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان پر حجر واقع کر دیجئے تاکہ یہ پھر کسی سے خرید و فروخت نہ کر سکیں حضور ﷺ نے گھر والوں کی شکایت پر ان کو بلایا اور ان کو بیع و شراء سے منع کیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے بغیر بیع کے صبر نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اگر تو بیع نہیں چھوڑ سکتا تو قُلْ: هَاءَ وَهَاءَ، وَلَا خِلَابَةَ تو پھر تو بیع و شراء کے وقت بائع سے یا مشتری سے چیز لیتے وقت یا دیتے وقت یہ کہہ دیا کر کہ لے بھائی (ثمن یا بیع) اور دیکھ دھوکہ کی بات نہ ہونی چاہیے۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه وبيان مذاهب الائمة فى خيار المغبون: اس حدیث سے امام احمدؒ اور بعض علماء نے یہ استنباط کیا کہ اگر کوئی شخص بیع و شراء کے وقت یہ لفظ کہہ دے یعنی لَا خِلَابَةَ تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس بیع کے اندر غبن پایا گیا تو خیارِ رَدّ حاصل ہوگا جمهور علماء ومنهم الحنفية والشافعية، مغبون کیلئے خیارِ غبن حاصل ہونے کے قائل نہیں، اور اس حدیث کا جواب انہوں نے یہ دیا: بانه واقعة حال لا عموم لها، قال ابن العربي: إنه كله مخصوص بصاحبه لا يتعدى إلى غيره، اور امام مالک کا قول اصح بھی یہی ہے، اور دوسرا قول ان کا یہ ہے: له الخيار، بشرط ان يبلغ الغبن ثلث القيمة کہ مغبون کے لئے خیارِ غبن ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس غبن کی مقدار ثلث قیمت تک پہنچی ہو، اس سے ذرا کم ہو تو نہیں، كذا فى هامش الترمذى، اور "بذل [1]" میں نقلاً عن الخطابی امام مالکؒ کا قول یہ لکھا ہے کہ جس صورت میں مشتری صاحب بصیرت نہ ہو اور اس کی بیع میں غبن پایا جائے تو اس کو خیار حاصل ہوتا ہے اور بذل ہی میں خطابیؒ سے امام احمدؒ کا قول وہ نقل کیا ہے جو اوپر ہم نے ذکر کیا ان الامام احمد قال اذا بايعه فقال لا خلابة فله الرد اھ، پس حاصل کلام یہ نکلا کہ اکثر علماء اور حنفیہ شافعیہ کا اس حدیث پر عمل نہیں ہے وہ اس حدیث کو صاحب واقعہ کے ساتھ خاص مانتے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٧٣

ہیں، اور امام احمد اور امام مالک فی احد القولین۔

اس حدیث پر عمل کرتے ہیں ہم نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے اس حدیث کی توجیہ میں کہ اس حدیث میں کہاں تصریح ہے اس بات کی کہ لَا خِلَابَةَ کہنے کے بعد خیار غبن حاصل ہوتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ خیر کا زمانہ تھا لوگوں میں ایک دوسرے کیلئے ہمدردی تھی اسلئے حضور ﷺ نے ان صحابی کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تم بیع سے نہیں رک سکتے تو کم از کم بیع کے وقت اتنا ہی کہہ دیا کرو تاکہ تمہارے ساتھ معاملہ کرنے والا تمہارا لحاظ وخیال رکھے اور بس، اور اگر یہی کہا جائے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ایسا کہنے سے تمہیں خیار غبن حاصل ہو جائے گا تو پھر وہی جواب ہو گا جو اوپر شراح سے نقل کیا گیا کہ انه مخصوص بهذا الصحابي . والله تعالى اعلم۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک مسئلہ اور اختلافی ہے یعنی حجر على الكبير السفيه، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسباب حجر کا انحصار تین چیزوں میں ہے: ① جنون، ② صباء، ③ اور رق، فلا حجر عنده على الكبير السفيه، یعنی جو شخص باوجود عاقل بالغ ہونے کے معاملات میں اناڑی ہو اور نادانی کی وجہ سے اپنا مال خراب اور ضائع کر دیتا ہو اس پر حجر واقع کرنا ائمہ ثلاث اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے، اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں، فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، اس حدیث سے فی الجملہ دونوں مسلکوں کی تائید ملتی ہے فَنَهَاهُ عَنِ الْبَيْعِ سے قائلین کی تائید ہوتی ہے اور إِنْ كُنْتَ غَيْرَ تَارِكٍ سے امام صاحب کی تائید ہوتی ہے،

حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أخرجه البخاري ومسلم والنسائي ، وحديث انس رضي الله تعالى عنه أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه . قاله المنذري۔

٣٥٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَرُزِّيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو ثَوْرٍ الْكَلْبِيُّ الْمَعْنَى. قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: مُحَمَّدٌ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، فَأَتَى أَهْلُهُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، احْجُرْ عَلَى فُلَانٍ، فَإِنَّهُ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، فَدَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَاهُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ كُنْتَ غَيْرَ تَارِكٍ الْبَيْعَ، فَقُلْ: هَاءَ وَهَاءَ، وَلَا خِلَابَةَ"، قَالَ أَبُو ثَوْرٍ: عَنْ سَعِيدٍ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص عہد نبوی میں خرید وفروخت کرتا تھا اور وہ ضعیف العقل تھا تو اسکے گھر والوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے نبی! فلاں پر خرید وفروخت کی پابندی لگا دیجیے کیونکہ وہ ضعیف العقل ہے اور پھر بھی خرید وفروخت کرتا رہتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اسکو بلوایا اور اس کو خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں خرید وفروخت کرنے سے نہیں رک سکتا تو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم خرید و فروخت کو نہیں چھوڑ سکتے تو خریدتے وقت تم یہ کہا کرو کہ یہ اپنی رقم اور پیسہ لے لو اور اپنا سامان اسکے بدلہ میں دیدو اور دھوکہ دہی نہیں ہونی چاہیئے۔

تخریج جامع الترمذي-البيوع(١٢٥٠)سنن النسائي-البيوع(٤٤٨٥)سنن أبي داود-البيوع(٣٥٠١)سنن ابن ماجه-الأحكام(٢٣٥٤)

٦٩- بَابٌ فِي الْعُرْبَانِ

بیع عربان کا بیان

٣٥٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ» . قَالَ مَالِكٌ: "وَذَلِكَ فِيمَا نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ، أَوْ يَتَكَارَى الدَّابَّةَ، ثُمَّ يَقُولُ: أُعْطِيكَ دِينَارًا عَلَى أَنِّي إِنْ تَرَكْتُ السِّلْعَةَ أَوِ الْكِرَاءَ فَمَا أَعْطَيْتُكَ لَكَ".

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسکی تفسیر ہمارے خیال میں یہ ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے شخص سے غلام خریدتا ہے یا ایک آدمی کسی دوسرے شخص سے سواری کرایہ پر لیتا ہے اور یہ خریدار شخص یا کرایہ پر لینے والا شخص کہتا ہے کہ میں تم کو اتنے دینار دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے یہ سامان نہیں خریدا یا سواری کرایہ پر نہیں لی تو جو میں نے تم کو دینار دیئے ہیں وہ تمہارے ہونگے (اور اگر میں نے خرید لی یا کرایہ پر دکان یا سواری تو پھر یہ تم اسکے ثمن میں سے وصول کر لینا)۔

تخریج سنن أبي داود-البيوع(٣٥٠٢)سنن ابن ماجه-التجارات(٢١٩٢)

شرح الحدیث عربان ضم عین اور سکون راء کے ساتھ اور اس کو عربون بھی کہتے ہیں، اس کی تفسیر خود کتاب میں امام مالکؒ سے منقول ہے، حدیث الباب میں ہے: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ» . قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ فِيمَا نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ الخ۔

بیع عربان کی تعریف و بیان مذاہب: بیع عربان جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے حضرت امام مالکؒ اسکی تفسیر فرمارہے ہیں کہ عربان یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے غلام (مثلاً) خریدے یا اس سے دابہ کرایہ پر لے اور اس بیع یا اجارہ کے وقت مشتری یا مستاجر یوں کہے کہ میں تجھ کو یہ دینار دے رہا ہوں اس طور پر کہ اگر میں نے یہ چیز چھوڑی اور نہ خریدی یا کرایہ پر نہ لی تو پھر جو کچھ میں نے تجھ کو دیا ہے وہ تیرے لئے ہے اور اگر خرید لی یا کرایہ پر لے لی تو پھر یہ دینار ثمن اور اجرت میں شمار ہوگا، بیع عربان جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے، ائمہ میں امام احمدؒ اور صحابہ میں عمرؓ وابن عمرؓ سے اسکی اباحت منقول ہے، بذل میں یہ سب کچھ لکھنے کے بعد اخیر میں یہ ہے: قلت: ويرد العربان إذا ترك العقد على كل حال بالاتفاق [1] یعنی وہ دینار جو

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٥ ص ١٧٧

مشتری یامستاجر نے پیشگی دیا تھا اسکو واپس بہر حال کیا جائے بالاتفاق، یعنی انکے نزدیک بھی جو بیع عربان کے جواز کے قائل ہیں، واللہ تعالی اعلم. قال الخطابي: وقد اختلف الناس في جواز هذا البيع فأبطله مالك والشافعي للخبر ولما فيه من الشرط الفاسد والغرر، ويدخل ذلك في أكل المال بالباطل وأبطله أصحاب الرأي أيضًا. وقد روي عن ابن عمر أنه أجاز هذا البيع ويروي ذلك أيضاً عن عمر. ومال أحمد بن حنبل إلى القول بإجازته، إلى آخر ما في البذل [1]. امام احمدؒ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے کہ یہ منقطع ہے، لیکن زرقانی نے اس تضعیف کو رد کیا ہے۔

یہ باب کتب ستہ میں سے ابو داؤد کے علاوہ صرف ابن ماجہ میں ہے اور انہوں نے یہ حدیث ابو داؤد والی اس میں ذکر کی ہے یعنی: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ اور امام ابن ماجہؒ نے عربان کی تفسیر بھی ذکر کی ہے: قال أبو عبد الله: العربان أن يشتري الرجل دابة بمائة دينار، فيعطيه دينارين عربونا، فيقول إن لم أشتر الدابة فالديناران لك اھ. اور امام مالکؒ نے مؤطا میں کتاب البیوع کی ابتداء ہی اس باب سے کی ہے مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْعُرْبَانِ، وفي الأوجز العربان بضم العين وسكون الراء، ويقال: عربون وعربون بالفتح والضم، وبالهمزة (يعني أربون) بدل العين في الثلاث والراء ساكن في الكل. إلى آخر ما ذكر من اختلاف اللغات وغيره [2]۔

والحديث أخرجه ابن ماجه وهذا منقطع، وأسنده ابن ماجه وفيه حبيب كاتب الامام مالك وعبد الله بن عامر الاسلمي ولا يحتج بهما، قاله المنذري۔

٧٠ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ

ایسی شے جو آدمی کے پاس نہ ہو اسے فروخت کرنا منع ہے

٣٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: «لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ».

ترجمہ حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایسی شی مانگتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں اسے وہ شی بیچ دوں اور پھر بازار سے اس کیلئے سامان خرید کر لے آؤں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو تو تم اسے فروخت مت کرو۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٠٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٨٧) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٢/٣)

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج٣ ص١٣٩. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ١٧٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٢ ص ٢٨٣

شرح الحديث اس حدیث کے مفہوم میں بیع العبد الآبق اور بیع الشئ قبل القبض اور بیع مال غیر بغیر اذنہ سب داخل ہیں، لیکن اس آخری صورت میں یعنی بیع فضولی میں علماء کا اختلاف ہے جو پہلے گزر چکا، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے ایسی چیز خریدنا چاہتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا اس صورت میں میں ان کے ساتھ بیع کر سکتا ہوں، یعنی پہلے اس چیز کی بیع کردوں اور پھر بعد میں اس کو بازار سے خرید کر اس شخص کو دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ والحدیث أخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

٣٥٠٤ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، حَتَّى ذَكَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ تَضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایسی بیع کرنا جائز نہیں جس میں قرضہ کی شرط لگائی جائے اور ایک بیع میں دو شرطیں لگانا جائز نہیں اور ایسی شئ جو تمہارے ضمان میں نہ ہو تو اس کا نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اور جو چیز تمہاری ملکیت میں نہ ہو اس کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦١١) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٤) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٨٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٥/٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٠)

شرح الحديث اس حدیث میں چار اجزاء مذکور ہیں جس کی شرح یہ ہے: ① نہیں حلال ہے قرض اور بیع، یعنی بیع بشرط القرض جائز نہیں، اور یا مطلب یہ کہ بیع بید المقروض جائز نہیں، کیونکہ جب مقروض کے ساتھ بیع کی جائے گی تو وہ مشتری قرض کی رعایت میں ثمن میں کمی نہیں کرائے گا بلکہ ہو سکتا ہے اسکو گراں قیمت پر خریدے، حالانکہ ضابطہ یہ ہے: کل قرض جر نفعا فهو ربا، ② وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ: اس کا مفہوم عند الجمہور تو یہ ہے لا بیعان فی بیع جیسا کہ حدیث ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ[1]، اور امام احمد نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھا یعنی یہ کہ کسی بیع میں دو شرطیں لگانا تو جائز نہیں، اور صرف ایک شرط اگر ہو تو جائز ہے، چنانچہ ترمذی میں ہے: قال أحمد: إذا قال: أبيعك هذا الثوب وعلي خياطته وقصارته فهذا من نحو شرطين في بيع، وإذا قال: أبيعكه وعلي خياطته فلا بأس به، أو قال: أبيعكه وعلي قصارته فلا بأس به، إنما هو شرط واحد قال إسحاق كما قال، یعنی اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کوئی کپڑا بیچے اور بائع بوقت بیع اپنے ذمہ دو شرطیں لگالے کہ میرے ہی ذمہ اس کا سینا ہوگا اور دھونا بھی تو یہ صورت تو ناجائز ہے اور اگر بیع ثوب کے وقت صرف خیاطت یا صرف قصارت کی شرط لگائی تو اس میں کچھ حرج نہیں یہ شرط واحد ہے اور حدیث میں ممانعت شرطین کی ہے، اور جمہور اس کے

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البيوع - باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ١٢٣١.

جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اس کا لگانا جائز نہیں، مفسد بیع ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث میں ہے: نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ[1]، ③ اور اس حدیث کا تیسرا جزء یہ ہے کہ جو چیز آدمی کے ضمان میں داخل نہ ہو اس سے ربح حاصل کرنا جائز نہیں، جیسے بیع قبل القبض۔ ④ چوتھا جزء وہی ہے جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے جس کی مثال گزر چکی۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٧١ - بَابٌ فِي شَرْطٍ فِي بَيْعٍ

بیع میں ایک شرط لگانے کا بیان

٣٥٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا عَامِرٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بِعْتُهُ يَعْنِي بَعِيرَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي، قَالَ فِي آخِرِهِ: «تُرَانِي إِنَّمَا مَاكَسْتُكَ لِأَذْهَبَ بِجَمَلِكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ وَثَمَنَهُ فَهُمَا لَكَ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اونٹ فروخت کیا اور میں نے یہ شرط لگائی کہ میں اپنے گھر تک اس اونٹ پر سوار ہو کر جاؤں گا........ راوی نے حدیث کے آخر میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے اونٹ خریدتے وقت اس اونٹ کی قیمت اس لئے کم کرائی تھی تا کہ میں تمہارے اونٹ کو کم قیمت پر لے لوں؟ تم اپنا اونٹ بھی لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی یہ دونوں تمہارے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٩١) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٨٥) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٣٨) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٥)۔

شرح الحدیث: مصنف کی غرض بیع میں شرط واحد کے جواز کو بیان کرنا ہے جیسا کہ امام احمدؒ کا مذہب ہے اور مصنف حنبلی ہیں، اس باب میں مصنف نے حضرت جابرؓ کی شراء جمل والی روایت ذکر کی ہے جس میں ہے: وَاشْتَرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي۔

حضرت جابرؓ کی شراء جمل والی حدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنا اونٹ فروخت کیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فروخت کرتے وقت گھر تک اس پر سوار ہونے کی شرط لگائی، یہ شرط جیسا کہ ابھی اوپر گزرا امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے، وعند مالك الفرق بين المكان القريب والبعيد، یعنی مختصر سی مسافت کی شرط لگانا تو جائز ہے ان کے نزدیک، مسافت طویلہ کی شرط لگانا جائز نہیں، حنفیہ شافعیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس قصہ کی روایات کے الفاظ مختلف وارد ہیں ایک روایت میں ہے: أَفْقَرَنِي ظَهْرَهُ[2]، یعنی آپ

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني ٤٣٦١ - ج٤ ص٣٣٥

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٥ ص٢١٧

ﷺ نے یہ اونٹ بطور عاریت کے مدینہ تک پہنچنے کے لئے مجھے دیدیا تھا، اس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہاں صلب عقد میں کوئی شرط نہیں تھی بلکہ سرے سے شرط ہی نہ تھی آپ ﷺ نے اونٹ عاریۃ دیا تھا۔

قَالَ فِي آخِرِهِ: تُرَانِي إِنَّمَا مَاكَسْتُكَ لِأَذْهَبَ بِجَمَلِكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ وَثَمَنَهُ فَهُمَا لَكَ: مصنف کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا تیرا خیال میرے بارے میں یہ ہے کہ میں نے تجھ سے اونٹ خریدتے وقت ثمن میں کمی اسلئے کرائی تھی تاکہ کم قیمت میں تیرا اونٹ لے لوں، (نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ) لے اپنا اونٹ بھی لے جا اور اس کا ثمن بھی، دونوں ہی ہم نے تجھ کو دیئے، مصنف نے اس حدیث کو یہاں حسب عادت مختصراً بیان کیا، صحیح بخاری میں یہ حدیث دسیوں نہیں بلکہ بیسیوں جگہ ہے کہیں مختصر کہیں مطول، کتاب الشروط میں اس حدیث پر انہوں نے بَاب إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ إِلَى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ ترجمہ قائم کیا ہے اور وہاں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں اس طرح ہے کہ میں غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کے ساتھ ایسے اونٹ پر سوار ہو کر جارہا تھا جو تھک گیا تھا، حضور ﷺ جب میرے قریب کو گزرے تو آپ نے اس اونٹ کے ایک ضرب لگائی اور دعا بھی فرمائی جس سے وہ بہت تیز چلنے لگا، وہ فرماتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے مجھ سے اس کے خریدنے کی بات شروع کی (تفریحاً) اور فرمایا کہ میرے ہاتھ یہ ایک اوقیہ میں فروخت کردے میں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے مکرر فرمایا، پھر آگے یہ ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو میں نے یہ اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کردیا آپ نے لے لیا، اور اس کا ثمن مجھے دلوادیا، پھر جب میں جانے لگا تو آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا ہمیں تیرا اونٹ لینا مقصود نہیں تھا اور پکڑ اپنا اونٹ بھی جو کہ تیرا ہی مال ہے الحدیث [1]۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، مختصراً او مطولاً. قاله المنذري۔

۷۲۔ بَابٌ فِي عُهْدَةِ الرَّقِيقِ

غلام کی ذمہ داری کا بیان

۳۵۰۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «عُهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ».

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غلام کی ذمہ داری اس کے فروخت کرنے والے پر تین دن تک رہتی ہے۔

۳۵۰۷ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ «إِنْ وَجَدَ دَاءً

[1] صحيح البخاري- كتاب الشروط- باب إذا اشترط البائع ظهر الدابة إلى مكان مسمى جاز ۲۵٦۹

فِي الثَّلَاثِ لَيَالِي رُدَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَإِنْ وَجَدَ دَاءً بَعْدَ الثَّلَاثِ كُلِّفَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ، وَبِهِ هَذَا الدَّاءُ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا التَّفْسِيرُ مِنْ كَلَامِ قَتَادَةَ».

ترجمہ: قتادہؒ سے گزشتہ حدیث کی سند سے اسی کے ہم معنی روایت مروی ہے۔ ہمام راوی نے یہ اضافہ کیا اگر تین دن میں مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا تو بغیر گواہوں کے وہ غلام واپس کر سکتا ہے اور اگر تین دن گزرنے کے بعد مشتری نے غلام میں کوئی عیب دیکھا تو مشتری کے ذمہ لازم ہو گا کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ اس غلام کے خریدتے وقت اس میں یہ عیب موجود تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ قتادہ نے حدیث کی مذکورہ تفسیر ذکر کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٤٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٠/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٢/٤) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٥١)

شرح الحدیث **مسئلہ مترجم بہا کی تشریح مع بیان المذاہب والدلیل:** غلام کو واپس لینے کی ذمہ داری تین دن تک رہتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کرے اور پھر مشتری کے پاس اس غلام میں کوئی عیب ظاہر ہو تو تین دن کے اندر اندر بائع کیلئے اس کا واپس لینا ضروری ہے یعنی واپس لینے کی اس کی ذمہ داری ہے یعنی بغیر بینہ کے، اور اگر تین دن کے بعد کوئی عیب اس میں ظاہر ہو تو پھر بغیر بینہ قائم کئے مشتری کو واپس کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اس حدیث کا تعلق خیار عیب سے ہے، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری کو عیب کی وجہ سے جو خیار عیب حاصل ہوتا ہے اسکا عام قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ عیب ایسا ہے کہ اس مدت میں اس کا مشتری کے یہاں پیدا ہونا ممکن نہیں تب تو بغیر بینہ کے مشتری اس مبیع کو واپس کر سکتا ہے، اور اگر وہ عیب ایسا ہے کہ اس مدت میں مشتری کے یہاں پیدا ہو سکتا ہے یعنی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پہلے سے ہو، اس صورت میں مشتری کو بذریعہ بینہ یہ ثابت کرنا ہو گا کہ یہ عیب میرے یہاں آکر پیدا نہیں ہوا بلکہ پہلے ہی سے ہے، پس اگر مشتری یہ بینہ پیش کر دیگا تب تو اسکو اس مبیع کے واپس کر دینے کا حق ہو گا ورنہ نہیں، جمہور کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ ہے کوئی مسئلہ اور جزئیہ ان کے نزدیک اس سے مستثنیٰ نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک اس میں ایک استثناء ہے جو کہ حدیث الباب میں مذکور ہے جس کا تعلق غلام اور باندی کی شراء سے ہے کہ اگر وہ مبیع غلام یا باندی ہے اور مشتری نے اسکے اندر کوئی عیب پایا تو مشتری تین دن کے اندر اندر اس غلام یا باندی کو بہر حال بغیر بینہ کے واپس کر سکتا ہے چاہے وہ عیب کیسا ہی ہو، مگر یہ ان کے یہاں اس صورت میں ہے جب کہ بائع نے براءت من کل عیب کی شرط نہ لگائی ہو، اور اگر لگائی ہو تو انکے یہاں بھی یہ مسئلہ نہیں ہے، بہر حال یہ حدیث امام مالکؒ کی دلیل اور جمہور کے خلاف ہے، جمہور کی طرف سے اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں، بذل میں ہے: وضعف أحمد بن حنبل عهدة الثلاث، وقال: لا يثبت في العهدة حديث وقالوا: لم يسمع الحسن من عقبة بن عامر شيئا[1]، خطابیؒ فرماتے ہیں کما فی البذل: قال وعهدة السنة من الجنون والجذام والبرص

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٨٣ـ١٨٤

فإذا مضت السنة فقد برىء البائع من العهدة كلها قال ولا عهدة إلاّ في الرقيق خاصة، وهذا قول أهل المدينة ابن المسيب والزهري [1] یعنی بڑی بڑی بیماریاں جیسے جنون جذام اور برص ان میں عہدۃ الرقیق کی مدت بڑھ جاتی ہے تین دن کے بجائے ایک سال ہے، وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ اس میں نہ تین دن کا اعتبار کرتے تھے نہ ایک سال کا، إلی آخر ما ذکر [2]۔ میں کہتا ہوں اور مؤطا محمد میں ہے: لسنا نعرف عهدة الثلاث ولا عُهدة السَّنَة الخ کہ ہم نہیں جانتے کہ عہدۃ الثلاث اور عہدۃ السنۃ کیا ہوتا ہے، مگر یہ کہ آدمی تین دن کی یا ایک سال کی شرط لگائے تو پھر وہ شرط معتبر ہوگی یعنی عہدۃ الرقیق کوئی مستقل چیز نہیں ہے اسکا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے حدیث مرفوع سے ہاں خیار شرط معتبر اور ثابت ہے لہٰذا اگر مشتری غلام یا باندی خریدتے وقت شرط لگائے رد بالعیب کی مطلقاً خواہ وہ تین دن کی ہو یا ایک سال کی ہو، تو اس حیثیت سے وہ معتبر ہوگی، کیونکہ خیار شرط شرعاً ثابت اور متفق علیہ ہے [3]۔

۷۳۔ بَابٌ فِيمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَاسْتَعْمَلَهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا

﴿کوئی شخص غلام خریدے اور اس غلام سے کمائی کروائے پھر اس غلام میں مشتری عیب دیکھے (پھر بائع کو لوٹا دے تو غلام سے جو کمائی کی گئی وہ کس کی ہوگی؟)﴾

مسئلہ مترجم بہا کی تشریح: ہمارے اس نسخہ میں اسی طرح ہے فَاسْتَعْمَلَهُ، اور نسخہ خطابی میں بجائے اس کے "فاستغلہ" ہے استغلال غلہ سے ماخوذ ہے غلہ بمعنی نفع وآمدنی، لہٰذا ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہوگا کہ جس شخص نے غلام خریدا اور پھر اس سے کمائی کرائی اور پھر مشتری نے اس غلام میں کوئی عیب پایا اس کے بارے میں مصنف یہ مسئلہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب اس غلام میں عیب نکل آیا تو اب ظاہر بات ہے مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا جس کی وجہ سے وہ اس غلام کو واپس کر سکتا

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود— ج ۳ ص ۱۴۷. بذل المجهود في حل أبي داود— ج ۱۵ ص ۱۸۳

[2] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ۱۵ ص ۱۸۳

[3] امام مالکؒ نے مؤطا میں ترجمہ قائم کیا: "العهدة في الرقيق" اور پھر اس کے ذیل میں وہ حدیث مرفوع ذکر نہیں کی جو یہاں ابوداؤد میں ہے بلکہ بعض امرائے مدینہ ابان بن عثمان اور ہشام بن اسماعیل کا طرز عمل (برقم ۲۲۶۷) بیان کیا: إنهما كانا يذكران في خطبتهما عهدة الرقيق في الأيام الثلاثة من حين يشتري العبد، أو الوليدة. وعهدة السنة، یعنی یہ امرائے مدینہ اپنے خطبوں میں عهدة الرقيق اور اسی طرح عهدة الوليدة في الايام الثلاثة اور في السنة ذکر کیا کرتے تھے، علامہ باجی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عهدة الرقيق في الايام الثلاثة اور في السنة ان امور میں سے ہے جو مشہور اور معمول بہا تھے اور جن کا امراء اہتمام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ خطبوں میں اس کو بیان کیا کرتے تھے اھ اور امام محمدؒ نے مؤطا میں ترجمہ قائم کیا: باب عُهدة الثلاث والسَّنَة، اور پھر وہی روایت ذکر کی جو مؤطا مالک میں ہے پھر اس میں امام محمدؒ نے تعقب کرتے ہوئے فرمایا: قال محمد: لسنا نعرف عهدة الثلاث، ولا عهدة السنة إلا أن يشترط الرجل خيار ثلاثة أيام. أو خيار سنة فيكون ذلك على ما اشترط. وأما في قول أبي حنيفة فلا يجوز الخيار إلا ثلاثة أيام (التعليق الممجد على موطأ محمد ج ۳ ص ۲۵۷-۲۵۸). امام محمدؒ فرما رہے ہیں کہ خیار شرط کا اعتبار ہے عہدۃ الرقیق کوئی چیز نہیں اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ خیار شرط میں جتنے دن کی بھی شرط لگائی جائے گی وہ درست ہے ہمارے نزدیک لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خیار عیب تین دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔

ہے لیکن وہ آمدنی جو مشتری کو غلام کے ذریعہ سے اس مدت میں حاصل ہوئی ہے اس کا کیا ہوگا وہ بھی غلام کے ساتھ واپس جائے گی یا اس کا مستحق خود مشتری ہوگا، اس بارے میں مصنف نے جو حدیث ذکر کی وہ یہ ہے۔

٣٥٠٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ضمان کے بدلہ میں نفع ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٨٥) سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٤٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٩/٦)

شرح الحدیث: خراج بمعنی نفع اور پیداوار، بالضمان ای مستحق بسبب الضمان، یعنی آدمی آمدنی اور نفع کا مستحق ہوتا ہے ضمان کی وجہ سے، پس جو شئ جس شخص کے ضمان میں ہوگی اس کی آمدنی اور نفع کا مستحق بھی وہی ہوگا، لہذا اس حدیث سے ترجمۃ الباب والے مسئلہ کا حکم معلوم ہوگیا، وہ یہ کہ یہ آمدنی مشتری کیلئے ہوگی، غلام کیساتھ واپس نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ اگر اس دوران وہ غلام مشتری کے یہاں ہلاک ہو جاتا تو اس کا ضامن مشتری ہی ہوتا، یہ الخراج بالضمان والا مسئلہ تقریبا اجماعی ہے چنانچہ احناف نے مسئلہ مصراۃ میں بھی اسکو پیش نظر رکھا لیکن جمہور نے اس مسئلہ میں اس حدیث کی موافقت نہیں کی۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣٥٠٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ أُنَاسٍ شَرِكَةٌ فِي عَبْدٍ فَاقْتَوَيْتُهُ وَبَعْضُنَا غَائِبٌ، فَأَغَلَّ عَلَيَّ غَلَّةً فَخَاصَمَنِي فِي نَصِيبِهِ إِلَى بَعْضِ الْقُضَاةِ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَرُدَّ الْغَلَّةَ فَأَتَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَحَدَّثْتُهُ فَأَتَاهُ عُرْوَةُ، فَحَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ».

ترجمہ: مخلد الغفاری کہتے ہیں کہ میرے اور چند لوگوں کے درمیان ایک غلام مشترک تھا تو میں نے اس غلام سے کمائی کروائی اس وقت ہمارا ایک شریک حاضر نہیں تھا تو اس غیر حاضر شریک نے آنے کے بعد مجھ سے مطالبہ کیا کہ اس غلام سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے میرا حصہ دیا جائے اور وہ شریک اپنے حصہ کے حاصل کرنے کیلئے مجھے ایک قاضی کے پاس لے گیا تو قاضی نے مجھے حکم دیا کہ میں اس شریک کو اس غلام کی آمدنی میں سے حصہ دوں تو میں نے عروہ بن زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے سارا واقعہ ذکر کیا تو عروہ بن زبیر اس قاضی کے پاس تشریف لائے اور ان کو یہ حدیث سنائی کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ نفع ضمان کے بدلہ میں ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٨٥) سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٠٩) سنن ابن ماجه - التجارات

(۲۲٤۲)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار،(٦/٤٩)

شرح الحديث مخلد بن خفاف کہتے ہیں کہ میرے اور بعض لوگوں کے درمیان ایک غلام مشترک تھا تو ایسا ہوا کہ ہمارے بعض شریک موجود نہیں تھے، میں نے اس غلام کو کمائی پر لگا کر اس کے ذریعہ سے کچھ کمایا، جب شریک غائب آیا تو اس نے اس غلام والی آمدنی میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا اور اس مسئلہ کو قاضی وقت کے پاس لے گیا، قاضی صاحب نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آمدنی میں اس کا بھی حصہ لگاؤں قاضی کے اس فیصلہ کے بعد حضرت عروہ بن الزبیر کے پاس گیا اور ان سے یہ سارا قصہ اور قاضی کا فیصلہ بیان کیا، عروہ یہ سن کر قاضی کے پاس گئے اور اس قاضی سے یہ حدیث مرفوع جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ بیان کی، یعنی آپ کا یہ فیصلہ صحیح نہیں خلاف حدیث ہے۔

۳۵۱۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا، ابْتَاعَ غُلَامًا فَأَقَامَ عِنْدَهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يُقِيمَ، ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَخَاصَمَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِذَاكَ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ غلام کچھ مدت تک خریدار کے پاس رہا پھر خریدار نے اس غلام میں عیب پایا تو خریدار نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس فروخت کرنے والے کے خلاف مقدمہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے غلام فروخت کرنے والے کو واپس لوٹا دیا تو اس فروخت کرنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس خریدار نے اس غلام سے آمدنی اور نفع کمایا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نفع ضمان کے بدلہ میں ہوتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (١٢٨٥)سنن النسائي - البيوع (٤٤٩٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٤٢)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار،(٦/٤٩)

شرح الحديث اس کا مضمون اوپر والی حدیث کے مضمون ہی کی طرح ہے۔

الخراج بالضمان حدیث کس درجہ کی ہے؟ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِذَاكَ»: سند چاہے کیسی ہو لیکن مسئلہ اسی طرح ہے، اس سند کے ضعف کی وجہ جس کو مصنف فرما رہے ہیں یہ ہے کما قال المنذری کہ اس کی سند میں مسلم بن خالد الزنجی ہیں جو کہ ضعیف ہیں، منذری کہتے ہیں، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو اپنی جامع میں اس سند سے روایت کیا ہے: عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ المُقَدَّمِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الخَرَاجَ بِالضَّمَانِ» قال وهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ اه، اس سند میں مسلم ابن خالد الزنجی،

نہیں ہے، نیز ترمذی میں ہے:قال أبو عیسی: استغرب محمد بن إسماعیل هذا الحدیث من حدیث عمر بن علي، قلت: تراه تدلیسا؟ قال: لا اھ، تھذیب السنن میں منذری فرماتے ہیں: وحکی البیهقی عن الترمذی انه ذکره لمحمد بن اسمعیل البخاری فکانه اعجبه یعنی امام بخاریؒ نے جب یہ حدیث اس سند سے سنی تو اس کو پسند فرمایا اھ اس کے بعد حافظ منذری نے عمر بن علی کے بارے میں لکھا وقد اتفق البخاری ومسلم علی الاحتجاج بحدیثه ورواه عن عمر بن علی ابو سلمة یحیی بن خلف الجویباری وھو ممن یروی عنه مسلم فی صحیحه، وھذا اسناد جید ولھذا صححه الترمذی، وھو غریب کما اشار الیه البخاری والترمذی، واللہ تعالی اعلم۔ حافظ منذری نے ترمذی والی روایت کے تمام رواۃ کی ثقاہت کو اپنے اس کلام میں ذکر کر دیا ہے اور پھر اخیر میں فرمارہے ہیں کہ یہ سند جید ہے اسی لئے اس حدیث کی امام ترمذی نے تصحیح کی ہے، اور گو غریب بھی ہے لیکن غرابت صحت کے منافی نہیں جیسا کہ مشہور اصولی مسئلہ ہے اور حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں ہے: ذکر تخریج الحدیث الحافظ فی التلخیص والمسألة إجماعیة لهذا الحدیث کما فی الأوجز [1]، امام ابوداود نے اس حدیث الخرج بالضمان کو بروایت عائشہ تین مختلف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، ان تین میں سے ایک سند پر کلام کیا ہے۔

٧٤ـ بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَالْمَبِيعُ قَائِمٌ

جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور فروخت کیا ہوا سامان بھی موجود ہو تو اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

٣٥١١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَيْسِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: اشْتَرَى الْأَشْعَثُ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْخُمُسِ، مِنْ عَبْدِ اللهِ بِعِشْرِينَ أَلْفًا فَأَرْسَلَ عَبْدُ اللهِ إِلَيْهِ فِي ثَمَنِهِمْ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَخَذْتُهُمْ بِعَشَرَةِ آلَافٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: فَاخْتَرْ رَجُلًا يَكُونُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ، قَالَ الْأَشْعَثُ: أَنْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِكَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ، أَوْ يَتَتَارَكَانِ».

ترجمہ: محمد بن اشعث کہتے ہیں کہ میرے والد اشعث نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے خمس کے غلاموں میں چند غلام بیس ہزار درہم کے بدلے میں خریدے تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان غلاموں کی قیمت وصول کرنے کیلئے ایک آدمی کو اشعث کے پاس بھیجا تو اشعث نے کہا کہ میں نے یہ غلام دس ہزار درہم کے بدلے میں خریدے تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپ میرے اور اپنے درمیان کسی تیسرے شخص کو حکم بنالیجئے تو اشعث نے کہا کہ آپ ہی میرے اور اپنے نفس کے درمیان حکم ہیں تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب بائع اور مشتری میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ١٨٥

اختلاف ہو جائے اور ان دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو سامان کے مالک یعنی بائع کا قول معتبر ہو گا یا دونوں اس معاملہ کو چھوڑ دیں گے۔

۳۵۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، بَاعَ مِنَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، رَقِيقًا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْكَلَامُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

ترجمہ: قاسم بن عبد الرحمن اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے اشعث بن قیس کو چند غلام بیچے اسکے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث ہے اس حدیث میں کچھ کمی بیشی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي-البيوع(١٢٧٠)سنن النسائي-البيوع(٤٦٤٨)سنن أبي داود-البيوع(٣٥١١)سنن الدارمي-البيوع(٢٥٤٩)

شرح الحدیث: عبد الرحمن بن قیس روایت کرتے ہیں اپنے باپ قیس سے اور قیس روایت کرتے ہیں عبد الرحمن کے دادا محمد بن الاشعث سے محمد بن الاشعث اپنے والد یعنی اشعث کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اشعث نے بیت المال کے غلاموں میں سے چند غلام عبد اللہ بن مسعودؓ سے خریدے بیس ہزار درہم میں عبد اللہ بن مسعودؓ نے ثمن لینے کیلئے اشعث کے پاس آدمی بھیجا اشعث نے کہا کہ میں نے وہ غلام دس ہزار درہم میں خریدے ہیں (اور عبد اللہؓ فرماتے تھے کہ بیس ہزار میں خریدے ہیں) جب ان دونوں میں اختلاف ہوا تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ کسی شخص کو اپنے اور میرے درمیان حکم بنالیجئے، اشعث نے کہا میرے اور آپ کے درمیان خود آپ ہی حکم ہیں اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ، أَوْ يَتَتَارَكَانِ.

شرح الحدیث وبیان مذاہب الائمة: یعنی جب بائع اور مشتری کا مقدار ثمن میں یا مبیع میں اختلاف ہو اور بینہ کسی کے پاس نہ ہو تو پھر رَبُّ السِّلْعَةِ یعنی بائع کا قول معتبر ہو گا (یعنی مع یمینہ) اور یا پھر دونوں اس معاملہ کو چھوڑ دیں اور فسخ کر دیں، یعنی یا تو مشتری بائع کے قول کو مع یمینہ تسلیم کر لے اور اس پر راضی ہو جائے اگر ایسا ہے تو فبہا اور اگر مشتری راضی نہ ہو تو پھر وہ بھی اپنی بات پر قسم کھالے اور پھر قاضی دونوں کے درمیان معاملہ کو فسخ کر دے یعنی ثمن مشتری، مشتری کو واپس کر دیا جائے اور مبیع مشتری سے لیکر بائع کو دیدی جائے۔

جاننا چاہئے کہ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے بین الحنفیة والشافعیة، اور وہ اختلاف یہ ہے کہ اوپر حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک مطلقاً ہے خواہ سلعہ یعنی مبیع موجود ہو یا ہلاک ہو گئی ہو اور اس دوسری صورت میں تراد کا مطلب یہ ہو گا کہ مشتری مبیع کی قیمت واپس کرے اور امام محمد بھی ان ہی کے ساتھ ہیں اور شیخین امام ابو حنیفہ وابو یوسف اور امام مالک کے نزدیک یہ حکم مذکور فی الحدیث اس صورت میں ہے جب کہ مبیع قائم ہو اور اگر مبیع ہلاک ہو گئی ہو تو پھر ان دونوں کے نزدیک القول قول المشتری مع یمینہ، شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں تصریح ہے اذا اختلف البیعان والسلعة قائمة

جس کی طرف مصنف نے بھی خود اشارہ کیا ہے ترجمۃ الباب میں اس لئے کہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں "والمبيع قائم" کی قید لگائی ہے لہٰذا ترجمۃ الباب میں حنفیہ کی تائید ہوئی۔

تفصیل المسئلة: یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا حدیث الباب کی شرح میں، اور اسکے بعد فقہاء کا اختلاف یہ سب اس صورت میں تھا جب کہ بائع اور مشتری میں سے کسی کے پاس بینہ نہ ہو اور اگر کسی ایک کے پاس بینہ ہے اپنے دعویٰ پر تو صاحب بینہ کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اور اگر ہر ایک نے بینہ قائم کر دیا تو اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ جو بینہ مثبتۃ للزیادۃ ہو گا وہ اولیٰ ہو گا، اس حدیث کے ذیل میں مؤطا محمد میں ہے: قال محمد: وبهذا نأخذ. إذا اختلفا في الثمن تحالفا وترادا البيع - وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا - إذا كان المبيع قائما بعينه. فإن كان المشتري قد استهلكه، فالقول ما قال المشتري في الثمن في قول أبي حنيفة (وأبي يوسف)، وأما في قولنا فيتحالفان ويترادان القيمة. اهـ [1]، اس میں امام محمدؒ نے تصریح کر دی ہے کہ ان کی رائے اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ نہیں بلکہ وہ اس میں امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں کما قد سلف منا فی بیان المذاهب۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۷۵ - بَابٌ فِي الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

شفعہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی تحقیق وتنقیح: شفعہ کے لغوی معنی ضم کے ہیں [2]، قال القسطلاني: وهي في اللغة الضم على الأشهر من شفعت الشيء ضممته فهي ضم نصيب إلى نصيب، وفي الشرع حق تملك قهري يثبت للشريك القديم على الحادث فيما ملك بعوض [3]، اور فتح الباری میں ہے: وفي الشرع انتقال حصة شريك إلى شريك كانت انتقلت إلى أجنبي بمثل العوض المسمى ولم يختلف العلماء في مشروعيتها إلا ما نقل عن أبي بكر الأصم من إنكارها اهـ [4]، ان تعریفات میں جمہور کے مسلک کی رعایت کی گئی ہے جن کے نزدیک شفعہ کا ثبوت صرف شریک کیلئے ہوتا ہے بخلاف حنفیہ کے کہ ان کے نزدیک شفعہ کا انحصار شریک میں نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک شفعہ بحق جوار بھی ہوتا ہے جیسا کہ آگے مفصلاً آرہا ہے حافظؒ نے جو تعریف کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ احد الشریکین کا حصہ جو بیع کی وجہ سے کسی اجنبی شخص کی طرف منتقل ہو گیا ہے (یعنی مشتری) اس کا منتقل ہونا اس اجنبی سے شریک آخر کی طرف عوضِ مسمی کے بدلہ میں، اس

---

[1] التعليق الممجد على موطأ محمد - ج ۳ ص ۲۴۲-۲۴۳

[2] کسی زمین یا مکان کی بیع کے وقت شرکت یا جوار کی وجہ سے احد الشریکین یا پڑوسی کے لئے حق تملک حاصل ہونا بثمن المشتری۔

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ۱۲۲

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٤٣٦

سے مراد وہ ثمن ہے جو مشتری نے ادا کیا ہے بائع کو، یہ احد الشریکین کے حصہ کا انتقال شریک آخر کی طرف جس کو شفعہ کہا جاتا ہے اس کا حصول چونکہ شریک آخر کیلئے غیر اختیاری ہے یعنی شرعی طور پر اسکو یہ حق پہنچتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے اس حق کو لے یا نہ لے اسی لئے قسطلانی نے شفعہ کی تعریف میں حق تملك قهري أي غير اختياري کہا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے وراثت کہ ایک وارث کو دوسرے وارث کے مال کا استحقاق غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے، اسی طرح شفعہ بھی ہے کہ شریعت نے احد الشریکین اور پڑوسی کیلئے شریک آخر اور جار کے حصہ میں حصہ رکھا ہے اگر وہ شریک چاہے تو شریک آخر کا وہ حصہ جو شخص آخر اجنبی یعنی مشتری کے پاس پہنچ گیا ہے اس کو اس سے لے سکتا ہے جتنے میں وہ چیز مشتری کو پڑی، اسی لئے ہمارے فقہاء نے شفعہ کی تعریف اس طرح کی ہے: تملك البقعة بما قام على المشتري بسبب الشركة او الجوار، ہر معنی اصطلاحی میں معنی لغوی بھی ملحوظ ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی شفعہ شرعی میں اس کے لغوی معنی یعنی ضَمُّ حصةٍ إلى حصةٍ پائے جاتے ہیں یعنی ایک شریک دوسرے شریک کے حصہ کو اپنے حصہ کی طرف ملاتا ہے (وهذا غاية توضيح لهذا المقام)

اسباب شفعہ عند الأئمة: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اسباب شفعہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، ہمارے یہاں اسباب شفعہ دو ہیں شرکت اور جوار، پھر شرکت کی دو قسمیں ہیں، شرکت فی نفس المبیع، اور شرکت فی طریق المبیع طریق کی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ مقصود شرکت فی حق من حقوق المبیع ہے کالطریق والشرب ونحوهما، اور عند الجمہور و ائمہ ثلاث سببیّت منحصر ہے شرکت فی نفس المبیع میں، لہذا اسباب شفعہ ہمارے یہاں تین ہیں اور جمہور کے نزدیک صرف ایک، یعنی شرکت فی نفس المبیع، باقی دو کے وہ قائل نہیں ہیں۔

٣٥١٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ رَبْعَةٍ، أَوْ حَائِطٍ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ، حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ بَاعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يُؤْذِنَهُ».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر مشترک شئی میں شفعہ ثابت ہے چاہے وہ گھر ہو یا باغیچہ اور بائع کیلئے درست نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع کئے بغیر اس زمین یا باغ کو فروخت کرے پس اگر کسی نے شریک کو اطلاع دیئے بغیر کوئی زمین وغیرہ فروخت کر دی تو وہ شریک دوسروں کے مقابلے میں اسکا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ وہ اس شریک کو اطلاع دے۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٧/٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٢٧)

شرح الحدیث آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ہر مشترک چیز یعنی مکان یا باغ میں شفعہ ثابت ہے، شریکین میں سے کسی ایک کیلئے

جائز نہیں کہ وہ اپنا حصہ کسی اجنبی شخص کو فروخت کرے یہاں تک کہ اپنے شریک کو مطلع نہ کرے پس اگر اس نے اپنا حصہ قبل الایذان فروخت کر دیا تو اس کا شریک آخر اس کے حصہ کا زیادہ حقدار ہو گا بہ نسبت مشتری کے۔

اس حدیث میں دو مسئلے ہیں ایک وہی اوپر والا اختلافی مسئلہ کہ حق شفعہ صرف شریک ہی کے لئے ہوتا ہے شئ مشترک میں یا غیر شریک یعنی پڑوسی کے لئے بھی ہوتا ہے، دوسرا مسئلہ یہ کہ شفعہ کن کن چیزوں میں ہوتا ہے، صرف مکان اور زمین ہی میں یا اسکے علاوہ میں بھی؟

شفعہ کن کن چیزوں میں ہوتا ہے: یہ دوسرا مسئلہ بھی اختلافی ہے، خطابیؒ فرماتے ہیں: حدیث الباب میں دلیل ہے اس بات پر کہ شفعہ صرف مکان اور زمین میں واجب ہوتا ہے اسکے علاوہ دوسری چیزیں سامان اور حیوان وغیرہ میں نہیں ہوتا[1]، ترمذی میں ابن عباسؓ کی ایک حدیث مرفوعاً مروی ہے: الشَّرِيكُ شَفِيعٌ، وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، یہ روایت ترمذی میں مرسلاً ومسنداً دونوں طرح مروی ہے، لیکن امام ترمذیؒ نے روایت مرسلہ کو اصح قرار دیا ہے، اور پھر اسکے بعد فرماتے ہیں: وقال أكثر أهل العلم: إنما تكون الشفعة في الدور والأرضين، ولم يروا الشفعة في كل شيء، وقال بعض أهل العلم: الشفعة في كل شيء والأول أصح اھ[2] تحفة الأحوذي میں وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ پر لکھا ہے: وبه قال مالك في رواية، وهو قول عطاء اور امام احمد سے نقل کیا ہے کہ انکے نزدیک شفعہ منقولات میں سے صرف حیوانات میں ہے، باقی منقولات میں نہیں، كذا في الفتح (تحفة[3])، والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٣٥١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «إِنَّمَا جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مشترک مال غیر منقولہ جس کو ابھی تک تقسیم نہیں کیا گیا ہو اس میں شفعہ ثابت فرمایا ہے، پھر جب ہر شریک کے حصہ کی حدود مقرر کر دی جائیں اور اسکے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو اس میں شفعہ نہیں رہتا۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٩٩) صحيح البخاري - الشفعة (٢١٣٨) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٣) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٧٥) صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٨) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٠) سنن النسائي - البيوع (٤٧٠١) سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٩٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٦/٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٢٨)

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٣ ص ١٥٢

[2] جامع الترمذي - كتاب الأحكام - باب ما جاء أن الشريك شفيع ١٣٧١

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٦١٦

شرح الحدیث یعنی شفعہ ہر اس مال مشترک میں ہے جس کو ابھی تک تقسیم نہیں کیا گیا اور پھر جب ہر شریک کے حصہ کی حدود متعین کر دی جائیں یعنی اس کی شرکت کو ختم کر کے ہر شریک کا حصہ ممیز اور جدا کر دیا جائے اور راستے بھی الگ الگ کر دیئے جائیں پھر شفعہ نہیں رہتا۔

حدیث جو کہ دلیل جمہور ہے حنفیہ کی طرف سے اسکی توجیہ: جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ نے اپنے مسلک پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، ہمارے علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حق شفعہ کے مختلف اسباب ہیں جن میں ایک شرکت بھی ہے، جب یہ بات ہے تو پھر اس حدیث کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ مکان مشترک یا ارض مشترک کی تقسیم کے بعد جو حق شفعہ شرکت کی وجہ سے حاصل تھا، تقسیم کے بعد اب وہ نہیں رہا، اب اگر کسی حدیث سے شرکت کے علاوہ کسی اور چیز کا سبب شفعہ ہونا ثابت ہو گا تو پھر یہ حدیث اسکے منافی نہ ہو گی، اور ہم کہتے ہیں دوسری احادیث سے شرکت فی الطریق اور اسی طرح جوار کا سبب شفعہ ہونا ثابت ہے، لہذا اس کی اس حدیث میں نفی نہیں ہے (بذل [1])۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

آگے اسی مضمون کی حدیث ابو ہریرہؓ سے بھی آ رہی ہے: إِذَا قُسِمَتِ الْأَرْضُ وَحُدَّتْ، فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا، أخرجه النسائي وابن ماجه مسندا أو مرسلا، قاله المنذري۔

٣٥١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَوْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَوْ عَنْهُمَا جَمِيعًا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا قُسِمَتِ الْأَرْضُ وَحُدَّتْ، فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب زمین تقسیم کر کے ہر ایک شریک کی حدود مقرر کر دی جائیں تو اس زمین میں شفعہ نہیں رہتا۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٩٧)

٣٥١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، سَمِعَ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ، سَمِعَ أَبَا رَافِعٍ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ».

ترجمہ ابو رافعؓ فرماتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حقدار ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الشفعة (٢١٣٩) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٧٦) سنن النسائي - البيوع (٤٧٠٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٩٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٣٩٠)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ١٩٣

شرح الحدیث سَقَب بمعنی قرب، یعنی آدمی کا پڑوسی اپنے پڑوسی کا اپنے قرب وجوار کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے، یعنی بہ نسبت اس شخص اجنبی یعنی مشتری سے، جس نے کسی کا مکان خریدا ہے۔

دلیل الحنفیه اور اس پر اشکال و جواب: یہ حدیث شفعہ لاجل الجوار میں حنفیہ کی دلیل ہے، خطابیؒ نے اس پر چند تعقب کئے ہیں: ① اول یہ کہ یہ حدیث تو اپنے مضمون میں مبہم ہے محتاج کشف وبیان ہے کیونکہ اس میں شفعہ کا کوئی ذکر نہیں، لہٰذا اس میں دونوں احتمال ہیں ہو سکتا ہے اس سے مراد شفعہ ہی ہو، اور ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو أنه أحق بالبر والمعونه، یعنی آدمی کا پڑوسی پڑوس کی وجہ سے مستحق ہے اس کا کہ اس کے ساتھ بھلائی اور ہمدردی اور اعانت کی جائے، ② اور ایک نقد یہ کیا ہے کہ لفظ جار کا اطلاق شریک پر بھی ہوتا ہے جس طرح کہ زوجہ پر بھی جارہ کا اطلاق ہوتا ہے، ③ تیسرا نقد یہ کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے اور وہ احادیث جن میں یہ ہے کہ شفعہ صرف شریک کے لئے ہوتا ہے أسانيدها جياد ليس في شيء منها اضطراب[1]۔

خطابیؒ کے پہلے نقد کا جواب یہ ہے کہ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ اس حدیث میں کہا جا سکتا ہے شفعہ کا ذکر نہیں لیکن اس کے بعد والی روایت میں شفعہ کی تصریح ہے: جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِدَارِ الْجَارِ۔

دوسرے نقد کا جواب یہ ہے کہ بعض روایات میں تصریح ہے اس بات کی کہ جار سے مراد جار ہی ہے شریک نہیں، جیسا کہ امام طحاویؒ نے اپنی سند سے بیان کیا: ثُمَّ قَدْ رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ أَيْضًا مِنْ إِيجَابِهِ الشُّفْعَةَ بِالْجِوَارِ وَتَفْسِيرُهُ ذَلِكَ الْجِوَارَ. مَا قَدْ حَدَّثَنَا...... عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: أَرْضٌ لَيْسَ فِيهَا لِأَحَدٍ قَسْمٌ، وَلَا شَرِيكٌ إِلَّا الْجِوَارَ بِيعَتْ قَالَ: "الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ"[2]، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تصریح ہے اس بات کی کہ جس زمین کے بارے میں سائل نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا اس میں کسی قسم کی کوئی شرکت فی المبیع یا شرکت فی الطریق کچھ نہیں تھی سوائے جوار کے اور اس کے باوجود آپ ﷺ نے حق شفعہ کو ثابت فرمایا۔

اور تیسرے نقد کا جواب یہ ہے کہ اضطراب صرف بعض احادیث کے بعض طرق میں ہے، اور بعض اس میں ایسی بھی ہیں جو ہر قسم کے اضطراب واختلاف سے محفوظ ہیں جیسا کہ حدیث الحسن: عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ» قال أبو عيسى: وفي الباب عن الشريد، وأبي رافع، وأنس. قال ابو عيسى: حديث سمرة حديث حسن صحيح، اور پھر بعض رواۃ نے جو اس میں اختلاف کیا ہے اس کو امام ترمذیؒ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والصحيح عند أهل العلم حديث الحسن عن سمرة إلى ما آخر ما ذكر الترمذي من اختلاف الروايات وترجيح بعضها على بعض وفي آخره،

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ۳ ص ۱۵۴

[2] شرح معاني الآثار - كتاب الشفعة - باب الشفعة بالجوار ٦٠٠٦ (ج ٤ ص ١٢٤)

سمعت محمدا يقول كلا الحديثين عندي صحيح اهـ [1]. والحديث أخرجه البخاري والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۵۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِدَارِ الْجَارِ أَوِ الْأَرْضِ».

ترجمہ: حضرت سمرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ گھر کا پڑوسی، پڑوسی کے گھر کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا فرمایا کہ پڑوسی کی زمین کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (۱۳٦۸) سنن أبي داود - البيوع (۳۵۱۷) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸/۵)

۳۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ يُنْتَظَرُ بِهَا، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا».

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کی زمین پر حق شفعہ رکھتا ہے اگر وہ پڑوسی شہر میں موجود نہ ہو تو اسکا انتظار کیا جائے جبکہ ان دونوں کا رستہ ایک ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۰۹۹) صحيح البخاري - الشفعة (۲۱۳۸) صحيح البخاري - الشركة (۲۳٦۳) صحيح البخاري - الحيل (٦۵۷۵) صحيح مسلم - المساقاة (۱٦۰۸) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۷۰) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٦) سنن أبي داود - البيوع (۳۵۱۸) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲٤۹۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹٦/۳) سنن الدارمي - البيوع (۲٦۲۷) سنن الدارمي - البيوع (۲٦۲۸)

۷٦ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفْلِسُ فَيَجِدُ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَهُ

ایک شخص دیوالیہ ہو جائے اور کوئی شخص اپنا بعینہ سامان اسکے پاس دیکھے تو شرعی حکم کیا ہے؟

اس ترجمۃ الباب اور حدیث الباب کو سمجھنے کے لئے اصل مسئلہ اور اس میں اختلاف علماء کو سنئے۔

مسئلہ مترجم بہا کی تشریح اور اس میں اختلاف ائمہ: اگر کوئی شخص مدیون مفلس [2] ہو بہت سوں کا مقروض و مدیون ہو تو اس کے پاس جو مال ہو یا کہیں سے آئے، تو وہ تمام ارباب حقوق کو علی حسب الرؤس دیا جاتا ہے، کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاتی لیکن اگر کسی شخص کا بعینہ مال اس مدیون کے پاس ہو تو اس صورت میں ترجیح ہو گی، کہ وہ مخصوص شی صرف اس کے مالک کو دی جائے، اب اسکے بعد سمجھئے کہ اس مخصوص شی سے کیا مراد ہے، مال ودیعت و مال غصب و عاریۃ یہ تو بالاتفاق ہے، اس مال مخصوص میں مبیع بھی داخل ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاث کے نزدیک وہ بھی داخل ہے، حنفیہ

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الأحكام - باب ما جاء في الشفعة ۱۳٦۸

[2] مدیون مفلس یا مُفَلَّس وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے دیون ہوں مگر دیوالیہ ہو جانے کی وجہ سے تسدید دین کے لئے اس کے پاس کچھ نہ ہو دائنین کے مرافعہ عند القاضی کے بعد قاضی بعد التحقیق اس کے افلاس کی تصدیق کر دے۔

کے نزدیک مبیع اس میں داخل نہیں، کیونکہ تبدل ملک سے حکماً تبدل عین ہو جاتا ہے شرعاً جیسا کہ حدیث بریرۃؓ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ[1] سے ثابت ہے، لہذا مبیع پر فوجد الرجل ماله بعینه صادق نہیں آتا، اسی لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ میں بائع احق بالمبیع نہ ہوگا بلکہ اسوۃ للغرماء ہوگا، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس حدیث کے مصداق میں مبیع بھی داخل ہے، اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ بائع احق بالمبیع ہوگا، پھر ان ائمہ میں آپس میں بعض جزئیات میں اختلاف ہے مثلاً یہ کہ شافعیہ کے یہاں بائع کو ترجیح ہر حال میں ہوگی مدیون زندہ ہو یا مر چکا ہو، اور مالکیہ کے یہاں مدیون کی زندگی میں تو بائع کو ترجیح ہوگی، یعنی بائع احق بالمبیع ہوگا اور بعد الموت نہیں، اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو کچھ ثمن ادا کر دیا تھا تو شافعیہ کے یہاں اس میں بھی عموم ہے کہ بائع کو دونوں صورتوں میں ترجیح ہوگی، اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کو کچھ بھی حصہ ثمن کا ادا نہ کیا ہوگا، تب تو بائع کو ترجیح ہوگی، اور اگر اس نے ثمن کا کچھ حصہ ادا کر دیا تھا تب ترجیح نہ ہوگی۔

یہ دونوں اختلافی مسئلے شافعیہ اور مالکیہ کے باب کی آنے والی حدیثوں سے سمجھ میں آرہے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک بائع کو کسی حال میں ترجیح نہ ہوگی۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اس مسئلہ کی جن روایات میں فوجد الرجل ماله بعینه کے ساتھ بیع کا ذکر نہیں ہے وہاں تو حنفیہ کے مسلک پر کوئی اشکال نہ ہوگا، وہاں پر حنفیہ کھل کر یہ کہدیں گے کہ ماله بعینه صرف ودائع وعواری وغیرہ پر محمول ہے مبیع اس میں داخل نہیں لیکن اگر خود حدیث میں بیع کی تصریح ہو جیسا کہ بعض روایات الباب میں ہے تو پھر حنفیہ کی توجیہ کیسے چلے گی؟ اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں یہ دیا ہے کہ انه محمول على الماخوذ على سوم الشراء او المبيع بشرط الخيار للبائع[2] یعنی بیع سے مراد مساومت ہیں یعنی خریدنے کے لئے بائع کے ساتھ بھاؤ کرنا اور جو چیز بھاؤ کے وقت مشتری لیکر اپنے گھر جاتا ہے پسند کرنے کیلئے یہ شئی مقبوض علی سوم الشراء ہے جس کو مبیع بھی کہہ سکتے ہیں مجازاً اور ایسے ہی وہ مبیع جس کے اندر خیار شرط بائع کیلئے ہو اس قسم کی مبیع بھی ہمارے نزدیک خالص بائع کا حق ہوتی ہے جیسا کہ تم نے قدوری میں پڑھا ہے: وخيار البائع يمنع خروج المبيع من ملكه بخلاف خيار المشتري اس تفصیل مسئلہ کے بیان سے ترجمۃ الباب اور حدیث الباب دونوں کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ حدیث میں کیا مسئلہ ہے اور اس میں کیا اختلاف ہے، اور یہ بھی کہ حدیث اگر حنفیہ کے خلاف ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے فلله الحمد والمنة۔

٣٥١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ الْمَعْنَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب الفقير يهدي للغني من الصدقة ١٦٥٥

[2] ويحملون الحديث على ما إذا أخذه على سوم الشراء مثلا أو على البيع بشرط الخيار للبائع. (سنن النسائي بحاشية السندي - ج ٤ ص ٣٥٨)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ أَفْلَسَ فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور ایک شخص اسکے پاس اپنا سامان جوں کا توں (بعینہ) پاتا ہے تو یہ شخص اس سامان کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہو گا۔

تخریج: صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٢) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٧٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥١٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٨/٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٨٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٩٠)

شرح الحديث: أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٥٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَأَفْلَسَ، الَّذِي ابْتَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا، فَوَجَدَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ».

ترجمہ: ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کوئی شخص کوئی سامان کسی کو فروخت کرے پھر اس سامان کا خریدنے والا دیوالیہ ہو جائے اور فروخت کرنے والے نے اس سامان کی قیمت میں سے کوئی حصہ بھی وصول نہیں کیا پھر یہ فروخت کرنے والا اپنا بعینہ مال اس دیوالیہ ہونے والے شخص کے پاس پالے تو یہ فروخت کرنے والا اس سامان کا زیادہ حقدار ہے اور اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو یہ سامان فروخت کرنے والا دیگر قرض خواہوں کی مانند ہو گا۔

٣٥٢١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ، زَادَ: «وَإِنْ قَضَى مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ فِيهَا».

ترجمہ: ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے اسکے بعد یونس نے عن ابن شہاب ایسے ہی نقل کیا جیسا کہ مالک نے ابن شہاب سے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اگر مشتری نے اس سامان کی قیمت میں سے کچھ حصہ ادا کر دیا تو بائع اس سامان میں دیگر قرض خواہوں کی مانند ہو گا۔

٣٥٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ يَعْنِي الْخَبَايِرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ أَبُو الْهُذَيْلِ الْحِمْصِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ: «فَإِنْ كَانَ قَضَاهُ مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ وَأَيُّمَا امْرِئٍ هَلَكَ

وَعِنْدَهُ مَتَاعُ امْرِئٍ بِعَيْنِهِ اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا أَوْ لَمْ يَقْتَضِ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ مَالِكٍ أَصَحُّ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے اسی حدیث کے مثل نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں اگر مشتری نے بائع کو اس شے کی قیمت کا کچھ حصہ دیدیا تو باقی قیمت کی وصولی میں سے بائع دیگر قرض خواہوں کی مانند ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے پاس کسی دوسرے کا بعینہ سامان موجود ہو تو چاہے بائع نے اس شے کی قیمت کا کچھ حصہ وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو ہر صورت یہ بائع دیگر قرض خواہوں کی مانند ہوگا۔

تخریج صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٢) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٧٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٢٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٢٨) موطأ مالك - البيوع (١٣٨٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٩٠)

شرح الحدیث بائع کے احق بالمبیع ہونے میں شافعیہ ومالکیہ کے جو دو جزئی اختلافی مسئلے ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ان دونوں مسئلوں میں یہ حدیث مالکیہ کی دلیل ہے اور شافعیہ کے خلاف ہے اور پھر آگے دو حدیثوں کے بعد جو تیسری حدیث آرہی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ، قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أَفْلَسَ، فَقَالَ: لَأَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «مَنْ أَفْلَسَ، أَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ»، یہ حدیث مالکیہ کے خلاف اور امام شافعی کے موافق ہے،

حديث عمر بن خلدة أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٥٢٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ، قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أَفْلَسَ، فَقَالَ: لَأَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «مَنْ أَفْلَسَ، أَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ».

ترجمہ عمر بن خلدہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس اپنے ایک ساتھی کا قضیہ لیکر حاضر ہوئے جو دیوالیہ ہوگیا تھا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں اس قضیہ میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص دیوالیہ ہو جائے یا مر جائے اور کوئی شخص اپنا سامان بعینہ اسکے پاس پاتا ہے تو وہ اس مال کا زیادہ حق دار ہے۔

تخریج صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٢) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٩) جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٧٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٢٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٢٨) موطأ مالك - البيوع (١٣٨٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٩٠)

٧٧- بَابٌ فِيمَنْ أَحْيَا حَسِيرًا

تھکا ہوا جانور کوئی شخص لے جاکر اسکی خدمت کرکے اس جانور کو نئی زندگی دے اسکا شرعی حکم کیا ہے؟

٣٥٢٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ عَنْ أَبَانَ: أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَعْلِفُوهَا فَسَيَّبُوهَا، فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ»، قَالَ: فِي حَدِيثِ أَبَانَ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَقُلْتُ: عَمَّنْ، قَالَ: عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثُ حَمَّادٍ وَهُوَ أَبْيَنُ وَأَتَمُّ.

ترجمہ عامر شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس جانور کو اس کے مالک چارہ کھلانے سے عاجز آجائیں اور وہ لوگ اس جانور کو یوں ہی چھوڑ دیں پس جو شخص اس جانور کو پائے اور اسکو لیکر اسکو چارہ وغیرہ کھلا کر نئی زندگی دے تو یہ جانور اس اٹھانے والے کا ہو جائیگا۔ مصنف کے استاد موسیٰ بن اسماعیل نے ابان کی حدیث میں کہا کہ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے پوچھا یہ مرسل حدیث آپ کون سے صحابی سے نقل کرتے ہیں؟ تو شعبی نے جواب دیا کہ متعدد صحابہ کرامؓ سے میں نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حماد کی حدیث کے الفاظ ہیں اور حماد کی حدیث ابان کی حدیث کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور زیادہ مکمل ہے۔

شرح الحدیث **مسئلہ مترجم بہا کی تشریح واختلاف ائمہ:** حسیر ماخوذ ہے حسور سے بمعنی ماندہ شدن (تھک جانا) وہ جانور جو سفر میں راستہ میں چلتا ہوا تھک کر مشی سے عاجز ہو کر رک جائے یہ بات زیادہ تر اونٹوں میں پائی جاتی ہے کہ بعض مرتبہ وہ تھک کر ایسا بیٹھتا ہے کہ کھڑا ہونے کا نام نہیں لیتا اور پھر اس کا مالک مجبوراً اسکو اسی حال میں چھوڑ کر آگے چلدیتا ہے مصنف کی غرض اس قسم کے اونٹ کا حکم بیان کرنا ہے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے: مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَعْلِفُوهَا فَسَيَّبُوهَا، فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص اس قسم کے جانور کو جس کو اسکا مالک چھوڑ کر چلا گیا ہو اٹھالے اور پھر اسکا احیاء کرے جس طرح ارض موات کا احیاء ہوتا ہے یعنی اس کو کھلائے پلائے خدمت کرے جس سے وہ دوبارہ کارآمد ہو جائے۔ فَهِيَ لَهُ تو یہ جانور اسی کا ہو جاتا ہے، امام احمد اور اسحاق ابن راہویہ کا اس حدیث پر عمل ہے اور مصنف بھی چونکہ غالباً حنبلی ہیں اسی لئے انہوں نے یہ باب قائم کرکے حنابلہ کا مذہب ثابت کیا ہے، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ جانور یعنی حسیر ظاہر ہے کہ لقطہ ہے اور لقطہ کا حکم احادیث لقطہ میں اس کے خلاف مذکور ہے اور وہ احادیث اس حدیث کی بہ نسبت زیادہ صحیح اور مشہور ہیں لہذا ان ہی پر عمل ہوگا۔

٣٥٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

الشَّعْبِيِ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ دَابَّةً بِمَهْلَكٍ فَأَحْيَاهَا رَجُلٌ فَهِيَ لِمَنْ أَحْيَاهَا».

ترجمہ شعبی رسول اللہ ﷺ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنی سواری کو ہلاکت والی جگہ چھوڑدے پھر کوئی آدمی اس سواری کو لیکر اسکو کھلا پلا کر نئی زندگی دے تو یہ سواری اس شخص کیلئے ہوگی جس نے اسکو نئی زندگی دی۔

شرح الحدیث تَرَكَ دَابَّةً بِمَهْلَكٍ: مہلک موضع ہلاکت یعنی ایسی ویران جگہ جہاں گھاس پانی نہ ہونے کی وجہ سے جانور کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔

شرح السند: باب کی حدیث اول کی سند میں اس طرح ہے: وَقَالَ عَنْ أَبَانَ: أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ، قال کی ضمیر مصنف کے استاذ موسیٰ بن اسماعیل کی طرف راجع ہے اور موسیٰ کے اس حدیث کے سند میں دو استاذ ہیں حائے تحویل سے پہلے جو سند ہے اس میں ان کے استاذ حماد ہیں اور بعد والی سند میں استاد ابان ہیں، تو مصنف یہ کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ نے جب یہ حدیث حماد سے بیان کی تب تو انہوں نے سند میں عَنِ الشَّعْبِيِّ کہا اور ان کی سند جو ابان سے ہے اس میں انہوں نے بجائے عَنِ الشَّعْبِيِّ کے أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ کہا گویا دو فرق ہوئے ایک عَنْ، اور [1] أَنَّ کا دوسرا یہ کہ پہلی روایت میں شعبی کا نام مذکور نہیں اور دوسری میں شعبی کا نام عامر مذکور ہے۔

۷۸۔ بَابٌ فِي الرَّهْنِ

رھن کا بیان

۳۵۲۶ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَبَنُ الدَّرِّ يُحْلَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَالظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَحْلِبُ النَّفَقَةُ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عِنْدَنَا صَحِيحٌ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دودھ والا جانور جب گروی رکھا گیا ہو تو اسکا دودھ دوہ سکتے ہیں اس پر خرچہ کرنے کے بدلے میں اور سواری اگر گروی رکھی گئی ہو تو اس پر خرچہ کرنے کے بدلہ میں اس جانور پر سواری کی جاسکتی ہے اور جو شخص اس جانور کا دودھ دوہے اور اس جانور پر سواری کرے تو اسکے ذمے اسکا خرچہ لازم ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الرهن (۲۳۷٦) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۵٤) سنن أبي داود - البيوع (۳۵۲٦) سنن ابن ماجه - الأحكام

---

[1] والفرق بينهما ان الرواية بعن يكون من التلميذ عن أستاذه بخلاف الرواية بان ۱۲۔

(٢٤٤٠)مسند أحمد - باقي مسند المكثرين(٢/٢٢٨)مسند أحمد - باقي مسند المكثرين(٢/٤٧٢)

شرح الحدیث من حیث الفقه وبیان المذاهب حدیث الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے یعنی انتفاع المرتہن بالمرھون پہلے اس کو سمجھ لیجئے، وہ یہ کہ امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ شی مرھون اگر کوئی حیوان ہے سواری کے لائق یا دودھ کے قابل تو مرتہن کیلئے اس سے منتفع ہونا جائز ہے یعنی اس کا دودھ دوہ خود دوہے اور اگر سواری کا جانور ہے تو اس پر سوار ہو اور اس صورت میں گھاس دانہ اور خرچہ مرتہن ہی کے ذمہ ہو گا وہی اس کو کھلائے پلائے گا اور وہی اس سے منتفع ہو گا ورنہ مالک تو منتفع ہو ہی گا مالک ہونے کی حیثیت سے اور اسی کے ذمہ اس کا نفقہ ہو گا، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرتہن کا شی مرھون سے منتفع ہونا جائز نہیں، حنابلہ کا استدلال حدیث الباب ہی سے ہے اور مصنف چونکہ حنبلی ہیں تو بظاہر ان کا مقصد بھی یہی ہے، حنابلہ نے بِنَفَقَتِهِ میں باء کو سببیہ قرار دیا ہے یعنی مرتہن نفقہ کے سبب اس کا دودھ دوہ سکتا ہے اور اس پر سوار ہو سکتا ہے جمہور کی طرف سے اس حدیث کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ حدیث منسوخ ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ربا کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، پھر جب ربا کی تحریم ہوئی تو یہ حدیث بھی منسوخ ہو گئی مرتہن کا شی مرھون سے منتفع ہونا یہ گویا اپنے دین سے منتفع ہونا ہے وَكُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا، قاعدہ کلیہ ہے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بِنَفَقَتِهِ میں "با" سببیہ نہیں، بلکہ "با" برائے الصاق ہے اور "یحلب" کا چونکہ فاعل مذکور نہیں کہ کون ہے اس لئے اس کا فاعل اصل مالک ہی کو قرار دیا جائے گا، اور "با" الصاق کیلئے ہو گی اور "الدر" سے مراد چونکہ حدیث میں ذات الدر ہے تو پوری حدیث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ذات در کا دودھ دوہا جائے گا اسکے خرچ کے ساتھ، یعنی جب ذات الدر کا مالک، مالک ہونیکی حیثیت سے اس کا دودھ دوہے گا تو اس کے ساتھ اس کا نفقہ بھی اسی کے ذمہ ہو گا اس صورت میں یہ حدیث جمہور کے خلاف نہو گی۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عِنْدَنَا صَحِيحٌ: مصنف بظاہر یہ فرمارہے ہیں کہ اس حدیث کے جو معنی متبادر ہیں کہ مرتہن اگر ذات در کا دودھ دوہے تو اس کا نفقہ بھی اسی کے ذمہ ہے یہ حکم ہمارے نزدیک صحیح وثابت [1] ہے، یعنی گو خلاف قیاس ہے لیکن چونکہ حدیث ثابت ہے اس لئے اس سے جو حکم مستفاد ہو رہا ہے وہ بھی صحیح اور قابل عمل ہے منسوخ اور فاسد نہیں۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٥٢٧ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللهِ تَعَالَى» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ. قَالَ: «هُمْ

---

[1] امام ترمذی کے قول "هذا حديث حسن صحيح" پر جو مشہور اشکال وجواب ہے اس میں حافظ ابن حجر یہ فرماتے ہیں، صحيح أي من حيث الحكم وحسن من حيث السند۔

قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ، وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا، فَوَاللهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ، وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ» وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ {أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[1]}.

ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے کچھ انسان ایسے بھی ہیں جو نبی یا شہید نہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے پر نبی اور شہید رشک کریں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ ایک ایسی قوم ہے جنہوں نے خونی رشتوں بغیر اور آپس میں مال کے لین دین کے بغیر محض اللہ کی رحمت کے سبب سے باہم محبت کی، سو واللہ ان کے چہرے منور ہونگے اور ان پر نور چھایا ہوا ہوگا، جب لوگوں کو خوف ہوگا تو وہ نہ ڈریں گے اور جب لوگوں کو غم ہوگا تو انہیں نہیں ہوگا اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: یادرکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

٧٩ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ

بیٹے کا مال باپ استعمال کرسکتا ہے جبکہ باپ کو بیٹے کے مال کی ضرورت ہو

٣٥٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَمَّتِهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فِي حِجْرِي يَتِيمٌ أَفَآكُلُ مِنْ مَالِهِ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ».

ترجمہ عمارہ بن عمیر کی پھوپھی نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ میری پرورش میں یتیم بچے ہیں تو کیا میں اس یتیم کے مال میں سے کھاسکتی ہوں؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے آدمی کی بہترین روزی وہ ہے جو وہ خود کما کر حاصل کرے اور انسان کی اولاد بھی اسکی اپنی کمائی ہے۔

تخریج سنن النسائي - البيوع (٤٤٤٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٢٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١/٦) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٣٧)

شرح الحدیث عمر عمارہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ میری گود اور ماتحتی میں ایک یتیم بچہ ہے ممکن ہے وہ یتیم ان کا بیٹا ہو یا ان کا پوتا (بذل) تو کیا میں اسکے مال میں سے کچھ کھاسکتی ہوں؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین روزی اور خوراک آدمی کی وہ ہے جو خود اسکی اپنی کمائی سے ہو اور آدمی کی اولاد بھی اسکی کمائی ہے لہذا اولاد کی کمائی خود اسکی اپنی کمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کیلئے اولاد کی کمائی میں سے لینا حلال اور جائز ہے یعنی

---

[1] یادرکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے (سورۃ یونس: ٦٢)

اگرچہ بغیر اسکی اجازت کے ہو فقہاء نے اسکو حاجت کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی عند الحاجۃ لے سکتا ہے اور اگر حاجت نہو تو پھر بغیر اجازت کے لینا جائز نہیں (بذل [1])۔

۳۵۲۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِهِ، فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، زَادَ فِيهِ «إِذَا احْتَجْتُمْ» وَهُوَ مُنْكَرٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتی ہیں کہ آدمی کی اولاد بھی اسکی کمائی میں سے ہے اور اولاد اسکی پاکیزہ کمائی ہے (کہ حلال نکاح کے بعد یہ اولاد حاصل ہوئی ہے) لہٰذا تم لوگ اپنی اولاد کے اموال میں سے کھا سکتے ہو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حماد بن ابی سلیمان نے اس حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ تم ضرورت کے موقع پر اولاد کا مال استعمال کر سکتے ہو یہ اضافہ منکر ہے۔

تخریج: سنن النسائي - البيوع (٤٤٤٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٢٩) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣١) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٣٧)

شرح الحدیث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، زَادَ فِيهِ «إِذَا احْتَجْتُمْ» وَهُوَ مُنْكَرٌ: یعنی حماد بن ابی سلیمان کی روایت میں حدیث مذکور میں عند الاحتیاج کی قید کا اضافہ ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ حکم عند الاحتیاج ہے مگر مصنف نے حدیث میں اس زیادتی کا انکار کیا ہے وہ اس کو ثابت نہیں مان رہے ہیں منکر قرار دے رہے ہیں مصنف کی اس رائے پر حضرت نے بذل میں کلام فرمایا ہے اور یہ کہ یہ منکر نہیں بلکہ زیادۃ ثقہ ہے [2]۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ وَالِدِي يَحْتَاجُ مَالِي؟ قَالَ: «أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ، إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال موجود ہے اور میں صاحب اولاد بھی ہوں اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے بیشک تمہاری اولاد

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢١٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢١١

تمہاری عمدہ کمائی ہے لہٰذا تم لوگ اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔

سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٩/٢)

٨٠- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ

ایک شخص کسی کے پاس اپنا بعینہ سامان پاتا ہے تو اسکا حکم کیا ہے

٣٥٣١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ السَّائِبِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ».

ترجمہ: سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنا مال بعینہ کسی شخص کے پاس پائے تو یہ مالک اس مال کا زیادہ حق دار ہے اور مشتری نے جس سے یہ سامان خریدا ہے اس فروخت کرنے والے سے مشتری اسکی قیمت وصول کرلے۔

تخریج: سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠/٥)

شرح الحديث **ترجمة الباب والے مسئلہ کی تشریح:** اس سے پہلے قریب ہی میں جو باب گزرا ہے: بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفْلِسُ فَيَجِدُ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَهُ، اس میں اور اس باب میں فرق دیکھنے کی ضرورت ہے جو اس باب کی حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہو گیا ہے وہ یہ کہ باب اول کا تعلق مشتری مفلس سے تھا (علی مسلک الجمہور) یا غاصب اور سارق و مودع سے تھا (علی مسلک الحنفیہ) اور اس باب کا تعلق غاصب یا سارق سے نہیں اور نہ مدیون سے ہے بلکہ مشتری من الغاصب اور مشتری من السارق سے ہے یعنی کسی شخص نے کسی کا مال چوری کر لیا اور پھر سارق نے وہ مال کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اصل مالک نے اس اپنی چیز کو اس مشتری کے پاس دیکھا، علی ہذا القیاس غصب کہ کسی کا مال غصب کیا اور پھر اس غاصب نے اس مال کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اصل مالک نے اپنی اس چیز کو مشتری من الغاصب کے پاس دیکھا تو اس کے بارے میں حدیث الباب میں یہ ہے: مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ، بیع بمعنی مشتری یعنی جس شخص نے اپنا مال کسی شخص کے پاس دیکھا تو وہ مالک ہی اس کا زیادہ مستحق ہے اور مشتری کو چاہیئے کہ وہ پیچھا کرے اپنے بائع کا یعنی صورت مذکورہ میں وہ مالک اپنی شئی اس مشتری سے لے لے اور پھر اس مشتری کو چاہیئے کہ اپنے ثمن کا مطالبہ بائع سے کرے بائع سے مراد غاصب اور سارق ہے جو حکم اس حدیث میں مذکور ہے فقہاء بھی اس کے بارے میں یہی فرماتے ہیں مگر اس طور پر کہ وہ مالک مشتری کے سامنے بینہ سے ثابت کر دے کہ یہ چیز میری ہے۔ والحديث أخرجه النسائي. قاله المنذري.

٨١۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ حَقَّهُ مِنْ تَحْتِ يَدِهِ

ایک شخص دوسرے شخص سے اپنے حق کے بقدر وصول کر سکتا ہے

۳۵۳۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ هِنْدًا أُمَّ مُعَاوِيَةَ، جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ، رَجُلٌ شَحِيحٌ وَإِنَّهُ لَا يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ شَيْئًا؟ قَالَ: «خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَبَنِيكِ بِالْمَعْرُوفِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ حضرت ہندؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل شخص ہیں وہ مجھے میرے اور میرے بچوں کے لئے خرچہ نہیں دیتے تو اگر میں ان کے مال میں سے کچھ وصول کر لوں تو کیا مجھ پر کچھ گناہ ہو گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اتنا خرچہ لے سکتی ہو جو عُرف عام میں تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۲۰۹۷) صحیح البخاري - المظالم والغصب (۲۳۲۸) صحیح البخاري - النفقات (۵۰۴۴) صحیح البخاري - الأیمان والنذور (۶۲۶۵) صحیح البخاري - الأحکام (۶۷۴۲) صحیح مسلم - الأقضیة (۱۷۱۴) سنن النسائي - آداب القضاۃ (۵۴۲۰) سنن أبي داود - البیوع (۳۵۳۲) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۹۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۶/۳۹) سنن الدارمي - النکاح (۲۲۵۹)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت معاویہ کی والدہ ہندہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آکر اپنے شوہر ابوسفیان کی شکایت کی کہ وہ بخیل آدمی ہے اور وہ میرے خرچ کیلئے اتنا نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو جائے تو کیا میں اس کے مال میں سے بغیر اس کی اجازت کے کچھ لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بقدر کفایت کے لے سکتی ہو یعنی عرف وعادت میں عام طور سے جتنا کافی ہو جاتا ہے اتنا لے سکتی ہو۔

مسئلة الظفر کی تشریح اور مذاہب ائمہ: اس حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے اس کا نام ہے مسئلۃ الظفر یعنی ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ کوئی حق ہے جس کو وہ ادا نہیں کرتا تو کیا ایسی صورت میں وہ صاحب حق اپنا حق اس شخص کے مال میں سے بغیر اس کی اجازت کے خفیہ طور پر لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس حدیث سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ لے سکتا ہے، فقہاء میں سے امام احمدؒ کا مسلک اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک مطلقاً لینا جائز نہیں وہ اس کو خیانت قرار دیتے ہیں اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو اسی باب میں اس کے بعد آرہی ہے، باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صاحب حق اپنا حق لے سکتا ہے مگر تفصیل میں قدرے اختلاف ہے فعند الشافعي یاخذ من جنس حقه الا اذا تعذر الجنس فمطلقاً، یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک صاحب حق اپنا حق لے سکتا ہے لیکن جس چیز کو لے رہا ہے وہ من جنس حقہ ہونی چاہئے، خلاف جنس سے لینا جائز نہیں مثلاً کپڑے کے بدلہ میں کپڑا لے سکتا ہے دراہم یا دنانیر وغیرہ نہیں لے سکتا مگر یہ کہ من جنس حقہ لینا متعذر ہو تو پھر ان کے نزدیک خلاف جنس سے

بھی لے سکتا ہے، اور حنفیہ کے یہاں اس میں دو روایتیں ہیں فی روایۃ لا مطلقاً یعنی ایک روایت یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں جیسا کہ امام احمدؒ کا مذہب ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ صرف من جنس حقہ لے سکتا ہے (والنقدان ای الدراھم والدنانیر من جنس واحد) اور امام مالکؒ سے اس میں تین روایتیں ہیں مذاہب ثلاثہ مذکورہ کے مانند۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٥٣٢ - حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُنْفِقِي بِالْمَعْرُوفِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایسے شخص ہیں جو مال کو روک کر رکھتے ہیں خرچ نہیں کرتے اگر میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال کو ان کے بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہو گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم عرف کے مطابق ان بچوں پر جو خرچ کرو گی اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٩٧) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٢٨) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٤) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٦٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٢) صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٤) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٢٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٩٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥٩)

٣٥٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ يَعْنِي الطَّوِيلَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ الْمَكِّيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ لِفُلَانٍ نَفَقَةَ أَيْتَامٍ كَانَ وَلِيَّهُمْ فَغَالَطُوهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَأَدَّاهَا إِلَيْهِمْ فَأَدْرَكْتُ لَهُمْ مِنْ مَالِهِمْ مِثْلَيْهَا، قَالَ: قُلْتُ: أَقْبِضِ الْأَلْفَ الَّذِي ذَهَبُوا بِهِ مِنْكَ؟ قَالَ: لَا، حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ».

ترجمہ: یوسف بن ماہک المکی کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص جو بعض یتیم بچوں کے متولی تھے ان کا کاتب تھا تو ان یتیم بچوں نے اپنے متولی کو ایک ہزار درہم کے مغالطہ میں ڈالدیا لہٰذا متولی نے ان یتیم بچوں کو ایک ہزار درہم عطا کر دیئے یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ پھر ان یتیم بچوں کے مال میں سے اسی قدر رقم میری دسترس میں آگئی تو میں نے ان متولی سے کہا کہ جو ہزار درہم ان یتیم بچوں نے آپ سے لئے تھے آپ اجازت دیں تو میں وہ ہزار درہم وصول کر لوں؟ تو ان متولی نے مجھے منع فرمادیا اور کہا کہ میرے والد نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص تمہیں امانت دار تصور کرے تو تم اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت مت کرو۔

تخریج: سنن أبي داود- البيوع(٣٥٣٤)مسند أحمد- مسند المكيين(٤١٤/٣)

شرح الحدیث: یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ فلاں شخص جو کہ بعض یتیم بچوں کے متولی تھے میں ان کے خرچ کا حساب کتاب کیا کرتا تھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان یتیم بچوں نے (یعنی جب وہ ہوشیار ہو گئے) اپنے متولی کو ایک ہزار درہم کے ساتھ مغالطہ میں ڈال دیا متولی نے ان کی بات کا اعتبار کرتے ہوئے ایک ہزار درہم ان کو ادا کر دیا تو وہ یوسف جو ان کے محاسب تھے وہ کہتے ہیں کہ کچھ روز بعد حساب کتاب کے میں ایک ایسے موڑ پر پہنچا جس میں میرے لئے یہ بات بہت آسان تھی کہ میں وہ ہزار درہم ان کے ان ایتام کے مال میں سے لے لوں، چنانچہ میں نے اس کے بارے میں اس شخص سے یعنی متولی سے معلوم کیا کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں وہ تمہارے ہزار درہم حساب میں سے نکال لوں تو انہوں نے مجھے منع کر دیا اور حضور ﷺ کی یہ حدیث سنائی جو ان کو ان کے باپ کے واسطہ سے پہنچی تھی: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ کہ جس شخص نے تجھ کو اپنا امین بنایا ہے اسکی امانت اسکو پوری پوری حوالہ کر اور جو تیرے ساتھ خیانت کرے تو اسکے ساتھ خیانت مت کر، اس مسئلہ الظفر میں امام احمد کی یہی حدیث دلیل ہے لیکن جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تو خیانت سے منع کیا گیا ہے اور کسی سے اپنا حق وصول کرنا وہ جس طرح بھی ہو بغیر اسکی اجازت ہی کے سہی یہ خیانت کہاں ہے، یوسف بن ماہک جو راوی حکایت ہیں وہ جن صاحب کے کاتب تھے یعنی متولی ایتام ان کا نام تو یہاں روایت میں مذکور نہیں اور انہوں نے یہ حدیث اپنے باپ کے حوالہ سے نقل کی ہے لہذا ان کے باپ بھی مجہول ہوئے اس لئے اس اوپر والے متن کا راوی کون صحابی ہیں یہ تو معلوم نہ ہو سکا اسکے بعد مصنف نے یہی متن بروایت ابوہریرہؓ مرفوعاً ذکر کیا ہے۔قال المنذري وحديث أبي هريرة أخرجه الترمذي وقال حسن غريب اه (عون)۔

٣٥٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، عَنْ شَرِيكٍ - قَالَ: ابْنُ الْعَلَاءِ، وَقَيْسٌ - عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص تمہیں امانت دار سمجھے تو تم اس کی امانت ادا کر دو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت والا معاملہ نہ کرو۔

تخریج: جامع الترمذي- البيوع(١٢٦٤)سنن أبي داود- البيوع(٣٥٣٥)سنن الدارمي- البيوع(٢٥٩٧)

٨٢- بَابٌ فِي قَبُولِ الْهَدَايَا

ہدایا قبول کرنا سنت ہے

اس سے پہلے کتاب الخراج میں بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ کے عنوان سے باب گزر چکا جس میں مصنف نے ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ کی حدیث ذکر کی تھی، اور یہ باب جو ہے مطلق ہدیہ سے متعلق ہے عمال سے اس کا تعلق نہیں ہے لیکن هَدَايَا الْعُمَّالِ ہی کے عنوان سے ایک

مستقل باب کتاب القضاء میں بھی آرہا ہے یعنی کتاب القضاء کی مناسبت سے اور اس سے پہلے جو گزرا ہے وہ کتاب الخراج کی مناسبت سے تھا اور چونکہ مال کا مسئلہ بہت زیادہ احتیاط طلب ہے اس لئے اس کی اہمیت کے پیش نظر مصنف نے دو جگہ اس کا باب قائم کیا ہے۔

٣٥٣٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور ہدیہ کا بدلہ دیا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٥) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٥٣) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٩٠)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ کی عام عادت شریفہ ہدیہ قبول کرنے کی تھی اور یہ بھی کہ آپ ﷺ اپنے مہدی کو بھی ہدیہ دیا کرتے تھے، خطابیؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا ہدیہ قبول فرمانا یہ محاسن اخلاق کے باب سے ہے جس کے ذریعہ آپ ﷺ لوگوں کی تالیف قلوب فرماتے تھے اور ہدیہ قبول کرکے اس کو کھانا یہ آپ کی ایک خاص شان اور علامت تھی جس کا ذکر گزشتہ آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے یعنی یہ کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ قبول نہ کریں گے، اور ہدیہ قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کا خود اس کو ہدیہ دینا اس کی مصلحت ظاہر ہے تاکہ آپ ﷺ دوسرے کے احسان مند ہو کر اس سے نہ دبیں (بذل[1])۔

والحديث أخرجه البخاري والترمذي، قاله المنذري۔

٣٥٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَايْمُ اللهِ، لَا أَقْبَلُ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا مِنْ أَحَدٍ هَدِيَّةً، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُهَاجِرًا قُرَشِيًّا، أَوْ أَنْصَارِيًّا، أَوْ دَوْسِيًّا، أَوْ ثَقَفِيًّا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم آج کے دن کے بعد میں کسی سے کوئی ہدیہ نہ لوں گا سوائے قبیلہ قریش کے مہاجر شخص کے یا انصار مدینہ یا قبیلہ دوس یا قبیلہ ثقیف کے شخص کا۔

تخریج: جامع الترمذي - المناقب (٣٩٤٥) جامع الترمذي - المناقب (٣٩٤٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٧)

شرح الحديث: یہ حدیث یہاں مختصر ہے جس کو امام ترمذی نے کتاب المناقب کے اخیر میں مفصلاً ذکر کیا ہے۔

وہ یہ کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک ناقہ بطور ہدیہ کے پیش کی جس کو آپ ﷺ نے قبول فرمالیا، اور پھر بعد

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ٣ ص ١٦٨، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ٢١٨۔

میں اس اعرابی کو اس ناقہ کے عوض میں چھ اونٹنیاں عطا کیں مگر وہ اس پر بھی خوش نہ ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص اور ہر خاندان کا فرد اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کا ہدیہ قبول کیا جائے اور پھر چند قبائل کا نام لے کر فرمایا کہ ان کے علاوہ آئندہ میں کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ ایمُ اللہِ الفاظ قسم میں سے ہے، ففی المجمع: و"أیم الله" لفظ قسم، ذو لغات، وهمزتها وصل، وقد تقطع، وتفتح وتكسر اھ [1]. والحدیث أخرجه الترمذی الترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۸۳۔ بَابُ الرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ

ہدیہ کرنے کے بعد اپنا ہدیہ واپس لینے کا بیان

۳۵۳۸- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، وَهَمَّامٌ، وَشُعْبَةُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ» قَالَ هَمَّامٌ: وَقَالَ قَتَادَةُ: «وَلَا نَعْلَمُ الْقَيْءَ إِلَّا حَرَامًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنا ہدیہ دینے کے بعد اس ہدیہ کو واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو قی کرنے کے بعد اپنی قے کو دوبارہ چاٹتا ہے۔ ہمام نے قتادہ سے نقل کیا کہ ہمارے نزدیک اپنی قے کو کھانا حرام ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٩) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٢) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩٨) سنن النسائي - الهبة (٣٦٩٠) سنن النسائي - الرقبى (٣٧١٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٧/١)

شرح الحدیث **مذاہب ائمہ کی تحقیق مع الدلیل:** یہ مسئلہ اختلافی ہے امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک واہب کیلئے رجوع فی الہبہ ناجائز ہے الایہ کہ وہ ہبہ باپ کی طرف سے بیٹے کیلئے ہو تو باپ کیلئے رجوع فی الہبہ جائز ہے، ان حضرات کا استدلال باب کی حدیث ثانی سے ہے جس میں اس طرح ہے: إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ، اور امام شافعی کی باپ کے علاوہ دیگر اصول میں دو روایتیں ہیں، اصح قول میں باقی اصول کا بھی وہی حکم ہے جو والد کا، اور حنفیہ کے نزدیک اسکے برعکس ہے ان کے نزدیک واہب کیلئے ہدیہ اجانب میں رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ موہوب لہ کی جانب سے اس کو عوض نہ ملا ہو ورنہ جائز نہیں، لحدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً: الْوَاهِبُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا [2]، اور جو ہدیہ ذی رحم محرم کو ہو اس میں رجوع جائز نہیں، نیز حنفیہ حنفیہ کے نزدیک زوجین اس مسئلہ میں ذی رحم محرم کے حکم میں ہیں امام مالک کے مسلک کے بارے میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

---

[1] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار — ج ١ ص ١٢٤

[2] سنن الدارقطني — كتاب البيوع ٢٩٧١ (ج ٣ ص ٤٦١)

وَلَيْسَ لِغَيْرِ الْأَبِ الرُّجُوعُ عِنْدَ مَالِكٍ إِلَّا أَنَّ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْأُمَّ لَهَا الرُّجُوعُ أَيْضًا إِذَا كَانَ أَبُوهُ حَيًّا. وَهَذَا هُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ مَالِكٍ، وَرُوِيَ عَنْهُ الْمَنْعُ اھ (تراجم[1]) اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: وجوز مالك الرجوع مطلقا إلا في هبة أحد الزوجين من الآخر اھ (تحفۃ) حنفیہ کی دلیل اصل مسئلہ میں یہ ہے: إِذَا كَانَتِ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا رواه الحاكم[2] من حديث الحسن عن سمرة مرفوعًا. اور ایک روایت اس سے پہلے گزر چکی الْوَاهِبُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا. أخرجه ابن ماجه والدارقطني من حديث أبي هريرة مرفوعًا (تحفة[3])۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ: اور حنفیہ نے جمہور کی دلیل یعنی باب کی حدیث ثانی: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ، اس استثناء کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے یعنی اس سے مقصود رجوع فی الہبہ کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ نفس تصرف فی مال الابن کو بیان کرنا ہے یعنی عند الحاجۃ جو کہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ باپ کیلئے بیٹے کے مال میں تصرف عند الحاجۃ مطلقاً جائز ہے[4]، اور یہ جو حدیث میں ہے: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً الخ اس کا مطلب عدم جواز نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایسا کرنا مناسب نہیں جیسے کہا جاتا ہے لایحل للواجد رد السائل اور اس معنی پر اس حدیث کو محمول کرنے کی حاجت اس لئے ہے تاکہ دوسری احادیث سے تعارض نہ ہو جن سے رجوع فی الہبہ کا جواز ثابت ہو رہا ہے اسی طرح الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ، اس سے بھی عدم جواز پر استدلال درست نہیں اس لئے کہ دوسری روایت میں ہے "کالکلب یعود فی قیئہ" اس لئے کہ فعل کلب کو حرام نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس سے مقصود تشنیع و تقبیح ہے۔

الحديث الاول عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه. والحديث الثاني أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٥٣٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ، وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَأْكُلُ فَإِذَا شَبِعَ قَاءَ، ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کسی انسان کیلئے حلال نہیں کہ وہ کسی کو ہدیہ دے یا کوئی شئے تحفہ دے پھر اس ہدیہ یا تحفہ کو واپس لے لے ماں باپ اپنی اولاد کو ہدیہ دے کر واپس لے سکتے ہیں اور جو شخص

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ١٤٣. الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ١ ص ١٨٤.

[2] المستدرك على الصحيحين للحاكم - كتاب البيوع - وأما حديث معمر بن راشد ٢٣٢٤ (ج ٢ ص ٦٠)

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٥٢٤_٥٢٥

[4] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٣٣٠

ہدیہ دینے کے بعد اپنا ہدیہ واپس لے لیتا ہے اسکی مثال اس کتے کی سی ہے جو سیر ہو کر کھاتا ہے پھر قے کر دیتا ہے پھر دوسرے وقت میں اسی قے کو کھاتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٩) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٢) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩٨) سنن النسائي - الهبة (٣٦٩٠) سنن النسائي - الرقبى (٣٧١٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٣٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٧/١)

٣٥٤٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ شُعَيْبٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ فَيَأْكُلُ قَيْئَهُ، فَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيُوَقَّفْ فَلْيُعَرَّفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُدْفَعْ إِلَيْهِ مَا وَهَبَ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنا ھدیہ دیکر واپس لے لے اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جو قے کر کے اپنی قے کو کھاتا ہے...... جب ہبہ کرنے والا شخص اپنے ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کرے تو اس ہبہ کرنے والے کو دیگر لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے اور اسکی ہبہ کی ہوئی شے کو لوگوں کے سامنے واضح کر دینا چاہیئے پھر اس ہبہ کرنے والے کو اسکی ہبہ کی شے لوٹا دینی چاہیئے۔

تخریج سنن النسائي - الهبة (٣٦٨٩) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٥/٢)

شرح الحدیث مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ: یعنی اس شخص کا حال جو ہبہ کرنے کے بعد اپنی چیز کو واپس لے کتے کی طرح ہے جو قئ کر کے اس کو کھائے، آگے روایت میں یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ہدیہ کو واپس لینا چاہے تو اس موھوب لہ کو چاہیئے کہ اپنے واہب کو سب کے سامنے کھڑا کرے اور جو ہدیہ وہ دیکر واپس لے رہا ہے لوگوں کے سامنے اس کی تشہیر کرے اور اس کے بعد پھر واپس کرے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ واہب کے لئے حق رجوع ثابت ہے جواز کے درجہ میں لیکن نہایت بے مروتی اور کمینہ پن کی بات ہے، والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري۔

٨٤ - بَابٌ فِي الْهَدِيَّةِ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ

کسی کے کام کروانے پر اس سے ہدیہ وصول کرنے کا بیان

٣٥٤١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ شَفَعَ لِأَخِيهِ بِشَفَاعَةٍ، فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا، فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا».

ترجمہ ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے اپنے بھائی کی کوئی سفارش کی تو اس سفارش کرنے پر اسنے اس سفارش کرنے والے کو کوئی چیز ہدیہ کی اور سفارش کرنے والے نے وہ شے قبول کرلی تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ پر پہنچ گیا۔

تخریج سنن أبي داود-البيوع (٣٥٤١) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٥/٢٦١)

شرح الحدیث اس حدیث میں شفاعت پر ہدیہ قبول کرنے پر وعید ہے اور اس کو رشوت قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ شفاعتِ حسنہ شرعاً مندوب الیہ ہے اور بعض صورتوں میں واجب بھی ہو جاتی ہے تو پھر بعد میں اس پر ہدیہ لینا شفاعت کے اجر کو ضائع کرنا ہے، جیسا کہ بیع کے اندر ربا لینے سے اصل بیع جو کہ حلال تھی ضائع اور برباد ہو جاتی ہے۔

٨٥- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَضِّلُ بَعْضَ وَلَدِهِ فِي النُّحْلِ

کوئی شخص اپنے ایک بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دے سکتا ہے؟

ترجمة الباب والے مسئلہ کی تفصیل و مذاہب ائمہ: نحل بمعنی عطیہ، کسی شخص کا اپنی اولاد میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا عطیہ میں یہ شرعاً مذموم ہے، حدیث میں اس کی مذمت آئی ہے، اب یہ کہ صرف مذموم ہے یا ناجائز و حرام؟ اس میں اختلاف ہے جمہور علماء ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے، بعض علماء جیسے امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ ان کے نزدیک تسویہ فی النحل واجب، اور تفضیل حرام ہے، اب یہ کہ تسویہ سے کیا مراد ہے؟ بعض شافعیہ و مالکیہ اور امام احمدؒ اور ہمارے امام محمدؒ کے نزدیک اس سے مراد میراث کے قاعدہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین مراد ہے، اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ زندگی میں جو دیا جاتا ہے اس میں ذکر وانثی کا فرق معتبر نہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے: سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فلو اكُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ أخرجه سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَالْبَيْهَقِيُّ اھ (تحفة [1]) امام ترمذیؒ حدیث الباب کے تحت فرماتے ہیں: والعمل على هذا عند بعض أهل العلم يستحبون التسوية بين الولد، حتى قال بعضهم: يسوي بين ولده حتى في القبلة، وقال بعضهم: يسوي بين ولده في النحل والعطية، يعني الذكر والأنثى سواء، وهو قول سفيان الثوري، وقال بعضهم: التسوية بين الولد أن يعطى الذكر مثل حظ الأنثيين مثل قسمة الميراث، وهو قول أحمد، وإسحاق [2].

٣٥٤٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ، وَأَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ، وَأَخْبَرَنَا دَاوُدُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَأَخْبَرَنَا

[1] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي- ج ٤ ص ٦٠٩

[2] جامع الترمذي- كتاب الأحكام- باب ما جاء في النحل والتسوية بين الولد ١٣٦٧

مُجالِدٌ، وإسماعيلُ بنُ سالمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعمانِ بنِ بَشيرٍ، قالَ أحدُهم: أَبي نُحْلًا، قالَ إسماعيلُ بنُ سالمٍ: مِن بَيْنِ القَومِ نِحلةً غُلامًا لَهُ، قالَ: فَقالَتْ لَهُ: أُمِّي عَمْرَةُ بِنتُ رَواحَةَ ائتِ رَسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَأَشْهِدْهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَأَشهَدَهُ، فَذَكَرَ ذلكَ لَهُ، فَقالَ لَهُ: إنّي نَحَلْتُ ابني النُّعمانَ نُحْلًا وَإِنَّ عَمْرَةَ سَأَلَتْني أَن أُشهِدَكَ عَلى ذلكَ، قالَ: فَقالَ: «أَلَكَ وَلَدٌ سِواهُ؟» قالَ: قُلتُ: نَعَمْ، قالَ: «فَكُلَّهُمْ أَعطَيتَ مِثلَ ما أَعطَيتَ النُّعمانَ؟» قالَ: لا، قالَ: فَقالَ: بَعضُ هؤلاءِ المُحَدِّثِينَ، "هذا جَوْرٌ" وقالَ بَعضُهُم: «هذا تَلجِئَةٌ فَأَشهِدْ عَلى هذا غَيْري» قالَ مُغيرةُ: في حَديثِهِ «أَلَيسَ يَسُرُّكَ أَن يَكونوا لَكَ في البِرِّ واللُّطفِ سَواءً» قالَ: نَعَمْ، قالَ: «فَأَشهِدْ عَلى هذا غَيْري» وَذَكَرَ مُجالِدٌ في حَديثِهِ «إِنَّ لَهُم عَلَيكَ مِنَ الحَقِّ أَن تَعدِلَ بَينَهُم كَما أَنَّ لَكَ عَلَيهِم مِنَ الحَقِّ أَن يَبَرُّوكَ» قالَ أبو داوُدَ: في حَديثِ الزُّهرِيِّ، قالَ بَعضُهُم: «أَكُلَّ بَنيكَ»، وقالَ بَعضُهُم: «وَلَدِكَ» وقالَ ابنُ أبي خالِدٍ، عَنِ الشَّعبِيِّ، فيهِ: «أَلَكَ بَنونَ سِواهُ»، وقالَ أبو الضُّحى، عَنِ النُّعمانِ بنِ بَشيرٍ: «أَلَكَ وَلَدٌ غَيرُهُ».

ترجمہ نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک شے عطیہ کی۔ دیگر اساتذہ میں اسماعیل بن سالم نے یوں نقل کیا کہ میرے والد نے مجھے اپنا ایک غلام عطیہ کیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے میرے والد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاکر انکو اس پر گواہ بنالو تو میرے والد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اس ہدیہ کا ذکر کیا اور میرے والد نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک شئے عطیہ کی ہے اور عمرہ نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں آپ ﷺ کو اس معاملہ پر گواہ بنالوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا نعمان کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ تو میرے والد نے کہا: جی ہاں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی قدر دیا جس قدر تم نے نعمان کو دیا ہے؟ تو میرے والد نے عرض کیا: نہیں۔ ہشیم کہتے ہیں کہ میرے بعض اساتذہ نے اسکے بعد نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم ہے اور بعض اساتذہ نے نقل کیا کہ یہ کام زور زبردستی کرایا گیا ہے لہٰذا تم اس معاملہ پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو۔ مغیرہ نے اپنی حدیث میں کہا: کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہاری اولاد تمہاری اطاعت اور شفقت میں برابر ہو؟ تو نعمان کے والد نے عرض کیا: جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس معاملہ پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو۔ مجالد استاد نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ ذکر کیے کہ جس طرح تمہارا اپنی اولاد پر یہ حق ہے کہ وہ تمہاری فرمانبرداری کریں ایسا ہی تمہاری اولاد کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان میں انصاف کرو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ کسی راوی نے أَكُلَّ بَنيكَ اور کسی راوی نے وَلَدِكَ نقل کیا اور ابن ابی خالد نے شعبی سے أَلَكَ بَنونَ سِواهُ نقل کیا اور ابوالضحیٰ نے نعمان بن بشیر سے أَلَكَ وَلَدٌ غَيرُهُ نقل کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٦) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٧) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٧) سنن النسائي - النحل (٣٦٧٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٢) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٧٥) مسند

أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٦٨) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٣)

شرح الحديث **شرح السند:** اس حدیث میں مصنف کے استاد احمد بن حنبلؒ اور انکے استاد ہشیم ہیں، پھر ہشیم اس حدیث کو اپنے پانچ اساتذہ سے روایت کرتے ہیں سیارؒ، مغیرۃؒ، داؤدؒ، مجالدؒ، اسماعیلؒ، اور یہ پانچوں شعبی سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ کتاب الاطراف میں ابوداؤد کی اس سند کو اس طرح نقل کیا ہے عن ابن حنبل عن هشيم عن يسار ومغيرة وداؤد بن أبي هند، ومجالد، واسماعيل بن سالم، خمستهم عن الشعبي اه (بذل [1]) لیکن اس سند کی تعبیر کچھ الجھی ہوئی سی ہے، غور کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آتی۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ أَنْحَلَنِي: أَبِي نُحْلًا، قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ: مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ نِحْلَةً غُلَامًا لَهُ: نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد نے ایک چیز ہدیہ کی۔ ہشیم کے استادوں میں چار نے تو اسی طرح کہا، اور پانچویں استاد یعنی اسماعیل نے اس عطیہ کی تعیین کی غلام کے ساتھ کہ میرے والد نے مجھ کو ایک غلام ہبہ کیا، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ عمرہ نے میرے والد یعنی بشیر سے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جایئے اور اپنے اس ہبہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنالیجئے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ سے صورت حال بیان کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بھی بیٹے ہیں نعمان کے علاوہ؟ انہوں نے کہا جی اور بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان سب کو بھی تم نے غلام دیا ہے جس طرح نعمان کو دیا، انہوں نے عرض کیا کہ ان کو تو نہیں دیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں ہشیم کے یہ اساتذہ خمسہ مختلف ہیں، بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هَذَا جَوْرٌ، اور بعض نے فرمایا هَذَا تَلْجِئَةٌ یعنی آپ نے فرمایا کہ یہ بعض کو دینا اور بعض کو نہ دینا یہ ظلم ہے، اور بعض کی روایت میں جو دوسرا لفظ ہے هَذَا تَلْجِئَةٌ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ کام تجھ سے زبردستی کرایا گیا ہے، یعنی تمہاری بیوی نے تم پر زور ڈال کر ایسا کرایا ہے جس کو تم خود بھی نہیں چاہتے تھے، فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو گواہ نہیں بنتا، اس پر کسی اور کو گواہ بنالے۔

اس سے جمہور کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں کہ ایسا کرنا حرام نہیں صرف مکروہ ہے کیونکہ اگر حرام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے کو گواہ بنانے کی اجازت کیسے دیتے، اور اس سے پہلے جو لفظ آیا تھا هَذَا جَوْرٌ، اس سے فی الجملہ امام احمدؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْدُدْهُ» یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اس ہبہ کو واپس لے لو، اس سے رجوع فی الہبہ کا جواز معلوم ہو رہا ہے جو کہ اختلافی مسئلہ ہے اور ابھی قریب میں گزرا ہے وہ یہ کہ عند الجمہور باپ کے لئے بیٹے کے حق میں رجوع فی الہبہ جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے، اس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بشیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اشہاد علی الہبہ کیلئے آئے تھے یا ہبہ کرنے کے بارے میں مشورہ کے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٢٣

لئے آئے تھے کہ آیا وہ ہبہ کر دیں یا نہ کریں، اس کے بارے میں شراح نے دونوں ہی احتمال لکھے ہیں اور علامہ عینیؒ نے بعض روایات کے الفاظ سے اس کے استشارہ ہونے کو ترجیح دی ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ ابھی تک ہبہ کا تحقق ہی نہ ہوا تھا، اور اس صورت میں فَارْدُدْهُ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے اس ارادہ ہبہ ہی کو ترک کر دو۔

حدیث الباب میں اختلاف روایات: یہ حدیث مشہور ہے، جملہ صحاح ستہ میں مذکور ہے، ان سب روایات میں ہبہ کی تعیین غلام کے ساتھ وارد ہے اور صحیح ابن حبان اور طبرانی میں بجائے غلام کے حدیقہ مذکور ہے یعنی نعمان کی والدہ نے اپنے شوہر سے نعمان کو ایک باغ ہبہ کرنے کی ترغیب دی، ابن حبان نے اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا ہے وہ یہ کہ ولادت نعمان کے وقت میں ان کی والدہ نے اعطاء حدیقہ کی فرمائش کی اور پھر جب نعمان کچھ بڑے ہو گئے اس وقت دوبارہ ان کی والدہ نے ان کے باپ پر عطیہ کا اصرار کیا، یہ دوسرا عطیہ غلام تھا، حافظ نے اس کی ایک دوسری توجیہ اختیار کی وہ یہ کہ شروع میں بشیر نے نعمان کو حدیقہ ہبہ کیا تھا لیکن پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیا، اس پر عمرہ نے دوبارہ اصرار شروع کیا کوئی چیز دینے پر انہوں نے دوسری مرتبہ ان کو غلام ہبہ کیا، مگر چونکہ اس سے پہلے ہبہ کر کے رجوع کر چکے تھے اس لئے اس مرتبہ ان کی اہلیہ نے غلام ہبہ کرنے کے بعد اشہاد پر اصرار کیا (هذا كله ماخوذ من الأوجز[1])۔

اس واقعہ کے بارے میں احقر کے ذہن میں ہمیشہ سے یہ بات ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے نعمان بن بشیرؓ عمرہ بنت رواحہ کے سگے بیٹے ہوں گے اور جو دوسری اولاد تھی جن کے موجود ہونے کی تصریح اس روایت میں مذکور ہے وہ بظاہر بشیر کی دوسری زوجہ سے ہوں گے، اس لئے عمرہ نے صرف اپنے بیٹے کے بارے میں اپنے شوہر سے اس ہبہ کی باصرار فرمائش کی، واللہ تعالیٰ اعلم، کتب رجال سے اس کی تحقیق کی حاجت ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه، وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، من حديث حميد بن عبد الرحمن بن عوف ومحمد بن النعمان بن بشير عن النعمان بشير، قاله المنذري.

۳۵۴۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا هَذَا الْغُلَامُ؟» قَالَ: غُلَامِي أَعْطَانِيهِ أَبِي، قَالَ: «فَكُلَّ إِخْوَتِكَ أَعْطَى كَمَا أَعْطَاكَ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْدُدْهُ».

ترجمہ: نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو ایک غلام عطیہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ غلام تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ تو نعمان نے عرض کیا کہ یہ میرا غلام ہے جو میرے والد نے مجھے عطیہ کیا ہے تو

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٤ ص ١٧٣-١٧٤

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے والد نے تمہارے تمام بھائیوں کو ایسا ہی عطیہ کیا جیسا کہ تمہیں عطیہ کیا ہے؟ تو نعمان نے عرض کیا: نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ غلام واپس کر دو۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٦) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٧) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٧) سنن النسائي - النحل (٣٦٧٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٧٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦٨/٤) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٣)

٣٥٤٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَاجِبِ بْنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ الْمُهَلَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ».

ترجمہ: نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو...... تم لوگ اپنے بیٹوں میں انصاف کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٤٦) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٧) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٧) سنن النسائي - النحل (٣٦٧٢) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٧٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦٨/٤) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٣)

٣٥٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ، سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامًا، وَقَالَتْ لِي: أَشْهِدْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لَهُ إِخْوَةٌ؟» فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَلَيْسَ يَصْلُحُ هَذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ بشیرؓ کی اہلیہ نے کہا کہ تم اپنا غلام میرے بیٹے کو دیدو اور اس پر میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنادو تو حضرت بشیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ (میری اہلیہ) فلاں کی بیٹی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کے بیٹے کو ایک غلام عطیہ کر دوں اور وہ کہتی ہیں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس بیٹے کے کیا اور بھائی بھی ہیں؟ تو بشیرؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے نعمان کے سارے بھائیوں کو اسی طرح عطیہ کیا ہے جو تم نے نعمان کو عطیہ کیا ہے؟ بشیرؓ نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس طرح کرنا صحیح نہیں اور میں تو صرف حق بات پر ہی گواہی دوں گا۔

تخریج: صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٦/٣)

٨٦- بَابٌ فِي عَطِيَّةِ الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

کیا بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ھدیہ کر سکتی ہے؟

کتاب الزکاۃ میں بَابُ الْمَرْأَةِ تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا گزر چکا ہے، اس باب کی احادیث پر کلام وہاں گزر گیا، امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: هِبَةُ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا۔

مسئلة الباب میں اختلاف علماء: عورت کے ہبہ کرنے کی دو صورتیں ہیں: ① ایک بیت زوج سے یعنی جو چیز شوہر نے اسکو گھر میں خرچ کرنے کیلئے دے رکھی ہے، عورت کا اس میں سے صدقہ کرنا، ② دوسری یہ کہ عورت خود اپنے مال میں سے صدقہ کرے، اس دوسری صورت میں جمہور کے نزدیک عورت کیلئے صدقہ وغیرہ کرنا جیسے وہ چاہے جائز ہے، جمہور علماء کا مسلک یہی ہے، اس میں امام مالکؒ کا اختلاف وہاں کتاب الزکاۃ میں گزر چکا ہے ان کے نزدیک عورت کیلئے اپنے مال میں زائد سے زائد صرف ثلث میں تصرف کرنا جائز ہے یعنی بغیر اذن الزوج اس سے زائد میں نہیں، قال الحافظ: وخالف طاؤس فمنع مطلقا، وعن الليث لا يجوز مطلقا إلا في الشيء التافه وأدلة الجمهور من الكتاب والسنة كثيرة اه (من التراجم [1])۔

٣٥٤٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، وَحَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ أَمْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر اسکی عزت و عصمت کا محافظ ہو تو اس عورت کیلئے اپنے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنا درست نہیں ہے۔

تخریج: سنن النسائي - العمرى (٣٧٥٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٢١)

٣٥٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ، إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا».

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی عورت کیلئے کوئی ہدیہ کرنا جائز نہیں ہے۔

تخریج: سنن النسائي - العمرى (٣٧٥٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٢١)

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٥ ص ٢١٨

٨٧- بَابٌ فِي الْعُمْرَى

عمریٰ کا بیان

اور اس کے بعد دوسرا باب آرہا ہے: بَابٌ فِي الرُّقْبَى۔

٣٥٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْعُمْرَى جَائِزَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عمریٰ نافذ ہو جاتا ہے۔

٣٥٤٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت سمرہؓ نبی اکرم ﷺ سے اسی حدیث کے مثل نقل کرتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٣) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٦) سنن النسائي - العمرى (٣٧٥٤) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٤٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٧)

شرح الحديث **عمری کی تعریف اور اسکا حکم شرعی:** عُمریٰ اور رُقبیٰ، ہبہ کی دو خاص صورتیں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں، ان دونوں ہی کے بارے میں روایات متعادجواز مختلف وارد ہیں جیسا کہ دونوں بابوں کی روایات دیکھنے سے ظاہر ہو رہا ہے، لہٰذا ان دونوں کے بارے میں فقہاء کی رائے معلوم ہونی چاہیئے، نیز ہر ایک کا طریقہ و تعریف بھی۔

عمریٰ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے داری لک عمری، یا یوں کہتا ہے اعمرتک داری جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں یہ مکان تجھ کو ہبہ کرتا ہوں، تیری عمر کیلئے، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی سے اس طرح کہہ دے تو پھر یہ جائز ہے لیکن وہ مکان صرف عمر بھر تک کیلئے نہیں بلکہ مُعْمَر لہ کی حیات میں اس کیلئے اور اس کے انتقال کے بعد اسی کے ورثہ کیلئے ہو گا، گویا عمر بھر تک کی قید کا اعتبار نہیں، اس میں امام مالک کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ عمریٰ کی دو صورتیں ہیں اگر مُعمِر نے صرف وہ الفاظ کہے جو اوپر گزرے یعنی "داری لک عمری" اس صورت میں تو وہ مکان معمر لہ کیلئے صرف اس کی زندگی تک کیلئے ہو گا اور اس کے مرنے کے بعد مُعمِر کی طرف لوٹ آئے گا، اور اگر ہبہ کرنے والے نے "داری لک" کے ساتھ "ولعقبک بعدک" بھی کہا ہے تب تو یہ ہبہ ہمیشہ کیلئے نافذ ہو جائے گا اور موتِ مُعْمَر کے بعد اس کے ورثاء کیلئے ہو گا، اور اگر ہبہ کے وقت یہ زیادتی نہیں کہی تھی تو پھر موت معمر لہ کے بعد وہ مکان واہب کی طرف لوٹ آئے گا۔

دراصل یہ اختلاف حقیقت عمری پر متفرع ہے عند الجمہور عمریٰ کی حقیقت تملیک الرقبہ ہے یعنی عین دار کا مالک بنا دینا، اور امام مالک کے نزدیک اس کی حقیقت تملیک المنفعۃ ہے اس لئے ان کے نزدیک معمر لہ اصل مکان کا مالک نہیں ہوتا، اور نہ ان کے

نزدیک اس میں میراث جاری ہوتی ہے یعنی من حیث الملك، اور اگر ہبہ کے وقت میں اس نے "لك والعقبك بعدك" کہا ہو تو اس صورت میں ان کے نزدیک اس کے اندر میراث جاری ہوگی یعنی وہی منفعت کے لحاظ سے، لا من حیث الملك۔

حدیث ابی هريرة رضی الله تعالى عنه أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، وحدیث جابر من طریق ابی سلمة أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، ومن طریق عروة عنه أخرجه النسائی، قاله المنذری، والحدیث الرابع من حدیث جابر بلفظ "ایما رجل أعمر عمری له ولعقبه" الحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه بنحوه، قاله المنذری.

٣٥٥٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «الْعُمْرَى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے عمرٰی اس شخص کی ملکیت ہوتا ہے جس کو وہ شے ہبہ کردی گئی ہو۔

تخریج: صحيح البخاري-الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٢) صحيح مسلم-الهبات (١٦٢٥) جامع الترمذي-الأحكام (١٣٥٠) سنن أبي داود-البيوع (٣٥٥٠) سنن ابن ماجه-الأحكام (٢٣٨٠) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣/٣٨١) موطأ مالك-الأقضية (١٤٧٩)

٣٥٥١- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أُعْمِرَ عُمْرَى فَهِيَ لَهُ، وَلِعَقِبِهِ يَرِثُهَا مَنْ يَرِثُهُ مِنْ عَقِبِهِ».

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو عمرٰی کے طور پر کوئی شے دی گئی ہو تو یہ اس شخص کی اور اسکی اولاد کی ہوگی اس شخص کی اولاد اس عمرٰی کی وارث بنے گی۔

٣٥٥٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعُرْوَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ.

ترجمہ: جابرؓ نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اوزاعی کی طرح لیث بن سعد نے بھی عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٢) صحيح مسلم-الهبات (١٦٢٥) جامع الترمذي-الأحكام (١٣٥٠) سنن أبي داود-البيوع (٣٥٥١) سنن ابن ماجه-الأحكام (٢٣٨٠) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣/٣٨١) موطأ مالك-الأقضية (١٤٧٩)

٨٨- بَابُ مَنْ قَالَ فِيهِ وَلِعَقِبِهِ

عمرٰی کے طور پر ہدیہ کرتے ہوئے یوں کہے کہ یہ شے اس شخص اور اسکی اولاد کی ہے

٣٥٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ أَنَسٍ،

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرَى لَهُ، وَلِعَقِبِهِ فَإِنَّهَا لِلَّذِي يُعْطَاهَا لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا، لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو کوئی شئے عمر بھر کیلئے دی گئی یہ اس کیلئے ہے اسکی زندگی بھر اور اسکے بعد اسکی اولاد کی ہوگی تو یہ شے اسکی ملکیت ہے جس کو یہ شے ہدیہ کی گئی.... یہ شئے دینے والے کو واپس نہیں کی جائے گی..... کیونکہ اس نے ایسا ہدیہ کر دیا ہے جس میں وراثت جاری ہوگی۔

۳۵۵۴- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَقِيلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَاخْتُلِفَ عَلَى الْأَوْزَاعِيِّ، فِي لَفْظِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَرَوَاهُ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، مِثْلَ حَدِيثِ مَالِكٍ.

ترجمہ: ابن شہاب زہری اپنی سند سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں عقیل اور یزید بن ابی حبیب نے ابن شہاب زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے امام اوزاعی کے شاگرد ابن شہاب زہری سے مختلف الفاظ سے حدیث نقل کرتے ہیں اور فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ نے امام مالک کی طرح حدیث نقل کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٢) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٥) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٥٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨١/٣) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٩)

۳۵۵۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: إِنَّمَا الْعُمْرَى الَّتِي أَجَازَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقُولَ: «هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ» فَأَمَّا إِذَا قَالَ: «هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ» فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس عمریٰ کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اسکی صورت یہ تھی کہ ہدیہ کرنے والا شخص یوں کہتا یہ شے تمہاری ملکیت ہے اور تمہاری اولاد اسکی مالک ہے اور اگر کوئی شخص یوں کہتا کہ یہ شئے تمہاری زندگی تک تمہاری ہے تو اس صورت میں یہ شئے ہدیہ کرنے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٢) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٥) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٥٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨١/٣) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٩)

۳۵۵۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُرْقِبُوا وَلَا تُعْمِرُوا فَمَنْ أُرْقِبَ شَيْئًا أَوْ أُعْمِرَهُ فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ».

ترجمہ: جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا رقبیٰ مت کرو اور عمریٰ مت کرو کیونکہ جس شخص نے

دوسرے کو رقبیٰ یا عمریٰ کے طور پر کوئی شے دیدی تو یہ شئے اسکے ورثاء کی ہوگی جس کو عمریٰ اور رقبیٰ کیا گیا ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٢) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢٥) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٥٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨١) موطأ مالك - الأقضية (١٤٧٩)

٣٥٥٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ طَارِقٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْطَاهَا ابْنُهَا حَدِيقَةً مِنْ نَخْلٍ، فَمَاتَتْ، فَقَالَ ابْنُهَا: إِنَّمَا أَعْطَيْتُهَا حَيَاتَهَا وَلَهُ إِخْوَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هِيَ لَهَا حَيَاتَهَا وَمَوْتَهَا»، قَالَ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَلَيْهَا. قَالَ: «ذَلِكَ أَبْعَدُ لَكَ».

ترجمہ جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت کے واقعہ میں فیصلہ سنایا جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ اسکو اسکے بیٹے نے کھجور کا ایک باغیچہ عطیہ کیا پھر اس خاتون کا جب انتقال ہوگیا تو اس کے اس ہدیہ کرنے والے بیٹے نے کہا کہ میں نے اپنی والدہ کو تو یہ شے انکی زندگی بھر کیلئے دی تھی...... اب اس شخص کے اور بھائی بھی تھے...... تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھجور کا باغیچہ تمہاری والدہ کی ملکیت تھا انکی زندگی میں بھی اور ان کے انتقال کے بعد بھی تو اس ہدیہ کرنے والے بیٹے نے کہا کہ میں نے تو اپنی والدہ کو کھجور کا باغیچہ صدقہ کیا تھا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرنے کی صورت میں اپنی صدقہ کی ہوئی شئے کو تمہارے لئے واپس لینا اور بھی زیادہ برا ہے (اس سے کہ تم اپنی ہدیہ کی ہوئی شئے کو واپس لیتے)۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٥٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٩)

٨٩ - بَابٌ فِي الرُّقْبَى

رقبیٰ کا بیان

رقبی کی تعریف اور اس میں اختلاف ائمہ: رقبیٰ یہ بھی ایک ہبہ کا طریقہ ہے عمریٰ کی طرح، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے "داری لك رقبی" یا "ارقبتك داری" جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے یوں کہے کہ میں اپنا یہ مکان تجھ کو اس طور پر دیتا ہوں کہ اگر پہلے میری موت واقع ہوئی تب تو یہ مکان تیرا ہوگا اور اگر تیری موت پہلے واقع ہوئی تب یہ مکان لوٹ کر میری طرف آجائے گا، یہ لفظ مراقبہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی انتظار ہیں کیونکہ ہبہ کی اس نوع میں واہب اور موہوب لہ میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے اسلئے اسکا یہ نام رکھا گیا ہے۔

رقبیٰ کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک جائز ہے مثل عمریٰ کے، اور امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک ناجائز ہے، صاحبین میں سے امام ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں، اور امام محمدؒ امام صاحبؒ کیساتھ، اور منشأ اختلاف یہ ہے کہ ان حضرات

ائمہ اربعہ کا حقیقت رقبیٰ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ وہ کیا ہے، قائلین جواز کے نزدیک اس کی حقیقت تملیک بشرط فاسد ہے، شرط فاسد سے مراد اس کا یہ کہنا کہ اگر تو پہلے مرے تب میرا، اور اگر میں پہلے مروں تب یہ تیرا، ان حضرات کے نزدیک تملیک باقی رہ جاتی ہے اور یہ شرط فاسد کالعدم، لہٰذا یہ تملیک صحیح ہوگی اور بہر صورت مکان اس کیلئے ہوگا، اور جو فقہاء قائل بالجواز نہیں ہیں انکے نزدیک اسکی حقیقت تملیک نہیں بلکہ تعلیق التملیك علی خطرٍ ہے، جس میں قمار کے معنی پائے جاتے ہیں جو کہ ناجائز ہے۔

حديث جابر رضي الله تعالى عنه أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث زيد بن ثابت أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا، وَالرُّقْبَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا».

ترجمہ: حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے عمریٰ جن لوگوں کو دیا جائے ان کے حق میں نافذ ہو جاتا ہے اور رقبیٰ جن لوگوں کو دیا جاتا ہے ان کے حق میں نافذ ہو جاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (۲۴۸۲) صحيح مسلم - الهبات (۱۶۲۵) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۵۰) سنن أبي داود - البيوع (۳۵۵۸) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۳۸۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۸۱) موطأ مالك - الأقضية (۱۴۷۹)

۳۵۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَعْقِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ حُجْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا فَهُوَ لِمُعْمَرِهِ مَحْيَاهُ وَمَمَاتَهُ، وَلَا تُرْقِبُوا فَمَنْ أَرْقَبَ شَيْئًا فَهُوَ سَبِيلُهُ».

ترجمہ: زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے کسی کو کوئی شئ عمر بھر کیلئے دی تو وہ شئ جس شخص کو دیدی ہے اسکی ملکیت ہوگئی اسکی زندگی میں بھی اور اسکے مرنے کے بعد بھی...... اور تم لوگ کسی کو کوئی شئ رقبیٰ کے طور پر مت دو...... جس نے کسی کو کوئی شئ رقبیٰ کے طور پر دیدی تو وہ شئ اسکی ملکیت ہو جائے گی۔

تخریج: سنن النسائي - الرقبى (۳۷۰۷) سنن النسائي - العمرى (۳۷۲۳) سنن أبي داود - البيوع (۳۵۵۹) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۱۸۲) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۱۸۹)

۳۵۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: "الْعُمْرَى أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ هُوَ لَكَ مَا عِشْتَ فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ فَهُوَ لَهُ وَلِوَرَثَتِهِ وَالرُّقْبَى هُوَ أَنْ يَقُولَ الْإِنْسَانُ هُوَ لِلْآخِرِ مِنِّي وَمِنْكَ".

ترجمہ: مجاہد کہتے ہیں کہ عمریٰ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ یہ گھر وغیرہ تمہارا ہے جب تک تم زندہ رہو تو اس طرح کہنے سے یہ شئ جس کو دیدی گئی اسکی ملکیت ہو جائیگی اور اسکے مرنے کے بعد اسکے ورثاء کو ملے گی اور رُقبیٰ کی

تفسیر یہ ہے کہ انسان یوں کہتا ہے کہ یہ گھر وغیرہ اس کی ملکیت ہوگا جو ہم دونوں میں سے زیادہ زندہ رہے۔

٩٠- بَابٌ فِي تَضْمِينِ الْعَارِيَةِ

عاریۃ لی ہوئی شئی کے ضمان کا بیان

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: عاریۃ سے مراد شئی مستعار: یعنی اگر کوئی شخص کسی کو اپنی چیز عاریۃ دے اور پھر وہ شئی مستعیر کے پاس بلا اسکی تعدی کے ہلاک وضائع ہو جائے تو اس صورت میں مستعیر پر اس کا ضمان واجب ہے یا نہیں؟ مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ ضمان کے قائل ہیں اور حنفیہ کے نزدیک ضمان نہیں ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک تفصیل ہے: ما ظهر هلاكه لا ضمان فيه، وما خفي هلاكه فهو مضمون، یعنی اگر وہ شئی مستعار ایسی چیز ہے جس کا ہلاک ہونا ظاہر ہو یعنی قرین قیاس ہو جیسے حیوان اس میں ضمان نہیں ہے، اور جس چیز کا ہلاک ہونا مخفی اور پوشیدہ ہو جیسے کپڑا اس میں ضمان واجب ہو گا (بذل عن الخطابی[1])۔

٣٥٦١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّيَ». ثُمَّ إِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ، فَقَالَ: «هُوَ أَمِينُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی شئی کو مستعار لینے والے شخص پر شئی کی ادائیگی لازم ہے پھر حسن بصری اس حدیث کو بھول گئے اور انہوں نے یہ فتوی دیا کہ مستعار لینے والا شخص امین ہوتا ہے اس پر اس شئی کا ضمان لازم نہیں ہوتا۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٦) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٦١) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٠٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٣) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٩٦)

شرح الحدیث: ید سے مراد صاحب ید، یعنی جس شخص نے کسی کی جو چیز لے رکھی ہے (عاریۃ) تو وہ اس کے ذمہ میں ہے جب تک اس کو ادا نہ کرے ادا کا تعلق عین ماوجب سے ہوتا ہے اور قضا وضمان کا تعلق مثل ماوجب سے تو اس حدیث میں ادا کاذکر ہے نہ کہ ضمان اور قضا کا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ عاریۃ میں ضمان نہیں ہے شئی مستعار اگر موجود و محفوظ ہے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر ضائع ہو جائے تو پھر اس کا مثل یعنی ضمان واجب نہیں۔

پس اس روایت کا حاصل یہ ہوا، العاریۃ مؤداۃ، اور اگر عاریت میں ضمان ہوا کرتا تو اس کیلئے اس طرح ہوتا "العاریۃ مضمونۃ" حالانکہ باب کی آخری حدیث میں تصریح آرہی ہے کہ عاریۃ مضمونہ نہیں بلکہ مؤداۃ ہے، پھر آگے روایت میں یہ ہے: ثُمَّ إِنَّ الْحَسَنَ

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٣ ص ١٧٧. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٤٤

نَسِيَ، فَقَالَ: «هُوَ أَمِينُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ»، یہ قتادہ کا کلام ہے کہ ہمارے استاد حسن یہ کہتے ہیں کہ مستعیر امین ہوتا ہے اس پر ضمان واجب نہیں، قتادہ یہ کہہ رہے ہیں کہ شاید ہمارے استاد اپنی بیان کردہ حدیث بھول گئے یعنی علی الید ما اخذت الخ یہ قتادہ کا اپنا گمان ہے جو صحیح نہیں، وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حسن نے جو حدیث مرفوع نقل کی ہے وہ مقتضی ہے ضمان عاریۃ کو، حالانکہ ایسا نہیں، الفاظ حدیث کا تقاضا خود یہی ہے کہ ضمان نہ ہونا چاہیے۔ (بذل بایضاح [1]) والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٥٦٢- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَدْرَاعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ: أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: «لَا، بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذِهِ رِوَايَةُ يَزِيدَ بِبَغْدَادَ وَفِي رِوَايَتِهِ بِوَاسِطٍ تَغَيُّرٌ عَلَى غَيْرِ هَذَا».

ترجمہ صفوان بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کی جنگ کیلئے ان سے کچھ زرہیں عاریۃ لیں تو صفوان نے کہا: اے محمد! کیا یہ زرہیں آپ بطور غصب کے لے رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ زرہیں میں عاریۃ لے رہا ہوں جن کا ضمان میرے ذمہ لازم ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے بغداد میں اسی طرح حدیث نقل کی اور انہوں نے مقام واسط میں اس حدیث سے مختلف روایت نقل کی۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٥٦٢) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٦٥)

شرح الحديث امیہ بن صفوان اپنے باپ صفوان بن امیہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے چند زرہیں عاریۃ لیں، تو دیتے وقت صفوان نے پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ زرہیں بطور غصب کے لے رہے ہیں یا عاریۃ (اس وقت تک صفوان اسلام نہیں لائے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصباً نہیں بلکہ عاریۃ، اور عاریۃ بھی ایسی جو ضمان والی ہوگی۔

توجيه الحديث على مسلك الحنفية: اس حدیث سے قائلین ضمان کی تائید ہو رہی ہے، لیکن یہی حدیث باب کے آخر میں بھی (برقم ٣٥٦٦) آرہی ہے اس میں اس طرح ہے: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَعَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ، أَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ، قَالَ: «بَلْ مُؤَدَّاةٌ»، لہذا ایسی صورت میں ضمان پر استدلال صحیح نہیں، اور حضرت نے بذل میں "بل عاریۃ مضمونۃ" کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد قاعدہ کلیہ اور بطور بیان حکم شرعی کے نہیں ہے بلکہ چونکہ صفوان اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور ادھر مسلمانوں کو اسلحہ کی حاجت تھی اس لئے خاص اس موقع کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ یہ عاریۃ ضمان والی ہوگی، تاکہ صفوان عاریۃ دینے پر مطمئن ہو جائیں اور وہ وقتی ضرورت مسلمانوں کی پوری ہو جائے، اور یہ اس بات کی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٣٩

دلیل نہیں ہے کہ تمام عواری کا حکم یہی ہے اھ جس کا قرینہ یہ ہے کہ آگے ایک روایت میں یہ آرہاہے کہ آپ ﷺ نے جو زرہیں صفوان سے عاریۃً لیں تھیں توجب ان کے واپس کرنے کا وقت آیا تو ان میں چند زرہیں تعداد میں کم تھیں اس پر حضور ﷺ نے صفوان سے فرمایا کہ تمہاری چند زرہیں مفقود ہو گئیں: فَهَلْ نَغْرَمُ لَكَ؟ قَالَ: لَا، يَا رَسُولَ اللهِ الخ یعنی آپ نے فرمایا کہ کیا ہم ان کا ضمان تمہیں دیں؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ، اس لئے کہ میرے قلب میں آج وہ بات ہے جو اس وقت نہیں تھی۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣٥٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ أُنَاسٍ، مِنْ آلِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَا صَفْوَانُ، هَلْ عِنْدَكَ مِنْ سِلَاحٍ؟»، قَالَ: عَارِيَةً أَمْ غَصْبًا، قَالَ: «لَا، بَلْ عَارِيَةً» فَأَعَارَهُ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِينَ إِلَى الْأَرْبَعِينَ دِرْعًا، وَغَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا، فَلَمَّا هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ جُمِعَتْ دُرُوعُ صَفْوَانَ فَفَقَدَ مِنْهَا أَدْرَاعًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَفْوَانَ: «إِنَّا قَدْ فَقَدْنَا مِنْ أَدْرَاعِكَ أَدْرَاعًا، فَهَلْ نَغْرَمُ لَكَ؟» قَالَ: لَا، يَا رَسُولَ اللهِ، لِأَنَّ فِي قَلْبِي الْيَوْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَكَانَ أَعَارَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ، ثُمَّ أَسْلَمَ».

ترجمہ: عبداللہ بن صفوان کے اہل خانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے صفوان! کیا تمہارے پاس اسلحہ ہے؟ تو صفوان نے کہا: آپ ﷺ مجھ سے اسلحہ بطور عاریۃ لینگے یا غصب کرکے لے رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ ہم عاریۃ لے رہے ہیں، تو صفوان نے تیس اور چالیس کے درمیان زرہیں حضور ﷺ کو عاریۃ دیدی تو رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین کیلئے تشریف لے گئے جب مشرکین شکست کھاگئے تو صفوان کی زرہیں جمع کی گئیں تو ان میں سے چند زرہیں گم ہو گئیں رسول اللہ ﷺ نے صفوان سے فرمایا کہ تمہاری زرہوں میں سے چند زرہیں ہم سے گم ہو گئیں ہیں تو کیا ہم تمہیں اسکا تاوان ادا کریں؟ صفوان نے کہا: اللہ کے رسول تاوان کی ضرورت نہیں کیونکہ آج کے دن میرے دل میں اسلام سے وہ محبت پیدا ہو چکی جو اس دن نہیں تھی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ صفوان نے اسلام لانے سے پہلے زرہیں عاریۃ دی تھیں پھر وہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔

٣٥٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ نَاسٍ، مِنْ آلِ صَفْوَانَ قَالَ: اسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: صفوان کے اہل خانہ میں سے چند لوگ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان سے چند زرہیں عاریۃً لیں۔

٣٥٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ. فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ. وَلَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَلَا الطَّعَامَ، قَالَ: «ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا» ثُمَّ قَالَ: «الْعَوَرُ

مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ».

ترجمہ: ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ پاک نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا ہے لہٰذا وارث کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں اور کوئی عورت اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورت شوہر کے گھر سے اناج وغیرہ بھی نہیں خرچ کر سکتی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اناج تو ہمارے اموال میں سے عمدہ ترین مال ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عاریۃ لی ہوئی شئی ادا کی جائیگی اور جو بکری دودھ پینے کیلئے کچھ وقت کیلئے دی گئی اس بکری کا واپس لوٹانا ضروری ہے اور قرضہ کی ادائیگی مقروض پر لازم ہے اور کفیل پر تاوان لازم ہوتا ہے (جب اصیل رقم ادا نہ کرے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٠) سنن أبي داود - البيوع (٣٥٦٥) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٩٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٦٧)

شرح الحدیث: الْعَوَرُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ: یعنی عاریۃ کی شئی کو اس کے مالک تک پہنچانا ضروری ہے اسی طرح منیحہ کا مالک تک لوٹانا ضروری ہے، منیحہ کا ذکر بارہا آچکا ہے یعنی کوئی دودھ والا جانور، یا کوئی پھل دار درخت جو کسی کو چند روز کیلئے برائے انتفاع دیا جائے، اور دین کا ادا کرنا واجب ہے اور کفیل ضامن ہوتا ہے، زعامۃ بمعنی کفالت، اور غارم ماخوذ ہے غرم سے جس کے معنی شئی لازم کا ادا کرنا۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه مختصراً. قاله المنذري۔

٣٥٦٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْعُصْفُرِيُّ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا» قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: أَعَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ، أَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ، قَالَ: «بَلْ مُؤَدَّاةٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَبَّانُ خَالُ هِلَالٍ الرَّائِيِّ».

ترجمہ: یعلیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا جب میرے قاصد تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو تیس زرہیں اور تیس اونٹ دیدینا تو صفوان نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ عاریۃ کے طور پر دی جائیگی جسکا ضمان بھی ادا کرنا لازم ہوگا یا ایسی عاریۃ کے طور پر یہ معاملہ ہے کہ اس میں یہ شئی جب تک موجود ہے انکو ادا کرنا لازم ہوگا (ہلاک ہونے کی صورت میں ان کا ضمان نہیں آئیگا) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شئی موجود ہے اسکی ادائیگی لازم ہوگی (اس طور پر یہ عاریۃ کا معاملہ کیا جارہا ہے)۔

شرح الحدیث: اس روایت میں اس طرح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قصہ اور عاریۃ پر دینے والے یعلیٰ تھے، حالانکہ گزشتہ روایات میں یہ ہے کہ وہ صفوان بن یعلیٰ تھے، ولم يتعرض له في شئى من الشروح التي بايدينا فليفتش۔

والحدیث أخرجه النسائی. قاله المنذری۔

۹۱۔ بَابٌ فِيمَنْ أَفْسَدَ شَيْئًا يَغْرَمُ مِثْلَهُ

﴿کوئی شخص دوسرے کی کوئی شئے خراب کردے تو اس شئے کی جیسی شئے بطور تاوان دینی پڑے گی﴾

یعنی جو شخص کسی کی چیز خراب اور ضائع کردے تو اس کو اس کا ضمان دینا ہوگا۔

وجوب ضمان کا ضابطہ: اس ترجمۃ الباب سے مصنف کی غرض ضمان المتلفات کو بیان کرنا ہے، اور ضابطہ اس کا یہ ہے کہ اشیاء کی دو قسمیں ہیں ذوات الامثال اور ذوات القیم، قسم اول کے ضمان میں مثل واجب ہوتا ہے یعنی مثل حسی، اور قسم ثانی میں مثل معنوی واجب ہوتا ہے یعنی قیمت، مکیلات اور موزونات یہ سب ذوات الامثال میں سے ہیں اور حیوانات ذوات القیم میں سے ہیں۔

۳۵۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمِهَا قَصْعَةً فِيهَا طَعَامٌ، قَالَ: فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِسْرَتَيْنِ فَضَمَّ إِحْدَاهُمَا إِلَى الْأُخْرَى، فَجَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ، وَيَقُولُ: «غَارَتْ أُمُّكُمْ» زَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى «كُلُوا» فَأَكَلُوا حَتَّى جَاءَتْ قَصْعَتُهَا الَّتِي فِي بَيْتِهَا، ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى لَفْظِ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ قَالَ «كُلُوا» وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الرَّسُولِ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک اہلیہ (حضرت عائشہؓ) کے گھر میں تشریف فرماتھے تو دوسری اہلیہ (حضرت صفیہ یا حفصہ یا ام سلمہ) نے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا تو حضرت عائشہؓ نے اس لانے والی خادمہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور وہ برتن ٹوٹ گیا۔ ابن مثنی استاد نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے دو ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے ملا کر اس میں کھانا جمع فرمانا شروع کردیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ تمہاری ماں (حضرت عائشہؓ) کو غیرت آگئی اور ابن المثنی استاد نے یہ اضافہ نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کھانا کھاؤ تو حاضرین نے اس کھانا کو تناول کیا پھر جن اہلیہ (عائشہؓ) کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان کے گھر کا پیالہ آگیا...... مسدد کی حدیث کے الفاظ اسکے بعد یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ اور قاصد اور پیالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکے رکھا یہاں تک کہ جب سب کھا کر فارغ ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد کو ایک ثابت برتن عطا فرمادیا اور اس ٹوٹے ہوئے برتن کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔

تخریج: صحیح البخاري - المظالم والغصب (۲۳۴۹) صحیح البخاري - النکاح (۴۹۲۷) سنن النسائي - عشرة النساء (۳۹۵۵) سنن أبي داود - البیوع (۳۵۶۷) سنن ابن ماجه - الأحکام (۲۳۳٤) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳/۱۰۵) سنن الدارمي - البیوع (۲۵۹۸)

شرح الحديث **آپ ﷺ کے کمال حسن معاشرت کی حکایت:** بعض نساء سے مراد حضرت عائشہؓ ہیں یعنی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کی باری میں ان کے پاس تھے تو آپ ﷺ کی ازواج میں کسی ایک زوجہ محترمہ نے (قيل هي صفية أو حفصة أو أم سلمة، ويحتمل تعدد الواقعة [1]) اپنے خادم کے ساتھ ایک پلیٹ بھیجی جس میں کھانا تھا جب خادم وہ کھانا لیکر اندر داخل ہوا تو حضرت عائشہؓ نے اس پر اپنا ہاتھ مارا جس سے وہ پلیٹ گر کر ٹوٹ گئی اور دو ٹکڑے ہو گئی، آپ ﷺ نے ان دونوں ٹکڑوں کو اٹھا کر اور ان دونوں کو آپس میں جوڑ کر وہ گرا ہوا کھانا اس میں جمع کرنے لگے اور بغیر کسی اظہارِ ناراضگی اور غصہ کے حضرت عائشہؓ کی طرف سے بطور معذرت کے آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے: غَارَتْ أُمُّكُمْ کہ تم لوگوں کی اماں جی کو دوسرے کے یہاں کا کھانا دیکھ کر غیرت آئی (اور سوکنوں کی آپس میں غیرت اور تنافس معروف ہے، ہی جو ایک فطری چیز ہے جس میں انسان مجبور ہوتا ہے آپ ﷺ نے بھی حضرت عائشہؓ کے اس فعل کو غیرت ضرائر پر محمول فرماتے ہوئے کچھ نہ فرمایا اور بڑی حکمت [2] عملی سے کام لیا، چنانچہ اس کا اثر علی الفور یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ شرمندہ ہو گئیں اور ایک دم کہنے لگیں: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْتُ؟ یعنی یہ جو کچھ میں نے کیا اس کی تلافی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَاءٌ مِثْلُ إِنَاءٍ وَطَعَامٌ مِثْلُ طَعَامٍ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اس پلیٹ کے بدلہ میں ایک دوسری پلیٹ اندر سے لے کر آئیں، چنانچہ اس قصعہ مکسورہ کے بدلہ میں وہ قصعہ صحیحہ اس قاصد کے بدست جو کھانا لیکر آیا تھا بھیجی گئی آگے دوسری روایت میں یہ بھی ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے صفیہؓ جیسا کھانا بنانے والی کوئی عورت نہیں دیکھی وہ فرماتی ہیں کہ جب انہوں نے کھانا بنا کر حضور ﷺ کے لئے بھیجا: فَأَخَذَنِي أَفْكَلٌ تو میں غصہ سے تھرا گئی۔

ہم نے ترجمۃ الباب کی تشریح میں کہا تھا کہ مصنف کی غرض اس باب سے ضمان المتلفات کو بیان کرنا ہے لیکن قصعہ اور طعام ذوات الامثال میں سے نہیں ہیں، لہذا ان میں ضمان بالمثل نہیں بلکہ بالقیمت ہے، مگر چونکہ یہ حقیقۃً ضمان تھا ہی نہیں اس لئے کہ دونوں پلیٹیں حضور ﷺ ہی کی ملک تھیں، گھروں کا اکثر سامان زوج ہی کی ملکیت ہوتا ہے، بلکہ اس سے مقصود تطییب خاطر صفیہؓ تھا فلا اشکال۔

حديث انس رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث عائشة رضي الله تعالى عنها أخرجه النسائي، قاله المنذري.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲۴۵

[2] دراصل آدمی کے جوش واشتعال کے وقت اس کیلئے نصیحت مفید اور مؤثر نہیں ہوتی اسلئے آپ نے اس وقت کوئی نصیحت اور تنبیہ نہیں فرمائی، بعد میں جب ان کا غصہ اور جھڑاس نکل گیا تو وہ خود ہی معذرت فرمانے لگیں بلکہ تلافی کی صورت دریافت کرنے لگیں اس حدیث میں بہت بڑا سبق ہے حسن معاشرت اور مکارم اخلاق کا اور مستورات کے جذبات کی رعایت کا، باوجود ان کی فہمائش اور تنبیہ کرنے کے، ﷺ اللهم وفقنا لمكارم الاخلاق التي بعث لاتمامها نبينا ﷺ۔

٣٥٦٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ، عَنْ جَسْرَةَ بِنْتِ دَجَاجَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: مَا رَأَيْتُ صَانِعًا طَعَامًا مِثْلَ صَفِيَّةَ، صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَبَعَثَتْ بِهِ، فَأَخَذَنِي أَفْكَلٌ، فَكَسَرْتُ الْإِنَاءَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْتُ؟ قَالَ: «إِنَاءٌ مِثْلُ إِنَاءٍ وَطَعَامٌ مِثْلُ طَعَامٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے صفیہ جیسی عمدہ کھانا بنانے والی عورت نہیں دیکھی ایک دفعہ حضرت صفیہؓ نے رسول اللہ ﷺ کیلئے کھانا تیار کر کے وہ کھانا بھجوایا (میری باری میں) تو مجھے اس پر خوب غصہ آیا تو میں نے وہ برتن توڑ دیا پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے اس کام کا کیا کفارہ ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کھانا کے بدلہ میں دوسرا کھانا دینا لازم ہے اور اس برتن کے بدلہ میں دوسرا برتن دینا لازمی ہے۔

تخریج: سنن النسائي-عشرة النساء (٣٩٥٧) سنن أبي داود- البيوع (٣٥٦٨) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٢٧٧/٦)

٩٢- بَابُ الْمَوَاشِي تُفْسِدُ زَرْعَ قَوْمٍ

کسی شخص کے مال مویشی دوسرے شخص کے کھیت خراب کر دیں

٣٥٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطَ رَجُلٍ فَأَفْسَدَتْهُ عَلَيْهِمْ، «فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْأَمْوَالِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ، وَعَلَى أَهْلِ الْمَوَاشِي حِفْظَهَا بِاللَّيْلِ».

ترجمہ: حضرت محیصہ فرماتے ہیں کہ براء بن عازبؓ کی ایک اونٹنی ایک شخص کے باغیچہ میں داخل ہوئی اور اس نے اس کا باغیچہ خراب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغیچہ والے دن میں اپنے باغیچوں کی حفاظت کرینگے اور مویشیوں کے مالکوں کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کی رات کے وقت حفاظت کریں۔

تخریج: سنن أبي داود- البيوع (٣٥٦٩) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٤٣٦/٥) موطأ مالك- الأقضية (١٤٦٧)

شرح الحدیث: حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی کسی شخص کے باغ میں گھس گئی اور اسکو خراب کر ڈالا، تو اس موقع پر حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ باغ اور کھیت والوں کے ذمہ ہے اپنے باغات اور کھیتوں کی حفاظت کرنا دن میں، اور ارباب مواشی کے حق میں یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے ذمہ ہے اپنے جانوروں کی حفاظت اور نگرانی رات کے وقت میں یعنی جانوروں کو رات میں تو باندھ کر رکھا جائے تاکہ کسی کا باغ اور کھیتی خراب نہ کریں، اور دن میں کھیت والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی چیز کی حفاظت خود کریں۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر رات میں کسی کا ماشیہ کسی دوسرے شخص کا کھیت خراب کرے گا تو اس پر اس کا ضمان واجب ہوگا، اور اگر نقصان دن میں ہو تو پھر اہل مواشی پر کوئی ضمان نہیں، جمہور کا مذہب یہی

ہے، حنفیہ کے نزدیک دن اور رات کا اس میں کوئی فرق نہیں لحدیث العجماء جرحها جبار[1]، یہ حدیث حدیث الباب سے زیادہ صحیح ہے اور متفق علیہ یعنی صحیحین کی روایت ہے، اور حدیث الباب سنن کی روایت ہے البتہ ایک شرط ضمان کی اور ہے جو متفق علیہ ہے وہ یہ کہ اس ماشیہ کے ساتھ اسکا سائق نہ ہو، اگر سائق ہو گا تو اس صورت میں ضمان ہو گا اسلئے کہ اس صورت میں وہ فعل دابہ (افساد وغیرہ) سائق کی طرف منسوب ہو گا، اور جس صورت میں ماشیہ کے ساتھ سائق نہیں ہو گا اس وقت فعل دابہ کی نسبت دابہ کی طرف ہو گی، اور حدیث میں فعل دابہ ہی کو جُبار اور عفو قرار دیا گیا ہے، لہذا ضمان وعدم ضمان کے لئے یہ قید تو بالاتفاق معتبر ہے لیکن یہ دن اور رات والے فرق کی بات یہ مختلف فیہ ہے، والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۳۵۷۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَتْ لَهُ نَاقَةٌ ضَارِيَةٌ فَدَخَلَتْ حَائِطًا فَأَفْسَدَتْ فِيهِ، فَكُلِّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا: «فَقَضَى أَنَّ حِفْظَ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَنَّ عَلَى أَهْلِ الْمَاشِيَةِ مَا أَصَابَتْ مَاشِيَتُهُمْ بِاللَّيْلِ».

ترجمہ حرام بن محیصہ حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کی ایک اونٹنی تھی جو لوگوں کے کھیتوں کو چرتی تھی تو وہ اونٹنی ایک باغیچہ میں داخل ہو گئی اور اس نے وہ کھیت خراب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ میں دریافت کیا گیا کہ اس میں حکم شرعی کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دن کے وقت کھیت والوں کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے کھیتوں کی حفاظت کریں اور رات کے وقت مویشی والوں کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کی حفاظت کریں...... اور مویشی والوں پر اس کا تاوان ادا کرنا لازم ہو گا جو ان کے مویشی رات کے وقت کسی کے کھیت کو نقصان پہنچائیں۔

تخریج سنن أبي داود - البيوع (٣٥٧٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣٦/٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٦٧)

شرح الحدیث ناقہ ضاریہ وہ اونٹنی جو کھلی پھرنے کی وجہ سے لوگوں کے کھیت چرنے کی عادی ہو حضرت براء بن عازبؓ نے اپنا یہ واقعہ خود بیان کیا کہ ان کی ایک اونٹنی ایسی تھی اور پھر حضور ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

آخر كتاب البيوع

[1] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب العجماء، والمعدن، والبئر جبار ٤٥٩٣

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْأَقْضِيَةِ

قاضی بننے اور فیصلہ سنانے کے متعلق ارشادات نبوی

اور بعض نسخوں میں ہے کِتَابُ الْأَقْضِيَةِ[1]، امام ترمذیؒ نے کتاب البیوع کے بعد کتاب الأحکام عنوان قائم کیا ہے اور مصنفؒ نے کتاب القضاء دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، صرف تعبیر کا فرق ہے اس لئے کہ احکام سے مراد ترمذی میں احکام قاضی ہیں، لہذا دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا، کتاب البیوع اور قضا میں مناسبت ظاہر ہے وہ یہ کہ بیوع اور معاملات میں بسا اوقات اختلاف ونزاع رونما ہو جاتا ہے جس کے فیصلہ کیلئے قاضی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، کتاب الأحکام کا عنوان صحیح بخاری میں بھی ہے جس کو انہوں نے تقریباً کتاب کے اخیر میں کتاب الفتن کے بعد ذکر کیا ہے۔

١ ـ بَابٌ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ

قاضی بننے کا مطالبہ کرنا پسندیدہ نہیں

٣٥٧١ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص قاضی بنا دیا گیا تو گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام (١٣٢٥) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٧١) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٠٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٣٦٥)

شرح الحدیث الکوکب الدری میں فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ کے معنی یہ لکھے ہیں وہ ہمیشہ کیلئے مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا بغیر سکین سے اسی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ جو ذبح سکین سے ہوتا ہے وہ تو تھوڑی دیر کی مصیبت اور تکلیف ہوتی ہے اور جب بغیر سکین کے ذبح کیا جائے گا تو اس کی مشقت بڑی طول وطویل ہوگی پھر اس مشقت دیرینہ وطویلہ کے بعد دو صورتیں ہیں یا تو اپنی دینداری اور انصاف کی وجہ سے جزیل ثواب کا مستحق ہو گا یا فیصلوں میں ظلم کر کے دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی ڈبو دے گا اھ[2]، اور امام خطابیؒ

---

[1] نسخہ بذل میں کِتَابُ الْقَضَاءِ کا عنوان موجود ہے۔

[2] الکوکب الدري على جامع الترمذي – ج ٢ ص ٣٤٢-٣٤٣

نے بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ کے ایک معنی یہ بھی لکھے ہیں کہ یہ اسلئے فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ آپ کے کلام میں ذبح اور ہلاکت سے ہلاکت حسی مراد نہیں بلکہ ہلاکت معنوی یعنی دینی نقصان [1]، اور علامہ سندھیؒ نے "فتح الودود" حاشیۂ ابی داوٗد میں لکھا ہے کہ یہ جملہ صورۃً خبر ہے لیکن معنیً انشاء ہے یعنی جس شخص کو قاضی بنادیا جائے اسکو چاہیے کہ وہ اپنے اندر سے خواہشات نفسانیہ کو ذبح کرڈالے اور اپنے نفس کو کچل دے اسلئے کہ تب ہی وہ صحیح معنی میں اپنے فرائض منصبی کو انجام دے سکتا ہے اور یا یہ عہدۂ قضا کی مذمت ہے کہ اس میں رغبت نہ کرنی چاہیے اس لئے کہ اس میں بڑا خطرہ ہے ہلاکت ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٣٥٧٢ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، وَالْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا مقرر کردیا گیا تو گویا اسکو بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٢٥) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٧٢) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٠٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٦٥)

٢- بَابٌ فِي الْقَاضِي يُخْطِئُ

قاضی سے اگر غلطی ہو جائے؟

٣٥٧٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ شَيْءٍ فِيهِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ بُرَيْدَةَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ.

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک قسم کے قاضی جنت میں جائینگے اور باقی دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے .... جو قاضی جنت میں جائینگے وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحیح اور درست کو پہچان کر حق کے مطابق فیصلہ کیا اور جنہوں نے حق کو پہچانا پھر بھی ظالمانہ فیصلہ کیا تو وہ جہنمی ہیں اور جو قاضی جہالت کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کرتا ہے تو وہ بھی جہنمی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٧٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣١٥)

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ١٥٩

شرح الحدیث: اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں کتاب الخراج میں بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ میں (تحت ۲۹۳٤) گزر چکا ہے۔
یعنی قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جن میں ایک قسم تو جنت میں جائے گی اور دو جہنم میں، جو جنت میں جائے گا وہ وہ قاضی ہے جو حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے، اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس نے حق کو پہچاننے کے باوجود اس کے خلاف فیصلہ کیا، اور تیسری قسم وہ ہے جس نے سرے سے حق ہی کو نہیں پہچانا، یہ دونوں قسمیں جہنمی ہیں۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۳٥۷٤ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ» فَحَدَّثْتُ بِهِ أَبَا بَكْرِ بْنَ حَزْمٍ، فَقَالَ: هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جب حاکم فیصلہ کرنے کا ارادہ کرے اور فیصلہ کرنے سے پہلے شرعی تقاضوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لے پھر اسکا یہ فیصلہ شرعی حکم کے مطابق رہا تو ایسے حاکم کیلئے دگنا ثواب ہے ...... اور اگر اجتہاد کے بعد فیصلہ کرنے میں حاکم سے غلطی ہوئی کہ وہ شریعت کے حکموں کے مطابق فیصلہ نہ کر سکا تو ایسے حاکم کو ایک جزا ملتی ہے۔ یزید بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابو بکر بن حزم کو سنائی تو انہوں نے کہا: ابو سلمہ نے مجھے حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩١٩) صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٦) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٧٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣١٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٩٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٠٤)

شرح الحدیث: یعنی جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اپنے اجتہاد سے (یعنی فروع محتملہ غیر منصوصہ میں) اور اس کا اجتہاد درست رہا یعنی اصل حکم شرعی کے موافق رہا تو اس کے لئے دو اجر ہیں، ایک اجر الاجتہاد اور ایک اجر الاصابۃ، اور اگر حاکم نے اجتہاد کے بعد فیصلہ کیا ایسا اجتہاد جس میں اس سے خطا واقع ہوئی ہے اور اصل حکم شرعی کو نہ پہنچ سکا تب بھی اس کے لئے اجر ہے مگر ایک، یعنی اجر الاجتہاد، اس لئے کہ قاضی اور مفتی کا اجتہاد یہ اس کی عبادت ہے، اور جو خطا اس سے سرزد ہوئی وہ معاف کر دی جاتی ہے۔
والحديث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه مطولاً ومختصراً، قاله المنذری۔

۳٥۷٥ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ نَجْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ أَبُو كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَنَالَهُ، ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ، فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص مسلمانوں کے درمیان قاضی بننے کا مطالبہ کرے پھر اس عہدہ قضا کو پالے تو قاضی بننے کے بعد اگر اسکا انصاف اسکے ظلم پر غالب رہا تو یہ شخص جنتی ہے اور اگر اسکا ظلم اسکے انصاف پر غالب رہا تو یہ شخص جہنم میں جائیگا۔

شرح الحدیث بذل میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اگرچہ عہدۂ قضاء کی طلب مکروہ ومذموم ہے لیکن اگر کسی شخص نے اس عہدہ کو حاصل کر ہی لیا اور پھر اس کا عدل وانصاف اس کے جور وظلم پر غالب رہا تو اس کیلئے جنت ہے اور وہ کامیاب ہے اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب رہے گا اس کیلئے نار ہے اھ [1]، ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس قاضی کی صفت عدل صفت جور پر غالب رہی یعنی ہر فیصلہ میں اس کا عدل اس کی ناانصافی پر غالب رہا اور یہ مطلب نہیں کہ جس قاضی کے زیادہ تر فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہوں اور بعض غیر انصاف پر اس کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٥٧٦ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي يَحْيَى الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: {وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ [2]}. إِلَى قَوْلِهِ: {الْفٰسِقُوْنَ} «هَؤُلَاءِ الْآيَاتُ الثَّلَاثُ نَزَلَتْ فِي الْيَهُودِ خَاصَّةً فِي قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ سے لیکر وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یہ تینوں آیتیں بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئیں تھیں۔

٣۔ بَابٌ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ وَالتَّسَرُّعِ إِلَيْهِ

شعبہ قضا مانگنا اور اسکی طرف لپکنا ناپسندیدہ ہے

٣٥٧٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ رَجَاءٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيِّ الْأَزْرَقِ، قَالَ: دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَبْوَابِ كِنْدَةَ وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ، جَالِسٌ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَا: أَلَا رَجُلٌ يُنَفِّذُ بَيْنَنَا، فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْحَلْقَةِ أَنَا، فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ كَفًّا مِنْ حَصًى فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: «مَهْ إِنَّهُ كَانَ يُكْرَهُ التَّسَرُّعُ إِلَى الْحُكْمِ».

ترجمہ عبد الرحمن بن بشر الازرق کہتے ہیں ابواب کندہ مقام کے دو شخص داخل ہوئے اور اس مجلس میں ابو مسعود انصاری تشریف فرما تھے...... ان دونوں افراد نے کہا کہ کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کر سکے؟ تو حاضرین مجلس

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٥٦

[2] اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر (سورۃ المائدۃ: ٤٤)

میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکتا ہوں تو حضرت ابو مسعودؓ نے اپنی ہتھیلی میں کنکر اٹھا کر اس شخص کو مارے اور فرمایا رک جاؤ فیصلہ سنانے اور قاضی بننے کی جلدی کرنا صحابہ کرام میں ناپسندیدہ عمل تھا۔

۳۵۷۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَيْهِ، وُكِلَ إِلَيْهِ، وَمَنْ لَمْ يَطْلُبْهُ وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَيْهِ، أَنْزَلَ اللَّهُ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ» . وَقَالَ وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالِ بْنِ مِرْدَاسٍ الْفَزَارِيِّ، عَنْ خَيْثَمَةَ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ.

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص قاضی کا عہدہ طلب کرے اور اس عہدہ کو حاصل کرنے کیلئے لوگوں سے مدد طلب کرے تو یہ ذمہ داری اسی کے سر تھونپ دی جاتی ہے .... اور جو عہدہ قضا طلب نہ کرے اور نہ ہی اس عہدہ کے حصول کیلئے لوگوں سے مدد طلب کرے تو اللہ پاک ایک فرشتہ نازل فرماتے ہیں جو حق بات کی طرف اسکی رہنمائی کرتا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۲۳) سنن أبي داود - الأقضية (۳۵۷۸) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۳۰۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۸/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۰/۳)

۳۵۷۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَنْ نَسْتَعْمِلَ، أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ» .

ترجمہ ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم اپنے عہدوں (عہدہ قضا یا کسی مقام کی نگرانی) پر ایسے شخص کو ہرگز حکمران اور قاضی نہیں بنائیں گے جس میں اس عہدہ کے حصول کی خواہش ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الإجارة (۲۱۴۲) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (۶۵۲۵) صحيح البخاري - الأحكام (۶۷۳۰) صحيح مسلم - الإمارة (۱۷۳۳) سنن النسائي - الطهارة (٤) سنن النسائي - آداب القضاة (۵۳۸۲) سنن أبي داود - الأقضية (۳۵۷۹) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۹۳/٤)

شرح الحدیث یہ حدیث یہاں مختصر ہے، کتاب الحدود کے شروع میں مفصلاً آرہی ہے، اور ہمارے یہاں اس سے پہلے بھی اس کا ذکر کتاب الطہارۃ میں "باب کیف یستاك" میں آچکا ہے، اور نسائی شریف کے شروع میں ابواب الوضوء میں روایت منفصلاً مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بطوله وأخرجه ابو داؤد في كتاب الحدود بطوله. قاله المنذري۔

٤۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّشْوَةِ

رشوت دینا اور لینا حرام ہے

۳۵۸۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے شخص پر اور رشوت لینے والے شخص پر۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٣٧) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٨٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣١٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٤)

شرح الحدیث: راشی رشوت دینے والا، اور مرتشی لینے والا، والرشوة مثلثة الراء ما يعطى لإبطال حق أو لإحقاق باطل، رشوۃ کا ذکر اور اس کی یہ تعریف کتاب الخراج میں بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الِاقْتِرَاضِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ میں گزر چکی، والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

٥۔ بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

گورنروں کا ہدایا لینا رشوت ہے

ابھی چند باب پہلے ایک باب گزرا بَابٌ فِي قَبُولِ الْهَدَايَا، اس باب میں اس موجودہ ترجمۃ الباب کا حوالہ اور اس سے پہلے کتاب الخراج میں هَدَايَا الْعُمَّالِ کا ایک باب گزرا ہے، سب کا حوالہ گزشتہ باب میں آچکا ہے۔

۳۵۸۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنِي قَيْسٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مِخْيَطًا، فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غُلٌّ يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَسْوَدُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟»، قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: "وَأَنَا أَقُولُ: ذَلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَأْتِ بِقَلِيلِهِ، وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَهُ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى".

ترجمہ: عدی بن عمیرہ الکندی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر ذمہ دار بنایا جائے پھر وہ ذمہ دار شخص ہم سے ایک سوئی یا اس سے بھی چھوٹی شی چھپالے اور اسے بیت المال میں جمع نہ کرائے تو یہ بھی خیانت ہے جسے روز قیامت لیکر آئے گا...... انصار کا ایک کالا شخص کھڑا ہوا...... گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں...... اس نے عرض

کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے جو ذمہ داری دے رکھی ہے وہ آپ مجھ سے واپس لے لیجیے..... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ تو اس شخص نے کہا: میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تھوڑا سا مال بھی چھپائے گا وہ خیانت ہے وغیرہ وغیرہ..... تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اب بھی وہی بات کہہ رہا ہوں کہ جس شخص کو ہم کسی کام کا ذمہ دار بنائیں تو وہ اس کام میں تھوڑا اور زیادہ سارا کا سارا حاصل ہونے والا مال لیکر ہمارے پاس حاضر ہو پس اسے اس کام کی جو مزدوری دی جائے تو وہ مزدوری لے لے اور جس شئی کے لینے سے روکا جائے اس سے رُک جائے۔

تخریج: صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۳۳) سنن أبي داود - الأقضية (۳۵۸۱) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۹۲/٤)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے جو شخص ہمارے کسی عمل پر عامل بنایا جائے اور پھر وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی چیز چھپائے (بغیر اجازت کے لے) المخیط بکسر المیم بمعنی سوئی تو اس کا یہ چھپانا غلول ہو گا (اور غلول کا حکم یہ ہے: ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة، یعنی غلول کی چیز کو وہ غال بروز قیامت اپنی ساتھ لے کر آئے گا) راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد پر ایک انصاری صحابی جو سیاہ رنگ کے تھے کھڑے ہوئے (اور یہ واقعہ مجھے اس طرح مستحضر ہے کہ) گویا میں اس کی طرف اس وقت دیکھ رہا ہوں، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لیجئے اپنا یہ عمل (آپ ﷺ نے اس کو کسی جگہ کا عامل بنایا ہو گا جس پر اس نے یہ کہا) آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے، ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ سے ابھی ابھی یہ مضمون سنا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو میں اب بھی کہتا ہوں اور پھر آپ نے اپنی وہی بات دہرا دی، پھر آگے روایت میں کچھ ذکر نہیں، کہ وہ اپنے اس عمل پر رہ گئے یا نہیں۔

قاضی یا عامل کے لئے قبول ہدیہ کب جائز ہے؟ مصنف نے اس حدیث پر هَدَايَا الْعُمَّالِ کا ترجمہ قائم کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ عامل اگر کسی شخص کا ہدیہ قبول کرے تو وہ بھی غلول ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا یا تو اس کو ہدیہ قبول ہی نہ کرنا چاہیے اور اگر مصلحۃً لے تو اس کو مال صدقہ ہی میں رکھ دینا چاہئے، اس سے پہلے بھی اس سلسلہ کی حدیث ابْنُ الأُتْبِيَّةِ کی اپنے محل پر (برقم ۲۹٤٦) گزر چکی ہے: أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ، اس پر شراح نے لکھا ہے کہ جو ہدیہ قاضی یا عامل کو کسی نئے آدمی کی طرف سے محض اس کے عہدۂ قضا یا عامل ہونے کی حیثیت سے دیا جائے ممانعت ایسے ہدیہ قبول کرنے کی ہے، کیونکہ اس میں نیت فاسدہ کا قوی احتمال ہے کہ وہ عامل زکاۃ وصول کرنے میں مُزکی کی رعایت کرے گا اور ایسے ہی قاضی اور اگر اس عامل یا قاضی کو ہدیہ دینے والا اپنے قدیم ذاتی تعلق کی بنا پر ہدیہ دے رہا ہے جس میں فساد نیت وغیرہ کا احتمال نہ ہو تو پھر اس صورت میں قبول کرنا جائز ہے۔

٦۔ بَابُ كَيْفَ الْقَضَاءُ

فیصلہ سنانے کا طریقہ کار کیا ہو؟

٣٥٨٢ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ، وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ، وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ، فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ، فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ، كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ». قَالَ: «فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا، أَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ».

ترجمہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ میں کم عمر ہوں اور مجھے فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی معلوم نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک عنقریب صحیح بات کی طرف تمہارے دل کی رہنمائی فرمائیں گے اور تمہاری زبان پر صحیح فیصلہ جاری فرمائیں گے.... جب دو فریق تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو جب تک تم دوسرے فریق کی بات اسی طرح نہ سن لو جس طرح تم نے پہلے فریق کی بات سنی تھی اسوقت تک ہرگز فیصلہ نہ کرنا اس طرح فریقین کی بات سننے سے تمہارے سامنے فیصلہ کرنے کا طریقہ خوب واضح ہو جائیگا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میں منصب قضاء پر فائز رہا یا فرمایا کہ مجھے اسکے بعد کسی فیصلہ کرنے میں تردد نہیں ہوا۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام (١٣٣١) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٨٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٨/١)

شرح الحدیث حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور ﷺ نے یمن قاضی بنا کر بھیجا، وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے اس کام کے لئے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نو عمر ہوں اور مجھے قضاء کا علم بھی نہیں، شراح نے لکھا ہے کہ اس سے مطلق علم کی نفی مراد نہیں بلکہ اس سے عادت اور تجربہ کی نفی مراد ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے بطور دعاء کے فرمایا کہ اللہ تعالی تمہارے قلب کی صحیح فیصلہ کی طرف رہنمائی فرمائے گا، اور تمہاری زبان کو حق پر جمادے گا، یعنی اس کے ذریعہ صحیح فیصلہ کرائے گا، پھر آپ ﷺ نے ان کو فیصلہ کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ کی طرف رہنمائی فرمائی وہ یہ کہ جب مجلس قضاء میں تمہارے پاس خصمین مدعی اور مدعی علیہ حاضر ہوں تو ایک شخص کا بیان سن کر ہرگز فیصلہ نہ کرنا جب تک اس کے خصم کی بات نہ سن لو، جس طرح تفصیل سے پہلے کی بات سنی ہے، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ، اس لئے کہ اس صورت میں یعنی فریقین کی بات سننے کے بعد صحیح فیصلہ کا تم پر ظاہر ہونا بہت قریب ہو گا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (آپ ﷺ کی اس دعاء کی اور آپ کے بیان کردہ قاعدہ کلیہ پر عمل کرنے کی بدولت) کبھی مجھے اپنے کسی فیصلہ میں شک اور تردد نہیں ہوا۔

قضاء علی الغائب کے جواز میں اختلاف علماء: حَتّٰی تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ پر شراح نے لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حاکم کیلئے قضاء علی الغائب جائز نہیں، اس لئے کہ جب خصمین کے موجود ہونے کے باوجود دوسرے کی بات سننے سے پہلے فیصلہ کرنا جائز نہیں تو خصم کے غائب ہونے کی صورت میں عدم جواز بطریق اولی ہوگا، خطابی فرماتے ہیں: ومن ذهب إلى ذلك شريح وعمر بن عبد العزيز وهو قول أبي حنيفة وابن أبي ليلى. وقال مالك والشافعي القضاء على الغائب جائز وكان أبو عبيد يرى القضاء على الغائب إذا تيقن للحاكم أن فراره واستخفاءه إنما هو فرار من الحق ومعاندة للخصم [1]، یعنی ابو عبید کے نزدیک قضاء علی الغائب اس صورت میں جائز ہے جب کہ حاکم کو اس بات کا یقین ہو کہ فریق آخر کا عدالت میں حاضر نہ ہونا اور روپوش ہو جانا وہ ادائے حق سے بچنے کیلئے اور اپنے مقابل کی دشمنی کی وجہ سے ہے، حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کے فیصلے بڑے مشہور ہیں قضاء واحکام میں ان کی مہارت مشہور اور ضرب المثل ہے، تم نے پڑھا ہوگا نحو کی کسی کتاب میں قضية ولا أبا حسن لها، اور حدیث بھی مشہور ہے جو بہت سے خطبوں میں بھی پڑھی جاتی ہے وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ [2]، اس قسم کی روایات مناقب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ والحديث أخرجه الترمذي مختصراً، وقال حديث حسن، قاله المنذري۔

٧۔ بَابٌ فِي قَضَاءِ الْقَاضِي إِذَا أَخْطَأَ

جب قاضی سے غلطی ہو جائے تو اسکی غلطی سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں

٣٥٨٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ بِشَيْءٍ، فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں بھی انسان ہوں تم لوگ اپنے جھگڑے لیکر میرے پاس آتے ہو...... اور تم لوگوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے مقابلے میں زیادہ وضاحت سے دلیل پیش کرتا ہے تو میں اس فریق کی سنی ہوئی بات کے مطابق اسکے حق میں فیصلہ سنا دیتا ہوں...... پس جس شخص کو میں اسکے بھائی کا حق دلادوں (غلطی سے فیصلہ کر کے جو اس کے بھائی (فریق ثانی) کا حق تھا وہ اسکو دیدوں) تو یہ شخص اس میں سے کچھ نہ لے کیونکہ میں اس کیلئے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔

---

[1] ومن ذهب إلى أن الحاكم لا يقضي على غائب شريح وعمر بن عبد العزيز وأبو حنيفة وابن أبي ليلى. وقال مالك والشافعي يجوز القضاء على الغائب إذا تبين للحاكم أن فراره واستخفاءه إنما هو فرار من الحق ومعاندة للخصم. (معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٤ ص ١٦٢)

[2] سنن ابن ماجه - افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم — باب فضائل زيد بن ثابت ١٥٤

شرح الحديث آپ ﷺ فرمارہے ہیں بے شک میں انسان ہی ہوں اور تم لوگ اپنے مخاصمات اور منازعات میں فیصلہ کیلئے میرے پاس آتے ہو (اس بارے میں مجھ سے ایک بات غور سے سنو) وہ یہ کہ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض بڑا فصیح اور قادر الکلام ہو اپنی بات اور دلیل کو خوب اچھی طرح بیان کرنے والا ہو دوسرے کے مقابلہ میں، پس ایسی صورت میں امکان ہے ایسی بات کا کہ میں اس الحن اور افصح کی تقریر کے موافق اس کے حق میں فیصلہ کردوں (اور بالفرض ہو وہ فیصلہ خلاف واقع فریق آخر کے اپنی بات کو اچھی طرح نہ سمجھانے کی وجہ سے) تو اس کے بارے میں یہ سن لو کہ ایسی صورت میں، میں جس شخص کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کردوں تو اس کو اس کا لینا جائز نہ ہوگا بلکہ وہ یوں سمجھے کہ میں نے اس کے لئے آگ کا فیصلہ کیا ہے۔

قضاءالقاضی کا نفاذ صرف ظاہراً ہوتا ہے یا ظاہراً و باطناً؟ اس حدیث میں ایک مشہور اختلافی مسئلہ مذکور ہے وہ یہ کہ قضاء قاضی کا نفاذ ظاہراً و باطناً ہر دو لحاظ سے ہوتا ہے یا صرف ظاہراً ہوتا ہے دنیوی احکام کے اعتبار سے، اس مسئلہ میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ قضاء قاضی کا نفاذ ظاہراً و باطناً دونوں طرح ہوتا ہے، اور جمہور کے نزدیک اس کا نفاذ صرف ظاہراً ہوتا ہے یعنی دنیوی احکام کے اعتبار سے، باطناً و عند اللہ نہیں یعنی قاضی کے ہر فیصلہ کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ایسا ہو، بلکہ اس میں غلطی کا امکان ہونے کی وجہ سے خلاف حق ہونے کا احتمال ہے، اس اختلاف کے جاننے کے بعد اب آپ یہ سمجھئے کہ یہ حدیث بظاہر حنفیہ کے اس مسلک کے خلاف ہے کیونکہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میرے فیصلہ کرنے سے وہ شئ عند اللہ تعالیٰ اس شخص کیلئے حلال نہ ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کا جو یہ مسلک ہے جو اوپر مذکور ہوا اس کا تعلق عقود و فسوخ سے ہے خواہ اس عقد کا تعلق طلاق و نکاح سے ہو یا اموال سے، املاکِ مُرسلہ میں ہمارا مسلک یہ نہیں ہے، عقود و فسوخ کی مثال جیسے ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ہاتھ اپنی فلاں چیز کی بیع کی ہے اور وہ دوسرا شخص بیع کا منکر ہے، مدعی نے دو شاہدِ زور اپنے دعویٰ پر قائم کردیئے حاکم نے مدعی کے حق میں فیصلہ کردیا تو اس صورت میں قضائے قاضی کی وجہ سے اگرچہ بیع پہلے سے منعقد نہ تھی اب یعنی فیصلہ کے بعد ہوجائے گی، اور مشتری کے ذمہ ثمن کی ادائیگی اور پھر اس شئ میں تصرف کرنا جائز ہوگا، ایسے ہی اگر کسی شخص نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا کہ میں تجھ سے نکاح کرچکا تھا، عورت انکار کرتی تھی لیکن مرد نے قاضی کی مجلس میں دو شاہدِ زور پیش کردیئے جس کی وجہ سے قاضی نے مرد کے حق میں فیصلہ کردیا یعنی ثبوت نکاح کا تو اس مثال میں باوجود پہلے سے نکاح نہ ہونے کے قضائے قاضی کی وجہ سے شرعاً و عند اللہ نکاح منعقد ہوجائے گا، جب حنفیہ کے مسلک کی تحقیق ہوگئی تو اب سمجھئے کہ یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عقود و فسوخ سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہم اس کا تعلق املاکِ مُرسلہ سے مانتے ہیں یعنی جہاں پر دعویٰ اور خصمین میں اختلاف نفس ملک میں ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ فلاں شخص کے پاس جو زمین ہے وہ اس کی ملک نہیں بلکہ میری ہے اس کا اس پر غاصبانہ قبضہ ہے، اس مسئلہ کا تعلق نفس ملک سے ہے عقد بیع و شراء سے نہیں تو اس مسئلہ میں مدعی نے جھوٹے گواہ پیش کردیئے اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا یا واقع میں وہ زمین

مدعی کی تھی، لیکن اس کے پاس بینہ نہ ہونے کی وجہ سے قاضی نے مدعی علیہ کی یمین پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، اس مثال میں قاضی کے فیصلہ سے وہ چیز مقتضی لہ کے لئے جائز و حلال نہ ہو گی، اور قاضی کا یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہو گا نہ کہ باطناً، حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قاضی و حاکم کو ولایت [1] عامہ حاصل ہونے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان عقد و فسخ کا حق شرعاً حاصل ہے لہذا جب وہ دو شخصوں کے درمیان اصول اور قواعد کے مطابق عقد یا فسخ کا فیصلہ کریگا تو اس کا یہ فیصلہ شرعاً معتبر و نافذ ہو گا، لیکن قاضی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ کسی چیز میں غیر مالک کیلئے ملکیت کو اپنے فیصلہ سے ثابت کر دے، لہذا احدیث الباب کا تعلق اسی دوسری صورت سے ہے نیز حنفیہ کی تائید میں وہ واقعہ بھی پیش کیا جاتا ہے جس کو امام محمدؒ نے اپنی تصنیف کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے، جو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر "العرف الشذی" میں بھی مذکور ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کے پاس جاکر ایک عورت سے نکاح کرنے کا دعویٰ کیا اور اس پر دو شاہد زور بھی پیش کر دیئے جس پر انہوں نے نکاح کا فیصلہ فرمادیا، اس پر وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے کہا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور اے امیر المؤمنین! جب یہ بات ہے تو پھر میرا اس سے نکاح ہی کر دیجئے تاکہ دونوں گنہگار نہ ہوں، اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: شَاهِدَاكِ زَوَّجَاكِ یعنی ابھی اس مجلس میں دو گواہوں کی گواہی پر میں نے نکاح کا فیصلہ کیا ہے اسی سے عقد نکاح کا تحقق ہو گیا، اس کے بعد عرف الشذي میں یہ ہے کہ: ذکرہ محمد في الأصل، ولا یذکرون سند هذه الواقعة ولم أجد السند وظني أنها لا تكون بلا أصل، ومر الحافظ على هذا الأثر ولم يرده زيادة الرد ولم يقبله أيضاً. فدل على أنه ليس بلا أصل، یعنی حافظ ابن حجرؒ اس واقعہ کو نقل کر کے انہوں نے اس کو کچھ زیادہ رد نہیں کیا گو قبول بھی نہیں کیا، پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بے اصل نہیں ہے [2]۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٥٨٤ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ لَهُمَا، لَمْ تَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ إِلَّا دَعْوَاهُمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ. فَبَكَى الرَّجُلَانِ، وَقَالَ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقِّي لَكَ. فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا إِذْ فَعَلْتُمَا مَا فَعَلْتُمَا فَاقْتَسِمَا، وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ، ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ تَحَالَّا».

ترجمہ: ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو افراد آئے جو اپنی میراث کے ایک قضیہ میں جھگڑ رہے تھے ان دونوں کے دعویٰ پر انکے پاس کوئی گواہ موجود نہ تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم لوگ

---

[1] ولا يخالفنا هذا الحديث فإن الحديث يقتضي من قضيت له من حق أخيه شيئاً في العقود والفسوخ لا يقضي القاضي بحق أخيه شيئاً بل يحكم بالعقد أو الفسخ الذي هو حق الحاكم ۔ الی آخر ما في البذل۔

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي ۔ ج ۳ ص ۷۵

اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو..... اسکے بعد گزشتہ حدیث والا مضمون ہے..... پھر یہ دونوں رونے لگے اور ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر دوسرے سے کہا کہ میرا حق بھی تم لے لو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: جب تم لوگوں کا یہ حال ہے تو تم لوگ مال کو آپس میں تقسیم کر لو اور ہر ایک اپنے حق کے بقدر لے لے پھر تم قرعہ ڈال لو اور ہر ایک ساتھی دوسرے کو اپنا حق معاف کر دے۔

شرح حدیث یہ حدیث بھی وہی ہے جو اوپر آئی مگر پہلی حدیث مختصر تھی اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ دو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میراث کے مسئلہ پر جھگڑتے ہوئے آئے اور بینہ کسی کے پاس نہیں تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حدیث ارشاد فرمائی جو پہلے گزر چکی۔ اس کے بعد یہاں روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید سن کر دونوں شخص رونے لگے اور ہر ایک ان میں سے اپنا حق دوسرے کو دینے لگا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: أَمَا إِذْ فَعَلْتُمَا مَا فَعَلْتُمَا فَاقْتَسِمَا. وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ. ثُمَّ اسْتَهِمَا. ثُمَّ تَحَالَّا. یہ اوپر آچکا کہ ان دونوں کا اختلاف کسی میراث اور ترکہ کے بارے میں تھا، ترکہ میں تو متفرق چیزیں ہوا ہی کرتی ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ان سب چیزوں کو برابر برابر دو جگہ کر لو، اور ہر ایک اس تقسیم سے اپنے ہی حق کو لینے کا ارادہ کرے، یعنی اس سے زائد کا نہیں، پھر جب وہ کل مال دو جگہ رکھا جائے تو قرعہ اندازی کرو تعیین حصہ کے بارے میں، پھر جس کے نام جونسا حصہ نکلے اس کو وہ لے لے اور اس کے باوجود بھی آپس میں ایک دوسرے کو اپنا حق معاف کر دے، یعنی احتیاطاً۔

٣٥٨٥ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ وَأَشْيَاءَ قَدْ دَرَسَتْ، فَقَالَ: «إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ».

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گزشتہ حدیث نقل کرتی ہیں۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ دونوں افراد میراث اور کچھ ایسی چیزوں میں جھگڑ رہے تھے جو معدوم ہو چکی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم دونوں کے درمیان ایسے معاملات میں جس میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٢٦) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٣٤) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٦٦) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٨) صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٣٩) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٠١) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٨٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٣/٦) موطأ مالك - الأقضية (١٤٢٤)

شرح حدیث يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ وَأَشْيَاءَ قَدْ دَرَسَتْ: یعنی جھگڑا مال میراث اور ایسی چیزوں میں تھا جو پرانی ہو گئی تھیں،

فَقَالَ: «إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ» یعنی آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس مسئلہ کے بارے میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اس میں میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کے لئے اجتہاد کا جائز ہونا: یہ حدیث صریح دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ کے لئے احکام میں اجتہاد جائز تھا، مسئلہ اختلافی ہے جمہور علماء کی رائے یہی ہے یعنی جواز کی، اس مسئلہ میں چار قول ہیں جو ہمارے یہاں ابواب الوضوء، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي. لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ الحدیث کے ذیل میں (برقم ۴۷) گزر چکے۔

۳۵۸۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصِيبًا لِأَنَّ اللهَ كَانَ يُرِيهِ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنَّا الظَّنُّ وَالتَّكَلُّفُ».

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! حضور ﷺ کی رائے اور اجتہاد درست ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ اللہ پاک حضور ﷺ کو حق اور درست بات سجھا دیتے تھے ہم لوگوں کی رائے تو محض اٹکل اور اندازہ ہے۔

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں منبر پر یہ بات فرمائی کہ اے لوگو! بیشک اصل رائے جو درست اور صواب ہو وہ تو حضور ﷺ کی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حق بات سجھاتے تھے، اور ہماری رائے تو بس ایک گمان اور تکلف کا درجہ رکھتی ہے۔

یہ روایت مرسل ہے یعنی منقطع، کیونکہ ابن شہاب کا سماع حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں، دیکھئے! حضرت عمرؓ اپنی رائے کے بارے میں کیا فرمارہے ہیں اور اس کو کتنا کم حیثیت بتارہے ہیں حالانکہ خود حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں اصابۃ رائے اور حق گوئی کی شہادت دی ہے، ففی الترمذی: عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ»[1]۔

۳۵۸۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُثْمَانَ الشَّامِيُّ: «وَلَا إِخَالُنِي رَأَيْتُ شَامِيًّا أَفْضَلَ مِنْهُ يَعْنِي حَرِيزَ بْنَ عُثْمَانَ».

ترجمہ: ابو عثمان شامی فرماتے ہیں میرے خیال میں، میں نے حریز بن عثمان سے افضل شخص ملک شام سے رہنے والا نہیں دیکھا۔

شرح الحدیث: یہ اکثر نسخوں میں نہیں ہے کما فی تعلیق الشیخ محمد عوامہ اور اس کے یہاں ہونے کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں

---

[1] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب: بلا ترجمة ٣٦٨٢

نہیں آتی (كما في البذل [1])۔

٨۔ بَابُ كَيْفَ يَجْلِسُ الْخَصْمَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْقَاضِي

قاضی کے سامنے دونوں فریق کس طرح بیٹھیں گے؟

٣٥٨٨ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ».

ترجمہ عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فیصلہ فرماتے تو دونوں فریق آپ ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٨٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤)

شرح حدیث یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ خصمین میں سے کسی ایک کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہ کرے بلکہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھائے۔

بذل میں ایک اشکال لکھا ہے کہ اس حدیث میں کیفیت جلوس مذکور نہیں لہذا ترجمۃ الباب میں لفظ "کیف" نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ خصمین میں سے ہر ایک کا حاکم کے سامنے بیٹھنا یہی کیفیت جلوس ہے [2]۔

٩۔ بَابُ الْقَاضِي يَقْضِي وَهُوَ غَضْبَانُ

غصہ کی حالت میں قاضی کے فیصلہ سنانے کی ممانعت کا بیان

٣٥٨٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ».

ترجمہ عبد الرحمن بن ابی بکرہ کے والد نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو خط لکھا ارسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قاضی دو فریق کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

تخریج صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٣٩) صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٧) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٣٤) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٠٦) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٨٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣١٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٣٦)

شرح الحدیث یعنی قاضی صاحب کو اگر پہلے سے کسی بات پر غصہ آرہا ہے تو اس وقت میں دعویٰ کی سماعت اور اس کا فیصلہ نہیں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٦٤-٢٦٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٢٦٥

کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے اس حالت میں وہ معاملہ کو کماحقہ نہ سمجھ سکے، اسی طرح بذل میں لکھا ہے کہ جوع اور عطش وغیرہ احوال میں بھی فیصلہ نہ کرنا چاہیے [1]۔ والحدیث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۱۰ - بَابُ الْحُكْمِ بَيْنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ

ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یعنی مسلمان قاضی کو دار الاسلام میں ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ امام مالکؒ کی رائے اس میں تخییر کی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک مرافعہ کی صورت میں فیصلہ کا حکم ہے ویسے نہیں، اور امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ایک یہی یعنی وجوب عند المرافعہ، دوسرا یہ کہ مطلقاً واجب ہے۔

۳۵۹۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " { فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ [2] } ، فَنُسِخَتْ، قَالَ: { فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ [3] } ".

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ پاک کا ارشاد گرامی: فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ اس آیت میں یہود اہل ذمہ کے متعلق اختیار تھا کہ چاہے آپ ﷺ ان میں فیصلہ فرمائیں یا نہ فرمائیں تو یہ آیت منسوخ ہو گئی فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ والی آیت سے۔

۳۵۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ { فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ...... وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ } الْآيَةَ، قَالَ: كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ".

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ...... وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بنو نضیر جب قبیلہ بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتے تو آدھی دیت دیا کرتے جب بنو قریظہ قبیلہ بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے تو وہ پوری دیت دیا کرتے تو حضور ﷺ نے (اس آیت کے مطابق) ان سب کی دیت برابر قرار دے دی۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲٦٦

[2] سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں یا منہ پھیر لے ان سے (سورۃ المائدۃ: ۴۲)

[3] سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے (سورۃ المائدۃ: ۴۸)

تخريج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٣) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٩١)

شرح الحديث: قَالَ: كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ: یہ روایت مفصلاً کتاب الحدود میں آرہی ہے، بنو قریظہ اور بنو نضیر یہود کے دو مشہور قبیلے ہیں جو مدینہ میں آباد تھے جن میں بنو قریظہ کم درجہ سمجھے جاتے تھے اور بنو نضیر اونچے درجے کے، اسلئے ان کے یہاں یہ بے انصافی شروع میں پائی جاتی تھی کہ بنو نضیر اگر کسی قرظی شخص کو قتل کر دیتے تو اس کی نصف دیت ادا کرتے، اور اگر بنو قریظہ بنو نضیر میں سے کسی کو قتل کر دیتے تو ان کو کامل دیت دینی پڑتی تھی، راوی کہہ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس تفریق کو ختم کر کے دونوں کے درمیان مساوات کا فیصلہ فرمایا۔

اس آیت کریمہ کے مطابق جو روایت میں مذکور ہے: وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ [1] (بذل)، والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١١ - بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ

قاضی کا اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنا

٣٥٩٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ أَخِي الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَهْلِ حِمْصٍ، مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟»، قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟»، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟» قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي، وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ، وَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ، رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ».

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل کے وہ شاگرد جنکا تعلق حمص سے ہے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ کو یمن روانہ فرمانے لگے تو ان سے فرمایا جب تمہارے سامنے کوئی فیصلہ آئے تو تم کس طرح اس قضیہ کو نمٹاؤ گے؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا: میں اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کتاب اللہ میں اسکا حکم نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم یہ حکم نہ تو سنت رسول اللہ میں پاؤ اور نہ ہی کتاب اللہ میں تو پھر تم کیا کرو گے؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے کے ذریعے محنت کر کے اسکا حکم تلاش کروں گا اور میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس

---

[1] اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے (سورۃ المائدۃ: ٤٢)

نے رسول اللہ کے قاصد کو ایسے طریقہ کار کی توفیق دی جو رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے۔

٣٥٩٣ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَوْنٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے یہ فرمایا۔ اسکے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٢٧) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٩٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٣٠) سنن الدارمي - المقدمة (١٦٨)

شرح الحدیث: اس حدیث کا مضمون تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ سے دریافت فرمایا کہ یمن پہنچ کر تم فیصلے کس طرح کروگے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کے مطابق اور اگر اس میں نہ ملا تو سنت رسول اللہ کے مطابق۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اگر دونوں میں نہ پاؤ تو کیسے فیصلہ کروگے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، ولا آلو یعنی اس اجتہاد کرنے میں کوئی کوتاہی اور کسر نہیں چھوڑوں گا یعنی حسب وسعت وطاقت صحیح فیصلہ کی کوشش کروں گا، آپ ﷺ نے ان کا یہ جواب سن کر اس کے سینہ پر دست مبارک رکھا، اور فرمایا تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو توفیق دی اس چیز کی جس کو رسول اللہ پسند کرتا ہے۔

خطابیؒ فرماتے ہیں: أَجْتَهِدُ رَأْيِي سے اپنی ذاتی رائے مراد نہیں جو ان کے ذہن میں آئے بغیر استناد الی الکتاب والسنۃ کے بلکہ رائے سے مراد رائے بطریق قیاس ہے جس کا ماخذ کتاب وسنت ہو اور پھر اسکے بعد فرماتے ہیں: وفي هذا إثبات القياس وإيجاب الحكم به اھ[1]، چنانچہ تمام ہی فقہاء قاطبۃؒ نے اس حدیث سے حجیت قیاس پر استدلال کیا ہے۔

حدیث الباب کی سند پر کلام اور محدثین کی طرف سے اس کا جواب: اسکے بعد پھر جاننا چاہیے کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اس کے اندر ایک راوی ہے حارث بن عمرو جو مجہول ہے بالاتفاق نیز وہ روایت کر رہا ہے اس کو اصحاب معاذ من اهل حمص سے جو کہ مجہول ہیں، امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے وہ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: لا نعرفه إلا من هذا الوجه وليس إسناده عندي بمتصل، اور جوزقانی نے تو اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے، علامہ سیوطیؒ "مرقاۃ الصعود" میں اس سب کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: قلت لكن الحديث له شواهد موقوفة عن عمر بن الخطاب وابن مسعود وزيد بن ثابت وابن عباس، وقد أخرجها البيهقي في سننه عقب تخريجه لهذا الحديث تقوية له اھ

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ١٦٥

(بذل ❶)، حافظ ابن قیمؒ نے اپنی مشور تصنیف "إعلام الموقعین عن رب العالمین" میں اس حدیث کو حجیت قیاس میں پیش کیا ہے اور اس سند میں جو خامیاں ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ان کی طرف سے جواب دیا ہے اور یہ کہ یہ حدیث حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہے اور اصحاب معاذ کی شہرت علم ودین اور فضل وصدق میں اتنی ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں اور نیز فرماتے ہیں کہ شعبہ جو اس حدیث کے حامل لواء ہیں ان کی شان یہ ہے کہ بعض ائمہ حدیث نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: إذا رأيت شعبة في إسناد حديث فاشدد يديك به کہ جب تم کسی حدیث کی سند میں شعبہ راوی کو دیکھ لو کہ وہ اس میں موجود ہیں تو پھر اس حدیث کو مضبوطی سے پکڑلو، اور خطیب بغدادی نے اس حدیث کی ایک اور سند بھی بیان کی ہے جس کی سند متصل اور رجال معروف بالثقات ہیں اس سب کے علاوہ یہ بات ہے کہ اہل علم اس حدیث کو نقل کرتے چلے آئے ہیں اور حجیت قیاس پر اس سے استدلال کرتے رہے ہیں، فوقفنا بذلك على صحته عندهم یعنی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح وثابت ہے اور پھر انہوں نے اس کے بعد بہت سی ایسی حدیثیں نظیر کے طور پر ذکر کیں جو من حیث الاسناد قوی نہیں لیکن علماء کا نقل در نقل کرنا ان کی صحت کیلئے کافی اور مستغنی عن طلب الاسناد ہو گیا۔ (ملخصا من العون ❷) والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

تنبیہ: حافظ ابن قیمؒ تهذيب السنن میں فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہؒ نے بھی اس حدیث کی تخریج ایک دوسرے طریق سے کی ہے: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَقْضِيَنَّ وَلَا تَفْصِلَنَّ إِلَّا بِمَا تَعْلَمُ، وَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ أَمْرٌ، فَقِفْ حَتَّى تَبَيَّنَهُ أَوْ تَكْتُبَ إِلَيَّ فِيهِ» ❸، ابن قیمؒ فرماتے ہیں: وهذا أجود إسنادا من الأول ولا ذكر فيه للرأي اه ❹۔

۱۲۔ بَابٌ فِي الصُّلْحِ

صلح کا بیان

یہ کتاب القضاء چل رہی ہے اس باب سے مصنف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس طرح قاضی کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ خصمین کے درمیان علی حسب الاصول شرعی فیصلہ کرے اسی طرح قاضی کو اس کا بھی حق ہے کہ خصمین کے درمیان رفعاً للنزاع صلح کرادے جیسا کہ کعب بن مالکؓ اور ابن ابی حدردؓ کے درمیان حضور ﷺ نے صلح کرائی تھی۔

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٥ ص ٢٧٠-٢٧١

❷ إعلام الموقعين عن رب العالمين ــ ج ٢ ص ٣٥١، عون المعبود شرح سنن أبي داود ــ ج ٩ ص ٤٥٤

❸ سنن ابن ماجه – كتاب افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم – باب اجتناب الرأي والقياس ٥٥

❹ تهذيب السنن ــ ج ٤ ص ١٧٤٩-١٧٥٠

٣٥٩٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، أَوْ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ شَكَّ الشَّيْخُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ» زَادَ أَحْمَدُ، «إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا، أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا» وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا صحیح ہے..... احمد بن عبد الواحد استاد نے یہ اضافہ کیا مگر وہ صلح جس میں حرام شی کو حلال قرار دیا گیا ہو یا ایسی صلح جس میں حلال کام کو حرام قرار دیا گیا ہو تو وہ صلح صحیح نہیں..... سلیمان بن داؤد استاد نے یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں پر اپنی شرطوں کا پورا کرنا لازمی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الأقضية (٣٥٩٤) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣٦٦/٢)

شرح حدیث: امام ترمذی کی حدیث الباب کے بارے میں تصحیح اور اس پر محدثین کا اعتراض:

مضمون حدیث تو ظاہر ہے، اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ نے فرمایا: هذا حديث حسن صحيح[1]، امام ترمذیؒ کی اس رائے پر علماء نے اشکال کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں جو ترمذی میں ہے کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جس کے بارے میں یہ ہے کہ هو ضعيف جداً وقال النسائي ليس بثقة وقال ابن معين ليس بشئ، حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے کثیر بن عبد اللہ کی روایت سے یہ حدیث الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ روایت کرنے کے بعد اس کی تصحیح کی ہے: فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي[2]، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے امام ترمذیؒ کی طرف سے اعتذاراً یہ فرمایا ہے وكأنه اعتبر بكثرة طرقه، یعنی امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر صحت کا حکم صرف اپنی بیان کردہ سند کے اعتبار سے نہیں لگایا بلکہ ان کے پیش نظر اس کے دوسرے طرق بھی ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے (بذل[3]) چنانچہ ابوداؤد کی اس سند میں یہ راوی نہیں ہے کما ترى اس حدیث پر من حیث الفقہ اور بھی کلام کیا گیا ہے، صلح کی مختلف انواع کے پیش نظر جس کے لئے تفصیل درکار ہے فليراجع الى الشروح۔

٣٥٩٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ،

---

[1] جامع الترمذي – كتاب الأحكام – باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس ١٣٥٢

[2] ميزان الإعتدال في نقد الرجال – ج ٣ ص ٤٠٧

[3] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٥ ص ٢٧٣

أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، وَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ: «يَا كَعْبُ». فَقَالَ: لَبَّيْكَ، يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَشَارَ لَهُ بِيَدِهِ، أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ، قَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ فَاقْضِهِ».

ترجمہ عبد اللہ بن کعب فرماتے ہیں کہ کعب بن مالک نے ان سے بیان کیا کہ انہوں عہد نبوی میں ابن ابی حدرد سے اپنے اس قرضے کا مطالبہ کیا جو قرضہ کعب بن مالک کا ابن ابی حدرد کے ذمہ لازم تھا اور اس وقت یہ دونوں مسجد میں تھے تو ان کی آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں یہ آوازیں سن لیں تو رسول اللہ ﷺ انکے پاس تشریف لانے کیلئے نکلے اور آپ نے اپنے کمرے کا پردہ ہٹاکر کعب بن مالک کو آواز دی کہ اے کعب! تو حضرت کعب نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ ﷺ تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے حضرت کعب سے فرمایا کہ اپنے آدھے قرضہ کو معاف کر دو تو حضرت کعب نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنا آدھا قرضہ معاف کر دیا تو حضور ﷺ نے عبد اللہ بن ابی حدرد سے فرمایا: کھڑے ہو اور یہ آدھا قرضہ ادا کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٥) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٦) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٩) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥٨) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٠٨) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٩٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٢٩) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٨٧/٦) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٨٧)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ کعب بن مالک کے بیٹے عبد اللہ اپنے والد کعب بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میرا ابن ابی حدرد پر دین تھا جس کا میں نے ان سے تقاضا کیا مسجد میں، جس سے دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں حتی کہ حضور ﷺ جو کہ اپنے حجرہ شریفہ میں تھے ان کی آواز سن کر دروازہ پر تشریف لائے اور اس پر جو پردہ پڑا ہوا تھا اس کو ہٹایا اور کعب بن مالک کا نام لیکر ان کو پکارا انہوں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ، آپ ﷺ نے ان کی طرف اپنی انگلی کے اشارہ سے یہ سمجھایا کہ اپنا نصف دین معاف کر دو، انہوں نے عرض کیا: جی میں نے ایسا کر دیا، اس پر آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی حدردؓ سے فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور نصف اس کو ادا کر دے، جس پر صلح ہو گئی۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

١٣ - بَابٌ فِي الشَّهَادَاتِ

گواہی دینے کا بیان

٣٥٩٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ

اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ، أَوْ يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ، قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا» ، شَكَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَيَّتَهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: «الَّذِي يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ وَلَا يَعْلَمُ بِهَا الَّذِي هِيَ لَهُ» ، قَالَ الْهَمْدَانِيُّ: وَيَرْفَعُهَا إِلَى السُّلْطَانِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: «أَوْ يَأْتِي بِهَا الْإِمَامَ» وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ الْهَمْدَانِيِّ" قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: «ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ لَمْ يَقُلْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ».

ترجمہ زید بن خالد الجہنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ...... بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی ادا کرتا ہے یا گواہی دیتا ہے اس گواہی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ...... عبد اللہ بن ابی بکر کو شک ہے کہ ان کے والد نے يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ فرمایا يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح یہ ہے کہ ایک آدمی اسوقت گواہی دیتا ہے جب کہ مدعی کو معلوم نہ ہو کہ اسکے دعوی پر یہ گواہی بھی موجود ہے اس وقت میں یہ شخص گواہی حکمران تک پہنچاتا ہے...... احمد بن سعید ہمدانی استاد کی حدیث میں اخبار کی تصریح ہے...... ابن السرح استاد نے راوی کا نام کنیت کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کا نام عبد الرحمٰن ذکر نہیں کیا۔

تخریج صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٩) جامع الترمذي - الشهادات (٢٢٩٥) سنن أبي داود - الأقضية (٣٥٩٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٦٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٢/٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٢٦)

شرح الحدیث أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ، أَوْ يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ، قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا»: یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء میں بہترین شاید وہ ہیں جو شہادت دے قبل اسکے کہ اس سے شہادت کی درخواست کی جائے یہ تو ظاہر ہے کہ شہادت سے سچی شہادت مراد ہے، اور چونکہ شاہدوں کی شہادت مدعی کے حق واجب کے ثبوت کا ذریعہ ہے اسلئے آپ ﷺ اس کی مدح اور ترغیب فرمارہے ہیں۔

دفع التعارض بين الحديثين: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: «الَّذِي يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ وَلَا يَعْلَمُ بِهَا الَّذِي هِيَ لَهُ»: امام مالکؒ جن کا قول مصنف نقل کر رہے ہیں ان کی غرض اپنے اس کلام سے دفع التعارض بین الحدیثین ہے اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں مقام مذمت میں فرمایا گیا ہے: الذين يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ کہ وہ ایسے ہیں کہ بغیر طلب شہادت کے شہادت دیتے پھرتے ہیں، امام مالکؒ اس کی توجیہ یہ فرمارہے ہیں کہ شہادت قبل الاستشہاد کی مدح اس مقام پر ہے جہاں پر مدعی کو یہ معلوم نہ ہو کہ میرا کوئی شاہد ہے یا نہیں، لہذا ایسے موقع پر جس شخص کو مدعی کے صدق دعویٰ کا علم ہے اس کو چاہیئے کہ وہ کھڑا ہو کر گواہی دے اس کی حق کو ضیاع سے بچانے کے لئے، اور جس حدیث میں شہادت قبل الاستشہاد کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد

وہ صورت ہے جہاں مدعی کو اپنے شہود کا علم ہو لہذا وہاں کیا ضرورت ہے بدون استشہاد کے شہادت دینے کی، یہ توجیہ تو امام مالکؒ سے منقول ہے، اور اس تعارض کی اور توجیہات بھی کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ جہاں پر مذمت وارد ہے اس سے مراد شہادۃ الزور ہے اور جہاں پر مدح آئی ہے اس سے سچی شہادت مراد ہے، امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں بھی اس تعارض پر کلام فرمایا ہے اور خود انہوں نے اس کی یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ مقام مدح میں الَّذِي يَأْتِي بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا، اس سے مراد شہادت قبل الطلب نہیں ہے بلکہ اس سے مراد استعجال فی اداء الشہادۃ ہے یعنی وہ گواہ بہت بہترین گواہ ہے کہ جب اس سے شہادت طلب کی جائے تو وہ فوراً بلا تاخیر اس کام کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اس استعجال اور عدم تاخیر کو مبالغۃً قبل الطلب سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٤ ـ بَابٌ فِيمَنْ يُعِينُ عَلَى خُصُومَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَمْرَهَا

ایک شخص کسی اختلاف اور جھگڑے کو جانے بغیر کسی فریق کی مدد کرنا شروع کر دے؟

٣٥٩٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ: جَلَسْنَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا فَجَلَسَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ، وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ، لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ، وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللَّهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ».

ترجمہ: یحیٰ بن راشد کہتے ہیں ہم عبد اللہ بن عمرؓ کے انتظار میں بیٹھے تھے چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص کی سفارش اللہ پاک کے حدود میں سے کسی حد کے نافذ کرنے میں رکاوٹ بن گئی تو اس شخص نے اللہ پاک سے گویا جنگ کی...... اور جس شخص نے باطل اور ناحق معاملہ میں جھگڑا کیا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ حق پر نہیں ہے تو ایسا شخص اللہ پاک کی ناراضگی پر رہے گا یہاں تک یہ شخص اس کام سے توبہ کر لے اور جو شخص کسی مومن میں ایسے عیب کا الزام لگائے تو اللہ پاک اسکو جہنم کے اس حصے میں رکھیں گے جہاں اہل جہنم کے خون اور پیپ سے ملی ہوئی مٹی ہو گی یہاں تک یہ شخص اپنی اس بات سے توبہ کر لے۔

٣٥٩٨ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ الْعُمَرِيُّ، حَدَّثَنِي الْمُثَنَّى بْنُ يَزِيدَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: «وَمَنْ أَعَانَ عَلَى خُصُومَةٍ بِظُلْمٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ حضور ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت نقل کرتے ہیں جس میں یہ اضافہ ہے کہ

جس شخص نے کسی ظلم والے معاملہ میں کسی کی مدد کی تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے غصہ و غضب کا حق دار ٹھہرا۔

سنن أبي داود - الأقضية (۳۵۹۷) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۰/۲)

شرح حدیث مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ، فَقَدْ ضَادَّ اللهَ: یعنی جو شخص کسی شخص پر ثبوت حد کے بعد تنفیذ حد سے پہلے اس کی سفارش کیلئے کھڑا ہو اور عدم تنفیذ حد کی کوشش کرے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بڑی سخت مخالفت کی، قاضی صاحب تک مسئلہ اور معاملہ پہنچنے سے پہلے اس بات میں کوشاں رہنا کہ کسی طرح حد کا ثبوت نہ ہو یہ امر آخر ہے، حدیث میں اس پر وعید نہیں بلکہ یہ تو محمود اور پسندیدہ ہے لیکن قاضی تک پہنچنے کے بعد پھر سفارش کرنا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ ناجائز اور مذموم ہے، حدود شرعیہ کا نفاذ بہت اہم اور موجب خیر و برکت ہے کما ورد فی الکتاب و السنۃ۔

وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ، لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللهِ حَتَّى يَنْزِعَ: حدیث کا یہ جزء ثانی ترجمۃ الباب سے متعلق ہے، دو شخصوں میں کسی معاملہ میں نزاع ہو رہا ہے جن میں سے ایک باطل پر ہے اور دوسرا حق پر تو ایسی صورت میں کوئی شخص اس خصم کی تائید اور اعانت کرے جس کا اس کو باطل پر ہونا معلوم ہے اس کے بارے میں یہ وعید ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور ناراضگی میں مبتلا رہے گا جب تک کہ اس سے رجوع اور توبہ نہ کرے۔

وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ: یہ حدیث کا تیسرا جزء ہے کہ جو شخص کسی مومن میں ایسی صفت بیان کرے یعنی کسی ایسے عیب کا اس پر الزام لگائے جو اس میں نہیں ہے، اور وہ اس سے بری ہے تو ایسے شخص کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جہنم کے اس طبقہ میں رکھیں گے جہاں جہنمیوں کے زخموں کی لہو پیپ ہوگی، ردغۃ الخبال ای التراب المخلوط بعصارۃ اھل النار، جہنمیوں کی لہو پیپ کا کیچڑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس کا اس ٹھکانہ میں رہنا اس وقت تک ہوگا جب تک وہ اپنے قول سے باہر نہ آجائے، لیکن ظاہر بات ہے کہ جو شخص جو بات کہہ چکا وہ اس سے آخرت میں کیسے باہر آئے گا دنیا میں تو باہر آسکتا تھا توبہ و تلافی کے ذریعہ، نہایت سخت وعید ہے اللہ تعالیٰ شانہ ان سے ہماری حفاظت فرمائے۔

۱۵ - بَابٌ فِي شَهَادَةِ الزُّورِ

جھوٹی گواہی کا بیان

۳۵۹۹ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ يَعْنِي الْعُصْفُرِيَّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَسَدِيِّ، عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ: «عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللهِ» ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ قَرَأَ { فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ

الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ [1] }.

ترجمہ: خریم بن فاتک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھی جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے یہ بات حضور ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی اور پھر اس آیت کی تلاوت کی کہ تم لوگ بتوں کی گندگی سے بچو اور تم لوگ جھوٹی بات کہنے سے بچو۔

تخریج: جامع الترمذي - الشهادات (۲۳۰۰) سنن أبي داود - الأقضية (۳۵۹۹) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۳۷۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۴/۳۲۱)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی اور اس کی تائید میں آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، تائید یا تو اس طور پر ہے کہ اس آیت کریمہ میں اجتناب من الزور اور اجتناب من عبادۃ الاوثان دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اگر چہ اقتران فی الذکر اقتران فی الحکم کو مستلزم نہیں لیکن کم از کم مناسبت اور قربت کو تو مستلزم ہے، اور یا پھر استدلال آیت کے مابعد کے حصہ سے ہے حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ قول زور کے بہت سے مراتب ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ اشراک باللہ بھی اسی کی ایک نوع ہے اس لئے کہ اس پر بھی قول زور ہونا صادق آتا ہے، جس کی تائید حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ سے ہو رہی ہے [2] والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۱۶ ۔ بَابُ مَنْ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ

کن لوگوں کی گواہی نا قابل قبول ہے؟

۳۶۰۰ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ، وَالْخَائِنَةِ وَذِي الْغِمْرِ عَلَى أَخِيهِ، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْغِمْرُ: الْحِنَةُ، وَالشَّحْنَاءُ، وَالْقَانِعُ: الْأَجِيرُ التَّابِعُ مِثْلُ الْأَجِيرِ الْخَاصِّ".

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک اور لوگوں کے اموال میں خیانت کرنے والے مرد و عورت کی گواہی کو نا قابل قبول قرار دیا اور ایک دشمن کی گواہی اسکے دشمن کے حق میں نا قابل قبول قرار دی نیز وہ شخص جو کسی گھر والے کا خادم ہو اس کی گواہی اس گھر والوں کے حق میں نا قابل قبول ہے

---

[1] سو بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے ایک اللہ کی طرف کے ہو کر نہ کہ اسکے ساتھ شریک بنا کر (سورۃ الحج: ۳۰-۳۱)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲۷۸-۲۷۹

البتہ حضور ﷺ نے گھر کے خادم کی گواہی گھر والوں کے علاوہ کے حق میں معتبر قرار دی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں الغمر سے مراد کینہ اور دلوں کا کھوٹ ہے۔

٣٦٠١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ طَارِقٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، بِإِسْنَادِهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ، وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ، وَلَا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ».

ترجمہ: سلیمان بن موسیٰ گزشتہ سند سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خیانت کرنے والے مرد اور عوت اور زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کی گواہی قبول نہیں اور ایک دشمن کی گواہی اسکے دشمن کے حق میں قبول نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود-الأقضية(٣٦٠٠)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢٠٤/٢)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢٠٨/٢).

شرح الحديث من حيث الفقه: خیانت سے مراد عام ہے خواہ وہ خیانت فی اموال الناس ہو یا فی احکام اللہ تعالی وفرائضہ، دونوں صورتوں میں آدمی فاسق ہوتا ہے، اور غمر کے معنی ہیں حقد وعداوت، یعنی دشمن اور کینہ پرور کی شہادت اپنے بھائی کے خلاف، یعنی شہادۃ العدو علی العدو، آپ نے ان دونوں (شہادۃ الخائن وشہادۃ العدو) کو رد فرمایا ہے، جمہور کا مسلک یہی ہے لا تجوز شہادۃ العدو علی العدو، حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے لیکن بعض شراح نے یہ لکھا ہے، کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے کیونکہ وہ شہادۃ العدو علی العدو کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن یہ نقل صحیح نہیں، ہمارے نزدیک شہادۃ العدو علی العدو اس صورت میں معتبر ہے جبکہ وہ عداوت عداوت دینیہ ہو اور اگر عداوت دنیویہ ہے تو پھر ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں، ثم اختلفوا (ای الحنفیۃ) فقیل مطلقا، وقیل بل اذا کانت موجبۃ للفسق، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ، قانع لاهل البیت سے مراد خادم ہے جو کسی کے گھر پر اسکی روزی پر قناعت کئے پڑا ہو، ظاہر بات ہے کہ ایسے شخص کی شہادت اس گھر والوں کے حق میں مخدوش اور متہم ہے واجازھا لغیرھم یعنی اس قانع کی شہادت کو آپ ﷺ نے مطلقا رد نہیں فرمایا بلکہ خاص اس گھر والوں کے حق میں انکے علاوہ دوسروں کے حق میں معتبر مانا، کیونکہ وہ تہمت کا مقام نہیں ہے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری، یہ حدیث بروایت عائشہؓ ترمذی شریف میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر من حیث الفقہ بھی کلام فرمایا ہے لہذا اسکو بھی دیکھا جائے نیز اس مقام کی الکوکب الدری بھی دیکھی جائے، مفید ثابت ہوگی۔

١٧ - بَابُ شَهَادَةِ الْبَدَوِيِّ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ

دیہاتی کی گواہی شہر میں رہنے والے کے خلاف قبول نہیں

٣٦٠٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَنَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلَى صَاحِبِ قَرْيَةٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دیہاتی شخص کی گواہی شہر میں رہنے والے کیلئے ناقابل قبول ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٠٢) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٦٧)

شرح الحدیث یعنی جنگلی اور دیہاتی کی شہادت بستی اور شہر میں رہنے والے کے خلاف جائز اور معتبر نہیں۔

شراح نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا اس حدیث پر عمل ہے، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ کلیہ کے طور پر نہیں ہے، بلکہ ایسا اس لئے فرمایا گیا ہے کہ عموماً اہل بادیہ جاہل اور بے علم ہوتے ہیں شہادت کی صلاحیت واہلیت ان میں نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی میں ان میں سے اس کی اہلیت ہو تو پھر اس کی شہادت بھی معتبر ہوگی۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

١٨ - بَابُ الشَّهَادَةِ فِي الرَّضَاعِ

دودھ پلانے پر گواہی دینا

مسئلة الباب میں مذاہب ائمه: یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام احمدؒ کے نزدیک ثبوت رضاعت کیلئے ایک عورت کی شہادت کافی ہے، وعند مالك شهادة امرأتين، اور حنفیہ کے نزدیک عام قاعدہ کے مطابق شہادة عدلين اور عدل و عدلتين یعنی دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے جیسے حنفیہ کے نزدیک، لیکن وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر صرف عورتیں ہی ہوں تو اگر وہ چار ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی، حنفیہ کے یہاں یہ نہیں ہے۔

٣٦٠٣ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ - وَحَدَّثَنِيهِ صَاحِبٌ لِي عَنْهُ وَأَنَا لِحَدِيثِ صَاحِبِي أَحْفَظُ - قَالَ: تَزَوَّجْتُ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ فَدَخَلَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْنَا جَمِيعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَأَعْرَضَ عَنِّي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا لَكَاذِبَةٌ، قَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ؟ وَقَدْ قَالَتْ مَا قَالَتْ دَعْهَا عَنْكَ».

ترجمہ: عقبہ بن حارث کہتے ہیں..... ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن حارث کے علاوہ مجھے میرے ایک ساتھی نے بھی عقبہ بن حارث سے یہ حدیث نقل کی ہے اور مجھے عقبہ کی حدیث سے زیادہ اپنے ساتھی کی حدیث یاد ہے..... کے عقبہ بن حارث نے فرمایا کہ میں نے ام یحییٰ بن ابی اہاب سے شادی کی تو ہمارے پاس ایک کالی عورت نے آکر کہا کہ اس نے مجھے اور میری اہلیہ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا..... تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سارا واقعہ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر اعراض فرمایا، عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ عورت تو جھوٹی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیسے معلوم کہ وہ جھوٹی ہے حالانکہ وہ کہہ چکی ہے جو بات وہ کہہ چکی ہے تم اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو۔

٣٦٠٤ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبَصْرِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ - وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ وَلَكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ - فَذَكَرَ مَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: نَظَرَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَقَالَ: «هَذَا مِنْ ثِقَاتِ أَصْحَابِ أَيُّوبَ».

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ عبید بن ابی مریم سے نقل کرتے ہیں اور وہ عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں..... ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عقبہ بن حارث سے بلاواسطہ بھی سنی ہے لیکن مجھے عبید کی حدیث زیادہ یاد ہے اس کے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٨٨) صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٧) صحيح البخاري - الشهادات (٢٤٩٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٨١٦) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥١) سنن النسائي - النكاح (٣٣٣٠) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٠٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٧/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨٤/٤) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥٥)

شرح الحدیث: عقبہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی، شادی کے کچھ روز بعد یہ ہوا کہ ایک سیاہ رنگ عورت ہمارے گھر آئی اور اس نے آکر یہ کہا کہ میں نے تو تم دونوں کو بچپن میں دودھ پلایا تھا، یعنی پھر تم نے شادی کیسے کرلی، عقبہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسئلہ رکھا (انہوں نے مسئلہ اس انداز سے رکھا تھا کہ گویا وہ عورت جھوٹی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر اعراض فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف طور پر یہ عرض کر دیا کہ وہ جھوٹی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ جھوٹی ہے دَعْهَا عَنْكَ چھوڑ دے اس عورت کو اپنے سے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے مرضعہ واحدہ کی شہادت کو کافی قرار دیا، جمہور یہ کہتے ہیں

کہ یہ حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہے، وفی الدر المختار: الرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين، ولا تقع الفرقة إلا بتفريق القاضي الى آخر ما فی حاشية الكوكب [1]، یعنی حنفیہ کے نزدیک رضاعت کے مسئلہ میں وہی دلیل معتبر ہے جو عام حقوق مالیہ میں معتبر ہوتی ہے، اور حقوق مالیہ میں اسی طرح ہے (شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین) بخلاف حدود کے کہ وہاں چار شخصوں کی گواہی درکار ہے، اور بخلاف خالص امور دینیہ کے کہ وہاں عدل واحد کی شہادت بھی معتبر ہے کما فی رویة هلال رمضان، لكن إذا كان بالسماء علة. والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري.

۱۹ - بَابُ شَهَادَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَفِي الْوَصِيَّةِ فِي السَّفَرِ

اہل ذمہ کی گواہی دینا اور سفر میں وصیت کرنے کا بیان

اہل ذمہ کی شہادت مسلم پر امام احمدؒ کے نزدیک اس خاص صورت میں جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے یعنی وصیۃ فی السفر میں معتبر ہے، ابراہیم نخعی اور اوزاعی کی رائے بھی یہی ہے، مصنف حنبلی ہیں کما تقدم مرارًا اسی لئے حنابلہ کے مسلک کے مطابق ترجمہ قائم کیا۔

۳۶۰۵ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ بِدَقُوقَاءَ هَذِهِ، وَلَمْ يَجِدْ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُشْهِدُهُ عَلَى وَصِيَّتِهِ، فَأَشْهَدَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقَدِمَا الْكُوفَةَ فَأَتَيَا أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، فَأَخْبَرَاهُ وَقَدِمَا بِتَرِكَتِهِ وَوَصِيَّتِهِ، فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ: هَذَا أَمْرٌ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ الَّذِي كَانَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْلَفَهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ بِاللهِ مَا خَانَا وَلَا كَذَبَا وَلَا بَدَّلَا، وَلَا كَتَمَا، وَلَا غَيَّرَا وَإِنَّهَا لَوَصِيَّةُ الرَّجُلِ وَتَرِكَتُهُ فَأَمْضَى شَهَادَتَهُمَا".

ترجمہ شعبی کہتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص کی مقام دقوقاء میں موت کا وقت قریب آیا اور اس شخص نے کسی مسلمان کو نہیں پایا جو اسکی وصیت پر گواہ بن سکے لہٰذا اس نے اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنایا..... تو (اسکے مرنے کے بعد) یہ دونوں شخص جو اہل کتاب سے تعلق رکھتے تھے کوفہ آئے اور انہوں نے (کوفہ کے گورنر) ابو موسیٰ اشعریؓ کو اس مسلمان شخص کی موت اور اسکے ترکہ اور وصیت کے بارے میں بتلایا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ یہ ایسا واقعہ ہے جو عہد نبوی کے بعد ابھی تک واقعہ نہیں ہوا تھا چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے عصر کی نماز کے بعد اہل کتاب کے ان دو شخصوں کو قسم کھلائی کہ خدا کی قسم نہ تو ان دونوں نے خیانت کی اور نہ ہی جھوٹ بولا اور نہ ہی انہوں نے وصیت یا ترکہ میں تبدیلی کی ہے اور نہ ہی انہوں نے کوئی شئ چھپائی ہے اور نہ کوئی تغیر کیا ہے اور خدا کی قسم یہی اس مرنے والے مسلمان کی

[1] رد المحتار علی الدر المختار — ج ٤ ص ٤٢٠، الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٢٤٩ - ٢٥٠

وصیت اور ترکہ ہے..... تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان دونوں کی گواہی کو قبول فرمالیا۔

شرح الحدیث اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے یہ تو وہ ہے جو ابو موسیٰ اشعریؓ کے زمانہ میں پیش آیا اور حضور ﷺ کے زمانہ میں پیش آنے والے جس واقعہ کا انہوں نے حوالہ دیا ہے وہ باب کی حدیث ثانی میں مذکور ہے، لہٰذا اسی میں غور کیا جائے اور وہ یہ ہے۔

۳۶۰۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ مَعَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ، فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامَ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ "فَأَحْلَفَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ، فَقَالُوا: اشْتَرَيْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ، فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا، وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ" قَالَ: فَنَزَلَتْ فِيهِمْ { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ[1] } الْآيَةَ.

ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں قبیلہ سہم کا ایک شخص سفر میں تمیم داری اور عدی بن بدّاء (یہ دونوں شخص اس وقت نصرانی تھے) کے ساتھ نکلا تو قبیلہ بنو سہم کے اس شخص کا انتقال ایسی زمین میں ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا (تو انہوں نے ان دونوں نصرانیوں کو اپنے مال اور ترکہ کی وصیت فرمائی) جب یہ دونوں نصرانی اس شخص کا ترکہ لے کر آئے تو اس مسلمان شخص کے ورثاء نے چاندی کا ایک پیالہ اس ترکہ میں گم پایا جس پر سونے کی پتریاں (لکیریں) لگی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں نصرانیوں کو قسم کھلائی پھر کچھ وقت کے بعد یہ چاندی کا پیالہ لوگوں کو مکہ مکرمہ میں مل گیا..... جن لوگوں کے پاس سے یہ پیالہ ملا تھا انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ چاندی کا پیالہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے..... تو بنو سہم قبیلہ کے میت کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہماری گواہی زیادہ قابل قبول ہے تمیم اور عدی کی گواہی کے مقابلہ میں اور یہ چاندی کا پیالہ ہمارے میت (بدیل) کا ہے..... تو اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ۔

تخریج صحيح البخاري - الوصايا (۲۶۲۸) جامع الترمذي - تفسير القرآن (۳۰۶۰) سنن أبي داود - الأقضية (۳۶۰۶)

شرح الحدیث **عدی بن بدّاء اور تمیم داری کا قصہ:** اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ترجمۃ الباب کے مطابق ہے اور یہ وہی واقعہ ہے جس کا حوالہ اوپر والی روایت میں گزرا، اور یہی واقعہ سورۂ مائدہ کی یہ آیات: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الْآيَةَ کے نزول کا سبب ہے واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ بنو سہم کا ایک مسلمان شخص جس کا نام بدیل تھا مال تجارت لے کر اپنے گھر سے چلا اس سفر میں اس کے دو ساتھی تھے اہل کتاب میں سے یعنی نصرانی تمیم داری اور عدی بداء، تو راستہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ وہ رجل سہمی قریب المرگ ہو گیا تو اس نے ان دونوں کو اپنا وصی بنایا اور پھر اپنا سارا سامان اور مال

---

[1] اے ایمان والو گواہ درمیان تمہارے جب کہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت وہ شخص معتبر ہونے چاہئیں (سورۃ المائدۃ: ۱۰۶)

تجارت ان دونوں کے حوالہ کر دیا اپنے گھر پہنچانے کیلئے ان لوگوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اس سہمی کا وہ سامان اس کے گھر والوں کو پہنچادیا اس سامان میں ایک چاندی کا پیالہ جس میں سونے کے پترے لگے ہوئے تھے اور یہی اس کے سامان کا قیمتی جزء تھا اس کے ساتھ انہوں نے خیانت کی اور اس کو سامان کے ساتھ نہیں دیا جب اولیاء سہمی نے اس پیالہ کے بارے میں دعویٰ کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا کہ ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں تھا حضور ﷺ نے ان دونوں سے قسم لیکر، کیونکہ وہ منکر تھے ان کو چھوڑ دیا پھر کچھ روز بعد بعض اولیاء سہمی نے اس پیالہ کو کسی دوکاندار کے پاس دیکھا دوکاندار نے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں نے تو یہ پیالہ تمیم داری اور عدی بن بداء سے خرید لیا ہے دوبارہ یہ مقدمہ حضور ﷺ کے یہاں پیش ہوا تو ان دونوں نے یہ چال چلی کہ یہ تو ہم نے اس مرنے والے رجل سہمی سے خرید لیا تھا اولیاء سہمی نے اس کا انکار کیا اس مرتبہ معاملہ برعکس ہو گیا شروع میں ورثہ سہمی مدعی تھے اور یہ دونوں نصرانی مدعی علیہ اسی لئے اس وقت ان دونوں سے قسم لی گئی تھی اب اس دوبارہ کے قضیہ میں یہ دونوں نصرانی مدعی بن گئے یعنی مدعی شراء اور اولیاء سہمی اس کے منکر، مدعین کے پاس کوئی گواہ تھا نہیں لہذا اولیاء سہمی جو منکر تھے ان کے حلف پر ان کے موافق فیصلہ کر دیا گیا، اس واقعہ کا یہ پورا مضمون حدیث الباب میں مذکور نہیں ہے، مختلف روایات کو جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، فهذا شرح هذا الباب وحديثه، والحديث أخرجه الترمذي، وأخرجه البخاري تعليقًا، قاله المنذري۔

۲۰ - بَابُ إِذَا عَلِمَ الْحَاكِمُ صِدْقَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَحْكُمَ بِهِ

قاضی جب ایک گواہ کو سچا سمجھے تو کیا وہ اسکے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے

قضاء القاضی بعلمه میں مذاہب ائمہ: اس ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ ہے قضاء القاضي بعلمه کا مسئلہ، ترجمۃ الباب کا مضمون یہ ہے کہ اگر کسی قضیہ میں مدعی صرف ایک شاہد پیش کر سکا دوسرا شاہد اس کے پاس نہیں تھا لیکن حاکم اور قاضی کو ذاتی طور پر اس شاہد کی شہادت کا صدق معلوم تھا، لیکن نصاب شہادت پورا نہیں، تو ایسی صورت میں قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی علم قاضی قائم مقام شاہد واحد کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سو اس کے بارے میں یہ ہے کہ حدود میں تو قضاء القاضي بعلمه بالاجماع جائز نہیں، اور غیر حدود میں امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، اور امام احمدؒ مالکؒ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تفصیل ہے وہ یہ کہ علم قاضی اگر قاضی بننے کے بعد قاضی کو حاصل ہوا ہے تو اس علم کا تو اعتبار ہوگا اور اس کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہوگا، اور اگر وہ علم قاضی قبل القضاء ہے یعنی قاضی بننے سے پہلے کا تو وہ معتبر نہیں۔

۳۶۰۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ

خُزَيْمَةَ، أَنَّ عَمَّهُ، حَدَّثَهُ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أَعْرَابِيٍّ، فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ، فَأَسْرَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشْيَ وَأَبْطَأَ الْأَعْرَابِيُّ، فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الْأَعْرَابِيَّ، فَيُسَاوِمُونَهُ بِالْفَرَسِ وَلَا يَشْعُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَهُ، فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هَذَا الْفَرَسِ وَإِلَّا بِعْتُهُ؟ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ، فَقَالَ: «أَوَلَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ؟» فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: لَا، وَاللهِ مَا بِعْتُكَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلَى، قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ» فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ، يَقُولُ هَلُمَّ شَهِيدًا، فَقَالَ خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُزَيْمَةَ فَقَالَ: «بِمَ تَشْهَدُ؟» ، فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ.

ترجمہ عمارہ بن خزیمہ کہتے ہیں کہ ان کے چچا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں نے ان سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس گھوڑے کی قیمت ادا کر دوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ چل پڑے اور اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آہستہ آہستہ چلنے لگا تو چند لوگ اس دیہاتی سے ملے جو اس دیہاتی سے گھوڑے کا بھاؤ لگانے لگے اور ان لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دیہاتی سے یہ گھوڑا خرید چکے ہیں...... تو اس دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز لگائی کہ اگر آپ کو یہ گھوڑا خریدنا ہے تو خرید لیں ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اعرابی اور دیہاتی کی آواز سن کر کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ گھوڑا میں تم سے خرید نہیں چکا ہوں؟ تو اس دیہاتی نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے یہ گھوڑا آپ کو نہیں بیچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں میں تو یہ گھوڑا تم سے خرید چکا ہوں تو دیہاتی کہنے لگا کہ آپ گواہ لے کر آئیں تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گھوڑا خرید چکے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم یہ گواہی کس طرح دے رہے ہو تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس لئے گواہی دے رہا ہوں کیونکہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کا پیغام پہنچا دیا ہے (تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھوڑے خریدنے والی بات کی تصدیق کرتا ہوں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر قرار دی۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٠٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢١٦)

شرح الحدیث **آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شراء فرس کا ایک عبرتناک واقعہ:** عم عمارہ جن کا نام عمارہ بن ثابت ہے ان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی جگہ راستہ میں) ایک اعرابی سے اس کا گھوڑا خریدا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو اپنے

ساتھ چلنے کیلئے فرمایا تاکہ گھر پہنچ کر اسکو گھوڑے کا ثمن ادا کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ تیزی کے ساتھ چل دیئے، اعرابی آہستہ آہستہ چلا، راستہ میں جو لوگ اس کو ملے وہ اس سے اسکے گھوڑے کی خریداری کی بات کرنے لگے، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں (اب دیکھیے اعرابی کی نیت میں فساد آیا) اور اس نے حضور ﷺ کو آواز دیکر کہا کہ اگر آپ ﷺ کو یہ گھوڑا خریدنا ہے تو خرید لیجئے ورنہ میں اس کو فروخت کر رہا ہوں، آپ ﷺ اس اعرابی کی یہ بات سن کر ٹھہرے، اور اسکی طرف پیچھے دیکھ کر فرمایا: أَوَ لَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ؟ کہ کیا میں یہ گھوڑا تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں، اعرابی نے انکار کر دیا اور اس پر قسم بھی کھالی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ میں تجھ سے اسکو خرید چکا ہوں، اعرابی کہنے لگا گواہ لایئے (اس موقعہ پر اتفاقاً حضرت خزیمہ بن ثابتؓ پہنچ گئے) وہ فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اس گھوڑے کی حضور ﷺ کے ساتھ بیع کی ہے، ان کی شہادت پر آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بِمَ تَشْهَدُ؟ کہ تم شہادت کیسے دے رہے ہو تم تو بیع کے وقت موجود نہ تھے؟ فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللهِ تو انہوں نے جواباً عرض کیا کہ محض آپ ﷺ کے قول کی تصدیق کیلئے [1]، یعنی چونکہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں خریدنے کی بات یہی میری شہادت کا منی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی بات کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی، لہٰذا آپ ﷺ کی تصدیق کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں، آپ ﷺ نے ان کی یہ نہایت وزنی اور قیمتی بات سن کر آپ ﷺ کو یہ تمغہ عطا فرمایا کہ ہمیشہ کیلئے تنہا ان کی شہادت شاہدین کی شہادت کے برابر قرار دیدیا، اس اعرابی کا نام بعض روایات میں سواء بن الحارث آیا ہے اور بعض میں سواء بن قیس، لیکن اس کو حافظ نے وہم قرار دیا ہے، اس قصہ کا تکملہ یہ ہے کہ پھر جب سب لوگوں کو معلوم ہو گیا حضور ﷺ کی شراء کا قصہ تو پھر اس کے بعد کسی نے بھی اس گھوڑے کو اس اعرابی سے نہیں خریدا، حالانکہ اس کا مقصد اس کو فروخت کرنا ہی تھا لیکن جب کسی نے اس کو نہ خریدا تو پھر مجبوراً شام کو اس کو اپنے گھر لے جا کر باندھ دیا، صبح کو یہ شخص جب اٹھا تو اس نے اپنے گھوڑے کا عجیب حال دیکھا کہ وہ مر چکا تھا زمین پر پڑا ہوا تھا اور ایک ٹانگ اس کی اوپر کی طرف اٹھ رہی تھی، فأصبحت شاصية برجلها - أي رافعة - كذا في الشفاء للقاضي عياض [2]۔

اس حدیث میں کہہ سکتے ہیں کہ قضاء القاضي بعلمه پایا گیا یعنی بما علمه بعد القضاء وہی صورت جو امام صاحبؒ کے نزدیک معتبر ہے اس لئے کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں قَدِ ابْتَعْتُهُ، لیکن یہ امر آخر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے حق میں فیصلہ فرمانے کے بعد اس کو اختیار نہیں کیا بلکہ گھوڑے کو واپس کر دیا، لیکن اگر رکھنا چاہتے تو آپ ﷺ کو اس کا حق تھا، والحديث أخرجه النسائي. قاله المنذري۔

---

[1] بِتَصْدِيقِكَ دوسرا مطلب اس کا یہ ہو سکتا ہے، آپ ﷺ کی تصدیق کی وجہ سے یعنی چونکہ پہلے ایمان لاتے وقت میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اور جو کچھ فرمائیں گے سب سچ ہو گا اس لئے یہ بھی سچ ہی ہے۔

[2] الشفا بتعريف حقوق المصطفى – ج ۱ ص ۳۳۰

۲۱ - بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ

قسم اور ایک گواہ کی موجودگی میں فیصلہ کرنا

٣٦٠٨ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا سَيْفٌ الْمَكِّيُّ، قَالَ: عُثْمَانُ سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ».

ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔

٣٦٠٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ سَلَمَةُ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ عَمْرٌو: فِي الْحُقُوقِ.

ترجمہ عمرو بن دینار نے گزشتہ حدیث کی سند کے ساتھ اسی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی اس میں عمرو بن دینار نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ لوگوں کے حقوق کے متعلق فرمایا تھا نہ کہ حدود کے۔

تخریج صحيح مسلم - الأقضية (١٧١٢) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٠٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٧٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٢٣)

شرح الاحادیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ»، اور اس کے بعد والے طریق میں یہ زیادتی ہے: قَالَ عَمْرٌو: فِي الْحُقُوقِ۔

مسئلة الباب کی تشریح اور مذاہب ائمہ: اگر کسی قضیہ میں مدعی کے پاس صرف ایک شاہد ہو تو کیا ایسی صورت میں یمین مدعی شاہد آخر کے قائم مقام ہو سکتی ہے؟ اور پھر مدعی کے حق میں فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز ہے مگر صرف ان دعاوی میں جن کا تعلق حقوق اور مال سے ہو نہ کہ حدود میں، اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، حدیث الباب سے جمہور ہی کا مذہب ثابت ہوتا ہے، حنفیہ کی دلیل وہ حدیث مشہور ہے جو کہ قریب بہ حد تواتر ہے: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ [1]، اور حدیث الباب اس مسئلہ میں محتمل ہے کیونکہ اسکے معنی میں دوسرا احتمال بھی ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ نے باوجود ایک شاہد کی موجودگی کے یمین مدعی علیہ پر فیصلہ کیا، یعنی جس طرح مطلقاً شاہد نہ ہونے کی صورت میں یمین مدعی علیہ پر فیصلہ ہوتا ہے اسی طرح شاہد واحد کے موجود ہونے کی صورت میں بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، اس مسئلہ میں امام بخاریؒ بھی حنفیہ کے ساتھ ہیں، چنانچہ انہوں نے ترجمہ قائم کیا بَاب الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، حضرت شیخ نے تراجم بخاری میں

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الدعوى والبينات - باب: البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه ٢١٢٠١ (ج١٠ ص٤٢٧)

مسئلہ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ میں ائمہ کا اختلاف لکھنے کے بعد لکھا ہے: قلت وميل البخاري الى مسلك الحنفية واستدل عليه بالحصر في قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم شاهداك او يمينه، وبقصة ابن شبرمة، وبحديث ابن عباس اھ[1]، میں کہتا ہوں کہ حدیث الباب یعنی قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ جو جمہور کا مستدل ہے، اس مسئلہ میں یہ روایت افراد مسلم سے ہے، اور حنفیہ کی دلیل متفق علیہ ہے جیسا کہ ابھی تراجم سے گزرا حضور ﷺ کا ارشاد شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ، اسی طرح امام بخاریؒ نے کتاب الرهن میں باب قائم کیا: بَاب إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، اور پھر اس کے تحت انہوں نے یہ حدیث ابن عباسؓ ذکر کی: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ[2]، اس حدیث ابن عباسؓ کو امام بخاریؒ نے کتاب الشهادات میں بَاب الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُودِ کے ذیل میں بھی ذکر کیا ہے[3]۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٦١٠ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَبُو مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الشَّافِعِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسُهَيْلٍ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ أَنِّي حَدَّثْتُهُ إِيَّاهُ وَلَا أَحْفَظُهُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: «وَقَدْ كَانَ أَصَابَتْ سُهَيْلًا عِلَّةٌ أَذْهَبَتْ بَعْضَ عَقْلِهِ وَنَسِيَ بَعْضَ حَدِيثِهِ فَكَانَ سُهَيْلٌ، بَعْدُ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک گواہ کی موجودگی میں قسم دلا کر فیصلہ فرمادیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ربیع بن سلیمان استاد نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ شافعی نے عبد العزیز دراوردیؒ سے یہ بات نقل کی کہ ربیعہ بن عبد الرحمٰن ہمیں آپ کے واسطہ سے حدیث نقل کی کہ ربیعہ بن عبد الرحمٰن ہمیں آپ کے واسطہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟ سہیل بن ابی صالح نے کہا کہ ربیعہ میرے نزدیک ثقہ راوی ہیں انہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں ان کو یہ حدیث سنا چکا ہوں حالانکہ مجھے یہ بات یاد نہیں کہ میں نے ربیعہ کو یہ حدیث سنائی ہو..... عبد العزیز دراوردی کہتے ہیں کہ سہیل بن ابی صالح کو ایسی بیماری لگ گئی تھی جس کی وجہ سے ان کی عقل کا کچھ حصہ جاتا رہا اور وہ کچھ حدیثیں بھول گئے..... چنانچہ سہیل راوی اس حدیث کو ربیعہ کے واسطہ سے اپنے آپ سے اور اپنے بعد اپنے والد سے نقل کرتے تھے۔

---

[1] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري – ج ١ ص ١٨٨

[2] صحيح البخاري – كتاب الرهن – باب إذا اختلف الراهن والمرتهن ونحوه فالبينة الخ ٢٣٧٩

[3] صحيح البخاري – كتاب الشهادات – باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود ٢٥٢٤

٣٦١١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ، بِإِسْنَادِ أَبِي مُصْعَبٍ، وَمَعْنَاهُ قَالَ سُلَيْمَانُ: فَلَقِيتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهُ، عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ: مَا أَعْرِفُهُ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ رَبِيعَةَ أَخْبَرَنِي بِهِ عَنْكَ، قَالَ: فَإِنْ كَانَ رَبِيعَةُ أَخْبَرَكَ عَنِّي فَحَدِّثْ بِهِ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِّي.

ترجمہ: ربیعہ ابو مصعب کی سند سے اسی روایت کے ہم معنیٰ نقل کرتے ہیں..... سلیمان بن ہلال نے کہا کہ پھر میں نے سہیل بن ابی صالح سے ملاقات کی اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث معلوم نہیں تو میں نے ان سے کہا کہ ربیعہ نے مجھے یہ حدیث آپکے واسطہ سے نقل کی ہے تو سہیل نے جواب دیا کہ اگر ربیعہ نے یہ حدیث تمہیں میرے واسطہ سے سنائی ہے تو تم ربیعہ کے واسطہ سے مجھ سے یہ حدیث نقل کر سکتے ہو۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٣) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦١٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٦٨)

شرح الحدیث: **شرح السند:** پہلی سند سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ حدیث عبد العزیز (دراوردی کا نام عبد العزیز ہے) کو سہیل سے بواسطہ ربیعہ کے پہنچی تھی اس دوسری سند میں عبد العزیز یہ کہہ رہے ہیں کہ بعد میں میں براہ راست سہیل سے ملا اور ان سے اس روایت کا ذکر کیا اور یہ کہ مجھ کو آپ کی یہ حدیث بواسطہ ربیعہ کے پہنچی ہے (بظاہر مطلب یہ ہے کہ اب میں اس کو براہ راست آپ سے سننا چاہتا ہوں تاکہ علو سند حاصل ہو) تو انہوں نے اس پر یہ کہا کہ مجھ سے ربیعہ نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے یہ حدیث ان سے بیان کی تھی لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے ان سے بیان کی تھی یا نہیں، اور سہیل نے یہ بات بھی کہی کہ ربیعہ میرے نزدیک ثقہ ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث میں نے ان سے بیان کی ہو گو مجھے یاد نہیں، یہ امر آخر ہے۔

فَكَانَ سُهَيْلٌ، بَعْدُ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ: یعنی عبد العزیز کی اس گفتگو کے بعد سہیل بن ابی صالح کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ میں نے یہ حدیث سنی ربیعہ سے اور ربیعہ نے خود مجھ سے، اور پھر آگے جو سند ہے وہ بیان کرتے تھے یعنی سہیل جو کہ فی الواقع استاذ ہیں ربیعہ کے اور ربیعہ ان کے شاگرد مگر چونکہ سہیل اس حدیث کو بھول گئے تھے اس لئے انہوں نے اس حدیث کو روایت کرنیکی یہ صورت اختیار کی جو اوپر مذکور ہوئی۔ سهيل بن ابي صالح عن ربيعة عن سهيل، لہذا اب یہ حدیث اہل اصول کے نزدیک من حدث ونسی کے قبیل سے ہو گئی، اس سند کی نظیر ترمذی شریف باب المنديل بعد الوضوء میں گزری ہے: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ عَنِّي، وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ [1]، جریر بھی اس حدیث کو علی بن مجاہد سے بیان کر کے بھول گئے تھے۔

یہاں کتاب میں یہ بھی ہے: عبد العزیز کہتے ہیں کہ دراصل سہیل کو کوئی بیماری لاحق ہو گئی تھی ایسی کہ جس سے ان کا ذہن اور حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الطهارة - باب المنديل بعد الوضوء ٥٤

٣٦١٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ شُعَيْثِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْبِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي الزُّبَيْبَ، يَقُولُ بَعَثَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا إِلَى بَنِي الْعَنْبَرِ فَأَخَذُوهُمْ بِرُكْبَةَ مِنْ نَاحِيَةِ الطَّائِفِ فَاسْتَاقُوهُمْ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَكِبْتُ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَتَانَا جُنْدُكَ فَأَخَذُونَا وَقَدْ كُنَّا أَسْلَمْنَا وَخَضْرَمْنَا آذَانَ النَّعَمِ، فَلَمَّا قَدِمَ بَلْعَنْبَرِ، قَالَ لِي نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ لَكُمْ بَيِّنَةٌ عَلَى أَنَّكُمْ أَسْلَمْتُمْ قَبْلَ أَنْ تُؤْخَذُوا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «مَنْ بَيِّنَتُكَ؟» قُلْتُ: سَمُرَةُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْعَنْبَرِ وَرَجُلٌ آخَرُ سَمَّاهُ لَهُ فَشَهِدَ الرَّجُلُ، وَأَبَى سَمُرَةُ أَنْ يَشْهَدَ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أَبَى أَنْ يَشْهَدَ لَكَ، فَتَحْلِفُ مَعَ شَاهِدِكَ الْآخَرِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَاسْتَحْلَفَنِي، فَحَلَفْتُ بِاللهِ لَقَدْ أَسْلَمْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَخَضْرَمْنَا آذَانَ النَّعَمِ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْهَبُوا فَقَاسِمُوهُمْ أَنْصَافَ الْأَمْوَالِ، وَلَا تَمَسُّوا ذَرَارِيَّهُمْ لَوْلَا أَنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ ضَلَالَةَ الْعَمَلِ مَا رَزَيْنَاكُمْ عِقَالًا» قَالَ الزُّبَيْبُ: فَدَعَتْنِي أُمِّي، فَقَالَتْ: هَذَا الرَّجُلُ أَخَذَ زِرْبِيَّتِي فَانْصَرَفْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ لِي: «احْبِسْهُ» فَأَخَذْتُ بِتَلْبِيبِهِ، وَقُمْتُ مَعَهُ مَكَانَنَا، ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْنَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمَيْنِ، فَقَالَ: «مَا تُرِيدُ بِأَسِيرِكَ؟» فَأَرْسَلْتُهُ مِنْ يَدِي، فَقَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِلرَّجُلِ: «رُدَّ عَلَى هَذَا زِرْبِيَّةَ أُمِّهِ الَّتِي أَخَذْتَ مِنْهَا»، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّهَا خَرَجَتْ مِنْ يَدِي، قَالَ: فَاخْتَلَعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْفَ الرَّجُلِ فَأَعْطَانِيهِ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ: «اذْهَبْ فَزِدْهُ آصُعًا مِنْ طَعَامٍ»، قَالَ: فَزَادَنِي آصُعًا مِنْ شَعِيرٍ.

ترجمہ شعیث بن عبد اللہ بن زبیب کہتے ہیں کہ میرے دادا زبیب سے میں نے سنا ہے وہ فرمارہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عنبر قبیلہ کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا تو اس قبیلہ بنو عنبر والوں کو اس لشکر نے مقام رکبہ میں پکڑ لیا یہ رکبہ مقام طائف کی جانب ہے اور یہ لوگ قبیلہ بنو عنبر والوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو میں سوار ہو کر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اے اللہ کے رسول آپکے لشکر والوں نے ہمارے قبیلہ والوں کو پکڑ لیا ہے حالانکہ ہم لوگ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور ہم نے اپنے چوپایوں کے کانوں کو کاٹ دیا تھا (اسلام لانے کی یہ علامت تھی ...... جب قبیلہ بنو عنبر کے لوگ قید ہو کر لائے گئے تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس اس بات پر گواہ موجود ہیں کہ تم لوگ قید ہونے سے پہلے اسلام لا چکے تھے ان دنوں میں؟ تو میں نے کہا: جی ہاں میرے پاس گواہ موجود ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گواہ کون لوگ ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ بنی عنبر کے قبیلہ کے ایک صاحب جن کا نام سمرہ ہے اور ایک دوسرے آدمی بھی گواہ ہیں (جس کو راوی بھول گیا) چنانچہ ان دونوں گواہوں کو بلایا گیا، ان دو میں سے دوسرے شخص نے تو گواہی دی اور سمرہ نے گواہی دینے سے انکار کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے زبیب سے فرمایا کہ سمرہ نے تو تمہارے دعویٰ پر گواہی دینے

نے انکار کر دیا لہٰذا تم اپنے ایک گواہ کے ساتھ قسم کھا سکتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں میں قسم کھا سکتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے قسم لی تو میں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم ہم لوگ فلاں فلاں دن اسلام لائے تھے اور ہم نے اپنے جانوروں کے کچھ کچھ کان بھی کاٹ دیئے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور ان مجاہدین کے پاس موجود بنو عنبر کے مال غنیمت کو آدھا آدھا تقسیم کر لو اور تم لوگ بنو عنبر قبیلہ کے بچوں کو ہاتھ بھی نہ لگانا اور اگر اللہ پاک مجاہدین کے اس عمال جہاد کے باطل اور ضائع ہونے کو ناپسند نہ فرماتے تو اے قبیلہ بنو عنبر والو ہم تمہارا سارا مال لوٹا دیتے اور اس میں ایک رسی بھی کم نہ کرتے۔ زبیب کہتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے بلا کر کہا اس شخص نے (صحابہ کے لشکر کے ایک فرد کی طرف اشارہ کر کے) میری جھالر دار چادر لے لی ہے تو زبیب کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپکو بتلا دیا کہ اس شخص نے میری والدہ کی چادر لے لی ہے تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کو روک لو تو میں نے اسکو گریباں سے پکڑ لیا اور اسی جگہ پر میں اسکے ساتھ کھڑا ہو گیا جب حضور ﷺ نے ہم دونوں کو کھڑا ہوا دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو تو میں نے اپنے ہاتھ چھوڑ دیئے تو نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر اس شخص سے کہا کہ تم نے اس شخص کی والدہ کی جو چادر لی تھی وہ اسکو واپس کر دو تو ان صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہ چادر تو میری ملکیت میں اب نہیں رہی تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کی تلوار لے کر مجھے دیدی اور اس مجاہد شخص سے فرمایا اور جاؤ ان کو اناج کے کچھ صاع بھی دو تو ان صحابی نے مجھے چند صاع جو ادا کیئے۔

شرح الحدیث ایک طویل حدیث اور اس کی شرح: عمار بن شعیث کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ شعیث نے بیان کیا کہ میں نے اپنے دادا زبیب عنبری سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر برائے جہاد و قتال قبیلہ بنو العنبر کی طرف بھیجا (جو خود راوی حدیث یعنی زبیب کا قبیلہ تھا) اس لشکر نے بنو العنبر کو قید کر لیا مقام رکبہ کے اس حصہ میں جو طائف کی جانب ہے اور ان سب کو قید کر کے مدینہ منورہ حضور ﷺ کے پاس لے چلے زبیب عنبری کہتے ہیں: فَرَكِبْتُ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی میں اس لشکر سے بچ نکلا اور سوار ہو کر ان سب لوگوں سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا اور آپ کو سلام عرض کیا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اور میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا بھیجا ہوا لشکر ہمارے پاس پہنچا انہوں نے ہم کو پکڑ لیا یعنی ہمارے سارے قبیلہ کو حالانکہ ہم اسلام لا چکے تھے اور بطور علامت کے اپنے مویشیوں کے تھوڑے تھوڑے کان کاٹ دیئے تھے یعنی اسلام لانے کے وقت۔ (یعنی یہ قبیلہ اگرچہ اسلام لے آیا تھا لیکن نہ تو انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی اور نہ ہی اپنے اسلام کی انہوں نے حضور ﷺ کو اطلاع دی) آپ ﷺ زبیب عنبری کی یہ بات سن کر خاموش رہے پھر جب کچھ دیر بعد یہ قبیلہ جو مسلمانوں کے ہاتھ میں قید تھا مدینہ حضور ﷺ کے پاس پہنچا اب حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بینہ اور گواہ ہیں اس بات پر کہ تم اسلام لا چکے تھے قید ہونے سے پہلے، ان

ایام میں؟ زبیب کہتے ہیں میں نے عرض کیا جی، گواہ ہیں آپ نے فرمایا: کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا ایک تو سمرہ نامی شخص ہے اسی قبیلہ کا اور ایک اور شخص کا نام لیا جس کو راوی بھول گیا، چنانچہ ان دونوں شاہدوں کو بلایا گیا، ان دو میں سے سمرہ نے تو شہادت دینے سے انکار کر دیا البتہ دوسرے شخص نے گواہی دی، حضور ﷺ نے زبیب سے فرمایا کہ دیکھو سمرہ نے تو شہادت سے انکار کر دیا، صرف ایک نے گواہی دی، تو کیا تو ایک شاہد کے ساتھ خود قسم کھا سکتا ہے؟ زبیب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کھا سکتا ہوں، چنانچہ میں نے قسم کھائی اس طرح: لَقَدْ أَسْلَمْنَا بِاللهِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَخَضْرَمْنَا آذَانَ النَّعَمِ، جب اس ایک شخص کی گواہی اور ایک شخص کی قسم پائی گئی تو اب حضور ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صحابہ سے فرمایا: اچھا جاؤ جو مال بطور غنیمت بنو العنبر کا تمہارے پاس ہے اس کو نصف نصف تقسیم کر لو، یعنی نصف بنو العنبر کو واپس کر دو اور نصف تم خود رکھ لو، اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی عورتوں بچوں کو ہاتھ مت لگانا نیز فرمایا: لَوْلَا أَنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ ضَلَالَةَ الْعَمَلِ مَا رَزَيْنَاكُمْ عِقَالًا، کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے عمل کے رائیگاں ہونے کو پسند نہیں فرماتے تو ہم تمہارے مال میں سے ایک رسی کو بھی کم نہ کرتے، یعنی بجائے نصف کرنے کے سارا مال تم کو واپس کر دیتے۔

عمل سے مراد عمل صحابہ یعنی جہاد مطلب یہ ہے کہ چونکہ شرعاً مال غنیمت مجاہدین کا حق ہے تو اب میں سارا ان سے لیکر تم کو واپس کر دوں یہ تو مناسب نہیں، اس صورت میں تو گویا ان کا عمل جہاد ایک لحاظ سے رائیگاں ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کے رائیگاں ہونے کو پسند نہیں فرماتے اسلئے میں سارا تم کو واپس نہیں کرا رہا ہوں (ورنہ جی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح سارا ہی واپس ہو جائے)۔

مصنف کی غرض اس واقعہ کے اسی حصہ سے حاصل ہو جاتی ہے ویسے آگے مصنف نے اس قصہ کا بقیہ حصہ بھی ذکر کیا ہے جس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

مصنف گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اس واقعہ میں قضاء بیمین وشاہد [1] پایا گیا، لیکن حنفیہ تو اس کے قائل نہیں، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہو گا کہ قضاء بیمین وشاہد تو اس وقت ہوتا جب پورا مال واپس کیا جاتا، لہذا یہ استدلال کیسا، بلکہ ہم یہ کہیں گے یہ جو کچھ فیصلہ ہوا یہ بطور اصلاح ذات البین کے ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ قصہ یہ ہے: قَالَ الزُّبَيْبُ: فَدَعَتْنِي أُمِّي، فَقَالَتْ: هَذَا الرَّجُلُ أَخَذَ زِرْبِيَّتِي الخ۔

زبیب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس فیصلہ کے بعد میری والدہ نے مجھ کو بلایا اور ایک لشکری کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس نے میری چادر لے رکھی ہے، میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی، آپ ﷺ نے مجھ سے

---

[1] من حيث ان زبيب العنبري كان مدعيا وشهد له شاهد واحد، وانكر الآخر عن الشهادة فاخذ النبي ﷺ الحلف عن المدعي بدل شهادة شاهد آخر وقضى له.

فرمایا کہ جس شخص کے پاس وہ چادر ہے تو اس کو روک لے، میں نے اس کا گریبان پکڑ کے اس کو روک لیا، حضور ﷺ نے ہماری طرف دیکھا دونوں کو ایک جگہ اس طرح کھڑا ہوا اور آپ نے دور ہی سے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے میں نے یہ سن کر فوراً اس کو چھوڑ دیا پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے (یعنی لشکری سے) فرمایا کہ اس کی ماں کی چادر اس کو واپس کر، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ چادر تو میرے ہاتھ سے نکل گئی، جب اس نے یہ کہا تو آپ نے یہ کہا کہ اس شخص کے ہاتھ میں جو تلوار تھی وہ اس سے لیکر مجھے دی (والدہ تک پہنچانے کیلئے چادر کے بدلہ میں) اور آپ ﷺ نے اس لشکری سے یہ بھی فرمایا کہ اس کو یعنی زبیب کو مزید چند صاع غلہ کے بھی دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

٢٠٢ - بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَدَّعِيَانِ شَيْئًا وَلَيْسَتْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ

دو آدمی کسی ایک شے کے دعویدار ہوں اور کسی ایک کے پاس بھی گواہ موجود نہ ہوں

یعنی دو شخص کسی چیز کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں، ہر ایک کہتا ہے کہ یہ میری ہے ایسی صورت میں کہ بینہ کسی کے پاس نہیں، اس ترجمہ میں ایک اور قید بھی ملحوظ ہے جو مذکور نہیں وہ یہ کہ وہ شئ ان دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہ ہو بلکہ کسی تیسرے کے قبضہ میں ہو، یا اگر ہو تو پھر دونوں کے ہاتھ میں ہو، ایسی صورت کا حکم عند الفقہاء یہ ہے: حنفیہ وشافعیہ کہتے ہیں کہ برابر برابر وہ شئ دونوں کو دی جائے، اس کی تنصیف کر دی جائے اور امام احمدؒ اس صورت میں قرعہ کے قائل ہیں، قرعہ میں جس شخص کا نام نکلے تو اس سے قسم لیکر وہ ساری شئ اس کو دیدی جائے، اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ هذا الشئي للاعدل من الرجلين، کہ ان دو شخصوں میں سے جو زیادہ عادل ہو اس کو دی جائے۔ (هكذا المذهب في حاشية الشيخ)۔

٣٦١٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: «أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا أَوْ دَابَّةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دو افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی اونٹ یا جانور کی ملکیت کا دعویٰ کر رہے تھے اور ان دونوں میں سے کسی کے پاس بھی گواہ نہیں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ جانور ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم فرما دیا۔

٣٦١٤ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: سعید بن ابی عروبہ سے گزشتہ حدیث کی سند سے گزشتہ حدیث کے ہم معنیٰ روایت ہے۔

٣٦١٥ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ بِمَعْنَى إِسْنَادِهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا عَلَى

عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ.

ترجمہ قتادہ سے اپنی سند کے ہم معنی روایت مروی ہے کہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے عہد نبوی ﷺ میں ایک اونٹ کے متعلق ملکیت کا دعوی کیا اور ہر ایک نے دو گواہ بھیج دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ اونٹ ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم فرمادیا۔

تخریج سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٢٤) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦١٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٣٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٢/٤)

شرح الأحاديث عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا أَوْ دَابَّةً: یعنی کسی جانور کے بارے میں دو شخصوں نے حضور ﷺ کے پاس جاکر دعوی کیا ہر ایک کہتا تھا کہ یہ میرا ہے اور بینہ کسی کے پاس تھا نہیں، تو آپ ﷺ نے اس کو دونوں کے درمیان مشترک کردیا، حدیث سے حنفیہ اور شافعیہ کی تائید ہوتی ہے، جو کہ صورت مذکورہ میں تنصیف کے قائل ہیں، والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٦١٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِي مَتَاعٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ مَا كَانَ أَحَبَّا ذَلِكَ أَوْ كَرِهَا».

ترجمہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی مجلس میں دو افراد نے ایک سامان کے متعلق جھگڑا کیا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی گواہ نہیں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں قرعہ نکالو کہ کون قسم کھائے گا خواہ قسم کو تم لوگ پسند کرو یا ناپسند کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٩) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦١٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٤/٢)

شرح الحديث اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ مَا كَانَ أَحَبَّا ذَلِكَ أَوْ كَرِهَا: یہ حدیث مسئلہ مترجم بہا میں امام احمدؒ کے مذہب کی دلیل ہے جو یوں کہتے ہیں کہ اس صورت میں استہام یعنی قرعہ اندازی کی جائے، اور قرعہ میں جس شخص کا نام نکلے اس سے حلف لیکر اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣٦١٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا كَرِهَ الِاثْنَانِ الْيَمِينَ، أَوِ اسْتَحَبَّاهَا فَلْيَسْتَهِمَا عَلَيْهَا».
قَالَ سَلَمَةُ: قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَقَالَ: إِذَا أُكْرِهَ الِاثْنَانِ عَلَى الْيَمِينِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب دو فریق قسم کھانے کو ناپسند کریں یا دونوں قسم کھانے کیلئے تیار ہوں تو ان دونوں کو قرعہ ڈالنا چاہیے کہ کون قسم کھائے گا...... معمر نے یہ الفاظ نقل کیے کہ جب دونوں فریق قسم کھانے کو ناپسند کریں۔

٣٦١٨ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، بِإِسْنَادِ ابْنِ مِنْهَالٍ، مِثْلَهُ قَالَ: فِي دَابَّةٍ، وَلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ.

ترجمہ: ابن منہال کی سند سے اسی حدیث کی طرح مروی ہے اسمیں یہ الفاظ ہیں کہ ایک جانور کے متعلق اختلاف ہوا تھا اور دونوں فریق کے پاس گواہ نہیں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں فریقوں کو حکم دیا کہ وہ قرعہ نکال لیں کہ کون سا فریق قسم کھائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٩) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦١٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٥٢٤).

٢٣ - بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

مدعی علیہ کی قسم کھانے کا بیان

٣٦١٩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ ابْنُ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ».

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھے خط لکھا کہ حضور ﷺ نے فیصلہ سنایا کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔

تخریج: صحيح البخاري - الرهن (٢٣٧٩) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٤) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٧٧) صحيح مسلم - الأقضية (١٧١١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٢) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤٢٥) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦١٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/ ٢٥٣)

شرح الحدیث: یہ مسئلہ اجماعی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقًا ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک قید کے ساتھ مقید ہے، وہ یہ کہ مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان آپس میں کچھ جوڑ اور یگانگت ہو تب ایسا ہے، اور اگر ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا جوڑ اور مناسبت نہ ہو مثلاً ایک شخص بڑا پرہیزگار اور یکسو اور دوسرا شخص بڑا اعیاش اور جھگڑالو قسم کا جن کا آپس میں لین دین وغیرہ کا کوئی تعلق نہ ہو ایسا شخص عدالت میں جاکر ایسے شخص پر دعویٰ کرنے لگے تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اس کے دعویٰ پر مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی، یہ قید انہوں نے اس لئے لگائی تاکہ اوباش قسم کے لوگ علماء اور فضلاء کو بلاوجہ پریشان نہ کریں لیکن اس قید

کی کوئی اصل کتاب وسنت میں نہیں ہے (کذا فی البذل وکذا فی حاشیۃ السنن عن الطیبی [1])۔

٢٤ ـ بَابُ كَيْفَ الْيَمِينُ

باب قسم کس طرح کھلائی جائے؟

٣٦٢٠ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْنِي لِرَجُلٍ حَلَّفَهُ «احْلِفْ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، مَا لَهُ عِنْدَكَ شَيْءٌ» يَعْنِي لِلْمُدَّعِي، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو يَحْيَى: اسْمُهُ زِيَادٌ كُوفِيٌّ ثِقَةٌ.

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قسم کھلاتے ہوئے فرمایا یوں کہو میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس شخص کی تمہارے پاس کوئی شئے نہیں ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٢٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٨/١)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس سے آپ ﷺ کو قسم لینی تھی یعنی مدعیٰ علیہ کہ ان لفظوں کے ساتھ قسم کھائے جو حدیث میں مذکور ہیں۔

بظاہر مصنفؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ قاضی اگر الفاظ قسم میں تغلیظ کی ضرورت سمجھے تو جس قسم کے الفاظ سے وہ چاہے قسم لے سکتا ہے۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذری۔

٢٥ ـ بَابُ إِذَا كَانَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ذِمِّيًّا أَيَحْلِفُ

باب جب مدعیٰ علیہ ذمی ہو تو کیا اس سے بھی قسم لی جائیگی؟

٣٦٢١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟» قُلْتُ: لَا، قَالَ لِلْيَهُودِيِّ: «احْلِفْ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي، فَأَنْزَلَ اللهُ {إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ [2]} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ اشعثؓ فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک یہودی شخص کے درمیان ایک زمین کا معاملہ تھا یہودی نے مجھے وہ زمین

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٣٠٧

[2] جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک (سورۃ آل عمران: ٧٧)

دینے سے انکار کر دیا تو میں اس یہودی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا: تم قسم کھالو۔ تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص قسم کھا کر اس طرح میرا سارا مال لے جائیگا تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٢١) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢١١)

شرح الحدیث: یعنی مدعیٰ علیہ اگر ذمی ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی؟ جواب یہ ہے لی جائے گی، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، یہ حدیث کتاب الأیمان والنذور میں (برقم ٣٢٤٣) گزر چکی۔

٢٦ - بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلَى عِلْمِهِ فِيمَا غَابَ عَنْهُ

جس معاملہ کا تعلق براہ راست مدعیٰ غالبہ سے نہ ہو تو وہاں پر مدعیٰ علیہ کے علم پر قسم لینا چاہیے

ترجمۃ الباب کی تشریح: یعنی جس معاملہ کا تعلق براہ راست اپنے سے نہ ہو وہاں پر مدعیٰ علیہ سے حلف اس کے علم پر لینا چاہیے۔ یعنی نفس الامر پر حلف نہ لیا جائے، احتیاط کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

٣٦٢٢ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هَذَا، وَهِيَ فِي يَدِهِ، قَالَ: «هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟» قَالَ: لَا وَلَكِنْ أُحَلِّفُهُ، وَاللهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ يَعْنِي لِلْيَمِينِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: اشعث بن قیس فرماتے ہیں کہ قبیلہ کندہ اور حضرموت علاقہ کے افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن کی ایک زمین کے متعلق اپنا اختلاف لے کر حاضر ہوئے تو حضرموت علاقہ والے نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میری زمین ہے جسکو اسکے والد نے مجھ سے غصب کرلی تھی اور اب یہ زمین اس شخص کی ملکیت میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اسپر گواہ موجود ہیں؟ تو اسنے کہا کہ نہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قسم دلا کر پوچھیے کہ خدا کی قسم اسکو معلوم نہیں ہے کہ یہ میری زمین ہے جسکو اسکے والد نے غصب کیا تھا تو قبیلہ کندہ کا شخص قسم کھانے لئے تیار ہو گیا اسکے بعد حدیث کا اگلا حصہ مذکور ہے۔

شرح الحدیث: یہ حدیث بھی کتاب الأیمان والنذور میں (برقم ٣٢٤٤) گزر چکی، اس حدیث میں یہ ہے کہ مدعی نے یہ کہا کہ مدعیٰ علیہ کے پاس جو زمین ہے وہ میری ہے، مدعیٰ علیہ کے باپ نے مجھ سے غصب کی تھی، دیکھیے یہاں غصب کا تعلق

چونکہ براہ راست مدعی علیہ سے نہ تھا بلکہ اس کے باپ سے تھا اس لئے یہاں پر قسم علم پر لی گئی، چنانچہ مدعی علیہ نے قسم میں کہا کہ واللہ میرے علم میں نہیں یہ بات کہ میرے باپ نے مدعی کی یہ زمین غصب کی تھی۔

٣٦٢٢ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ، إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الْحَضْرَمِيُّ، يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ كَانَتْ لِأَبِي، فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟» قَالَ لَا، قَالَ: «فَلَكَ يَمِينُهُ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ فَاجِرٌ لَيْسَ يُبَالِي مَا حَلَفَ، لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ، فَقَالَ: «لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ».

ترجمہ: وائل بن حجر حضرمی فرماتے ہیں کہ حضر موت علاقہ کا ایک شخص اور قبیلہ کندہ کا ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آئے تو حضر موت علاقہ والے نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے جو میرے والد کی ملکیت تھی تو قبیلہ کندہ والے نے کہا کہ یہ میری زمین ہے اور میرے قبضہ میں ہے جسمیں میں کھیتی باڑی کرتا ہوں۔ اس زمین میں اسکا کوئی حق نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضر موت والے شخص سے کہا: کیا تمہارے پاس گواہ موجود ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر یہ قبیلہ کندہ والا شخص قسم کھائے گا تو حضر موت والے شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ شخص فاسق وفاجر ہے اسے کسی شئے پر قسم کھانے کی کوئی پروہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی ایسے کام سے بچتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس معاملے میں تو شریعت کا تمہارے لئے بس یہی حکم ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (١٣٩) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٠) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٢٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٧/٤)

٢٧ - بَابُ كَيْفَ يَحْلِفُ الذِّمِّيُّ؟

ذمی کو کس طرح قسم دلائی جائے گی؟

٣٦٢٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي لِلْيَهُودِ: «أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ، الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى؟» - وَسَاقَ الْحَدِيثَ فِي قِصَّةِ الرَّجْمِ -.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جس ذات نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی...... تم زنا کرنے والے کے متعلق تورات میں کیا حکم پاتے تو؟ اس

کے بعد رجم والا واقعہ مذکور ہے۔

۳۶۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ وَبِإِسْنَادِهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ وَيَعِيهِ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: زہری سے یہ حدیث ان کی سند سے مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ قبیلہ مزینہ کے ایک ایسے شخص نے جو علم کی تلاش رکھنے والا اور علم کو محفوظ کرنے والا تھا مجھ سے بیان کیا۔

شرح الأحاديث: ترجمۃ الباب اور حدیث ظاہر ہے کہ ذمی سے جو کہ یہود تھا اس کے عقیدہ کے مطابق قسم لی گئی: بِاللهِ، الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى الحديث، یہ حدیث کتاب الحدود میں اپنے مقام پر (برقم ۴۴۴۸) آرہی ہے۔

۳۶۲۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: يَعْنِي لِابْنِ صُورِيَا: «أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ الَّذِي نَجَّاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ، وَأَقْطَعَكُمُ الْبَحْرَ، وَظَلَّلَ عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْمَنَّ، وَالسَّلْوَى، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى أَتَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمُ الرَّجْمَ؟»، قَالَ: ذَكَّرْتَنِي بِعَظِيمٍ، وَلَا يَسَعُنِي أَنْ أَكْذِبَكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صوریا یہودی سے ارشاد فرمایا: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں اس اللہ رب العزت کی جس نے تم کو فرعونیوں سے نجات عطا فرمائی اور تمہارے لئے سمندر میں راستے بنائے اور تم یہودیوں کے اوپر بادل کا سایہ کیا اور تم قوم یہود پر من و سلوی اتارا اور اس ذات نے موسی علیہ السلام پر تورات اتاری کیا تم لوگ اپنی کتاب میں رجم کا حکم پاتے ہو؟ تو ابن صوریا نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عظیم ذات کا واسطہ دے کر ہمیں نصیحت فرمائی ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔

۲۸۔ بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلَى حَقِّهِ

ایک شخص اپنے حق کو وصول کرنے کے لئے قسم کھا سکتا ہے

۳۶۲۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، وَمُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ سَيْفٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ: لَمَّا أَدْبَرَ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ يَلُومُ عَلَى الْعَجْزِ، وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ فَإِذَا غَلَبَكَ أَمْرٌ، فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ».

ترجمہ: عوف ابن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ فرمایا تو جس شخص کے

خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے جاتے ہوئے کہا حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اللہ پاک عاجز اور بے بس ہو جانے کو پسند نہیں فرماتے لیکن تمہیں عقل اور سمجھداری سے کام لینا چاہیے جب اسباب اور تدبیروں کو اختیار کرنے کے بعد تم بے اختیار ہو جاؤ تب یوں کہو کہ اللہ پاک میرے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضیة (٣٦٢٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٥)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے دو شخصوں کے درمیان کسی قضیہ میں ایک فیصلہ فرمایا جس شخص کے خلاف وہ فیصلہ تھا جب وہ جانے لگا تو کہنے لگا: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کہ اچھا ہمارا بھی اللہ مالک ہے بظاہر اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوا حق فی الواقع میرا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے اس شخص کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا: ارے بھائی اللہ تعالیٰ عجز اور بے بس ہو جانے کو پسند نہیں کرتا، آدمی کو چاہیے کہ اپنی سمجھ سے کام لے اور حصول مقصد کیلئے کوشش کرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھے، ہاں سب تدبیریں جب اختیار کر چکے اور کوئی شکل سمجھ میں نہ آئے تب یہ دعاء پڑھے: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

اس ترجمۃ الباب سے مصنف کی کیا غرض ہے ایک عرصہ تک اس میں بندہ غور کرتا رہا، ایک غرض یہ سمجھ میں آئی کہ اگر مدعی بینہ پیش نہ کر سکے تو قاضی کو چاہیے کہ بلا تاخیر مدعیٰ علیہ سے قسم لیکر اس کے حق میں فیصلہ کر دے اگرچہ بعض قرآئن و آثار سے صدق مدعی ظاہر ہوتا ہو، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، اس حدیث کے مضمون میں غور کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٢٩ - بَابٌ فِي الْحَبْسِ فِي الدَّيْنِ وَغَيْرِهِ

کیا کسی کا قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید میں ڈالا جا سکتا ہے؟

یعنی مدیون اگر دین کی ادائیگی میں تاخیر کرے باوجود غنیٰ اور قدرت علی قضاء الدین کے تو اس ٹال مٹول پر اسکو قید کیا جا سکتا ہے، حدیث الباب اس میں ظاہر ہے۔

٣٦٢٨ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ وَبْرِ بْنِ أَبِي دُلَيْلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ، وَعُقُوبَتَهُ» قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: «يُحِلُّ عِرْضَهُ يُغَلَّظُ لَهُ، وَعُقُوبَتَهُ يُحْبَسُ لَهُ».

ترجمہ عمرو بن شرید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنے قرض کو ادا کرنے پر قادر ہو اس کا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا اسکی آبروریزی اور سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ ابن مبارک نے يُحِلُّ عِرْضَهُ کی یہ تشریح فرمائی کہ ایسے شخص کو سخت وسست کہا جا سکتا ہے اور عُقُوبَتَهُ کی یہ تشریح فرمائی کہ اس کو قید میں

ڈالا جا سکتا ہے۔

تخریج سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٠) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٢٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٢٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٨٨)

٣٦٢٩ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَخْبَرَنَا هِرْمَاسُ بْنُ حَبِيبٍ، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَرِيمٍ لِي، فَقَالَ لِي: «الْزَمْهُ»، ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا أَخَا بَنِي تَمِيمٍ مَا تُرِيدُ أَنْ تَفْعَلَ بِأَسِيرِكَ؟»

ترجمہ دیہات کے ایک شخص ہرماس بن حبیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے مقروض کو لایا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس مقروض کو پکڑلو پھر حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے قبیلہ بنو تمیم والے تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟

٣٦٣٠ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ».

ترجمہ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تہمت کی وجہ سے قید فرمالیا۔

تخریج جامع الترمذي - الديات (١٤١٧) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٥) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٦) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٣٠)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے ایک شخص کو محض شبہ کی وجہ سے اور اس کے متہم ہونے کے، اس کو قید کیا چند روز کیلئے، اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ قاضی کیلئے شخص متہم کو قید کرنا تحقیق حال اور تفتیش حال کے طور پر جائز ہے، اس حبس کا نام حبس استظہار ہے نہ کہ حبس عقوبت، مثلاً کسی محلہ میں چوری ہوگئی اس محلہ میں بعض لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں چوری کا شک و شبہ ان کے ظاہری حال کے پیش نظر ہے تو یہاں پر قاضی اگر مناسب اور ضرورت سمجھے اتنے اصل چوری کرنے والوں کی تحقیق اور تفتیش ہو ان لوگوں کو چند روز کیلئے نظر بند اگر کرلے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ عین مصلحت ہے۔

٣٦٣١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ - قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، - قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ إِنَّ أَخَاهُ أَوْ عَمَّهُ، وَقَالَ مُؤَمَّلٌ -: إِنَّهُ قَامَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: جِيرَانِي بِمَا أُخِذُوا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَلُّوا لَهُ عَنْ جِيرَانِهِ» لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ وَهُوَ يَخْطُبُ".

ترجمہ: بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ ..... ابن قدامہ استاد کہتے ہیں کہ ان کے بھائی یا چچا نے ..... مومل کہتے ہیں کہ معاویہ راوی خود حضور ﷺ کے خطبہ کے دوران کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میرے پڑوسیوں کو کس وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے دو مرتبہ ان کی یہ بات سن کر اس سے اعراض فرمایا پھر معاویہؓ نے کچھ اور بھی ذکر کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معاویہؓ کے پڑوسیوں کو قید سے رہا کر دو..... مومل استاد نے وَهُوَ يَخْطُبُ کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٣١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٧)

شرح الحديث: جد بہز کا نام معاویہ بن حیدہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو میں نے آپ ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرے پڑوسیوں کو کیوں پکڑا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی طرف التفات نہیں فرمایا، دو مرتبہ اس کی نوبت آئی، راوی کہتا ہے پھر معاویہ نے کچھ اور بھی عرض کیا کچھ دیر بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دیا جائے۔

بظاہر معاویہ کے پڑوسیوں کو کسی واقعہ کے پیش آنے پر محض شک وشبہ اور متہم ہونے کی بنا پر قید کیا گیا ہوگا، جن کو قید کیا گیا وہ معاویہ کے پڑوسی تھے، انہوں نے حضور ﷺ سے ان کی طرف سے صفائی پیش کی، اس پر آپ ﷺ نے ان کو چھڑوا دیا۔

یہ جو حدیث کی ہم نے شرح کی ہے اس صورت میں بم اخذوا فعل مجہول ہوگا اور اگر اس کو معروف کا صیغہ پڑھا جائے بم اخذوا تو اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے خَلِّ جیرانی بما اخذوا ای علی ان أؤدی عنهم ما اخذوا، میرے پڑوسیوں کو چھوڑ دیجئے اس طور پر کہ میں ادا کروں گا ان کی طرف سے جو دین اور قرض انہوں نے لے رکھا ہے، یعنی یہ لوگ عدم قضاءِ دین کی وجہ سے محبوس تھے ان صحابی نے ان کی طرف سے ادائے دین کی کفالت قبول کر لی اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا۔

٣٠ - بَابٌ فِي الْوَكَالَةِ

وکیل بننے کا بیان

کتاب القضاء چل رہی ہے قضاۃ کے لئے وکلاء بھی ہوا کرتے ہیں۔

٣٦٣٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ قَالَ: أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ: «إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَإِنِ ابْتَغَى مِنْكَ آيَةً، فَضَعْ يَدَكَ عَلَى تَرْقُوَتِهِ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر سلام کیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں خیبر کی طرف جانا چاہتا ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچ جاؤ تو اس سے ۱۵ وسق اناج لے لینا اگر میرا وکیل تم سے کوئی نشانی مانگے تو تم اپنا ہاتھ اپنے سینہ کے اوپر حلق پر رکھ دینا۔

مضمون الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا ارادہ خیبر جانے کا ہوا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو سلام عرض کیا اور اپنے سفر کا ارادہ ظاہر کیا تو اس پر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جب خیبر میں ہمارے فلاں وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ وسق غلہ یا کھجوریں میرا نام لیکر لے لینا، اگر وہ اس پر کوئی دلیل اور علامت طلب کرے تو اس کے ترقوہ پر اپنا ہاتھ رکھ دینا، یعنی حلق کے نیچے کا حصہ، آپ ﷺ نے اپنے وکیل سے غالباً فرما رکھا ہوگا کہ اگر تجھ سے کوئی شخص میرے نام پر کوئی چیز مانگے تو اگر وہ تیرے طلب دلیل پر اس جگہ ہاتھ رکھ دے تو سمجھنا کہ وہ میری ہی طرف سے ہے۔

۳۱- أبواب من القضاء

قضاء کے چند متفرق احکام

۳۶۳۳ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا تَدَارَأْتُمْ فِي طَرِيقٍ فَاجْعَلُوهُ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم لوگ راستہ بنانے میں جھگڑنے لگو تو تم لوگوں کو سات ذراع کے بقدر راستہ بنانا چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (۲۳٤۱) صحيح مسلم - المساقاة (۱٦۱۳) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳٥٥) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳٥٦) سنن أبي داود - الأقضية (۳٦۳۳) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۳۳۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۲۸)

شرح الحدیث: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی زمین ترکہ وغیرہ میں ملی ہوئی چند بھائیوں کے درمیان یا چند شخصوں کے درمیان مشترک پڑی ہوئی ہو اور اب وہ اس کی بنا اور تعمیر کا ارادہ کر رہے ہیں جس میں دو طرفہ مکان بنانے کا خیال ہے تو اب درمیان میں جو راستہ چھوڑا جائے مکانوں کے درمیان آنے جانے کا وہ کتنا ہونا چاہیے؟ پس اگر وہ سب کسی خاص مقدار پر متفق ہو جائیں تو فبہا اور اگر اختلاف ہو رہا ہے تو پھر اس صورت میں وہ کیا جائے گا جو حدیث الباب میں ہے یعنی سات ذراع کے بقدر چوڑی بیچ میں گلی چھوڑ دی جائے۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٦٣٤ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ، فَلَا يَمْنَعْهُ» فَنَكَّسُوا، فَقَالَ: «مَالِي أَرَاكُمْ قَدْ أَعْرَضْتُمْ؟ لَأُلْقِيَنَّهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي خَلَفٍ وَهُوَ أَتَمُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اس بات کی اجازت مانگے کہ اس کی دیوار میں کوئی لکڑی گاڑھے تو اسے اپنے بھائی کو منع نہیں کرنا چاہیے..... یہ حدیث سن کر موجود صحابہؓ اور تابعین نے اپنے سر جھکا دیئے تو حضرت ابوہریرہؓ نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے تم لوگوں کو میں یہ حدیث سننے سے اعراض کرتا ہو دیکھ رہا ہوں..... خدا کی قسم میں یہ حدیث تمہارے سامنے بیان کرتا رہوں گا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ ابن ابی خلف استاد کے ہیں اور یہ حدیث زیادہ مکمل ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٣١) صحيح البخاري - الأشربة (٥٣٠٤) صحيح مسلم - المساقاة (١٦٠٩) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٣) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٣٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٣٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٠) موطأ مالك - الأقضية (١٤٦٢)

شرح الحدیث: إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ، فَلَا يَمْنَعْهُ: یعنی جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اس بات کی اجازت چاہے کہ وہ اس کی دیوار میں کوئی لکڑی گاڑے مثلاً اس کی دیوار پر اپنی چھت کی کڑی رکھے یا ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی دیوار میں کوئی کیل ٹھوکے تو اس کو چاہیے کہ انکار نہ کرے، امام احمدؒ کے نزدیک یہ نہی تحریم کیلئے ہے اور جمہور کے نزدیک تنزیہ کیلئے ان کے نزدیک یہ حدیث حسن معاشرت پر محمول ہے، آگے روایت میں ہے: فَنَكَّسُوا، فَقَالَ: مَالِي أَرَاكُمْ الخ۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ یہ حدیث لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے تو انہوں نے ذرا سر نیچے کو جھکا لیا بجائے اسکے کہ سر اوپر کو اٹھا کر حدیث کا سماع اچھی طرح کرتے، حضرت ابوہریرہؓ نے ان کو تاڑ لیا اور ناراض ہو کر فرمانے لگے: کیا بات ہے اس حدیث کے سننے سے اعراض کیوں کر رہے ہو تم چاہے کچھ ہی کرو میں اس حدیث کو تمہارے سامنے بیان کر کے ہی رہوں گا، اور یا یہ مطلب ہے کہ اس کیل کو میں تمہارے سینوں میں گاڑ کر رہوں گا، اور وہ کڑی تمہارے کندھوں پر رکھ کر رہوں گا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف سے حاضرین کو مضمون حدیث پر عمل کرنے کی سختی کے ساتھ تاکید و تنبیہ ہے۔

٣٦٣٥ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ لُؤْلُؤَةَ، عَنْ أَبِي صِرْمَةَ، - قَالَ: غَيْرُ قُتَيْبَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ أَبِي صِرْمَةَ - صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ ضَارَّ أَضَرَّ اللهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللهُ عَلَيْهِ».

ترجمہ: ابو صرمہؓ حضور ﷺ کے صحابی نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں جو شخص کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے

گاتو اللہ پاک اسے نقصان پہنچائینگے اور جو شخص کسی کو مشقت میں ڈالے گاتو اللہ پاک اسکو مشقت میں مبتلا فرمادینگے۔

تخریج جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٠) سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٣٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٣/٣)

شرح الحدیث جو شخص دوسروں کو ضرر پہنچائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرر پہنچاتے ہیں اور جو شخص دوسروں کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس پر مشقت ڈالتے ہیں۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

اس حدیث کو باب کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ بظاہر یہ ہے کہ قضاۃ کے پاس قسم قسم کے لوگوں کے مقدمات اور قضایا آتے ہیں ان میں بعض ظالم اور بعض مظلوم ہوتے ہیں تو شاید مصنف اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ایسے مواقع میں قاضی کو چاہیے کہ موقع محل کے مناسب وعد اور وعید کی حدیثیں خصمین کو سنادیا کرے، ہوسکتا ہے ان میں سے جو باطل پر ہیں اس کے حق میں یہ وعید مؤثر ہوجائے اور وہ خود ہی اپنی ناحق خصومت سے باز آجائے جیسا کہ احادیث میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٦٣٦ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ، مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِي حَائِطِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: وَمَعَ الرَّجُلِ أَهْلُهُ، قَالَ: فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ إِلَى نَخْلِهِ فَيَتَأَذَّى بِهِ وَيَشُقُّ عَلَيْهِ، فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يَبِيعَهُ فَأَبَى، فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُنَاقِلَهُ فَأَبَى، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَطَلَبَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَبِيعَهُ فَأَبَى فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُنَاقِلَهُ فَأَبَى، قَالَ: «فَهَبْهُ لَهُ وَلَكَ كَذَا وَكَذَا» أَمْرًا رَغَّبَهُ فِيهِ فَأَبَى، فَقَالَ: «أَنْتَ مُضَارٌّ» فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِيِّ: «اذْهَبْ فَاقْلَعْ نَخْلَهُ».

ترجمہ: سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ ان کے کچھ پودے ایک انصاری شخص کے باغیچہ میں تھے اور وہ انصاری اپنے اہل وعیال کے ساتھ آتے تھے تو جب حضرت سمرہؓ اپنے کھجوروں کے پودوں کی دیکھ بھال کیلئے اس باغ میں جاتے تو اس انصاری کو ان کے آنے سے تکلیف ہوتی اور وہ مشقت میں پڑ جاتا تو اس انصاری شخص نے حضرت سمرہ سے مطالبہ کیا کہ یہ درخت مجھے بیچ دو تو سمرہ نے بیچنے سے انکار کردیا پھر اس انصاری نے مطالبہ کیا کہ ان پودوں کے بدلہ میں دوسرے پودے لے لو تو حضرت سمرہ نے اس سے بھی انکار کردیا تو وہ انصاری صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے سمرہ سے سفارش کی کہ تم اپنے درخت انکو بیچ دو تو حضرت سمرہ نے منع کردیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان درختوں کے بدلہ میں دوسرے درخت لے لو تو سمرہ نے اس سے بھی منع کردیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم اس انصاری کو یہ درخت ہدیہ کردو اور تمہیں دنیا و آخرت میں اس قدر ثواب ملے گا تو حضرت سمرہ نے اس سے بھی انکار کردیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بڑے ضرر رساں ہو، اور رسول اللہ ﷺ نے اس انصاری سے فرمایا جاؤ اور اسکے درخت اپنی زمین سے کاٹ ڈالو۔

شرح الحدیث حضرت سمرہؓ اپنا واقعہ خود ہی بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے کچھ پودے ایک انصاری کے باغ میں لگادیئے تھے،

حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ اس انصاری کے ساتھ باغ میں ان کے اہل وعیال بھی ہوتے تھے، سمرہؓ فرماتے ہیں میں اپنے پودوں کی دیکھ بھال کیلئے اس باغ میں جاتا رہتا تھا، جس کی وجہ سے اس باغ والے کو اذیت اور مشقت ہوتی تھی، سمرہؓ کہتے ہیں کہ اس باغ والے نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میں اپنے پودے اس کے ہاتھ فروخت کر دوں، میں نے بیع سے انکار کر دیا، پھر اس نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں اپنے پودوں کو اس کے باغ سے منتقل کرلوں، میں نے اس سے بھی انکار کر دیا، اس انصاری نے حضور ﷺ سے جاکر میری شکایت کر دی، وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ کو بلا کر یکے بعد دیگرے وہی دو باتیں میرے سامنے رکھیں، جو اس انصاری نے رکھی تھیں، میں نے آپ ﷺ سے بھی انکار ہی کر دیا، آپ ﷺ نے تیسری چیز میرے سامنے رکھی کہ اچھا اپنی چیز اس کو ہبہ ہی کر دو، تجھے اس پر اتنا اتنا ثواب ملے گا، میں نے اس سے بھی انکار کر دیا، وہ فرماتے ہیں کہ اس پر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: أَنْتَ مُضَارٌّ کہ تو بڑا ضرر رساں ہے اور آپ ﷺ نے اس انصاری سے فرمایا کہ اس کے پودے اکھاڑ کر باہر پھینک دے۔

حضرت سمرہؓ نے اپنا یہ واقعہ جس میں ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پائی جارہی ہے اس کو وہ خود ہی بیان فرمارہے ہیں گویا اپنا عیب اور کمی خود ہی بیان کر رہے ہیں یہ ان حضرات کے غایت اخلاص اور دیانتداری کی بات ہے تاکہ جو حدیث جس طرح حضور ﷺ سے سنی ہے اس کو بعینہ اسی طرح نقل کیا جائے چاہے وہ اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو، سكت المنذري عن تخريج الحديث واقتصر على قوله: في سماع الباقر من سمرة بن جندب نظر، فقد نقل من مولده ووفاة سمرة ما يتعذر معه سماعه منه، وقيل فيه ما يمكن معه السماع منه والله عز وجل أعلم اهـ (عون [1]).

٣٦٣٧ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: «اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ» قَالَ: فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: «فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسَبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ» ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ [2]﴾ الْآيَةَ.

ترجمہ عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت زبیر سے مقام حرا کی نالیوں کے متعلق جھگڑا کیا جن نالیوں سے لوگ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے تو انصاری شخص نے کہا تم پانی کو چھوڑ دو تاکہ وہ پانی میرے کھیت پر سے گزر جائے تو حضرت زبیرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا: اے زبیر! تم اپنے

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ۱۰ ص ٦٦

[2] سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں (سورۃ النساء: ٦٥)

کھیت کو سیراب کرلو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دینا تو اس بات پر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ زبیر آپکے پھوپھی کے بیٹے ہیں اسلئے آپ ان کے حق میں فیصلہ سنا رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم اپنے کھیت کو سیراب کرو تم اس پانی کو اس قدر جمع کرلو کے پانی کھیت کی ڈول (منڈیر) تک پہنچ جائے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ۔

تخریج صحيح البخاري- المساقاة(٢٢٣١) صحيح مسلم - الفضائل(٢٣٥٧) جامع الترمذي- الأحكام(١٣٦٣) جامع الترمذي-تفسير القرآن (٣٠٢٧) سنن النسائي- آداب القضاة(٥٤١٦) سنن أبي داود- الأقضية(٣٦٣٧) سنن ابن ماجه- المقدمة(١٥) سنن ابن ماجه- الأحكام(٢٤٨٠)

شرح الحدیث یہ مشہور حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے عبد اللہ بن زبیرؓ اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا میرے والد زبیر کے ساتھ شراج حرہ یعنی مقام حرہ کے پانی کی نالیوں کے بارے میں جن کے ذریعہ سے لوگ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں جھگڑا ہوا وہ انصاری شخص میرے والد سے کہتا تھا کہ تم پانی کو چھوڑ دو تا کہ وہ گزر کر میرے کھیت کی طرف چلا آئے، حضرت زبیرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا اسلئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کا کھیت اور زمین اوپر کی جانب ہو یعنی نہر کے متصل، اول حق اس کو سیراب کرنے کا ہے اس کے بعد اس سے نیچے والے کھیت کا اور یہ انصاری شخص حضرت زبیرؓ سے اس کے خلاف کرانا چاہتا تھا جب مسئلہ حضور ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے حسب قاعدہ زبیرؓ سے یہی فرمایا کہ پہلے تم اپنا کھیت سیراب کرلو اس کے بعد نیچے کی طرف اپنے پڑوسی کیلئے چھوڑنا اس پر اس انصاری کو ناگواری ہوئی اور کہنے لگا: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ (کہ آپ کا یہ فیصلہ اسی بنا پر تو ہے) کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپی زاد بھائی ہے، حضرت زبیر بن العوامؓ آپ کی پھوپی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔ لم تسلم من عماته الا هي على الصحيح كذا في التجريد للذهبي۔ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ، انصاری کے اس قول پر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے زبیرؓ سے فرمایا کہ تم ہی اول پانی دو اور جب تک پانی کھیت کی ڈول تک نہ پہنچے مت چھوڑو یعنی اولا آپ ﷺ نے مسامحت اور ایثار [1] کا حکم فرمایا تھا کہ اپنا حق پورا کرنے سے پہلے ہی پانی چھوڑ دینا لیکن آپ ﷺ نے اس انصاری کا طرز عمل دیکھا تو پھر آپ ﷺ نے اس پر زجراً و تنبیہاً حضرت زبیرؓ کو استیفاء حق کا حکم فرمایا (کہ یہ شخص قابل رعایت نہیں ہے)، بذل المجہود میں لکھا ہے کہ اگر یہ انصاری مسلمان تھا تب تو اس کا یہ قول زلت شیطانی تھا غصہ میں اس کو اس کا احساس ہی نہیں رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اگر منافق تھا پھر تو کوئی اشکال کی بات ہی نہیں اور اس پر انصاری کا اطلاق بنا بر اتحاد قبیلہ کے ہو گا اھ [2]۔

---

[1] چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ إِذَا أَشَارَ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ فَأَبَى حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ ١٢۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ٣٢٣

قال المنذري: وأخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وأخرجه البخاري ومسلم من حديث عبد الله بن الزبير عن أبيه، وأخرجه البخاري والنسائي من حديث عروة بن الزبير عن أبيه اهـ(عون [1]).

٣٦٣٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ أَبِيهِ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ كُبَرَاءَهُمْ، يَذْكُرُونَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانَ لَهُ سَهْمٌ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَخَاصَمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَهْزُورٍ يَعْنِي السَّيْلَ الَّذِي يَقْتَسِمُونَ مَاءَهُ: «فَقَضَى بَيْنَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَاءَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ لَا يَحْبِسُ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ».

ترجمہ ثعلبہ بن مالک نے اپنے بڑوں سے سنا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کا بنو قریظہ کی زمین میں کچھ حصہ تھا تو اس قریشی نے حضور ﷺ سے مہزور پانی کی نالی کے متعلق جھگڑا کیا جس نالی کے پانی کو یہ لوگ تقسیم کرتے تھے تو حضور ﷺ نے ان کے درمیان یہ فیصلہ فرمایا کہ جب پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے تو اوپر زمین والا شخص نچلی زمین کا پانی نہ روکے۔

شرح الحدیث مہزور بنی قریظہ کی ایک وادی کا نام ہے، اور یہاں پر اس سے مراد سیل مہزور ہے جیسا کہ اس کے بعد والی روایت میں ہے یعنی سیل مہزور کے بارے میں ایک قریشی شخص کا جس کی کوئی زمین یا باغ ارض بنو قریظہ میں تھی کسی کے ساتھ آبپاشی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو اس کے بارے میں آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اوپر کے کھیت والا جب پانی اسکے کھیت میں کعبین تک پہنچ جائے اسکے بعد پانی نہ روکے بلکہ آگے چلتا کر دے۔ والحديث سكت عنه المنذري اهـ(عون ج ١٠ ص ٦٨)۔

٣٦٣٩ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي السَّيْلِ الْمَهْزُورِ أَنْ يُمْسَكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُرْسِلُ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ».

ترجمہ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اس مہزور پانی کی نالی کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ اس کا پانی کو ٹخنوں تک روکنے کے بعد اوپر زمین والا نچلی زمین والے کیلئے پانی چھوڑ دے گا۔

تخریج سنن أبي داود - الأقضية (٣٦٣٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٨٢)

٣٦٤٠ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي طُوَالَةَ، وَعَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: اخْتَصَمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فِي حَرِيمِ نَخْلَةٍ فِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا، «فَأَمَرَ بِهَا فَذُرِعَتْ، فَوُجِدَتْ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ، وَفِي حَدِيثِ الْآخَرِ، فَوُجِدَتْ خَمْسَةَ أَذْرُعٍ فَقَضَى بِذَلِكَ» قَالَ عَبْدُ

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٦٧

العزیز: «فَأَمَرَ بِجَرِيدَةٍ مِنْ جَرِيدِهَا فَذُرِعَتْ».

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو شخص جھگڑا لے کر آئے کھجور کے درخت کی آس پاس زمین (حریم) کے متعلق تو حضور ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کھجور کے اس درخت کو ناپ لیا جائے تو کھجور کا درخت ایک روایت کے مطابق سات ذراع تھا اور دوسری روایت کے مطابق کھجور کا درخت پانچ ذراع لمبا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کھجور کے درخت کی جتنی لمبائی ہے اسی کے بقدر حریم کی مقدار ہوگی۔ عبد العزیز راوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے کھجور کے درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو ناپنے کا حکم فرمایا تو اس شاخ کو ناپ لیا گیا۔

شرح الحدیث: حریمؔ سے مراد آس پاس کی جگہ اور ماحول جیسے کہتے ہیں حریم مصلی جس کا ذکر ابواب السترہ میں گزر چکا اس حدیث میں حریم نخلہ کا ذکر ہے یعنی درخت کے نیچے کی آس پاس کی وہ جگہ جو اس درخت کا حق سمجھی جاتی ہے، مضمون حدیث یہ ہے کہ دو شخص کا حریم نخلہ میں اختلاف ہوا اس کی تشریح یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے لئے ایک ارض موات کا احیاء کیا اور اس میں کھجور کے درخت لگائے اس کے برابر میں جو ارض موات تھی کسی دوسرے شخص نے اس کا احیاء کرنا چاہا اب دونوں زمینوں میں فصل کیلئے جگہ چھوڑنے کی ضرورت تھی اب یہ کہ فصل کیلئے کتنی جگہ چھوڑی جائے اس کی مقدار کے بارے میں ان دونوں شخصوں کا آپس میں اختلاف ہوا، اس پر حضور اقدس ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس نخلہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ سات ذراع نکلا آپ ﷺ نے جتنا طول نخلہ کا تھا اسی کے بقدر حریم کی مقدار متعین فرما دی، بس اب ہمیشہ کے لئے یہی ضابطہ و قاعدہ ہو گیا کہ دو ارض موات کے درمیان اسی کے مطابق فصل کے لئے جگہ چھوڑی جائے۔

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَأَمَرَ بِجَرِيدَةٍ مِنْ جَرِيدِهَا فَذُرِعَتْ: یعنی آپ نے یہ فرمایا کہ اس نخلہ کی ایک شاخ بقدر ذراع لیکر اس کے ذریعہ اس نخلہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ والحدیث سکت عنہ المنذری اھ (عون ج ۱۰ ص ۷۱)۔

آخِرِ كِتَابِ الْأَقْضِيَةِ

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْعِلْمِ

علم کے متعلق ذخیرۂ احادیث

اس کتاب کی ماقبل سے مناسبت یہ ذہن میں آتی ہے کہ اس سے پہلے كِتَاب الْأَقْضِيَةِ کے شروع میں یہ حدیث گزری ہے: الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ الحديث [1]، جس میں یہ ہے کہ جو قاضی صاحب حق کے حق کو پہچان کر اسکے موافق فیصلہ کریگا وہ جنت میں جائے گا، اور جو قاضی جہالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا، اس حدیث سے علم کی ضرورت واہمیت کا مستفاد ہونا ظاہر ہے۔

صحیح مسلم میں بھی كِتَاب الْعِلْمِ اواخر کتاب میں ہی مذکور ہے، اور ایسے ہی جامع ترمذی میں بھی، ہم نے الحل المفهم میں علم کی حقیقت اور اسکے انواع علوم شرعیہ وغیر شرعیہ، نیز تحصیل علم کا حکم شرعی وہاں ذکر کر دیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے وہاں ہم نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ بظاہر قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ كِتَاب الْعِلْمِ کو شروع میں لایا جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ اس میں سب سے پہلے كتاب الْإِيمَان اور اسکے بعد متصلاً كِتَاب الْعِلْمِ مذکور ہے، اس بارے میں یہ نکتہ وہاں لکھا گیا ہے: یمکن ان یقال: لعل فیہ اشارۃ لطیفۃ الی ان منتھی علمنا یساوی مبتداہ، فأن العلم لا نھایۃ لہ. لا سیما علم الشریعۃ فانہ بحر لا ینفد، جیسا کہ بعض اکابر صوفیہ سے منقول ہے کہ جب ان سے تصوف کی انتہاء اور کمال کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے: ما النھایۃ؟ فقال: العود الی البدایۃ اور یہی مطلب کسی صوفی کے اس مقولہ کا ہے: ہنوز روز اول است کہ ابھی تو ہماری بسم اللہ ہی کا دن ہے (تصوف میں قدم ہی رکھا ہے) حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ نے تراجم بخاری میں کسی جگہ یہ تحریر فرمایا کہ ہر شخص کا جہل اسکے علم سے بڑھا ہوا ہے [2]، اسلئے کہ فی نفسہ معلومات (وہ امور جن سے علم متعلق ہو سکتا ہے) تو غیر متناہی ہیں اور ہر شخص کی اپنی معلومات متناہی ہیں اھ پس ہر شخص کا علم محدود و متناہی ہوا اور اس کا جہل غیر متناہی۔

علم کی حقیقت اور اسکی انواع، اور مختلف نوع سے اسکی تقسیمات اور ایسے ہی علم کے رؤوس ثمانیہ اور علم کا شرف اور فضیلت وغیرہ امور تفصیل کے ساتھ صدیق حسن خان نے اپنی مشہور تصنیف ابجد العلوم میں ذکر کی ہیں اور ایسے ہی کشف الظنون

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأقضية - باب في القاضي يخطئ ٣٥٧٣

[2] الأبواب والتراجم (للشيخ الهند) — ص ٦١ (مطبع الامان)

میں اور ان سے پہلے طاش کبری زادہ نے مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ[1] میں کتب منطق میں بھی علم کی تعریف اور تحقیق پر کلام کیا گیا ہے، چنانچہ ایک تعریف یہ کی گئی ہے: الصورۃ الحاصلۃ من الشیٔ عند العقل[2] اور شرح عقائد نسفیہ میں علم کی تعریف اس طرح لکھی ہے: ہو صفۃ یتجلی بہا المذکور لمن قامت ہی بہ، یعنی کسی چیز کا علم یہ ہے کہ جب اس چیز کا نام لیا جائے تو فوراً اس چیز کی صورت اور نقشہ ذہن میں آجائے، مثلاً جو شخص زید کو جانتا ہے اور اس سے واقف ہے تو جب اسکے سامنے زید کا نام لیا جائے گا تو فوراً زید کی شکل وصورت کی طرف سننے والے کا ذہن منتقل ہو جائے گا اور اگر وہ زید کو نہیں جانتا ہو گا تو اس وقت کچھ بھی ذہن میں نہیں آئے گا۔

١ ـ بَابُ الْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ

علم حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں

٣٦٤١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ: إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي، أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ. قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ، وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ، كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ».

ترجمہ کثیر بن قیس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداءؓ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا: اے ابودرداء! میں رسول اللہ ﷺ کے شہر سے اسلیے آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے میں نہیں آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی علم کی طلب میں کوئی راستہ چلے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو جنت کے راستوں میں پہنچادیتے ہیں اور فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھادیتے ہیں اس سے رضامندی کے اظہار میں اور عالم شخص کے لئے آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دعائے مغفرت کرتی ہیں حتیٰ کہ سمندر میں بسنے

---

[1] مفتاح السعادة ومصباح السيادة في موضوعات العلوم (أحمد بن مصطفى بن خليل، أبو الخير، عصام الدين طاشكبري زادة المتوفى ٩٦٨هـ)

[2] الموسوعة الفقهية- ج ١٩ ص ١٨

والی مچھلیاں بھی اسکے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء وراثت میں دینار یا درہم نہیں چھوڑتے بلکہ وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں تو جس نے اس کو حاصل کیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔

٣٦٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: لَقِيتُ شَبِيبَ بْنَ شَيْبَةَ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، يَعْنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابو درداء سے نبی کریم ﷺ سے اسی گزشتہ روایت کے ہم معنی حدیث مروی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - العلم (٣٦٤١) سنن الدارمي - المقدمة (٣٤٢)

شرح الاحادیث: **مضمون حدیث:** کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت ابو الدرداءؓ کے ساتھ بیٹھا تھا تو ایک شخص آپکی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میں آپکے پاس مدینہ منورہ سے ایک حدیث سننے کیلئے آیا ہوں، جسکے بارے میں مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اسکو حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں میری اس آمد کا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، يَقُولُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سائل کو حضرت ابو الدرداءؓ سے یہی حدیث مطلوب تھی جسکو ان سے سننا چاہتے تھے، دوسرا یہ کہ حدیث مطلوب تو اسکے علاوہ تھی جسکو انہوں نے بعد میں سنایا ہوگا لیکن یہ حدیث اسکے اس عمل کی تحسین اور تبشیر کیلئے ذکر فرمائی، کہ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے راستہ طے کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ شانہ اسکو جنت کے راستہ پر چلا رہے ہیں یعنی تحصیل علم کیلئے چلنا یہ انجام کے لحاظ سے جنت کے راستہ پر چلنا ہے اور اسکے بعد والی حدیث کے لفظ یہ ہیں: إِلَّا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقَ الْجَنَّةِ کہ طالب علم کیلئے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ سہل اور آسان فرمادیتے ہیں، اسلئے کہ علم ذریعہ ہے عمل کا اور عمل سبب ہے دخول جنت کا۔

وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ: حدیث کے اس جملہ کی تشریح میں بذل میں امام خطابی [1] سے تین مطلب لکھے ہے:

① وضع أجنحه سے مراد تواضع ہے یعنی طالب علم کے سامنے ملائکہ تواضع اور نیاز مندی سے پیش آتے ہیں، کقولہ تعالیٰ: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ [2]۔

② الامساك عن الطيران والنزول عنده، یعنی اگر زمین پر طالب علم دین ہو اور اوپر فرشتہ اڑ رہا ہو تو وہ فرشتہ اس طالب علم

---

[1] معالم السنن ج٤ ص٣٩، دار ابن حزم، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ

[2] اور جھکادے ان کے آگے کندھے عاجزی کر (سورة الإسراء ٢٤)

کی وجہ سے اپنا اڑنا موقوف کر کے نیچے ان کے پاس اتر آتا ہے کقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم :مامن قوم یذکرون اللہ تعالی الاحفت بھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ [1]۔

③ اس سے مراد فرشتہ کا طالب علم کے لئے اپنے پروں کو پھیلا دینا ہے اس کو اپنے اوپر سوار کرنے کے لئے تا کہ اس کو منزل مقصود تک پہنچا دے، مراد اعانت ہے اور تیسیر طلب علم میں اھ [2]۔

آگے حدیث میں یہ ہے کہ عالم کیلئے آسمان اور زمین والے استغفار کرتے ہیں حتی کہ پانی کے اندر مچھلیاں (گویا یہ استغفار بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچ جاتا ہے)۔

اور یہ کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں اسلئے کہ انبیاء کرام کی میراث اور ترکہ درہم اور دینار نہیں ہوتا بلکہ ان کی میراث علم ہوتا ہے (لہذا طلباء و علماء ہی وارثین انبیاء ہوئے)۔

فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ: یہ جملہ یا تو خبر یہ ہے کہ جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑی دولت حاصل کر لی اور یا انشائیہ ہے کہ جو شخص علم حاصل کرے اور اس کے درپے ہو تو اس کو خوب اچھی طرح حاصل کرنا چاہئے۔

اس حدیث کے بعد والے طریق میں یہ جملہ بھی مذکور ہے: وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ، یعنی جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے گا تو اس کو اس کا عالی نسب ہونا آگے نہیں بڑھا سکتا۔

علم کی فضیلت اور برتری: احادیث الباب سے فضیلت علم ظاہر ہے فرشتوں کا طالب علم کیساتھ تواضع سے پیش آنا اس کیلئے جنت کا راستہ ہموار ہونا، انبیاء کا وارث ہونا یقیناً یہ غایت درجہ کا شرف ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے حاشیہ بذل میں علامہ شامی سے نقل کیا ہے: «مُذَاكَرَةُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ إِحْيَاءِ لَيْلَةٍ»، ولہ الخروج لطلبہ بدون إذن الوالدین لو ملتحیا [3]. اما الامرد فلا ،یعنی تھوڑی دیر کا علمی مذاکرہ رات بھر کی عبادت سے افضل ہے نیز طلب علم کے لئے گھر سے نکلنا، بغیر اذن والدین کے بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ نکلنے والا ذولحیہ ہو، بے ریش لڑکے کے لئے جائز نہیں۔

والحدیث الاول اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، والحدیث الثانی اخرجہ مسلم اتم منہ واخرجہ الترمذی مختصرا ،قالہ المنذری۔

۳۶۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار - باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر ۲۷۰۰

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۵ ص ۳۲۸ - ۳۲۹

[3] وَلَهُ الْخُرُوجُ لِطَلَبِ الْعِلْمِ الشَّرْعِيِّ بِلَا إِذْنِ وَالِدَيْهِ لَوْ مُلْتَحِيًا. رد المحتار علی الدر المختار - ج ۶ ص ۴۰۷ - ۴۰۸ (دار الفکر - بیروت الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا، إِلَّا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی راستہ چلے جس میں وہ علم حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسکے لئے جنت کا راستہ آسان فرمائیں گے اور جو عمل میں پیچھے رہے گا (سستی کرے گا) اس کا نسب اسکو آگے نہیں بڑھا سکتا۔

تخریج صحیح مسلم - الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٦٩٩) سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٣) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٥/٢) سنن الدارمي - المقدمة (٣٤٤)

٢ - بَابُ رِوَايَةِ حَدِيثِ أَهْلِ الْكِتَابِ

باب اہل کتاب کی بیان کردہ بات کو نقل کرنے کے بارے میں

یعنی اہل کتاب جو مضمون بیان کریں تو کیا اہل اسلام کیلئے اس کو نقل کرنے اور روایت کرنے کی اجازت ہے۔

٣٦٤٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَمْلَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ مُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَتَكَلَّمُ هَذِهِ الْجَنَازَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللهُ أَعْلَمُ». فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: «إِنَّهَا تَتَكَلَّمُ». فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ. وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ. وَقُولُوا: آمَنَّا بِاللهِ وَرُسُلِهِ، فَإِنْ كَانَ بَاطِلًا لَمْ تُصَدِّقُوهُ، وَإِنْ كَانَ حَقًّا لَمْ تُكَذِّبُوهُ".

ترجمہ ابن ابی نملہ انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس ایک یہودی موجود تھا تو ایک جنازہ وہاں سے گزرا وہ یہودی کہنے لگا: اے محمد! کیا یہ جنازہ بات چیت کر سکتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے۔ تو یہودی کہنے لگا کہ یہ بات چیت کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا کہ اہل کتاب جو باتیں تم سے بیان کیا کریں تو نہ تم ان کی تصدیق کیا کرو اور نہ ان کی تکذیب کیا کرو اور یوں کہا کرو کہ ہمارا اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان ہے اسلیے کہ اگر وہ جھوٹ ہے تو تم نے اس کی تصدیق نہیں کی اور اگر وہ سچ ہے تو تم نے اس کو نہیں جھٹلایا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٦/٤)

شرح الحدیث اس حدیث کے راوی ابو نملہ صحابی ہیں جن کا نام عمار بن معاذ ہے اور ان سے روایت کرنے والے انکے بیٹے

ابن ابی نملہ ہیں جن کا نام نملہ ہے۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے کو ایک جنازہ گزرا ایک یہودی نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا یہ جنازہ کلام کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اعلم، اس یہودی نے کہا کہ ہاں بات کرتا ہے ممکن ہے اس نے یہ بات اپنی کتاب تورات میں دیکھی ہو، جس بنا پر اس نے یہ کہا، آپ نے یہودی کی اس بات پر سکوت فرمایا اور صحابہ کرامؓ سے آپ نے فرمایا کہ یہ اہل کتاب جو بات تم سے بیان کریں نہ اس میں ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ یوں کہو آمَنَّا بِاللهِ وَرُسُلِهِ، تاکہ نہ باطل کی تصدیق ہو سکے اور نہ حق کی تکذیب اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی حدیث روایت نہیں کرنی چاہیے۔

آپ نے کلام جنازہ کے بارے میں فرمایا: اللهُ أَعْلَمُ، حالانکہ دوسری احادیث سے قبر میں فرشتوں کے سوال کے جواب میں میت کا کلام کرنا بکثرت وارد ہے اب یا تو یہ کہا جائے کہ یہ حدیث شروع کی ہے جس وقت آپ کو قبر میں ملکین اور میت کے سوال و جواب کا علم نہیں تھا اور یا یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں آپ نے کلام میت کے بارے میں توقف فرمایا اس بنا پر کہ اس حدیث کا تعلق مخصوص اس میت سے تھا نہ کہ مطلق کلام میت سے، افادہ العلامۃ السندی۔

دو مختلف بابوں میں تطبیق: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ آگے کتاب میں چند ابواب کے بعد اسی سلسلہ کا ایک دوسرا باب آرہا ہے بَابُ الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جس میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں پہلی حدیث یہ ہے حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، اس پر بعض شراح خطابی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہود سے روایت حدیث کی ممانعت ابتداء اسلام میں تھی احکام اسلامیہ اور قواعد دینیہ کے استقرار سے پہلے، پھر جب احکام اسلامیہ کا استقرار ہو گیا اور صحابہ کرام یہود کی تحریفات و تخلیطات سے واقف ہو گئے تو پھر آپ نے صحابہ کو حدیث اہل کتاب کی روایت کی اجازت مرحمت فرما دی کہ اس صورت میں کذب و صدق اور حق و باطل کے درمیان خلط ہونے کا خطرہ نہیں تھا گویا یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے ابتداء میں کتابت حدیث سے صحابہ کرام کو منع فرما دیا تھا حدیث کے قرآن کے ساتھ التباس اور خلط کے اندیشہ کی وجہ سے، اور پھر بعد میں آپ نے اس نہی کو منسوخ فرما کر کتابت حدیث کی اجازت دیدی تھی جب خلط کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔

اور حضرت امام مالک حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ کے بارے میں فرماتے ہیں: الْمُرَادُ جَوَازُ التحديث عَنْهُمْ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرٍ حَسَنٍ أَمَّا مَا عُلِمَ كَذِبُهُ فَلَا [1]، یعنی مراد یہ ہے کہ اہل کتاب جو اچھی اچھی باتیں تم سے بیان کریں اس کے نقل کی اجازت ہے لیکن جس بات کا غلط ہونا معلوم ہو ظاہر ہے کہ وہ اس میں داخل نہیں (کذا فی العون عن الفتح) اور حاشیہ بذل [2] میں ہے قال

[1] الْمُرَادُ جَوَازُ التحدث عَنْهُمْ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرٍ حَسَنٍ أَمَّا مَا عُلِمَ كَذِبُهُ فَلَا. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج٦ ص٤٩٨-٤٩٩)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٥ ص ٣٣٢

القاری فی المرقاۃ: لا حرج فی نقل الاعاجیب عنهم اھ [1] وفی الدر المختار عن ابن حجر: هذا الحدیث یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل مالا یتیقن کذبہ لقصد الفرحۃ لا الحجۃ اھ خطابی کے نزدیک باب اول کی حدیث منسوخ اور باب دوم کی اس کے لئے ناسخ ہوئی اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک اول حدیث کا تعلق مسائل واحکام سے ہے اور ثانی کا تعلق عام مفید باتوں سے یا غرائب سے احکام سے نہیں، دونوں حدیثوں کا محمل الگ الگ ہے لہذا ناسخ منسوخ ماننے کی حاجت نہیں۔

اسرائیلیات کا حکم: تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ کے مقدمہ میں "اسرائیلیات کا حکم" کے عنوان کے تحت لکھا ہے: اسرائیلیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جو اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ کہ اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

① وہ روایات جن کی سچائی قرآن وسنت کے دوسرے دلائل سے ثابت ہے مثلاً فرعون کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا کوہ طور پر تشریف لیجانا وغیرہ۔

② وہ روایات جن کا جھوٹ ہونا قرآن وسنت کے دوسرے دلائل سے ثابت ہے مثلاً اسرائیلی روایات میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام آخر عمر میں (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے اس کی تردید قرآن کریم سے ثابت ہے ارشاد ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا [2] اسی طرح مثلاً اسرائیلی روایت میں مذکور ہے (معاذ اللہ) حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے سپہ سالار اوریا کی بیوی سے زنا کیا یا اسے مختلف تدبیروں سے مروا کر اس کی بیوی سے نکاح کر لیا یہ بھی کھلا جھوٹ ہے اور اس قسم کی روایات کو غلط سمجھنا لازم ہے۔

③ وہ روایات جن کے بارے میں قرآن وسنت اور دوسرے شرعی دلائل خاموش ہیں جیسے کہ تورات کے احکام وغیرہ ایسی روایات کے بارے میں آنحضرتؐ کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے نہ ان کی تصدیق کی جائے نہ ان کی تکذیب البتہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ایسی روایات کا نقل کرنا بھی جائز ہے یا نہیں؟ حافظ ابن کثیر نے قول فیصل یہ بیان کیا ہے کہ انھیں نقل کرنا جائز تو ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ شرعی اعتبار سے وہ حجت نہیں (مقدمہ تفسیر ابن کثیر) [3]۔

دوسری حدیث اس باب میں جو مصنف نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُنَا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَتّٰى يُصْبِحَ یعنی بعض مرتبہ آپ ﷺ رات میں صحابہ کرامؓ سے بنی اسرائیل کے حالات بہت دیر تک بیان فرماتے رہتے یہاں تک کہ صبح

---

[1] فإنه قد كانت فيهم أعاجيب (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح – ج ۱ ص ۴۰۷)

[2] اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا (سورۃ البقرۃ ۱۰۲)

[3] معارف القرآن للعثمانی – ج ۱ ص ۵۲-۵۳

ہو جاتی۔

پہلے باب سے غرض مصنف کی اخذ الروایۃ عن اہل الکتاب سے منع کرنا ہے یعنی ان سے روایت نہ لی جائے جیسا کہ اس باب کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے اور دوسرے باب کی غرض حدیث عن بنی اسرائیل یعنی حکایت عن بنی اسرائیل اور ان کے قصص اور واقعات کا نقل کرنا ہے کہ یہ جائز ہے اور ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث ثانی میں مذکور ہے اور اس باب کی حدیث اول یعنی حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ کو بھی اسی معنی پر محمول کیا جائے یعنی ذکر قصصھم واحوالھم اس صورت میں ان دونوں میں آپس میں کوئی تخالف ہی نہ ہوگا جس کیلئے کسی توجیہ کی ضرورت پیش آئے۔ ھذا ما عندی ان کان صوابا فمن اللہ تعالی وان کان خطاءً فمنی۔

۳٦٤٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ يَعْنِي ابْنَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ، وَقَالَ: «إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي» فَتَعَلَّمْتُهُ، فَلَمْ يَمُرَّ بِي إِلَّا نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى حَذَقْتُهُ، فَكُنْتُ أَكْتُبُ لَهُ إِذَا كَتَبَ وَأَقْرَأُ لَهُ، إِذَا كُتِبَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کے حکم پر یہود کی کتابت سیکھی اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہود قوم کو اپنے لیے کاتب بنانے پر اطمینان نہیں ہے (یعنی یہود سے لکھوانے پر) چنانچہ میں نے ان کی (زبان میں) کتابت سیکھ لی اور آدھا مہینہ ہی گزرا تھا کہ میں اس میں ماہر ہو گیا تو میں آپ ﷺ کیلئے لکھا کرتا تھا جب آپ کو لکھنا ہوتا اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی خط آتا تو میں آپ کو پڑھ کر سناتا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧١٥) سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٥)

شرح الحديث: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میں یہود کی زبان لکھنا پڑھنا سیکھوں، اور فرمایا کہ مجھے اس پر اطمینان نہیں کہ کوئی یہودی میرا مضمون لکھے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں میں نے یہود کی زبان نصف ماہ سے بھی کم کے اندر سیکھ لی، اور اس میں مجھ کو خوب اچھی طرح مہارت ہو گئی، چنانچہ اس کے بعد پھر میں ہی آپ کی طرف سے یہود کو لکھا کرتا تھا اور جب ان کا کوئی خط آپ کی طرف سے آتا تو اس کو میں ہی پڑھ کر سناتا۔

فائدہ: مشہور یہ ہے کہ انجیل سریانی زبان میں ہے لہذا نصاریٰ کی زبان بھی وہی ہوئی اور تورات عبرانی ہے لہذا بظاہر یہود کی زبان بھی عبرانی ہوئی، صحیح بخاری کے پہلے باب میں ورقہ بن نوفل کے بارے میں مذکور ہے: وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ[1]، وفی ہامش اللامع عن القسطلانی: قیل: إن التوراة عبرانية والإنجيل سرياني، وعن

[1] صحيح البخاري - كتاب بدء الوحي - باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ٣

سفيان ما نزل من السماء وحي إلا بالعربية، وكانت الأنبياء عليهم الصلاة والسلام تترجمه لقومها اھ [1] وفيه عن الكرماني: يفهم منه أن الانجيل ليس عبرانيا وهو المشهور اھ [2]

کاتبین وحی صحابہ کی تعیین و اسماء: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت زید بن ثابتؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے ہیں، مشہور کاتبین وحی چھ حضرات ہیں، ① عثمان بن عفان ② علی بن ابی طالب ③ اُبی بن کعب ④ زید بن ثابت ⑤ معاویہ بن ابی سفیان ⑥ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، بہت سے علماء کی آپ کے کاتبین پر مستقل تصانیف ہیں جن کی فہرست کافی طویل ہے [3]، جن کی دو قسمیں ہیں کاتبین وحی یعنی قرآن وغیرہ، اسکے بارے میں تو یہی لکھا ہے کہ وہ چھ ہیں، اور قسم ثانی مطلق کاتبین وحی قرآن کریم کے علاوہ، انکی تعداد بعض مصنفین نے اکتیس لکھی ہے (واحد وثلاثون) بعضوں نے اس سے کم زیادہ بھی لکھی ہے۔ والحديث اخرجه الترمذي وقال: حسن صحيح، واخرجه البخاري تعليقا في كتاب العلم، قاله المنذري۔

٣- بَابٌ فِي كِتَابِ الْعِلْمِ

علم کی کتاب (لکھنا) کے بیان میں

اور بعض نسخوں میں ہے باب في كتابة العلم اور بعض میں باب في كتاب العلم، اس مسئلہ پر اور اس سے متعلق احادیث پر کلام الدر المنضود کے مقدمہ میں گزر چکا۔

٣٦٤٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُغِيثٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ، وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: «اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اس کو لکھ لیا

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ج ١ ص ٦٥

[2] الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٣٨ (دار إحياء التراث العربي طبعة ثانية ١٤٠١ھ)

[3] قدیماً بھی حدیثاً بھی مثلاً قدیم میں المصباح المضيء في كتاب النبي الأمي صلى الله عليه وسلم إلى ملوك الأرض، اور جدید میں کتاب الوحی، لاحمد عبد الرحمن عیسی، کتاب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم لمحمد مصطفی الاعظمی

کرتا تھا اسکو یاد کرنے کے ارادے سے تو قریش کے لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے کہ کیا تم ہر ہر بات کو لکھ لیتے ہو جو سنتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں جو کبھی غصہ اور خوشگوار مزاج میں بھی باتیں کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا تم لکھا کرو اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس (منہ) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ١٦٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٢/٢) سنن الدارمي - المقدمة (٤٨٤)

٣٦٤٧ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، قَالَ: دَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَسَأَلَهُ عَنْ حَدِيثٍ فَأَمَرَ إِنْسَانًا يَكْتُبُهُ، فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَكْتُبَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِهِ» فَمَحَاهُ.

ترجمہ مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ معاویہؓ کے پاس آئے پس حضرت معاویہؓ نے زید بن ثابتؓ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا اور امیر معاویہؓ نے ایک شخص کو اس حدیث کے لکھنے کا حکم دیا تو زیدؓ نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ لکھا کریں تو انھوں نے (جو لکھا تھا) وہ مٹا دیا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٢/٥)

٣٦٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنِ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «مَا كُنَّا نَكْتُبُ غَيْرَ التَّشَهُّدِ، وَالْقُرْآنِ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ہم تشہد اور قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھتے تھے۔

٣٦٤٩ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْخُطْبَةَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاهٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبُوا لِي. فَقَالَ: «اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ جب مکہ فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے، پس راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر کیا، تو اہل یمن میں سے ابو شاہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے لکھوا دیجیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو شاہ کو لکھ دو۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٢) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٢) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٦) صحيح مسلم - الحج (١٣٥٥) جامع الترمذي - العلم (٢٦٦٧) سنن أبي داود - العلم (٣٦٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٨)

٣٦٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَمْرٍو مَا يَكْتُبُوهُ، قَالَ: «الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا يَوْمَئِذٍ مِنْهُ».

ترجمہ: ولید نے بیان کیا کہ میں نے ابو عمرو سے پوچھا کہ حدیث میں اس نے کیا چیز لکھوائی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ خطبہ جو ابو شاہ نے اس دن حضور ﷺ سے سنا تھا۔

٤ - بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے پر وعید شدید کا بیان

٣٦٥١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْمَعْنَى، عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ، قَالَ: مُسَدَّدٌ أَبُو بِشْرٍ: عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُحَدِّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ عَنْهُ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُ وَجْهٌ وَمَنْزِلَةٌ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیرؓ سے عرض کیا کہ آپ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے سے جس طرح کہ حضور ﷺ کے دیگر صحابہ کرام ساتھی بیان کرتے ہیں کہ کیا چیز مانع ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ واللہ مجھ کو حضور ﷺ سے قرابت اور منزلت حاصل ہے (اور اسکی بناء پر مجھ کو آپ ﷺ سے بکثرت احادیث سننے کا موقع ملا ہے) لیکن (اسکے باوجود احادیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے آپ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو اس کو جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالینا چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١٠٧) سنن أبي داود - العلم (٣٦٥١) سنن ابن ماجه - المقدمة (٣٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٦٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٦٧) سنن الدارمي - المقدمة (٢٣٣)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے والد حضرت زبیرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کیلئے احادیث بیان کرنے سے جس طرح آپ کے اصحاب بیان کرتے ہیں کیا چیز مانع ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ واللہ مجھ کو جو حضور ﷺ سے قرابت اور منزلت حاصل ہے وہ ظاہر [1] ہے (جس کی بناپر مجھ کو آپ ﷺ سے بکثرت احادیث سننے کا موقع ملا، اس کے باوجود ترک روایت کا

---

[1] حضرت زبیر بن العوامؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، ان ہی کے بارے میں کہا گیا تھا شراج حرہ والی حدیث میں ان کان ابن عمتك. كما تقدم.

منشاء یہ ہے کہ) میں نے آپ سے یہ حدیث سنی ہے کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو اس کو جہنم میں اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جانا چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے خواہ وہ مسلم ہو یا کافر دونوں جگہ ٹھکانہ بنا ہوا ہے، جہنم میں بھی اور جنت میں بھی تاکہ ایمان لانے کی صورت میں جنت والے ٹھکانہ میں اور ایمان نہ لانے کی صورت میں جہنم والے ٹھکانہ میں اس کو رکھا جائے، وفی الفتح: قَوْلُهُ فَلْيَتَبَوَّأْ أَيْ فَلْيَتَّخِذْ لِنَفْسِهِ مَنْزِلًا فَهُوَ أَمْرٌ بِمَعْنَى الْخَبَرِ أَيْضًا أَوْ بِمَعْنَى التَّهْدِيدِ أَوْ بِمَعْنَى التَّهَكُّمِ أَوْ دُعَاءٌ عَلَى فَاعِلِ ذَلِكَ أَيْ بَوَّأَهُ اللهُ ذَلِكَ اه ❶ حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث اور اسی مضمون کی بعض دوسری روایات باب إثم من کذب علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں ذکر فرمائی ہیں، بخاری کی حدیث میں مُتَعَمِّدًا کا لفظ نہیں ہے اور حافظ نے اس پر کلام بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے اس حدیث سے استدلال کرنے میں اس بات کی دلیل ہے کہ کذب کا اطلاق مطلقا خلاف واقع خبر دینے پر ہے خواہ عمداً ہو یا خطأً اور یہی اصح قول ہے اور خطا کی صورت میں اگرچہ ❷ گناہ نہیں لیکن حضرت زبیرؓ کو اکثار فی الحدیث میں خطرہ ہوا اس بات کا کہ کہیں وہ خطاء میں واقع نہ ہو جائیں جسکا انکو شعور بھی نہ ہو اور مختصر منذری میں ہے: واخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه، ولیس فی حدیث البخاری والنسائی "متعمدا" والمحفوظ فی حدیث الزبیر انه لیس فیه "متعمدا" وقد روی عن الزبیر انه قال: واللہ ما قال "متعمدا" وانتم تقولون "متعمدا" اھ امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں ابتداء کتاب ہی میں اس طرح کے مضامین اور ابواب قائم کئے ہیں، بَابُ التَّوَقِّي فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَعَمُّدِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

٥۔ بَابُ الْكَلَامِ فِي كِتَابِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

باب کتاب اللہ کے بارے میں بغیر علم اپنی رائے سے کچھ (تفسیر) کہنا

٣٦٥٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُقْرِئُ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ مِهْرَانَ، أَخُو حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ، عَنْ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ، فَقَدْ أَخْطَأَ".

ترجمہ حضرت جندبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کتاب اللہ میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور

---

❶ قَوْلُهُ فَلْيَتَبَوَّأْ أَيْ فَلْيَتَّخِذْ لِنَفْسِهِ مَنْزِلًا يُقَالُ تَبَوَّأَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ إِذَا اتَّخَذَهُ سَكَنًا وَهُوَ أَمْرٌ بِمَعْنَى الْخَبَرِ أَيْضًا أَوْ بِمَعْنَى التَّهْدِيدِ أَوْ بِمَعْنَى التَّهَكُّمِ أَوْ دُعَاءٌ عَلَى فَاعِلِ ذَلِكَ أَيْ بَوَّأَهُ اللهُ ذَلِكَ اه (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ١ ص ٢٠١)

❷ قلت وفیه انه اذا لا اثم فکیف الوعید ١٢

صحیح بھی کہا تو بھی اس نے غلطی کی۔

تخریج جامع الترمذي-تفسير القرآن (٢٩٥٢) سنن أبي داود- العلم (٣٦٥٢)

شرح الحدیث جو شخص کتاب اللہ کی تفسیر اپنی رائے سے کرے تو اگر اس نے وہ تفسیر صحیح بھی کی ہو تب بھی اس نے خطا کی، بِرَأْيِهِ کے مطلب میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ اپنی رائے سے کرے بغیر دلیل کے ہوائے نفس کے ماتحت ہو کر اپنی غرض کی موافقت کیلئے دوسرا مطلب یہ کہ محض ظاہر عربیت پر نظر کرتے ہوئے قواعد نحو اور لغت کو سامنے رکھ کر بغیر اسکے کہ قرآن کریم کے غرائب اور مبہمات وغیرہ میں سماع اور منقول کی طرف رجوع کرے "مجمع البحار" مین لکھا ہے کہ اس دوسرے معنی لینے کی صورت میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اھ [1] لہٰذا پہلے ہی معنی مراد ہوئے اکابر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، کوکب اور فیض الباری وغیرہ سے کہ جو تفسیر قواعد عربیہ واصول شرعیہ کو سامنے رکھ کر اپنے اجتہاد سے کی جائے وہ درست اور معتبر ہے بلکہ کتب تفسیر اس نوع کی تفاسیر سے مشحون اور لبریز ہیں اس لئے کہ وہ تفسیریں جو صراحۃً براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول وماثور ہیں وہ بہت ہی کم اور اقل قلیل ہیں، لہٰذا تفسیر بالرای بایں معنی ممنوع نہیں اور اگر ہر آیت کی تفسیر کا منصوص من الشارع ہونا ضروری ہوتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ [2] بظاہر غیر مفید ہو جائے گی اس حدیث کی شرح لکھتے ہوئے غور کرنے سے ایک بات ذہن میں آرہی تھی پھر اسی طرح کی بات معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقدمہ میں اچھے اسلوب میں دیکھنے کو ملی اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے اختصار کے ساتھ۔

ماخذ تفسیر کے بارے میں اس میں تحریر ہے کہ علم تفسیر کی کتابوں کے مراجع اور سرچشمے چھ ہیں:

① قرآن کریم، علم تفسیر کا پہلا ماخذ خود قرآن کریم ہے چنانچہ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ کسی آیت میں کوئی بات مجمل اور تشریح طلب ہوتی ہے تو خود قرآن کریم کی کوئی دوسری آیت اسکے مفہوم کو واضح کر دیتی ہے (پھر اسکو اس مقدمہ میں مثال سے واضح کیا ہے)

② حدیث، اس کی وضاحت اس مقدمہ میں کی گئی ہے، لیکن الدر المنضود کے مقدمہ میں علم حدیث کی جو تعریف اور غرض بیان کی گئی ہے وہ اس کی وضاحت کے لئے کافی ہے،

③، ④ تیسرا، چوتھا ماخذ صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے اقوال کو قرار دیا ہے،

⑤ اور پانچویں ماخذ لغت عرب، وہ لکھتے ہیں: قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے تفسیر قرآن کے لئے اس

---

[1] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني — ج ٢ ص ٢٦٨

[2] صحيح البخاري - كتاب الوضوء - باب وضع الماء عند الخلاء ١٤٣

زبان پر مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے، قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں کہ ان کے پس منظر میں چونکہ کوئی شان نزول یا کوئی اور فقہی یا کلامی مسئلہ نہیں ہوتا، اس لئے ان کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ یا صحابہ و تابعین کے اقوال منقول نہیں ہوتے، چنانچہ ان کی تفسیر کا ذریعہ صرف لغت عرب ہوتی ہے اور لغت ہی کی بنیاد پر اس کی تشریح کی جاتی ہے، اس کے علاوہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں کوئی اختلاف ہو تو مختلف آراء میں محاکمہ کے لئے بھی علم لغت سے کام لیا جاتا ہے،

⑥ چھٹا ماخذ تدبر اور استنباط، یہ اس کا آخری ماخذ ہے، قرآن کریم کے نکات و اسرار ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہیں جس کی کوئی حد و نہایت نہیں چنانچہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسلامی علوم میں بصیرت عطا فرمائی ہو وہ جتنا جتنا اس میں غور و فکر کرتا ہے اتنے ہی نئے نئے اسرار و نکات سامنے آتے ہیں، چنانچہ مفسرین کرام اپنے اپنے تدبر کے نتائج بھی اپنی تفسیروں میں بیان فرماتے رہے ہیں، لیکن یہ اسرار و نکات اسی وقت قابل قبول ہوتے ہیں جب کہ وہ مذکورہ بالا پانچ ماخذ سے متصادم نہ ہوں، الی آخرہ۔

مَنْ قَالَ: فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ، فَقَدْ أَخْطَأَ: جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی پس اگر صحیح بھی کی تب بھی اس نے خطا اور غلطی کی اس کو اپنی طرف سے تفسیر نہیں کرنی چاہئے تھی، شراح کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ حدیث اپنے عموم اور ظاہر پر نہیں ہے بلکہ مؤول ہے جس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ خود قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ جو لوگ لغت عرب سے واقف ہیں اور جن کی زبان عربی ہے ان کے لئے قرآن کا سمجھنا آسان ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات کا مقتضی ہے:

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ [1]

اہل عرب کو خطاب ہے کہ ہم نے یہ کتاب عربی زبان میں (جو تمہاری مادری زبان ہے) اسی لئے نازل کی تا کہ تم اسکو بلا واسطہ سمجھ سکو،

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ [2]

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ [3]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ [4]

لہٰذا ان آیات کی روشنی میں حدیث بالا کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ قرآن کریم کی جن آیات کا مفہوم سمجھنے کیلئے صرف لغت عرب سے واقفیت اور اس میں مہارت کافی نہیں بلکہ انکے سمجھنے کیلئے مزید علم کی ضرورت ہے، اسباب نزول یا بعض دیگر علوم

---

[1] حم ۝ قسم ہے اس کتاب واضح کی ۝ ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا تا کہ تم سمجھو (سورۃ الزخرف ۱-۳)

[2] اور ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب چیز کی مثل تا کہ ہو دھیان کریں (سورۃ الزمر ۲۷)

[3] قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں تا کہ وہ بچ کر چلیں (سورۃ الزمر ۲۸)

[4] اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا (سورۃ القمر میں یہ آیت چار مواقع پر ہیں، ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

شرعیہ سے مناسبت تو وہاں بغیر ان معلومات کے صرف اپنی رائے اور سمجھ سے تفسیر کرنا جرأت اور غلطی ہے اگرچہ وہ رائے صحیح ہی کیوں نہ ہو، حدیث میں بِرَأْيِهٖ کا لفظ اسی مطلب کی طرف مشیر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ رائے کے استعمال کی ضرورت تو وہیں پیش آئے گی جہاں محض لغت دانی سے کام نہ چل سکتا ہو، ایسے ہی مواقع کے لحاظ سے اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اپنی رائے سے مطلب متعین نہ کیا جائے بلکہ نقل کی طرف رجوع کیا جائے اسی طرح علماء فرماتے ہیں جن آیات شریفہ میں وعظ و نصیحت کا مضمون ہے اس کو سمجھنا تو ہر عربی داں کیلئے آسان ہے لیکن آیات سے استنباط احکام شرعیہ یہ مشکل کام ہے اس کے لئے متعلقہ علوم سے واقفیت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي هذا حديث غريب، وقد تكلم بعض اهل العلم في سهيل بن ابي حزم قاله المنذري۔

٦۔ بَابُ تَكْرِيرِ الْحَدِيثِ

(آپ ﷺ کا) اپنی گفتگو میں ایک بات کو بار بار کہنا

٣٦٥٣۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ هَاشِمِ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ رَجُلٍ، خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا، أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

ترجمہ ابو سلام ایک شخص سے جس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کی تھی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے۔

شرح الحديث إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا، أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: یعنی جب آپ ﷺ کوئی بات فرماتے تو اس کو تین بار فرماتے۔ اس سے ہر کلام اور بات مراد نہیں ہے بلکہ بعض وہ باتیں جو زیادہ مہتم بالشان ہوں، تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ میں آجائیں، تکرار کی یہ وجہ کہ وہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے خود بعض روایات میں مصرح ہے، چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں ہے كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ[1] اور ترمذی کی ایک روایت میں حتى تعقل عنه[2] ہے اور بذل میں ہے: قلت: ويحتمل أن يكون التكرار لأجل سهولة الحفظ[3]، بخاری شریف کی اس روایت میں جس کا اوپر حوالہ آیا جس کے راوی

---

[1] صحيح البخاري - كتاب العلم - باب من أعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه ٩٥

[2] حَتَّى يُعْقَلَ (جامع الترمذي - كتاب الحدود - باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد ١٤٢٣)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٠ ص ٣٣٩

حضرت انسؓ ہیں [1] یہ زیادتی ہے وإذا أتی علی قوم فسلّم علیهم سلّم علیهم ثلاثًا وفی روایة، أنّه کان إذا سلّم سلّم ثلاثًا [2]،
آپ کے تین مرتبہ سلام کے بارے میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں، ایک یہ کہ اس سے سلام استیذان مراد ہے جس کی حد ثلاثا ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں مذکور ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہو کہ یہ سلام سب نے سنا نہیں، کذا فی الفتح [3]، اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ پہلے سلام سے مراد سلام استیذان، اور دوسرے سلام سے سلام تحیۃ، مجلس میں داخل ہونے کے وقت، اور تیسرا سلام عند الرجوع عن المجلس۔

٧- بَابٌ فِي سَرْدِ الْحَدِيثِ

باب مسلسل اور جلدی جلدی بات کہنا

سَرْدِ الْحَدِيثِ یعنی مسلسل اور جلدی جلدی بات کرنا۔

٣٦٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: جَلَسَ أَبُو هُرَيْرَةَ، إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي، فَجَعَلَ يَقُولُ: اسْمَعِي يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ، مَرَّتَيْنِ فَلَمَّا قَضَتْ صَلَاتَهَا، قَالَتْ: أَلَا تَعْجَبُ إِلَى هَذَا، وَحَدِيثِهِ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَدِّثُ الْحَدِيثَ لَوْ شَاءَ الْعَادُّ أَنْ يُحْصِيَهُ أَحْصَاهُ.

ترجمہ: حضرت عروہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ (ایک مرتبہ) حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب آ کر بیٹھ گئے جبکہ وہ اندر نماز پڑھ رہی تھیں تو حضرت ابو ہریرہؓ، اے حجرہ والی (اماں جان) ذرا سنیئے! دو مرتبہ کہہ کر (احادیث جلدی جلدی سنا کر) چلے گئے حضرت عائشہؓ نماز سے فارغ ہوئیں تو فرمانے لگیں کہ ان پر تعجب ہے (کیسے جلدی جلدی بات کہہ کر چلے گئے) اگر رسول اللہ ﷺ ہوتے تو اس طرح بات ارشاد فرماتے کہ اگر شمار کرنے والا (الفاظ کو) شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔

٣٦٥٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: أَلَا يُعْجِبُكَ أَبُو هُرَيْرَةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَى جَانِبِ حُجْرَتِي يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُسْمِعُنِي ذَلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ، فَقَامَ، قَبْلَ أَنْ أَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ أَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ مِثْلَ سَرْدِكُمْ».

---

[1] بظاہر یہاں کتاب میں عن رجل، خدمة النبي صلى الله عليه وسلم سے مراد بھی وہی ہیں۔
[2] صحیح البخاري - کتاب الاستئذان - باب التسلیم والاستئذان ثلاثا ٦٢٤٥ [٥٨٩٠]
[3] فتح الباري شرح صحیح البخاري - ج ١١ ص ٢٧

ترجمہ حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی کریم ﷺ فرماتی ہیں کہ تمہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ آئے اور میرے حجرہ کے ایک طرف (قریب) بیٹھ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مجھے سنانے لگے حالانکہ میں نماز پڑھ رہی تھی اور میری نماز ختم ہونے سے پہلے اٹھ کر چلے گئے اور اگر میں موقع پاتی تو ان کو یہ بات کہتی کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی بات نہ کرتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٣٧٥) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٩٣) جامع الترمذي - المناقب (٣٦٣٩) سنن أبي داود - العلم (٣٦٥٤) سنن أبي داود - العلم (٣٦٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٨/٦)

شرح الاحادیث **سرد الحدیث یعنی مسلسل اور جلدی جلدی بات کرنا:** حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب آکر بیٹھے جب کہ وہ اندر نماز پڑھ رہی تھیں، تو ابوہریرہؓ ایک یا دو مرتبہ یہ کہہ کر کہ اماں جی ذرا سنئے ذرا سنئے، بہت سی حدیثیں جلدی جلدی سنا کر چلے گئے، غالباً یہ احادیث کا سنانا استصواب وتصدیق کے لئے ہوگا۔ عروہ فرماتے ہیں کہ جب اماں جی نے اپنی نماز پوری کی تو حضرت ابوہریرہؓ کے اس استعجال پر اظہار تعجب اور نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ کے کلام کا طریقہ تو یہ تھا کہ اتنے اطمینان سے بات فرماتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا آپ ﷺ کے الفاظ کو شمار کرنا چاہے تو شمار کر سکتا تھا۔ اس کے بعد والی روایت کا بھی یہی مضمون ہے۔

والحديث اخرجه البخاري، ومسلم بنحوه، قاله المنذري۔

٨- بَابُ التَّوَقِّي فِي الْفُتْيَا

باب فتویٰ دینے میں احتیاط کرنے کا بیان

٣٦٥٦ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْغَلُوطَاتِ».

ترجمہ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مشکل مسائل کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرمایا۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْغَلُوطَاتِ، اور ایک روایت میں ہے: عَنِ الْأُغْلُوطَاتِ [1] جس کا واحد اغلوطہ ہے بروزن أفعولہ، ماخوذ ہے غلط سے جیسے احموقہ حمق سے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں تقسیم غنیمت والی روایت (٢٧٢٧) میں گزرا کہ انہوں نے نجدۂ حروری کے بارے میں فرمایا تھا: لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ أُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ۔

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے نادر اور مشکل مسائل کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرمایا ہے جن کو چیستاں کہا

[1] المعجم الكبير - الطبراني باب الميم - رجاء بن حيوة عن معاوية ٩١٣

جاتا ہے اور عربی میں احاجی اور الغاز، اسلئے کہ اسطرح کے سوالات سے مقصود مخاطب کو نیچا دکھانا اور شرمندہ کرنا ہوتا ہے، شراح نے لکھا ہے: وفيه كراهية التعمق والتكلف بما لا حاجة للإنسان إليه من المسألة[1]، اور "بذل" میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے منقول ہے: ولا ضير فيه، إذا كان لتدريب التلامذة[2]، یعنی استاذ اگر شاگردوں سے اس طرح کے سوالات کرے ان میں بیداری اور سمجھ پیدا کرنے کے لئے تو کچھ حرج نہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے مستقل ترجمۃ الباب سے 'باب طرح الإمام المسألة على أصحابه ليختبر ما عندهم من العلم' اور اس میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث: إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ الحديث، ذکر فرمائی ہے، اس پر حافظ لکھتے ہیں: والنهي الوارد في أبي داؤد محمول على ما لا نفع فيه أو خرج على سبيل التعنت[3]۔

اس حدیث کو باب سے مناسبت جس کا مضمون احتیاط فی الفتوی ہے اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ اس قسم کے سوالات میں مظنہ ہے عدم احتیاط کا مجیب کی جانب سے۔

۳۶۵۷- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أُفْتِيَ» ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ، رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ» زَادَ سُلَيْمَانُ الْمَهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ، «وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ» وَهَذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ.

ترجمہ: مسلم بن یسار ابو عثمان حضرت ابو ہریرہؓ سے راویت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو فتوی دیا جائے اور ابو عثمان طنبذی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو اسکے استفتاء کا جواب بغیر تحقیق کے دیا گیا ہو تو اسکا گناہ فتوی دینے والے کو ہو گا۔ سلیمان مہری نے یہ اضافہ کیا اپنی حدیث میں کہ جس نے اپنے بھائی کو کسی ایسی بات کا مشورہ دیا کہ وہ جانتا بھی ہے کہ اسکے علاوہ دوسری چیز میں خیر ہے تو اس نے اس (بھائی) سے خیانت کی یہ سلیمان کے الفاظ ہیں۔

---

[1] وفيه كراهية التعمق والتكلف كما لا حاجة للإنسان إليه من المسألة ووجوب التوقف عما لا علم للمسؤول به. (معالم السنن للخطابي- ج٤ ص١٨٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٥ ص ٣٤٢

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري- ج ١ ص ١٤٦

تخريج: سنن أبي داود - العلم (٣٦٥٧) سنن ابن ماجه - المقدمة (٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٣٢١) سنن الدارمي - المقدمة (١٥٩)

شرح الحديث: مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ: یعنی جس شخص کو اسکے استفتاء کا جواب بدون تحقیق دیا گیا ہو اور پھر اس مستفتی عامی نے اسی فتوی کے مطابق عمل کیا ہو تو اسکا گناہ مستفتی کو نہ ہو گا بلکہ مفتی کو ہو گا، لیکن اس مفتی سے مراد وہ مفتی جاہل ہے جو علماء کی ہیئت اور صورت میں ہو اور اگر عامی اپنے جیسے کسی عامی ہی سے سوال کر کے اس پر عمل کرے تو اس صورت میں وبال سائل پر ہی ہو گا۔

مفتی کے غلط فتوی دینے پر کیا حکم ہے؟ اس پر کسی قدر کلام ابواب التیمم، باب فی المجروح یتیمم میں گزر چکا ہے اس کی طرف رجوع کیجئے۔ والحديث اخرجه ابن ماجه مختصراً على الفصل الاول بنحوه، قاله المنذری۔

٩۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ مَنْعِ الْعِلْمِ

﴿باب علم کی بات چھپانے کی ممانعت﴾

٣٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللَّهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا جائے (اور وہ اسکو جانتا ہو) اور وہ اسکو چھپائے تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسکے منہ میں آگ کی لگام ڈالیں گے۔

تخريج: جامع الترمذي - العلم (٢٦٤٩) سنن أبي داود - العلم (٣٦٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٦٣)

شرح الحديث: یعنی جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے جس کو وہ جانتا ہو اور وہ اسکو چھپائے تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالیں گے۔ (اعاذنا اللہ منہ)۔

منہ کے اندر لگام کا ہونا کلام کرنے سے مانع ہوتا ہے تو چونکہ یہ شخص بھی مسئلہ بتانے سے رکا تھا اور گویا اس نے اپنے منہ میں لگام لگائی تھی تو اسلئے اللہ تعالیٰ اسکو اس گناہ کے مشابہ ہی سزا دیں گے، قال الخطابي[1]: وخرج هذا على معنى مشاكلة العقوبة الذنب، كقوله تعالى: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ[2]۔

اس حدیث میں جس علم کے کتمان سے منع کیا گیا ہے اس سے وہ علم مراد ہے جسکی تعلیم لازم اور ضروری ہے جیسے کوئی کافر

---

[1] معالم السنن - ج ٤ ص ١٨٥

[2] جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جسطرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جسکے حواس کھو دیئے ہوں شیطان کے چھونے کی وجہ سے (سورة البقرة ٢٧٥)

اسلام لانے کا ارادہ کرے اور وہ کسی سے دریافت کرے کہ مجھے بتاؤ کہ دین اسلام کیا چیز ہے اسکی کیا حقیقت ہے، یا جیسے کوئی جاہل شخص جس کو نماز کا طریقہ نہیں آتا اور حال یہ کہ نماز کا وقت آگیا اور وہ کسی سے نماز کی کیفیت اور اس کا طریقہ معلوم کرے، ونحو ذلك من المسائل، اور جو علم مستحبات کے قبیل سے ہو جس کے جاننے کی لوگوں کو کوئی خاص ضرورت نہ ہو وہ علم اس میں داخل نہیں (بذل عن الخطابی) اور حاشیۂ بذل [1] میں ہے: وقيل: المراد به علم الشهادة كذا في المرقاة اھ [2] یعنی ایک شخص کو مدعی کے صادق ہونے کا علم ہے اور اس سے اسکے بارے میں شہادت طلب کی جائے تو وہ انکار کردے۔ وفیها ایضا وقيده في الكوكب بان لا تكون في الاظهار مفسدة اھ۔

کیا حدیث الباب موضوع ہے؟ اس حدیث کے بارے میں حاشیۂ بذل میں لکھا ہے: تكلم بعضهم على الحديث بانه ضعيف بل موضوع، وفي المقاصد الحسنة: حسنه الترمذي، وصححه الحاكم اھ [3]۔

اس کتاب کے مقدمہ میں بھی اس حدیث کے بارے میں، اور اس کے علاوہ بھی جن احادیث پر ابن الجوزیؒ نے وضع کا حکم لگایا ہے، ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ اس قسم کی ابوداود میں نو حدیثیں ہیں، حافظ منذری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: واخرجه الترمذي وابن ماجه، وقال الترمذي: حديث حسن، هذا آخر كلامه، وقد روي عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه من طريق فيها مقال، والطريق التي اخرجه بها ابوداؤد طريق حسن، فانه رواه عن التبوذكي وقد احتج به البخاري ومسلم، عن حماد بن سلمة وقد احتج به مسلم واستشهد به البخاري عن علي بن الحكم وهو ابوالحكم البناني. قال الامام احمد ليس به بأس، وقال ابو حاتم الرازي لا بأس به صالح الحديث، عن عطاء ابن ابي رباح وقد اتفق الامامان على الاحتجاج به، اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے جن کے اسماء ذکر کئے ہیں، وفي كل منها مقال، اور حافظ ابن القیم نے تهذيب السنن [4] میں اس پر مزید تفصیلی کلام فرمایا ہے فارجع اليه لو شئت۔

١٠ - بَابُ فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ

باب علم کو پھیلانے کی فضیلت کے بارے میں

٣٦٥٩ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٣٤٤

[2] وقيل: العلم هنا علم الشهادة (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ١ ص ٤٣٨)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٣٤٤

[4] تهذيب السنن — ج ٤ ص ١٧٨٣ - ١٧٨٧

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْكُمْ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم (مجھ سے علم کی بات) سنتے ہو اور بعد میں تم سے سنا جائے گا اور اسکے بعد پھر اس سے سنا جائے گا جو تم سے سنے گا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٥٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٢١)

شرح الحدیث آپ ﷺ فرمارہے ہیں صحابہ کرام سے کہ تم علم کو مجھ سے سنتے ہو اور پھر میرے بعد تم سے سنا جائے گا اور اسکے بعد پھر اس سے سنا جائے گا جو تم سے سنے گا، یعنی صحابہ کرام علم دین کو سنیں گے آپ ﷺ سے اور تابعین سنیں گے صحابہ سے اور تبع تابعین سنیں گے تابعین سے هلم جرا گویا اس میں تحریض ہے نشر علم پر کہ تم اس علم کو مجھ سے اچھی طرح محفوظ کرلو اور اس کو اپنے بعد والوں تک پہنچاؤ اور وہ اپنے بعد والوں کو پہنچائیں۔

٣٦٦٠ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ».

ترجمہ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث کو سنا پھر اس کو محفوظ کیا یہاں تک کہ اس کو آگے لوگوں تک پہنچایا اور بہت سے حدیث کے حاصل کرنے والے اسکو ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھدار ہیں اور کتنے ہی حامل حدیث ایسے بھی ہیں جو خود سمجھدار نہیں ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - العلم (٢٦٥٦) سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٠) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٣٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/١٨٣) سنن الدارمي - المقدمة (٢٢٩)

شرح الحدیث اس حدیث کی شرح وغیرہ اس کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی۔

والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حديث حسن، واخرجه ابن ماجه من حديث عباد والد يحيى عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه قاله المنذري۔

٣٦٦١ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِهُدَاكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ».

ترجمہ ابن سعد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری کوشش سے اللہ

تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدیں تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٩٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٣) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٠٦) سنن أبي داود - العلم (٣٦٦١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٣/٥)

شرح الحديث مضمون حدیث واضح ہے کہ اگر کسی شخص کی کوشش سے ایک شخص بھی ہدایت پر آجائے تو وہ اس کیلئے سرخ اونٹوں سے افضل ہے جو کہ عربوں کے نزدیک محبوب چیز تھی، اس سے بھی نشر علم کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي مطولا في غزوة خيبر، وقوله هذا لعلي رضي الله تعالى عنه، قاله المنذري۔

١١ ـ بَابُ الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

باب بنی اسرائیل (اہل کتاب) سے روایت نقل کرنا

٣٦٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی بیان کردہ باتیں نقل کرو اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٤/٢)

٣٦٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُنَا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَتَّى يُصْبِحَ مَا يَقُومُ إِلَّا إِلَى عُظْمِ صَلَاةٍ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں (یہود اہل کتاب) بنی اسرائیل کی باتیں (واقعات) صبح تک بیان فرماتے رہے اور فرض نماز کی ادائیگی کے لئے ہی کھڑے ہوتے تھے۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٧/٤)

شرح الأحاديث اس باب پر کلام چند ابواب قبل بَابُ رِوَايَةِ حَدِيثِ أَهْلِ الْكِتَابِ میں گزر چکا۔

١٢ ـ بَابٌ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ لِغَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى

باب جو علم دین غیر اللہ کے لئے حاصل کرے اسکے متعلق حکم

٣٦٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ أَبِي طُوَالَةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى

بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يَعْنِي رِيحَهَا.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایسا علم جس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اسکو کسی متاع دنیوی کے حصول کے لئے سیکھے تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو کو نہ پاسکے گا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٤) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٨/٢)

شرح الحدیث یعنی جو شخص ایسا علم جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہو، یعنی علم دین وشریعت۔ اس کو کسی متاع دنیوی کے حصول کے لئے سیکھے تو قیامت کے روز وہ جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا۔

اس حدیث میں ایسے شخص کیلئے علی وجہ المبالغۃ دخول جنت کی نفی ہے کہ جنت تو کیا اس کی خوشبو بھی اس کو حاصل نہ ہوگی، لیکن اہل سنت کے نزدیک اس قسم کی حدیثیں مؤول ہیں، اور تاویل یہ ہے کہ اس سے دخول اول کی نفی مراد ہے یعنی بغیر سزا بھگتے جنت میں نہ جاسکے گا، ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ ایسا شخص گو جنت میں داخل ہو لیکن وہاں کی خوشبو اسکو حاصل نہ ہوگی، اور ایک تاویل مسموع من بعض المشائخ یہ ہے کہ نیک لوگوں کو جو جنتی ہوں گے قیامت کے روز محشر میں جنت کی لطیف خوشبو اور مہک محسوس ہوگی، تو اس حدیث میں اس کی نفی ہے۔

مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ: کی قید سے مستفاد ہو رہا ہے کہ یہ وعید علم دین کے بارے میں ہے اگر کوئی شخص دنیوی علوم کو دنیا کمانے کیلئے حاصل کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، دراصل یہ دنیوی علوم جو ہیں حقیقۃً علم ہی نہیں ہیں بلکہ صنعت وحرفت کے قبیل سے ہیں، علم حقیقی تو وہی ہے جس سے معرفت حق حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اطاعت اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ قال اللہ تعالیٰ: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ [1]. والحديث اخرجه ابن ماجه، والترمذی وقال: هذا حديث حسن، قاله المنذری۔

١٣ - بَابٌ فِي الْقَصَصِ

باب وعظ کہنے کے متعلق

٣٦٦٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْخَوَّاصُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيرٌ، أَوْ مَأْمُورٌ، أَوْ مُخْتَالٌ».

---

[1] اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے (سورۃ فاطر ٢٨)

ترجمہ: عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وعظ صرف یا تو امیر بیان کرتا ہے یا جو (اسکی طرف سے) مامور ہو یا جو متکبر ہو۔

تخریج: سنن أبي داود-العلم (٣٦٦٥) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٣/٦)

شرح الحديث على احسن وجه: قصص یعنی وعظ اور تذکیر اسی سے ہے قاص یعنی واعظ اور مبلغ، اس حدیث میں یہ ہے کہ یہ عمل قصص یا تو امیر کرتا ہے، یا اس کا ماتحت مامور، اور اگر ان دو کے علاوہ کوئی اور کرے تو وہ تیسرا شخص مختال اور متکبر ہے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ وعظ و نصیحت تو ہر عالم اور مؤمن کر سکتا ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کام صرف امیر یا مامور ہی کا ہے، اور کسی کیلئے مناسب نہیں یا جائز نہیں، اسلئے بعض شراح نے تو اسکی یہ تاویل کی ہے کہ یہ خطبہ پر محمول ہے، مطلق وعظ و نصیحت مراد نہیں ہے اسلئے کہ خطبہ دینا وہ امیر یا اسکے مامور ہی کا منصب ہے، ایک تاویل یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ممکن ہے یہ مراد ہو ان في حضرة الأمير أو المأمور لا يقص إلا مختال، یعنی جو شخص امیر یا اسکے مامور کی موجودگی میں وعظ و نصیحت کرے وہ متکبر ہے لہذا امام یا جو شخص امام کی طرف سے مامور ہو اسکی موجودگی میں دوسرے شخص کو نہیں کرنا چاہئے، اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو سمجھو وہ متکبر ہے، سب سے عمدہ توجیہ وہ ہے جو حضرت اقدس گنگوہی کی تقریر ابو داؤد میں ہے اس میں اسطرح ہے: القاص المخلص مأمور من الله تعالى، قال تعالى: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ [1]، یعنی اخلاص کے ساتھ وعظ اور تقریر کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہے جیسا کہ آیات کریمہ میں مذکور ہے، پس او المأمور کے عموم میں شخص مذکور بھی داخل ہو جائے گا، فالله در الشيخ رحمه الله تعالى۔

٣٦٦٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ بَشِيرٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: جَلَسْتُ فِي عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ، وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟» قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ كَانَ قَارِئٌ لَنَا يَقْرَأُ عَلَيْنَا، فَكُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ» قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا، ثُمَّ قَالَ: بِيَدِهِ هَكَذَا، فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ، لَهُ قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ مِنْهُمْ أَحَدًا غَيْرِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذَاكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ».

ترجمہ: ابو صدیق الناجی حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں فقراء مہاجرین کی جماعت

---

[1] اور سمجھاتا رہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو (سورۃ الذاریات ٥٥)

میں (ایک مرتبہ) بیٹھا تھا وہ ایک دوسرے سے آڑ لیکر کپڑا پورا نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اعضاء کو چھپا رہے تھے ایک پڑھنے والا ہمارے درمیان پڑھ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو قاری خاموش ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا پھر دریافت فرمایا: تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ ہمارا قاری ہمارے آگے قرآن پڑھ رہا تھا اور ہم کتاب اللہ کی تلاوت سن رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے جن کے ساتھ مجھے اپنے آپ کو ٹھہرانے کا حکم فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہی بیٹھ گئے تا کہ ہمارے ساتھ موجود افراد میں سے ایک فرد معلوم ہوں پھر اپنے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اسطرح ہو جاؤ تو سب نے حلقہ بنالیا اور سب کے چہرے آپکے سامنے ہو گئے۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میرا نہیں خیال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے علاوہ ان میں سے کسی کو پہچانتے ہوں پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے فقراء مہاجرین کی جماعت خوش ہو جاؤ میں تم کو بشارت دیتا ہوں قیامت کے دن نور کامل کی (اور یہ بھی فرمایا کہ) تم لوگ یعنی فقراء مہاجرین جنت میں مالدار لوگوں سے آدھے دن پہلے داخل ہوگے جو پانچ سو برس کا ہوگا۔

تخریج سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٦/٣)

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ یعنی ان حضرات کے پاس پہننے کیلئے کپڑے بھی پورے نہیں تھے جسکی وجہ سے ایک دوسرے کی آڑ میں ہو کر اپنے بدن کو چھپاتے تھے، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے ہمارے ساتھ اپنی برابری ظاہر فرمانے کیلئے، یعنی بطور تواضع کے آپ نے ایسا کیا، ثُمَّ قَالَ: بِيَدِهِ هَكَذَا. فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ. لَهُ، یعنی پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے یہ سمجھایا کہ تم سب حلقہ باندھ کر بیٹھ جاؤ، چنانچہ وہ سب حلقہ کی شکل میں ہو گئے اور سب کے چہرے اور صورتیں آپ کے سامنے ہو گئیں، أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین کی جماعت خوش ہو جاؤ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کامل نور کی قیامت کے دن اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ یعنی فقراء مہاجرین جنت میں أَغْنِيَاءِ النَّاسِ سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوگے۔

یہ حدیث ترمذی شریف میں مختلف الفاظ سے وارد ہوئی ہے، ففي رواية منه، يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ [1] قال الترمذي حَسَنٌ صَحِيحٌ، وفي رواية يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ [2] وفي رواية إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ [3] وفي رواية يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الزهد - باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم ٢٣٥٣

[2] المعجم الأوسط - باب الألف - من اسمه أحمد ٨٤

[3] سنن ابن ماجه - كتاب الزهد - باب منزلة الفقراء ٤١٢٣

خَرِيفًا[1].

٣٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي ابْنَ مُطَهَّرٍ أَبُو ظَفَرٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ خَلَفٍ الْعَمِّيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ، مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ذکر کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک بیٹھوں یہ بات مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں چار غلام اولاد اسمٰعیل سے آزاد کروں اور یہ کہ میں ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھوں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک میں بیٹھوں یہ بات مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں اولاد اسماعیل سے، یعنی خالص عرب، اور حدیث کے دوسرے جزء میں بعینہ یہی مضمون عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کے بارے میں ہے۔

ذکر اجتماعی کا ثبوت اور اسکی فضیلت: اس حدیث سے اولاً تو ذکر اجتماعی کا ثبوت ہو رہا ہے، اور دوسرے خاص ان دو وقتوں کی فضیلت۔

اس حدیث سے استرقاق العرب کا جواز سمجھ میں آتا ہے، مسئلہ اختلافی ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، حنفیہ کی طرف سے اس کی توجیہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ انہ محمول علی المبالغۃ۔

٣٦٦٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةَ النِّسَاءِ» قَالَ: قُلْتُ: أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ، قَالَ: «إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي»، قَالَ: فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى قَوْلِهِ {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ[2]} الآيَةَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا عَيْنَاهُ تَهْمِلَانِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کو سناؤں حالانکہ خود آپ ﷺ پر تو قرآن نازل ہوا ہے تو آپ ﷺ

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الزھد - باب ماجاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم ٢٣٥٥

[2] پھر کیا حال ہو گا جب بلادیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا (سورۃ النساء ٤١)

نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی سے قرآن سنوں تو میں نے قرآن کی سورۃ نساء تلاوت کی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (پھر اسوقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ بلائیں گے) اور میں نے سر اٹھایا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٠٦) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٦٢) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٨٠٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٢٤) سنن أبي داود - العلم (٣٦٦٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣٣/١)

شرح الحديث: یہ حدیث مصنف نے بَابٌ فِي الْقَصَصِ کے اندر ذکر فرمائی ہے ترجمۃ الباب اور حدیث میں ظاہر اً تو کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ قرآن پاک تو وعظ و نصیحت کی سب سے جامع کتاب ہے، پھر اسکی تلاوت اس طور پر کرنا کہ ایک پڑھ کر دوسرے کو سنائے معانی پر غور و خوض کے ساتھ یہ قصص اور تذکیر نہیں تو اور کیا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

آخِرِ كِتَابُ الْعِلْمِ

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

پینے کی اشیاء کے احکام ومسائل سے متعلق ذخیرۂ احادیث

مصنف نے اولاً بیوع اور تجارات واجارات کو ذکر فرمایا جو کہ اسباب کسب میں سے ہیں، فالآن یذکر ما لاجلہ الکسب ای الاکل والشرب، چنانچہ کتاب الأشربۃ کے بعد کتاب الأطعمۃ کو لائے ہیں، اطعمہ اور اشربہ ان دونوں میں مصنف نے جو ترتیب اختیار کی ہے یعنی تقدیم الأشربۃ علی الأطعمۃ، جب کہ شرب طعام کے بعد ہوتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری وسنن ترمذی میں أبواب الأشربۃ أبواب الأطعمۃ کے بعد ہے، اس میں یہ کہا جائے گا کہ ابتداء آفرینش میں یعنی بچہ کی غذا کی ابتداء مشروب ہی سے ہوتی ہے پس مصنف نے بھی اس میں اسی کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کیا۔

١- بَابٌ فِي تَحْرِيمِ الْخَمْرِ

شراب کی حرمت کے بارے میں

شراب کی حرمت موافقات عُمَری [1] میں سے ہے جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے، خمر کی تحریم آیات قرآنیہ کے ذریعہ بتدریج ہوئی ہے، اس سلسلہ میں اولاً آیۃ البقرۃ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ [2] نازل ہوئی، جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ خمر بڑے گناہ کی چیز ہے لیکن اس میں منافع بھی ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً کہ اے اللہ شراب کے بارے میں تشفی بخش حکم نازل فرما دیجئے، اس پر کچھ روز بعد سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى [3]، جس میں صرف نماز کے وقت کے قریب شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضور ﷺ کی طرف سے نمازوں کے اوقات میں منادی اعلان کرتا تھا: أَلَا لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلَاةَ سَكْرَانُ، اس پر بھی حضرت عمرؓ نے وہی دعاء کی جو پہلے کی تھی، اس پر آیۃ المائدہ

---

[1] مراد نبوت خلیفۃ الرسول امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ متنوع کمالات اور امتیازی خصوصیات سے متصف تھے، ان میں سے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور احکام خداوندی آپؓ کی خواہش اور رائے کی موافقت اور تائید میں نازل ہوئے جنہیں موافقات عمر کہا جاتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ہماری نظر میں ان موافقات کی تعداد ١٥ تک پہنچتی ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ١ ص ٥٠٥)

[2] تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے (سورۃ البقرۃ ٢١٩)

[3] اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو (سورۃ النساء ٤٣)

نازل ہوئی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ جس کے آخر میں ہے: فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ [1]، اس آیت میں صاف طور سے خمر کی تحریم کی گئی اور فرمایا گیا کہ تم اس سے باز آنے والے ہو یا نہیں، حضرت عمرؓ نے جب آیت سنی تو بہت خوش ہو کر فرمانے لگے انتھینا کہ ہاں اے رب ہم اس سے ضرور بچیں گے، یہ سارا مضمون باب کی دوسری حدیث (برقم ۳۶۷۰) میں مذکور ہے، تحریم خمر تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ اسکا نزول ۶ سنہ میں ہوا اور تلقیح ابن الجوزی میں اسکے بجائے ۳ سنہ لکھا ہے بعد أحد (كذا فى هامش البذل [2])۔

۳۶۶۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: " نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ يَوْمَ نَزَلَ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ: مِنَ الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْعَسَلِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْخَمْرُ، مَا خَامَرَ الْعَقْلَ "، وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا فِيهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِي إِلَيْهِ: «الْجَدُّ، وَالْكَلَالَةُ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شراب کی حرمت جب نازل ہوئی تو شراب عام طور سے پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو اور شراب وہ ہے جو عقل خراب کر دے اور (حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) تین مسئلے ایسے ہیں کہ میری یہ تمنا تھی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے جدا ہونے سے پہلے ہم سے ان مسائل کی وضاحت فرما دیتے تاکہ ہم ان پر اچھی طرح عمل پیرا ہو جاتے (وہ تین مسئلے) میراث جد کا مسئلہ، کلالہ کا، اور ربا کے مسائل ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري- تفسير القرآن (۴۳۴۳) صحيح البخاري- الأشربة (۵۲۵۹) صحيح مسلم- التفسير (۳۰۳۲) جامع الترمذي- الأشربة (۱۸۷۲) سنن النسائي- الأشربة (۵۵۷۸) سنن أبي داود- الأشربة (۳۶۶۹)۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں دو جزء ہیں، ایک کا تعلق کتاب الأشربۃ سے ہے جس کو ہم بعد میں بیان کریں گے اور دوسرے جزء کا تعلق کتاب الفرائض اور ربا سے ہے، حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ تین مسئلے ایسے ہیں جن کے بارے میں میری تمنا یہ تھی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان مسائل کی آپ ﷺ وضاحت فرما دیتے اپنی زندگی میں تاکہ ہم ان پر اچھی طرح عمل پیرا ہو جاتے اور پھر ان تین مسائل کی تعیین فرمائی ان تین چیزوں سے: ① میراث جد کا مسئلہ، ② کلالہ کا، ③ ربا کا، حافظؒ فرماتے ہیں کہ جد سے مراد اسکی مقدار میراث ہے جس میں صحابہ کرامؓ کا بہت اختلاف رہ چکا ہے، چنانچہ

---

[1] اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے (سورۃ المائدۃ ۹۰-۹۱)

[2] تلقيح فهوم أهل الأثر – ص ٤٤، تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس – ج ٢ ص ٢٦، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٣

کتاب الفرائض (بخاری میں) آرہاہے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہ خود ان سے اس میں مختلف فیصلے منقول ہیں، اور دوسری چیز کلالہ یعنی اس کا مصداق جس میں علماء کا اختلاف ہے: مَنْ لَا وَلَدَ لَهُ وَلَا وَالِدَ لَهُ أَوْ بَنُو الْعَمِّ الْأَبَاعِدِ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ کمافی العون، اور أبواب الربا سے مراد بظاہر ربا الفضل ہے اس لئے کہ ربا کی قسم ثانی یعنی ربا النسیئة اس کی حرمت تو صحابہ کے درمیان متفق علیہ ہے، اور ربا الفضل میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کا اختلاف کتاب البیوع میں گزر چکا، حافظؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس بعض ابواب ربا کے بارے میں نص موجود تھا اور بعض کے بارے میں نہ تھا اسی لئے اس کے معلوم ہونے کی تمنا فرمارہے ہیں [1]۔

خمر کن کن چیزوں سے بنائی جاتی تھی؟ اور حدیث کا جزء اول یہ ہے کہ جب تحریم خمر کا حکم نازل ہوا تو اسوقت خمر عام طور سے پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی: ① عنب، ② تمر، ③ عسل، ④ حنطہ، ⑤ شعیر، اس سلسلہ میں روایات حدیث مختلف ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: لَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ الْآيَةَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ فِيهَا الْخَمْرَ، وَمَا بِالْمَدِينَةِ شَرَابٌ يُشْرَبُ إِلَّا مِنْ تَمْرٍ [2]، اور حضرت انسؓ ہی سے صحیح بخاری میں ہے: قَالَ: حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ -يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ- خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ [3]، اور صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ، وَإِنَّ فِي الْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ مَا فِيهَا شَرَابُ الْعِنَبِ [4]، اور صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: قَالَ: كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمْرٍ فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ قُمْ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا [5]. وفي لفظ: قال عبد العزيز بن صهيب: قلت لأنس: ما هو؟ قال: بسر ورطب (کذا فی تهذیب السنن لابن القیم [6])

اشربه کے بارے میں حنفیه اور جمهور علماء کا اختلاف مدلل ومفصل: اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اشربۂ مسکرہ کی بہت سی قسمیں ہیں: ① خمر، ② سکر، ③ فضیح، ④ نقیع الذبیب، ⑤ طلاء، ⑥ باذق، ⑦ المنصف، ⑧ المثلث، ⑨ الخلیطان، ⑩ مزر وغیرہ وغیرہ، شیخین (امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ) کے نزدیک ان کے احکام مختلف ہیں جیسا کہ آگے بالتفصیل آرہا ہے، اور باقی ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان سب کا ایک ہی حکم ہے، ان حضرات کے نزدیک شراب چاہے انگور سے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٥٠، عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١٠٥، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٤-٥

[2] صحيح مسلم - كتاب الأشربة - باب تحريم الخمر، وبيان أنها تكون من عصير ١٩٨٢

[3] صحيح البخاري - كتاب الأشربة - باب الخمر من العنب ٥٢٥٨

[4] صحيح البخاري - كتاب التفسير - سورة المائدة ٤٣٤٠

[5] صحيح البخاري - كتاب الأشربة - باب نزل تحريم الخمر وهي من البسر والتمر ٥٢٦٠

[6] تهذيب السنن - ج ٤ ص ١٧٩٠-١٧٩٢

بنائی جائے خواہ کھجور سے خواہ شہد سے خواہ غلوں سے، مسکر ہونے کے بعد سب پر خمر ہی کا اطلاق ہوتا ہے اور سب کا حکم یکساں ہے کہ ان قسموں میں سے کسی میں سے ایک قطرہ بھی پینا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، خواہ بوجہ قلتِ مقدار سکر پیدا نہ ہو، حدیث: مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ [1] سے استدلال کرتے ہوئے نیز كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ [2]، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وغیرہ وغیرہ روایات، اور شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اشربہ محرمہ کی تین قسمیں اور تین درجات ہیں:

قسم اول: خمر ہے جو ایک خاص قسم کی شراب کا نام ہے یعنی النيئ من ماء العنب اذا اشتد وغلا وقذف بالزبد، یعنی انگور کا شیرہ خام یعنی غیر مطبوخ جب کہ وہ زمانہ گزرنے کی وجہ سے گاڑھا اور غلیظ ہو جائے اور جھاگ مارنے لگے۔

قسم ثانی اور درجہ ثانیہ: اس کا مصداق تین قسم کی شرابیں ہیں: ① عصير العنب المطبوخ دون المثلث، یعنی انگور کا شیرہ جس کو اتنا پکایا جائے کہ دو ثلث سے کم جل جائے، جس کو طلاء بھی کہتے ہیں [3]، ② اور نقيع التمر، ③ اور تیسرے نقيع الزبيب یعنی تمر اور زبیب کی نبیذ غیر مطبوخ بشرط الاشتداد وقذف الزبد، یعنی جب یہ سڑ کر خراب ہو جائیں اور سکر پیدا ہو جائے۔

قسم ثالث: اس سے مراد وہ بقیہ اشربہ وانبذہ ہیں جو مختلف غلوں وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں: من الحنطة والشعير والذرة ومن العسل، خواہ وہ مطبوخ ہوں یا غیر مطبوخ ایسے ہی مثلث عنبی یعنی انگور کا وہ شیرہ جس کا طبخ کی وجہ سے دو ثلث حصہ جل جائے اور صرف ایک ثلث باقی رہ جائے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے یہاں شراب کے اندر اصل دو چیزیں ہیں اول عنب اس سے تو خمر حقیقی بنتی ہے دوسرے تمر وزبیب، زبیب اگرچہ حقیقۃً عنب ہی ہے لیکن اس کا حکم عنب سے الگ ہے، حکم کے لحاظ سے وہ تمر کے برابر

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الأشربة - باب ما جاء ما أسكر كثيره فقليله حرام ١٨٦٥

[2] صحيح مسلم - كتاب الأشربة - باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام ٢٠٠٣

[3] پس اگر ادنی درجہ کا طبخ ہے تو اس کو باذق کہتے ہیں اور اگر طبخ سے نصف جل جائے تو اسکو منصف کہتے ہیں اور اگر نصف سے زائد اور دو ثلث سے کم جلا ہے تو اسکو طلاء کہتے ہیں کما فی الهداية عن الجامع الصغير، یہ تینوں قسم کے عصیر مطبوخ باذق منصف اور طلاء کا حکم حرمت میں برابر ہے، لیکن طلاء کا اطلاق مثلث پر بھی ہوتا ہے، یعنی وہ عصير العنب جسکو اتنا پکایا جائے کہ دو ثلث جل جائے یہ طلاء حلال ہے جس کو مثلث عنبی بھی کہتے ہیں، ففي موطأ الإمام محمد رحمه الله تعالى: لَا بَأْسَ بِشُرْبِ الطِّلَاءِ الَّذِي قَدْ ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهُ، وَهُوَ لَا يُسْكِر اه وفي هامشه: قوله: الذي قَدْ ذَهَبَ ثُلُثَاهُ، قيد به لأن الطلاء الذي ذهب أقل من ثلثيه لا يحل كما قال في "الجامع الصغير": محمد، عن يعقوب، عن أبي حنيفة، قال: الخمر حرام قليلها وكثيرها، والسكر، وهو النيء من ماء التمر ونقيع الزبيب، إذا اشتد حرام، والطلاء وهو الذي ذهب أقل من ثلثيه من ماء العنب، وما سوى ذلك من الأشربة فلا بأس به. انتهى. وبه يظهر أن لا تدافع بين كلمات الفقهاء حيث حكم بعضهم على الطلاء بالحرمة، وبعضهم بالحلة، فإن الطلاء يطلق على أمرين: أحدهما حلال، والآخر حرام، كما حققه الفقيه حسن الشرنبلالي في رسالته "نزهة ذوي النظر لمحاسن الطلاء والتمر" اهـ (التعليق الممجد على موطأ محمد- ج ٣ ص ١٢٣) طلاء کا ذکر متن میں باب فی الداذی میں بھی آرہا ہے۔

ہے، اس کے علاوہ دوسرے غلہ جات سے جو شرابیں بنتی ہیں وہ تیسرے درجہ کی ہیں ان کا حکم الگ ہے، نیز عنب جس سے خمر اصل بنتی ہے اس میں بھی اصل یہ ہے کہ وہ مطبوخ نہ ہو آگ پر اس کو نہ رکھا گیا ہو ورنہ طبخ کے بعد وہ خمر درجۂ اولیٰ سے درجہ ثانیہ میں آ جاتی ہے، اور اس کا حکم بدل جاتا ہے، اب آپ ان مذکورہ بالا اقسام ثلاثہ کا حکم سمجھئے۔ قسم اول یعنی خمر کا حکم یہ ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے، اور اگر پیا تو حد بھی جاری ہوگی خواہ بوجہ قلت کے سکر پیدا نہ ہو، اور قسم ثانی یعنی طلاء، نقیع التمر اور نقیع الزبیب اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پینا مطلقاً حرام ہے لیکن حد اسی وقت جاری ہوگی جب اتنی مقدار پی ہو جس سے سکر پیدا ہو گیا ہو، اور قسم ثالث کا حکم یہ ہے کہ اس کی اتنی مقدار جو مفضی الی السکر نہ ہو نیک نیتی یعنی تقویٰ کی نیت سے پینا جائز ہے، اور تلہی اور مستی کی نیت سے پینا حرام ہے، لیکن حد اسی وقت جاری ہوگی جب پینے والے پر نشہ چڑھ جائے، اور ائمہ ثلاثہ وامام محمدؒ کے نزدیک تمام اشربہ وانبذہ کا حکم وہی ہے جو ہمارے یہاں قسم اول کا حکم ہے [1]، اس سے معلوم ہوا کہ عند الجمہور اشربہ کے حکم میں تشدد ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس کے اندر بعض قسموں کے لحاظ سے گنجائش ہے۔

حنفیہ جملہ اشربہ کی تحریم کے کیوں قائل نہیں ہیں؟ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حنفیہ نے اس میں احتیاط کا پہلو کیوں نہیں اختیار کیا جیسا کہ جمہور کے مسلک میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کا مسلک اس سلسلہ میں دقت نظر پر مبنی ہے، اس لئے کہ خمر کے بارے میں اہل لغت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ عنب کے ساتھ خاص ہے صرف انگور کی شراب کو خمر کہتے ہیں [2]، دوسرا قول یہ بھی ہے کہ خمر عام ہے انگوری ہو غیر انگوری اگرچہ صاحب ہدایہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ خمر کے انگور کے ساتھ خاص ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، وہ فرماتے ہیں: ولنا أنه اسم خاص بإطباق أهل اللغة فيما ذكرناه ولهذا اشتهر استعماله فيه وفي غيره غيره اهـ [3]، مگر اس پر شیخ ابن الہمام نے نقد کیا ہے، اور خمر کے بارے میں اہل لغت کے دونوں قول لکھے ہیں، نیز آگے کتاب میں باب آرہا ہے بَابُ الْخَمْرِ مِمَّا هِيَ، جس میں مختلف روایتیں مصنف لائے ہیں، ایک روایت (برقم ۳۶۷۸) میں ہے: الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ، وَالْعِنَبَةِ، اس روایت سے خمر کا کھجور اور عنب کے ساتھ خاص ہونا مستفاد ہوتا ہے ایک لحاظ سے اس حدیث سے شیخینؒ کے مسلک کی

---

[1] وفي هامش البذل: وخلاصة مذهب الحنفية أن الأشربة ثلاثة أقسام. الخمر حرام مطلقًا وله عشرة أحكام. الثاني: الأشربة العصير① وهو نوعان الباذق والمنصف، ونقيع② التمر وهو السكر، ونقيع③ الزبيب هذه حرام قليلها وكثيرها لكن حرمتها ظنية. والثالث باقي الأشربة (المتخذة من الحبوب وغيرها) حلال عند الشيخين مالم يسكر، وحرام عند محمد والأئمة الثلاث قليلهما وكثيرها وبه يفتى، ويجد على السكر من كلها على الصحيح بخلاف الخمر فيجد على قطرة منها وإن لم يسكر هذا خلاصة ما في الكوكب الدري اهـ بتصرف يسير (بذل المجهود — ج ١٦ ص ٣-٤)۔

[2] اور امام نوویؒ نے جمہور کا قول اسی کو قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اتفق أصحابنا على تسمية جميع هذه الأنبذة خمرا لكن قال أكثرهم هو مجاز وإنما حقيقة الخمر عصير العنب وقال جماعة منهم هو حقيقة. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٣ ص ١٦٩)

[3] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٧ ص ٢٨٥

تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک خمر کے اقسامِ ثلاثہ میں سے قسم ثانی یہی ہے جو کھجور اور انگور سے بنائی جائے جو حنفیہ کے نزدیک بھی مطلقاً حرام ہے اور عام طور سے احادیث میں مختلف قسموں پر جو خمر کا اطلاق کیا گیا ہے اُن سے مقصود بیان لغت اور اطلاق کو بیان کرنا نہیں، بلکہ مقصود بالذات بیان حکم ہے کہ جتنی شرابیں بھی مسکر ہیں وہ بھی خمر کی طرح حرام ہیں، آپ کا مقصد بیان حقائق نہیں بلکہ بیان شرائع ہے، اور دوسرا منشأ حنفیہ کا اس تفصیل اور تجزیہ سے یہ بھی ہے کہ اگر شراب کی تمام قسموں کا ہر صورت میں حکم مطلقاً حرمت قرار دیا جائے گا تو اس میں بڑا اشکال پیدا ہو جائے گا، جن صحابہ کرامؓ سے تحریم خمر کے بعد بھی شرب نبیذ ثابت ہے جن کی روایات "بذل المجہود" میں مذکور ہیں، چنانچہ اس میں ہے:

قال في البدائع [1]: وأبو حنيفة وأبو يوسف احتجا بحديث رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وآثار الصحابة الكرام -رضي الله عنهم-. أما الحديث فما ذكره الطحاوي في شرح الآثار عن عبد الله بن عمر -رضي الله تعالى عنهما- «أن النبي -عليه الصلاة والسلام- أتي بنبيذ فشمه فقطب وجهه لشدته، ثم دعا بماء فصبه عليه وشرب منه» وأما الآثار فمنها ما روي عن عمر -رضي الله عنه- أنه كان يشرب النبيذ الشديد، ويقول: "إنا لننحر الجزور وإن العتق منها لآل عمر ولا يقطعه إلا النبيذ الشديد. ومنها ما روي عن سيدنا علي -رضي الله عنه- أنه أضاف قوما فسقاهم فسكر بعضهم فحده فقال الرجل: "تسقيني ثم تحدني". فقال علي: "إنما أحدك للسكر، وغير ذلك من الروايات المذكورة في البذل وفي آخره: فإذا ثبت الإحلال من هؤلاء الكبار من الصحابة الكرام -رضي الله تعالى عنهم- فالقول بالتحريم يرجع إلى تفسيقهم. وأنه بدعة ولهذا عد أبو حنيفة إحلال المثلث من شرائط مذهب السنة والجماعة. فقال في بيانها: "أن يفضل الشيخين، ويحب الختنين، وأن يرى المسح على الخفين، وأن لا يحرم نبيذ التمر" لما أن في القول بتحريمه تفسيق كبار الصحابة -رضي الله تعالى عنهم-، والكف عن تفسيقهم، والإمساك عن الطعن فيهم من شرائط السنة والجماعة. وأما ما ورد من الأخبار ففيها طعن، ثم بها تأويل، ثم قول بموجبها إلى أن قال. وأما التأويل فهو أنها محمول على الشرب للتلهي توفيقا بين الدلائل صيانة لها عن التعارض وأما القول بالموجب فهو أن المسكر عندنا حرام، وهو القدح الأخير؛ لأن المسكر ما يحصل به الإسكار، وإنه يحصل بالقدح الأخير، وهو حرام قليله وكثيره، وهذا قول بموجب الأحاديث إن ثبتت بحمد الله تعالى اهـ، وفي هامش البذل: قال ابن عابدين: قال الإمام أبو حنيفة لا أفتي بحرمة النبيذ ولو أعطيت الدنيا لأن فيه تفسيق بعض الصحابة ولا أشربها ولو أعطيت الدنيا لأنه لا حاجة إليه، فلله دره فتواه وتقواه اهـ. صاحب بدائع کی طرح بعض روایات اباحت حاشیہ نصب الرایہ میں بھی مذکور ہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ

---

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع -ج٥ص١١٦-١١٧

روایات منع جیسے: "کل خمر مسکر، وما أسکر الفرق منه، فملأ الکف منه حرام": هذا کله منسوخ، نسخه شربه الصلب[1] یوم حجة الوداع. قالوا: ومن الدلیل علی ذلك أنه کان ینهی وفد عبد القیس عن شرب المسکر، فوفدوا إلیه بعد، فرآهم مصفرة ألوانهم، سیئة حالهم، فسألهم عن قصتهم، فأعلموه أنه کان لهم شراب فیه قوام أبدانهم، فمنعهم من ذلك، فأذن لهم في شربه، وأن ابن مسعود رضي الله تعالی عنه قال: شهدنا التحریم، وشهدنا التحلیل، وغبتم، وأنه کان یشرب الصلب من نبیذ التمر، حتی کثرت الروایات عنه به، وشهرت، وأذیعت، واتبعه عامة التابعین من الکوفیین إلی آخر ما ذکر[2].

مَا أَسْکَرَ کَثِیرُہٗ فَقَلِیلُهٗ منه حَرَامٌ[3]: اس کو ہمارے علماء نے مؤول قرار دیا ہے، یاتو یہ کہا جائے کہ اس سے وہ شرب مراد ہے جو للتلهی ہو لا للتقوی، اور یا اس سے وہ آخری جرعہ مراد ہے جس سے سکر پیدا ہوا ہے کہ اس کا قلیل وکثیر سب حرام ہے، اور یا پھر اس کو شراب کے اقسام ثلثہ میں سے قسم اول اور ثانی پر محمول کیا جائے، ان دونوں قسموں کے بارے میں ہماری رائے بھی یہی ہے، اور ایک جواب اس میں نسخ کا ہے جو ابھی مذکور ہوا، اور ایک جواب یہ ہے کہ حرمت سے مراد یہ ہے کہ ملأ الکف حرام ہے یعنی مفضی الی الحرام ہے کیونکہ جو پینا بغیر نیت تقوی کے یعنی تلہی کیلئے ہو گا وہاں پر قلیل کا پینا باعث ہو گا شرب کثیر کا، پس یہ شرب قلیل سبب ہو گا حرام کا اور جو چیز سبب ہو حرام کا وہ خود بھی حرام ہوتی ہے، اور اگر یہ پینا بہ نیت تقوی علی الطاعة ہو گا تو اس صورت میں منجر الی الکثیر نہ ہو گا، کذا فی الکوکب وفیه: إنما یحتاج إلی أمثال هذه التأویلات لما ثبت من بعض الصحابة شرب أمثالها فعلم بفعله أن النهي لیس مطلقًا عامًا اهـ[4] اور ایک توجیہ اوپر عربی عبارت میں القول بالموجب گزری جس کا مطلب یہ ہے فریق ثانی جو دلیل پیش کر رہا ہے ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے ہی حق میں مفید ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جو مقدار نبیذ کی آدمی کے حق میں مسکر ہو وہ مطلقًا حرام ہے اس کا قلیل بھی کثیر بھی اور جو مقدار مسکر ہی نہیں اس پر حرمت کا حکم بھی لاگو نہ ہو گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سلسلہ میں امام نسائیؒ بھی حنفیہ سے ناراض ہیں چنانچہ وہ حدیث سعد بن ابی وقاصؓ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَی عَنْ قَلِیلِ مَا أَسْکَرَ کَثِیرُہٗ[5] کے تحت فرماتے ہیں: وفي هذا الحدیث دلیل علی تحریم السکر قلیله وکثیره، ولیس کما یقول المخادعون

---

[1] کذا فی الاصل۔
[2] نصب الرایة لأحادیث الهدایة — ج ٤ ص ٣٠٣
[3] جامع الترمذي — کتاب الأشربة — باب ما جاء ما أسکر کثیره فقلیله حرام ١٨٦٥
[4] الکوکب الدري علی جامع الترمذي — ج ٣ ص ٣٣
[5] سنن النسائي — کتاب الأشربة — باب تحریم کل شراب أسکر کثیره ٥٦٠٩

بتحريمهم آخر الشربة، دون ما تقدمها، إذ لا خلاف بين أهل العلم، أن السكر بكليته لا يحدث عن الشربة الأخيرة فقط، دون ما تقدمها اهـ[1]، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣٦٧٠ ـ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً، فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ[2]} الْآيَةَ، قَالَ: فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً، فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي النِّسَاءِ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى[3]} فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُنَادِي: «أَلَا لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلَاةَ سَكْرَانُ» . فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ[4]} قَالَ عُمَرُ: انْتَهَيْنَا.

ترجمہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں تشفی بخش حکم نازل فرمادیجیے تو سورۃ بقرہ والی آیت نازل ہوئی یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے تو حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور انھیں یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے دعا کی اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لئے تشفی بخش حکم نازل فرمادیجیے اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ نساء میں ہے کہ اے ایمان والو نماز کے قریب مت جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو (شراب پی رکھی ہو) چنانچہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے نمازوں کے اوقات میں منادی اعلان کرتا تھا خبردار کہ کوئی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے تو حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور انھیں یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے دعا کی اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں واضح تشفی بخش حکم نازل فرمادیجیے تو یہ آیت نازل ہوئی فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ سو کیا تم باز آؤ گے؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا (خوشی سے) (اے رب) ہم ضرور بچیں گے۔

تخریج جامع الترمذي- تفسير القرآن(٣٠٤٩) سنن النسائي- الأشربة(٥٥٤٠) سنن أبي داود- الأشربة(٣٦٧٠)

شرح الحدیث اس حدیث کا مضمون شروع میں گزر چکا، والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي، وذكر الترمذي أنه مرسل أصح، قاله المنذري۔

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج٤ ص٣٠٢-٣٠٣

[2] تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے (سورۃ البقرۃ: ٢١٩)

[3] اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو (سورۃ النساء: ٤٣)

[4] اے ایمان والوں یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے (سورۃ المائدۃ ٩٠-٩١)

٣٦٧١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام: "أَنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ { لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ [1] } ".

ترجمہ: حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے ایک انصاری شخص نے انھیں اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو دعوت دی اور ان کو شراب پلائی شراب کے حرام ہونے سے پہلے پھر (نماز کا وقت آیا تو) حضرت علیؓ نے نماز مغرب کی امامت کروائی جس میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کی تلاوت کی جس میں خلط کر دیا (یعنی اسطرح پڑھا { قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ [2] } وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے) اس پر (سورۃ نساء کی) آیت نازل ہوئی کہ تم نمازوں کے قریب حالت نشہ میں مت جاؤ یہاں تک کہ تم جاننے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

شرح الحدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے ان کی اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی دعوت کی اور ان کو شراب بھی پلائی یعنی تحریم خمر سے پہلے، مغرب کی نماز کا وقت آیا تو حضرت علیؓ نے امامت کی جس میں سورہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھی جس میں خلط کر دیا، یعنی اس طرح پڑھا: قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ، جیسا کہ ترمذی [3] کی روایت میں ہے اس پر سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی جس سے صرف نمازوں کے اوقات میں تحریم خمر ہوئی۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣٦٧٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " { يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى } وَ { يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ [4] } نَسَخَتْهُمَا الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ { اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ } الْآيَةَ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا........ اے ایمان والو نماز کے قریب مت جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو اور دوسری آیت وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ........ کہ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ نفع کی چیزیں بھی ان دونوں آیتوں کو سورۃ مائدہ کی آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ...... شراب اور جوا اور بت وغیرہ شیطانی کام ہیں...... نے منسوخ کر دیا۔

---

[1] اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو (سورۃ النساء: ٤٣)

[2] تو کہہ اے منکرو میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو (سورۃ الکافرون: ١-٢)

[3] جامع الترمذي- كتاب التفسير- باب ومن سورة النساء ٣٠٢٦

[4] تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو (سورۃ البقرۃ: ٢١٩)

٣٦٧٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ حَيْثُ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَمَا شَرَابُنَا يَوْمَئِذٍ إِلَّا الْفَضِيخُ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ، فَقَالَ: "إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، وَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: هَذَا مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو میں حضرت ابو طلحہ کے مکان پر لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اور اسوقت ہماری شراب فضیح (نقیع التمر کھجور کی بغیر پکی شراب) ہوتی تھی تو ایک شخص ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ شراب تو حرام کر دی گئی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے (شراب کی حرمت کا) اعلان کر دیا تو ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ شخص اعلان کرنے والا ہے جو اعلان کر رہا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٣٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٤١) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٦٠) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٢٦) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٨٠) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٤١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٨١) موطأ مالك - الأشربة (١٥٩٩) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٨٩)

شرح الحدیث: یہ حدیث باب کی پہلی حدیث کی شرح میں مع حوالہ کے گزر چکی، اس حدیث میں یہ ہے کہ جس زمانہ میں تحریم خمر کا حکم نازل ہوا اس وقت ہم لوگوں کی عام طور سے جو شراب ہوتی تھی وہ فضیخ تھی یعنی نبیذ البسر، یعنی غیر مطبوخ جو قسم ثانی میں نقیع التمر کے نام سے گزر چکی جو ہمارے یہاں بھی حرام ہے الا یہ کہ مطبوخ ہو اس صورت میں جائز ہوگی لا عند الجمهور۔

٢ - بَابُ الْعِنَبِ يُعْصَرُ لِلْخَمْرِ

باب انگور کا شیرہ شراب بنانے کے لئے نکالنا

یعنی انگور کا شیرہ نکالنا خمر بنانے کے لئے۔

٣٦٧٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، مَوْلَاهُمْ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْغَافِقِيِّ، أَنَّهُمَا سَمِعَا ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی شراب پر اسکے پینے والے پر اور اسکے پلانے والے پر اور اسکے بیچنے والے پر اور اسکے خریدنے والے پر اور اسکے (دوسرے کیلئے) نچوڑنے والے پر اور اسکے نچڑوانے والے پر (یعنی جس کیلئے نچوڑی جائے) اور اسکے اٹھانے والے پر اور جس کیلئے اٹھائی جائے اس پر۔

تخريج سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٤) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٨٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٥)

شرح الحديث یہ حدیث بروایت انسؓ ترمذی شریف میں بھی ہے کتاب البیوع میں جس میں اسطرح ہے: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الخَمْرِ عَشَرَةً: ①عَاصِرَهَا، ②وَمُعْتَصِرَهَا، ③وَشَارِبَهَا، ④وَحَامِلَهَا، ⑤وَالمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ، ⑥وَسَاقِيَهَا، ⑦وَبَائِعَهَا، ⑧وَآكِلَ ثَمَنِهَا، ⑨وَالمُشْتَرِي لَهَا، ⑩وَالمُشْتَرَاةُ لَهُ[1] یعنی آپ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی ہے، عاصر، یعنی انگوروں کو شراب بنانے کیلئے نچوڑنے والا، اور معتصر جس کیلئے نچوڑا جارہا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ عاصر سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کیلئے نچوڑے اور معتصر سے مراد وہ جو اپنے لئے نچوڑے (من الکوکب) اور اس کے پینے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کی طرف اٹھا کر لیجائی جارہی ہے اس پر، اسکے پلانے والے پر اور اسکے فروخت کرنے والے پر، اور اس کا ثمن کھانے والے پر اور اس کی خریداری پر اور جس کیلئے خریدی جارہی ہو اس پر یہ ترجمہ ترمذی کی روایت کی ترتیب کے اعتبار سے ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں صرف نو مذکور ہیں جس میں ایک خود خمر ہے: لَعَنَ اللهُ الخَمْرَ، علامہ سندیؒ فرماتے ہیں ہر چیز کی لعنت اس کے اعتبار سے ہوتی ہے لہذا خمر پر لعنت کا مطلب اسکے پینے کی تحریم اور اس پر نجاست کا حکم لگانا ہے اھ۔ والحديث أخرجه ابن ماجه. قاله المنذري۔

٣- بَابُ مَا جَاءَ فِي الخَمْرِ تُخَلَّلُ

باب شراب کو سرکہ بنانے کے بارے میں

تخلیل خمر (یعنی شراب کو سرکہ بنانے) کا مسئلہ مختلف فیہ ہے؛ امام احمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ان کے نزدیک تخلیل سے حلال نہیں ہوتی اور حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر شراب رکھی ہوئی خود بخود سرکہ بن جائے تب تو حلال ہے ورنہ نہیں، اور امام مالکؒ کے نزدیک تخلیل یعنی یہ فعل تو ناجائز ہے لیکن تخلیل کے بعد اس کا پینا حلال ہے۔ (عون عن النیل)۔

٣٦٧٥- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَيْتَامٍ وَرِثُوا خَمْرًا، قَالَ: «أَهْرِقْهَا» قَالَ: أَفَلَا أَجْعَلُهَا خَلًّا؟ قَالَ: «لَا».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ بعض یتیموں کے حصۂ میراث میں شراب آئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکو بہادو تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں اسکو سرکہ نہ بنالوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البيوع - باب النهي أن يتخذ الخمر خلا ١٢٩٥

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (١٩٨٣) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩٤) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١٥)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ بعض یتیم بچوں کے حصہ میں میراث میں شراب آئی ہے تو آپ ﷺ نے اسکو بہا دینے کا حکم فرمایا اور سرکہ بنانے کی بھی اجازت نہیں دی، یہ حدیث حنابلہ کے نزدیک تو اپنے ظاہر پر ہے تاویل کی حاجت نہیں اور حنفیہ کے نزدیک ابتداء زمان پر محمول ہے اس لئے کہ وہ لوگ اسکے عادی ہو چکے تھے اور جس چیز کی عادت ہو جاتی ہے اس سے بچنا چونکہ مشکل ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے احتیاطًا اور تنزیہًا تخلیل خمر سے بھی منع فرمایا تاکہ اسکی نفرت دل میں بیٹھ جائے اور دلیل اباحت دوسری روایات ہیں جیسے: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ [1]، اور ایک روایت میں ہے: خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ [2]. كما في حاشية الترمذي۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤- بَابُ الْخَمْرِ مِمَّا هُوَ

باب جن چیزوں سے شراب بنتی ہے ان کا بیان

٣٦٧٦- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنَ الْعِنَبِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ التَّمْرِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْبُرِّ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشَّعِيرِ خَمْرًا».

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انگور سے شراب بنتی ہے اور کھجور سے اور شہد سے اور گندم سے اور جو سے شراب بنتی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٢) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٦) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٧٩)

شرح الحدیث: اس حدیث میں ان ہی پانچ اشیاء کا ذکر ہے جن کا کتاب الاشربہ کی پہلی حدیث میں ذکر ہے کہ ان سب چیزوں سے خمر بنتی ہے، اور اس کے بعد والی روایت میں، ذُرہ، یعنی جوار کا بھی ذکر ہے اور اسی طرح، زبیب کا۔

توجيه الحديث على مسلك الحنفية: حاشیۂ بذل میں "الإرشاد الرضي [3]" سے منقول ہے کہ یہ حدیث گو بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے لیکن فی الحقیقت اس سے ان کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ لفظ خمر اگر ان تمام اشیاء کو شامل ہوتا

---

[1] المعجم الكبير للطبراني ١٧٤٩ (ج٢ ص١٨٤)

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الرهن - باب ذكر الخبر الذي ورد في خل الخمر ١١٢٠٣ (ج٦ ص٦٣)

[3] "الإرشاد الرضي" "الكوكب الدري" کی طرح حضرت گنگوہیؒ کی وہ تقریر ترمذی ہے، جو ہمارے حضرت شیخ کے پھوپھا مولانا رضی الحسنؒ نے جمع فرمائی تھی۔

لغۃً واستعمالاً تو آپ ﷺ کو اس تفسیر کی بایں عنوان احتیاج نہ پیش آتی، اس لئے کہ جب قرآن کریم میں تحریم کا ذکر آچکا تو اس کا عموم ان اشیاء کو بھی شامل ہوتا اور اہل لسان اس کو خود بخود سمجھ جاتے، لہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی غرض اس تفسیر سے بیان حکم ہے اھ [1]، اور باب کی تیسری حدیث میں جو (برقم ۳٦٧٨) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ یہ ہے: الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ، وَالْعِنَبَةِ، اسکے بارے میں بذل اور کوکب دونوں میں یہ تحریر ہے کہ اس سے مقصود حصر نہیں اور ہمارے یہاں شروع میں گزر چکا کہ یہ حدیث ایک لحاظ سے حنفیہ کی تائید کرتی ہے، چنانچہ شیخ حاشیہ کوکب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر شراح حدیث تو یہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حصر مقصود نہیں لیکن صاحب "نتائج الأفکار" کا میلان حصر کی طرف ہے: فقال بعد البحث: والحق أن المراد بالحكم الذي أريد بيانه بالحديث هو حرمة قليله وكثيره، وهذا المعنى لا يتحقق في المتخذ من غير تينك الشجرتين، فيصح الحصر المستفاد من ذلك الحديث بلا غبار اھ [2]، میں کہتا ہوں اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک شراب کے اقسام ثلثہ میں سے جو قسم ثانی ہے اس کا تعلق صرف ان ہی دو سے ہے اور اس کا حکم ہمارے یہاں یہی ہے کہ اس کا قلیل وکثیر حرمت میں برابر ہے، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ خود ان احادیث میں تنوع اشربہ اور اس کے اختلاف اقسام کی طرف اشارہ موجود ہے جس کو حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ حديث النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه الأول أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري.

٣٦٧٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى الْفُضَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي حَرِيزٍ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْخَمْرَ مِنَ الْعَصِيرِ، وَالزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالذُّرَةِ، وَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ».

ترجمہ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شراب انگوروں کے رس سے اور کشمش سے اور کھجور اور گندم اور جو اور جوار سے بنتی ہے اور میں تم کو ہر نشہ دلانے والی چیز سے روکتا ہوں۔

تخریج جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٢) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٧) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٧٩)

٣٦٧٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ، وَالْعِنَبَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "اسْمُ أَبِي كَثِيرٍ الْغُبَرِيِّ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٢

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ٣٥

الرَّحْمَنِ بْنِ غُفَيْلَةَ السَّحْمِيِّ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُذَيْنَةُ وَالصَّوَابُ غُفَيْلَةُ".

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شراب ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے یعنی کھجور اور انگور۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (١٩٨٥) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٥) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٧٢) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٢) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٩٦)

٥ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسْكِرِ

باب نشہ دلانے والی چیزوں کے متعلق حکم

سکر بمعنی مسکر وفی بعض النسخ "باب النهی عن المسکر"۔

٣٦٧٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے ہر نشہ آور شئے شراب ہے اور جو کوئی اس حال میں مرجائے کہ شراب پیتا تھا اور (علی الدوام پیتا تھا) اس سے توبہ نہیں کی ہو تو وہ آخرت میں (جنت کی) شراب نہ پیئے گا۔

تخریج صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٥٣) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠٣) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦١) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٧١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٧٩) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٧٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٩/٢) موطأ مالك - الأشربة (١٥٩٧) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٩٠)

شرح الحدیث كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ: یعنی فی حکم الخمر، جس خمر کا بیان آپ ﷺ اگلے جملہ میں ارشاد فرمارہے ہیں: وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ۔ يُدْمِن ادمان سے ہے یعنی کوئی کام علی الدوام کرنا، یعنی جو شخص شراب ہمیشہ پیتا رہے گا یعنی پینے سے توبہ نہیں کرے گا تو اسکو آخرت میں جنت میں شراب طہور جو سب جنتیوں کو ملے گی نہیں ملے گی۔والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی ،وحدیث النسائی مختصر ،قاله المنذری۔

٣٦٨٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ [بن بشير]،

يَقُولُ: عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا بُخِسَتْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ»، قِيلَ: وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ، وَمَنْ سَقَاهُ صَغِيرًا لَا يَعْرِفُ حَلَالَهُ مِنْ حَرَامِهِ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشا فرمایا کہ ہر نشہ دینے والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو کوئی نشہ آور چیز پیئے گا تو چالیس دن کی نمازیں اسکی ناقص ہو جائیں گی پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جو شخص چوتھی بار شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ضرور بہ ضرور طِينَةِ الْخَبَالِ سے پلائیں گے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول طِينَةِ الْخَبَالِ کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنمیوں کا خون اور پیپ ہے اور جو شخص کسی نابالغ بچے کو شراب پلائے گا (یعنی بچہ جو اسکی حرمت سے واقف نہیں) تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی ضرور طِينَةِ الْخَبَالِ سے پلائیں گے۔

تخریج سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٧٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٨٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٥٠)

شرح الحدیث كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ: تخمیر کے معنی تغطیہ کے ہیں، نشہ چونکہ آدمی کی عقل کو چھپا دیتا ہے اسلئے خمر کو خمر کہتے ہیں۔

وَمَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا بُخِسَتْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا: یعنی جو شخص ایک مرتبہ شراب پیتا ہے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص اور بے برکت ہو جاتی ہے، پس اگر وہ بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں، اور جو شخص چوتھی بار شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور طِينَةُ الْخَبَالِ سے پلائیں گے، طِينَةُ الْخَبَالِ، کی تفسیر حدیث میں: صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ سے فرمائی ہے، اہل نار کا لہو پیپ، آگے حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی نابالغ بچہ کو شراب پلائے گا تو اس پلانے والے کو بھی اللہ تعالیٰ بالضرور طِينَةُ الْخَبَالِ پلائیں گے۔

٣٦٨١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دلائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦٥) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٤٣)

شرح الحدیث مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ: یہ حدیث امام محمدؒ اور ائمہ ثلاث کے نزدیک اپنے ظاہر اور عموم پر ہے، اور

شیخین کے نزدیک جیسا کہ پہلے بالتفصیل گزر چکا موول ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۶۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ، زَادَ: وَالْبِتْعُ نَبِيذُ الْعَسَلِ، كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا كَانَ أَثْبَتَهُ مَا كَانَ فِيهِمْ مِثْلُهُ يَعْنِي فِي أَهْلِ حِمْصَ يَعْنِي الْجُرْجُسِيَّ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شہد کی نبیذ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر پینے والی چیز جو نشہ آور ہو حرام ہے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید الجرجسی کے سامنے یہ حدیث اسطرح پڑھی کہ آپ سے محمد بن حرب نے زبیدی کے واسطے سے اور زبیدی نے زہری کے واسطے سے اس حدیث کو ان کی سند کے ساتھ نقل کیا اور یہ اضافہ کیا کہ بتع یہ شہد کی نبیذ ہوتی ہے اور فرمایا کہ اہل یمن اس کو پیتے ہیں امام ابو داود فرماتے ہیں کہ میں نے سنا امام احمد بن حنبل سے وہ فرماتے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جرجسی راوی کتنے ثقہ، اثبت ہیں اہل حمص میں کوئی ان کے برابر نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (٢٣٩) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٦٣) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٦٤) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠١) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦٣) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٩٠) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٢) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦) موطأ مالك - الأشربة (١٥٩٥) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٩٧)

شرح الحدیث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ: اوپر والی حدیث مذکور جس میں البتع مذکور ہے یہ مصنف کو دو طریق سے پہنچی ہے بطریق تحدیث یعنی سماع من لفظ الشیخ اور دوسرے بطریق قراءت علی الشیخ بعض مرتبہ بطریق استفہام کے ہوتی ہے جس طرح یہاں پر ہے: حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، پہلے طریق میں مصنف کے استاذ قعنبی ہیں، اور دوسرے میں علی بن یزید، اس دوسرے طریق میں بتع کی تفسیر کی زیادتی ہے، بتع نام ہے نَبِيذُ الْعَسَلِ کا، نیز یہ کہ اس کو اہل یمن پیتے ہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا كَانَ أَثْبَتَهُ: امام احمدؒ، جُرجُسی کی توثیق فرمارہے ہیں بطریق تعجب کے کہ دیکھئے وہ کتنے ثقہ اور ثبت ہیں، اہل حمص میں ان کے برابر کوئی اور نہیں، اظہار تعجب کے موقع پر عام طور سے لفظ سبحان اللہ لوگ استعمال کرتے ہیں، کبھی کلمۂ توحید بھی استعمال کرتے ہیں جیسا کہ یہاں پر ہے [1]۔ والحدیث أخرجه البخاري

---

[1] ہمارے یہاں سہارنپور میں محلہ شاہ ولایت میں ایک پرانے حکیم صاحب تھے (حکیم مختار صاحب مرحوم) جو عالم بھی تھے ان کی عادت بھی یہ تھی کہ جب کوئی بات بطور تعجب کے بیان کرتے تو اس کو لا إله إلا الله کہہ کر بیان کرتے یغفر الله لنا وله۔

ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٣٦٨٣ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ، عَنْ دَيْلَمٍ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا بِأَرْضٍ بَارِدَةٍ نُعَالِجُ فِيهَا عَمَلًا شَدِيدًا، وَإِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هَذَا الْقَمْحِ نَتَقَوَّى بِهِ عَلَى أَعْمَالِنَا وَعَلَى بَرْدِ بِلَادِنَا، قَالَ: «هَلْ يُسْكِرُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاجْتَنِبُوهُ» قَالَ: قُلْتُ: فَإِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيهِ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَتْرُكُوهُ فَقَاتِلُوهُمْ».

ترجمہ: دیلم الحمیری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم ایسی سرزمین کے رہنے والے ہیں جو سرد ہے وہاں ہم محنت مشقت کا کام کرتے ہیں اور ہم وہاں گیہوں سے شراب بناتے ہیں جس کو پی کر ہم اپنے کاموں میں تقویت حاصل کرتے ہیں اور سردی سے بچتے ہیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس سے پرہیز کرو۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ تو اسکو چھوڑنے والے نہیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ لوگ نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٣٢/٤)

شرح الحدیث: دیلم حمیری جیشانی ؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم ایسی سرزمین کے رہنے والے ہیں جو سرد ہے، بظاہر مراد یمن ہے اس لئے کہ جیشان یمن ہی کا ایک قبیلہ ہے وہاں ہم محنت مشقت کے کام کرتے ہیں اور ہم وہاں پر گیہوں سے شراب بناتے ہیں جس کو پیتے ہیں تقویت کیلئے اور سردی سے بچنے کیلئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس سے سکر پیدا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے پرہیز کرو، میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ تو اس کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو۔

٣٦٨٤ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ مِنَ الْعَسَلِ، فَقَالَ: «ذَاكَ الْبِتْعُ» قُلْتُ: وَيُنْتَبَذُ مِنَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ، فَقَالَ: «ذَلِكَ الْمِزْرُ» ثُمَّ قَالَ: «أَخْبِرْ قَوْمَكَ أَنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ».

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے شہد کی شراب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسکو بتع کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ لوگ جو اور جوار کی بھی نبیذ بناتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کا نام مزر ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو بتلادو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٧٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥١) صحيح مسلم - الأشربة (١٧٣٣) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٩٥) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٤) سنن ابن ماجه - الأشربة

(٣٣٩١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٤١٠) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٩٨)

شرح الحديث ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے شراب عسل کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بتع کہتے ہیں، میں نے پوچھا کہ لوگ جو اور جوار کی بھی نبیذ بناتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی کا نام مزر ہے اور پھر ان سب کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

ذُرَة: ضم ذال اور راء مخففہ کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی جوار [1] جو ایک مشہور غلہ ہے باجرہ کی شکل میں لیکن سفید۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم بنحوه من حديث سعيد بن أبي بردة عن أبيه، قاله المنذري۔

٣٦٨٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ، وَقَالَ: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ ابْنُ سَلَامٍ أَبُو عُبَيْدٍ: الْغُبَيْرَاءُ: السُّكُرْكَةُ تُعْمَلُ مِنَ الذُّرَةِ، شَرَابٌ يَعْمَلُهُ الْحَبَشَةُ".

ترجمہ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شراب اور جوئے اور (کوبہ) طبل یعنی ڈھول اور (غبیراء) جوار کی شراب کو ممنوع قرار دیا اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ١٥٨).

شرح الحديث میسر یعنی قمار (جوا) اور کوبہ یعنی طبل (ڈھول) اور غبیراء شراب الذرہ جس کو سُکرکہ بھی کہتے ہیں، کوبہ کی تفسیر طبل سے خود کتاب میں چند روایات کے بعد آرہی ہے، اور بذل میں لکھا ہے: الكوبة بالضم هي النرد او الطبل او البربط اھ [2] بربط یعنی سارنگی۔

٣٦٨٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ».

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز کو حرام قرار دیا۔

تخریج سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٣٠٩)

شرح الحديث مُفتِر یعنی فتور پیدا کرنے والی چیز، فتور مقدمہ سکر ہوتا ہے، اعضاء کے اندر سستی، ڈھیلا پن اور غنودگی سی،

---

[1] كذا في البذل وهو المشهور" وفي هامش البذل عن المحيط الأعظم "٢/ ص ٣٨ بضم المعجمة وتشديد المهملة المفتوحة وسكون المثناة الفوقية وقال اسمه في الهندية "جوار" اھ وضبطه في المجمع بضم معجمة وخفته راء وقال هاؤه عوض عن واو. كذا في الأوجز اھ.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٢

حاشیہ ابوداؤد میں ہے: حافظ عراقی نے اس حدیث سے حشیشہ (بھنگ) کی حرمت پر استدلال کیا ہے اھ بھنگ ہی جیسی ایک اور چیز ہوتی ہے جس کو دھتورہ کہتے ہیں اسکو بھی بعض لوگ پیتے ہیں یہ بھی مفضی الی السکر ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے [1]۔

٣٦٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ، قَالَ: مُوسَى وَهُوَ عَمْرُو بْنُ سَلْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کی فرق (تین صاع کا پیمانہ) مقدار نشہ دلانے والی ہو اس کا چلّو بھر حصّہ (پینا) بھی حرام ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (٢٣٩) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٦٣) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠١) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦٣) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٩٠) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٨٧) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) موطأ مالك - الأشربة (١٥٩٥) سنن الدارمي - الأشربة (٢٠٩٧)

شرح الحديث: اس حدیث کا ذکر ہمارے یہاں فریق ثانی کی دلیل میں شروع میں گزر چکا، والحديث أخرجه الترمذي وقال هذا حديث حسن. قاله المنذري۔

٦ - بَابٌ فِي الدَّاذِيِّ

نبیذ میں (شدت و سکر پیدا کرنے کے لئے) بیج ڈالنا

داذی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کسی چیز کے بیج ہوتے ہیں اور نبیذ میں ڈال دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نبیذ میں اشتداد اور سکر پیدا ہو جاتا ہے کذا فی المجمع، اور قاموس میں داذی کے بارے میں لکھا ہے شراب الفساق ہو سکتا ہے یہ وہی ہو جس کو تاڑی کہتے ہیں، تاڑ اور کھجور کے درخت سے پانی نکلتا ہے جس کو پیتے ہیں، تاڑی بھی اگر تازی پی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں، مگر رکھنے کی وجہ سے زیادہ دیر تک اس میں جھاگ اور اشتداد ہو جاتا ہے پھر یہ ناجائز ہو جاتی ہے۔

٣٦٨٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ، فَتَذَاكَرْنَا الطِّلَاءَ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا».

ترجمہ: مالک بن ابی مریم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن غنم ہمارے پاس تشریف لائے اور

---

[1] بعض جاہل صوفی اور مجاور قسم کے لوگ بھی اس کو پیتے ہیں جیسے رسول شاہی وغیرہ، صاحب عون المعبود نے اس کی حرمت پر تفصیلی بیان کیا ہے، کئی اوراق میں بما لامزید علیہ۔

ہم سے طلاء کا ذکر کیا اور فرمایا کہ مجھے ابو مالک اشعری نے بتلایا کہ انھوں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے بعض لوگ شراب پئیں گے اسکا نام بدل کر۔

تخریج: سنن أبي داود-الأشربة (٣٦٨٨) سنن ابن ماجه-الفتن (٤٠٢٠) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٣٤٢/٥)

شرح الحدیث: مطلب یہ ہے کہ تبدیل اسم سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر حقیقۃً کوئی شراب مسکر ہو تو وہ خمر ہی کے حکم میں ہو گی خواہ اس کا نام کچھ ہی تجویز کر دیا جائے، حقیقت اور مسمی کا اعتبار ہو گا، نہ کہ اسم کا۔

طلاء کی تفسیر: اس روایت میں طلاء کا ذکر ہے، یہاں پر شروح بذل المجہود [1] اور عون المعبود وغیرہ میں اس کی تفسیر ماطبخ من عصير العنب حتى ذهب ثلثاه کے ساتھ کی گئی ہے لیکن جس عصیر کا دو ثلث جل گیا ہو وہ حرام نہیں ہے البتہ جس عصیر کا دو ثلث سے کم جلا ہو وہ اشربۂ محرمہ میں سے ہے فمقتضى المقام ان يفسر حتى ذهب اقل من ثلثيه، ویسے اطلاق طلاء کا ان دونوں ہی قسموں پر ہوتا ہے جیسا کہ کتاب الأشربۃ کے شروع میں حاشیہ میں گزر چکا، فتنبه۔ والحديث أخرجه ابن ماجه اتم من هذا، قاله المنذري۔

٣٦٨٩- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شَيْخٌ، مِنْ أَهْلِ وَاسِطٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَنْصُورٍ الْحَارِثُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، وَسُئِلَ، عَنِ الدَّاذِيِّ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ الدَّاذِيُّ: شَرَابُ الْفَاسِقِينَ".

ترجمہ: ابو منصور کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے سنا کہ جب ان سے بادہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔

٧- بَابٌ فِي الْأَوْعِيَةِ

باب شراب جن برتنوں میں تیار کی جاتی ہے ان کے بیان میں

٣٦٩٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالْمُزَفَّتِ، وَالنَّقِيرِ».

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے دباء (کدو سے بنایا گیا برتن) حنتم (مٹی کی سبز روغنی گھڑا)، مزفت (وہ برتن جس پر تارکول جیسی سیاہ چیز ملی گئی ہو) نقیر (کھجور کے تنے کو کھوکھلا کر کے بنایا گیا برتن) کی ممانعت فرمائی۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٦ ص ٢٤

تخریج صحيح البخاري-الإيمان (٥٣) صحيح البخاري-العلم (٨٧) صحيح البخاري-مواقيت الصلاة (٥٠٠) صحيح البخاري-الزكاة (١٣٣٤) صحيح البخاري-فرض الخمس (٢٩٢٨) صحيح البخاري-المناقب (٣٣١٩) صحيح البخاري-المغازي (٤١١٠) صحيح البخاري-الأدب (٥٨٢٢) صحيح البخاري-أخبار الآحاد (٦٨٣٨) صحيح البخاري-التوحيد (٧١١٧) صحيح مسلم-الإيمان (١٧) صحيح مسلم-الأشربة (١٩٩٧) جامع الترمذي-الأشربة (١٨٦٨) سنن النسائي-الإيمان وشرائعه (٥٠٣١) سنن النسائي-الأشربة (٥٥٤٨) سنن أبي داود-الأشربة (٣٦٩٠) سنن ابن ماجه-الأشربة (٣٤٠٢) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢٢٨/١) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢) موطأ مالك-الأشربة (١٥٩١) سنن الدارمي-الأشربة (٢١١١)

شرح الحديث ابتداء میں تحریم خمر سے قبل جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس باب میں ان کا بیان ہے، ان برتنوں میں شراب جلدی تیار ہو جاتی تھی۔

مشکیزہ میں نبیذ بنانے کی مصلحت: شروع میں آپ ﷺ نے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے بھی منع فرمادیا تھا اور ہدایت کی گئی کہ نبیذ اسقیہ یعنی مشکیزوں میں بنائی جائے مشکیزہ بھی ایسا جس کا منہ اوپر سے بند ھن سے باندھ دیا جائے، چنانچہ آئندہ روایت میں آرہا ہے: عَلَيْكُمْ بِأَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا، اس کی مصلحت یہ تھی کہ جو نبیذ مشکیزوں میں بنائی جائے گی خصوصاً جب کہ اوپر سے اس کا منہ بند کر دیا جائے گا تو اس قسم کے مشکیزہ میں نبیذ میں اگر اشتداد اور سکر کے آثار پیدا ہونے شروع ہوں گے تو اس کا فوراً پتہ چل جائیگا، گیس کی وجہ سے وہ مشکیزہ پھولنا شروع ہو جائے گا، اور اس صورت میں آدمی دھوکہ میں پڑنے سے اور شرب مسکر سے بچ جائے گا، بخلاف ان اوعیہ کے جن میں نبیذ بنانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا ان برتنوں میں اگر نبیذ بنائی جائے گی تو کوئی ظاہری علامت اشتداد اور سکر کی ان میں ظاہر نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے خطرہ ہوتا ہے اس کا کہ مبادا اس نبیذ میں سکر پیدا ہو گیا ہو جس کا احساس بنانے والے کو نہ ہو اور وہ اس کو غیر مسکر سمجھ کر پینا شروع کر دے اصل وجہ اس منع کی یہ ہے جس کا حاصل احتیاط اور عدم اغترار ہے ورنہ اصل مدار حرمت کا برتنوں وغیرہ پر نہیں ہے بلکہ سکر پر ہے، نبیذ چاہے برتن میں بنائی جائے یا مشکیزہ میں اگر اس میں سکر پیدا نہیں ہوا تو حلال ہے اور اگر پیدا ہو گیا تو حرام ہے جیسا کہ بعض روایات میں حضور ﷺ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، غرض یہ کہ ابتداء زمان تحریم خمر میں آپ ﷺ نے ان اوعیہ کے استعمال سے بھی منع فرمادیا تھا لیکن پھر جب بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے پاس ان کے علاوہ اور برتن نہیں ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دیدی، چنانچہ جمہور کے نزدیک ان اوعیہ کے بارے میں جو منع کی روایات ہیں وہ منسوخ ہیں، پھر بھی کسی قدر اختلاف باقی ہے۔

اوعیۂ اربعہ کی تشریح: اب آگے آپ ان اوعیہ مذکورہ فی الحدیث کی تفسیر سنئے: الدُّبَّاء: خشک کدو جس کے اندر سے گودہ نکال لیتے ہیں اور پیالہ کی شکل میں ہو جاتا ہے، الحَنْتَم: الجرة الخضراء، مٹی کی سبز روغنی گھڑیا، المُزَفَّت: وہ مٹی کا

برتن جس پر زفت ملا ہوا ہو زفت تار کول جیسی ایک چیز سیاہ رنگ کی جس کو کشتی وغیرہ پر بھی ملتے ہیں تاکہ اس کے اندر پانی نہ داخل ہو، بعض روایات میں مُقَیَّر آتا ہے اور یہ دونوں ہم معنی ہیں، مقیر جس پر قیر ملا گیا ہو جس کو قار بھی کہتے ہیں، زفت اور قار دونوں ایک ہی چیز ہیں، النَّقِیر: فعیل بمعنی مفعول یعنی منقور کھجور کے تنہ کا ایک ٹکڑا جس کے اندر کا گودا نکال کر اس کو کھوکھلا کر لیا جاتا ہے، جیسے ہمارے یہاں لکڑی کا اوکھل ہوتا ہے دھان کوٹنے کیلئے، بعض روایات میں مزفت کے بعد بجائے نقیر کے مقیر آیا ہے، یہ صحیح نہیں، تکرار ہو جائے گا اس لئے کہ مقیر اور مزفت تو ایک ہی چیز ہے، ان اوعیہ میں نہی کی علت کیا ہے؟ مزفت میں تیل ملا ہوا ہونے کی وجہ سے چونکہ اس برتن کے مسامات بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس میں اشتداد جلدی پیدا ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ ان برتنوں کا منہ کھلا ہوا اور چوڑا ہوتا ہے بخلاف مشکیزہ کے جس کا منہ بہت تنگ ہوتا ہے جس میں اشتداد کے وقت انتفاخ ہونے لگتا ہے جس سے آدمی کو پتہ چل جاتا ہے بخلاف ان اوعیہ کے، لیکن یہ نہی شروع میں تھی بعد میں آپ کی طرف سے اجازت ہوگئی تھی جیسا کہ اسی باب میں چند روایات کے بعد (برقم ۳۶۹۸) آرہا ہے: نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ، وَأَنَا آمُرُكُمْ بِهِنَّ الحدیث اور اس کے بعد والی روایت (برقم ۳۶۹۹) میں ہے: لَمَّا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَوْعِيَةِ، قَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا قَالَ: «فَلَا إِذَنْ»، یعنی انصار نے عرض کیا کہ ہمارے لئے ان برتنوں کے علاوہ چارہ کار ہی نہیں ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کچھ حرج نہیں، چنانچہ ائمہ میں سے حنفیہ کے نزدیک یہ نہی منسوخ ہے اور ایسے ہی حنابلہ کے راجح قول میں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کراہت باقی ہے گو تحریم نہیں ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک ان چار میں سے دو میں کراہت ہے، دباء اور مزفت میں، ویسے عام طور سے شراح جمہور کا مسلک نسخ ہی نقل کرتے ہیں۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۳۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَعْلَى يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: «حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ[1]» فَخَرَجْتُ فَزِعًا مِنْ قَوْلِهِ حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَدَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: أَمَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ ابْنُ عُمَرَ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ، قَالَ: صَدَقَ، «حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ» قُلْتُ: مَا الْجَرُّ؟ قَالَ: «كُلُّ شَيْءٍ يُصْنَعُ مِنْ مَدَرٍ».

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] الجر بفتح الجيم وتشديد الراء جمع جرة كتمر جمع تمرة وهو بمعنى الجرار الواحدة "جرة" ويدخل فيه جميع أنواع الجرار من الحنتم وغيره، وقوله من مدر، بفتح الميم والدال الطين المجتمع الصلب. كذا في النهاية. هذا تصريح أن الجر يدخل فيه جميع أنواع الجرار المتخذة من المدر الذي هو التراب والطين اهـ من العون. (ج ۱۰ ص ۱۵۶)

ﷺ نے مٹکے کی نبیذ کو (اسکی شدت کی وجہ سے) حرام قرار دیا تو میں ان کے اس قول کہ نبی کریم ﷺ نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے کو سن کر گھبرا کر نکلا اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنا حضرت ابن عمرؓ کیا فرما رہے ہیں انھوں نے پوچھا کہ وہ کیا فرماتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا رسول اللہ ﷺ نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا میں نے عرض کیا کہ (جر) مٹکے سے کیا مراد ہے فرمایا جو مٹی سے بنایا گیا ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (١٩٩٧) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦٧) سنن النسائي - الأشربة (٥٦١٤) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٧/٢) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٠٩)

شرح الحديث: یعنی مٹی کی گھڑیا، مگر "بذل" میں ہے: أي ما ينبذ في الجرار (الجرار جمع الجرة)، ولعل المراد من الجرار المدهونة، یعنی روغنی گھڑیا اھ [1]۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٣٦٩٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: وَقَالَ مُسَدَّدٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، - وَهَذَا حَدِيثُ سُلَيْمَانَ - قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ قَدْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَيْسَ نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُ بِهِ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا، قَالَ: "آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانُ بِاللَّهِ، وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ «وَعَقَدَ بِيَدِهِ وَاحِدَةً». وَقَالَ مُسَدَّدٌ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ. ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ» شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا الْخُمُسَ مِمَّا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْمُقَيَّرِ" وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: النَّقِيرِ مَكَانَ الْمُقَيَّرِ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ، لَمْ يَذْكُرِ الْمُزَفَّتَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو جَمْرَةَ: نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ".

ترجمہ: ابو حمزہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے ہیں اور مسدد حضرت ابن عباسؓ سے معنعن نقل کرتے ...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا جو قبیلہ ہے ربیعہ تو ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اسلیے ہم آپ کے پاس صرف اشہر حرم میں ہی آسکتے ہیں پس آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم فرمایئے جس کو ہم خود بھی مضبوطی سے پکڑیں اور اپنی قوم کو بھی اسکی طرف دعوت دیں جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں جن چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں وہ ایمان باللہ یعنی لا إله إلا الله

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٢٦

محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک کا نشان بنایا اور مسدد فرماتے ہیں یہ الفاظ فرمائے اللہ پر ایمان لانا پھر ان کے لئے اس کی وضاحت کی کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور یہ کہ مالِ غنیمت میں سے خمس کی ادائیگی کرنا اور میں تم کو روکتا ہوں دباء اور حنتم اور مزفت اور مقیر سے اور ابن عبید فرماتے ہیں مقیر کے بجائے نقیر کا لفظ فرمایا اور مسدد فرماتے ہیں کہ نقیر اور مقیر فرمایا اور مزفت کا ذکر نہیں کیا امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابوجمرہ، نصر بن عمران الضبعی ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الإيمان (٥٣) صحيح البخاري - العلم (٨٧) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٠٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٣١٩) صحيح البخاري - المغازي (٤١١٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٢) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٣٨) صحيح البخاري - التوحيد (٧١١٧) صحيح مسلم - الإيمان (١٧) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٩٧) جامع الترمذي - السير (١٥٩٩) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦١١) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣١) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٤٨) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٨/٢) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١١)

وفد عبد القیس والی حدیث کی شرح ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا جو قبیلہ ہے قبیلہ ربیعہ اسکے درمیان اور آپ ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں، اس لئے ہم آپ ﷺ کے پاس صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں، کیونکہ اشہر حرم میں کفار کے نزدیک بھی قتال ممنوع تھا، پس آپ ﷺ ہم کو ایسی چیز کا حکم اور ہدایت فرمایئے جس کو ہم خود بھی مضبوطی سے پکڑیں اور اس کی طرف اپنی قوم کو بھی دعوت دیں جس کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں اور چار ہی چیزوں سے منع کرتا ہوں، آگے ان چار کا بیان ہے: إيمانٌ باللهِ یعنی شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، اور دوسرا امور اقامۃ الصلاۃ، اور تیسرا ایتاء الزکوٰۃ، اور چوتھا اداء الخمس یہ چار پورے ہوگئے، اس حدیث میں حج اور صوم کا ذکر نہیں، لیکن دوسری روایات میں صوم کا ذکر ہے کمافی البخاری وغیرہ، لیکن حج کا ذکر صحاح کی کسی روایت میں نہیں [1]، یا تو اسلئے کہ وہ اس وقت تک فرض ہی نہ ہوا تھا اس لئے کہ حج کی فرضیت ایک قول کے مطابق ۹ھ میں ہوئی اور عبد القیس کی وفات ۸ھ میں ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی، تو ہو سکتا ہے کہ ترک ذکر حج کی وجہ کچھ اور ہو مثلاً یہ کہ ان کو کفار مضر کی وجہ سے اس پر قدرت نہ ہو یا یہ کہ اس کی فرضیت علی التراخی ہے، یا یہ کہ آپ ﷺ کا مقصد تمام احکام سے مطلع کرنا نہیں بلکہ بعض احکام سے وغیرہ وغیرہ، لیکن صوم کا ذکر ابوداؤد کے علاوہ دوسری روایات میں ہے تو پھر یہ امور بجائے چار کے پانچ ہو جائیں گے، اس کا ایک جواب جو بیضاوی سے منقول ہے وہ یہ کہ یہاں جتنی چیزیں منقول ہیں وہ سب ایمان باللہ کی تفسیر ہیں لہذا مذکور امر

[1] گو مسند احمد اور سنن کبری للبیہقی میں ہے۔

واحد ہوا باقی کو راوی نے اختصاراً یا نسیاناً خذف کر دیا، لیکن حافظ نے اس توجیہ پر یہ اشکال کیا کہ بعض روایات میں شہادة ان لا الہ الا اللہ کے بعد وَعَقَدَ بِيَدِهِ وَاحِدَةً مذکور ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اسکے بعد جو امور مذکور ہیں وہ شہادت کی تفسیر نہیں بلکہ مستقل ہیں، اسلئے بیضاوی کی توجیہ درست نہیں، لہذا اس کے علاوہ کوئی اور جواب سوچنا چاہیے، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حضرات چونکہ کفار مضر کے پڑوس میں رہتے تھے اور اہل جہاد و غنائم میں سے تھے تو ان کے حال کی مناسبت کی وجہ سے امر خامس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی فرمادی، یا یہ کہا جائے کہ اداء خمس ایتاء زکاۃ کے عموم میں داخل ہے دونوں کا تعلق مال معین سے ہے، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وَأَنْ تُؤَدُّوا الْخُمُسَ کا عطف "الإيمان" پر نہیں بلکہ اس کا عطف "أربع" پر ہے: أي أمرهم بأربع وبإعطاء الخمس یعنی آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم کیا اور اداء خمس کا اھ من القسطلانی [1]۔

وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْمُقَيَّرِ "وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: النَّقِيرِ مَكَانَ الْمُقَيَّرِ: ابن عبید ہی کی روایت درست ہے ورنہ تکرار ہو جائے گا اس لئے کہ مزفت اور مقیر دونوں ایک ہیں کما تقدم۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو جَمْرَةَ: نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ: یہ ابو جمرہ ابن عباسؓ کے شاگردوں میں ہیں اور ایک دوسرے راوی ابو حمزہ ہیں بالحاء المہملة والزای المعجمة وہ بھی ابن عباسؓ کے شاگردوں میں ہیں ان کا نام (عمران بن ابی عطاء) ہے، ذکرہ الامام الترمذی فی عدة مواضع من جامعه۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۶۹۳ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ نُوحِ بْنِ قَيْسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ: «أَنْهَاكُمْ عَنِ النَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالدُّبَّاءِ، وَالْمَزَادَةِ الْمَجْبُوبَةِ وَلَكِنِ اشْرَبْ فِي سِقَائِكَ وَأَوْكِهْ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے وفد سے فرمایا کہ میں تم کو نقیر اور مقیر اور حنتم اور دبا اور مزادة المجبوبہ (وہ بڑا مشکیزہ جسکا منہ اوپر کی طرف سے کاٹ کر چوڑا کر دیا گیا ہو) سے منع کرتا ہوں لیکن تم اپنے مشکیزوں میں نبیذ بنا کر پیا کرو اور ان مشکیزوں میں جب نبیذ بناؤ تو ان برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو۔

۳۶۹٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالُوا: فِيمَ نَشْرَبُ يَا نَبِيَّ اللهِ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِأَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے قبیلہ عبد القیس کے وفد کے واقعہ میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ (اے اللہ کے

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ج ١ ص ١٤٦

نبی!) ہم کن برتنوں میں پیا کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر لازم ہے ان چرمی مشکیزوں میں پینا جن کے منہ اوپر سے باندھ دیئے گئے ہوں۔

تخریج: سنن النسائي- الأشربة (٥٦٣٠) سنن أبي داود- الأشربة (٣٦٩٣) سنن ابن ماجه- الأشربة (٣٤٠١) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢٤١/٢) موطأ مالك- الأشربة (١٥٩٢)

شرح الحدیث: وَالْمَزَادَةِ الْمَجْبُوبَةِ: وہ بڑا مشکیزہ جس کا منہ اوپر کی طرف سے کاٹ کر چوڑا کر دیا گیا ہو تا کہ اوپر ہی سے پانی نکالا جائے اور اس کیلئے عزلاء نہ ہو یعنی مشکیزہ کے نیچے کی طرف کا منہ ایسے مشکیزہ میں آپ ﷺ نے نبیذ بنانے سے منع فرمایا اس لئے کہ اس کا منہ بند نہ ہونے کی وجہ سے اگر اس میں اشتداد پیدا ہو گا تو اس کا انتفاخ نہیں ہو گا جس سے سکر کا پتہ چل جاتا ہے اب یہ کہ کیسے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جائے ؟ اس کے بارے میں آئندہ روایت میں آرہا ہے: عَلَيْكُمْ بِأَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا، یعنی ایسے چرمی مشکیزے جن کے منہ اوپر سے باندھ دیئے جائیں اور اسی کے ہم معنی ہے وہ لفظ جو اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: وَاشْرَبُوا فِي الْجِلْدِ الْمُوكَى عَلَيْهِ، یعنی جس مشکیزہ کے منہ پر وکاء یعنی بندھن باندھا گیا نہ ہو، منہ بند ہونیکی صورت میں انتفاخ کی وجہ سے اشتداد کا فوراً پتہ چل جاتا ہے۔

٣٦٩٥ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي الْقَمُوصِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي - رَجُلٌ، كَانَ مِنَ الْوَفْدِ الَّذِينَ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ يَحْسَبُ عَوْفٌ أَنَّ اسْمَهُ - قَيْسُ بْنُ النُّعْمَانِ، فَقَالَ: «لَا تَشْرَبُوا فِي نَقِيرٍ، وَلَا مُزَفَّتٍ، وَلَا دُبَّاءٍ، وَلَا حَنْتَمٍ وَاشْرَبُوا فِي الْجِلْدِ الْمُوكَى عَلَيْهِ فَإِنِ اشْتَدَّ فَاكْسِرُوهُ بِالْمَاءِ فَإِنْ أَعْيَاكُمْ فَأَهْرِيقُوهُ».

ترجمہ: ابوالقموص زید بن علی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو اس وفد عبد القیس میں شامل تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا اس نے مجھے بتایا اور (ابوالقموص سے روایت کرنے والے) عوف راوی کے خیال میں اس شخص کا نام قیس بن نعمان تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نقیر اور مزفت اور دباء اور حنتم میں نہ پیا کرو اور بند لگے ہوئے مشکیزے میں پیا کرو اور اگر (اس میں نبیذ بنانے سے) اشتداد پیدا ہو جائے تو اسمیں پانی ملا کر اسکی تیزی کو توڑ دو (اور اگر پانی ملانے سے بھی شدت کم نہ ہو) اور وہ تم کو عاجز کر دے تو پھر اسکو پھینک دو۔

تخریج: سنن أبي داود- الأشربة (٣٦٩٥) مسند أحمد- مسند الشاميين (٢٠٦/٤)

شرح الحدیث: فَإِنِ اشْتَدَّ فَاكْسِرُوهُ بِالْمَاءِ فَإِنْ أَعْيَاكُمْ فَأَهْرِيقُوهُ: یعنی اس قسم کے مشکیزہ میں بھی اگر نبیذ بنانے سے اشتداد پیدا ہو جائے تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ دیا جائے، اور اگر اس میں اتنا زیادہ اشتداد پیدا ہو گیا کہ پانی ملانے سے کم نہ ہو اور تم کو عاجز کر دے تو پھر اس کو پھینک دو۔

حدیث سے مسلک حنفیہ کی تائید: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمر اور بقیہ اشربۂ مسکرہ کے حکم میں فرق

ہے، اسلئے کہ حقیقی خمر پانی ملانے سے نہ پاک ہوتی ہے نہ اس کا پینا جائز ہو سکتا ہے، اسلئے کہ ناپاک چیز پانی ملانے سے پاک نہیں ہوتی، بخلاف دیگر انبذۂ مسکرہ کے کہ اگر ان میں اشتداد اور سکر پیدا ہو جائے تو ان کو اصلاح کے بعد پینا جائز ہے، معلوم ہوا ان کی حرمت لعینہا نہیں ہے، اسی وقت ہے جب وہ حد اسکار کو پہنچے، بخلاف خمر کے کہ اس کی حرمت لعینہا ہے (كذا في البذل[1])۔

حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والنسائي. وحديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخرجه النسائي مسنداً ومرسلاً، وقد اخرج مسلم في الصحيح حديث أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه في وفد عبد القيس وفيه...قاله المنذري۔

٣٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَبْتَرٍ النَّهْشَلِيُّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَ نَشْرَبُ؟ قَالَ: «لَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ، وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ، وَلَا فِي النَّقِيرِ، وَانْتَبِذُوا فِي الْأَسْقِيَةِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِ اشْتَدَّ فِي الْأَسْقِيَةِ؟ قَالَ: «فَصُبُّوا عَلَيْهِ الْمَاءَ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ لَهُمْ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ «أَهْرِيقُوهُ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيَّ، أَوْ حُرِّمَ الْخَمْرُ، وَالْمَيْسِرُ، وَالْكُوبَةُ» قَالَ: «وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ» قَالَ سُفْيَانُ: فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بَذِيمَةَ عَنِ الْكُوبَةِ، قَالَ: «الطَّبْلُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبد القیس کے وفد نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کن برتنوں میں (نبیذ بنایا کریں) پیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نہ تو دبا (کدو سے بنے برتن) میں پیو نہ مزفّت (تارکول جیسی چیز ملے ہوئے برتن) میں پیو نہ نقیر (کھجور کے تنے کو کھوکھلا کر کے بنائے گئے برتن) میں پیو اور تم تو چمڑے کے برتنوں میں جو منہ بندھے ہوئے ہوں ان میں نبیذ بنایا کرو۔ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان برتنوں کی نبیذ میں نشہ آجائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں پانی ڈالدو۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس طرح بھی شدت کم نہ ہو آپ نے ان سے تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ اس کو بہادو پھر فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر حرام کر دیا یا یہ فرمایا کہ شراب اور جوا اور طبل (ڈھول) حرام قرار دیدئے گئے اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے سفیان کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بذیمۃ سے کوبہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ طبل (ڈھول) ہوتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٥٣) صحيح البخاري - العلم (٨٧) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٠٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٣١٩) صحيح البخاري - المغازي (٤١١٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٢) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٣٨) صحيح البخاري - التوحيد (٧١١٧)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٦ ص ٣٢

صحيح مسلم - الإيمان (١٧) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٩٧) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٦٨) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣١) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٤٨) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٨/٢) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١١).

٣٦٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ، قَالَ: «نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيرِ، وَالْجِعَةِ»

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دباء اور حنتم اور نقیر اور جعہ (جو سے بنائی گئی نبیذ) سے منع فرمایا۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥١٦٧) سنن النسائي - الأشربة (٥٦١١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٣٨/١)

شرح الحدیث: وَالْجِعَةِ: جعہ وہ نبیذ جو شعیر سے بنائی جائے۔ أخرجه النسائی، قاله المنذری۔

٣٦٩٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ، وَأَنَا آمُرُكُمْ بِهِنَّ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ تَشْرَبُوا إِلَّا فِي ظُرُوفِ الْأَدَمِ فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ أَنْ تَأْكُلُوهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَكُلُوا وَاسْتَمْتِعُوا بِهَا فِي أَسْفَارِكُمْ".

ترجمہ: ابن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو تین چیزوں سے روکا تھا اب میں تم کو ان کا حکم دیتا ہوں میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب تم قبرستان جایا کرو اسلئے کہ ان کی زیارت (موت کو) یاد دلانے والی ہے اور میں نے تم کو بعض برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا کہ صرف چرمی برتنوں میں نبیذ بنا کر پیا کرو تو اب تم سب برتنوں میں نبیذ پیا کرو علاوہ نشہ پیدا کرنے والے برتنوں کے اور میں نے تم کو قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا اس بات سے کہ تم اسکو تین دن بعد کھاؤ سو تم (اب) کھاؤ اور اس سے خوب فائدہ اٹھاؤ اپنے اسفار میں۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٧) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧٧) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٣٢) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٢٩) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٥١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٠/٥)

شرح الحدیث: اس حدیث کا ذکر ابھی قریب میں گزر چکا۔ أخرجه مسلم والنسائی بمعناه، قاله المنذری۔

٣٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ،

قَالَ: لَمَّا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَوْعِيَةِ، قَالَ: قَالَتْ: الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَابُدَّ لَنَا قَالَ: «فَلَا إِذَنْ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے (بعض) برتنوں کی ممانعت فرمائی تو جابرؓ فرماتے ہیں کہ انصار کہنے لگے کہ وہ تو ہمارے لئے ضروری ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو میں منع نہیں کرتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٧٠) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٠) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٥٦) سنن أبي داود - الأشربة (٣٦٩٩)

٣٧٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَوْعِيَةَ الدُّبَّاءَ، وَالْحَنْتَمَ، وَالْمُزَفَّتَ، وَالنَّقِيرَ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: إِنَّهُ لَا ظُرُوفَ لَنَا فَقَالَ: «اشْرَبُوا مَا حَلَّ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (ممانعت کے سلسلے میں) برتنوں کا ذکر فرمایا یعنی دباء، حنتم، مزفت اور نقیر کا تو ایک دیہاتی نے عرض کیا کہ ہمارے لئے تو (پھر) کوئی برتن ہی نہیں رہیں گے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اچھا) جو برتن (نشہ پیدا کرنے والے نہ ہوں اور) حلال ہوں تو پی لو۔

٣٧٠١ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ يَعْنِي ابْنَ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، بِإِسْنَادِهِ قَالَ: «اجْتَنِبُوا مَا أَسْكَرَ».

ترجمہ: شریک اسی سند کے ساتھ حدیث روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں نشہ ہو اس سے اجتناب کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٧١) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠٠) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٠)

٣٧٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوا سِقَاءً نُبِذَ لَهُ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے چمڑے کے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی اور جب لوگ مشکیزہ نہ پاتے تو پھر پتھر کے پیالے میں بنائی جاتی۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (١٩٩٩) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٤٧) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٢) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/ ٣٠٤) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٠٧)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کیلئے چمڑے کے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی، اگر اتفاق سے مشکیزہ نہ ہوا تو پھر پتھر کے پیالہ میں بنائی جاتی تھی، اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نھی عن الاوعیہ منسوخ ہے۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٨۔ بَابٌ فِي الْخَلِيطَيْنِ

باب دو چیزوں کو ملا کر (نبیذ) بنانے کے بارے میں

یعنی دو چیزوں کو ملا کر جو نبیذ بنائی جائے جیسے زبیب اور تمر، یا بُسر اور رطب۔

۳۷۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُنْتَبَذَ الزَّبِيبُ، وَالتَّمْرُ جَمِيعًا، وَنَهَى أَنْ يُنْتَبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کشمش اور کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور خشک اور تر کھجور ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٧٩) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٨٦) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٦) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٤٤) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٣) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٤)

شرح الحدیث: **کھجور کی مختلف انواع اور ان کے اسماء:** بسر یعنی گدری کھجور جس کا کچھ حصہ پک گیا ہو اور کچھ باقی ہو اور رطب وہ جو پوری پک جائے اور تمر وہ جو رطب بن جانے کے بعد خشک ہو جائے اور ایک ہوتی ہے زھو جس کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے یعنی بسر ملون، وہ بسر جس پر رنگ آنا شروع ہو جائے، اور جو بالکل کچی ہو اس کو بلح کہتے ہیں [1]،
شرب خلیطین عند الجمہور ناجائز ہے خواہ مسکر ہو یا نہ ہو، کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، پس اگر وہ غیر مسکر ہے تو اس کی حرمت صرف من وجہ ہے اور اگر مسکر ہو تو اس کی حرمت من وجہین ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اگر مسکر نہیں تو جائز ہے ورنہ حرام، مصنف نے اس باب میں فریقین کی دلیل ذکر فرمائی ہے، چنانچہ باب کے شروع کی روایات جمہور کی دلیل ہیں اور اخیر کی دو حدیثیں حنفیہ کی مستدل ہیں۔ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔ وحديث أبي قتادة . . . ثاني حديث الباب . . . أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه مسندًا. قاله المنذري۔

۳۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّهُ نَهَى

---

[1] ان اقسام کی تعیین میں شرح حدیث سے کچھ اختلاف بھی سمجھ میں آتا ہے، ذیل میں ہم لسان العرب (لأن أول التمر طلع ثم خلال ثم بلح ثم بسر ثم رطب ثم تمر) کا ماحصل لکھتے ہیں وہ یہ کہ کھجور کے پھل کے پیدا ہونے سے اخیر تک اسکے تغیرات کے اعتبار سے الگ الگ جو نام ہیں وہ یہ ہیں، بالکل شروع میں اس کے پھول کو طلع کہتے ہیں جیسے آم کی سب سے ابتدائی حالت کو ہمارے یہاں کہر کہتے ہیں اس کے بعد جب پھول جھڑ جاتا ہے اور پھل پیدا ہونا شروع ہوتا ہے تو اس کو خلال کہتے ہیں، پھر اس کے بعد کھجور کی شکل وصورت بن جانے کے بعد گٹھلی سخت ہونے تک اس کو بلح کہتے ہیں، اس کے بعد جب اس پر زھو یعنی رنگت آنے لگے احمر یا اصفر تو اس کو بُسر کہتے ہیں، پھر اس کا پکنا شروع ہونے سے تمام ہونے تک وہ رطب کہلاتی ہے پھر خشک ہونے کے بعد اس کو تمر کہتے ہیں اھ۔

عَنْ خَلِيطِ الزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَعَنْ خَلِيطِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ، وَعَنْ خَلِيطِ الزَّهْوِ، وَالرُّطَبِ، وَقَالَ. انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ» قَالَ: وحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو قتادہ نے منع کیا کشمش اور کھجور کو ملانے سے اور پکی اور کچی کھجور کے ملانے سے اور زھو (جس پر رنگ آنا شروع ہو جائے) اور رطب کے ملانے سے اور فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کھجور کی علیحدہ نبیذ بناؤ اور عبد اللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے ابو قتادہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے یہی روایت نقل کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٨٠) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٨٨) سنن النسائي - الأشربة (٥٥٥١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٤) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٣٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١٣)

٣٧٠٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ رَجُلٍ، قَالَ حَفْصٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «نَهَى عَنِ الْبَلَحِ وَالتَّمْرِ، وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ».

ترجمہ: سلیمان بن حرب اور حفص بن عمر امام ابوداؤد کے دو استاد ایک ہی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حفص راوی اس شخص کو صحابی قرار دیتے ہیں...... یعنی اس شخص نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے بلح اور تمر سے اور کشمش اور تمر (کے ملانے) سے منع فرمایا۔

تخریج: سنن النسائي - الأشربة (٥٥٤٧) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٤/٤)

٣٧٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ، حَدَّثَتْنِي رَيْطَةُ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ؟ قَالَتْ: «كَانَ يَنْهَانَا أَنْ نَعْجُمَ النَّوَى طَبْخًا، أَوْ نَخْلِطَ الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ».

ترجمہ: کبشہ بنت ابی مریم فرماتی ہیں کہ میں نے ام سلمہؓ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کس کی ممانعت فرمایا کرتے تھے انھوں نے فرمایا کہ آپ نے ہم کو منع فرمایا کھجور کی گٹھلی کو (نبیذ بناتے وقت) پکانے سے اور کشمش اور کھجور کو ملانے سے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٠٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٢/٦)

شرح الحديث: اس حدیث میں دو جزء ہیں، جزء ثانی تو خلیط سے متعلق ہے جسکا باب ہی چل رہا ہے، اور جزء اول کے مطلب میں دو احتمال ہیں: ① اول یہ کہ کھجور کی نبیذ کو زیادہ نہ پکایا جائے اگر پکانا مقصود ہو، اسلئے کہ زیادہ پکانے سے نبیذ کے ذائقہ میں تغیر آجائے گا، گٹھلی کا مزہ اور اس کی تلخی شامل ہو جائے گی، ② اور دوسرا مطلب یہ کہ کھجور کی گٹھلیوں کو نہ پکایا جائے، اس لئے کہ

کھجور کی گٹھلی جانوروں اونٹ اور بکریوں کی غذا ہوتی ہے تو گٹھلیوں کو پکانے سے انکی غذائیت ختم ہو جائے گی، گٹھلی کا سارا رس نکل جانے کی وجہ سے، ذکر المعنین شیخنا رحمہ اللہ تعالی فی بین سطور کتابہ، عجم کے معنی نضج یعنی پکانے کے ہیں۔

۳۷۰۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ امْرَأَةٍ، مِنْ بَنِي أَسَدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ زَبِيبٌ فَيُلْقَى فِيهِ تَمْرٌ أَوْ تَمْرٌ فَيُلْقَى فِيهِ الزَّبِيبُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کشمش کی نبیذ بنائی جاتی تھی پھر اس میں کھجور ڈالی جاتی یا کھجور سے بنائی جاتی پھر اس میں کشمش ڈالدی جاتی۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں زبیب اور تمر کی خلیط کا ذکر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو نوش فرمانا، اور اس کے بعد والی حدیث میں بھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: كُنْتُ آخُذُ قَبْضَةً مِنْ تَمْرٍ، وَقَبْضَةً مِنْ زَبِيبٍ، فَأُلْقِيهِ فِي إِنَاءٍ، فَأَمْرُسُهُ، ثُمَّ أَسْقِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس طرح نبیذ بناتی کہ ایک مٹھی کھجور کی لیتی اور ایک مٹی کشمش کی پھران کو پانی کے برتن میں ڈال دیتی اور پھر اس کو مل دیتی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلادیا کرتی تھی۔

۳۷۰۸- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَحْرٍ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْحِمَّانِيُّ، حَدَّثَتْنِي صَفِيَّةُ بِنْتُ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلْنَاهَا عَنِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، فَقَالَتْ: «كُنْتُ آخُذُ قَبْضَةً مِنْ تَمْرٍ، وَقَبْضَةً مِنْ زَبِيبٍ، فَأُلْقِيهِ فِي إِنَاءٍ، فَأَمْرُسُهُ، ثُمَّ أَسْقِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: صفیہ بنت عطیہ فرماتی ہیں کہ میں قبیلہ عبد قیس کی عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو ہم نے ان سے دریافت کیا کھجور اور کشمش (کو ملا کر نبیذ بنانے) کے بارے میں تو وہ فرمانے لگیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس طرح نبیذ بناتی تھی کہ ایک مٹھی کھجور کی لیتی اور ایک مٹھی کشمش کی لیتی پھران کو پانی کے برتن میں ڈال دیتی اور پھر اس کو اپنی انگلیوں سے مل دیتی تھی اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نبیذ میں پلادیتی تھی۔

۹- بَابٌ فِي نَبِيذِ الْبُسْرِ

باب نبیذ بسر کے بارے میں

۳۷۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعِكْرِمَةَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهُ، وَيَأْخُذَانِ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْشَى أَنْ يَكُونَ الْمُزَّاءُ الَّذِي نُهِيَتْ عَنْهُ عَبْدُ الْقَيْسِ، فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَا الْمُزَّاءُ؟ قَالَ: «النَّبِيذُ فِي الْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ».

ترجمہ: قتادہ حضرت جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیذ بسر کو اگرچہ وہ تنہا ہی بنائی گئی ہو مکروہ سمجھتے

تھے اور اس چیز کو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سیکھا تھا اور ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مجھے اندیشہ ہے اس بات کا کہ جس مزّاء سے وفد عبد القیس کو منع کیا گیا تھا وہ یہی نہ ہو پھر قتادہ سے روایت کرنے والے راوی کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ مزّاء کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مراد وہ نبیذ ہے جو حنتم اور مزفت میں بنائی جائے۔

شرح حدیث اس روایت میں یہ ہے کہ جابر بن زید اور عکرمہ نبیذ البسر کو اگرچہ وہ تنہا ہی بنائی گئی ہو مکروہ سمجھتے تھے اور اس چیز کو لیا تھا انہوں نے ابن عباسؓ سے، اور ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مجھے اندیشہ ہے اس بات کا کہ جس مُزَّاءُ سے وفد عبد القیس کو منع کیا گیا تھا وہ یہی نہ ہو یعنی نبیذ البسر وحدہ، پھر آگے روایت میں یہ ہے قتادہ فرماتے ہیں کہ مُزَّاءُ سے مراد وہ نبیذ ہے جو حنتم یا مزفت میں بنائی جائے ابن عباسؓ کے کلام سے یہ مستفاد ہو رہا ہے کہ وفد عبد القیس کو مُزَّاءُ سے روکا گیا تھا اور یہ کہ اس کا مصداق نبیذ البسر وحدہ ہے لیکن ہمارے سامنے جو وفد عبد القیس کی روایات ہیں ان میں تو کہیں مُزَّاءُ کا ذکر ہے نہیں فاللہ اعلم بالصواب، اور آگے قتادہ کے کلام میں یہ آرہا ہے کہ مُزَّاءُ کہتے ہیں اس نبیذ کو جو حنتم اور مزفت میں بنائی جائے، ان دونوں روایتوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ بُسر وحدہ جس کا اس روایت میں ذکر ہے اس سے وہ نبیذ بسر مراد ہے جو حنتم یا مزفت میں بنائی جائے ورنہ بغیر اس کے بُسر وحدہ کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

١٠ ـ بَابٌ فِي صِفَةِ النَّبِيذِ

باب نبیذ بنانے اور اسکو پینے کے طریقہ کے بیان میں

یعنی نبیذ بنانے اور اس کو پینے کا طریقہ۔

٣٧١٠ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَنْ نَحْنُ وَمِنْ أَيْنَ نَحْنُ فَإِلَى مَنْ نَحْنُ؟ قَالَ: «إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ» فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لَنَا أَعْنَابًا مَا نَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: «زَبِّبُوهَا» قُلْنَا: مَا نَصْنَعُ بِالزَّبِيبِ؟ قَالَ: «انْبِذُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ، وَانْبِذُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ، وَانْبِذُوهُ فِي الشِّنَانِ، وَلَا تَنْبِذُوهُ فِي الْقُلَلِ، فَإِنَّهُ إِذَا تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ صَارَ خَلًّا».

ترجمہ عبد اللہ بن دیلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں ہم کون ہیں؟ اور ہم کہاں سے آپ کی خدمت میں آئے ہیں؟ تو اب ہمارا ولی اور حمایتی کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے اور اس کا رسول (تمہارا ولی ہے) پھر ہم نے عرض کیا کہ ہمارے پاس انگور (کے باغات) ہیں ہم انگور میں کیا تغیر اور رد وبدل کرسکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو کشمش بنالو ہم نے

عرض کیا کہ پھر کشمش کا کیا کریں آپ نے فرمایا کہ ان کی نبیذ بنا کر صبح کی بنی ہوئی نبیذ شام کے کھانے بعد پی لیا کرو اور رات کی بنی ہوئی نبیذ صبح کے کھانے کے بعد پی لیا کرو اور نبیذ مشکیزروں میں بنانا مٹکوں میں نہ بنانا اسلئے کہ (مٹکوں میں) جب نبیذ باقی رہ جاتی ہے (دیر تک رکھی رہے) تو وہ سرکہ بن جاتی ہے (یا مطلب ہے کہ شراب بن جاتی ہے)۔

تخریج سنن النسائي - الأشربة (٥٧٣٥) سنن النسائي - الأشربة (٥٧٣٦) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٠) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٣٢/٤) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٠٨)

شرح الحديث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: ان کے والد کا نام فیروز ہے، دیلمی سے مراد وہی ہیں۔

قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَنْ نَحْنُ وَمِنْ أَيْنَ نَحْنُ فَإِلَى مَنْ نَحْنُ؟ قَالَ: «إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ»: اس کی شرح میں "بذل المجهود" میں لکھا ہے مسند احمد کی روایت کے حوالہ سے کہ فیروز دیلمی جو کہ یمنی ہیں یہ اور ان کی قوم جب اسلام لے آئی تو ان کی قوم نے ایک جماعت بطور وفد کے حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجی جس میں یہ فیروز دیلمی بھی شامل تھے، جنہوں نے آکر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اپنی قوم کے اسلام کی خبر دی، جس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے اسلام کو قبول فرمایا، اس موقع پر اس وفد نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے وہ عرض کیا جو یہاں کتاب میں مذکور ہے، یعنی یہ کہ یارسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے ہیں اور یہ کہ ہم اسلام لاچکے ہیں، اب ہم آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ اب ہمارا ولی یعنی دوست ویار و مددگار کون ہے؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جواب ارشاد فرمایا: اللهُ وَرَسُولُهُ تو اس پر انہوں نے عرض کیا حَسْبُنَا رَضِينَا[1]۔

فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لَنَا أَعْنَابًا مَا نَصْنَعُ بِهَا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے یہاں انگور کے باغات ہیں انگوروں کی وہاں فراوانی ہے تو ہم ان انگوروں سے کس کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان کو زبیب بنالو ہم نے پوچھا کہ پھر زبیب کو کیا کریں؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ان کی نبیذ بنا کر صبح کی نبیذ شام کے کھانے کے بعد پی لیا کرو، اور رات کی بنی ہوئی نبیذ صبح کے کھانے کے بعد پی لیا کرو، اور فرمایا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دیکھو! یہ نبیذ مشکیزروں میں بنانا اور مٹکوں کے اندر نہ بنانا۔

فَإِنَّهُ إِذَا تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ صَارَ خَلًّا: اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ① اول یہ کہ اس کا تعلق امر بالنبیذ فی الشنان سے ہے یعنی اس کی حکمت، وہ یہ کہ جو نبیذ مشکیزہ میں بنائی جاتی ہے اگر اس کو وقت پر نہ استعمال کیا جائے بلکہ مشکیزہ ہی میں رہنے دیا جائے تو وقت گزرنے سے وہ نبیذ خل یعنی سرکہ بن جاتی ہے، اور اس میں کچھ نقصان اور اضاعت نہیں ہے بخلاف اس کے کہ اگر قلہ میں بنائی جائے گی اور اس میں دیر تک رہ جائے تو اس صورت میں وہ نبیذ شراب بن جائے گی جس میں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٤٣

اضاعت مال ہے، ② اور احتمال ثانی یہ کہ اس کا تعلق نہی عن النبیذ فی القلل سے ہے کہ نبیذ قلہ میں نہ بنانا کیونکہ اس صورت میں اگر وہ دیر تک اسی میں پڑی رہی تو وہ سرکہ بن جائے گی جو کہ خلاف مقصود ہے گو حلال ہے، کذا فی البذل نقلا عن تقریر حضرة الگنگوهي قدس سره [1]، والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۳۷۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ أَعْلَاهُ، وَلَهُ عَزْلَاءُ يُنْبَذُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً، وَيُنْبَذُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً».

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نبیذ ایسے مشکیزہ میں بنائی جاتی تھی جس کے اوپر والے منہ کو بندھن سے باندھ دیا جاتا تھا اور (اسکے نچلے حصہ کے منہ سے نبیذ نکالی جاتی تھی) اسکا نچلا منہ ہوتا تھا جو نبیذ صبح بنائی جاتی تھی آپ اس کو شام میں نوش فرماتے تھے اور جو نبیذ شام میں بنائی جاتی تھی اس کو صبح کے وقت نوش فرماتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (۲۰۰۵) جامع الترمذي - الأشربة (۱۸۷۱) سنن أبي داود - الأشربة (۳۷۱۱)

شرح الحدیث: بعض مشکیزوں میں دو منہ ہوتے ہیں ایک اوپر کی طرف جس سے اس میں پانی بھرتے ہیں، اور ایک نیچے کی طرف تلی کی جانب اس کو عزلاء کہتے ہیں، جب مشکیزہ ٹنگا ہوا ہوتا ہے تو اس میں سے جب نبیذ نکالنی ہوتی ہے تو اسی منہ میں سے نکالتے ہیں، جس کی مصلحت یہ لکھی ہے کہ مشکیزہ میں سکر جو پیدا ہونا شروع ہوتا ہے تو وہ نیچے کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے نبیذ جب پیتے ہیں تو وہ نیچے والے منہ سے نکالتے ہیں تاکہ سکر پیدا ہونے کا علم شروع ہی میں ہو جائے پینے سے پہلے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی جس کے اوپر والے منہ کو بندھن سے باندھ دیا جاتا تھا اور پینے کے لئے نبیذ عزلاء سے نکالی جاتی تھی جو نبیذ صبح کو بنائی جاتی تھی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام میں استعمال فرماتے تھے اور جو نبیذ شام کے وقت بنائی جاتی ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نوش فرماتے تھے۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ صبح والی نبیذ میں سے شام کے وقت پینے کے بعد اگر کچھ بچ جاتی اس کو پھینک دیا جاتا اسی طرح شام والی نبیذ جو صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاتا، مطلب یہ کہ اس بچی ہوئی نبیذ کو دوسرے وقت استعمال نہ فرماتے تھے سکر کے خوف سے کہ کہیں سکر نہ پیدا ہو گیا ہو، اور اس مشکیزہ کو دونوں وقت فارغ کر کے پانی سے دھویا جاتا تھا تاکہ پہلی نبیذ کا کوئی اثر باقی نہ رہ جائے، مقاتل بن حیان کہتے ہیں: کہ میرے باپ حیان نے اپنی بہن عمرہ سے پوچھا کہ کیا اس مشکیزہ کو ایک دن میں دوبار دھویا جاتا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں دو مرتبہ دھویا جاتا تھا۔

۳۷۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ شَبِيبَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ، يُحَدِّثُ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ:

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۶ ص ۴۳

حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي عَمْرَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ «تَنْبِذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدْوَةً، فَإِذَا كَانَ مِنَ الْعَشِيِّ فَتَعَشَّى شَرِبَ عَلَى عَشَائِهِ، وَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ صَبَبْتُهُ، أَوْ فَرَغْتُهُ، ثُمَّ تَنْبِذُ لَهُ بِاللَّيْلِ فَإِذَا أَصْبَحَ تَغَدَّى فَشَرِبَ عَلَى غَدَائِهِ»، قَالَتْ: يُغْسَلُ السِّقَاءُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، فَقَالَ لَهَا أَبِي: مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے صبح کے وقت نبیذ بنائی جاتی تھی اور (یہ صبح والی نبیذ) شام کو پی جاتی تھی پھر اگر اس میں سے کچھ بچ جاتی تھی تو میں اس کو پھینک دیتی پھر رات کو نبیذ تیار کی جاتی اور صبح کو آپ ناشتے میں اس کو نوش فرماتے۔ آپ فرماتی ہیں ہم برتن کو صبح اور شام دھویا کرتے تھے مقاتل فرماتے ہیں کہ میرے والد حیان نے عمرہؓ سے پوچھا کیا دن میں دو مرتبہ اس مشکیزہ کو دھویا جاتا؟ عمرہ فرمانے لگیں: ہاں۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠٥) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٢)

٣٧١٣ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عُمَرَ يَحْيَى الْبَهْرَانِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ يُنْبَذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّبِيبُ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ وَالْغَدَ وَبَعْدَ الْغَدِ إِلَى مَسَاءِ الثَّالِثَةِ، ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُسْقَى الْخَدَمُ، أَوْ يُهَرَاقُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَى يُسْقَى الْخَدَمُ يُبَادَرُ بِهِ الْفَسَادُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو عُمَرَ: يَحْيَى بْنُ عُبَيْدٍ الْبَهْرَانِيُّ".

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے کشمش سے نبیذ بنائی جاتی تھی تو آپ اس دن اور اگلے دن اور اس سے اگلے دن تیسری شام تک اسکو نوش فرمایا کرتے تھے پھر اس کو خدام کو پلانے کا حکم فرماتے یا وہ بہا دی جاتی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں خدام کو پلانے کے حکم کا مطلب اس کو خراب ہونے سے بچانے کیلئے جلدی ختم کرنا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٠٤) سنن النسائي - الأشربة (٥٧٣٧) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٣) سنن ابن ماجة - الأشربة (٣٣٩٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٣٣)

شرح الحدیث اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے جو نبیذ بنائی جاتی تھی اس کو آپ ﷺ جس روز بنائی جاتی تھی اس دن اور پھر اس سے اگلے دن اور اس سے اگلے دن تیسرے دن کی شام تک نوش فرماتے تھے پھر اس کے بعد اگر بچتی تو آپ ﷺ فرمادیتے کہ خدام کو پلا دی جائے یا بہا دیا جائے، یعنی اگر کوئی اور پینے والا نہ ہو۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ خادموں کو اس لئے پلانے کا حکم فرماتے تا کہ رکنے کی وجہ سے خراب نہ ہو اس لئے اس کو ابھی استعمال کر لیا جائے خراب ہونے سے پہلے، خراب ہونے سے مراد نشہ پیدا ہو جانا ہے۔

اس روایت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے متعدد روایات میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ کے لئے جو نبیذ بنائی جاتی تھی تو آپ ﷺ صبح کی نبیذ شام کو اور شام کی صبح کو نوش فرماتے تھے اور پھر برتن کو دھو کر رکھ دیا جاتا تھا، اور باب کی اس آخری روایت میں تین روز تک پینا مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف زمان پر محمول ہے، گزشتہ روایات گرمی کے زمانہ

پر محمول ہیں، اور یہ روایت موسم سرما پر۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۱۱۔ بَابٌ فِي شَرَابِ الْعَسَلِ

باب شہد پینے کے بارے میں

۳۷۱۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْبِرُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَيَّتُنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ: إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ، فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُنَّ، فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: «بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ» فَنَزَلَتْ: {لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِي} إِلَى {إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ [1]} لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا {وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا} لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا».

ترجمہ: عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہیں سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (ایک روز) حضرت زینبؓ (زوجہ رسول ﷺ) کے پاس ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا تو میں نے اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں یہ طے کیا کہ جس کے پاس بھی حضور ﷺ تشریف لائیں تو وہ آپ سے کہے کہ آپ کے منہ سے تو میں مغفور کی بو محسوس کرتی ہوں چنانچہ پھر ان میں سے کسی کے پاس آپ تشریف لے گئے تو انھوں نے اسی طرح کہا، تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا بلکہ میں نے تو حضرت زینبؓ کے یہاں شہد پیا ہے (اور یہ بھی فرمایا کہ) اچھا آئندہ میں اس کو ہرگز نہ پیوں گا (یعنی قسم کھا کر فرمایا تو آیت) (تحریم) نازل ہوئی اے نبی! آپ کیوں ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جن کو اللہ نے آپ کیلئے حلال فرمایا ہے .... وہ دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلیں۔ یہ آیت حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے بارے میں ہیں اور یہ حصہ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ کہ جب نبی ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے راز کی بات کہی (راز کی بات سے مراد آپ ﷺ کا یہ قول ہے) بلکہ میں نے تو شہد پیا ہے۔

۳۷۱۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ» . فَذَكَرَ بَعْضَ هَذَا الْخَبَرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ تُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ،

---

[1] اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان مقرر کر دیا اللہ نے تمہارے لیے کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا اور اللہ مالک ہے تمہارا اور وہی ہے سب کچھ جانتا حکمت والا اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلائی نبی نے اس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ جتلائی عورت کو بولی تجھ کو کس نے بتلا دی یہ کہا مجھ کو بتایا اس خبر والے واقف نے اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے (سورۃ التحریم: ۱-۴)

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: سَوْدَةُ: بَلْ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ، قَالَ: «بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا سَقَتْنِي حَفْصَةُ» فَقُلْتُ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْمَغَافِيرُ: مُقْلَةٌ، وَهِيَ صَمْغَةٌ، وَجَرَسَتْ: رَعَتْ، وَالْعُرْفُطُ: نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ".

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو میٹھا اور شہد بہت پسند تھا پھر اس حدیث کا کچھ حصہ ذکر فرمایا (جو گزشتہ حدیث ہے) اور رسول اللہ ﷺ پر یہ بات بہت گراں گزرتی کہ آپ ﷺ کے پاس سے بو آئے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سودہؓ کہنے لگیں کہ آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے تو شہد پیا ہے جو مجھے حفصہؓ نے پلایا ہے تو میں (حضرت سودہؓ) نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جس مکھی کا وہ شہد ہے اس نے درخت عرفط کا رس چوسا ہو (عرفط) ایک قسم کی گھاس جڑی بوٹی ہے (جسے شہد کی مکھی چوسا کرتی ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٨) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٦) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٣) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٧١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٥) سنن النسائي - عشرة النساء (٣٩٥٨) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٢١)

شرح الأحاديث یہ تحریم عسل والی مشہور حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کی گو عادت شریفہ عدل بین الزوجات کی تھی، ہر زوجۂ محترمہ کیلئے آپ ﷺ نے باری مقرر فرما رکھی تھی لیکن روزانہ کسی ایک وقت میں خواہ باری کسی کی بھی ہو سلام وملاقات کے لئے آپ ﷺ جملہ ازواج مطہرات کے پاس کھڑے کھڑے تشریف لے جاتے تھے، آپ کے ازواج میں سے حضرت زینب بنت جحشؓ نے یہ کیا کہ جب آپ ﷺ ان کے یہاں پہنچے تو وہ آپ کو شہد کا شربت پلانے لگیں جس کی ایک مصلحت یہ بھی ہوگی تاکہ ان کے پاس کچھ زائد ٹھہرنا ہو جائے، حضرت عائشہؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ خود فرما رہی ہیں کہ میں نے اور حفصہؓ نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور ﷺ تشریف لائیں تو وہ آپ سے یہ کہے کہ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ کہ آپ کے منہ سے تو مین مُغفور کی بو محسوس کرتی ہوں، چنانچہ پھر ایسا ہی کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ کہ میں نے تو شہد پیا ہے نہ کہ مغافیر، لیکن اسکے ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا (کیونکہ آپ کو رائحہ کریہہ کا تحمل نہ تھا) کہ اچھا آئندہ میں اس کو ہرگز نہ پیوں گا اور یہ بات آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمائی، اس قصہ کی روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ میری اس تحریم کا ذکر کسی سے نہ کرنا، لیکن انہوں نے اس کا ذکر دوسری سے کر دیا اس واقعہ پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ، اور حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کے بارے میں یہ فرمایا گیا: إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا کہ تم دونوں کو بھی توبہ کرنی چاہیے کہ تم نے ایک نامناسب کام کیا ہے اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: قَالَتْ: سَوْدَةُ: بَلْ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ، اور

آپ ﷺ کا یہ جواب سَقَتْنِي حَفْصَةُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پلانے والی خود حفصہؓ تھیں۔ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ [1] یعنی جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے مغافیر نہیں پیا بلکہ شہد پیا ہے تو اس پر انہوں نے یہ کہا کہ پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ جس مکھی کا وہ شہد تھا جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا اس نے شاید درخت عرفط کا رس چوسا ہو گا اس لئے اس سے پیدا ہونے والے شہد میں اس کا رائحہ آگیا، گویا میری بات صحیح ہے کہ آپ ﷺ کے منہ سے ریح مغافیر آرہی ہے۔

شہد کی مکھی جس پھول کا رس چوس کر شہد بناتی ہے تو اس شہد میں اسی کی بو آتی ہے، مغافیر مُغفور کی جمع ہے، مُغفور ایک درخت کے چیپ اور گوند کا نام ہے، جس درخت سے وہ نکلتا ہے اس کو عُرفُط کہتے ہیں یہ درخت خاردار ہوتا ہے اور اس کے گوند میں مٹھاس ہوتی ہے جس کو پانی میں ملا کر بعض لوگ پیتے ہیں لیکن اس میں رائحہ کریہہ ہوتی ہے، جب آپ ﷺ نے اس کے پینے کی نفی فرمائی تو ان زوجہ صاحبہ نے اس کی یہ توجیہ کی جو اوپر مذکور ہوئی۔

شرب عسل والی حدیث میں اختلاف روایات: ابو داؤد کی اس مذکورہ بالا روایت سے چند باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ سورۂ تحریم کا شان نزول تحریم عسل کا واقعہ ہے، دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ کو شہد پلانے والی زینب بنت جحشؓ ہیں جیسا کہ ابو داؤد کی پہلی روایت میں ہے، اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ شہد پلانے والی حضرت حفصہؓ تھیں اور اشکال کرنے والی آپ پر حضرت سودہؓ تھیں، اور پہلی روایت میں یہ ہے کہ اشکال کرنے والی حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ ان دونوں میں سے کوئی سی ایک تھیں، ابو داؤد کی یہ دونوں مختلف روایتیں اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ہیں، ان دونوں حدیثوں کو روایت کرنے والی حضرت عائشہؓ ہیں، پہلی حدیث بطریق عبید بن عمیر عن عائشہ ہے، اور دوسری بطریق عروہ عن عائشہ ہے۔

اکثر شراح علامہ عینی حافظ ابن حجر علامہ قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا میلان اس طرف ہے کہ پلانے والی حضرت زینب بنت جحشؓ تھیں اسلئے کہ حضرت حفصہؓ تو خود حزب عائشہؓ میں سے تھیں بخلاف زینبؓ کے کہ وہ حزب مخالف میں سے ہیں بلکہ اصل مد مقابل وہی ہیں، اور روایت میں اسکی تصریح ہے کہ مجھے اس مسئلہ میں غیرت لاحق ہوئی لہٰذا اسکا تقاضا یہی ہے کہ پلانے والی حضرت عائشہؓ کی حزب مخالف سے ہوں، حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذل میں اسی کو ترجیح دی ہے بلکہ دوسری روایت کو غلط قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: وهٰذا غلط من أحد الرواة، وإنما كانت سقته زينب كما ذكره المؤلف في الرواية المتقدمة اهـ [2] یہ کلام امر ثانی سے متعلق ہوا۔

آیت کے شان نزول میں تحریم عسل اور تحریم ماریہؓ کا اختلاف: اور امر اول جو مستفاد من الحدیث ہے یعنی یہ کہ تحریم کا تعلق عسل سے ہے یہ بات بھی مختلف فیہ ہے اس کا مقابل یہ ہے کہ اس تحریم سے مراد تحریم ماریہ

---

[1] اسکے بارے میں امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ یعنی یہ ایک قسم کا گھاس ہے جس کو شہد کی مکھی کھایا کرتی ہے اور پھر اس سے شہد بنایا کرتی ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٤٨

قبطیہ ہے، یہ اختلاف بھی مشہور بین المفسرین والمحدثین ہے، لیکن تحریم عسل کی روایات صحیحین کی ہیں، اور تحریم ماریہ والی روایات غیر صحیحین کی، ان دونوں اختلافات پر کلام مختصر مگر جامع "الأبواب والتراجم" میں مذکور ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس میں یہ بھی ہے: قال ابن کثیر: الصحیح انہ کان فی تحریمۃ العسل وقال الخطابی: الاکثر علی ان الآیۃ نزلت فی تحریم ماریۃ. إلی آخر ما فیہ، تحریم ماریہ کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ جب کہ آپ ﷺ بیت حفصہؓ میں تھے اور حفصہؓ آپ سے اجازت لے کر کسی ضرورت سے باہر گئی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کو وہاں بلاکر ان سے صحبت فرمائی، واپسی میں حضرت حفصہؓ نے جب دیکھا تو اس پر انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا، اس پر آپ ﷺ نے ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا جس پر سورۂ تحریم کی آیات نازل ہوئیں، جلالین میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے اور حاشیہ جمل میں اس تحریم ماریہ والے قصہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے فارجع الیہ لو شئت، یہاں پر ایک واقعہ اور ہے یعنی آپ کے ایلاء اور اعتزال عن النساء کا جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہنے کی قسم کھائی تھی اور پھر اس قسم کو آپ ﷺ نے پورا بھی فرمایا تھا اور یہ مہینہ تنہائی میں اپنے غرفہ میں گزارا تھا، اس کا سبب کیا ہوا تھا حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اسی طرح اختلاف ہے، جس پر مذکورہ بالا تحریم میں اختلاف ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعتزال کا سبب آپ ﷺ کی ازواج کا نفقہ میں زیادتی کی طلب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب افشاء راز ہے کہ تحریم عسل یا ماریہ کے بعد آپ ﷺ نے اس تحریم کے اظہار سے منع فرمایا تھا لیکن ان زوجہ نے اس کو بجائے اخفا کے ظاہر کر دیا تھا اس پر آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ایک ماہ کے لئے جدائی اختیار فرمائی تھی لیکن جس تحریم کی وجہ سے آپ ﷺ پر عتاب ہوا وہ یہ اعتزال عن النساء نہیں جیسا کہ ترمذی کی روایت سے یہ شبہ ہوتا ہے کما حققہ فی الکوکب الدری فی کتاب التفسیر. فارجع الیہ لو شئت۔ حدیث الباب الاول أخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، والثانی أخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ مختصراً ومطولاً. قالہ المنذری۔

١٢ ـ بَابٌ فِي النَّبِيذِ إِذَا غَلَى

باب اس نبیذ کا حکم جو جوش مارنے لگے

٣٧١٦ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ، فَتَحَيَّنْتُ فِطْرَهُ بِنَبِيذٍ صَنَعْتُهُ فِي دُبَّاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِهِ فَإِذَا هُوَ يَنِشُّ، فَقَالَ: «اضْرِبْ بِهَذَا الْحَائِطَ، فَإِنَّ هَذَا شَرَابُ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ جبکہ) مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ﷺ روزہ

سے ہیں تو میں وقت افطار کا انتظار کرتے ہوئے افطار کے وقت آپ ﷺ کے پاس وہ نبیذ لے گیا جو میں نے دباء کے اندر بنایا تھا جسوقت میں یہ شراب لیکر حاضر خدمت ہوا اسوقت وہ شراب جوش مار رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسکو دیوار پر پھینک مارو کیونکہ یہ ان لوگوں کی شراب ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

تخریج سنن النسائي - الأشربة (٥٦١٠) سنن النسائي - الأشربة (٥٧٠٤) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٦) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٠٩)

شرح الحديث حضرت ابو ہریرہؓ فرمارہے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کا روزہ تھا تو میں وقت افطار کا انتظار کرتے ہوئے افطار کے وقت آپ ﷺ کے پاس وہ نبیذ لے گیا جس کو میں نے دباء کے اندر بنایا تھا جب میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لیکر آیا تو وہ اس وقت جوش مار رہی تھی یعنی فساد اور سکر پیدا ہونے کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اضْرِبْ بِهَذَا الْحَائِطِ کہ اس نبیذ کو دیوار پر پھینک مارو، کیونکہ یہ ان لوگوں کی شراب ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۱۰۳۔ بَابٌ فِي الشُّرْبِ قَائِمًا

باب کھڑے ہو کر پینے کے متعلق حکم

۳۷۱۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٢٤) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٩) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٧) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٨/٣) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٢٧)

شرح الحديث **شرب قائما کے بارے میں اختلاف روایات:** شرب قائمًا کے بارے میں روایات دونوں قسم کی وارد ہیں، منع کی بھی اور جواز کی بھی، امام بخاریؒ نے تو صحیح بخاری میں شرب قائمًا کا باب باندھ کر صرف حدیث جواز یعنی حدیث علیؓ جو یہاں ابو داؤد میں اس کے بعد آرہی ہے۔ ذکر فرمائی ہے، ابن بطالؒ کی رائے تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا اشارہ اس طرف ہے کہ ان کے نزدیک احادیث منع ثابت نہیں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ نے احادیث نہی کی تخریج نہیں کی، ہاں امام مسلمؒ نے ان کی تخریج کی ہے چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں مرفوعاً عن ابی ہریرۃؓ اس طرح ہے: لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا. فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ[1]، حافظؒ فرماتے ہیں کہ علماء کی اس سلسلہ میں آراء

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الأشربة - باب كراهية الشرب قائما ٢٠٢٦

مختلف ہیں: اول ترجیح اور یہ کہ احادیث جواز اثبت واقویٰ ہیں احادیث نہی سے، دوسرا قول یہ کہ احادیث منع منسوخ ہیں احادیث جواز سے بقرینۃ عمل الخلفاء الراشدین ومعظم الصحابۃ والتابعین بالجواز، تیسرا قول جمع بین الروایتین ہے، پس بعض نے کہا کہ قیام سے مراد مشی ہے اور امام طحاویؒ نے فرمایا کہ احادیث نہی عدم تسمیہ عند الشرب پر محمول ہیں یعنی جو شخص جلدی میں کھڑے کھڑے بغیر بسم اللہ کے پیئے، اور اگر باقاعدہ بسم اللہ پڑھ کر پیتا ہے تو اس طرح کھڑے ہو کر پینے میں کچھ حرج نہیں، اور تیسری رائے اس میں یہ ہے کہ احادیث نہی کراہت تنزیہہ پر محمول ہیں اور احادیث ثبوت بیان جواز پر، وهذا أحسن المسالك وأسلمها، اور ایک قول اس میں یہ بھی ہے کہ احادیث نہی طب پر محمول ہیں اور شفقت پر کہ ایسا نہ ہو کہ کھڑے ہو کر پینے میں جلد بازی میں گلے میں پھندا لگ جائے، لہٰذا اطمینان سے بیٹھ کر پینا چاہیے اھ ملخصًا من الأوجز[1]، اور ایک قول اس میں یہ بھی ہے کہ احادیث جواز فضل وضوء یا زمزم پر محمول ہیں اور احادیث نہی اس کے علاوہ پر۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي وابن ماجه بنحوه، وحديث علي رضي الله تعالى عنه ثاني حديثي الباب أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۷۱۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، أَنَّ عَلِيًّا، «دَعَا بِمَاءٍ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ» ثُمَّ، قَالَ: إِنَّ رِجَالًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَفْعَلَ هَذَا، وَقَدْ «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ مِثْلَ مَا رَأَيْتُمُونِي أَفْعَلُهُ».

ترجمہ نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے پانی منگوایا اور کھڑے ہو کر پیا پھر فرمایا کہ ایک شخص لوگوں میں سے اس طرح کرنے کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جسطرح تم لوگوں نے مجھے کرتے دیکھا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأشربة (۵۲۹۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۳۰) سنن أبي داود - الأشربة (۳۷۱۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱:۱)

۱۴- بَابُ الشَّرَابِ مِنْ فِي السِّقَاءِ

باب برتن (مشکیزہ) کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا

۳۷۱۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ، وَعَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْجَلَّالَةُ: الَّتِي تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ".

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۱۰ ص ۸۴، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱۶ ص ۳۲۵-۳۲۶

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا اور جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کی سواری سے منع فرمایا اور مجثمہ (وہ جانور جس کو شرعی ذبح پر قدرت ہونے کے باوجود تیر وغیرہ سے نشانہ بنا کر مارا جائے) کے کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ جلالہ وہ جانور ہے جو پلیدی کھاتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأشربة (٥٣٠٦) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٢٥) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٤٨) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧١٩) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٢١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٦/١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٥) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١٧)

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا کر پینے سے، جس کی علماء نے مختلف مصلحتیں لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ ممکن ہے کہ مشکیزہ میں کوئی موذی جانور وغیرہ ہو، یا یہ کہ ایک دم پانی حلق میں پہنچنے سے پھندا لگ جائے، یا پانی چھلک کر پینے والے کے کپڑے تر ہو جائیں، نیز ہمیشہ یا بار بار ایسا کرنے سے مشکیزہ کے اندر اس سے بو پیدا ہو جاتی ہے۔

آگے حدیث میں رکوب جلالہ کی ممانعت ہے، جلالہ وہ جانور ہے جو کھلا پھرنے کی وجہ سے کثرت سے پلیدی کھاتا ہو، حتی کہ اس کے پسینہ میں سے نجاست کی بو آنے لگے۔

آگے حدیث میں ہے: وَالْمُجَثَّمَةِ. مجثمہ کو مصبورہ بھی کہتے ہیں یعنی مجثمہ جانور کے کھانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، مجثمہ اس جانور (چرند و پرند) کو کہتے ہیں جس کو شرعی ذبح پر قدرت کے باوجود قید کر کے تیر وغیرہ سے نشانہ بنا کر مارا جائے۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، وليس في حديث البخاري وابن ماجه ذكر الجلالة والمجثمة. قاله المنذري.

١٥ - بَابٌ فِي اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ

باب مشکیزہ کے منہ کو موڑنے کے بارے میں

أَسْقِيَة جمع ہے سقاء کی یعنی مشکیزہ، اور اختناث سے مراد مشکیزہ کے منہ کو باہر کی طرف موڑ دینا تاکہ اس میں چستی اور سختی سی آجائے تاکہ پھر اس سے منہ لگا کر پانی پی سکیں، یہ ترجمہ بلفظ الحدیث ہے، حدیث کے الفاظ بھی یہی ہیں، اس ترجمۃ الباب میں اور اوپر والے میں غرض کے اعتبار سے کوئی فرق نظر نہیں آتا، دونوں باب قریب ہی قریب ہیں۔

٣٧٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ ابْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے منہ کو موڑنے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأشربة (٥٣٠٢) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٢٣) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٩٠) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٠) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١٩)

٣٧٢١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَا بِإِدَاوَةٍ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: «اخْنِثْ فَمَ الْإِدَاوَةِ» ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيهَا».

ترجمہ: ایک انصاری عیسیٰ بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے دن برتن منگوایا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس مشکیزہ کا منہ موڑ دو فرمایا اور پھر حضور ﷺ نے اس مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا کر پانی پیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأشربة (١٨٩١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢١)

شرح الحدیث: اس باب کی دوسری حدیث (مذکور) میں اختناث اسقیہ کا جواز مذکور ہے جس کی مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں: یہ کہ منع کا تعلق بڑے مشکیزہ سے ہے یا یہ کہ اباحت کا تعلق احیاناً پر ہے کہ کبھی کبھار ایسا کر سکتے ہیں اور منع کا تعلق کثرت اور عادت پر ہے کہ اسی کی عادت ڈال لی جائے، یا یہ کہ نہی محمول ہے شفقت پر اور ثبوت اباحت اور جواز پر (بذل [1]) وحديث أبي سعيد رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذي وابن ماجه، والحديث الثاني أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

١٦ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ

باب پیالہ کے ٹوٹے ہوئے حصے سے پانی پینے کے متعلق حکم

یہی الفاظ حدیث کے بھی ہیں، ثُلْمَةِ الْقَدَحِ پیالہ کی وہ جگہ جہاں سے وہ ٹوٹ رہا ہو، موضع الانکسار، اس جگہ منہ لگا کر پینے سے منع کی مختلف مصالح ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ حصہ غیر نظیف ہوتا ہے اس میں میل جم جانے کی وجہ سے، یا یہ کہ اس کے ہونٹوں میں چبھ جانے کا اندیشہ ہے۔

٣٧٢٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصے سے پانی پینے سے منع اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٥٣

تخریج: جامع الترمذي - الأشربة (١٨٨٧) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/ ٢٦) موطأ مالك - الجامع (١٧١٨) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٢١).

شرح الحدیث: وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ: یعنی پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، یہ پھونک مارنا چاہے تو کسی تنکہ وغیرہ کو پانی سے دور کرنے کی وجہ سے ہو یا اس کو ٹھنڈا کرنے کی نیت سے، کیونکہ یہ ادب اور نظافت کے خلاف ہے، پھونک کے ساتھ اس میں تھوک گرنے کا امکان ہے، آگے مستقل ایک باب آرہا ہے بَابٌ فِي النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ وَالتَّنَفُّسِ فِيهِ جس میں یہ حدیث (برقم ٣٧٢٨) مذکور ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ۔

١٧ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونا چاندی کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت کا بیان

٣٧٢٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى، فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِإِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ بِهِ إِلَّا أَنِّي قَدْ نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: «هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ».

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ جو مدائن میں رہتے تھے (ان کو حضرت عمرؓ نے وہاں کا امیر مقرر فرمایا تھا) (ایک روز) انھوں نے پانی طلب کیا تو ان کے پاس ایک دھقان (یعنی چودھری) چاندی کے پیالے میں پانی لایا تو انہوں نے یہ چاندی کا پیالہ اس چودھری کو دے مارا اور فرمایا کہ میں نے اسکو بلاوجہ نہیں مارا بلکہ میں نے اس کو اس میں پانی لانے سے منع کر دیا تھا مگر یہ باز نہ آیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے باریک اور موٹے ریشم کے پہننے سے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں صرف ان (کفار) کیلئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأطعمة (٥١١٠) صحيح البخاري - الأشربة (٥٣٠٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٩٣) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٩٩) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٦٧) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٧٨) سنن النسائي - الزينة (٥٣٠١) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٣) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤١٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٣٩٠) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٣٠)

شرح الحدیث: یعنی حضرت حذیفہؓ جو کہ مدائن میں رہتے تھے جن کو حضرت عمرؓ نے وہاں کا امیر بنایا تھا ایک روز انہوں نے پانی طلب کیا تو ان کے پاس ایک دھقان یعنی چودھری چاندی کے پیالہ میں پانی لے کر آیا تو انہوں نے اس کو پھینک دیا[1]،

---

[1] علامہ عینیؒ نے اس جملہ کا ترجمہ یہی کیا ہے ولفظه: فرمى القدح بالشراب أو رمى الشَّراب بالقدح (عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ٢١ ص ٥٩)، اور حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے: فرماه أي رمى حذيفة الدهقان به أي بذلك الإناء یعنی حضرت حذیفہؓ نے وہ پیالہ اس دھقان پر دے مارا، اور حضرت شیخؒ کے حاشیۂ بذل میں ہے: ويؤيد ما إفادة الشيخ مافي الفتح من اختلاف الروايات ففي رواية نرمى به في وجهه، وفي أخرى ما يألو أن يصيب به وجهه اهـ (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٥٥)۔

اور فرمایا کہ میں نے اس کو ویسے ہی نہیں پھینکا بلکہ میں نے اس کو اس میں لانے سے منع کیا تھا۔
مگر یہ باز نہ آیا حالانکہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے لبس حریر اور دیباج سے، یعنی مردوں کو، اور منع فرمایا ہے سونے چاندی کے برتن میں پینے سے، یعنی مطلقاً للرجال والنساء اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں صرف کفار کے لئے ہیں اور تمہارے لئے صرف آخرت میں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٨ - بَابٌ فِي الْكَرْعِ

باب (بغیر برتن یا چلو کے) حوض یا نہر سے منہ لگا کر پانی پینا

برتن یا چلو کے واسطہ کے بغیر براہ راست حوض یا نہر سے منہ لگا کر پانی پینا۔

٣٧٢٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي فُلَيْحٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنٍّ، وَإِلَّا كَرَعْنَا» قَالَ: بَلْ عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنٍّ.

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ایک صحابی ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور وہ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس آج رات کا رکھا ہوا باسی پانی مشکیزے میں موجود ہو (تو لے آؤ) ورنہ ہم اس گول کو منہ لگا کر پانی پی لیں گے تو انھوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! میرے پاس مشکیزہ میں رکھا ہوا رات کا پانی موجود ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٩٠) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٤) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٨) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٢٣)

شرح الحدیث ایک مرتبہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھ ایک صحابی ایک انصاری کے باغ میں پہنچے جو کہ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اس رات کا رکھا ہوا باسی پانی مشکیزہ میں موجود ہو (تو لے آؤ) ورنہ ہم اس گول کو منہ لگا کر پانی پی لیں گے، انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! میرے پاس رات کا مشکیزہ میں رکھا ہوا پانی موجود ہے۔

اس واقعہ میں اگرچہ کرع کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمایا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو مشکیزہ یا صراحی میں رات کا رکھا ہوا ٹھنڈا پانی مرغوب تھا۔

کتاب الأشربة کے آخری باب کی آخری حدیث میں (برقم ٣٧٣٥) آرہا ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنْ بُيُوتِ السُّقْيَا، کہ آپ ﷺ کیلئے بیوت السقیا سے جو کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے دو

دن کی مسافت پر واقع ہے شیریں پانی لایا جاتا تھا۔

اس پر "بذل" میں لکھا ہے: یہ اس لئے کہ اس زمانہ میں مدینہ کے اکثر پانی مالح اور کھارے ہوتے تھے [1]۔

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک معمول: سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے بارے میں مشہور ہے جس کو ہم نے حضرت شیخ سے بارہا سنا کہ حضرت حاجی صاحب خوب ٹھنڈا پانی نوش فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پی کر الحمدللہ دل سے نکلتا ہے اور گرم پانی پینے میں یہ بات نہیں ہے، خود ہمارے حضرت شیخ بھی بہت تیز ٹھنڈا پانی پینے کے عادی تھے اور اپنی تائید کے لئے حضرت حاجی صاحب کا یہ مقولہ نقل فرمایا کرتے تھے۔ والحديث أخرجه البخاري وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٩ ۔ بَابٌ فِي السَّاقِي مَتَى يَشْرَبُ

باب پانی پلانے والا خود کب پانی پیئے

٣٧٢٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمُخْتَارِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو پانی پلانے والا سب سے اخیر میں پانی پیا کرتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٨٢)

شرح الحدیث: لوگوں کو پانی پلانے والا اپنے پینے کے اعتبار سے سب سے اخیر میں ہوا کرتا ہے۔

اس حدیث میں ادب اور استحباب کا بیان ہے کہ ہونا ایسا چاہیے بخلاف اس کے کہ پانی پلانے والا اگر اپنے نفس کو مقدم رکھے تو یہ اس کے حرص کی علامت ہوگی کذا فی البذل، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ساقی اپنے حصہ کے بقدر پانی پہلے ہی لے لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، جائز ہے اھ [2]۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه مختصراً، قاله المنذري۔

٣٧٢٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ: «الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٦٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٥٧

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا جبکہ آپ کے دائیں جانب ایک اعرابی اور بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ تھے آپ ﷺ نے اولاً خود نوش فرمایا پھر (بچا ہوا) اعرابی کو دیا اور فرمایا کہ دائیں جانب والے کو دو کہ دائیں جانب والا راجح اور مقدم ہے۔

تخریج صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٢٥) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٢) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٨٩) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٢٩) جامع الترمذي - الأشربة (١٨٩٣) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٦) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٠) موطأ مالك - الجامع (١٧٢٣) سنن الدارمي - الأشربة (٢١١٦)

شرح الحدیث آپ ﷺ کی خدمت میں پانی ملا ہوا دودھ (یعنی لسی) لایا گیا جب کہ آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک اعرابی اور بائیں جانب صدیق اکبرؓ موجود تھے، آپ ﷺ نے اولاً خود نوش فرمایا، اس کے بعد بچا ہوا اس اعرابی کو عطا فرمایا، اور فرمایا: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ یعنی دائیں جانب والا راجح اور مقدم ہے بائیں جانب والے پر، اس حدیث کو بظاہر ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہے، اور "بذل" میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مصنف اس حدیث کو اس باب میں بظاہر اسلئے لائے ہیں کہ اوپر والا قاعدہ "ساقی القوم آخرھم شربا" اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شخص مشترک چیز کو اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر رہا ہو، وہاں پر اس کو چاہیے کہ اپنے حصہ کی چیز بعد میں لے، اور جہاں جو چیز خالص اپنا حق ہو یا اپنی ملک ہو پہلے سے، یا اس کو ہدیہ کی گئی ہو اس کیلئے یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے اوپر مقدم کرے اھ[1] فللّٰہ در الشیخ۔

شمائل ترمذی میں ایک روایت میں یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت خالد بن الولیدؓ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے یہاں گئے وہ ہمارے پاس ایک پیالہ میں دودھ لے کر آئیں جس کو آپ نے نوش فرمایا، میں آپ کی دائیں جانب تھا اور خالدؓ بائیں جانب، تو آپ ﷺ نے بچے ہوئے دودھ کو جب تقسیم کا ارادہ فرمایا تو مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حق تو یہ تمہارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں اس میں خالدؓ کو ترجیح دے دوں، میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کا سؤر مبارک ایسی معمولی چیز نہیں جس پر کسی دوسرے کو ترجیح دی جائے، لہذا وہ انہوں نے خود ہی نوش فرمایا۔

اس روایت کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور ابن عباسؓ اور اسی طرح یزید بن الاصم ان تینوں کی خالہ تھیں اھ[2] گویا اسی وجہ سے یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ مکان کے اندر داخل ہوئے حضرت میمونہؓ کے محرم ہونے کی وجہ سے۔

تنبیہ: اس حدیث انسؓ میں جو آیا ہے: وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ یہ حدیث چونکہ بخاری میں بھی ہے اس پر حافظؒ نے فتح

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٥٨

[2] الشمائل المحمدية للترمذي رقم الحديث ٢٠٦ – ص ٨٨-٨٩

الباری (کتاب المساقاۃ) میں لکھا ہے کہ ابن التین نے بعض شراح سے نقل کیا ہے کہ اس اعرابی سے مراد حضرت خالد بن الولیدؓ ہیں، اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ حضرت خالد بن الولیدؓ جیسے شخص کو تو اعرابی نہیں کہا جا سکتا حافظ فرماتے ہیں: شاید اس تفسیر کا باعث وہ حدیث ابن عباسؓ ہو جو ترمذی میں ہے قال دخلت انا وخالد بن الولید علی میمونة الحدیث (المذکور قریبا) شاید اس قائل نے یہ سمجھا کہ قصہ ایک ہی ہے جو کہ صحیح نہیں اس لئے کہ ترمذی والی روایت میں جو قصہ مذکور ہے وہ بیت میمونہؓ کا ہے اور اس حدیث انسؓ کا قصہ یہ دار انسؓ میں پیش آیا الی آخر ما بسط [1]، لہذا ایک کو دوسرے پر محمول کرنا غلط ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۷۲۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي عِصَامٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ: "إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: هُوَ أَهْنَأُ، وَأَمْرَأُ، وَأَبْرَأُ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب پانی نوش فرماتے تو تین سانس میں نوش فرماتے اور فرمایا کہ اسطرح پینا زیادہ خوشگوار ہے اور پینے میں ہلکا اور پھندا لگنے وغیرہ ضرر سے پاک ہے۔

تخریج: سنن أبي داود- الأشربة (۳۷۲۷) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (۱۱۹/۳) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (۱۸۵/۳)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کا معمول پینے کی چیز میں یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کو تین سانس میں پیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تین بار میں پینا بہت زیادہ خوشگوار، اور پینے میں ہلکا اور پھندا وغیرہ لگنے کے ضرر سے پاک ہے۔

پینے کا ایک ادب تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ پانی کم از کم دو یا تین سانس میں پیا جائے ایک سانس میں نہ پیا جائے، کما تقدم فی کتاب الطہارۃ (برقم ۳۱) وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرَبْ نَفَسًا وَاحِدًا، اور دوسرا ادب روایات میں یہ آتا ہے: وَإِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ [2] کہ پانی پینے کے درمیان جب سانس لے تو برتن کو منہ سے جدا کر لیا جائے، برتن کے اندر سانس نہ لیا جائے۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب کے ساتھ کوئی خصوصی مناسبت تو ہے نہیں، بس یہ ہے کہ یہ بھی منجملہ آداب شرب میں سے ایک ادب ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۲۰ - بَابٌ فِي النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ وَالتَّنَفُّسِ فِيهِ

پانی میں پھونک مارنے کے متعلق باب

۳۷۲۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري- ج ٥ ص ٣١

[2] صحيح البخاري- كتاب الأشربة- باب النهي عن التنفس في الإناء ٥٣٠٧

«نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأشربة (۱۸۸۸) سنن أبي داود - الأشربة (۳۷۲۸) سنن ابن ماجه - الأطعمة (۳۲۸۸) سنن ابن ماجة - الأشربة (۳۴۲۸) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۲۰) سنن الدارمي - الأشربة (۲۱۳۴)

شرح الحدیث: نفخ فی الشراب سے نہی کی حدیث قریب میں بھی گزری ہے، یہ احادیث تو واضح ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مستقل ادب علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی ایک تو ایک ہی سانس میں پینے کی ممانعت، دوسرے برتن میں سانس لینے کی ممانعت، لیکن بعض روایات کے الفاظ ذرا مشکل ہیں محتاج تاویل جیسا کہ مثلاً ایک روایت میں ہے جو اکثر کتب صحاح میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا[1]، اس حدیث سے بھی راوی کا مقصود تعدد تنفس کو بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ تین سانس میں پانی پیتے تھے اور پانی پینے کے درمیان سانس لیتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ برتن کے اندر سانس لیتے تھے ورنہ دوسری حدیث کے خلاف ہو جائے گا، اس لئے حافظ منذری رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والجمع بينهما ظاهر۔

۳۷۲۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي فَنَزَلَ عَلَيْهِ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَذَكَرَ حَيْسًا أَتَاهُ بِهِ، ثُمَّ أَتَاهُ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ فَنَاوَلَ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ، وَأَكَلَ تَمْرًا فَجَعَلَ يُلْقِي النَّوَى عَلَى ظَهْرِ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى، فَلَمَّا قَامَ قَامَ أَبِي فَأَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ لِي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ».

ترجمہ: عبد اللہ بن بسر جو قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس (ان کے گھر) تشریف لائے تو میرے والد آپ ﷺ کے لئے کھانا لیکر آئے پھر (عبد اللہ بن بسر) کہتے ہیں کہ وہ حیس (مالیدہ جو کھجور اور مکھن سے بنتا ہے) لیکر آئے اسکے بعد پینے کیلئے پانی لائے آپ ﷺ نے وہ نوش فرمایا پھر (جو بقیہ تھا) دائیں جانب والے کو دیا اسکے بعد کھجور نوش فرمائی اور آپ کھجور کھاتے وقت اسکی گٹھلی کو اپنی دو انگلیوں سبابہ اور وسطی کی پشت پر رکھتے تھے (یعنی گٹھلی اس برتن میں نہ ڈالتے تھے) پھر جب آپ ﷺ واپسی کے لئے کھڑے ہوئے تو میرے والد نے کھڑے ہو کر آپ کی سواری کی لگام تھام لی اور عرض کیا کہ اللہ سے میرے لئے دعا فرمایئے آپ نے دعا فرمائی: اے

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الأشربة - باب الشرب بنفسين أو ثلاثة ۵۳۰۸، صحيح مسلم - كتاب الأشربة - باب كراهة التنفس في الإناء ۲۰۲۸

اللہ! ان کو ان کی روزی میں برکت عطاء فرمایئے اور ان کے گناہ معاف فرمایئے اور ان پر رحم فرمایئے۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٢) جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٧٦) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٢٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٨/٤) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٢٢)

شرح الحديث عبد اللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے والد کے پاس ہمارے گھر تشریف لائے، میرے والد صاحب آپ ﷺ کے لئے کھانا لے کر آئے حَیس یعنی مالیدہ جو کھجور اور پنیر اور مکھن سے بنتا ہے اس کے بعد پینے کیلئے پانی لائے جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا اور بقیہ دائیں جانب والے کو دیا، اس کے بعد کھجور نوش فرمائی آگے روایت میں ہے: فَجَعَلَ يُلْقِي النَّوى عَلَى ظَهْرِ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةُ وَالْوُسْطَى، کہ کھجور کھاتے وقت اس کی گٹھلی کو اپنی دو انگلیوں سبابہ اور وسطی کی پشت پر رکھتے تھے، یعنی گٹھلی اس برتن میں نہ ڈالتے تھے جس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں تاکہ گٹھلیاں کھجوروں کے ساتھ خلط نہ ہوں جو کہ خلاف ادب ہے، اب یہ کہ اس کے بعد ان گٹھلیوں کو کیا کرتے تھے؟ تو جواب یہ ہے کہ پھینک دیتے تھے، یعنی اولاً ان کو ہاتھ کی پشت پر رکھا اور پھر پھینک دیا، یعنی آپ ﷺ ان کو کھجور کی پلیٹ میں تو کیا رکھتے ہاتھ کی سیدھی جانب میں بھی ان کو نہیں رکھا جس طرف سے کھاتے ہیں جو کہ غایت نظافت کی بات ہے، کذا فی البذل عن فتح الودود بتوضیح [1]۔

اس روایت کے الفاظ کتب حدیث میں مختلف ہیں، ترمذی کی روایت میں ہے (کتاب الدعوات میں) يُلْقِي النَّوَى بِإِصْبَعَيْهِ اور مشکاۃ میں بروایت مسلم يُلْقِي النَّوَى بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ اور ایک روایت میں فَجَعَلَ يُلْقِي النَّوَى عَلَى ظَهْرِ أُصْبُعَيْهِ، جس طرح یہاں ابوداؤد میں ہے، اسی لئے ان روایات مختلفہ کے پیش نظر الکوکب الدری میں اس جملہ کی شرح اسطرح کی ہے: أي كان يجمع الأصبعين فيضع من فيه النواة على ظهرهما فيفتح ما بين الأصبعين حتى يسقط النوى من بينهما على الأرض [2]، یعنی پہلے دو انگلیوں کو ملا کر ان کی پشت پر اس گٹھلی کو رکھ دیتے تھے اور پھر ان دونوں انگلیوں میں فصل کر دیتے تھے جس سے وہ نیچے گر جاتی تھی، اس صورت میں بین الاصبعین اور علی ظهر الاصبعین دونوں باتیں پائی گئیں فللّٰه در الشیخ رحمہ اللہ تعالی، حدیث الباب میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کے یہاں کھانا نوش فرمانے کے بعد جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے ان کیلئے یہ دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ جو کہ بہت مختصر اور جامع دعاء ہے، ہمیں اور آپ کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے کہ جب کسی کے یہاں کھانا کھائیں تو اس کے لئے اس طرح دعاء کریں۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٦٠

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٤ ص ٣٧١

کیاآپ ﷺ کا معمول کھانے کے ساتھ ہی پانی نوش فرمانے کا تھا؟ اس روایت میں: نَقَدَّمَ إِلَيْهِ طَعَامًا کے بعد ہے: ثُمَّ أَتَاهُ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ: اس پر حضرت شیخ حاشیۂ بذل میں فرماتے ہیں: هذا نص في شربه عليه الصلاة والسلام على الطعام. ويخالفه ما قال ابن القيم: لم يكن من هديه أن يشرب على طعامه فيفسده اه[1] یعنی اس حدیث سے کھانے کے بعد ساتھ ساتھ پانی پینے کا پتہ چل رہا ہے گویا آپ ﷺ کھانے کے بعد ساتھ ہی پانی بھی نوش فرماتے تھے،[2] لیکن حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس کے خلاف لکھا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کا معمول کھانے پر پانی پینے کا نہ تھا اس لئے کہ یہ مضر ہے، انہوں نے زاد المعاد میں صرف اتنا ہی لکھا ہے لیکن آپ ﷺ کے اس معمول کے ثبوت اور تائید میں کسی حدیث یا روایت کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف اسکی تائید میں ایک شاعر کا قول لکھا ہے[3]۔ اس میں قدیم اطباء کی رائے بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ مشہور یہی ہے کہ وہ اس میں تاخیر شرب کے قائل ہیں اور یہ کہ وہ ہضم طعام میں مفید ہے، میرے والد صاحب حکیم محمد ایوب مرحوم و مغفور با قاعدہ طبیب حاذق تھے ان کا معمول تو کھانے کے ساتھ ہی پینے کا تھا اسی طرح ہمارے حضرت شیخ بھی، اس حدیث کو بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں مگر بہت کھینچ تان کر، مثلاً یوں کیا جائے کہ فَأَتَاهُ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق پانی نوش فرمایا اور آپ ﷺ کا معمول پینے میں عدم النفخ فی الشراب ہی تھا۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي. قاله المنذري۔

٢١ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا شَرِبَ اللَّبَنَ

باب دودھ پیتے وقت کیا دعا پڑھے

٣٧٣٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَجَاءُوا بِضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلَى ثُمَامَتَيْنِ، فَتَبَزَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَالِدٌ: إِخَالُكَ تَقْذُرُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ «أَجَلْ» ثُمَّ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٤ ص ٣٧١

[2] یا کم از کم یہ کہئے کہ اس وقت آپ ﷺ نے ایسا کیا۔

[3] وہ لکھتے ہیں: قال الشاعر (زاد المعاد — ج ٤ ص ٢٠٥):

لَا تَكُنْ عِنْدَ أَكْلِ سُخْنٍ وَبَرْدٍ ... وَدُخُولِ الْحَمَّامِ تَشْرَبُ مَاءً

فَإِذَا مَا اجْتَنَبْتَ ذَلِكَ حَقًّا ... لَمْ تَخَفْ مَا حَيِيتَ فِي الْجَوْفِ دَاءً

وَسَلَّمَ "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَإِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ" قَالَ أَبُو دَاوُد: «هَذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھا تو حضور ﷺ بھی وہاں تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی تھے پس لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں دو گوہ لیکر حاضر ہوئے جن کو بھونا گیا تھا دو لکڑیوں پر رکھ کر آپ ﷺ نے (ان کو دیکھ کر اظہار نفرت کے طور پر) تھوکا اس پر حضرت خالد نے عرض کیا کہ شاید آپ کو ان سے کراہیت آئی ہے آپ نے فرمایا: ہاں پھر آپ ﷺ کے سامنے دودھ لایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانے کی کوئی چیز کھائے تو اسکو چاہیے کہ یہ دعا پڑھا کرے: اے اللہ! ہمیں اس کھانے میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں اس سے بہتر چیز کھلایئے اور جب دودھ پیئے تو یہ دعا پڑھے: اے اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرمایئے اور ہمارے لئے اس میں اور زیادتی فرمایئے اسلیے کہ کوئی چیز جو کھانے اور پینے کو کافی ہو جائے دودھ کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسدد راوی کے الفاظ ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٥٥) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٣٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٥/١)

شرح الحدیث حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھا تو حضور ﷺ بھی وہاں تشریف لائے، آپ کے ساتھ خالد بن الولیدؓ بھی تھے پس آپ کے پاس دو ضب یعنی گوہ، جن کو بھونا گیا تھا دو لکڑیوں پر رکھ کر، لائی گئیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر اظہار نفرت کے طور پر تھوکا، اس پر حضرت خالدؓ نے عرض کیا کہ شاید آپ ﷺ کو ان سے کراہت آتی ہے آپ نے فرمایا: ہاں۔

ایک اشکال وجواب: بذل [1] میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کیا گیا ہے کہ جب آدمی کے سامنے کوئی کھانے پینے کی قسم کی ایسی چیز آتی ہے جس سے اس کو نفرت ہوتی ہے تو اسکو متلی سی ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے منہ میں پانی آجاتا ہے، جس کو پھر تھوکنا پڑتا ہے ایسا ہی یہاں بھی ہوا کہ غیر اختیاری طور پر آپ کے منہ میں کراہت کی وجہ سے پانی سا آگیا، اب ظاہر ہے اس کو نگلنا تو طبع سلیم کیلیے گوارہ نہیں ہو سکتا اسکو تھوکا ہی جائے گا، یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ نے قصداً اظہار کراہت کیلئے تھوکا، تا کہ اس حدیث کے خلاف ہو جائے: لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ (کمافی الشمائل [2]) کہ آپ ﷺ کھانے پینے کی چیز میں نہ عیب نکالتے تھے نہ اس کی زیادہ تعریف ہی فرماتے تھے اھ اور آگے کتاب الأطعمة میں حدیث آرہی ہے: مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٦٢

[2] الشمائل المحمدية للترمذي - باب كيف كان كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه ثلاثة أحاديث ٢٢٦ (ص ٩٧-٩٨)

كَرِهَهُ تَرَكَهُ [1]۔

ضب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، ائمہ ثلاث کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے کتاب الأطعمة بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبِّ مستقل باب آرہا ہے۔

آگے حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی کوئی کھانے کی چیز کھائے تو اسکو چاہیے کہ یہ پڑھے: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، اور جب دودھ پیے تو یوں کہے: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، نہ کہے اسلئے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سب سے بہتر دودھ ہی ہے کہ وہ طعام و شراب دونوں کا کام کرتا ہے، بذل میں لکھا ہے کہ گویا دودھ اسی حیثیت سے فوقیت رکھتا ہے لحم پر بھی، اگرچہ لحم کے لئے اور خوبیاں ہیں جس کی وجہ سے وہ سید الطعام کہلاتا ہے [2]۔ والحديث أخرجه الترمذي وقال: حسن، قاله المنذري۔

۲۲ - بَابٌ فِي إِيكَاءِ الْآنِيَةِ

باب برتنوں کے منہ کو بند ھن لگا کر رکھنے کے متعلق

یعنی برتن کے منہ کو ڈھانک کر رکھنا اور مشکیزہ ہو تو اسکے منہ کو بندھن سے باندھ دینا کھلا نہ چھوڑنا خصوصا رات کے وقت میں۔

۳۷۳۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَطْفِ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرُضُهُ عَلَيْهِ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے دروازہ کو بِاسْمِ اللهِ پڑھ کر بند کرو اسلیے کہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھول سکتا اور اپنے چراغ کو بِسْمِ اللهِ پڑھ کر بجھادیا کرو اور اپنے برتنوں کو بِسْمِ اللهِ پڑھ کر ڈھانپ دیا کرو اگرچہ کسی لکڑی ہی سے ہو اس کو برتن کے عرض پر رکھدو اللہ کا نام لیکر اور بِسْمِ اللهِ پڑھ کر اپنے مشکیزہ کا منہ بندھن سے باندھ دیا کرو۔

۳۷۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهَذَا الْخَبَرِ، وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: «فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا غَلَقًا، وَلَا يَحُلُّ وِكَاءً، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً، وَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ» أَوْ «بُيُوتَهُمْ».

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأطعمة - باب في كراهية ذم الطعام ۳۷٦۳

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٦٢

ترجمة: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے اور وہ مکمل نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ (بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرو) اسلیے کہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھول سکتا اور نہ بند مشکیزہ کو اور نہ ڈھکے برتن کو کھول سکتا ہے اور بعض مرتبہ چوہیا لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیتی ہے (اسلیے چراغ بجھانے کا حکم دیا)۔

تخريج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٦) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٨٣) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٣٧) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠١٠) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨١٢) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٥٧) سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٣١) سنن ابن ماجه - الأشربة (٣٤١٠) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٤/٣) موطأ مالك - الجامع (١٧٢٧)

شرح الحديث: حدیث الباب میں ہے کہ رات کو دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کر دیا کرو، اس لئے کہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھول سکتا، اور ایسے ہی چراغ کو بسم اللہ پڑھ کر بجھا دیا کرو، اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر برتن کو ڈھانپ دیا کرو اگرچہ کسی لکڑی کے ذریعہ سے ہی ہو جس کو تم اس برتن کے اوپر عرض میں رکھدو اور ایسے ہی مشکیزہ کا منہ بھی باندھ دیا کرو۔ اسی طرح بعد والی روایت میں آرہا ہے کہ شیطان کو اس بات کی طاقت نہیں دی گئی کہ وہ بند دروازے کو کھول سکے یعنی جس کو بسم اللہ پڑھ کر بند کیا گیا ہو، اور اسی طرح نہ وہ بند مشکیزہ کھول سکتا ہے اور نہ ڈھکا ہوا برتن، اور اطفاء مصباح کی حکمت آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ بعض مرتبہ فُوَيْسِقَةَ یعنی چوہی لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دیتی ہے یعنی رات میں اگر جلتا ہوا چراغ چھوڑ دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ چوہی جلتے چراغ کی بتی کو تیل کے لالچ میں کھینچ کر کسی جگہ لے جائے اور پھر اس سے آگ لگ جائے۔

اس حدیث میں آیا ہے کہ بند دروازہ کو شیطان نہیں کھول سکتا، لیکن سوال یہ ہے کہ اوپر صحن جو کھلا ہے جس کو بند نہیں کیا جا سکتا، وہاں سے تو آسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جامع الصغیر میں بروایت احمد یہ زیادتی ہے: فَإِنَّهُمْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بِالتَّسَوُّرِ[1] کہ شیاطین کو دیوار پھاند کر اوپر سے آنے کی اجازت نہیں ہے، اگر آئیں تو دروازہ ہی سے آئیں گے۔ حديث جابر رضي الله تعالى عنه الاول أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحديث الثاني أخرجه مسلم والترمذي، ابن ماجه، قاله المنذري۔

اور اسی حدیث جابر کے تیسرے طریق میں یہ زیادتی آرہی ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو شام کے وقت سنبھال کر رکھو، باہر مت نکلنے دو، اس لئے کہ شام کے وقت میں جنات کا انتشار ہوتا ہے وہ شرارت کرتے ہیں اور اچک لیتے ہیں۔
اس بات کا اہتمام ہم نے اپنے بچپن میں دیکھا ہے کہ گھر کی بوڑھی عورتیں بچوں کو شام کے وقت باہر نکلنے سے منع کیا کرتی

---

[1] الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير — ج ١ ص ٣٦

تھیں۔ اور اسکے بعد والی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا تو ایک شخص بھاگا ہوا گیا اور ایک پیالہ میں نبیذ لیکر آیا، یہ شخص یہ پیالہ کھلا ہوا لے کر آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا کہ تو نے اس کو ڈھک کیوں نہ دیا اگر چہ اس پر ایک لکڑی ہی رکھ لیتا۔

والحديث الثالث سكت عليه المنذري، وأخرجه البخاري في مواضع، والترمذي، ومسلم، وابن ماجه قاله الشيخ محمد عوامه، والحديث الرابع أخرجه البخاري ومسلم بنحوه من حديث ابي صالح وابي سفيان طلحة بن نافع عن جابر، وأخرجه مسلم ايضا من حديث ابي صالح وحده، قاله المنذري۔

۳۷۳۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَفُضَيْلُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ السُّكَّرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، رَفَعَهُ قَالَ: "وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ - وَقَالَ مُسَدَّدٌ: عِنْدَ الْمَسَاءِ - فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے حدیث مرفوع میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے چھوٹے بچوں کو رات کے وقت سنبھال کر اپنے ساتھ رکھو اور مسدد فرماتے ہیں کہ شام کے وقت اپنے بچوں کا خیال رکھو...... اسلیے کہ (اسوقت) جنات کا انتشار ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو اچک لیتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (۳۱۰٦) صحيح البخاري - الأشربة (۵۳۰۰) صحيح مسلم - الأشربة (۲۰۱۲) سنن أبي داود - الأشربة (۳۷۳۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۸٦)

۳۷۳٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَلَا نَسْقِيكَ نَبِيذًا؟ قَالَ: «بَلَى» قَالَ: فَخَرَجَ الرَّجُلُ يَشْتَدُّ فَجَاءَ بِقَدَحٍ فِيهِ نَبِيذٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ الْأَصْمَعِيُّ: تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ".

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے تو آپ نے پانی مانگا تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ کیا ہم آپ کو نبیذ نہ پلائیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص بھاگا ہوا گیا اور ایک پیالہ میں نبیذ لیکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس برتن کو ڈھک کر کیوں نہ لائے اگر چہ اس پر ایک لکڑی ہی عرضاً رکھ لیتا۔ امام ابو داود فرماتے ہیں کہ اصمعی فرماتے ہیں کہ برتن کے عرض پر اس لکڑی کو رکھا جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (۳۱۰٦) صحيح البخاري - الأشربة (۵۲۸۳) صحيح البخاري - الاستئذان (۵۹۳۷) صحيح مسلم - الأشربة (۲۰۱۰) جامع الترمذي - الأطعمة (۱۸۱۲) جامع الترمذي - الأدب (۲۸۵۷) سنن أبي داود - الأشربة (۳۷۳٤) سنن ابن ماجه - الأشربة (۳٤۱۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۲۹٤) موطأ مالك - الجامع (۱۷۲۷)

٣٧٣٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنْ بُيُوتِ السُّقْيَا».

قَالَ قُتَيْبَةُ: «هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ يَوْمَانِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے سقیا چشمہ کے گھروں سے میٹھا پانی منگوایا جاتا۔ قتیبہ کہتے ہیں کہ وہ (سقیا) ایک چشمہ ہے اسکے اور مدینہ منورہ کے درمیان دو دن (کی مسافت) کا فاصلہ ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الأشربة (٣٧٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٨/٦)

شرح الحديث اس حدیث کا حوالہ اور مضمون باب فی الکرع میں گزر چکا۔

آخِرِ كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

وهذا آخر ما اردت ايراده في هذا الجزء وهو الجزء الخامس من الدر المنضود. وقد شرعت فيه في العشرة الأخيرة من شهر رمضان ١٤٢٣ھ الذي هو شهر الصبر والغفران الذي انزل فيه القرآن. في [1] المدينة المنورة على صاحبها ألف ألف تحية وسلام. وقد كنت نازلاً في العوالي في بيت حبيب الله قربان على المظاهري، وهو الذي اعانني في جمع المواد والاملاء والتحرير حسب اعانته في الجزء الرابع فجزاه الله تعالى وسائر من اعانني في هذا التاليف احسن الجزاء وانا ارجو من لطف الله تعالى وكرمه ان يتم هذا الشرح في ستة أجزاء فكانه بقي جزء واحد، وأسأل الله سبحانه وتعالى السداد والتوفيق لما يحب ويرضى وان يكمل هذا الشرح ويجعله خالصاً لوجهه الكريم ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم. صلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين، آمين.

محمد عاقل عفا الله عنه

---

[1] إلاثلثة أحاديث من الباب الأخير فاني كتبتها بعد الرجوع إلى الهند في سهارنپور.

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الأَطْعِمَةِ

کھانے کے آداب کے بیان میں

١ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

دعوت قبول کرنے کا بیان

٣٧٣٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمے (کی دعوت) کیلئے بلایا جائے تو اس کو اس دعوت ولیمہ میں حاضر ہونا چاہیے (قبول کر لینا چاہیے)۔

٣٧٣٧ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ زَادَ «فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَدْعُ».

ترجمہ: عبیدہ اللہ نے نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح ارشاد فرمایا (پھر) عبید اللہ نے اس روایت میں اضافہ فرمایا کہ اگر وہ شخص روزہ دار نہ ہو تو اس کو کھالینا چاہیے اور اگر وہ روزے سے ہو تو (اس شخص) کیلئے دعا کرنی چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٩) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٣٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠) موطأ مالك - النكاح (١١٥٩) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٨٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٠٥)

شرح الأحاديث: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا: اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَدْعُ کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ میں بلایا جائے تو وہاں جائے، پس اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا کھائے، اور اگر روزہ دار ہے تو دعوت کرنے والے کیلئے دعاء کرے اور چلا آئے، اس صورت میں فَلْيَدْعُ امر کا صیغہ ہوگا دعا یدعو سے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ فَلْيَدَعْ ہو وَدَعَ يَدَعُ سے، یعنی کھانا چھوڑ دے۔

ہمارے یہاں کتاب الصلاۃ کے شروع میں گزر چکا کہ ایک روایت میں اس طرح ہے وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ [1]، نیز ایک روایت میں ہے فَلْيُجِبْ اور دوسری روایت میں ان كان صائماً فليقل انی صائم ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے اس پر کلام کتاب الصوم میں گزر چکا، اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

ولیمہ سے متعلق تین فائدے: اس حدیث میں دو مسئلے ہیں ایک حکم ولیمہ دوسرے قبول دعوت ولیمہ، تیسری چیز ولیمہ کی تعریف اور دوسری انواع الضیافات اور ان کے اسماء، کتاب النکاح میں باب قلة المهر میں أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ الحدیث کے ذیل میں حکم ولیمہ گزر چکا کہ ظاہر یہ اسکے وجوب کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت ائمہ ثلاثہ سے ہے لیکن مشہور قول میں ولیمہ عند الائمة الاربعة سنت ہے آگے ایک مستقل باب آرہا ہے باب استحباب الولیمة، اور اجابت ولیمہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں، قیل مستحبة، وقیل واجبة وقیل فرض کفایة [2]۔ اجابت دعوت کے بارے میں مزید اختلاف آئندہ حدیث میں بھی آرہا ہے لیکن وجوب، اجابت دعوت کے اعتبار سے ہے کھانا کھانے کے اعتبار سے نہیں وہ مستحب ہی ہے واجب نہیں، چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ. فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، تیسری چیز یعنی ولیمہ کی تعریف، ولیمہ اس کھانے کا نام ہے جو عرس یعنی شادی کے موقع پر تیار کیا جائے، یہ ولمٌ سے مشتق ہے جسکے معنی جمع کے ہیں، یہ کھانا چونکہ زوجین کے اجتماع یعنی رخصتی کے بعد ہوتا ہے اسی لئے اس کو ولیمہ کہتے ہیں [3]، علماء نے لکھا ہے کہ ضیافت کی انواع آٹھ ہیں: ① الولیمة للعرس، ② والخرس بضم الخاء المعجمة، ویقال بالصاد المهملة ایضا للولادة، یعنی بچہ کی پیدائش کے موقع پر جو دعوت کی جائے، ③ والاعذار، بکسر الهمزة والعین المهملة والذال المعجمة للختان، یعنی بچہ کے ختنہ کے موقع پر جو دعوت کی جائے ④ والوکیرة للبناء، یعنی نئے مکان کی تعمیر کے موقع پر جو دعوت کی جائے، ⑤ والنقیعة لقدوم المسافر، ماخوذة من النقع وهو الغبار۔ یعنی وہ دعوت جو آدمی سفر سے بخیر واپسی پر کرتا ہے اپنی طرف سے، یا دوسرے کی طرف سے اس کیلئے کی جائے، آگے اسکا مستقل باب آرہا ہے، ⑥ والعقیقة یوم سابع الولادة۔ ⑦ والوضیمة بفتح الواو وکسر الضاد المعجمة. الطعام عند المصیبة، لیکن یہ نوع ضیافت اسلام میں جائز نہیں، ⑧ والمأدبة. بضم الدال وفتحها،

---

[1] سنن ابی داؤد - کتاب الصوم - باب باب فی الصائم یدعیٰ إلی ولیمة ٢٤٦٠

[2] وترجم البخاری باب حق اجابة الولیمة قال الحافظ یشیر الی وجوب الاجابة. وقد نقل ابن عبد البر ثم عیاض ثم النووی الاتفاق علی القول بوجوب الاجابة لولیمة العرس. وفیه نظر. نعم المشهور من اقوال العلماء الوجوب. وصرح جمهور الشافعیة والحنابلة بانها فرض عین. ونص علیه مالك. وعن بعض الشافعیة والحنابلة انها مستحبة. وذکر اللخمی من المالکیة انه المذهب. وکلام صاحب الهدایة یقتضی الوجوب مع تصریحه بانها سنة. فکأنه اراد انها وجبت بالسنة ولیست فرضاً کما عرف من قاعدتهم. وعن بعض الشافعیة والحنابلة هی فرض کفایة اه من الابواب والتراجم — ج٥، ص ٢٤٠۔

[3] وفی البذل: ویجوز ان یولم بعد النکاح او بعد الرخصة او بعد ان یبنی بها والثالث هو الاولی.

مطلق وہ ضیافت جو بغیر کسی خاص سبب کے کی جائے، اسکے بعد حافظ فرماتے ہیں کہ ان مشہور اقسام میں ایک اور قسم باقی رہ گئی یعنی ⑨ حذاق، بكسر المهملة وتخفيف الذال المعجمة ـ الطعام الذي يتخذ عند حذق الصبي یعنی وہ کھانا اور دعوت جو بچہ کی حذاقت پر یعنی اس کے سمجھ دار ہونے پر کی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ دعوت ہے جو بچہ کے ختم قرآن پر کی جائے یا اس کی کسی بھی صناعت کی تکمیل اور کامیابی پر کی جائے اھ من تحفة الأحوذي [1]۔

٣٧٣٨ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، چاہے وہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اس جیسی کوئی اور دعوت ہو۔ (ہاں منکرات سے خالی ہو)۔

٣٧٣٩ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، بِإِسْنَادِ أَيُّوبَ وَمَعْنَاهُ

ترجمہ نافع نے ایوب کی سند سے یہی روایت کی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٨) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٣٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠/٢) موطأ مالك - النكاح (١١٥٩) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٨٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٠٥)

٣٧٤٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو دعوت دی جائے تو اس کو دعوت میں حاضر ہونا چاہیئے پھر اگر چاہے تو کھانا کھالے اور اگر چاہے تو ترک کردے۔

تخریج صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٠) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٤٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٥١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٣/٣)

٣٧٤١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا دُرُسْتُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ، وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبَانُ بْنُ طَارِقٍ مَجْهُولٌ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی شخص کو دعوت میں بلایا گیا اور اس نے

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج٩ ص٢٤١-٢٤٢، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي ـ ج٤ ص٢١٦

دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بن بلائے (دعوت میں) گیا تو وہ چور کی مانند (بلا اجازت) داخل ہوا اور لٹیرے کے مانند باہر آیا۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ ابان بن طارق راوی مجہول ہے۔

۳۷۴۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کھانوں میں اس ولیمے کا کھانا بدترین ہے جس میں آسودہ حال لوگوں کو تو بلایا جائے مگر مفلسوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت میں (بلاوے کے باوجود) حاضر نہ ہوا تو تحقیق اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

شرح الاحادیث **اجابت دعوت کا حکم شرعی**: إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ: اس حدیث سے بظاہر مطلق دعوت کی اجابت کا وجوب سمجھ میں آتا ہے، اسی طرح اسکے بعد والی روایت مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ، لیکن خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو ولیمہ پر ہی محمول کیا جائے، دوسری دعوات کا حال یہ نہیں ہے، ولیمہ کی خصوصیت کی وجہ سے لأمر النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بها ولما في إتيان الوليمة من إعلان النكاح [1] اھ امام نووی نے قاضی عیاض سے ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوت کے بارے میں جمہور کا مسلک عدم وجوب نقل کیا ہے، بخلاف اہل ظاہر اور بعض سلف کے کہ ان کے نزدیک ہر دعوت کی اجابت واجب ہے۔ (عون)

حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الاول اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحديث الثاني اخرجه مسلم وابن ماجه وحديث الثالث اخرجه مسلم۔ وحديث جابر رضي الله تعالى عنه اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

ابن عمرؓ کی حدیث کے ایک طریق میں یہ بھی ہے وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا [2] سرقہ میں چونکہ اخفاء کے معنی ہیں اور بغیر بلائے جانے والا چونکہ چپکے سے داخل ہوتا ہے اس لئے اسکو سارق کہا گیا، اور داخل ہونے کے بعد جب سب کے ساتھ بیٹھ کر اس نے کھایا تو اب چونکہ اسکا پردہ فاش ہو گیا سب نے اسکو دیکھ لیا، اس لئے اسکو مغیر کہا گیا یعنی غاصب، غارتگر اور لوٹنے والا۔

اسکے بعد حدیث ابوہریرہؓ میں موقوفاً آرہا ہے جو کہ مسلم کی روایت میں مرفوعاً ہے کہ آپ نے فرمایا بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں صرف اغنیاء کو دعوت دی جائے اور فقراء کو ترک کر دیا جائے۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه موقوفاً ايضاً، واخرجه مسلم من حديث ثابت بن عياض بن ابي

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٣٧

[2] السنن الكبرى للبيهقي — كتاب النكاح — باب طعام الفجأة ١٣٤١٢

هريرة رضي الله تعالى عنه مسنداً، قاله المنذري۔

٢ - بَابٌ فِي اسْتِحْبَابِ الْوَلِيمَةِ عِنْدَ النِّكَاحِ

نکاح میں ولیمے کے مستحب ہونے کا بیان

٣٧٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کے سامنے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا تذکرہ ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کا ایسا (شاندار) ولیمہ کیا ہو جیسا کہ حضرت زینت بنت جحشؓ کا ولیمہ کیا آپ ﷺ نے ایک بکری سے ان کا ولیمہ کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥١٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٨٥) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٤٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٨)

٣٧٤٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ ابْنِهِ، بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيقٍ، وَتَمْرٍ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٤) صحيح البخاري - البيوع (٢١٢٠) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٣٦) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٧) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٧٢) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٠٢) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٠) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٤٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٠٢)

شرح الأحاديث: أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ: یعنی جس قدر اہتمام سے آپ نے زینب بنت جحشؓ کا ولیمہ کیا ایسا کسی اور کے نکاح پر نہیں کیا، آگے اس کا بیان ہے کہ انکے ولیمہ میں آپ ﷺ نے بکری ذبح کرائی تھی، اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيقٍ، وَتَمْرٍ کہ حضرت صفیہؓ کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے لوگوں کی ستو اور تمر سے دعوت کی، اس تقابل سے حضرت زینبؓ کے ولیمہ کی فوقیت سمجھ میں آجاتی ہے۔ حديث الباب الاول اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه. والحديث الثاني اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وقال الترمذي: غريب، قاله المنذري۔

۴- بَابٌ فِي كَمْ تُسْتَحَبُّ الْوَلِيمَةُ

ولیمہ کی مستحب مدت کا بیان

۳۷۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ، عَنْ رَجُلٍ أَعْوَرَ مِنْ ثَقِيفٍ كَانَ يُقَالُ لَهُ مَعْرُوفًا أَيْ يُثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا إِنْ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ - زُهَيْرُ بْنُ عُثْمَانَ فَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِيَ مَعْرُوفٌ، وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ» قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ دُعِيَ أَوَّلَ يَوْمٍ فَأَجَابَ، وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّانِيَ فَأَجَابَ، وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ، وَقَالَ: «أَهْلُ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عثمان ثقفی بنو ثقیف کے ایک کانے شخص سے روایت بیان کرتے ہیں..... جس کی شان میں قابل تعریف صفات کہی جاتی تھیں اگر اس کا نام زہیر بن عثمان نہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا تھا (یہ عبد اللہ بن عثمان بن عثمان ثقفی کے استاد حسن کا کلام ہے)..... کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ولیمے کے پہلے دن کا کھانا حق (بر محل) ہے دوسرے دن کا بھلائی اور نیکی و ثواب کی چیز ہے اور تیسرے دن کا شہرت و ریاکاری ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت سعید بن مسیب کو (ولیمہ کے) پہلے دن دعوت دی گئی تو آپ نے قبول کرلی اور دوسرے دن دعوت دی گئی تو آپ نے قبول کرلی پھر تیسرے دن آپ کو دعوت دی گئی تو آپ نے دعوت قبول نہ کی اور یوں فرمایا کہ یہ اصحاب شہرت کے خواہش مند اور ریاکار لوگ ہیں۔

۳۷۴۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ، وَحَصَبَ الرَّسُولَ.

ترجمہ: قتادہ حضرت سعید بن مسیب سے اسی قصہ کو روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر تیسرے روز دعوت دی گئی تو قبول نہ کی اور پیامبر کو سنگریزہ (چھوٹا پتھر) مارا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۴۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۸/۵) سنن الدارمي - الأطعمة (۲۰۶۵)

شرح الاحادیث: **یعنی دعوت ولیمہ کتنے دن مستحب ہے؟** حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِيَ مَعْرُوفٌ، وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ کہ ولیمہ پہلے دن حق ہے یعنی ثابت اور سنت مؤکدہ ہے، اور دوسرے دن ایک اچھا کام ہے یعنی صرف مستحب ہے غیر مؤکد، اور تیسرے دن ثابت نہیں بلکہ شہرت طلبی اور ریاء کاری ہے۔

آگے روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن المسیب کی پہلے دن دعوت ولیمہ کی گئی تو آپ نے اس کو منظور فرمالیا اور دوسرے دن بھی منظور کر لیا، اور تیسرے روز جب وہ دعوت کرنے کیلئے آیا تو اسکو منظور نہیں کیا بلکہ قاصد کو کنکری پھینک کر ماری، اور فرمایا: ریاکار ہے۔

دعوت ولیمہ کتنے روز تک کرنا مستحب ہے؟ عند الجمہور جیسا کہ حدیث الباب میں ہے ولیمہ صرف دو دن ہے، اور امام مالک کے نزدیک سات روز تک ہے والیہ میل البخاری، چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں ترجمہ قائم کیا باب حق أجابة الولیمة والدعوة ومن أولم سبعة أیام ونحوه. ولم یوقت النبي صلى الله علیه وسلم یوما ولا یومین اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ابو داؤد کی اوپر والی حدیث وَالْیَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِیَاءٌ کے بارے میں فرمایا ہے: لا یصح اسناده، ولا یصح له صحبة، یعنی لزهیر الی آخر ما فی الابواب والتراجم ج ۵ ص ۲۴۰ فارجع الیه لو شئت، نیز اس میں ہے کہ تیسرے دن ولیمہ کی اجابت مکروہ ہے اور دوسرے دن بھی معمولی درجہ کا استحباب ہے واجب قطعا نہیں، اور بعض علماء رویانی وغیرہ کہتے ہیں کہ تیسرے روز ولیمہ کی کراہت جب ہے جب وہی شخص مدعو ہو جسکی دعوت پہلے ہو چکی ہے، اور قاضی عیاض فرماتے ہیں: استحب اصحابنا لاهل السعة کونها اسبوعا، قال وقال بعضهم: محله اذا دعی فی کل یوم من لم یدع قبله ولم یکرر علیهم، یعنی مالکیہ کے نزدیک اصحاب وسعت اور مالداروں کیلئے ولیمہ سات روز تک کرنا مستحب ہے اور بعض مالکیہ کے نزدیک سات روز تک استحباب اس صورت میں ہے جب کہ ہر دن الگ اور نئے لوگوں کی دعوت کی جائے، تکرار دعوت مستحب نہیں۔

والحدیث اخرجه النسائی مسندا ومرسلا، قاله المنذری۔

٤ - بَابُ الْإِطْعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

سفر سے واپسی پر دعوت کرنے کا بیان

٣٧٤٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، نَحَرَ جَزُورًا أَوْ بَقَرَةً».

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ نحر فرمایا یا ایک گائے (ذبح کی)۔

تخریج: صحیح البخاري- الجهاد والسیر (٢٩٢٣) سنن أبي داود- الأطعمة (٣٧٤٧) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٠١/٣)

شرح الحدیث: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، نَحَرَ جَزُورًا أَوْ بَقَرَةً: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی میں مدینہ منورہ پہنچے (لعله من سفر غزوة تبوك كذا في البذل [1]) تو آپ نے ایک اونٹ یا گائے ذبح کرائی، اس دعوت کا نام نقیعہ ہے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٧٣

كما تقدم قريبا في انواع الضيافة ۔سکت علیه المنذری، وعزاه المزی الی البخاری وهو فیه (٣٠٨٩) من روایة وكيع، به. والله عوامة۔

٥- بَابُ مَا جَاءَ فِي الضِّيَافَةِ

مہمان نوازی کے متعلقات کا بیان

٣٧٤٨ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ. الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ: وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ» قَالَ: يُكْرِمُهُ وَيُتْحِفُهُ، وَيَحْفَظُهُ، يَوْمًا وَلَيْلَةً. وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ضِيَافَةٌ.

ترجمہ: ابو شریح کعبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو اپنے مہمان کی عزت و توقیر کرنی چاہئے، اس کا خصوصی اکرام (جائزہ) کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور مہمان نوازی تین دن تک ہے اور جو اسکے بعد ہے وہ صدقہ ہے اور مہمان کیلئے حلال نہیں کہ اسکے پاس اتنا ٹھہرے کہ اس کو پریشانی و تکلیف میں مبتلا کردے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حارث ابن مسکین کے سامنے اس روایت کو اس طرح پڑھا گیا اور میں مجلس میں حاضر تھا کہ اشہب نے بیان فرمایا کہ امام مالک سے نبی اکرم ﷺ کے ان الفاظ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ کے متعلق استفسار کیا گیا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ یعنی اس کا اکرام کرے، اس کو ہدیہ دے اور ایک دن ایک رات تک اس کی دیکھ بال کرے اور تین روز تک مہمان نوازی (کرے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٦٧٣) صحيح البخاري - الرقاق (٦١١١) صحيح مسلم - الإيمان (٤٨) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٦٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٤٨) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٧٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٣١) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٣٨٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٢٨) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٣٥)

شرح الحدیث: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ: جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر تو اس کو چاہئے کہ عطا کرے اپنے مہمان کو اسکا جائزہ ایک دن اور ایک رات کا، جائزہ کی تفسیر میں تین قول مشہور ہیں جن میں ایک قول وہ ہے جو آگے دوسری روایت میں آرہا ہے۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ: حضرت امام مالکؒ نے جائزہ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ ایک دن ایک رات مہمان کا خوب اچھی طرح خیال رکھا جائے، اس کیلئے کھانے میں حسب استطاعت تکلف کیا جائے، اور باقی تین

دن میں مطلق ضیافت یعنی ماحضر پیش کیا جائے، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ مہمان کیلئے اس کی واپسی کے وقت ایک دن ایک رات کا کھانا اس کے ساتھ کیا جائے، اور تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مہمان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قصداً کسی کی ملاقات کیلئے جائے، دوسرا وہ جو ضمناً راستہ میں کسی سے ملاقات کیلئے چلا جائے، جب کہ جانا کسی اور جگہ مقصود ہو، مہمان کی اول قسم کیلئے حق ضیافت تین دن ہے اور اس دوسری قسم کا حق ضیافت صرف ایک دن ایک رات ہے (کذا فی ہامش البذل [1])۔

اس کے بعد حدیث میں یہ ہے کہ مہمان کا حق ضیافت صرف تین دن ہے اس کے بعد اگر وہ ٹھہرے تو میزبان کی طرف صدقہ یعنی تبرع ہے، اور یہ کہ نہیں جائز ہے مہمان کیلئے کہ کسی کے پاس اتنا ٹھہرے جس سے میزبان حرج میں مبتلا ہو جائے، حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ مہمان کی ضیافت کرنا ایمان باللہ والیوم الآخر کے مقتضیات میں سے ہے جس سے اس کی بڑی اہمیت سمجھ میں آتی ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ ضیافت محاسن شریعت اور مکارم اخلاق سے ہے، اور بعض علماء جیسے لیث بن سعد نے کم از کم ایک رات کی ضیافت کو تو واجب قرار دیا ہے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مہمان نوازی تین روز تک ہے اور جو ان ایام کے بعد ہو وہ صدقہ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨)

٣٧٥٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي كَرِيمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ عَلَيْهِ دَيْنٌ، إِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ».

ترجمہ: ابو کریمہؓ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات کی مہمان نوازی ہر مسلمان پر حق ہے بس جو شخص کسی مسلمان کے صحن میں (یعنی گھر کے احاطے میں) صبح تک رہے تو مہمان نوازی اس مسلمان پر فرض ہے یہ شخص چاہے تو اس کو وصول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٥٠) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٣٢) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٣٧)

٣٧٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو الْجُودِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ قَوْمًا، فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا، فَإِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٧٤

مُسْلِمٍ، حَتَّى يَأْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو کریمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی قوم کا مہمان ہوا، پھر صبح تک مہمان نوازی سے محروم رہا تو ہر مسلمان پر اس کی مدد لازم ہے یہاں تک کہ وہ مہمان اس قوم کی کھیتی اور مال میں سے ایک رات کی مہمانی وصول کر لے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٥١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٢/٤) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٣٧)

شرح الحدیث: لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ: ابو کریمہ یعنی مقدام بن معد یکربؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مہمان کی ایک روز کی ضیافت ہر مسلمان پر واجب ہے، لہذا جو شخص جس شخص کے مکان پر رات گزارے تو اس رات کی ضیافت اس کے ذمہ میں ہو گئی، اگر چاہے تو اپنا حق لے لے، نہ لینا چاہے چھوڑ دے، اگلی روایت کا مضمون بھی یہی ہے بلکہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ مہمان کی نصرت (اس کا حق دلانے میں) ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ میزبان کی کھیتی سے ہو یا اس کے نقد مال سے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ابتداء اسلام کی ہیں جس وقت ضیافت واجب تھی، جو بعد میں منسوخ ہو گئیں جس کی طرف امام ابوداود نے آنے والے باب سے اشارہ کیا ہے، اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حالت اضطرار و احتیاج پر محمول ہے، کذا فی البذل۔[1] لیکن اس صورت ثانیہ میں بعد میں ضمان دینا واجب ہو گا، حاشیہ بذل[2] میں اس کی متعدد توجیہات مذکور ہیں چنانچہ ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث کا تعلق اہل ذمہ سے ہے یعنی اہل ذمہ سے معاہدہ کے وقت اگر حق ضیافت کا بھی عہد لیا گیا ہو تو ان سے حق ضیافت لیا جائے گا، بعد والی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے اور ایک قول اس میں یہ بھی ہے کہ یہ حدیث عمال کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب وہ صدقات لینے کے لئے کسی جگہ رات گزاریں تو ان کے لئے حق ضیافت واجب ہے۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ. قالہ المنذری۔

٣٧٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَمَا يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذِهِ حُجَّةٌ لِلرَّجُلِ يَأْخُذُ الشَّيْءَ إِذَا كَانَ لَهُ حَقًّا».

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں (دینی امور کیلئے) روانہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٧٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٧٨

کرتے ہیں تو ہم کسی قوم کے پاس پڑاؤ ڈالتے ہیں لیکن وہ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے، آپ کی (اس بارے میں) کیا رائے مبارک ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی قبیلے کے پاس پڑاؤ ڈالو بس وہ مہمان کے شایان شان انتظام کر دیں تو اس کو قبول کر لو اور اگر وہ اس طرح نہ کریں تو ان سے ان کے مناسب مہمانی کا حق وصول کر لو۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: اس روایت میں دلیل ہے کہ انسان اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - المظالم والغصب (۲۳۲۹) صحيح البخاري - الأدب (۵۷۸۶) صحيح مسلم - اللقطة (۱۷۲۷) جامع الترمذي - السير (۱۵۸۹) سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۵۲) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۶۷۶) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۴۹/۴)

شرح الحدیث اس حدیث کو اہل ذمہ پر محمول کیا جائے یا عمال پر، جیسا کہ گزشتہ توجیہات میں گزرا ہے، لیکن حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ تو ہماری ضیافت ہی کرتے ہیں اور نہ ہمارے ہاتھ کھانے پینے کی چیز فروخت کرتے ہیں، بعض اہل ذمہ عناداً ایسا کرتے ہوں گے، تو اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اپنا حق ان سے لے لیا کرو یعنی بالقیمت زبردستی لے لیا کرو، اسی طرح کی توجیہ امام ترمذی نے بھی فرمائی ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه، واخرجه الترمذي من حديث ابن لهيعة وقال حسن، قاله المنذري۔

٦۔ بَابُ نَسْخِ الضَّيْفِ يَأْكُلُ مِنْ مَالِ غَيْرِهِ

دوسرے کے مال سے مہمان کے حق کے منسوخ ہونے کا بیان

۳۷۵۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: {لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ} "فَكَانَ الرَّجُلُ يَحْرَجُ أَنْ يَأْكُلَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ، فَنَسَخَ ذَلِكَ الْآيَةُ الَّتِي فِي النُّورِ، قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ {أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ} إِلَى قَوْلِهِ {أَشْتَاتًا} كَانَ الرَّجُلُ الْغَنِيُّ يَدْعُو الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِهِ إِلَى الطَّعَامِ، قَالَ: إِنِّي لَأَجَّنَّحُ أَنْ آكُلَ مِنْهُ، وَالتَّجَنُّحُ: الْحَرَجُ، وَيَقُولُ: الْمِسْكِينُ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي، فَأُحِلَّ فِي ذَلِكَ أَنْ يَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ، وَأُحِلَّ طَعَامُ أَهْلِ الْكِتَابِ".

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ {ترجمہ: نہ کھاؤ آپس میں ایک دوسرے کا مال جھوٹ اور فریب سے البتہ آپس کی رضامندی سے تجارت کے طور پر ہو (تو کھا سکتے ہو)}۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان کسی کے یہاں کھانے کو گناہ شمار کرتے تھے، پھر اس آیت کو سورۂ نور کی اس آیت نے منسوخ کر دیا، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: (ترجمہ) تم لوگوں پر کوئی گناہ نہیں کہ تم کھاؤ (خود) اپنے گھروں میں اپنے والد یا بیٹوں یا بھائیوں یا بہنوں کے گھروں میں یا چچا یا پھوپھی یا ماموں یا خالہ کے گھر میں یا جن گھروں کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا دوست آشنا کے گھر میں...... (شروع زمانے میں) اگر کوئی آسودہ حال (بھی) اپنے ہی گھر والوں کو کھانے کے لئے دعوت دیتا تو وہ (جواب میں) کہہ

دیتا کہ میں اس کھانے کو گناہ جانتا ہوں...... اور تجنح کا معنیٰ گناہ میں پڑنا...... نیز یہ کہتا کہ مفلس مجھ سے زیادہ حق دار ہے اس کھانے کا...... بعد ازیں جس کھانے پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کا کھانا حلال کر دیا گیا اور اہل کتاب کا کھانا بھی حلال ہو گیا۔

شرح الحدیث **ترجمة الباب کی غرض اور اس میں اختلاف نسخ:** پہلے باب میں جس حق الضیف کا ذکر تھا اس باب سے مصنف اس کا منسوخ ہونا بیان فرمارہے ہیں، ابتداء میں جیسا کہ ابھی گزرا حق الضیف واجب تھا، حتی کہ ضیف کو یہ بھی حق تھا کہ بغیر مالک کی رضا کے اپنا حق ضیافت وصول کرلے، بعد میں یہ حکم سورۂ نساء کی آیت کریمہ لَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [1] کے ذریعہ سے منسوخ کر دیا گیا، کہ دوسرے کا مال بغیر اجازت کھانا جائز نہیں، حرام ہے، اس آیت کے نزول کے بعد بعض حضرات اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے کہ مطلقاً مال غیر کا کھانا ممنوع ہے گو اسکی اجازت سے ہو، یہاں تک کہ بعض حضرات ایک دستر خوان پر مشترکہ طور پر کھانے سے بھی پرہیز کرنے لگے۔ حالانکہ آیت النساء کا مقصد یہ نہیں تھا، لہذا اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے سورہ نور کی آیت نازل ہوئی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ الی قولہ تعالی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا [2] اس آیت کے نزول سے وہ غلط فہمی دور ہوئی اور مسئلہ واضح ہو گیا کہ آپس میں ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کچھ قباحت نہیں۔

جو ترجمۃ الباب چل رہا ہے اس میں نسخے مختلف ہیں، ایک نسخہ میں ہے 'باب نسخ الضیف [3] فی الاکل من مال غیرہ' میرے نزدیک یہ نسخہ راجح ہے مذکورہ بالا تقریر اسی ترجمہ پر اچھی طرح منطبق ہوتی ہے، وایضا لا یرد علی هذا التقریر ایراد الطبری المذکور فی البذل [4]. فتدبر وتشکر. کان الرجل الغنی یدعو الرجل من اهله الی الطعام قال انی لاجنّح [5] ان اکل منه یعنی آیۃ النساء کے نازل ہونے کے بعد اکل مال غیر کے بارے میں اتنی احتیاط کرنے لگے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو کھانے کی دعوت دیتا تو وہ اس سے بھی انکار کر دیتا اور یہ کہتا کہ میں تو اس میں جناح اور حرج سمجھتا ہوں، کسی فقیر مسکین کو کھلا دے تو پھر ان کے اس خیال کے ازالہ کے لئے آیۃ النور نازل ہوئی، لیس علیکم جناح [6] اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔

---

[1] نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے (سورۃ النساء ۲۹)

[2] اور نہیں تکلیف تم لوگوں پر کہ کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے یا اپنے چچا کے گھر سے یا اپنی پھوپھی کے گھر سے یا اپنے ماموں کے گھر سے یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس گھر کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے نہیں گناہ تم پر کہ کھاؤ آپس میں مل کر یا جدا ہو کر (سورۃ النور ٦١)

[3] یعنی اکل مال غیر کے سلسلہ میں صحابہ جس ضیق میں مبتلا ہو گئے تھے اس کا ازالہ ۱۲۔

[4] بذل المجھود فی حل أبی داود — ج ١٦ ص ٨٢

[5] اجنح باب افعل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کی اصل الجنح ہے مشتق من الجناح ۱۲۔

[6] نقلها بالمعنی والا فاصل الآیة لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ الآیة کذا فی العون (بذل المجھود فی حل أبی داود — ج ١٦ ص ٨١)

فَأُحِلَّ لِي ذَلِكَ أَنْ يَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ: یعنی اکل مال غیر کی اجازت دی گئی مالک کی اجازت کے بعد بشرطیکہ وہ مال غیر ایسا ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو یعنی حلال ہو اور ایسے ہی اہل کتاب کا طعام بھی جائز قرار دیا گیا۔

٧ - بَابُ فِي طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ

اہل تفاخر کے کھانے کا بیان

٣٧٥٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيتِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَقُولُ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَكْثَرُ مَنْ رَوَاهُ عَنْ جَرِيرٍ لَا يَذْكُرُ فِيهِ ابْنَ عَبَّاسٍ» ، وَهَارُونُ النَّحْوِيُّ، ذَكَرَ فِيهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَيْضًا وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: جریر بن حازم، زبیر بن خریت سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عکرمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے آپس میں فخر و مقابلہ کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جریر سے روایت کرنے والے (شاگردوں میں سے) اکثر راویوں نے اس سند میں ابن عباس کا تذکرہ نہیں کیا (گویا اکثر راویوں کے بقول یہ عکرمہ سے مرسلا روایت ہے) البتہ ھارون نحوی نے بھی اس سند میں ابن عباسؓ کی زیادتی ذکر کی ہے نیز حماد بن زید نے ابن عباس کو ذکر نہیں کیا۔

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے متباریین یعنی متفاخرین کے طعام سے منع فرمایا کہ اس کو کھایا جائے، یعنی جو دعوت فخر و ریاء کے طور پر کی جائے اس کا کھانا جائز نہیں، اسی کے ہم معنی ایک حدیث کتاب الاضحیہ میں گزری ہے، نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ۔

٨ - بَابُ إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ إِذَا حَضَرَهَا مَكْرُوهٌ

باب اس بیان میں کہ ایک شخص کسی محفل میں مدعو ہو اور وہاں جا کر خلافِ شریعت کام ہوتا دیکھے تو اب مہمان کیا کرے؟

٣٧٥٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ رَجُلًا، أَضَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ: فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ بِهِ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: لِعَلِيٍّ الْحَقْهُ فَانْظُرْ مَا رَجَعَهُ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا رَدَّكَ فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا».

ترجمہ ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک شخص داماد نبی ﷺ حضرت علیؓ کا مہمان ہوا تو ان کے لئے کھانا تیار کیا گیا تو حضرت فاطمۃ الزھراءؓ نے ارشاد فرمایا کتنا اچھا ہوتا اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو مدعو کرتے تو آپ ﷺ ہمارے ساتھ کھانا نوش فرماتے پھر انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی تو نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور اپنا دست مبارک دروازے کی دونوں چوکھٹوں پر رکھا اور گھر کے کونے میں لٹکا پردہ دیکھ کر لوٹ گئے، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا جائیں ذرا معلوم کریں کس وجہ آپ ﷺ لوٹ گئے تو میں ان کے پیچھے ہو لیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ کو لوٹنے پر مجبور کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے یا کسی نبی کے لئے نقش ونگار والے گھر میں جانا جائز نہیں۔

تخریج سنن أبي داود- الأطعمة(٣٧٥٥) سنن ابن ماجه- الأطعمة(٣٣٦٠)

شرح حدیث أَنَّ رَجُلًا. أَضَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ: فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَنَا: یعنی ایک شخص حضرت علیؓ کا مہمان ہوا، انہوں نے اس کے لئے کھانا بنوایا، جب کھانے کا وقت آیا تو حضرت فاطمہؓ فرمانے لگیں کہ اگر اس کھانے پر اباجان رسول اللہ ﷺ کو بھی بلالیا جائے تو اچھا ہو، چنانچہ آپ ﷺ کو بلایا گیا، آپ تشریف لائے، جب آپ دروازہ پر پہنچے تو اپنے ہاتھ دروازہ کے دونوں بازو پر رکھ کر ٹھہر گئے؛ کیونکہ آپ نے دیکھا کہ ایک باریک پردہ گھر کے اندر کسی جانب میں لٹکا ہوا ہے (بظاہر زینت اور خوبصورتی کے لئے) تو آپ لوٹ گئے گھر میں داخل نہیں ہوئے؛ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ذرا جا کر دیکھو آپ کیوں لوٹے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گیا اور اس کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا: لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا کہ نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایسے گھر میں داخل ہو جس کو سجایا گیا ہو۔

یہ حدیث کسی قدر اختلاف سیاق کیساتھ کتاب اللباس 'باب فی اتخاذ الستور' میں بھی آرہی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ؟ [1] اور ایک دوسرے طریق میں ہے قَالَ وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا [2]، اس حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مدعو داعی کے گھر پر پہنچ کر کوئی ناجائز اور منکر چیز دیکھے تو اس کی تنبیہ کے لئے لوٹ آئے حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس قرام میں تصاویر ہوں، اور یا یہ کہ اس کو بے محل لٹکایا گیا ہو دیوار وغیرہ پر جس پر نکیر آئی ہے إِنَّ اللهَ لَمْ يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ الحديث [3] ـ والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

---

[1] سنن أبي داود- كتاب اللباس -باب فی اتخاذ الستور ٤١٤٩

[2] سنن أبي داود- كتاب اللباس -باب فی اتخاذ الستور ٤١٥٠

[3] صحيح مسلم- كتاب اللباس والزينة -باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة ٢١٠٧

٩ - بَابٌ إِذَا اجْتَمَعَ دَاعِيَانِ أَيُّهُمَا أَحَقُّ

بیک وقت دو افراد کی دعوت میں سے کون مقدم ہے؟

٣٧٥٦ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا، فَإِنَّ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبُهُمَا جِوَارًا، وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ».

ترجمہ: ایک صحابی رسول سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیک وقت دو افراد دعوت دیں (یہ تفصیل اس وقت ہے دو شخص ایک ساتھ دعوت دیں) تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ (تم سے) نزدیک تر ہو کیونکہ ان میں سے جس کا دروازہ قریب تر ہو وہ پڑوس کے اعتبار سے قریب ترین ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک پہلے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو جو سبقت لے جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٨، ٤)

شرح الحدیث: یعنی اگر ایک ہی وقت میں دو شخصوں کی طرف سے دعوت آئے تو کس کی منظور کی جائے؟ حدیث الباب میں ہے۔

فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا، فَإِنَّ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبُهُمَا جِوَارًا، وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ: یعنی جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو وہ زیادہ مستحق ہے اجابت دعوت کا قرب وجوار کی وجہ سے، اور اگر دو شخصوں کی طرف سے دعوت متعاقبا یعنی آگے پیچھے آئے تو جس کی طرف سے پیام پہلے پہنچے وہ زیادہ مستحق ہے۔

١٠ - بَابٌ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَالْعَشَاءُ

شام کے کھانے اور عشاء کی نماز میں کس کو مقدم کیا جائے؟

٣٧٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنِي يَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا يَقُومُ حَتَّى يَفْرُغَ» زَادَ مُسَدَّدٌ: «وَكَانَ عَبْدُ اللهِ إِذَا وُضِعَ عَشَاؤُهُ، أَوْ حَضَرَ عَشَاؤُهُ، لَمْ يَقُمْ حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنْ سَمِعَ الْإِقَامَةَ، وَإِنْ سَمِعَ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور (ساتھ ہی نماز عشاء کی) اقامت بھی ہو جائے تو کھانا کھانے سے فارغ ہونے سے پہلے نہ اٹھو۔ مسدد راوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ...... حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے سامنے جب رات کا کھانا رکھ دیا جاتا...... راوی کہتا ہے کہ رات کھانا آجاتا (یعنی وُضِعَ کی جگہ حَضَرَ

فرمایا) تو وہ فراغت سے قبل نہ اٹھتے اگرچہ وہ اقامت کی آواز اور امام کی قراءت کرنے کی آواز بھی سن لیتے۔

تخریج صحیح البخاري - الأذان (٦٤٢) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٩) جامع الترمذي - الصلاة (٣٥٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٥٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٣٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٣/٢)

شرح الحدیث اس حدیث کی شرح کتاب الطھارۃ، بَابُ أَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟ میں گزر چکی، اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی، ولیس فی حدیث مسلم فعل ابن عمر قاله المنذری۔

٣٧٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا تُؤَخَّرُ الصَّلَاةُ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَيْرِهِ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے یا کسی اور سبب سے نماز کو موخر نہ کیا جائے۔

شرح الحدیث اس حدیث کے بارے میں بھی کلام وہاں گزر چکا۔

٣٧٥٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي زَمَانِ ابْنِ الزُّبَيْرِ إِلَى جَنْبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: إِنَّا سَمِعْنَا أَنَّهُ، يُبْدَأُ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: «وَيْحَكَ مَا كَانَ عَشَاؤُهُمْ أَتُرَاهُ كَانَ مِثْلَ عَشَاءِ أَبِيكَ».

ترجمہ عبد اللہ بن عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن الزبیرؓ کے زمانہ خلافت میں اپنے والد ماجد کی معیت میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا تو ابن زبیر کے فرزند عباد نے کہا کہ: ہم نے سنا ہے کہ رات کا کھانا نماز عشاء پر مقدم رکھا جاتا تھا ابن عمرؓ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر! پہلوں کا کھانا ہی کیا تھا! کیا تم اس کو اپنے باپ کے گھر کا سا کھانے کی طرح سمجھتے ہو؟

شرح الحدیث **تقدیم طعام علی الصلاۃ سے متعلق ایک دلچسپ قصہ:** ایک شخص حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے دور خلافت کی بات نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے برابر میں بیٹھا تھا (ایک مجلس میں کھانے کا ذکر ہوا کہ اس کو مقدم کیا جائے یا نماز کو دونوں چیزیں قریب تھیں، کھانا بھی حاضر تھا اور نماز کا وقت بھی) تو عباد بن عبد اللہ بن الزبیرؓ بولے کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ ایسی صورت میں کھانے کو نماز پر مقدم کرنا چاہئے تو اس پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بولے تیرا ناس ہو ان حضرات کا کھانا (جو تقدیم طعام کے قائل ہیں) تیرے باپ کے کھانے کی طرح تھوڑا ہی تھا یعنی گزشتہ لوگ تو کھانے کے چند لقموں پر اکتفاء کیا کرتے تھے، ایسے حضرات کے لئے حضور ﷺ نے یہ قاعدہ بتایا کہ کھانے کو نماز پر مقدم کر دیا جائے اور جو لوگ ناک تک پیٹ بھر کے کھاتے ہوں ان کے لئے تھوڑا ہی یہ قاعدہ ہے (کیونکہ زیادہ کھانے کی صورت میں کھانے میں وقت زیادہ صرف ہوگا جس سے نماز میں تاخیر ہوگی) اوپر خود حضرت ابن عمرؓ کا یہ معمول گزر چکا کہ وہ

ایسی صورت میں کھانے کو نماز پر مقدم کیا کرتے تھے وإن سمع الإقامة، وإن سمع قراءة الإمام، اس کی وجہ لکھا ہے کہ وہ چند لقموں پر اکتفاء فرماتے تھے۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حديث حسن، قاله المنذري۔

١١ - بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے کے وقت ہاتھ دھونے کا بیان

اسکے بعد دوسرا باب آرہا ہے، بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ اس میں بظاہر تکرار ہے، اب یا تو یہ کہا جائے کہ یہاں پر نسخے مختلف ہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں باب ثانی نہیں ہے لہذا اسی نسخہ کو ترجیح دی جائے، اور یا پھر یہ کہا جائے کہ پہلے باب سے غرض نفی غسل ہے اور ثانی سے مقصود اثبات الغسل ہے جیسا کہ دونوں بابوں کی حدیثوں سے مستفاد ہو رہا ہے، اور حاصل ترجمتین یہ ہوگا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ضروری نہیں کما فی الباب الاول اور دھوئے تو بہتر ہے، کما فی الباب الثانی، ویسے غسل الیدین بعد الطعام کا استحباب تو متفق علیہ ہے، لیکن غسل الید قبل الطعام میں اختلاف ہے جمہور تو اس کو بھی مستحب قرار دیتے ہیں اور بعض علماء جیسے سفیان ثوری اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں ہے، وكان سفيان يكره الوضوء قبل الطعام۔

٣٧٦٠ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا: أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ فَقَالَ: «إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ».

ترجمہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے پس آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔ خدام نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے وضو کے لئے پانی پیش خدمت کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے صرف نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرنے کا حکم ہوا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الحيض (٣٧٤) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٤٧) سنن النسائي - الطهارة (١٣٢) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٣/١) سنن الدارمي - الطهارة (٧٦٧)

شرح الحدیث یعنی ایک مرتبہ آپ استنجاء سے باہر تشریف لائے اور چونکہ کھانے کا وقت تھا اس لئے کھانا لایا گیا، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ کیا وضوء کے لئے پانی لایا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضو کا حکم تو اقامت صلاۃ کے وقت ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ پھر بھی محتمل ہے کہ یہاں پر وضوء سے وضوء شرعی مراد ہو اس لئے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ آپ کی عادت شریفہ مداومت علی الطہارۃ کی ہے، مگر آپ نے اس وقت وضوء شرعی سے انکار فرما دیا کہ اس کا ہر وقت

ہونا ضروری نہیں ہے، پس اس صورت میں نفی وضوء شرعی کی ہوئی، وضوء لغوی یعنی غسل یدین، اس سے یہاں کوئی تعرض نہیں نہ نفیاً نہ اثباتاً، اور یہ بھی احتمال ہے کہ کہنے والے کی مراد وضوء سے وضوء لغوی یعنی غسل یدین ہو، پھر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وضوء سے مراد وضوء لغوی ہو، اس لئے کہ آپ تو فرما رہے ہیں: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ قیام الی الصلاۃ کے لئے تو وضوء شرعی ہی درکار ہے نہ کہ وضوء لغوی، سو اس کا جواب یہ ہوگا کہ صحابہ کی مراد تو وضوء سے وضوء لغوی ہی تھی لیکن آپ نے وضوء کو وضوء شرعی پر محمول کرتے ہوئے مسئلہ بیان فرمادیا کہ وضو شرعی کی ضرورت تو نماز کے لئے ہوتی ہے اور صحابہ کی جو مراد تھی وضوء سے یعنی غسل ید کی یاد دہانی اس کا جواب آپ نے اپنے عمل سے یعنی ترک غسل یدین سے ظاہر فرمادیا (بذل [1]) والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حديث حسن، وحديث سلمان أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

١٢ ـ بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا بیان

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ»، وَكَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ الْوُضُوءَ قَبْلَ الطَّعَامِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ.

ترجمہ: حضرت سلمانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے سے اس میں برکت ہوتی ہے پس میں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کھانے سے قبل اور بعد (دونوں وقت) ہاتھ دھونے سے برکت ہوتی ہے۔ اور سفیان کھانے سے قبل وضو کو پسند نہیں کرتے۔ امام ابو داود فرماتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- الأطعمة (١٨٤٦) سنن أبي داود- الأطعمة (٣٧٦١)

١٣ ـ بَابٌ فِي طَعَامِ الْفُجَاءَةِ

اچانک (اتفاقی) دعوت میں کھانے کا بیان

٣٧٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: «أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ وَقَدْ قَضَى

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٨٩

حَاجَتَهُ، وَبَيْنَ أَيْدِينَا تَمْرٌ عَلَى تُرْسٍ أَوْ حَجَفَةٍ، فَدَعَوْنَاهُ، فَأَكَلَ مَعَنَا وَمَا مَسَّ مَاءً».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک گھاٹی سے قضائے حاجت کے بعد تشریف لائے اس وقت ہمارے سامنے ایک ڈھال یا پیالے پر کھجوریں رکھی تھیں ہم نے آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ (وہ کھجوریں) تناول فرمائیں اور پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٧/٣)

شرح الحدیث: فُجَاءَة کی بذل [1] میں دو تفسیریں کی ہیں، اول یہ کہ اچانک کسی کی دعوت کر دینا اور اس کو کھانے پر بلا لینا بغیر کسی تیاری اور اہتمام کے، اور دوسری تفسیر یہ کہ عین کھانے کے وقت کسی کو مدعو کرنا، یعنی پہلے سے اس کو دعوت کی اطلاع نہ کرنا، جس کو بعض لوگ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، اور ایسی صورت میں اس کو منظور نہیں کرتے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک پہاڑی کی طرف سے تشریف لا رہے تھے قضاء حاجت کے بعد، جب آپ ہمارے سامنے کو گزرے تو ہمارے سامنے کھجوریں رکھی تھیں، ایک ڈھال پر (جو پلیٹ ہی کی طرح ہوتی ہے) ہم نے آپ کو کھجور نوش فرمانے کی دعوت دیدی، آپ نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر نوش فرمالیا سبحان اللہ! کیا شان تواضع ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

یہاں پر فجاءۃ کے دونوں معنی جو ذکر کئے گئے پائے جا رہے ہیں، اس واقعہ سے تواضع اور سادگی اختیار کرنے کا سبق مل رہا ہے۔

١٤ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذَمِّ الطَّعَامِ

کھانے میں عیب جوئی کی ناپسندیدگی کا بیان

٣٧٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی برائی بیان نہ فرمائی اگر کھانا اچھا لگتا تو تناول فرما لیتے اچھا نہ لگتا تو ترک فرما دیتے۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٣٧٠) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٩٣) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٦٤) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٣١) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٣) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٤/٢)

شرح الحدیث: اس باب کا اور اس حدیث کا مضمون اور حوالہ ہمارے یہاں بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا شَرِبَ اللَّبَنَ میں گزر چکا، فلا حاجة الى اعادته. والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٩١

١٥ - بَابٌ فِي الِاجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ

باب یکجا کھانے کے بیان میں

٣٧٦٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَحْشِيُّ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ. قَالَ: «فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا كُنْتَ فِي وَلِيمَةٍ فَوُضِعَ الْعَشَاءُ فَلَا تَأْكُلْ حَتَّى يَأْذَنَ لَكَ صَاحِبُ الدَّارِ».

ترجمہ: وحشی بن حرب، اپنے والد، اپنے داداسے روایت بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن شکم سیر نہیں ہوتے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم لوگ علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا کھانا یکجا ہو کر کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو اس میں تمہارے لئے برکت ہو گی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کی کسی کے ہاں دعوت ہو اور کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو جب تک میزبان اجازت نہ دے کھانا نہ کھانا چاہئے۔

تخریج: سنن أبي داود- الأطعمة (٣٧٦٤) سنن ابن ماجه- الأطعمة (٣٢٨٦) مسند أحمد- مسند المكيين (٣/٥٠١)

شرح الحدیث: بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن پیٹ نہیں بھرتا، آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ بیٹھ کر کھاتے ہو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایک ساتھ بیٹھ کر بسم اللہ پڑھ کر کھایا کرو پھر برکت ہو گی۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

١٦ - بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ

کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان

٣٧٦٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان (اپنے چیلوں) سے کہتا ہے کہ نہ تو تمہیں یہاں رات

کاٹھکانہ ملے گا اور نہ کھانا اور جب داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان کہتا ہے تمہارے رہنے کا ٹھکانہ ہو گیا اور جب کھانے کے وقت بھی بسم اللہ نہ پڑھے تو وہ کہتا ہے تمہارے رات کے رہنے کا ٹھکانہ اور رات کے کھانے کا انتظام ہو گیا۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (٢٠١٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٥) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٨٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٣)

شرح الحديث کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا جمہور کے نزدیک سنت ہے، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک واجب ہے، حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں ذکر اللہ کے ساتھ داخل ہوتا ہے (بظاہر دخول بیت کی دعا مراد ہے جو حدیث میں وارد ہے [1]) اور کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ماتحتوں سے کہتا ہے لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ کہ اب نہ تم اس گھر میں رات گزار سکو گے اور نہ کھانے میں تمہارا حصہ ہوگا، اور اگر بغیر دعا کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ تم کو یہاں رات گزارنے کا موقعہ تو مل گیا اور اسکے بعد اگر وہ شخص کھانے پر بھی بسم اللہ نہیں پڑھتا تو وہ کہتا ہے کہ اب تم کو مبیت اور عشاء دونوں ملیں گے۔ والحديث اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٧٦٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ يَضَعْ أَحَدُنَا يَدَهُ حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ طَعَامًا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَذَهَبَ لِيَضَعَ يَدَهُ فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ جَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّمَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، وَقَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِي لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهَذَا الْأَعْرَابِيِّ يَسْتَحِلُّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَجَاءَ بِهَذِهِ الْجَارِيَةِ يَسْتَحِلُّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ يَدَهُ لَفِي يَدِي مَعَ أَيْدِيهِمَا».

ترجمہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانے کو بیٹھتے تو ہم میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے ابتداء فرمانے سے قبل ہاتھ نہ بڑھاتا، ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانے کو بیٹھے تو ایک بدو اس طرح آیا گویا کہ کسی نے اس کو دھکا دیا ہے اور اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر ایک لڑکی آئی گویا کسی نے اس کو دھکا دیا ہو اور کھانے میں اپنا ہاتھ بڑھانے لگی رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بلاشبہ شیطان اس کھانے کو حلال کر لیتا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ اس بدو کو کھانا حلال کرنے کے واسطہ لایا تھا کہ میں نے اس کا ہاتھ روک لیا اور وہ اس بچی کو (بھی) کھانے پر قدرت حاصل کرنے کیلئے لایا تھا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

---

[1] آيِبُونَ تَائِبُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ (مصنف ابن أبي شيبة - كتاب المناسك - باب القول في السفر ٩٢٣٢)

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠١٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٣/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩٨/٥)

شرح الحدیث: آگے حضرت حذیفہؓ کی حدیث آرہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ کھانے میں شرکت کرتے تھے تو ہم میں سے کوئی شخص کھانے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا جب تک حضور اقدس ﷺ شروع نہ فرمادیں (یہ ایک مستقل ادب ہوا) آگے ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ایک بدوی آیا، تیزی کے ساتھ جیسے کوئی اس کو دھکیل رہا ہو، اور وہ آتے ہی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا (یعنی بغیر بسم اللہ کے) آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، تھوڑی دیر بعد اسی طرح تیزی کے ساتھ ایک لونڈی دستر خوان پر آئی آکر اس نے بھی کھانے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا بیشک شیطان اپنے لئے وہ کھانا حلال کرنا چاہتا ہے، یعنی اس میں اپنا حصہ لگانا چاہتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اور تحقیق کہ یہ شیطان ہی اس اعرابی کو لایا تھا کھانے میں اپنا حصہ لگانے کے لئے اسی لئے میں نے اس کا ہاتھ پکڑا، اور ایسے ہی اس جاریہ کا بھی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق کہ شیطان کا ہاتھ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ، اس حدیث سے تسمیہ علی الطعام کی جو اہمیت اور فائدہ سمجھ میں آرہا ہے وہ ظاہر ہے، نیز ایک بات یہ بھی مستفاد ہوتی ہے کہ کسی وسیع دستر خوان پر جس پر چند نفر کھانا کھا رہے ہوں ان میں سے صرف ایک یا دو کا بسم اللہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ ہر ایک شریک دستر خوان کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے اگر کسی ایک شریک دستر خوان سے بھی بسم اللہ فوت ہو گئی تو شیطان کو شرکت کا موقع مل جاتا ہے، اسلئے کہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اور وہ صحابہ جو آپکے ساتھ پہلے سے کھانا نوش فرما رہے تھے ان سب نے بسم اللہ پڑھی تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان اور جنات کھانا کھاتے ہیں، جیسا کہ اس پر کلام ابواب الاستنجاء میں کُلُّ عَظْمٍ لَم يُذْكَرُ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ کے ذیل میں گزر چکا۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٣٧٦٧ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الدَّسْتُوَائِيَّ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ - امْرَأَةٍ، مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا - أُمُّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عبید روایت کرتے ہیں ایک خاتون سے جن کو ام کلثوم کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ روایت کرتی ہیں حضرت عائشہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھا کرو اگر ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یوں کہنا چاہئے بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ (اللہ کے نام سے کھاتا ہوں ابتداء وانتہاء میں)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٥٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٧) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٦٤) مسند أحمد - باقي مسند

الأنصار (٦/١٤٣) سنن الدارمي- الأطعمة (٢٠٢٠)

شرح الحديث: اسکے بعد حدیث عائشہؓ آرہی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائے، پھر درمیان میں یاد آئے تو اسکو چاہئے کہ یوں کہے بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذری

٣٧٦٨ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُزَاعِيُّ، عَنْ عَمِّهِ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: «مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ جَدُّ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ».

ترجمہ: امیہ بن مخشیؓ جو کہ صحابی رسول ﷺ ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کھانے کا ایک لقمہ باقی بچا تھا جب اس نے اس آخری لقمہ کو اپنے منہ کی طرف اُٹھایا تو یوں کہا بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ (یعنی میں اللہ ہی کے نام سے ابتداء میں انتہاء تک کھاتا ہوں) تو نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے پھر فرمایا شیطان برابر اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے اللہ کا نام لیا تو اس شیطان نے پیٹ کا سب کھایا پیا اُگل دیا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ جابر بن صبح، سلیمان بن حرب کے نانا ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٣٦)

شرح الحديث: اس کے بعد امیہ بن مخشیؓ کی حدیث آرہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے سامنے ایک شخص کھا رہا تھا جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی، وہ اسی طرح کھاتا رہا، جب اخیر میں اس کا ایک لقمہ رہ گیا اس وقت اس نے بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ پڑھا، اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ شیطان مسلسل کھا رہا تھا، جب اس نے اخیر میں بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے جو کچھ اپنے پیٹ میں کھایا تھا اس کی قئ کر دی۔ یعنی بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو بے برکتی ہو رہی تھی بسم کے بعد وہ برکت لوٹ آئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے، اسلئے کہ جب وہ حقیقۃً کھاتا ہے تو فی الواقع قئ بھی کر سکتا ہے۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذری۔

١٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

سہارا لگا کر کھانے کا بیان

٣٧٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا آكُلُ مُتَّكِئًا».

ترجمہ: ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں (تکیہ یا کسی اور چیز کا) سہارا لگا کر نہیں کھاتا۔

تخریج: صحیح البخاري - الأطعمة (٥٠٨٣) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٣٠) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٦٩) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٨/٤) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٧١)۔

٣٧٧٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «مَا رُئِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ، وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی سہارا لگا کر کھاتے نہ دیکھا گیا اور نہ اس طرح چلتے (دیکھا) کہ دو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٧٠) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٤٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی یعنی نشانات قدم کو روندتے تھے دو آدمی، یعنی دو آدمی بھی آپ کے پیچھے پیچھے نہیں چلتے تھے، یعنی آپ کی عادت شریفہ چلنے کے وقت میں اپنے ساتھیوں سے آگے چلنے کی نہ تھی، اما ان یمشي خلفهم كما جاء او يمضي فيهم، بلکہ یا تو آپ پیچھے چلتے یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رجلان میں مشہور یہ ہے کہ بفتح الراء وضم الجیم ہے جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے دوسرا احتمال کسر راء اور سکون جیم کا ہے یعنی قدمین، یعنی لا يمشي خلفه أحد ذو رجلين (بذل [1])۔

أكل متكئا کا مصداق اور تفسیر: أكل متكئا کی کئی طرح تفسیر کی گئی ہے، ایک یہ کہ أن يتمكن في الجلوس للاكل على أي صفة كان یعنی خوب جم کر بیٹھ کر کھانا چاہئے جیسے بھی ہو، اس طرح بیٹھ کر وہی کھائے گا جس کی خوراک زیادہ ہو، زیادہ کھانے کا عادی ہو، وقيل أن يميل على أحد شقيه یعنی کسی ایک طرف کو جھک کر کھانا، دائیں طرف یا بائیں طرف کسی چیز پر ٹیک لگا کر، وقيل أن يعتمد على يده اليسرى من الأرض، یعنی بائیں ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگا کر [2]، اسطرح بیٹھنے پر نکیر بعض روایات میں مطلقاً بھی آئی ہے بغیر کھانے کے، خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ متکئ کے معنی دائیں یا بائیں جانب سہارے سے بیٹھنے کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ متکئ وہ شخص ہے جو گدے اور تکیہ پر بیٹھ کر کھائے [3]، لیکن ابن الجوزی نے اتکاء کے معنی وہی لئے ہیں جس کی تخصیص کا خطابی نے انکار کیا ہے یعنی دائیں یا بائیں جانب ٹیک لگا کر کھانا، اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض محققین سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد چوزانو گدے پر بیٹھ کر کھانا ہے [4]، اسلئے کہ یہ ہیئت وہی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٠٠
[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٥٤١
[3] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٤٣
[4] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٨ ص ١٠٢

شخص اختیار کرتا ہے جو زیادہ کھانے کا عادی ہو، اور نہ یہ تکبر کی بھی علامت ہے۔

کھانے کے وقت پسندیدہ صفت جلوس: حافظ فرماتے ہیں: اولیٰ صفت جلوس میں یہ ہے کہ دو زانوں ظہور قدمین پر بیٹھ کر کھائے یا دایاں گھٹنا کھڑا کرلے اور بائیں کو بچھالے، اور حضرت نے بذل [1] میں حضرت اقدس گنگوہی کی تقریر سے نقل فرمایا ہے کہ مقبول و پسندیدہ ہیئت کھانے میں وہ ہے جس میں کھانے کی طرف پوری توجہ پائی جائے (جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے) اور وہ ہیئت ایسی نہ ہونی چاہئے جس میں زیادہ کھانا کھایا جاتا ہو پیٹ کے فراخ ہو جانے کی وجہ سے (جیسا کہ چوزانوں ہونے کی صورت میں) اور نہ وہ ہیئت متکبرین کی ہو، پس جس ہیئت میں یہ تینوں صفتیں پائی جائیں گی وہ سب سے افضل ہوگی اور جس میں صرف دو پائی جائیں یا ایک وہ اس سے کم درجہ ہوگا اھ بزیادۃ، والحدیث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

۳۷۷۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ «يَأْكُلُ تَمْرًا وَهُوَ مُقْعٍ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے (کسی کام سے) بھیجا جب میں لوٹا تو میں نے آپ ﷺ کو اکڑوں بیٹھے ہوئے سہارا لے کر کھجوریں نوش فرماتے پایا۔ "مقع" کی صحیح تشریح یہاں سہارا لگا کر بیٹھنا ہے اور یہ ضرورت پر محمول ہے (حاشیہ بذل)۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٠٣) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٦٢).

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کے لئے بھیجا جب میں آپ کے پاس لوٹ کر آیا تو میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کھجور نوش فرما رہے تھے کمر کے سہارے سے اکڑوں بیٹھ کر۔

یہ روایت شمائل ترمذی میں بھی ہے جس میں اس طرح ہے: وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ [2] اس کی شرح میں علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: أي متساندا الى ما وراءه من الضعف الحاصل له بسبب الجوع، ففي القاموس: اقعى في جلوسه تساند إلى ما وراءه، وليس الاستناد من آداب الاكل لانه فعله للضرورة. وقال القاري: أي محتبيا مستند الما وراءه من الضعف الحاصل له بسبب الجوع [3].

اس حدیث سے آپ کا اکڑوں اور سہارے سے بیٹھ کر کھانا ثابت ہو رہا ہے، آکُلُ مُتَّكِئًا کے بارے میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے لَا آكُلُ مُتَّكِئًا، اسی لئے تکیہ لگا کر کھانا خلاف سنت اور خلاف ادب ہے، لیکن اس موقع پر آپ تکیہ لگا کر نوش

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٩٩

[2] الشمائل للترمذي رقم الحديث ١٤٢ (مؤسسة الكتب الثقافية، الطبعة الأولى، ١٤١٢هـ)

[3] جمع الوسائل في شرح الشمائل - ج ١ ص ١٩٢، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٨ ص ١٠٢

فرمارہے تھے عذر جوع کی وجہ سے جس کی طرف راوی نے خود اشارہ کیا، اور شراح نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ والحدیث
اخرجه البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۱۸ ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَكْلِ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ

برتن کے بالائی حصہ (درمیان) سے کھانے کا بیان

۳۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَأْكُلْ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ، وَلَكِنْ لِيَأْكُلْ مِنْ أَسْفَلِهَا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلَاهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو پیالے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ کنارے سے کھائے کیونکہ برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے (تاکہ اس کے اثرات آخر تک سارے کھانے میں رہیں)

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (۱۸۰۵) سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۷۲) سنن ابن ماجه - الأطعمة (۳۲۷۷) سنن الدارمي - الأطعمة (۲۰۴۶)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو پلیٹ کے بالائی حصہ یعنی بیچ سے نہ کھائے بلکہ اس سے نیچے کے حصہ سے یعنی کنارے سے کھائے، آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حکمت ارشاد فرمائی کہ اس لئے برکت وسط پلیٹ پر نازل ہوتی ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ بیچ کا حصہ کھانے سے خالی نہیں ہونا چاہیے تاکہ اس پر برکت نازل ہوتی رہے۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۳۷۷۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِرْقٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ - يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا - فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثَرُوا جَثَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا هَذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ اللهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا، يُبَارَكْ فِيهَا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کڑہ (بڑا پیالہ، رکابی) تھا جسے چار آدمی ملکر اٹھاتے تھے وہ غرّاء کے نام سے موسوم تھا، جب اشراق کا وقت ہوا اور لوگوں نے اشراق کی نماز ادا کرلی تو اس کڑہ کو لایا گیا وہ ثرید سے

بھرا ہوا تھا، لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے جب مجمع بڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل تشریف فرما ہوئے تو ایک بدو بولا: یہ بھلا کیا (سادہ سی) بیٹھک ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے منکسر المزاج بندہ بنایا ہے مغرور متکبر نہیں بنایا پھر ارشاد فرمایا: کڑہ کے اطراف میں سے کھاؤ اس کے درمیان سے نہ کھاؤ کیونکہ اس کے درمیانی حصے میں برکت اترتی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٧٣) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٦٣) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٧٥)

شرح الحدیث **آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ملکر جس برتن میں کھانا تناول فرماتے:** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب جس برتن میں کھانا نوش فرمایا کرتے وہ ایک بڑا پیالہ تھا جسکو چار آدمی اٹھا کر لاتے تھے جب کہ اس میں ثرید بھرا ہوا ہوتا تھا، اس پیالہ کا نام غرّاء تھا، پس جب چاشت کا وقت ہوتا اور صحابہ کرام چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو اس پیالہ کو لایا جاتا سب حضرات اس کے چاروں طرف حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ایک مرتبہ جب کھانے والے زیادہ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمٹ کر اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے (ظاہر ہے کہ یہ بہت ادب اور تواضع کی ہیئت ہے اسی لئے) ایک اعرابی نے کہا کہ یہ بیٹھنے کی کیسی ہیئت ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شریف الطبع بندہ بنایا ہے، اور مجھ کو متکبر اور سخت مزاج نہیں بنایا ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ اس پیالہ کے چاروں طرف سے کھاؤ، اور اس کا درمیانی حصہ چھوڑے رہو کہ اس پر برکت اترتی ہے۔

شمائل ترمذی میں آپ کے قدح کا بھی ذکر آتا ہے جس پر امام ترمذی نے مستقل باب باندھا ہے جس میں یہ ہے: عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ الحديث [1] کہ آپ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، جس کے بارے میں یہ بھی حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب پینے کی چیزیں اس پیالہ سے نوش فرماتے تھے الْمَاءَ وَالنَّبِيذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ، اور یہ غرّاء جس کا ذکر حدیث الباب میں ہے یہ ایک بڑے برتن کا نام ہے جس میں آپ اور سب صحابہ ایک ساتھ ثرید کھایا کرتے تھے۔ والحديث اخرجه ابن ماجه. قاله المنذري۔

١٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَا يُكْرَهُ

ایسے دستر خوان پر شرکت کرنا جہاں پر حرام ماکولات رکھے ہوں

٣٧٧٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلَى بَطْنِهِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَسْمَعْهُ جَعْفَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ مُنْكَرٌ.

---

[1] الشمائل للترمذي - باب ما جاء في قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه حديثان ١٩٥

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دو قسم کے کھانوں سے منع فرمایا، ایسے دستر خوان پر بیٹھنے سے جس پر شراب ہو اور دوسرے پیٹ کے بل لیٹ کر کھانے سے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ: جعفر نے یہ حدیث زہری سے نہیں سنی اور یہ حدیث منکر ہے۔

۳۷۷۵ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ

ترجمہ: زید بن ابی زرقاء فرماتے ہیں کہ جعفر بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث زہری سے ایک (مجہول) واسطے کے ساتھ پہنچی ہے (یعنی جعفر بن برقان کا سماع زہری سے ثابت نہیں)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۷٤) سنن ابن ماجه - الأطعمة (۳۳۷۰)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو طرح کے کھانوں سے منع فرمایا ہے، ایک اس دستر خوان پر جہاں شراب پی جارہی ہو، اور ایک یہ کہ آدمی اس طرح کھائے کہ وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا ہو۔ والحدیث اخرجہ النسائی۔

۲۰- بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

دائیں ہاتھ سے کھانے کا بیان

۳۷۷۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اس کو چاہئے کہ داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (۲۰۲۰) جامع الترمذي- الأطعمة (۱۷۹۹) سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۷٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸/۲) موطأ مالك - الجامع (۱۷۱۲) سنن الدارمي- الأطعمة (۲۰۳۰)

شرح الحدیث: یہ حدیث عند الجمہور اپنی حقیقت پر محمول ہے، قال فی 'النیل' والذی علیہ الجمہور من السلف والخلف من المحدثین وغیرہم ان اکل الشیطان محمول علی ظاہرہ وان للشیطان یدین ورجلین، وفیہم ذکر وانثی وانہ یأکل حقیقۃ بیدہ اذالم یدفع، وقیل ان اکلہم علی المجاز والاستعارۃ، وقیل ان اکلہم شم واسترواح ولاملجئ الی شئی من ذلک اھ ابواب الاستنجاء میں یہ سارا مضمون تقریباً گزر چکا ہے، یہ جو گزرا کہ یہ حدیث مجاز پر محمول ہے یعنی معنی مجازی یہ ہو سکتے ہیں کہ انہ یأمر بذلک ویحرض علیہ، یعنی اکل بالیسار پر شیطان ابھارتا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

۳۷۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ أَبِي وَجْزَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْنُ بُنَيَّ فَسَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ».

ترجمہ عمرو بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا کہ بیٹے میرے قریب آجاؤ اور بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

تخریج صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٦١) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٢٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٥٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٧٧) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٦٥) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٦/٤) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠١٩) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٤٥)

شرح الحدیث بعض نسخوں میں اس کے بعد یابُنَيَّ کی زیادتی ہے اس لئے کہ یہ عمر بن ابی سلمہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے بیٹے ہیں ان کے پہلے خاوند ابو سلمہ سے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا یابُنَيَّ۔

اس حدیث میں دو ادب مذکور ہیں، اکل بالیمین، اور پلیٹ کے کنارے سے جو کھانے والے کے قریب ہوتا ہے سے کھانا کما تقدم فی باب الاکل من اعلی الصحفة۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه من حدیث أبي نعيم، وهب بن كيسان۔ عن عمر بن أبي سلمة بنحوه واخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه من حدیث عروة بن الزبیر عن عمر بن ابی سلمة. قاله المنذری.

۲۱ - بَابٌ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ

گوشت کھانے کا بیان

۳۷۷۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّينِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ، وَانْهَسُوهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا گوشت چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ عجمیوں (عجم کے کافروں) کا طریقہ ہے اور بلکہ گوشت کو دانتوں کے کناروں سے نوچ کر کھاؤ۔ کیونکہ اس طرح کھانا زود ہضم اور فرحت بخش ہے۔ (بذل المجہود میں یہ حدیث (باب ماجاء فی الأكل من أعلى الصحفة) اگرچہ عام مروجہ نسخوں میں نہیں ہے)۔

شرح الحدیث لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّينِ: **قطع اللحم بالسكين من اختلاف روايات**: اس حدیث میں چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے سے منع کیا گیا ہے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھایا کرو کہ وہ زیادہ خوشگوار اور لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث کا ذکر 'الدر المنضود' کے مقدمہ میں آیا ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جن پر ابن الجوزی نے وضع کا حکم لگایا ہے، لیکن موضوع کہنا تو مشکل ہے البتہ ضعیف کہہ سکتے ہیں، صحاح ستہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ بجز ابن ماجہ کی بعض احادیث کے کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔

چھری سے گوشت کاٹنے کا ثبوت روایات میں موجود ہے جیسا کہ کتاب الطہارۃ ''باب فی ترك الوضوء مما مست النار'' میں حدیث گزر چکی ہے جس میں ہے 'وَأَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ' وقد تقدم الكلام هنالك، ایک توجیہ جو وہاں نہیں گزری یہ ہے کہ منع اس گوشت سے متعلق ہے جو خوب اچھی طرح پکا ہوا ہو قد تکامل نضجہ اسلئے کہ وہاں چھری سے کاٹنے کی حاجت ہی نہیں ہے نرم ہونے کی وجہ سے ہاتھ ہی سے کام چل سکتا ہے۔

۳۷۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنْتُ آكُلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ اللَّحْمَ بِيَدِي مِنَ الْعَظْمِ، فَقَالَ: «أَدْنِ الْعَظْمَ مِنْ فِيكَ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «عُثْمَانُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ صَفْوَانَ وَهُوَ مُرْسَلٌ».

ترجمہ حضرت صفوان بن امیہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میں گوشت کو (ہاتھ کے ذریعے) ہڈی سے جدا کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ہڈی اٹھا کر منہ سے لگاؤ (اور گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ) ہڈی کو اپنے منہ سے لگا کر (صاف کرو) کہ یہ زود ہضم اور خوشگوار ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عثمان نے صفوان سے نہیں سنا اور یہ روایت مرسل ہے۔

تخریج جامع الترمذي- الأطعمة (۱۸۳۵) سنن أبي داود- الأطعمة (۳۷۷۹) مسند أحمد- مسند المكيين (۴۰۰/۳) مسند أحمد- من مسند القبائل (۴۶۵/۶) سنن الدارمي- الأطعمة (۲۰۷۰)

شرح الحدیث بظاہر مراد صفة الاكل یعنی گوشت کھانے کا طریقہ بیان کرنا ہے، چنانچہ مضمون حدیث یہ ہے صفوان بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو میں اس طرح کرتا تھا کہ ہڈی پر سے گوشت اپنے ہاتھ سے اتار کر اسکو کھاتا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ اس ہڈی ہی کو منہ کے قریب لیجا کر دانتوں سے نوچ کر کھاؤ کہ وہ زیادہ خوشگوار اور لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

۳۷۸۰- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «كَانَ أَحَبُّ الْعُرَاقِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرَاقَ الشَّاةِ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تمام ہڈیوں میں نبی اکرم ﷺ کو بکری کی وہ ہڈی سب سے زیادہ پسند تھی جس پر گوشت لگا ہو۔

٣٧٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ» قَالَ: «وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ هُمْ سَمُّوهُ».

ترجمہ: ابوداؤد اسی سند سے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دستی کا گوشت پسند تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دستی کے گوشت میں ہی زہر دیا گیا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گمان تھا کہ یہودی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو زہر دیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٩٧)

شرح الأحاديث: عُراق، عَرق کی جمع ہے وہ ہڈی جس پر گوشت ہو، یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بکری کا وہ گوشت زیادہ پسند تھا جو ہڈی پر ہوتا ہے بعض لوگ خالص گوشت کی بوٹی پسند کرتے ہیں، اور بعض کو ہڈی دار گوشت پسند ہوتا ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی یہی پسند تھا۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

اور اسکے بعد والی حدیث میں آرہا ہے: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ: وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ هُمْ سَمُّوهُ، یعنی آپ کو دست کا گوشت پسند تھا اسی لئے آپ کو زہر دینے والے نے اسی میں زہر دیا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ آپ کو ذراع پسند ہے آپ اسی کو نوش فرمائیں گے۔

آپ کو زہر کسی یہودی نے دیا تھا اس کے بارے میں حدیث کتاب الدیات میں آرہی ہے بَابٌ فِيمَنْ سَقَى رَجُلًا سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ کے ذیل میں، وہاں اس سلسلہ کی کئی روایات ہیں وہاں یہ بھی آرہا ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذِهِ أُخْتُ مَرْحَبٍ الْيَهُودِيَّةُ [1] یعنی جس یہودیہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو زہر دیا تھا وہ مرحب کی بہن تھی، جس کا نام زینب بنت الحارث تھا وذكر الزهري انها اسلمت اھ من البذل [2] اور ابن الجوزی کی تلقیح ص ٤٥ میں یہ بھی ہے کہ یہ عورت سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ والحديث اخرجه الترمذي، وقد اخرج البخاري ومسلم من حديث ابي زرعة بن عمرو بن جرير عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم رفع اليه الذراع وكانت تعجبه الحديث. قاله المنذري۔

٢٢ - بَابٌ فِي أَكْلِ الدُّبَّاءِ

باب کدو کھانے کے بیان میں

دباء کا ذکر اوعیہ نبیذ میں بھی گزر چکا ہے یعنی کدو جسکو لوکی بھی کہتے ہیں، بعض ان میں سے مستطیل ہوتے ہیں بعض مستدیر، نبیذ بنانے کیلئے تو زیادہ موزوں مستدیر ہی ہے کہ پیالہ کی شکل میں ہوتا ہے، بہر حال، جونسا بھی ہو یہ باہر سے سبز ہوتا ہے اور

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب فيمن سقى رجلا سما أو أطعمه فمات أيقاد منه ٤٥٠٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٢٢

اندر سے سفید نکلتا ہے، اس کا گودا نرم اور لطیف ہوتا ہے، اطباء نے اسکے بہت فوائد لکھے ہیں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ خصائل نبوی میں لکھتے ہیں: کدو کے فوائد علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں من جملہ انکے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے اھ [1] کدو کی ایک قسم اور ہے جس کا باہر سے رنگ گلابی سا ہوتا ہے اور اندر سے اصفر، جسکو میٹھا کدو کہتے ہیں، جو یہاں [2] حجاز میں بھی ہوتا ہے لیکن کی کے ساتھ وہ اس سے مراد نہیں اسلئے کہ جو کدو آپ کو محبوب تھا اسکے بارے میں ایک روایت میں یہ آیا ہے: عَنْ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا (شمائل) [3] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس کدو کو گوشت وغیرہ دوسرے سالن میں بھی شامل کرکے پکایا جاتا ہے جس سے سالن میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہ بات کدو کی اس دوسری قسم میں نہیں پائی جاتی، اس کو تو مستقل ہی پکایا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

٣٧٨٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الصَّحْفَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے آپ ﷺ کو اپنے تیار کردہ کھانے کی دعوت دی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا گیا تو اس شخص نے آپ ﷺ کو جو کی روٹی اور کدو کا شوربا اور خشک نمکین گوشت پیش کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو برتن (پلیٹ) کے کناروں سے کدّو کے قاشے (ٹکڑے) تلاش کرتے دیکھا۔ پس اس روز سے میں ہمیشہ کدّو کو پسند کرتا ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٨٦) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٦٤) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤١) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٤٩) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٢) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٨٠) موطأ مالك - النكاح (١١٦١) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٥٠)

شرح الحدیث: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ: یعنی ایک درزی نے آپ ﷺ کے کھانے کی دعوت کی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس دعوت میں آپ کے ساتھ میں بھی گیا، اس داعی نے آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا جس کے اندر گوشت اور کدو تھا پیش کیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پلیٹ میں سے

---

[1] شمائل ترمذی مع خصائل نبوی — ص ١١٩ (دار الاشاعت طبع اول ذو الحجة ١٤١١ھ)

[2] یہ سطور چونکہ دوران قیام حجاز ہی میں لکھی گئیں اس لئے "یہاں" لکھا گیا ١٢۔

[3] الشمائل للترمذي - باب ما جاء في إدام رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه حديثا ١٦١

کدو کے ٹکڑے تلاش کرتے تھے فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ۔

اس خیاط کے بارے میں ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کا غلام اور مولی تھا۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٢٣ ۔ بَابٌ فِي أَكْلِ الثَّرِيدِ

ثرید کھانے کا بیان

٣٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيدُ مِنَ الْخُبْزِ، وَالثَّرِيدُ مِنَ الْحَيْسِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو (شوربہ میں پکی ہوئی) روٹی کا ثرید اور حیس (کھجور، پنیر، گھی سے تیار شدہ حلوے) کا ثرید تمام کھانوں میں پسندیدہ تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

شرح الحدیث: ثرید کھانے کی ایک خاص قسم ہے مشہور ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت اور شوربے میں ملا دیئے جاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثرید کی دو قسمیں ہیں ایک میں صرف گوشت اور روٹی کے ٹکڑے ہوتے ہیں، یہ تو نمکین ثرید ہوا، اور ایک ثرید وہ ہوتا ہے جو روٹی کے ٹکڑوں کے ساتھ کھجور اور پنیر اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے، یہ گویا میٹھا ثرید ہوا، اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ کو یہ دونوں ہی پسند تھے۔

ثرید کی احادیث میں بکثرت تعریف آئی ہے، اس میں بڑی خوبیاں ہیں، لذت کے ساتھ غذائیت اور کھانے میں نہایت لطیف اور نرم جس کو چبانا نہیں پڑتا، ہضم بھی بسہولت ہوتا ہے، ایک مشہور حدیث میں ہے: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ [1] اس پر حاشیہ خصائل میں لکھا ہے: یعنی کما ان الثرید جامع لفوائد شتی من الغذائیة واللذة والقوة، حتی قیل انه یعید الشیخ الی صباه، کذلك ھی تجمع بین فضائل شتی من الفضل والفقه والفصاحة والفطانة وغیرها اھ۔

٢٤ ۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّقَذُّرِ لِلطَّعَامِ

کھانے کی چیز سے گھن کرنے اور اظہار کراہت کا بیان

 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،

---

[1] الشمائل للترمذي — باب ما جاء في إدام رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه حديثا ١٧٤

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ، فَقَالَ: «لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِي صَدْرِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةَ».

ترجمہ قبیصہ بن ہلب اپنے والد ہلبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس حال میں کہ آپ ﷺ سے ایک شخص دریافت کر رہا تھا کہ بعض (حلال) کھانوں سے طبعاً مجھے کراہت ہوتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے جی میں ہر گز نصرانیت والا کوئی خلجان نہ آئے (کہ تم نصاریٰ کی طرح بلاوجہ شکوک اور تشدد میں مبتلا ہو جاؤ، بذل المجہود)۔

تخریج جامع الترمذي- السير (١٥٦٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٤) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٣٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٢٦)

شرح الحديث على اتم وجه یعنی کسی شخص نے آپ سے کسی کھانے کی چیز کے بارے میں کوئی سوال کیا اور یوں کہا کہ بعض کھانے ایسے ہیں جن کے کھانے میں میں حرج سمجھتا ہوں تو اس پر آپ نے فرمایا کہ کسی حلال کھانے کے بارے میں تجھ کو کوئی خلجان نہ ہونا چاہئے، بلا وجہ شک اور تردد، ورنہ تیرا یہ فعل نصرانیت اور رہبانیت کے مشابہ ہوگا جو اسلام میں ممنوع اور مذموم ہے، رہبانیت یعنی عبادت میں اور تقویٰ میں غلو، اور ترک دنیا، جس کو بعض نصاریٰ نے اختیار کیا تھا وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ الآية [1] اس حدیث کا ایک مطلب تو یہی ہے جو ہم نے لکھا اور بظاہر مصنف نے بھی اسی معنی کی طرف ترجمۃ الباب سے اشارہ کیا، اور دوسرے معنی شراح نے اس حدیث کے یہ لکھے ہیں جو پہلے معنی کی ضد ہیں وہ یہ کہ جس کھانے میں تم کو نصرانیت کی مشابہت اور بو محسوس ہوتی ہو یعنی حلت میں اشکال، اسکے بارے میں خلجان نہیں ہونا چاہئے یعنی یہ تردد کہ اسکو کھائیں یا نہ کھائیں بلکہ بالجزم اسکو نہیں کھانا چاہئے، مضارعت کے معنی مشابہت، پہلے معنی کا حاصل منع عن ترك الاكل ہے، اور دوسرے معنی کا حاصل منع عن الاكل، پہلے معنی کی صورت میں بظاہر تقدیر عبارت یہ ہوگی والا ضارعت فيه النصرانية، اور دوسرے معنی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ضارعت فيه النصرانية کو صفت مانا جائے "شئ" کی، لیکن اس طرح کسی شارح نے اس کی تصریح نہیں کی، میری سمجھ میں غور کرنے سے یہی آتا ہے فليتأمل [2]۔ بعد میں الكوكب الدرى میں اس کی تصریح مل

---

[1] اور ایک ترک کرنا دنیا کا جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ (سورۃ الحدید ۲۷)

[2] حضرت نے بذل میں معنی اول ہی کو اختیار فرمایا ہے اور لکھا ہے: والجملة الشرطية مستانفه لبيان سبب النهي، والمعنى لا يدخل في قلبك ضيق وحرج لانك على الحنفية السمحة السهلة، فاذا شككت وشددت على نفسك بمثل هذا شابهت فيه الرهبانية، اسکے بعد حضرت گنگوہی کی تقریر سے اسطرح نقل فرمایا وكتب مولانا محمد يحيى المرحوم ايحتمل ان تكون الجملة صفة لشئ وان تكون جوابا لشرط محذوف، وايا ما كان فالغرض منه النهي عن تحرض الطيبات من المآكل لا لغرض صحيح عند الشرع اھ (ج ١٦ ص ١١٠) حضرت کی اس تقریر میں حل عبارت اور اسکی ترکیب تو خوب وضاحت سے ہو گئی لیکن ہمارے خیال میں وايا ما كان کے بعد جو غرض متکلم لکھی ہے وہ احتمال سے مربوط ہے نہ کہ ہر دو احتمال سے، احتمال ثانی یعنی یہ کہ ضارعت فيه النصرانية

گئی۔ والحديث اخرجه الترمذی وابن ماجه، وقال الترمذی: حسن، قاله المنذری۔

٢٥۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا

گندگی کھانے والے جانوروں کا گوشت اور دودھ پینے کی ممانعت کا بیان

٣٧٨٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاست کھانے والے جانوروں کے کھانے اور انکا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج: جامع الترمذی - الأطعمة (١٨٢٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٥)

٣٧٨٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لَبَنِ الْجَلَّالَةِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے گندگی کھانے والے جانوروں کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔

تخریج: جامع الترمذی - الأطعمة (١٨٢٥) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٤٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٦)

٣٧٨٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَهْمٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ: أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا، أَوْ يُشْرَبَ مِنْ أَلْبَانِهَا".

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپاکی کھانے والے اونٹ پر سواری کرنے اور ایسی اونٹنی کا دودھ پینے سے ممانعت فرمائی ہے۔

تخریج: جامع الترمذی - الأطعمة (١٨٢٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٧)

شرح الاحادیث: جلالہ وہ حیوان ہے جو نجاست کھانے کا عادی ہو کھلا پھرنے کی وجہ سے، اور منع اس صورت میں ہے اسکے کھانے سے جب کہ نجاست کا اثر اس کے لبن اور لحم میں ظاہر ہونے لگے، اور جب تک ظاہر نہ ہو تو اس کا کھانا جائز ہے، اور

لہ کو شرط محذوف کا جواب مانا جائے، اس صورت میں تو اس عبارت سے معنیین مذکورین میں سے معنی ثانی نکلتے ہیں، فتأمل یہ حدیث چونکہ ترمذی میں بھی ہے اس لئے ہم نے مراجعت کی کوکب دری کی طرف، اس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ترکیب کے معنی الگ ہیں، ایک صورت میں معنی یہ ہوں گے اور دوسری صورت میں دوسرے فللہ الحمد، امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں باب فی طعام المشرکین کے ذیل میں ذکر کیا ہے اور اخیر میں فرمایا ہے والعمل على هذا عند اهل العلم من الرخصة فی طعام اهل الكتاب اور یہی معنی امام ابو داؤد نے بھی اختیار کئے ہیں جیسا کہ اوپر ہم لکھ چکے ہیں، اور حضرت گنگوہی نے کوکب میں بھی اسی معنی کو ترجیح دی ہے اور اسی معنی کو اساتذہ کی طرف منسوب کیا ہے والذی افادہ الاساتذة فی معناہ ان الواجب ان لا یختلج فی قلبك طعام مالم تعلم حرمته او تظن فان فعلت ذلك ضارعت فيه النصرانية الى آخره، کوکب ج ١ ص ٤١٦۔

ظہور اثر نجاست کے بعد اس کے کھانے کے جواز کی شکل یہ ہے کہ چند روز اس کو باندھ کر رکھا جائے یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔

جلاله کے حکم میں مذاہب ائمه: اکل جلالہ کے بارے میں مذاہب حاشیۂ بذل میں اس طرح لکھے ہیں کہ جمہور کے نزدیک کراهة تنزیہی ہے اور بعض شافعیہ کے نزدیک للتحریم وهو قول الحنابلة، اور امام مالک کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کما فی الشرح الکبیر [1]، اور خطابی کی 'معالم السنن' میں مذاہب یہ لکھے ہیں: فکرہ ذلك أبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأحمد وقالوا: لا تؤكل حتى تحبس أياما، فإذا طاب لحمها فلا بأس بأكله. وقال إسحاق بن راهويه: لابأس ان يؤكل لحمها بعد أن يغسل غسلا جيدا وكان الحسن البصري لا يرى بأسا بأكل لحوم الجلالة، وكذلك قال مالك بن أنس اه [2]۔

اول احاديث الباب حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اخرجه الترمذی وابن ماجه، وحديث ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما اخرجه النسائى، قاله المنذرى۔

٢٦ - بَابٌ فِي أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ

باب گھوڑے کا گوشت کھانے کے بیان میں

لحم خیل کا مسئلہ اختلافی ہے، مصنف نے بھی اس باب میں دونوں طرح کی روایات ذکر کی ہیں، منع اور جواز کی، امام احمد اور شافعی کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، اور امام ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک مکروہ ہے، اب یہ کہ کراہت انکے نزدیک تنزیہی ہے یا تحریمی؟ 'بذل' میں لکھا ہے کہ امام صاحب سے اس میں روایات مختلف ہیں، حسن بن زیاد کی روایت میں ان سے تحریم منقول ہے اور ظاہر الروایۃ امام صاحب سے کراہت کی ہے نہ کہ تحریم کی، الی آخر مابسط فی البذل [3]، اور هدایہ میں ہے: وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللهُ: لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ. ثُمَّ قِيلَ: الْكَرَاهَةُ عِنْدَهُ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ. وَقِيلَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ. وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَأَمَّا لَبَنُهُ فَقَدْ قِيلَ: لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي شُرْبِهِ تَقْلِيلُ آلَةِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١١٠

[2] فكره ذلك أبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأحمد بن حنبل وقالوا لا تؤكل حتى تحبس أياماً وتعلف علفاً غيرها فإذا طاب لحمها فلا بأس بأكله. وقد روي في حديث أن البقر تعلف أربعين يوماً ثم يؤكل لحمها. وكان ابن عمر رضي الله عنه يحبس الدجاجة ثلاثاً ثم يذبح. وقال إسحاق بن راهويه لا بأس أن يؤكل لحمها بعد أن يغسل غسلاً جيداً. وكان الحسن البصري لا يرى بأساً بأكل لحوم الجلالة. وكذلك قال مالك بن أنس اه (معالم السنن — ج ٤ ص ٢٤٤ - ٢٤٥)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١١٤

الجهاد اھ [1]۔

مختصراً بحذف الدلائل ،وفی الجوهرة :یکرہ تحریما عند ابی حنیفة وعندهما لا بأس به وفی الکوکب واجتماع روایتی التحریم والحلة یرجح الحرمة ولذا المذهب إلی الحرمة أبو حنیفة ومالك والأوزاعی وغیرهم واللہ تعالی أعلم اھ [2]۔

بظاہر حضرت نے امام صاحب سے جو حسن بن زیاد کی روایت ہے اس کو اختیار فرمایا، لیکن ظاہر الروایۃ امام ابو حنیفہ سے مطلق کراہت ہے نہ کہ تحریم کما تقدم عن البذل ،وکذا المذکور فی الهدایة کراهة تحریم لا الحرمة، حضرت گنگوہی کی تقریر ترمذی اور ابوداؤد دونوں میں یہ ہے کہ اذن کی روایت جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح ہے یوم خیبر کی ہے، اور حضرت خالد کی روایت میں تحریم مذکور ہے ولاشك فی انه اسلم بعد خیبر ،فلم تکن روایة التحریم الامتأخرة اھ من البذل والکوکب۔

٣٧٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَأَذِنَ لَنَا فِي لُحُومِ الْخَيْلِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گدھے کا گوشت (کھانے) سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٣٩٨٢) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٠١) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٤١) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٣) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٨) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٣)

٣٧٨٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَبَحْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ، وَالْبِغَالَ، وَالْحَمِيرَ، «فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ، وَلَمْ يَنْهَنَا عَنِ الْخَيْلِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ روز خیبر ہم نے گدھے، خچر اور گھوڑے ذبح کئے پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خچروں اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا اور گھوڑوں کے گوشت سے نہ روکا۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٣٩٨٢) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٠١) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٤١) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٣) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٨٩) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٣)

٣٧٩٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شَبِيبٍ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، قَالَ حَيْوَةُ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج٧ ص ١٤٠ - ١٤١.

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج٢ ص ١١

أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ، وَالْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ» . زَادَ حَيْوَةُ: «وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَا بَأْسَ بِلُحُومِ الْخَيْلِ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَهَذَا مَنْسُوخٌ قَدْ أَكَلَ لُحُومَ الْخَيْلِ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: ابْنُ الزُّبَيْرِ، وَفَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، وَسُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ، وَعَلْقَمَةُ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْبَحُهَا".

ترجمہ خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ حیوۃ نے اضافہ کیا اور ہر کچلی والے وحشی درندے کے کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابو داود فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں اور اس حدیث پر عمل نہیں۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت منسوخ ہے، اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت نے گھوڑے کا گوشت کھایا ان میں حضرت ابن زبیر، فضالہ بن عبید، انس بن مالک، اسماء بنت ابی بکر، سوید بن غفلہ اور علقمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قریشی گھوڑوں کو ذبح کرتے تھے۔

تخریج سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٣١) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩٠) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩٨)

شرح الاحادیث مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اول حدیث جابر دو طریق سے جسکا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر بغال و حمیر کے لحوم سے منع فرمایا اور لحوم خیل کی اجازت دی، اور دوسری حدیث حضرت خالد بن الولیدؓ کی مرفوعا نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ، وَالْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ، وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، ان دونوں روایتوں سے متعلق کلام اوپر گزر چکا جس میں یہ گزر چکا کہ حضرت خالد بن الولیدؓ کی روایت مؤخر ہے حدیث جابر سے، نیز مبیح اور محرم میں جب تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے، مزید کلام دلائل پر بذل کے اندر دیکھا جائے، حدیث کا آخری جزء ذی ناب سبع سے متعلق ہے جس کا آگے مستقل باب آرہا ہے، حدیث جابر رضي الله تعالى عنه الاول اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحديثه الثاني اخرجه مسلم بمعناه، وحديث خالد رضي الله تعالى عنه اخرجه النسائي وابن ماجه. قاله المنذري.

٢٧ ـ بَابٌ فِي أَكْلِ الْأَرْنَبِ

خرگوش کھانے کا بیان

ارنب یعنی خرگوش یہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حلال ہے بعض سلف کا اس میں اختلاف منقول ہے۔

٣٧٩١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا حَزَوَّرًا فَاصَّدْتُ أَرْنَبًا فَشَوَيْتُهَا، فَبَعَثَ مَعِي أَبُو طَلْحَةَ بِعَجُزِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَبِلَهَا».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھریرہ چست لڑکا تھا میں نے ایک خرگوش شکار کیا اور اس کو بھون لیا تو ابو طلحہؓ نے اس کا پچھلا حصہ میرے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا، میں وہ لیکر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو شرف قبول بخشا۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٣) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧١) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٥٣) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٨٩) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣١٢) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩١) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٤٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٨/٣) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٣)

مضمون حدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب میں چست اور قوی لڑکا سا تھا تو ایک خرگوش کا شکار کیا پھر اس کو میں نے آگ پر بھونا تو میرے والد ابو طلحہ نے اسکی ران حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی، میں آپ کی خدمت میں اس کو لے کر آیا تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

٣٧٩٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي خَالِدَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ، يَقُولُ: إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ بِالصِّفَاحِ قَالَ: مُحَمَّدٌ مَكَانٌ بِمَكَّةَ وَإِنَّ رَجُلًا جَاءَ بِأَرْنَبٍ قَدْ صَادَهَا فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو مَا تَقُولُ: قَالَ: «قَدْ جِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ فَلَمْ يَأْكُلْهَا، وَلَمْ يَنْهَ عَنْ أَكْلِهَا، وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيضُ».

ترجمہ: محمد بن خالد بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد خالد بن الحویرث کو فرماتے ہوئے سنا کہ عبد اللہ بن عمروؓ صفاح نامی مقام پر تھے...... محمد بن خالد بتاتے کہ (صفاح) مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے...... کہ ایک شخص ایک شکار کردہ خرگوش لیکر آیا اور عرض کیا: اے عبد اللہ بن عمرو! آپ (اس کے بارے میں) کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سامنے خرگوش لایا گیا جب کہ میں شریک مجلس تھا تو آپ ﷺ نے اس کو نوش نہ فرمایا اور نہ اس کے کھانے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو حیض کا خون آتا ہے۔

مضمون حدیث: اسکے بعد والی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے پاس خرگوش لے کر آیا جس کو اس نے شکار کیا تھا، اور ان سے دریافت کیا کہ آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ لایا گیا تھا تو آپ نے نہ تو اس کو نوش فرمایا تھا اور نہ اس کے کھانے سے منع فرمایا تھا۔

شرح الأحادیث: بذل[1] میں لکھا ہے کہ حدیث اول أكل أرنب کے جواز پر دال ہے کیونکہ آپ نے اس کو قبول فرمایا اور حدیث ثانی باوجود ضعف کے کراہت پر دلالت نہیں کرتی، اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے، وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيضُ، اس پر حضرت گنگوہی کی تقریر میں یہ تحریر ہے کہ آپ ﷺ نے خرگوش کا یہ خاصہ تحریم یا کراہت کی طرف اشارہ کیلئے نہیں فرمایا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١١٦

کیونکہ حیض کا بدن سے خارج ہو جانا یہ تو باقی گوشت کیلئے موجب نظافت ہے بلکہ آپ ﷺ کا یہ ذکر فرمانا بطور اظہار تعجب کے ہے کہ اسکو بھی آدمیہ کی طرح حیض آتا ہے اھ امام ترمذی نے حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ "وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ: لَا يَرَوْنَ بِأَكْلِ الأَرْنَبِ بَأْسًا، وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ أَكْلَ الأَرْنَبِ، وَقَالُوا: إِنَّهَا تُدْمِي اھ [1]، اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بعض اہل علم کے نزدیک شاید وجہ کراہت یہی ہے یعنی اسکو حیض آنا؟ اب یہ کہ کن کن حیوانات کو حیض آتا ہے اسکے بارے میں حاشیہ بذل میں ہے: تحیض من الحیوانات المرأة والضبع والخفاش والأرنب، ویقال الکلبة أیضا، وقیل الناقة والوزغة أیضا کذا فی القسطلانی، واکتفی صاحب حیاة الحیوان علی الأربعة الأول [2]. حدیث انس رضی اللہ تعالی عنہ اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ، قالہ المنذری۔

۲۸ - بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبِّ

گوہ کھانے کا بیان

۳۷۹۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ خَالَتَهُ، أَهْدَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمْنًا، وَأَضُبًّا، وَأَقِطًا، «فَأَكَلَ مِنَ السَّمْنِ، وَمِنَ الْأَقِطِ، وَتَرَكَ الْأَضُبَّ، تَقَذُّرًا» وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میری خالہ (ام حفید) نے رسول اللہ ﷺ کو گھی، گوہ اور پنیر پیش خدمت کیا آپ ﷺ نے گھی اور پنیر میں سے تناول فرمایا اور طبعی ناگواری کے سبب گوہ کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ آپ ﷺ کے دستر خوان پر کھائی گئی اگر وہ حرام ہوتی تو آپ ﷺ کے دستر خوان پر نہ کھائی جاتی۔

تخریج: صحیح البخاری - الهبة وفضلها والتحریض علیها (۲٤۳٦) صحیح البخاری - الأطعمة (٥٠٧٤) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٩٢٥) صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹٤۷) سنن النسائی - الصید والذبائح (٤۳۱۸) سنن أبي داود - الأطعمة (۳۷۹۳) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲٥٥/۱)

۳۷۹٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَقَالَ: بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ: أَخْبِرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ، فَقَالُوا: هُوَ ضَبٌّ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنَّهُ لَمْ

[1] جامع الترمذي - كتاب الأطعمة - باب ما جاء في أكل الأرنب ۱۷۸۹

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱٦ ص ۱۱٦

يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ» قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَرْتُهُ، فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ.

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے گھر میں داخل ہوا تو ایک بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھانا چاہا تو حضرت میمونہؓ کے گھر میں موجود کسی عورت نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کو بتادو اس کے بارے میں جس میں سے آپ تناول فرمانا چاہتے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ گوہ ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے استفسار کیا کہ کیا یہ حرام ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں حرام نہیں لیکن یہ میری سرزمین میں نہیں پائی جاتی اس سبب سے مجھے اس سے طبعی کراہت ہوتی ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (ہمت کرکے) اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو کھالیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٧٦) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢١٧) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٤٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣١٦) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩٤) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٤١) مسند أحمد - مسند الشاميين (٨٨/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٢/٦) موطأ مالك - الجامع (١٨٠٥) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٧)

٣٧٩٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ وَدِيعَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ فَأَصَبْنَا ضِبَابًا، قَالَ: فَشَوَيْتُ مِنْهَا ضَبًّا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَأَخَذَ عُودًا فَعَدَّ بِهِ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ قَالَ «إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ، وَإِنِّي لَا أَدْرِي أَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ» قَالَ: فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَنْهَ.

ترجمہ: حضرت ثابت بن ودیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک لشکر تھے تو ہم لوگوں نے چند گوہ شکار کیں میں ان میں سے ایک گوہ کو بھون کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس کو پیش خدمت کیا، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک لکڑی لے کر اس کی انگلیاں شمار فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم جانور کی صورت میں مسخ ہوگئی تھی اور بلاشبہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کونسا جانور ہے؟ حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس میں سے تناول نہ فرمایا اور نہ اس سے روکا۔

تخریج: سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٠) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٣٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٠/٤) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٦)

٣٧٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ».

ترجمہ: عبد الرحمان بن شبل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔

شرح الحدیث: ضب یعنی گوہ مشہور صحرائی جانور ہے گرگٹ کی طرح لیکن اس سے چوڑا اور موٹا ہوتا ہے زمین میں بل بنا کر رہتا ہے، راجستھان، سندھ اور نجد کے صحراء میں بہت ہوتا ہے، اس کا تیل بھی بنایا جاتا ہے جو علاج میں کام آتا ہے یہ جانور بہت قوی اور گرم ہوتا ہے، بہت سے لوگ اس کو کھاتے بھی ہیں، اہل نجد کے یہاں خوب کھایا جاتا ہے۔

حنفیہ کے یہاں حلال مع الکراہۃ ہے، ففی الھدایہ: وَيُكْرَهُ أَكْلُ الضَّبُعِ وَالضَّبِّ وَالسُّلَحْفَاةِ وَالزُّنْبُورِ وَالْحَشَرَاتِ كُلِّهَا أَمَّا الضَّبُعُ فَلِمَا ذَكَرْنَا. وَأَمَّا الضَّبُّ فَلِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حِينَ سَأَلَتْهُ عَنْ أَكْلِهِ. وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي إِبَاحَتِهِ، وَالزُّنْبُورُ مِنَ الْمُؤْذِيَاتِ. وَالسُّلَحْفَاةُ مِنْ خَبَائِثِ الْحَشَرَاتِ وَلِهَذَا لَا يَجِبُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِقَتْلِهِ شَيْءٌ. وَإِنَّمَا تُكْرَهُ الْحَشَرَاتُ كُلُّهَا اسْتِدْلَالًا بِالضَّبِّ لِأَنَّهُ (الضب) مِنْهَا[1].

مصنف نے اس باب میں ضب کے بارے میں متعدد اور مختلف روایات ذکر کی ہیں جن میں بعض میں یہ ہے کہ ضب کا گوشت خود آپ ﷺ نے تو نوش نہیں فرمایا لیکن آپ کے دستر خوان پر کھایا گیا ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ یہ حرام تو نہیں ہے لیکن مجھ کو اس سے کراہت طبعی ہے، اور باب کی آخری حدیث میں یہ ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ، بذل میں امام نووی سے نقل کیا ہے أجمع المسلمون على أن الضب حلال ليس بمكروه إلا ما حكي عن أصحاب أبي حنيفة من كراهته وإلا ما حكاه القاضي عن قوم أنهم قالوا هو حرام[2]. الی آخر ما فی البذل[3] من کلام النووی ونقد الحافظ علیہ فی نقل الاجماع[4]، وفی هامش الموطأ للامام محمد: اختلف العلماء في أكله، فمنهم من حرّمه حكاه عياض عن قوم، ومنهم من كرهه وهو رأي أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد، ونقله ابن المنذر عن علي، ومنهم من قال بإباحة أكله، وهو قول الجمهور[5] الى آخر ما قال.

حديث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحديث خالد بن الوليد رضی اللہ تعالیٰ عنه اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه۔

اسکے بعد حضرت ثابت بن ودیعہؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ: إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابًّا فِي الْأَرْضِ، وَإِنِّي لَا أَدْرِي أَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ۔ یعنی آپ نے گوہ کے بارے میں اظہار تردد فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کی اس قوم سے ہے جس کو مسخ کر دیا گیا تھا

---

1. الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۷ ص ۱۳۹
2. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۳ ص ۹۳
3. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۱۲۰-۱۲۱
4. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ٦٦٥
5. التعليق الممجد على موطأ محمد — ج ۲ ص ٦۳٦ (دار القلم، دمشق الطبعة الرابعة، ۱٤۲٦ هـ)

یا کچھ اور ہے اس پر شراح نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: المسوخ لا یعيش ثلاثة أيام ولا يعقب [1] یہ بعد کی ہو، اور حدیث الباب اس سے مقدم ہو۔ والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۲۹۔ بَابٌ فِي أَكْلِ لَحْمِ الْحُبَارَى

﴿ حباریٰ (نامی پرندے) کے گوشت کھانے کا بیان ﴾

۳۷۹۷ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي بُرَيْهُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: «أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى».

ترجمہ: حضرت سفینہؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حباریٰ نامی چڑیا کا گوشت کھایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٢٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩٧)

شرح الحدیث: حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔

حباریٰ کس پرند کا نام ہے؟ اس میں مختلف قول ہیں: بعض نے اسکا ترجمہ تغذری کیا ہے، بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب، اور بھی اسکے بعض نام حضرت شیخ نے خصائل نبوی [2] میں لکھے ہیں اور بہت سی کتابوں کے حوالہ اسمیں مذکور ہیں، اور متعدد کتب لغت اور طب کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ اقرب یہی ہے کہ سرخاب کوئی دوسرا جانور ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا ترجمہ تغذری ہے۔

یہ ایک صحرائی پرند ہے لمبی گردن والا خاکی رنگ جو بہت تیز اڑتا ہے اور تحصیل رزق میں بہت کوشاں رہتا ہے حتی کہ ضرب المثل ہو گیا، چنانچہ کہتے ہیں "فلان اطلب من الحباری" والحدیث اخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

۳۰۔ بَابٌ فِي أَكْلِ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ

﴿ باب زمینی کیڑے مکوڑے کھانے کے بیان میں ﴾

یعنی صغار دواب الارض، زمین میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے جانور جیسے گوہ، کچھوا اور چوہا، یربوع اور دوسرے کیڑے مکوڑے۔

۳۷۹۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا غَالِبُ بْنُ حَجْرَةَ، حَدَّثَنِي مِلْقَامُ بْنُ التَّلِبِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «صَحِبْتُ النَّبِيَّ

---

[1] أن المسوخ لا يعيش أكثر من ثلاثة أيام ولا يعقب. (عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٢٦٨)

[2] شمائل الترمذي مع خصائل نبوي — ص ١١٦-١١٧

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَسْمَعْ لِحَشَرَةِ الْأَرْضِ تَحْرِيمًا».

ترجمہ: ملقام بن تلب روایت کرتے ہیں اپنے والد ماجد سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی مگر میں نے زمینی کیڑے مکوڑوں کی حرمت کے بارے میں نہیں سنا۔

شرح الحدیث: فَلَمْ أَسْمَعْ لِحَشَرَةِ الْأَرْضِ تَحْرِيمًا: مِلْقَامُ بْنُ التَّلِبِ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہا ہوں لیکن میں نے آپ ﷺ سے حشرات الارض کے بارے میں تحریم نہیں سنی۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حشرات الارض مباح ہیں لجواز أن یکون غیرہ قد سمعه[1]۔

٣٧٩٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُو ثَوْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ نُمَيْلَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَسُئِلَ عَنْ أَكْلِ الْقُنْفُذِ، فَتَلَا {قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا[2]} الْآيَةَ، قَالَ: قَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ «خَبِيثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ» فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: «إِنْ كَانَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا فَهُوَ كَمَا قَالَ مَا لَمْ نَدْرِ».

ترجمہ: عیسیٰ بن نمیلہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ سے سیہی (ولدل) کھانے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) آپ کے پاس بیٹھا ایک عمر رسیدہ شخص بولا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ناپاک جانوروں میں سے ایک ہے اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے تو ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگرچہ ہمیں اس کا علم نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٧٩٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٣٨١)

شرح الحدیث: نمیلہ فزاری سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا کہ آپ سے قنفذ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا الآیۃ تو اس پر ایک شیخ جو وہیں تھے بولے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے قنفذ کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں یہ فرمایا: خَبِيثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ، تو اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے تو جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہے۔

اسکے بعد یہاں روایت میں یہ جملہ ہے مَا لَمْ نَدْرِ، بذل[3] میں لکھا ہے کہ یہ زیادتی بعض نسخوں میں ہے بعض میں نہیں اور پھر

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٤٧

[2] تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر (سورۃ الأنعام ١٤٥)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٢٥

حضرت نے اس جملہ کے معنی یہ لکھے ہیں، مالم ندرِ صحته وثبوته بسند قوی اھ لیکن اکثر نسخے اس زیادتی سے خالی ہیں جیسے منذری کا نسخہ اور معالم السنن کا نسخہ، ایسے ہی حیاۃ الحیوان میں ابوداؤد کی روایت نقل کی ہے اس میں بھی یہ لفظ نہیں ہے، پس یہ لفظ اگر یہاں پر صحیح ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسکے معنی یہ ہوں وان لم ندر، یعنی اگر آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے تو پھر وہی صحیح ہے خواہ ہماری سمجھ میں اسکی وجہ نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قنفذ کا مصداق اور اس کا حکم شرعی: قنفذ دو اماموں کے نزدیک حلال ہے اور دو کے نزدیک حرام، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک حلال ہے، حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک حرام، حیاۃ الحیوان [1] میں اسطرح ہے: قال الشافعي: يحل أكل القنفذ لأن العرب تستطيبه، وقد أفتى ابن عمر بإباحته وقال أبو حنيفة والإمام أحمد: لا يحل لما روى أبو داود وحده أن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما إلى آخر الحديث۔ پھر اسکے بعد انہوں نے شافعیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: والجواب أن رواته مجهولون. قال البيهقي: ولم يرو إلا من وجه واحد ضعيف لا يجوز الاحتجاج به إلى آخر ما ذكر.

اسکے بعد جاننا چاہیے کہ قنفذ کا ترجمہ بعض نے خارپشت سے کیا ہے، عون المعبود [2] اور صراح میں اسی طرح ہے، لیکن خارپشت تو ترجمہ سیہی کا ہے جیسا کہ 'فرہنگ آصفیہ' میں ہے، اور 'منجد' میں خارپشت کی شکل بنا کر (جسکی پشت پر واقعی کانٹے ہیں) اسکا نام ولدل لکھا [3] ہے، اور قنفذ کی شکل وصورت 'منجد' میں بالوں والے چوہے کی سی بنائی ہے اور اسی طرح 'القاموس الجدید' میں قنفذ کا ترجمہ خاردار چوہے سے کیا ہے اور یہی اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے، اسلئے کہ خارپشت بڑا جانور ہوتا ہے بلی کے برابر جسکی پشت پر خار یعنی کانٹے ہوتے ہیں (جنکے قلم بھی بنائے جاتے ہیں) بخلاف قنفذ کے کہ اسکی پشت پر خار نہیں ہوتے بلکہ موٹے موٹے بال ہوتے ہیں جنکو وہ خوف کے وقت اپنی حفاظت کیلئے کھڑا کر لیتا ہے اور گیند کی طرح گول ہو جاتا ہے، لہٰذا قنفذ کا ترجمہ خارپشت محل نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جاحظ [4] کی تالیف "کتاب الحیوان ٦ص ٤٦٤ وص ٤٧٧" سے معلوم ہوتا ہے کہ قنفذ ایک جنس ہے بعض قنافذ بڑے ہوتے ہیں جن کو دلدل کہا جاتا ہے جن کی پشت پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں، انہوں نے سب کے احوال اور خواص الگ الگ لکھے ہیں لہٰذا خارپشت یہ ترجمہ دلدل کا زیادہ مناسب ہے، ہمیں قنفذ کی تحقیق میں کافی تتبع اور مراجعت کتب کی ضرورت پیش آئی،

---

[1] حیاۃ الحیوان الکبری ـــ ج ۲ ص ۳٦۱

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود ـــ ج ۱۰ ص ۱۹٤

[3] یعنی قنفذ نہیں لکھا۔ قلت وجاء ذكر الدلدل في النسائي في باب تزويج الزانية ولفظه: قالت: يا أهل الخيام. هذا الدلدل الخ ليراجع الفيض السمائي.

[4] الحیوان للجاحظ ـــ ج ٤ ص ۱٦۷ ج ۷ ص ۳۳ (دار الجیل سنة النشر ۱٤۱٦ھ)

حشرات الارض کی تفصیل اور ان کا حکم مذہب حنفیہ میں اس کو بذل المجہود [1] میں "بدائع الصنائع" سے نقل کیا ہے جو چاہے اس کو دیکھ لے۔

۳۱۔ بَابُ مَا لَمْ يُذْكَرْ تَحْرِيمُهُ

جن اشیاء کی حرمت کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں

۳۸۰۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ صَبِيحٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ شَرِيكٍ الْمَكِّيَّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا، » فَبَعَثَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ" وَتَلَا { قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا } إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کچھ اشیاء کھاتے اور کچھ (صرف) طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کر دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال وحرام کو واضح فرمادیا۔ پس جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ حلال بتلائیں وہ حلال اور جس کو حرام بتلائیں وہ حرام ہے اور جس پر خاموشی اختیار فرمائیں تو وہ معاف ہے (اسکے کھالینے پر کوئی مواخذہ نہیں) پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا [2]

ترجمہ: اے محمد! آپ فرمادیجئے کہ میں نازل ہونے والی وحی میں کسی کھانے والے پر کوئی شی حرام نہیں پاتا مگر یہ کو وہ مردار ہو یا بہنے والا خون یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ نجس ہیں نیز وہ جانور جو اللہ پاک کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

شرح الحدیث یعنی مشرکین جاہلیت اپنی رائے اور اختیار سے بہت سی چیزوں کو کھاتے تھے اور بہت سی چیزوں کو کراہت طبعی کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے، یعنی حلت و حرمت کا کوئی معیار تو ان کے یہاں تھا ہی نہیں سوائے جی چاہنے کے اور کراہت طبعی کے، پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور بندوں کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوئے اور حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا جن پر قرآن کریم کو نازل کیا اور بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیا، پس اب ہمارے حق میں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا وہ حلال ہوگی اور جس کو اس نے حرام قرار دیا وہ حرام ہوگی، یعنی تحلیل و تحریم کا مدار قرآن اور وحی پر ہوا، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ، اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ سمجھو کہ حلال اور معاف ہے۔

اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں کتاب البیوع کے شروع میں باب فی اجتناب الشبہات کے ذیل میں گزر چکا، اور وہاں پر یہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۶ ص ۱۲۶ – ۱۲۷

[2] تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے (سورۃ الانعام ۱۴۵)

حدیث گزر چکی إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ عِرْضَهُ وَدِينَهُ[1]
اور وہاں پر یہ بھی گزر چکا کہ ان دونوں حدیثوں میں صورۃً وظاہراً تعارض معلوم ہوتا ہے، اور پھر اس کا جواب بھی۔
اس کے بعد ہمارے نسخہ ابی داؤد میں عم خارجہ کی حدیث آرہی ہے جس میں ایک مجنون پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کا ذکر ہے اور اس کے شفایاب ہونے پر بطور انعام کے سو بکریاں دینے کا، یہ حدیث کتاب البیوع میں "باب کسب الاطباء" میں گزر چکی اور آگے کتاب الطب میں "باب کیف الرقی" کے ذیل میں بھی آرہی ہے۔

٣٢۔ بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبُعِ

بجو کھانے کا بیان

٣٨٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الضَّبُعِ، فَقَالَ: «هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجوّ کے بارے میں استفسار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ایک قسم کا شکار ہے محرم اگر (حالت احرام میں) اس کا شکار کرے تو اس (شکار کی جزاء) میں ایک دنبہ لازم ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- الحج (٨٥١) جامع الترمذي- الأطعمة (١٧٩١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٣٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٣) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٧/٣) سنن الدارمي - المناسك (١٩٤١)

شرح الحدیث: یہاں پر تین بحثیں ہیں: ① اول ضبع کا مصداق اور اس کی تحقیق، ② دوسرے ضبع کے حکم میں ائمہ کا اختلاف مع الدلیل ③ اور تیسری بحث یہ کہ اگر محرم اس کا شکار کرے تو کیا واجب ہوتا ہے۔

ضبع کا مصداق اور اس کی تحقیق (بحث اول): ضبع کے ترجمہ میں اختلاف ہے عرف الشذی[2] میں لکھا ہے کہ اسکو ہندی میں ہنڈار کہتے ہیں اور فارسی میں کفتار اور وہ جو لکھا ہے مولانا عبد الحئی کے والد نے اس کا ترجمہ بجو کے ساتھ یہ سہو ہے، اور حاشیۂ بذل[3] میں لکھا ہے کہ صاحب محیط نے بھی اس کا ترجمہ ہنڈار سے کیا ہے اھ اسی کو لگڑ بگڑ بھی کہتے ہیں، نور

---

[1] سنن أبي داود- كتاب البيوع- باب في اجتناب الشبهات ٣٣٢٩- ٣٣٣٠
[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي- ج ٢ ص ٢٤٠
[3] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٦ ص ١٢٨

اللغات میں لکھا ہے کہ صحیح لکڑ بھگا ہے اس کو فارسی میں چرغ کہتے ہیں، غیاث اللغات میں بھی کفتار اور ہونڈار کو ایک قرار دیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے کفتار بالفتح جانوریست صحرائی درندہ کہ بہندی ہونڈار گویند از لطائف وغیر آں اھ۔ پھر بجو کو عربی میں کیا کہتے ہیں اس کی تحقیق کی جائے، اور بجو کے بارے میں فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے کہ ایک جانور کا نام ہے جو اکثر قبرستان میں رہتا ہے اور مُردوں کو نکال کر کھاجاتا ہے، ایسا سخت اور مضبوط ہوتا ہے کہ ہاتھی کے پاؤں کے نیچے بھی نہیں مرتا اھ اور ہنڈار کے بارے میں یہ مشہور نہیں ہے کہ وہ قبرستان میں رہتا ہے اور مُردوں کو نکال کر کھاتا ہے، لہٰذا ہنڈار اور بجو یہ دو الگ الگ جانور ہوئے اور ضبع کا مصداق ہنڈار ہے بجو نہیں، کافی کتب لغت کے تتبع کے بعد یہ لکھا گیاوقد بقی فیہ ما بقی۔

ضبع کا حکم (بحث ثانی): سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الضَّبُعِ، فَقَالَ: هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ضبع کے بارے میں تو آپ نے فرمایا وہ شکار ہے جو حالت احرام میں ممنوع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر محرم اس کا شکار کرے تو اسکی جزاء کبش ہے اور ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرٍ: الضَّبُعُ صَيْدٌ هِيَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: قُلْتُ: آكُلُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَقَالَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [1]، ابوداؤد کی روایت تو حل اکل ضبع میں صریح نہیں لیکن ترمذی کی روایت اس بارے میں صریح ہے، لیکن وہ حضرت جابرؓ کے اجتہاد پر مبنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اسکی حلت کی تصریح نہیں، آپ نے تو یہ فرمایا کہ وہ شکار ہے، حضرت جابرؓ "شکار ہونے" سے یہ سمجھے کہ اسکا کھانا حلال ہے اسی بناپر انہوں نے اسکے حلال ہونے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی، باقی ہم کہتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ ضبع سباع ذی ناب میں سے ہے لہٰذا ضبع حدیث مشہور نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ میں داخل ہونے کی وجہ سے غیر حلال ہوگا، ویسے اسکے علاوہ بھی محرم اور مبیح کے تعارض کے وقت ترجیح محرم کو ہوا کرتی ہے۔ (بذل [2])

مسئلہ مختلف فیہ ہے امام شافعی واحمد کے نزدیک ضبع حلال ہے اور حنفیہ اور جمہور کے نزدیک حرام ہے کذا فی البذل عن الشوکانی، اور خطابی کے کلام میں ہے: وكرهه الثوري وأبو حنيفة وأصحابه ومالك، وروي ذلك عن سعيد بن المسيب واحتجوا بأنها سبع [3]، الی آخر ما ذکر، اور امام ترمذی نے حدیث جابر جو اوپر ترمذی کے حوالہ سے گزری ہے اسکے بعد فرمایا: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ إِلَى هَذَا، وَلَمْ يَرَوْا بِأَكْلِ الضَّبُعِ بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ فِي كَرَاهِيَةِ أَكْلِ الضَّبُعِ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالقَوِيِّ، اور اس کے بعد پھر امام ترمذی نے اس حدیث منع کو ذکر کیا ہے:

---

[1] جامع الترمذي — كتاب الأطعمة — باب ما جاء في أكل الضبع ١٧٩١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٢٩

[3] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٤٩

عَنْ أَخِيهِ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزْءٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الضَّبُعِ، فَقَالَ: «أَوَ يَأْكُلُ الضَّبُعَ أَحَدٌ؟»، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الذِّئْبِ؟ فَقَالَ: «أَوَ يَأْكُلُ الذِّئْبَ أَحَدٌ فِيهِ خَيْرٌ؟» [1] اسکے بعد امام ترمذی نے اسکی سند پر جو جرح ہے اسکو بیان کیا ہے لیکن حاشیۂ کوکب (ج۳ص۱۱) میں التعليق الممجد سے نقل کیا ہے: وقد ورد النهي عن أكله في روايات عديدة أخرجها الترمذي وابن أبي شيبة وأحمد وإسحاق وأبو يعلى وغيرهم كما بسطه العيني في "البناية" مع الجواب عما استدل به المخالفون اهـ [2].

ضبع کے شکار کی صورت میں کیا واجب ہوتا ہے (بحث ثالث): تیسرا مسئلہ اس حدیث میں ضبع کے شکار کرنے میں محرم پر جزاء کا ہے کہ وہ کبش ہے ائمہ ثلاثہ کا مذہب تو یہی ہے، حنفیہ کے نزدیک جزاء تو واجب ہے لیکن اس میں قیمت کا اعتبار ہے کبش کی تعیین نہیں، یعنی ضبع کی قیمت جو بھی ہو اسکے بقدر جزاء دی جائے، ممکن ہے اس وقت اسکی قیمت کبش ہی کے برابر ہو، اسی لئے اسکو ذکر کر دیا گیا۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وقال الترمذي: حسن صحيح، قاله المنذري.

٣٣ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ السِّبَاعِ

درندوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کا بیان

٣٨٠٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ».

ترجمہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلیوں والے ہر درندے کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٠٧) صحيح البخاري - الطب (٥٤٤٤) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٤٧٧) جامع الترمذي - السير (١٥٦٠) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٢) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٣٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٩٣/٤) موطأ مالك - الصيد (١٠٧٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٠)

شرح الحدیث یعنی آپ نے منع فرمایا ہر اس کچلی والے جانور کے کھانے سے جو درندوں میں سے ہو، یعنی وہ جانور جو اپنی کچلی سے شکار کرتا ہو اور چیر پھاڑ کرتا ہو، مطلق ناب کا ہونا مراد نہیں، جیسے شیر، چیتا بھیڑیا کتا وغیرہ جو لوگوں پر حملہ کرتے ہیں اپنے انیاب کے ذریعہ، اور مِنَ السَّبُعِ کی قید اس لئے لگائی کہ اونٹ نکل جائے اس لئے کہ اس کے اگرچہ ناب ہوتا ہے لیکن وہ سباع

---

[1] جامع الترمذي — كتاب الأطعمة — باب ما جاء في أكل الضبع ١٧٩٢

[2] التعليق الممجد على موطأ محمد — ج٢ ص٦٣٩

اور وحوش میں سے نہیں ہے جن کو انسان سے دشمنی ہوتی ہے، اور اس کے بعد والی حدیث جو بروایت ابن عباسؓ ہے اس میں یہ بھی ہے وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، یعنی ہر ایسے پرندے کے کھانے سے آپ نے منع فرمایا جو پنجہ والا ہو یعنی پنجہ سے شکار کرتا ہو اڑتے ہوئے بھی، جیسے باز، شکرا، چیل وغیرہ ۔حديث أبي ثعلبة رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث ابن عباس رضي الله عنهما أخرجه مسلم قاله المنذري.

٣٨٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٤) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٤٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٣) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٤/١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٢)

٣٨٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ، وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوهُ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ».

ترجمہ: حضرت مقدام بن معد یکربؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! کچلیوں (سے شکار کرنے) والا کوئی درندہ حلال نہیں اور نہ پالتو گدھا اور نہ کسی ذمی کا گرا ہوا مال مگر اتنا تھوڑا مال کہ جس سے اس کا مالک مستغنی ہو جائے اور جو شخص بھی کسی قوم کے پاس مہمان ہوا اور انہوں نے اس کی مہمانی نہ کی تو اس شخص کو حق ہے کہ زبردستی اپنے مہمانی کے بقدر ان سے وصول کرلے۔ (یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا یا ان ذمیوں کیلئے حکم ہے جن سے خاص معاہدہ ہوا تھا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٢/٤)

شرح الحديث: اور اس کے بعد والی حدیث جو مقدام بن معد یکربؓ سے ہے اس میں یہ زیادتی ہے: وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ، وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا، حمر اهلیہ کا باب آگے مستقل آرہا ہے، معاہد سے مراد ذمی ہے یعنی ذمی کا لقطہ اٹھا کر رکھ لینا جائز نہیں، جب ذمی کا جائز نہیں تو مسلم کا بطریق اولی جائز نہ ہوگا، ہاں تعریف کے لئے اٹھانا جائز ہے اور پھر اس صورت میں کوئی اس کو طلب کرنے کے لئے نہ آئے تو امر آخر ہے، یہی مطلب ہے إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا کا۔

وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا إلخ: جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے اور وہ لوگ اسکی ضیافت نہ کریں تو اس مہمان کیلئے جائز ہے کہ اپنے

حق ضیافت کے بقدر انکے مال میں سے لے لے، اس آخری جملہ کی تاویلات کتاب الاطعمة کے شروع میں باب من الضیافة میں گزر چکیں۔ والحدیث ذکرہ الدارقطنی مختصراً واشار الی غرابتہ، قالہ المنذری۔

٣٨٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ روز خیبر رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے (چیر پھاڑ کرنے والے) درندے اور پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے کے کھانے کی ممانعت فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٤) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٤٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٤/١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٢)

٣٨٠٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: "غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَأَتَتِ الْيَهُودُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحَرَامٌ عَلَيْكُمْ حُمُرُ الْأَهْلِيَّةِ، وَخَيْلُهَا، وَبِغَالُهَا، وَكُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ».

ترجمہ: حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھا کہ یہود یہ شکوہ کرتے ہوئے آئے کہ لوگوں نے ان کے بکروں، اونٹوں کے باڑوں کو (لوٹنے میں) بہت جلدی کی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ سن لو! ذمیوں کے اموال شرعی حق کے بغیر حلال نہیں اور تم پر بستی کے گدھے، گھوڑے اور خچر حرام ہیں اور کچلیوں والا درندہ اور پنجے والا پرندہ (حرام ہے)۔

تخریج: سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٣١) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٦) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩٨)

شرح الحدیث: حضرت خالد بن الولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں تھا پس آپ کے پاس کچھ یہودی آئے یعنی معاہدہ کے بعد اور انہوں نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ بعض لوگوں نے ہمارے حظیروں پر جہاں ہمارے اونٹ اور بکریاں بندھتی ہیں آکر ان پر دست درازی کی، تو اس پر آپ نے وعید فرمائی کہ معاہدین اور ذمیوں کے مال سے اپنے طے شدہ حق کے علاوہ لینا جائز نہیں نیز فرمایا آپ ﷺ نے کہ تم پر حمر اھلیہ اور خیل وبغال اور ہر سبع ذی ناب اور ہر طیر ذی مخلب حرام قرار دیا گیا ہے۔

مال معاہدین کے بارے میں ناحق تصرف اور اس کے بارے میں وعید کی روایات کتاب الخراج 'باب فی تعشیر اهل الذمة

إذا اختلفوا في التجارة' کے ذیل میں گزری ہیں، یہاں تو یہ روایت ضمناً آگئی، لہٰذا اس طرف رجوع کیا جائے بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ والحدیث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۸۰۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرِّ". قَالَ: ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَكْلِ الْهِرِّ، وَأَكْلِ ثَمَنِهَا.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بلی کے کھانے اور اس کی قیمت کے کھانے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي- البیوع (۱۲۸۰) سنن أبي داود- الأطعمة (۳۸۰۷) سنن ابن ماجه- الصید (۳۲۵۰)

۳۴- بَابٌ فِي أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

گھریلو مانوس گدھوں کے گوشت کھانے کا بیان

حمار اہلی جمہور علماء ومنهم الائمة الثلاث کے نزدیک حرام ہے احادیث صحیحہ صریحہ کی وجہ سے، اس میں حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف مروی ہے کہ حرام نہیں، اور امام مالک سے تین روایتیں ہیں، مشہور قول انکا یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، دوسرا یہ کہ مباح ہے، اور تیسرا قول مثل جمہور کے کہ حرام ہے، کذا قال النووی[1]۔

یہ اختلاف حمر اہلیہ میں ہے، اور حمر وحشیہ یعنی گورخر وہ بالاجماع حلال ہے اور حاشیۂ بذل میں ہے: تکلم علیه في 'حیاة الحیوان' وفیه: قال الجمهور بالحرمة، ومالك بالاباحة. قال ابن العربي: نسخ لحوم الحمر مرتین اھ جن امور میں تعدد نسخ ہوا ان کا ذکر ہمارے یہاں دو جگہ گزر چکا، باب في نکاح المتعة اور کتاب الطهارة میں باب الوضوء مما مست النار کے ذیل میں، اس باب میں مصنف نے دونوں طرح کی روایات ذکر کی ہیں حلت کی بھی اور حرمت کی بھی گذشتہ باب کی حدیث میں گزر چکا ہے، وَحَرَامٌ عَلَيْكُمْ حُمُرُ الْأَهْلِيَّةِ، وَخَيْلُهَا، وَبِغَالُهَا۔

بغال کے حکم میں اختلاف: امام مالکؒ کا جس طرح اختلاف حمار اہلی میں ہے اسی طرح بغل میں بھی ہے، چنانچہ بدایة المجتهد میں ہے جس کی ہم یہاں پوری ہی عبارت ذکر کرتے ہیں مفید اور جامع ہونے کی وجہ سے: وأما المسألة الثانية وهي اختلافهم في ذوات الحافر الإنسي: أعني الخيل والبغال والحمير، فإن جمهور العلماء على تحريم لحوم الحمر الإنسية، إلا ما روي عن ابن عباس وعائشة أنهما كانا يبيحانها، وعن مالك أنه كان يكرهها، ورواية ثانية مثل قول الجمهور، وكذلك الجمهور على تحريم البغال، وقوم كرهوها ولم يحرموها، وهو مروي عن مالك، وأما الخيل فذهب مالك وأبو حنيفة وجماعة

---

[1] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج- ج ۱۳ ص ۹۱

إلى أنها محرمة، وذهب الشافعي وأبو يوسف ومحمد وجماعة إلى إباحتها اھ[1] ابن عباس کی رائے اس بارے میں خود متن میں آرہی ہے اسکے بعد انہوں نے دلائل پر کلام کیا ہے، وفي الهداية: وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَالْبِغَالِ لِمَا رَوَى خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ { أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ } اھ وفي هامشه: أخرجه ابن ماجة[2]، بغل چونکہ خیل اور حمار دو مختلف جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے اور حمار کی دو قسمیں ہیں اَھلی جو کہ حرام ہے اور وحشی جو بالاتفاق حلال ہے اسی لئے بغل کی ان دونوں قسموں کے حکم میں فرق ہے پس قسم اول حرام ہے اور نوع ثانی حلال، چنانچہ حیاۃ الحیوان میں ہے: يحرم أكل المتولد منها بين الحمار الأهلي والفرس، لأنه متولد بين ما يحل وما يحرم فغلب جانب التحريم. فإن تولد بين حمار وحشي وفرس حل اھ في الدر المختار: وَلَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ يَصِيدُ بِنَابِهِ أَوْ مِخْلَبٍ يَصِيدُ بِمِخْلَبِهِ مِنْ سَبُعٍ بَيَانٌ لِذِي أَوْ طَيْرٍ مِخْلَبٍ وَلَا الْحَشَرَاتُ هِيَ صِغَارُ دَوَابِّ الْأَرْضِ وَاحِدُهَا حَشَرَةٌ وَالْحُمُرُ الْأَهْلِيَّةُ وَالْبَغْلُ الَّذِي أُمُّهُ حِمَارَةٌ، فَلَوْ أُمُّهُ بَقَرَةٌ أُكِلَ اتِّفَاقًا وَلَوْ فَرَسًا فَكَأُمِّهِ اھ مختصرا[3].

یہ کلام ترجمۃ الباب پر تھا اب احادیث الباب کو لیجئے۔

٣٨٠٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَسَنٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي رَجُلٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْحُمُرِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْخَيْلِ». "قَالَ عَمْرٌو: فَأَخْبَرْتُ هَذَا الْخَبَرَ أَبَا الشَّعْثَاءِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْحَكَمُ الْغِفَارِيُّ فِينَا يَقُولُ هَذَا، وَأَبَى ذَلِكَ الْبَحْرُ يُرِيدُ ابْنَ عَبَّاسٍ".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابو اشعثاء (ابن عباسؓ کے شاگرد رشید) کو بیان کی تو آپ نے فرمایا ہم میں سے حکم الغفاری یہی کہا کرتے تھے (کہ پالتو گدھے حرام ہیں) لیکن علم کے سمندر (ابن عباسؓ) نے پالتو گدھوں کی حرمت کا انکار کیا (گویا ابن عباس جمہور سے متفرد ہو کر ان پالتو گدھوں کے گوشت کو حلال فرماتے تھے۔ شاید ابن عباسؓ کو تحریم لحم حم الاھلیہ کی احادیث نہ پہنچی ہوں، بذل المجہود)۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٣٩٨٢) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٠١) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٤١) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٣) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٢٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٠٨) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٣)

---

[1] بداية المجتهد ونهاية المقتصد لابن رشد — ج ١ ص ٤٦٩

[2] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٧ ص ١٣٩

[3] الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار — ص ٦٤٢، رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٤٤١

شرح الحديث اس حدیث پر کلام اگلی حدیث کی شرح میں 'حیاۃ الحیوان' کے حوالہ سے آرہا ہے۔

مسلک ابن عباسؓ: أَبَا الشَّعْثَاءِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْحَكَمُ الْغِفَارِيُّ فِينَا: آگے یہاں روایت میں یہ ہے ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں، یعنی بصرہ میں حکم غفاری بھی اسی کے قائل ہیں، یعنی تحریم لحوم حمر کے، وَأَبَى ذَلِكَ الْبَحْرُ يُرِيدُ ابْنَ عَبَّاسٍ لیکن یہ بحر العلم یعنی ابن عباسؓ تحریم حمر کا انکار کرتے ہیں۔ والحديث اخرجه البخاري من حديث عمرو بن دينار عن ابي الشعثاء وليس فيه "عن رجل" قاله المنذري۔

۳۸۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَالِبِ بْنِ أَبْجَرَ، قَالَ: أَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي شَيْءٌ أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا شَيْءٌ مِنْ حُمُرٍ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي مَا أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا سِمَانُ الْحُمُرِ، وَإِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَقَالَ «أَطْعِمْ أَهْلَكَ مِنْ سَمِينِ حُمُرِكَ، فَإِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ أَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْيَةِ» يَعْنِي الْجَلَّالَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "عَبْدُ الرَّحْمَنِ: هَذَا هُوَ ابْنُ مَعْقِلٍ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى شُعْبَةُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ نَاسٍ مِنْ مُزَيْنَةَ أَنَّ سَيِّدَ مُزَيْنَةَ أَبْجَرَ أَوِ ابْنَ أَبْجَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ غالب بن ابجر فرماتے ہیں کہ ہم خشک سالی کا شکار ہوئے تو اپنے گھر والوں کو کھلانے کیلئے میرے مال میں سوائے چند گدھوں کے کچھ نہ تھا اور رسول اللہ ﷺ پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے تھے تو میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم خشک سالی (قحط) کا شکار ہیں اور اپنے اہل وعیال کو کھلانے کیلئے میرے پاس سوائے چند فربہ گدھوں کے اور کچھ نہیں اور آپ پالتوں گدھوں کی حرمت کا اعلان فرما چکے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل وعیال کو اپنے فربہ گدھوں میں سے کھلاؤ کیونکہ میں نے انہیں بستی میں (گندگی پر) چرنے کی وجہ سے حرام کیا تھا۔

۳۸۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُبَيْدٍ، عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ أَحَدُهُمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُوَيْمٍ وَالْآخَرُ غَالِبُ بْنُ الْأَبْجَرِ، قَالَ مِسْعَرٌ: أَرَى غَالِبًا الَّذِي أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ ابن معقل مزینہ قبیلہ کے دو آدمیوں سے روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے روایت کرتا ہے۔ ایک عبداللہ بن عمرو بن عویم ہے اور دوسرا غالب بن ابجر۔ مسعر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ غالب ہی تھے جو رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے تھے اور یہ روایت بیان کی۔

ترجمۃ الحدیث غالب بن ابجرؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ تنگی اور فاقہ میں مبتلا ہوگئے اور میرے پاس کوئی چیز اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لئے نہ تھی، سوائے چند حمار کے لیکن حضور ﷺ کی طرف سے لحوم حمر اھلیہ کی تحریم ہو چکی تھی اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فاقہ کا حال آپ سے بیان کیا، اور یہی پوری بات جو اوپر آئی، سو آپ نے میری بات سن کر فرمایا: أَطْعِمْ أَهْلَكَ مِنْ سَمِينِ حُمُرِكَ، فَإِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ أَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْيَةِ، آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ حمار کھلا دے اس لئے کہ میں نے مطلق حمر کی تحریم نہیں کی تھی، بلکہ بستی کے ان حمر کی تحریم کی تھی جو جلالہ ہیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے، قال الحافظ: اسنادہ ضعیف والمتن شاذ مخالف للاحادیث الصحیحة فلا اعتماد علیه[1] الی آخر ما فی البذل من الکلام علی الحدیث[2]۔ اور حیاۃ الحیوان میں ہے: ولنا ما روی جابر وغیرہ أن النبي صلى الله عليه وسلم "نهى عن لحوم الحمر الأهلية وأذن في لحوم الخيل". متفق عليه. وحديث غالب رواه أبو داود واتفق الحفاظ على تضعيفه، ولو بلغ ابن عباس أحاديث إلى الصحيحة الصريحة في تحريمه لم يصر إلى غيره اھ[3] اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو ثابت مان لیا جائے تو پھر اس کو حالت اضطرار پر محمول کیا جائے گا، نیز واقعۃ حال لا عموم لها کے قبیل سے ہے اھ۔

٣٨١١ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَعَنِ الْجَلَّالَةِ، عَنْ رُكُوبِهَا وَأَكْلِ لَحْمِهَا".

ترجمۃ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روز خیبر پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گندگی چرنے والے جانوروں کی سواری اور گوشت کھانے سے ممانعت فرمادی۔

تخریج سنن النسائي - الضحايا (٤٤٤٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨١١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٩/٢)

شرح الحدیث باب کی آخری حدیث عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ جس میں تحریم لحوم حمر مذکور ہے، اخرجه النسائي قاله المنذري۔

٣٥ - بَابٌ فِي أَكْلِ الْجَرَادِ

ٹڈی کھانے کا بیان

٣٨١٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ:

---

[1] إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَالْمَتْنُ شَاذٌّ مُخَالِفٌ لِلْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ فَلَا اعْتِمَادَ عَلَيْهَا (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٦٥٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٣٥

[3] حياة الحيوان الكبرى — ج ١ ص ٣٥٦

«غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ، أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، فَكُنَّا نَأْكُلُهُ مَعَهُ».

ترجمہ ابو یعفور کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابن ابی اوفی سے اور میں نے ان سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ چھ یا سات غزوات میں شریک ہوا اور ہم ان کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٦) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٥٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٢١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٥٦) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨١٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٣) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٠)

شرح الحدیث حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ چھ یا سات غزوات میں شریک ہوا ہوں تو ہم لوگ آپ کے ساتھ اس کو یعنی جراد کو کھایا کرتے تھے، حافظ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ معیت کا تعلق صرف غزوہ سے ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ سفر کے ساتھ اکل جراد سے بھی ہو، اور احتمال ثانی کی تائید ابو نعیم[1] کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ زیادتی ہے: ویأکله معنا (بذل[2]) لیکن یہاں کتاب میں اسکے بعد والی روایت میں آرہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لَا آكُلُهُ، وَلَا أُحَرِّمُهُ، الایہ کہ یوں کہا جائے کہ لَا آكُلُهُ سے مقصود رغبت کی نفی ہے نہ کہ نفس اکل کی، اور یا یہ کہا جائے کما قال القاری کہ یہ دوسری روایت سلمان والی اس کی سند میں اختلاف ہے کہ بعض نے اس کو مرسلاً ذکر کیا ہے جیسا کہ مصنف فرمارہے ہیں

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ۔

اس حدیث سے جراد کی حلت ثابت ہو رہی ہے مطلقاً، چنانچہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ جراد مطلقاً حلال ہے خواہ اس کی موت ذبح کرنے سے ہوئی ہو یا شکار کرنے سے یا وہ طبعی موت مرے، اس میں امام مالک کا اختلاف ہے ان کا مشہور قول اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کسی عارض اور سبب کی وجہ سے مرتی ہے تب تو حلال ہے اور طبعی موت مری ہو تو حلال نہیں۔ (بذل عن النووی[3])

جراد کے حلال ہونے کے علاوہ سمک کی طرح بغیر ذبح کے بھی حلال ہے، جیسا کہ مشہور حدیث ہے أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ الحدیث[4]، والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٣٨١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الزِّبْرِقَانِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ، فَقَالَ: «أَكْثَرُ جُنُودِ اللهِ، لَا آكُلُهُ، وَلَا أُحَرِّمُهُ» قَالَ أَبُو

---

[1] تاریخ إصبهان — ج ١ ص ٢٩٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٣٧

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٣ ص ١٠٣ – ١٠٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٣٨

[4] الدر المختار شرح تنوير الأبصار — ص ٦٤٢

داؤد: رَوَاهُ الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ.

ترجمہ: حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی (کھانے) کے بارے میں استفسار کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بے شمار لشکر ہیں میں نہ تو اس کو کھاتا ہوں (بوجہ طبعی موافقت نہ ہونے کے) اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ معتمر نے ایسے ہی عن ابیہ عن ابی عثمان نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً یہ روایت کی ہے اور سلمان صحابی کا تذکرہ نہیں کیا۔

٣٨١٤ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ الْجَزَّارِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فَقَالَ، مِثْلَهُ، فَقَالَ: «أَكْثَرُ جُنْدِ اللهِ» قَالَ عَلِيٌّ: اسْمُهُ فَائِدٌ، يَعْنِي أَبَا الْعَوَّامِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ.

ترجمہ: سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اس ہی طرح ارشاد فرمایا اور فرمایا اکثر جند اللہ...... علی بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابو العوّام کا نام فائد ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس سند میں بھی حماد بن سلمہ عن ابی العوام عن ابی عثمان نبی اکرم ﷺ سے مرسلا روایت کرتے ہیں سلمان صحابی کا تذکرہ نہیں کرتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨١٣) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢١٩)

شرح الأحاديث: یعنی ٹڈی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لشکروں میں سے بہت بڑا لشکر ہے، یعنی زمین پر رہنے والے جانوروں میں سے، بظاہر مراد من اکثر جنود اللہ ہے، یہ نہیں کہ سب سے زیادہ یہی ہے، لیکن میں اس کو خود تو کھاتا نہیں اور دوسرے کیلئے حرام بھی نہیں قرار دیتا۔ ذکر انه روی مرسلا، واخرجه ابن ماجه مسنداً، قاله المنذری۔

٣٦ - بَابٌ فِي أَكْلِ الطَّافِي مِنَ السَّمَكِ

پانی کی سطح پر تیرتی مردہ مچھلی کھانے کا بیان

یعنی وہ مچھلی جو پانی میں طبعی موت مر کر اوپر تیرنے لگے۔

٣٨١٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَلْقَى الْبَحْرُ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ، وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا، فَلَا تَأْكُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَأَيُّوبُ، وَحَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَوْقَفُوهُ عَلَى جَابِرٍ وَقَدْ أُسْنِدَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ وَجْهٍ ضَعِيفٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مچھلی کو سمندر خود ساحل پر پھینک دے یا اس پر سے پانی ہٹ جائے اس کو کھالو اور جو مچھلی پانی میں مر کر سطح سمندر پر تیرنے لگے اس کو نہ کھاؤ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سفیان ثوری، ایوب اور حماد نے ابوزبیر سے حضرت جابر پر موقوفاً روایت کیا ہے اور اس کے برعکس یہی حدیث ایک ضعیف سند سے ابن ابو الذئب عن ابی الزبیر عن جابرؓ عن النبی ﷺ مرفوعاً بھی مروی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨١٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٤٧)

شرح الحديث: مَا أَلْقَى الْبَحْرُ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ، وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا، فَلَا تَأْكُلُوهُ: یعنی جس مچھلی کو دریا کی لہر باہر پھینک دے یا مچھلی کے دریا میں ہوتے ہوئے پانی اس سے ہٹ جائے اور پھر وہ خشکی کی وجہ سے مر جائے، اس قسم کی مچھلی کو تو کھالو، اور جو اس میں طبعی موت مر کر اوپر تیرنے لگے اسکو مت کھاؤ۔

طافی کا کھانا حنفیہ کے یہاں مکروہ ہے، اور باقی ائمہ ثلاثہ اور ظاہریہ کے نزدیک حلال بلا کراہت ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف [1] ہے، مصنف نے بھی اسکی سند میں اختلاف بیان کیا ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو ابو الزبیر سے موقوفاً علی جابر روایت کیا ہے، یعنی اس حدیث کا موقوفاً مروی ہونا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت مرفوعاً کے، اور مزید کلام فریقین کے دلائل پر بذل [2] میں ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ لے، اور حاشیہ بذل میں ہے: وہوی ذلك أي الكراهة عن جابر وابن عباس، ولا يضر من أوقفه فإن الموقوف في مثل هذا كالمرفوع كما هو المعروف كما في المرقاة؛ وفي الهداية عن جماعة من الصحابة مثل مذهبنا وذكر الزيلعي الآثار وكذا في الدر المنثور ولخصها في التعليق الممجد، وروى عن أبي بكر رضي الله تعالى عنه الطافي حلال علقه البخاري في صحيحه اهـ [3] والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري.

---

[1] الحديث ضعيف باتفاق أئمة الحديث لا يجوز الاحتجاج به. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٣ ص ٨٧)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٤١-١٤٢

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٤٠

٣٧ ـ بَابٌ فِي الْمُضْطَرِّ إِلَى الْمَيْتَةِ

باب اس شخص کے بیان میں جو مردار کھانے پر مجبور [1] ہو

٣٨١٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا، فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرِضَتْ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْحَرْهَا فَأَبَى فَنَفَقَتْ فَقَالَتْ: اسْلُخْهَا حَتَّى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا، وَلَحْمَهَا، وَنَأْكُلَهُ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ «هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيكَ؟»، قَالَ: لَا قَالَ: «فَكُلُوهَا» قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ.

ترجمہ: حضرت سمرةؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے اہل وعیال سمیت (مدینہ کے قریب) حرہ نامی جگہ پر پڑاؤ کیا تو ایک اجنبی نے اس اہل وعیال والے شخص سے کہا کہ میری ایک اونٹنی گم ہوگئی ہے اگر تم اس کو پاؤ تو اس کو پکڑ لینا، اس شخص کو وہ اونٹنی مل گئی مگر اس کا مالک نہ مل سکا یہاں تک کہ وہ اونٹنی بیمار ہوگئی اس شخص کی بیوی نے کہا کہ اس اونٹنی کو نحر کرلو تاکہ مر کر مردار نہ بن جائے مگر اس شخص نے انکار کر دیا بس وہ ہلاک ہوگئی تو اس عورت نے کہا کہ اس کی کھال اتار لو تاکہ ہم اس جانور کی چربی اور گوشت کو کاٹ کر کھالیں (چونکہ یہ ہماری اضطراری حالت ہے) اس کے شوہر نے کہا میں جب تک حضور ﷺ سے نہ پوچھ لوں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا پس وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز موجود ہے کہ جس کی وجہ سے تم اس مردار کے کھانے سے بچ جاؤ اس نے عرض کیا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم (اس اضطراری حالت میں) اس جانور کو کھا سکتے ہو۔ جابر بن سمرةؓ کہتے ہیں کہ اس اونٹنی کا مالک آگیا تو اس اہل وعیال والے شخص نے پورا قصہ سنا دیا تو اونٹنی کے مالک نے کہا جب تم نے اونٹنی کو اس حالت میں دیکھا تھا تو اس کو نحر کیوں نہیں کیا؟ تو اس اہل وعیال والے شخص نے یہ جواب دیا کہ

---

[1] **مسئلہ مضطر میں مباحثِ سبعہ:** حاشیۂ بذل میں یہاں پر سات بحثیں اور مسائل مذکور ہیں، جن کو بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:
فيه سبعة أبحاث في الأوجز: ① الأول: في حقيقته وهي عند الجمهور أن يصل به الجوع إلى الهلاك، أو إلى مرض يفضي إلى الهلاك، وفي حكمه الإكراه. ② الثاني: في مقدار الأكل وهو سد الرمق عندنا وهو المشهور عند الشافعي وأحمد ورواية مرجوحة عن مالك والراجح المعتمد عند مالك، وهو غير المشهور عنهما يجوز له الشبع. ③ والثالث: هل يجب الأكل أو يباح الوجوب؟ أرجح روايتي احمد وأصح وجهي الشافعي الوجوب، وبه قال مالك والحنفية، إلا أبا يوسف فقال بالإباحة، وهو إحدى روايتي الشافعي وأحمد. ④ والرابع: السفر والحضر سواء عند الجمهور، ورواية لأحمد تختص بالسفر. ⑤ والخامس: لا يجوز للعاصي في السفر عند الثلاثة خلافا للحنفية. (فعندهم الرخصة عامة). ⑥ والسادس: يجوز له التزود منه في أصح روايتي أحمد وبه قال الشافعي ومالك والأخرى لأحمد لا يجوز. ⑦ السابع: الخمر كالميتة عندنا في هذه المسئلة ولا يجوز عند الشافعي ومالك اهـ. (بذل المجهود ج ١٦ ص ١٤٢-١٤٣)

مجھے آپ سے شرم وحیا محسوس ہوئی (کہ آپ یہ سمجھیں گے کہ میں نے اس جھوٹے حیلے بہانے سے اونٹنی ذبح کرلی)۔

تخریج سنن أبي داود- الأطعمة (٣٨١٦) مسند أحمد- أول مسند البصريين (٩٦/٥)

شرح الحدیث حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک پردیسی آدمی مدینہ منورہ آکر مقام حرہ میں ٹھہرا، اسکے ساتھ اسکے اہل وعیال بھی تھے تو کسی مقامی شخص نے اس سے یہ کہا کہ میری ایک اونٹنی گم ہوگئی ہے اگر وہ تجھ کو ملے تو اسکو پکڑلینا، چنانچہ اسکو ایک اونٹنی ملی اس نے اس کو پکڑلیا مگر وہ کہنے والا شخص یعنی مالک کہیں نظر نہیں آیا، اتفاق سے وہ اونٹنی بیمار ہوگئی تو اس پردیسی کی بیوی نے کہا کہ اس کو ذبح کرلو، اس نے نہ مانا یہاں تک کہ وہ اونٹنی مرگئی، پھر اس کی بیوی نے کہا کہ اچھا اب اس کی کھال اتار لو تاکہ ہم اس کا گوشت اور چربی کاٹ لیں اور اس کو کھالیں (کہ ان کے پاس کھانے کیلئے کچھ نہ تھا) اس شخص نے کہا کہ جب تک میں حضور ﷺ سے معلوم نہ کرلوں ایسا نہیں کرسکتا، چنانچہ اس نے آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چیز کھانے کی ہے جو تجھ کو اس میتہ سے مستغنی کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ ایسی کوئی چیز نہیں، اس پر آپ نے اس کو کھانے کی اجازت دیدی، اس کے بعد جب اس اونٹنی کا مالک پہنچا اور اس شخص نے اس سے اونٹنی کا حال بیان کیا، اس پر اس کے مالک نے کہا کہ تو نے مرنے سے پہلے ذبح کیوں نہ کرلیا؟ اس نے کہا کہ مجھے تجھ سے شرم آئی۔

٣٨١٧ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عُقْبَةَ الْعَامِرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ؟ قَالَ «مَا طَعَامُكُمْ» قُلْنَا: نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ، - قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: فَسَّرَهُ لِي عُقْبَةُ، قَدَحٌ غُدْوَةً، وَقَدَحٌ عَشِيَّةً - قَالَ: «ذَاكَ وَأَبِي الْجُوعُ» فَأَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلَى هَذِهِ الْحَالِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْغَبُوقُ: مِنْ آخِرِ النَّهَارِ، وَالصَّبُوحُ: مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ".

ترجمہ عقبہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد وہب بن عقبہ عامری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فجیع عامری صحابی سے یہ حدیث نقل کررہے تھے کہ فجیع عامری صحابی کہتے ہیں کہ میں حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا میں نے آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ کیا ہمارے لئے مردار جانور حلال نہیں ہیں (یہاں استفہام انکاری محذوف ہے) تو آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا (کہ تمہارے کیا حالات ہیں) تمہاری غذا کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم شام کے وقت دودھ کا ایک پیالہ اور صبح کے وقت دودھ کا ایک پیالہ نوش کرتے ہیں۔ ابوداؤد کے استاد ابونعیم فضل بن دکین فرماتے ہیں کہ میرے شیخ عقبہ نے نغتبق کی تفسیر شام کے وقت ایک دودھ کا پیالہ اور نصطبح کی تفسیر صبح کے وقت ایک دودھ کے پیالے سے کی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ حالت ہے میرے والد کی قسم یہ تو اضطراری کیفیت والی بھوک ہے اس اضطراری کیفیت کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان لوگوں کے لئے مردار کو حلال فرمایا۔ (بذل المجہود میں اس کے برعکس لکھا ہے لیکن الدر المنضود میں مولانا عاقل صاحب نے ایسا ہی ترجمہ کیا ہے)۔

شرح الحدیث: تحل مجرد اور مزید دونوں سے ہو سکتا ہے، یہ استفہام ہے یعنی اما تحل لنا المیتة؟ اور مزید کی صورت میں یہ مطلب ہو گا کہ کیا آپ میتہ کو ہمارے لئے جائز قرار نہیں دیتے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری خوراک کیا ہے، اور تم کو کیا کھانے کو ملتا ہے، قُلْنَا: نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ، اس نے کہا کہ ہماری خوراک صبح شام کا ایک ایک پیالہ ہے، صَبوح کہتے ہیں صبح کے کھانے کو اور غبوق شام کے کھانے کو، قَالَ: ذَلِكَ وَأَبِي الْجُوعُ آپ نے فرمایا کہ میرے باپ کی قسم، یہ تو سراسر بھوک ہے، اور پھر آپ نے ان کیلئے اکل میتہ کو حلال قرار دیا۔

اضطرار کے وقت مضطر کیلئے اکل میتہ کی اجازت حنفیہ کے نزدیک (اور یہی قول راجح شافعیہ وحنابلہ کا ہے) بقدر سدر مق ہے، اس میں امام مالک کا اختلاف ہے فانہ اجاز للمضطر الشبع، وھو روایة عن الشافعي واحمد۔

اس حدیث سے بظاہر مالکیہ کی تائید معلوم ہوتی ہے، بذل [1] میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ شاید مصنف ان دو حدیثوں کو اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے لائے ہیں کہ اضطرار خوفِ ہلاکت پر موقوف نہیں ہے کیونکہ پہلی روایت سے مطلق اکل کی اجازت ثابت ہو رہی ہے اور ایسے ہی دوسری روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حل میتہ کا مدار خوف ہلاک پر نہیں ہے اس لئے کہ ایک پیالہ صبح کو اور ایک پیالہ شام اگر آدمی کو کھانے کے لئے ملتا ہے تو اس صورت میں خوف ہلاکت کہاں؟

لیکن پہلی روایت کا جواب یہ ہے جس میں مطلق اکل مذکور ہے، کہ یہ مطلق آیت کے ذریعہ سے مقید کیا جائے گا جس میں مضطر کے لئے اباحت میتہ مذکور ہے اس لئے کہ آدمی بقدر سدر مق کھانے کے بعد مضطر کہاں رہتا ہے کہ اس کے لئے اکل میتہ حلال ہو، اور روایت ثانیہ کا جواب یہ ہے کہ قدح غدوة وقدح عشیة کا مطلب یہ لیا جائے کہ ایک ایک پیالہ ہر شخص کے لئے مراد نہیں ہے بلکہ پورے گھر والوں کے لئے، اس لئے کہ اگر ایک ایک پیالہ صبح وشام ہر شخص کو ملے تو اس صورت میں حاجت الی الطعام ہی باقی نہیں رہتی، چہ جائیکہ حالت اضطرار۔

ان حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ذَلِكَ وَأَبِي الْجُوعُ، یعنی آپ نے باپ کی قسم کھائی، اسی طرح آپ کی قسم کتاب الصلوٰة کے شروع میں گزری ہے أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ، اس کا جواب وہیں گزر چکا، اور وہ جو کتاب الأیمان والنذور کی ایک حدیث میں آپ کی یہ قسم گزری ہے لَعَمْرُ إِلٰهِكَ اس میں تو کوئی اشکال ہی نہیں، اسلئے کہ عمر کی اضافت اس میں الٰہ کی طرف ہو رہی ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٤٥

٣٨ - بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ مِنَ الطَّعَامِ

ایک وقت کئی اقسام کے کھانے کھانے [1] کے بیان میں

یعنی یک وقت دو قسم کا کھانا کھانا، یعنی اس کا جواز، جیسا کہ حدیث الباب سے ظاہر ہو رہا ہے۔

٣٨١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ» فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهُ، فَجَاءَ بِهِ، فَقَالَ: «فِي أَيِّ شَيْءٍ كَانَ هَذَا؟» قَالَ: فِي عُكَّةِ ضَبٍّ، قَالَ: «ارْفَعْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَأَيُّوبُ لَيْسَ هُوَ السَّخْتِيَانِيَّ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خواہش ہو رہی ہے کہ میرے پاس گندم کے آٹے کی گھی اور دودھ سے تیار کردہ روٹی ہوتی، پس لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور روٹی تیار کر کے (خدمت اقدس میں) اس کو لیکر حاضر ہوا نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا یہ گھی کس برتن میں تھا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ گوہ کے (چمڑے کے) مشکیزے میں تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو اٹھالینے کا حکم فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨١٨) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٤١)

شرح الحديث: وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک روز یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ اگر میرے پاس سفید گیہوں کی روٹی ہوتی، گھی اور دودھ میں ملی ہوئی (تو کیا اچھا ہوتا) اس پر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور اسی قسم کی ایک روٹی لیکر آئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ جو گھی اس پر لگا ہے کس چیز میں تھا؟ قَالَ: فِي عُكَّةِ ضَبٍّ، اس نے جواب دیا کہ گوہ کے چمڑے کے کپے میں، آپ نے یہ سن کر فرمایا: اس روٹی کو میرے سامنے سے اٹھالے، اور اس کو نوش نہیں فرمایا۔

بذل [2] میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے ضب کا عدم جواز سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ اگر وہ حلال ہوتی تو حضور ﷺ اس طعام کے نوش فرمانے سے انکار نہ فرماتے، اور اگر کوئی یہ کہے، شافعیہ کی طرف سے، کہ آپ نے

---

[1] حاشیۂ بذل (ج ١٦ ص ١٤٦) میں ہے: اسی طرح کا ترجمہ امام بخاری نے بھی قائم کیا ہے، اس پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ شاید مصنف نے اشارہ کیا ہے اس حدیث انسؓ کی تضعیف کی طرف جس میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک پلیٹ لائی گئی جس کے اندر دودھ اور شہد تھا تو اس پر آپ نے فرمایا: أُدْمَانِ فِي إِنَاءٍ؟ لَا آكُلُهُ، وَلَا أُحَرِّمُهُ، کہ ایک ہی برتن میں دو قسم کے سالن میں اس کو نہیں کھاتا ہوں، اور دوسرے کے لئے حرام نہیں قرار دیتا۔ أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط (رقم الحديث ٧٤٠٤) وفيه راو مجهول۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٤٦ - ١٤٧

ایسا تنفر طبع کی وجہ سے کیا نہ کہ عدم حل ضب کی وجہ سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توجیہ درست نہیں اس لئے کہ جلد ضب کا کوئی اثر گھی میں نہ تھا۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٣٩ - بَابٌ فِي أَكْلِ الْجُبْنِ

پنیر کھانے کا بیان

اس میں دو لغت ہیں بضم الجیم وسکون الباء، اور دوسرا بضم الجیم والباء وتشدید النون، بروزن عُتُلٍّ کھانے کی معروف چیز ہے جس کو پنیر کہتے ہیں۔

٣٨١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ فِي تَبُوكَ، فَدَعَا بِسِكِّينٍ، فَسَمَّى وَقَطَعَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں (خشک) پنیر (کی ٹکیہ) پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو کاٹا (اور نوش فرمانے لگے)۔

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ کے پاس جب کہ آپ تبوک میں تھے پنیر کا ٹکڑا لایا گیا، آپ نے چھری منگائی اور اس کو بسم اللہ پڑھ کر قطع کیا۔

٤٠ - بَابٌ فِي الْخَلِّ

باب سرکہ کے بیان میں

٣٨٢٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا عمدہ سالن ہے سرکہ!

٣٨٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ».

ترجمہ: اسی طرح طلحہ بن نافع حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سرکہ عمدہ ترین سالن ہے۔

تخریج الأحادیث: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٥٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٣٩) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٠) سنن أبي داود -

الأطعمة (٣٨٢١) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠١/٣) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٤٨)

شرح الأحاديث نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ: آپ ﷺ نے سرکہ کی تعریف فرمائی کہ وہ کیسا اچھا سالن ہے اس اعتبار سے کہ اس کے بنانے میں اور حاصل کرنے میں نہ زیادہ مشقت ہے اور نہ زیادہ خرچ ہے لہٰذا اقرب الی القناعۃ ہے۔ (بذل [1])

شرح حدیث میں شراح کا اختلاف: امام خطابی [2] فرماتے ہیں اس میں مدح ہے کھانے پینے میں اقتصاد اختیار کرنے کی اور نفس کو لذیذ کھانوں سے روکنے کی اس پر امام نووی [3] نے فرمایا کہ اقتصاد فی الماکل و المشارب کی ترغیب تو دوسری روایات اور قواعد سے ثابت ہے، یہاں پر تو مقصود آپ کا فی حد ذاتہ سرکہ کی تعریف ہی کرنا ہے، اور حضرت نے بذل میں یہ فرمایا کہ خطابی کی غرض مدح خل کی نفی نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اقتصاد کی مدح کے ضمن میں سرکہ کی بھی مدح ہو رہی ہے اھ لیکن ظاہر کلام خطابی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث سے مقصود مدح خل ہے ہی نہیں بلکہ اقتصاد کی ترغیب ہے اسی لئے امام نووی نے اسکا شدت سے انکار کیا۔

بندہ کے نزدیک اس میں امام نووی کی رائے زیادہ بہتر ہے خطابی کی رائے سے، اس لئے کہ یہ حدیث مختصر ہے اور پوری حدیث اس طرح ہے جو مسلم شریف میں ہے: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ فِلَقًا مِنْ خُبْزٍ، فَقَالَ: «مَا مِنْ أُدُمٍ؟» فَقَالُوا: لَا إِلَّا شَيْءٌ مِنْ خَلٍّ، قَالَ: «فَإِنَّ الْخَلَّ نِعْمَ الْأُدُمُ»، قَالَ جَابِرٌ: «فَمَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، وَقَالَ طَلْحَةُ: مَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ جَابِرٍ [4]، اس حدیث سے یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ کا اصل مقصود مدح خل ہے گو اس کے ضمن میں اقتصاد بھی پایا جارہا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٤١- بَابٌ فِي أَكْلِ الثُّومِ

لہسن کھانے کا بیان

٣٨٢٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ» وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ، مِنَ الْبُقُولِ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا، فَسَأَلَ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ، فَقَالَ: «قَرِّبُوهَا» إِلَى

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٤٨

[2] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٥٤

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٤ ص ٧

[4] صحيح مسلم - كتاب الأشربة - باب فضيلة الخل والتأدم به ٢٠٥٢

بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ. فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ: «كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي، مَنْ لاَ تُنَاجِي» قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: «بِبَدْرٍ فَسَّرَهُ ابْنُ وَهْبٍ طَبَقٌ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو اس کو چاہئے کہ ہم (مسلمانوں) کی مجالس سے کنارہ کش رہے یا ارشاد فرمایا کہ ہماری مسجدوں سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ اور راوی دوسرے واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت عالی میں ایک طباق پیش کیا گیا جس میں سبزیاں ترکاریاں تھیں تو آپ ﷺ نے اس میں (کچے پن کی) بو محسوس کی پوچھنے پر اس میں جو سبزیاں تھیں عرض کر دی گئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو ہمارے ساتھی (ابو ایوب انصاریؓ) کو بھیج دو جو ان کے ساتھ گھر میں تھے، جب انہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو کھانے سے احتراز کیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کھالو کیونکہ میں تو ان (یعنی فرشتوں) سے سرگوشی کرتا ہوں جن سے تم نہیں کرتے۔ احمد بن صالح بیان فرماتے ہیں کہ ابن وھب نے بدر کی تفسیر طباق (تھال) سے کی ہے۔ (حدیث کا پہلا ٹکڑا غزوہ خیبر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا اور حدیث کا آخری ٹکڑا ابو ایوب انصاریؓ کا واقعہ ابتداء ہجرت مدینہ کا ہے دونوں واقعات میں چھ سال کا وقفہ ہے۔ حاشیہ البذل عن اللامع عن الحافظ)۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٨١٦) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٣٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٢٦) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٦٤) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٠٦) سنن النسائي - المساجد (٧٠٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٢) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٤)

شرح الحدیث مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا، أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے لہسن یا پیاز کھایا ہو، یعنی کچا، غیر مطبوخ۔ تو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے یعنی یہ دو چیزیں کھا کر، اور یا یہ فرمایا کہ ہماری مسجد میں نہ آئے اور اس کو چاہئے کہ اپنے گھر بیٹھے، یعنی جب تک اس کی بو دور نہ ہو جائے جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے: حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ مِنْهُ۔

آگے اس روایت میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک طبق لایا گیا جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں، آپ کو جب ان کی بو محسوس ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جب آپ کو بتایا گیا کہ اس میں مختلف سبزیاں ہیں تو آپ نے بعض حاضرین سے فرمایا کہ اس کو فلاں صحابی کے پاس بھیجدو جو آپ کے ساتھ تھے (لیکن ان صحابی کو اسکے کھانے میں تامل ہوا آپ کے نہ کھانے کی وجہ سے) پس جب دیکھا آپ نے کہ وہ صحابی اسکے کھانے کو پسند نہیں کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم تو کھالو اور آپ نے خود نہ کھانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ، فَإِنِّي أُنَاجِي، مَنْ لاَ تُنَاجِي، یعنی میرے نہ کھانے کی وجہ تو یہ ہے کہ مجھ سے فرشتے ہمکلام ہوتے رہتے ہیں اور ان کو بوجہ غایت لطافت کے ادنیٰ بو بھی برداشت نہیں۔

اس حدیث میں بعض اصحاب سے مراد حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایات مفصلہ سے معلوم ہوتا ہے ابتداء ہجرت میں جن کی منزل میں آپ نے قیام فرمایا تھا کذا قال الحافظ فی الفتح، وھکذا فی البذل [1]۔

صحابی کا حدیث کو روایة بالمعنی کرنا: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ بعض مرتبہ صحابہ آپ کے کلام کی روایت بالمعنی بھی کرتے تھے اس لئے کہ آپ کے الفاظ تو یہ نہیں ہو سکتے قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ ظاہر ہے کہ آپ نے تو فرمایا ہوگا: قربوھا الی فلان، ان صحابی کا نام لے کر لیکن یہاں راوی نے روایت میں اس طرح نقل کر دیا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ یہ تعبیر راوی کی اپنی ہے، افادہ الکرمانی ونقلہ عنہ فی العون [2]۔

آگے روایت میں ہے کہ راوی نے "بدر" کی تفسیر "طبق" سے کی بظاہر طبق کو بدر کے ساتھ استدارۃ میں تشبیہ دیتے ہوئے بدر کہا جاتا ہے حاشیہ بذل (ج ١٦ ص: ١٥٠) میں حضرت شیخ نے ایک اور بات تحریر فرمائی ہے وہ یہ کہ، فلیعتزل مسجدنا۔ یہ مستقل حدیث ہے یہ غزوۂ خیبر میں پیش آئی اور حدیث کا جزء ثانی یعنی وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ إِلَى آخرہ یہ ابتدائے ہجرت کا واقعہ ہے جب آپ بیت ابو ایوب انصاری میں فروکش تھے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٣٨٢٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا النَّجِيبِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الثُّومُ وَالْبَصَلُ، وَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهِ الثُّومُ، أَفَتُحَرِّمُهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لہسن و پیاز کا ذکر کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ ان میں سے لہسن زیادہ بدبودار ہے کیا آپ اس کو حرام فرماتے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کھاؤ اور تم میں سے جو شخص یہ کھائے (اور بو محسوس کرے) تو وہ اس کی بو کے ختم ہونے تک مسجد کے قریب نہ آئے۔

تخریج: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٦٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢/٣)

شرح الحدیث: وَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهِ الثُّومُ، أَفَتُحَرِّمُهُ؟ اس پر حاشیہ بذل (ج ١٦ ص ١٥١) میں ہے قال النووی: اختلف اصحابنا ھل کانت ھذہ الاشیاء محرمة علیه صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم؟ الاصح انه مکروہ تنزیھا اھ اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن حزم کے علاوہ بعض اہل ظاہر کے نزدیک یہ اشیاء حرام ہیں لافضاءھا الی ترك الجماعة وھی عندھم فرض الخ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٦ ص ١٥٠

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود— ج ١٠ ص ٣٠٢

جماعت کی نماز کے فرض نہونے پر استدلال: اور فتح الباری [1] میں یہاں لکھا ہے کہ احادیث الباب سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جماعت کی نماز فرض عین نہیں اس لئے کہ ان اشیاء کا کھانا جائز ہے اور اس کے لوازم میں سے ترک جماعت ہے اور جائز کا لازم جائز ہوتا ہے۔

٣٨٢٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَظُنُّهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا» ثَلَاثًا.

ترجمہ: زر بن حبیش کہتے ہیں غالباً حضرت حذیفہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت مرفوعاً ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص قبلہ کی سمت میں تھوکے روز قیامت وہ اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کا تھوک اسکی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) ہوگا اور یہ تین بار ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار سبزی (لہسن) میں سے کھائے تو وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

شرح الحدیث: وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلَاثًا: جو شخص قبلہ کی طرف تھوکے تو آئے گا وہ شخص قیامت کے روز اس حال میں کہ اس کا وہ تھوک اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانی پر ہوگا اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص یہ خبیث سبزی کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے مراد مساجد المسلمین ہے جس میں تمام مسجدیں آگئیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ، اور ثَلَاثًا کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی اور فتح الباری (ج ٢ ص ٣٤٤) میں نقل کیا ہے کہ محدث ابن خزیمہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: تَوْقِيتُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْجَمَاعَةِ لِآكِلِ الثُّومِ، جس کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ثَلَاثًا کے معنی "ثلاث لیال" لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ثَلَاثًا کا تعلق قول سے ہے ای قال ذلك ثلاثا، اس لئے کہ علت منع وجود رائحہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان سبزیوں کی بو تین دن تک باقی نہیں رہتی، اور بذل (ج ١٦ ص ١٥٢) میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبیث کا اطلاق ہمیشہ حرام اور نجس پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق کبھی غیر نظیف اور مکروہ طبعی پر بھی ہوتا ہے، وبذلك ينحل كثير من الإشكالات، كقوله: ثمن الكلب خبيث، وكسب الحجام خبيث اھ وحديث حذيفة اخرجه ابن خزيمة كما تقدم عن الفتح قريبا.

٣٨٢٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

---

[1] واستدل بأحاديث الباب على أن صلاة الجماعة ...... أن يقال أكل هذه الأمور جائز ومن لوازمه ترك صلاة الجماعة وترك الجماعة في حق آكلها جائز ولازم الخ. (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٢ ص ٣٤٣)

«مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اس درخت (یعنی لہسن) سے کھائے تو وہ ہرگز مساجد کے قریب نہ آئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٨١٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٨) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٦١) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠١٦) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٥٣)

٣٨٢٦ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: أَكَلْتُ ثُومًا فَأَتَيْتُ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُبِقْتُ بِرَكْعَةٍ، فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِيحَ الثُّومِ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهَا» أَوْ «رِيحُهُ» فَلَمَّا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ لَتُعْطِيَنِّي يَدَكَ، قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدَهُ فِي كُمِّ قَمِيصِي إِلَى صَدْرِي فَإِذَا أَنَا مَعْصُوبُ الصَّدْرِ، قَالَ: «إِنَّ لَكَ عُذْرًا».

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں لہسن کھا کر مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور میرے پہنچنے سے قبل ہی ایک رکعت ہو چکی تھی جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لہسن کی بو محسوس کر لی پس جب حضور ﷺ نے نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا جو اس (بدبودار) درخت سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد میں نہ آئے جب تک اس لہسن کی بو دور نہ ہو جائے۔ پس جب میں (بقیہ) نماز پوری کر چکا (کیونکہ میری ایک رکعت نکل چکی تھی) تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا عذر بیان کرنے کیلئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنا ہاتھ عطا فرمایئے پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنی قمیض کی آستین سے داخل کر کے اپنے سینے پر رکھ دیا تو میرا سینہ کپڑے سے بندھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے میری حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ واقعی تمہارا یہ عذر قابل قبول ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٩/٤)

شرح الحدیث: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں لہسن کھا کر مسجد میں آیا اس وقت نماز ہو رہی تھی، میں ایک رکعت سے مسبوق ہو گیا تھا، حضور ﷺ کو لہسن کی بو محسوس ہوئی آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ جو شخص اس سبزی کو کھائے تو ہمارے قریب نہ آئے جب تک کہ بو نہ زائل ہو جائے میں اپنی نماز پوری کر کے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! واللہ آپ اپنا ہاتھ مجھ کو دیجئے، پس میں آپ کا ہاتھ اپنی آستین میں سے سینہ پر لے گیا، فَإِذَا أَنَا مَعْصُوبُ الصَّدْرِ، قَالَ: إِنَّ لَكَ عُذْرًا، یعنی آپ نے دیکھا کہ میرا سینہ بندھا ہوا ہے کسی پٹی وغیرہ سے۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک تیرے لئے عذر ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ انہوں نے سینہ پر کوئی پٹی اور کپڑا باندھ رکھا تھا سینہ کی کسی تکلیف کی وجہ سے جس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ہاں واقعی تمہارے لئے عذر ہے یعنی لہسن کھانے کی وجہ معقول ہے تم نے علاجا کھایا ہے، بس آپ نے اتنا ہی فرمایا، اور آپ کا مقصد یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر کوئی عذر کی وجہ سے لہسن کھائے تو اس کے لئے مسجد میں آنا جائز ہے، وہ نہی اپنی جگہ پر قائم ہے [1]، نیز حضرت کی تقریر میں یہ بھی ہے کہ وہ جو بعض شراح نے کہا ہے یہ سینہ کا باندھنا غلبۂ جوع کی وجہ سے تھا یہ سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ اس صورت میں تو مناسب یہ تھا کہ بطن کو باندھا جائے نہ کہ صدر کو۔

٣٨٢٧- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَيْسَرَةَ يَعْنِي الْعَطَّارَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَقَالَ: «مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا» وَقَالَ: «إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا» قَالَ: يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ.

ترجمہ: معاویہ بن قرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان دونوں درختوں کے کھانے سے منع فرمایا نیز ارشاد فرمایا: جو ان کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور ارشاد فرمایا: اگر تم کو کھانا ہی ضروری ہو تو پکا کر اس کی بو ختم کر دو۔ راوی کہتا ہے: ان دو درختوں سے مراد پیاز اور لہسن ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٩/٤)

شرح الحديث: اس کے بعد حدیث مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ میں ہے فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا، کہ اگر کسی شخص کو ثوم اور بصل کھانا ہی ہو تو اس کو چاہئے کہ اسکی بو کو مار کر کھائے، یعنی تیل وغیرہ میں بھون کر، چنانچہ باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے۔

٣٨٢٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ أَبُو وَكِيعٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: «نُهِيَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ إِلَّا مَطْبُوخًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «شَرِيكُ بْنُ حَنْبَلٍ».

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کچا لہسن کھانا منع ہے مگر یہ کہ اس کو پکا لیا جائے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سند میں مذکور شریک راوی شریک بن حنبل ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٠٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٨)

٣٨٢٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي زِيَادٍ خِيَارِ بْنِ سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، عَنِ الْبَصَلِ، فَقَالَتْ: «إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ».

ترجمہ: ابو زیاد خیار بن سلمہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پیاز کھانے کے متعلق مسئلہ معلوم کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: حضور ﷺ نے جو آخری کھانا تناول فرمایا اس میں (پکی ہوئی) پیاز ڈالی گئی تھی۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٦ ص ١٥٤

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٢٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٨٩)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ سے کسی نے پیاز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آخری طعام جو حضور ﷺ نے نوش فرمایا اس میں پیاز پڑا ہوا تھا، یعنی مطبوخ۔ حدیث عائشة رضی اللہ تعالی عنہا اخرجه النسائی، قاله المنذری۔

٤٢ - بَابٌ فِي التَّمْرِ

حضور ﷺ کے کھجور تناول فرمانے کا بیان

٣٨٣٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً»، وَقَالَ: «هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ».

ترجمہ: یوسف بن عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا پھر اس پر کھجور رکھی اور ارشاد فرمایا: یہ کھجور اس روٹی کے ٹکڑے کے لئے بطور سالن کے ہے۔

٣٨٣١ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ، جِيَاعٌ أَهْلُهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں کھجور موجود نہ ہو حقیقتاً وہ گھر والے بھوکے (مفلس اور غریب) ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٦) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨١٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣١) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٢٧) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٦٠)

شرح الأحاديث: أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، وَقَالَ: هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ: یہ حدیث کتاب الأیمان والنذور، باب الرَّجُلِ يَحْلِفُ أَنْ لَا يَتَأَدَّمَ میں گزر چکی، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ کیلئے صحبت ثابت ہے، امام بخاری کی رائے تو یہی ہے، لیکن ابو حاتم رازی یہ فرماتے ہیں کہ ان کے لئے صحبت نہیں صرف رؤیت ہے۔ والحدیث اخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ، جِيَاعٌ أَهْلُهُ: جس گھر میں تمر نہ ہو تو وہ گھر والے بھوکے ہیں بذل المجهود [1] میں ہے کہ آپ کا یہ فرمان مدینہ جیسے شہروں کے اعتبار سے ہے جہاں کھجوریں بکثرت ہوتی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٥٧

ہیں اور ان کو بالاستقلال بھی کھایا جاتا ہے، ہر شہر کے اعتبار سے نہیں، اور کوکب دری[1] میں یہ ہے کہ مقصد یہ ہے کہ جس گھر میں تمر ہو اور اور کوئی چیز کھانے کی غلہ وغیرہ اس میں نہ ہو تو یہ گھر والے بھوکے نہیں ہیں، یعنی حدیث کے لازمی معنی مراد ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ جس گھر میں سب طرح کے کھانے کی چیزیں ہوں اور اس میں صرف کھجور نہ ہو تو وہ گھر والے بھوکے کہلائیں گے۔

یہ دونوں افادے الگ الگ ہیں ان میں آپس میں کوئی تدافع نہیں کوکب والی بات بھی مدینہ ہی جیسے شہروں کے اعتبار سے ہے کہ اگر ان کے گھر میں صرف کھجور ہو تو ان کو اپنے آپ کو نادار اور بھوکا نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، جب گھر میں کھجور ہے تو سب کچھ ہے۔ والحديث اخرجه مسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۴۳ - بَابٌ فِي تَفْتِيشِ التَّمْرِ الْمُسَوَّسِ عِنْدَ الْأَكْلِ

کھجور کھاتے وقت دیکھ بھال کر اسکی صفائی کا بیان

۳۸۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ. حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِيقٍ «فَجَعَلَ يُفَتِّشُهُ يُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ خادم خاص فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس پرانی کھجوریں لائی گئیں آپ ﷺ ان کو صاف کر رہے تھے اور اس میں سے کیڑے (سرسری) نکال رہے تھے۔

۳۸۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ فِيهِ دُودٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابو طلحہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسی کھجوریں پیش کی جاتیں جن میں کیڑے ہوتے پھر اسی طرح روایت ذکر کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (۳۸۳۲) سنن ابن ماجه - الأطعمة (۳۳۳۳)

شرح الاحادیث: اور بعض نسخوں میں "التمر" کی صفت بھی مذکور ہے "التمر المسوس" یعنی وہ کھجور جس میں سوس یعنی کیڑا پیدا ہو جائے حدیث الباب میں ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس پرانی کھجوریں لائی گئیں تو آپ اس کو نوش فرمانے کے وقت اسکے سوس تلاش کر کر کے نکالتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا پرانی کھجور جس میں سُرسُری وغیرہ پڑ جائے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ کھانا چاہیے لیکن ساتھ

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي ج ۳ ص ۱۶

میں یہ بھی ہے کہ اسکا کیڑا تلاش کر کے پھینک دیا جائے، مع سوس کے اسکو نہ کھایا جائے، اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ دیدان خبائث میں سے ہیں [1]۔ وقال تعالیٰ: وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَٰٓئِثَ [2]۔

دو متعارض حدیثوں کا جواب: لیکن طبرانی کی ایک روایت میں مرفوعًا وارد ہے: نَهَى أَنْ يُفَتَّشَ التَّمْرُ عَمَّا فِيهِ [3] اس حدیث کا محمل تازہ کھجور ہے کہ اس میں خواہ مخواہ تلاش نہ کیا جائے، اس سے مقصود دفع وسوسہ ہے (اور پہلی سے مقصود دفع سوس تھا) اور حاشیۂ بذل میں علامہ دمیری سے حیاۃ الحیوان [4] اس مسئلہ میں مختلف اقوال اور مذاہب جمع کئے ہیں، فارجع الیہ لو شئت۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٤ - بَابُ الْإِقْرَانِ فِي التَّمْرِ عِنْدَ الْأَكْلِ

یکمشت کئی کھجوریں کھانے کا بیان

٣٨٣٤ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ تَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَكَ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ کئی کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا الا یہ کہ تم اپنے رفیق (کی رضامندی) سے اجازت لے لو۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٢٣) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٧) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٣١) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٥) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨١٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٤) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٧) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٥٩)

شرح الحدیث: یعنی جب چند ساتھی ایک جگہ بیٹھ کر کھجور کھا رہے ہوں تو ادب یہ ہے کہ ایک ایک کھجور اٹھا کر کھائی جائے کوئی شخص ایک ساتھ دو نہ کھائے، الا یہ کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت لے لے۔

شراح نے لکھا ہے کہ ساتھیوں میں سے کسی ایک ساتھی کا دو دو اٹھا کر کھانا یہ حرص اور بے صبری کی خصلت ہے اور کرنے

---

[1] وفي هامش البذل: وليشكل عليه ما في تفسير البقرة من تفسير العزيزي أنه يجوز أكل الديدان في التمر تبعا، ولا يجوز أكلها بعد الخروج أصالة اھ اور بذل میں حضرت نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کھجور میں ظن غالب یہ ہو کہ اس میں کیڑا ہے تب تو بغیر تفتیش کے اس کا کھانا جائز نہیں اور عدم غلبہ ظن کی صورت میں کہ صرف وہم ہو تو تفتیش کی حاجت نہیں۔ (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٥٨)

[2] اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں (سورۃ الاعراف ١٥٧)

[3] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط وفيه قيس بن الربيع وثقه شعبة والثوري وضعفه يحيى القطان وبقية رجاله ثقات. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد - ج ٥ ص ٥٤)

[4] يحرم أكله بجميع أنواعه، لأنه مستخبث إلا ما تولد من مأكول فعندنا فيه ثلاثة أوجه: أصحها جواز أكله معه لا منفردا، والثاني يجب تمييزه ولا يؤكل أصلا، والثالث يؤكل معه ومنفردا. وعلى الأصح ظاهر اطلاقهم أنه لا فرق بين أن يسهل تمييزه أو يشق. (حياة الحيوان الكبرى ج ١ ص ٤٧٦)

والے کے حق میں معیوب چیز ہے وغیرہ وغیرہ مصالح اگر صرف مذکورہ مصلحت کو سامنے رکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ استیذان کی قید ہی دراصل اس حرکت سے روکنے کیلئے ہے، کیونکہ استیذان میں خود اپنی بری خصلت کا افشاء ہے جس کو آدمی کہاں پسند کرتا ہے اس حدیث پر شراح نے بہت کچھ لکھا ہے ہم نے اس کی حاجت نہیں سمجھی۔ والحديث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٥ - بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ فِي الْأَكْلِ

مختلف انواع واقسام کو ایک کھانے میں جمع کرنے کا بیان

اس طرح کا ترجمہ ابھی قریب میں بھی گزر چکا ہے، لیکن گذشتہ کا تعلق انواع ادام سے تھا اور اس باب کا تعلق فواکہ سے ہے۔

٣٨٣٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ککڑی (کھیرا) اور کھجور ساتھ (ملا کر) نوش فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٢٤) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٣) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٤٤) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٥) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٢٥) مسند أحمد - مسند أهل البيت (٢٠٣/١) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٥٨)

شرح الحديث: كَانَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ: کہ آپ رطب کے ساتھ ککڑی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ حدیث عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣٨٣٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نُصَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ: نَكْسِرُ حَرَّ هَذَا بِبَرْدِ هَذَا، وَبَرْدَ هَذَا بِحَرِّ هَذَا".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خربوزے (تربوز) کو کھجور کے ساتھ تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اس (کھجور) کی گرم تاثیر اس (خربوزے) کی ٹھنڈی تاثیر سے ختم ہو جاتی ہے اور اس (خربوزے) کی ٹھنڈی تاثیر اس (کھجور) کی گرم تاثیر سے زائل ہو جاتی ہے۔ (نکسر میں اختلاف نسخ کے وقت بذل المجہود کے نسخہ کو ترجیح دی ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٤٣) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٦)

شرح الحديث: اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ: نَكْسِرُ حَرَّ هَذَا بِبَرْدِ هَذَا، وَبَرْدَ هَذَا بِحَرِّ هَذَا: شراح کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بطیخ سے کیا مراد ہے؟ آیا بطیخ اخضر یعنی تربوز، یا بطیخ اصفر یعنی خربوزہ، اگر اخضر مراد ہے کما هو المشهور تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر اس سے مراد خربوزہ ہے تو پھر یہ اشکال ہو گا نكسر حَرَّ هَذَا بِبَرْدِ هَذَا کیسے ہے؟ اس لئے کہ خربوزہ بھی حار ہی ہوتا ہے، پھر اس کی مختلف توجیہیں کی گئی ہیں حضرت گنگوہی کی تقریر میں یہ ہے کہ

برودت سے مراد برودت حسی ہے یعنی ہاتھ لگانے میں ٹھنڈا، اگر خربوزہ کو کاٹنے کے بعد تھوڑی دیر کھلا رکھدیں تو وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اور بعض شراح جیسے صاحب "مجمع البحار" اور شراح شمائل نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس سے کچا خربوزہ مراد ہے وہ خاصیت میں ٹھنڈا ہوتا ہے ہاں پک جانے کے بعد اس کی خاصیت بدل جاتی ہے اور گرم ہو جاتا ہے (جیسے آم کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کچا تو بارد ہوتا ہے اور پکنے کے بعد حار) اور حافظ کی رائے یہ ہے کہ برودت امور اضافیہ میں سے ہے، بطیخ کی برودت رطب کے اعتبار سے ہے کیونکہ رطب شدید الحرارۃ ہے [1] اس کے بعد حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ یہ سب اشکال وجواب معروف قول کے اعتبار سے ہیں ورنہ صاحب "محیط اعظم" نے شیخ بو علی سینا سے نقل کیا ہے کہ خربوزہ بھی بارد ہوتا ہے اھ من هامش البذل [2] اور شمائل کی روایت میں ہے: كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ [3] خربز تو اصفر یعنی خربوزہ ہی کو کہا جاتا ہے اور یہاں مدینہ منورہ میں اخضر اور اصفر دونوں ہی کی پیداوار ہوتی ہے۔ حديث عائشة رضي الله تعالى عنهما أخرجه الترمذي والنسائي مختصراً، وقال الترمذي حسن غريب وذكر انه روي موسلاً وذكره النسائي ايضاً مرسلاً، قاله المنذري۔

٣٨٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مَزْيَدَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالَا: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ».

ترجمہ: بسر کے دو صاحبزادے (جو کہ سلمی ہیں) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجور پیش خدمت کیا اور آنحضرت ﷺ مکھن اور کھجور پسند فرمایا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٢) جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٧٦) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٧) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٣٣٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٨/٤)

شرح الحديث: اور باب کی آخری حدیث میں ہے: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کے سامنے تمر اور مکھن پیش کیا جو آپ کو پسند تھا، والحديث أخرجه ابن ماجه، وذكر عن محمد بن عوف انهما (ابني بسر) عبد الله وعطية، قاله المنذري۔

٤٦ - بَابُ الْأَكْلِ فِي آنِيَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کا بیان

٣٨٣٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنَّا نَغْزُو

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٥٧٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٦٠

[3] الشمائل للترمذي باب ما جاء في فاكهة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه أحاديث ١٩٩

مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُصِيبُ مِنْ آنِيَةِ الْمُشْرِكِينَ، وَأَسْقِيَتِهِمْ فَنَسْتَمْتِعُ بِهَا، فَلَا يَعِيبُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا کرتے تھے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور آبخورے (غنیمت میں) ملا کرتے اور ہم ان کو استعمال میں لاتے اور نبی کریم ﷺ اس (استعمال) کی وجہ سے ہم پر کوئی نکیر نہ فرماتے۔

تخریج سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٧/٣)

شرح الحدیث باب کی پہلی حدیث میں ہے: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے جس میں ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے حاصل ہوتے تھے مال غنیمت میں تو ہم ان کو استعمال کر کے ان سے متمتع ہوتے تھے، استعمال کرنے والوں پر کوئی عیب نہ لگاتا تھا یعنی نکیر نہیں کی جاتی تھی۔

خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اباحت مشرکین کے برتنوں کے استعمال کی اس شرط کے ساتھ مقید ہے جو اسکے بعد والی حدیث میں آرہی ہے [1]۔

٣٨٣٩ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُونَ فِي قُدُورِهِمُ الْخِنْزِيرَ وَيَشْرَبُونَ فِي آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَارْحَضُوهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا».

ترجمہ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں وہ اپنی ہانڈیوں میں سور کا گوشت پکایا کرتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں (تو کیا ہم ان کے برتن استعمال کر سکتے ہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم ان (برتنوں) کے علاوہ دوسرے برتن پاؤ تو ان میں کھاؤ پیو۔ لیکن اگر ان برتنوں کے بجائے کچھ نہ پاؤ تو ان کو پانی سے دھو کر کھا، پی لیا کرو یہ (اس صورت میں جبکہ اس کی نجاست کا غالب گمان ہو)۔

تخریج صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٦١) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٠) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٧) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٣٩) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٧)

شرح الحدیث اور آنے والی حدیث کا مضمون یہ ہے: ابو ثعلبہ الخشنیؓ نے آپ سے سوال کیا کہ ہم لوگ سفر میں اہل کتاب کی بستیوں پر گزرتے ہیں جو کہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان برتنوں کے علاوہ اگر دوسرے برتن تم پاؤ تو ان میں کھایا پیا کرو، اور اگر انکے علاوہ اور برتن نہ ہوں تو پھر مشرکین کے برتنوں کو

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٥٦

دھو کر استعمال کر لیا کرو بذل [1] میں ہے: أي إذا غلب الظن بنجاستها یعنی دھونے کا حکم نجاست کے غلبہ ظن کے وقت ہے ، خطابی فرماتے ہیں: فأما میاههم وثيابهم فإنها على الطهارة، كمياه المسلمين وثيابهم [2] یعنی مشرکین کے پانی اور کپڑے مسلمانوں کے پانی اور کپڑوں کی طرح پاک ہیں مگر یہ کہ وہ مشرکین ایسے لوگ ہوں جنکے بارے میں معلوم ہو کہ وہ نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے یا انکی عادت پیشاب وغیرہ کے استعمال کرنے کی ہو (جیسا کہ بعض مشرکین کرتے ہیں) تو ایسی صورت میں انکے کپڑوں کا استعمال جائز نہ ہو گا بغیر پاک کئے الایہ کہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ انمیں نجاست نہیں لگی۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما، مطولا، وأخرجه أيضاً الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري (بتغيير).

٤٧ - بَابٌ فِي دَوَابِّ الْبَحْرِ

بحری جانوروں کا بیان

٣٨٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ نَجِدْ لَهُ غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً، كُنَّا نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ، فَنَأْكُلُهُ، وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هُوَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ وَلَا تَحِلُّ لَنَا، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ فَكُلُوا، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتَّى سَمِنَّا، فَلَمَّا قَدِمْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا مِنْهُ؟» فَأَرْسَلْنَا مِنْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكَلَ.

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح کو ہم پر امیر مقرر کر کے ہمیں ایک قافلہ قریش کی تلاش میں روانہ کیا، اور کھجور کا ایک تھیلا زاد راہ کے طور پر ہمیں دیا، حضور ﷺ کے پاس اس کے سوا کچھ اور نہ تھا، حضرت ابو عبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے، ہم اس کو بچے کی مانند چوسا کرتے تھے پھر اوپر سے کچھ پانی پی لیا کرتے تو یہ ہمیں صبح سے رات تک کیلئے کافی ہو جاتا اور ہم اپنی لاٹھیوں سے (درختوں کے) پتے جھاڑ کر انہیں پانی میں بھگو کر کھاتے، نیز فرماتے ہیں کہ ہم ساحل سمندر پر محو سفر تھے کہ ہمیں ریت کے بڑے سے ٹیلے کی مانند کچھ اٹھتا محسوس ہوا، ہم اس کے نزدیک

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٦٣

[2] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٥٧

پہنچے تو وہ ایک (بڑا سا سمندری) جانور تھا جس کو عنبر کہا جاتا تھا، (پہلے پہل تو) حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ مردار ہے (لہٰذا) ہمارے لئے حلال نہیں پھر ان کی رائے تبدیل ہو گئی اور فرمایا کہ نہیں، بلکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ اور (خود) راہ خدا کے مسافر ہیں نیز تم لوگ مجبوری کی حالت کو پہنچ چکے ہو بس کھالو (اس میں سے)۔ ہم نے ایک ماہ وہاں پڑاؤ کیا حتیٰ کہ خوب فربہ ہو گئے جب کہ ہم تین سو (کی تعداد میں) تھے، جب آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ سے یہ قصہ ذکر کیا تو فرمایا کہ وہ رزق تھا جو اللہ نے تمہارے لئے مہیا کیا تھا، کیا تمہارے پاس ہمیں کھلانے کو اس میں سے کچھ گوشت ہے؟ ہم نے (خدمت عالی میں) اس کا گوشت بھیجا تو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔

تخریج صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١١/٣)

شرح الحدیث **غزوۂ سیف البحر کا تذکرہ** :وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ نَجِدْ لَهُ غَيْرَهُ: اس سریہ کا نام جو اس حدیث میں مذکور ہے سریہ ابو عبیدہ ہے کیونکہ یہی اس سریہ کے امیر تھے اور اس کو غزوۂ سیف البحر بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا یہ سفر ساحل البحر پر تھا، چنانچہ صحیح البخاری میں اسی طرح ہے باب غزوۃ سیف البحر اور پھر اس میں یہ روایت مطولاً ذکر فرمائی ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم کو بھیجا تھا عیر قریش کو دیکھنے کے لئے یعنی جو شام سے آرہا تھا اور چلتے وقت آپ نے ہمیں ایک تھیلا کھجوروں کا عطا فرمایا، ہمارے پاس اسکے علاوہ کوئی اور توشہ نہ تھا پس ہمارے امیر ابو عبیدہ ہمیں دوران سفر ایک ایک کھجور دیتے تھے اور اسکو ہم اس طرح چوستے تھے جس طرح چھوٹا بچہ چوستا ہے، پھر اس پر پانی پی لیا کرتے تھے پس یہ ایک کھجور ہمیں رات تک کیلئے کافی ہوتی تھی (یہاں روایت میں اختصار ہے جیسا کہ بخاری [1] کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، صرف ایک کھجور پر اکتفاء کی نوبت بعد میں آئی تھی) اور ہم اپنی لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے اور پھر انکو پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھاتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ساحل بحر پر چلے جا رہے تھے تو دریا کے کنارے پر ایک ٹیلہ کی طرح کوئی جسم ہمیں دکھائی دیا ہم اسکے قریب آئے تو وہ ایک دریائی جانور تھا جس کو عنبرہ کہتے ہیں یہ عنبرہ ایک بڑی مچھلی کی قسم ہے جسکا طول پچاس ذراع تک پہنچتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ عنبر جو مشہور خوشبو ہے یہ اسی دابہ کی رجیع (منہ کا اگال) ہوتی ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: فَإِذَا الْحُوتُ مِثْلُ الظَّرِبِ۔ پھر جب قریب آکر دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ یہ عنبرہ ہے تو ابو عبیدہ فرمانے لگے کہ یہ تو میتہ ہے جو حلال نہیں پھر فرمانے لگے۔ کہ نہیں بلکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہیں اور اضطرار کی کیفیت ہے، لہٰذا اسکو کھاؤ۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب غزوة سيف البحر ٤١٠٢

فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتَّى سَمِنَّا: پس ہم لوگ وہاں ایک ماہ تک ٹھہرے اور حال یہ کہ ہمارا تین سو افراد کا لشکر تھا ہم اس کو کھا کھا کر فربہ ہو گئے، بخاری کی ایک روایت میں نِصْفَ شَهْرٍ [1]، اور ایک میں ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً [2] ہے، اور اس کی ایک روایت میں شَهْرًا بھی ہے، حافظ نے ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً کی روایت کو ترجیح دی ہے اور نِصْفَ شَهْرٍ اور شَهْرًا کی روایت کو الغاء کسر اور جبر کسر پر محمول کیا ہے [3]، نیز بخاری کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے: ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا کہ اس مچھلی کی دو پسلیوں کو لے کر کھڑا کیا گیا اور ایک اونٹنی پر ایک لمبے قد کے آدمی کو سوار کر کے اس کے نیچے کو گزارا گیا جو بلا تکلف گزر گیا جس سے اس پسلی کے طول کا حال معلوم ہو گیا حافظ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ رجب ۸ھ کا ہے جس کو انہوں نے ابن سعد سے نقل کیا ہے اسکے بعد حافظ نے اس کے خلاف اپنی تحقیق لکھی کہ یہ واقعہ ۶ھ یا اس سے پہلے کا ہے صلح حدیبیہ سے پہلے کا، كذا قال فى المغازى [4] وكتب بعده فى كتاب الذبائح والصيد باب احل لكم صيد البحر کہ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے جس زمانہ میں غزوۂ بواط پیش آیا اور وہ ۲ھ میں ہے [5]۔

فَلَمَّا قَدِمْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ: یعنی جب ہم اس سفر سے واپس ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو ہم نے اس مچھلی کا ذکر آپ سے کیا تو آپ نے سنکر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اللہ تعالی کی طرف سے رزق تھا، اگر تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت باقی ہو تو اس میں سے ہمیں بھی کھلانا، چنانچہ ہم نے آپ کے پاس اس میں سے کچھ بھیجا جس کو آپ نے نوش فرمایا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ عنبرہ میتۃ البحر تھا، اور میتۃ البحر میں جو ائمہ کا اختلاف ہے وہ کتاب الطہارۃ میں هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ کے ذیل میں گزر چکا۔

تنبیہ: كتب الشيخ فى هامش البذل [6]: ولا يذهب عليك ان لجابر رضى الله تعالى عنه حديثا آخر فى هذا المعنى ونبه الزيلعى فى نصب الراية [7] على انهما قصتان اه۔ قلت لم يرض به الحافظ فى الفتح [8] ومال الى وحدة القصة وقال الاصل عدم التعدد، قاله

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب غزوة سيف البحر ۴۱۰۳

[2] صحيح البخاري - كتاب الشركة - باب الشركة فى الطعام والنهد والعروض ۲۳۵۱

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج۸ ص ۸۰

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج۸ ص ۷۸

[5] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج۹ ص ۶۲۰

[6] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۶ ص ۱۶۴

[7] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ۴ ص ۲۰۴

[8] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج۹ ص ۶۲۰

فی کتاب الذبائح والصید فی باب قول اللہ تعالی واحل لکم صید البحر فارجع الیہ لوشئت التفصیل. والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی قالہ المنذری.

٤٨ - بَابٌ فِي الْفَأْرَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ

چوہے کا گھی میں گر جانے کا بیان

٣٨٤١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ فَأْرَةً، وَقَعَتْ، فِي سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «أَلْقُوا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوا».

ترجمہ: حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ ایک چوہا (جمے ہوئے گھی) میں گر پڑا، نبی اکرم ﷺ کو اس کی بابت بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کے ارد گرد کے گھی (سمیت اس) کو پھینک دو اور پھر (باقی ماندہ گھی) کھا لو۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (٢٣٣) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢١٨) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٨) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٥٨) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٩/٦) موطأ مالك - الجامع (١٨١٥) سنن الدارمي - الطهارة (٧٣٨) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٨٣)

٣٨٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، - وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا، وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ» قَالَ: الْحَسَنُ، قَالَ: عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب چوہا گھی میں گر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو اس (چوہے) کو ارد گرد کے گھی سمیت پھینک دو اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔ (یعنی استعمال نہ کرو)۔ (مصنفؒ کے شیخ) حسن فرماتے ہیں کہ عبد الرزاق نے بیان کیا کہ اکثر معمر نے اس حدیث کو زہری، عبید اللہ، ابن عباسؓ اور حضرت میمونہؓ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے (مرفوعا) نقل کیا ہے۔

٣٨٤٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بُوذَوَيْهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ.

ترجمہ: ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بالکل اسی طرح نقل کیا ہے جیسے زہری نے یہ حدیث بواسطہ سعید بن المسیب حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥٢١٨) سنن النسائي - الفرع والعتیرة (٤٢٦٠) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٢)

شرح الاحادیث عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ فَأْرَةً، وَقَعَتْ، فِي سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلْقُوا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوا: یعنی آپ ﷺ سے اس گھی کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں چوہی گر کر مر گئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھی کا وہ حصہ جو چوہی کے ارد گرد ہے اس کو نکال کر پھینک دو اور باقی کو کھالو۔

یہ سمن جامد تھا جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے [1]، اور یہ مسئلہ اسی صورت میں ہے جب کہ وہ گھی جامد ہو چنانچہ اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا، وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ۔ الحدیث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٤٩ ـ بَابٌ فِي الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الطَّعَامِ

کھانے میں مکھی گر جانے کا بیان

٣٨٤٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی شخص کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو اس میں ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے تو دوسرے میں شفا پائی جاتی ہے اور (مکھی کی عادت ہے کہ) وہ بچنے کے لئے اس پر کو آگے کرتی ہے جس میں بیماری کے اثرات ہوتے ہیں تو اس مکھی کو پورا ڈبو دو۔

تخریج صحیح البخاري - بدء الخلق (٣١٤٢) صحیح البخاري - الطب (٥٤٤٥) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٤) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٣٠) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٣٨)

شرح الحدیث إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً إلخ: آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسکو اچھی طرح ڈبو دو یعنی ڈبو کر نکالو، اسلئے کہ اسکے پروں میں سے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء اور مکھی کی عادت یہ ہے کہ وہ گرتے وقت اپنا بچاؤ کرتی ہے اس پر سے جس میں بیماری ہے پس چاہیے کہ اسے پوری کو ڈبو دے تاکہ وہ دوسرا پر جس میں شفاء ہے اس کے ملنے سے تلافی ہو جائے۔

یہ حدیث جس میں طب کا ایک مسئلہ مذکور ہے طب النبی کے قبیل سے ہوئی، کتاب الطب ابھی قریب میں آنے والی بھی ہے جس میں آپ کی جانب سے بہت سے علاج اور دواؤں کا بیان آرہا ہے۔

---

[1] إِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ (سنن النسائي — كتاب الفرع والعتيرة — باب الفأرة تقع في السمن ٤٢٦٠)

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عصر کے بعد کی مجلس میں جس میں چائے بھی پی جاتی تھی جس میں کبھی اتفاقاً مکھی بھی گر ہی جاتی ہے، ایک مرتبہ جب کہ اس موقعہ پر حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے، انہوں نے فرمایا کہ فیض الباری میں شاہ صاحب کی رائے یہ لکھی ہے کہ وہ کھانا جس میں مکھی گری ہے اگر حار ہو تو وہ اس حکم میں داخل نہیں فإن الغمس حینئذٍ لا یزیدہ إلا شرا [1]، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ حدیث میں تو مطلقاً ہی آیا ہے، والحدیث اخرجه البخاری وابن ماجه بنحوه من حدیث عبید بن حنین عن ابي هريرة رضی الله تعالى عنه، واخرجه النسائي وابن ماجه من حدیث ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، قاله المنذري.

٥٠- بَابٌ فِي اللُّقْمَةِ تَسْقُطُ

لقمہ کے ہاتھ سے گر جانے کا بیان

٣٨٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، وَقَالَ: «إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ» وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الصَّحْفَةَ، وَقَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ يُبَارَكُ لَهُ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرما چکتے تو اپنی تین انگشت مبارک چاٹ لیا کرتے (جو کھانے میں استعمال ہوتیں) نیز ارشاد فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا نوالہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھالینا چاہئے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑدو اور ہمیں (انگلیوں سے) رکابی صاف کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔

تخریج: صحيح مسلم- الأشربة(٢٠٣٤) جامع الترمذي- الأطعمة(١٨٠٣) سنن أبي داود- الأطعمة(٣٨٤٥) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (١٧٧/٣) سنن الدارمي- الأطعمة(٢٠٢٥)

شرح الحدیث: كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ: جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تھے تو اخیر میں اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے ابہام، مسبحہ اور وسطی، اس لئے کہ آپ تین ہی انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آگے بَابٌ فِي الْمِنْدِيلِ میں آرہا ہے: كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا۔ دوسرا ادب اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب کسی شخص سے کھاتے وقت لقمہ گر جائے یا کھانے کا کوئی ذرہ تو اس کو چاہئے کہ اس سے تنکا یا گرد وغیرہ جو کچھ لگا ہے اس کو زائل کرے اور

[1] أن الغمس إنما هو إذا لم يكن الشيء حارا. فإنه إذا كان حارا شديدا، كالشاء، فإن الغمس لا يزيده إلا شرا. (فيض الباري على صحيح البخاري- ج٦ ص٧١)

پھر اس کو کھالے اور اس کو چھوڑے نہیں شیطان کے لئے، اس لئے کہ اس کا یہ چھوڑنا علامت ہے کبر کی اور کبر من عمل الشیطان ہے، آگے تیسرا ادب حدیث میں یہ مذکور ہے کہ کھانے سے فراغ پر پلیٹ کو انگلیوں سے صاف کرلینا چاہئے۔
ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص پلیٹ میں کھا کر اس کو انگلیوں سے صاف کرے تو وہ پلیٹ اس کے لئے استغفار کرتی ہے مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ [1]۔
نیز فرمایا آپ نے کہ بے شک تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے لئے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ والحدیث اخرجه مسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٥١ - بَابٌ فِي الْخَادِمِ يَأْكُلُ مَعَ الْمَوْلَى

خدمت گزار کا آقا کے ساتھ کھانے کا بیان

٣٨٤٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامًا ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ، فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ لِيَأْكُلَ، فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کا خادم کھانا تیار کر کے لے آئے اور وہ اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو اس کو اپنے ساتھ بٹھالینا چاہئے تاکہ وہ (اس میں سے) کھالے اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس میں سے ایک دو لقمے اس کے ہاتھ میں دے دینے چاہئے۔

تخریج صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٥٣) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٧) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٧٣)

شرح الحدیث حدیث الباب میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا بنائے اور پھر اس کو لیکر آئے جب کہ اس نے اس کا دھواں اور گرمی برداشت کی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے، اور اگر کھانے کی مقدار قلیل ہو تو پھر ایک یا دو لقمے اس کے ہاتھ میں دیدے۔
اور ایک روایت میں ہے فَإِنْ أَبَى فَلْيَأْخُذْ لُقْمَةً فَلْيُطْعِمْهَا إِيَّاهُ [2] یعنی مولی سے اگر یہ نہیں ہو سکتا کسی وجہ سے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھائے تو ایک دو لقمے اس کو دیدے، اور یا مطلب یہ کہ خادم ساتھ بیٹھنے سے انکار کرے تو پھر ایسا کرے۔
والحدیث اخرجه مسلم، قاله المنذری۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الأطعمة - باب ما جاء في اللقمة تسقط ١٨٠٤

[2] جامع الترمذي - كتاب الأطعمة - باب ما جاء في الأكل مع المملوك والعيال ١٨٥٣

۵۲- بَابٌ فِي الْمِنْدِيلِ

کھانے کے بعد تولیہ سے ہاتھ پونچھنے کا بیان

۳۸۴۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحَنَّ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھا چکے تو اپنا ہاتھ رومال سے ہرگز صاف نہ کرے حتی کہ اس کو خود چاٹ لے یا کسی دوسرے کو چٹادے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٤٠) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٣١) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٧) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٦٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢١/١) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٢٦).

۳۸۴۸- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا».

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین انگشت مبارک (انگوٹھا اور اس کے ساتھ کی دو انگلیاں) سے کھایا کرتے تھے اور ان کو چاٹنے تک دست مبارک نہیں پونچھتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٣٢) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٨) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٤/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٨٦/٦) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٣٣)

شرح الأحاديث: حدیث الباب میں یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ کھانے کے بعد اپنے ہاتھ کو مندیل سے صاف نہ کرے جب تک اس کو خود نہ چاٹ لے یا دوسرے کو چٹا نہ دے، اپنے کسی خادم یا شاگرد اور عزیز کو، والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ، ولیس فی حدیثھم ذکر المندیل، واخرج مسلم من حدیث ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ولا یمسح یدہ بالمندیل حتی یلعق اصابعہ''. قالہ المنذری۔

۵۳- بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا طَعِمَ

کھانے کے بعد کی دعا کا بیان

۳۸۴۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ، وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا».

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ (کھانا کھانے کے بعد) جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے

تھے: اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں وافر پاکیزہ اور بابرکت ہیں یہ ساری تعریفیں اللہ کے حقوق کی بھی ادائیگی نہیں کر سکتیں اور نہ ان تعریفوں کے ذکر کئے بغیر چارہ ہے نہ اس اللہ پاک سے استغناء برتا جاسکتا ہے (کیونکہ ہر انسان اس کا محتاج ہے) اے ہمارے رب!۔

تخریج صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٤٢) جامع الترمذي- الدعوات (٣٤٥٦) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٤٩) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٨٤) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٢٥٢/٥) سنن الدارمي الأطعمة (٢٠٢٣)

٣٨٥٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رِيَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ غَيْرِهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کھانے سے فراغت کے بعد یوں دعا فرماتے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور تابعدار بنایا۔

تخریج جامع الترمذي- الدعوات (٣٤٥٧) سنن أبي داود- الأطعمة (٣٨٥٠) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٢/٣)

٣٨٥١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَ، وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا».

ترجمہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کچھ تناول فرماتے یا مشروب نوش فرماتے تو (شکر ادا کرتے ہوئے) فرماتے: تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا اور اس کو خوشگوار بنایا (بسہولت حلق سے اترنے والا) اور اس (غذا) کے لئے (جسم سے) نکلنے کا راستہ رکھا۔

شرح الأحاديث حدیث الباب میں ہے کہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ پڑھتے الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا (وفي نسخة حمدا كثيرا) طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ، وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا، بالنصب منادی ہونے کی وجہ سے یا بالجر، لفظ "اللہ" سے بدل ہونے کی وجہ سے۔ "غير مكفي ولا مودع ولا مستغنى عنه" اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ تینوں طیبا کی طرح حمد کی صفت ہوں، یعنی بندہ کی حمد چاہے کتنی ہی ہو ناکافی اور قلیل ہے اور اس کے باوجود قابل ترک بھی نہیں جس سے استغناء برت کر چھوڑ دیا جائے بلکہ ناکافی ہونے کے باوجود کرنی چاہئے، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی کفایت نہیں کی جاتی بلکہ وہ دوسروں کی کفایت کرتا اور کافی ہے (کما قال تعالیٰ: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ[1]) اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ کسی حال میں اس کی طرف رغبت اور طلب ترک کر دی جائے، اور نہ وہ ایسا ہے کہ کسی

[1] اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا (سورۃ الانعام ١٤)

وقت اس سے استغناء برتا جائے، بلکہ ہر آن بندہ اس کی طرف محتاج ہے، والاحتمال الاول اختارہ العلامۃ السندی فی فتح الودود، والاحتمال الثانی اختارہ الخطابی، وکلاھما مذکوران فی البذل [1]۔

والحدیث أخرجه البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

اور اس کے بعد والی حدیث میں یہ دعاء مذکور ہے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ، اور تیسری حدیث میں یہ دعاء مذکور ہے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ، وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا۔

حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ اخرجه الترمذی والنسائی، وذکرہ البخاری فی تاریخه الکبیر وساق اختلاف الرواۃ فیه، وحدیث ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ اخرجه النسائی، قاله المنذری.

٥٤ - بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدِ مِنَ الطَّعَامِ

کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونے کا بیان

٣٨٥٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (کھانا کھانے کے بعد) بغیر ہاتھ دھوئے سو گیا اور اس کے ہاتھ میں کھانے (گوشت) کی بو ہو پھر اس شخص کو کوئی نقصان پہنچ جائے (کسی موذی کیڑے سے) تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

تخریج جامع الترمذی - الأطعمة (١٨٥٩) سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٥٢) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٩٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٢) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٦٣)

شرح الحدیث مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ: جو شخص کھانا کھا کر بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے اور حال یہ کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی بو اور دسومت ہو اور پھر کوئی چیز اس کو اذیت پہنچائے، مثلاً چوہی اس کی انگلیوں میں دانت مار دے تو اس شخص کو چاہئے کہ اپنے ہی کو ملامت کرے، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے، اس کے شروع میں یہ زیادتی ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ حَسَّاسٌ لَحَّاسٌ فَاحْذَرُوهُ عَلَى أَنْفُسِكُمْ [2]، یعنی شیطان کی حس اور ادراک بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ بہت چٹورا ہے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ والحدیث اخرجه ابن ماجه،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٧٣-١٧٤

[2] جامع الترمذي - كتاب الأطعمة - باب ما جاء في كراهية البيتوتة وفي يده ريح غمر ١٨٥٩

واخرجه الترمذي، معلقا، واخرجه ايضًا من حديث ابي هريرة من طريقين قاله المنذري (مختصراً).

٥٥۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ لِرَبِّ الطَّعَامِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ

کھانا کھلانے والے کیلئے دعاء کرنے کا بیان

٣٨٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: صَنَعَ أَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ فَلَمَّا فَرَغُوا قَالَ: «أَثِيبُوا أَخَاكُمْ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا إِثَابَتُهُ؟ قَالَ «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا دُخِلَ بَيْتُهُ فَأُكِلَ طَعَامُهُ، وَشُرِبَ شَرَابُهُ، فَدَعَوْا لَهُ فَذَلِكَ إِثَابَتُهُ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ابو الہیثم نے نبی ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور نبی کریم ﷺ کو اصحاب سمیت دعوت دی جب سب کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا عوض چکاؤ: صحابہؓ نے عرض کیا: عوض کیا ہے اے رسول اللہ؟ تو ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب کسی شخص کے گھر میں جا کر اس کا کھانا کھایا جائے اور پانی پیا جائے تو پھر سب اس کے لئے دعا کریں تو یہ ہی اس کا بدلہ ہے۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسکے کھانے کا بدلہ دو، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ بدلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کے گھر کھانا کھایا جائے اس کیلئے دعاء کرنا، یہی اسکی اثابت اور بدلہ ہے۔

٣٨٥٤ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ، فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کے یہاں تشریف لے گئے، آپ ﷺ کو روٹی اور زیتون کا تیل پیش کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر یوں دعا دی: روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں نیکوکار تمہارا کھانا کھائیں اور تمہارے لئے فرشتے دعائیں کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأطعمة (٣٨٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٨/٣) سنن الدارمي - الصوم (١٧٧٢).

شرح الحدیث: باب کی آخری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کے یہاں تشریف لے گئے، وہ آپ کے لئے روٹی اور روغن زیتون لے کر آئے، آپ ﷺ نے اس کو نوش فرمایا اور ان کو یہ دعاء دی: أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ دعاء کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو صائمین کو افطار کرانے کی توفیق

دے، اور ہمیشہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور ملائکہ تمہارے لئے رحمت اور استغفار کی دعاء کریں، اس میں ضمناً رزق حلال کی دعاء بھی آگئی اسلئے کہ نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ حلال روزی ہی کھلاتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ [1] کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنا کھانا اتقیاء کو کھلائے، اس دعاء میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

بذل المجهود شریف کی جلد رابع کا اختتام

اور پھر اس کے بعد بعض نسخوں میں "آخر کتاب الاطعمة" مذکور ہے، اور اسی پر "بذل المجهود" کی جلد رابع آکر پوری ہوئی ہے، اور كِتَابُ الطِّبِّ سے اس کی جلد خامس کی ابتداء ہو رہی ہے۔

[1] شعب الإيمان للبيهقي رقم الحديث ٨٩٣٧-٨٩٣٨ (مكتبة الرشد الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ)

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الطِّبِّ

اس کتاب کی ماقبل سے مناسبت ظاہر ہے، ماقبل میں اطعمہ اور اشربہ گزرے ہیں اور امراض بسا اوقات کھانے پینے میں بے احتیاطی اور ترک حمیہ سے ہوتے ہیں اس لئے ضرورت پیش آئی طب اور علاج کو بیان کرنے کی۔

طب کی تعریف اور اس کی تقسیم وتنویع: طب ایک مستقل علم ہے جس کی تعریف یہ ہے: ھو علم یعرف به أحوال بدن الإنسان من المرض والصحة [1]، طب لغۃً اضداد میں سے ہے اسکے معنی علاج اور تداوی کے بھی ہیں اور داء یعنی بیماری کے بھی، ایسے ہی بمعنی السحر، مطبوب یعنی مسحور۔

پھر جاننا چاہیے کہ طب کی دو قسمیں ہیں: ① طب القلوب، ② اور طب الابدان (کیونکہ امراض کی دو قسمیں ہیں: روحانی و جسمانی) طب القلوب حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں یعنی اتباع شریعت، اور طب الابدان کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حضور ﷺ سے منقول ہے، چنانچہ بعض احادیث میں بعض بیماریاں اور ان کا علاج مذکور ہے اس کا نام الطب النبوی ہے، بعض محدثین کی اس پر مستقل تصنیفات اور کتابیں ہیں جیسے علامہ سیوطیؒ کی کتاب "المنھج السوی فی الطب النبوی" اور امام ذہبی کی "الطب النبوی" اسی طرح ابو نعیم کی "الطب النبوی" وغیرہ۔

اور قسم ثانی وہ جو منقول ہے حکماء اور اصحاب تجارب سے مثلاً حکماء یونان سے جو منقول ہے اس کو طب یونانی کہا کرتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے اطباء سے مثلاً جو حکماء ہند سے منقول ہیں اس کو آیورویدک کہتے ہیں اور جو حکماء عرب سے منقول ہے اس کو طب عربی کہتے ہیں جیسے حارث ابن کلدہ مشہور طبیب جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا جس کا ذکر آگے ایک حدیث میں بھی آرہا ہے۔

١ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَدَاوَى

علاج معالجہ کرنے کا بیان

٣٨٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَسَلَّمْتُ ثُمَّ قَعَدْتُ، فَجَاءَ الْأَعْرَابُ مِنْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَتَدَاوَى؟ فَقَالَ: «تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً، غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ».

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٣٣٤

ترجمہ حضرت اسامہ بن شریکؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحابہ کرامؓ (غایت ادب اور وقار کی بناء پر) اس طرح تشریف فرما تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں تو میں (بھی) سلام کر کے بیٹھ گیا اسی اثناء میں ادھر اُدھر سے چند بدّو (دیہاتی) پہنچے اور دریافت کرنے لگے کہ یارسول اللہ! کیا ہم علاج کر لیا کریں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ علاج کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا پیدا فرمائی ہے سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الطب (۲۰۳۸) سنن أبي داود - الطب (۳۸۵۵) سنن ابن ماجه - الطب (۳۴۳۶) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۷۸/٤)

شرح الحديث یہ صحابیؓ یہ فرمارہے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ کے اصحاب آپ کی مجلس میں ایسے سکون اور وقار سے بیٹھے تھے صامت وساکت گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہو، یہ تشبیہ کے طور پر ہے، اگر کسی شخص کے سر پر کوئی پرندہ آکر بیٹھ جائے اور وہ یہ چاہے کہ یہ پرندہ اسی طرح بیٹھا رہے اڑے نہیں تو ظاہر بات ہے اس وقت وہ شخص نہایت سکون سے رہے گا، سر کو حرکت بھی نہ دے گا نہ اوپر اٹھائے گا، یہ صحابی فرمارہے ہیں کہ میں سلام کر کے آپ کی مجلس میں بیٹھ گیا تو میری موجودگی میں مختلف جہات سے بہت سے اعراب آپ کی خدمت میں آئے جنہوں نے آکر آپ سے یہ دریافت کیا: یارسول اللہ! أَنَتَدَاوٰی؟ فَقَالَ: تَدَاوَوْا یعنی کیا ہم اپنا علاج اور دوا کر سکتے ہیں؟ (یہ خلاف توکل تو نہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اجازت ہے کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ رکھی ہو سوائے ایک بیماری کے یعنی بڑھاپا۔

علاج اور تداوی کا حکم: اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بیماری کی دوا اور علاج کرنا مستحب ہے یا صرف مباح، اکثر کی رائے اس میں اباحت کی ہے، اور ایک قول استحباب کا بھی ہے، اکثر علماء یہی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا تداوی بیان جواز کیلئے تھا اب اگر اسی میں کوئی اتباع کی نیت کر لے تو اجر وثواب کی امید ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں: فيه ان الطب مباح، لا كما قال بعضهم انه مكروه [1]، اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: کہ اس میں رد ہے ان بعض صوفیہ پر جو یوں کہتے ہیں کہ کسی ولی کی ولایت اس وقت تک کامل ہی نہیں ہو سکتی جب تک وہ نازل ہونیوالی ہر بلا ومصیبت پر راضی نہ ہو اور یہ کہ اس کیلئے علاج جائز نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس حدیث کے خلاف ہے [2]۔

توکل کے مراتب ثلاثہ: اور کوکب دری [3] سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انواع توکل حرام ہیں یعنی جو نص کے مقابلہ میں ہو جیسے زہر کا پینا توکلاً علی اللہ تعالیٰ اور بعض انواع اس کی اعلیٰ ہیں، ترک تداوی اسی میں سے ہے اور بعض مراتب اسکے

[1] في الحديث إثبات الطب والعلاج وأن التداوي مباح غير مكروه كما ذهب إليه بعض الناس (معالم السنن — ج ٤ ص ٢١٧)

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ٢١ ص ٢٣٠

[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ٧٨ـ٧٩

بالکل ادنی ہیں جیسے ترک رقیہ کہ یہ قسم ثالث میں سے ہے، اس سے کم کوئی درجہ توکل کا نہیں ہے، لہٰذا تعویذ گنڈے کرنا یہ خلاف توکل ہے، کذا فی ھامش البذل [1] نیز اس میں یہ بھی ہے کہ حافظ نے فتح الباری میں اس پر تفصیلاً کلام کیا ہے کہ آیا رقیہ اختیار کرنا توکل کے منافی ہے یا نہیں، رقیہ سے متعلق چند ابواب آگے آرہے ہیں۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، وقاله الترمذی: حسن صحیح، قاله المنذری۔

۲۔ بَابٌ فِي الْحِمْيَةِ

پرہیز کرنے کا بیان

سنن ترمذی میں بھی ابواب الطب کا سب سے پہلا باب یہی ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِمْيَةِ یعنی مضر چیزوں سے پرہیز کرنا جسکا ثبوت قرآن کریم اور حدیث الباب سے ہو رہا ہے، حدیث الباب تو اس میں صریح ہے اور قرآن کریم میں آیت وضوء میں ہے وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ الآية [2] یعنی عذر مرض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پانی کے استعمال سے احتیاط کرنیکا حکم اور تیمم کا جواز فرمایا، الحمية رأس كل دواء مشہور مقولہ ہے۔

۳۸۵۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، وَأَبُو عَامِرٍ، - وَهَذَا لَفْظُ أَبِي عَامِرٍ - عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ بِنْتِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ وَلَنَا دَوَالِي مُعَلَّقَةٌ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ: «مَهْ إِنَّكَ نَاقِهٌ» حَتَّى كَفَّ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَتْ: وَصَنَعْتُ شَعِيرًا وَسِلْقًا، فَجِئْتُ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَا عَلِيُّ أَصِبْ مِنْ هَذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قَالَ هَارُونُ الْعَدَوِيَّةُ».

ترجمہ: ام المنذر بنت قیس انصاریہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے اور حضرت علیؓ آپکے ہمراہ تھے جو (حال ہی میں بیماری سے اٹھنے کی وجہ سے) نقاہت زدہ تھے، ہمارے کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس میں سے تناول فرمانے لگے اور حضرت علیؓ بھی کھانے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ رک جاؤ! تمہیں ابھی نقاہت ہے (بیماری سے ابھی اٹھے ہو) حتی کہ حضرت علیؓ رک گئے، ام منذر فرماتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر تیار کئے تھے وہ پیش خدمت کئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! اس میں سے لے لو یہ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۱۸٤ ـ ۱۸٥

[2] سورة المائدة ٦

تمہارے لئے سود مند ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطب (٣٨٥٦) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٤٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦٤).

شرح الحدیث ام المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا نام سلمیٰ بنت قیس ہے آپ کی خالات میں سے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ تھے جو اس وقت ناقہ تھے، یعنی بیماری سے اٹھنے کی وجہ سے نقاہت تھی، ہمارے گھر میں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، ان میں سے کھانے کے لئے، علیؓ بھی اسی غرض سے کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمانے لگے تم رکو تم کو نقاہت اور کمزوری ہے یہاں تک کہ وہ رک گئے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر کی سبزی بھی بنائی تھی جو میں آپ کے پاس لیکر آئی اس پر آپ نے فرمایا، يَا عَلِيُّ أَصِبْ مِنْ هَذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ، کہ تم یہ کھاؤ، تمہارے لئے یہ زیادہ مفید ہے۔

کھجور گرم ہوتی ہے جس سے آپ نے انکو منع کیا اور یہ سبزی ٹھنڈی تھی جو ان کے حق میں مفید تھی اس حدیث سے کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط اور پرہیز کا ثبوت ہوا جیسا کہ مصنف نے ترجمہ قائم کیا ہے بذل میں ہے اس حدیث سے علم طب کی فضیلت اور یہ کہ طبیب کی بات ماننی چاہئے کا ثبوت ہوا [1] والحدیث اخرجه الترمذی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣- بَابٌ فِي الْحِجَامَةِ

پچھنے لگوانے کا بیان

٣١٥٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے علاج کے طریقوں میں کوئی چیز بہتر ہے تو وہ پچھنے لگا کر فاسد خون نکالنا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطب (٣٨٥٧) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٢)

شرح الحدیث إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ: جو علاج اور دوا دارو تم لوگ کرتے ہو ان میں سے اگر کسی میں خیر ہے تو وہ حجامت ہے یعنی پچھنے لگوانا۔

بعض شراح (سفاقسی) نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی ہو جب آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا بھی پیدا فرمائی ہے اھ اس شارح نے اس حدیث کو محمول کیا نفی افادہ پر دوسری اشیاء اور دواؤں میں اور اس سے بہتر بات وہ ہے جو علامہ سندیؒ نے لکھی کہ اس سے مقصود آپ کا غیر حجامت سے فائدہ کی نفی نہیں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ١٨٦

ہے بلکہ علی وجہ المبالغۃ والتحقیق حجامت کے فائدہ کو بیان کرنا مقصود ہے۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٣٨٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، حَدَّثَنَا فَائِدٌ، مَوْلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ مَوْلَاهُ، عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: "مَا كَانَ أَحَدٌ يَشْتَكِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَعًا فِي رَأْسِهِ إِلَّا قَالَ: احْتَجِمْ، وَلَا وَجَعًا فِي رِجْلَيْهِ، إِلَّا قَالَ اخْضِبْهُمَا".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد سر کا شکوہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگوانے کا حکم فرماتے اور پیروں کے درد کی شکایت کرتا تو ان کو مہندی لگانے کا فرماتے۔

تخریج: سنن أبي داود – الطب (٣٨٥٨) سنن ابن ماجه – الطب (٣٥٠٢) مسند أحمد – من مسند القبائل (٤٦٢/٦)

شرح الحدیث: عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خادم کا اطلاق غلام اور جاریہ دونوں پر ہوتا ہے، اور اس میں تا کا استعمال یعنی "خادمۃ" قلیل ہے، حضرت سلمیٰؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ اور باندی ہیں فرماتی ہیں کہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد سر کی شکایت کرتا تو آپ اس کو حجامت کا حکم فرماتے، اور جو آپ سے پاؤں کی تکلیف بیان کرتا تو اس کو آپ خضاب بالحناء کا مشورہ دیتے، یعنی پاؤں کے تلووں میں مہندی لگانے کا۔

شراح نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں زیادہ تر سر کا درد اور تکلیف غلبۂ دم اور اسکے جوش کی وجہ سے ہوتا ہے، اور حجامت ان ہی بیماریوں کا علاج ہے جو غلبۂ دم کی وجہ سے ہوں۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وابن ماجہ مختصرا فی الحناء، قالہ المنذری۔

٤ ـ بَابٌ فِي مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ

کس جگہ پر پچھنے لگوانے چاہیے

٣٨٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ، - قَالَ: كَثِيرٌ إِنَّهُ حَدَّثَهُ -: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلَى هَامَتِهِ، وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: «مَنْ أَهْرَاقَ مِنْ هَذِهِ الدِّمَاءِ، فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ لَا يَتَدَاوَى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ».

ترجمہ: حضرت ابو کبشہؓ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کی مانگ پر پچھنے لگواتے اور اپنے مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگواتے اور ارشاد فرماتے کہ جو شخص (ان دو جگہوں سے زائد) خون نکلوادے تو اسکو کسی مرض کیلئے کسی دوا کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ (کسی دوا کا استعمال نہ کرنا نقصان نہیں پہنچائے گا)

تخریج: سنن أبي داود – الطب (٣٨٥٩) سنن ابن ماجه – الطب (٣٤٨٤)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ کا معمول احتجام کے بارے میں یہ تھا کہ اکثر اپنے سر کے تالو پر اور اپنے شانوں کے درمیان لگواتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص ان خونوں کو بہا دے، یعنی حجامت کے ذریعہ، اور هَذِهِ الدِّمَاءِ کا اشارہ اسی خون کی طرف ہے جو پچھنے کے ذریعہ نکل جاتا ہے تو پھر اس کو کسی بیماری کیلئے کسی اور علاج کی ضرورت نہیں۔

احادیث سے حجامت کی اہمیت کا ثبوت: احادیث میں حجامت کی بہت مدح آئی ہے حتی کہ حدیث المعراج میں آتا ہے کہ آپ کا جس آسمان پر کو بھی گزر ہوا تو وہاں کے فرشتوں نے آپ سے عرض کیا: مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ [1]۔ میں نے اپنے بچپن میں چالیس پچاس سال پہلے دیکھا کہ گرمی کے زمانہ میں دوپہر کے وقت کچھ جنگلی قسم کے آدمی ہاتھ میں تھیلا وغیرہ لئے ہوئے سڑکوں اور گلی کوچوں میں آواز لگاتے ہوئے گھومتے پھرتے تھے اور اپنے خاص لہجے میں کہتے تھے سینگھی پھونکی لگالو، جن کی آواز سے بچے ڈرتے بھی تھے جب وہ آتے تھے، مگر اب تو ان کا آنا تقریباً بند ہی ہو گیا، کبھی کبھار کوئی آجاتا ہے، لیکن سنا ہے کہ یہاں حجاز میں مکہ مدینہ میں اب بھی اس کا رواج اور معمول ہے اور معلوم ہوا کہ پہلے تو یہ لوگ حرم کے آس پاس سڑک کے کنارے پر بیٹھے رہتے تھے اپنے آلات لئے ہوئے، لیکن اب یہاں کی حکومت نے اس طرح سڑکوں پر بیٹھنے کے بجائے ان کیلئے مستقل معقول جگہ اور صفائی ستھرائی کو لازم قرار دیدیا ہے جب حدیث میں اتنی تاکید اسکی آئی ہے تو پھر اس کا اہتمام ہونا چاہئے، لیکن اب دنیا میں نئے نئے علاج چل گئے، انگریزی قسم کے لوگ انہیں کرنے لگے۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٣٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ ثَلَاثًا فِي الْأَخْدَعَيْنِ، وَالْكَاهِلِ» قَالَ مَعْمَرٌ: «احْتَجَمْتُ فَذَهَبَ عَقْلِي حَتَّى كُنْتُ أُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِي صَلَاتِي، وَكَانَ احْتَجَمَ عَلَى هَامَتِهِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین جگہ پچھنے لگوائے گردن کی دونوں جانبوں کی رگوں میں اور مونڈھوں کے درمیان، معمر فرماتے ہیں کہ میں نے فصد لگوائے تو میری عقل متاثر ہو گئی حتی کہ مجھے نماز میں سورہ فاتحہ کا لقمہ دیا جاتا تھا (یاد دلانے کیلئے) انہوں نے اپنے سر میں پچھنے لگوائے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الطب (٢٠٥١) سنن أبي داود - الطب (٣٨٦٠) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٨٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٢/٣)

شرح الحدیث: عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ ثَلَاثًا فِي الْأَخْدَعَيْنِ، وَالْكَاهِلِ: یعنی آپ ﷺ نے بدن کی تین جگہوں میں پچھنے لگوائے دونوں اخدعین میں جو گردن کی دونوں جانب کی دو رگوں کا نام ہے، اور کاہل یعنی ما بین الکتفین،

---

[1] جامع الترمذي - أبواب الطب - باب ما جاء في الحجامة ٢٠٥٢

یعنی ایک موقعہ پر آپ نے اس طرح کرایا، اور ان تین کے علاوہ اور بھی بعض بدن کے حصوں پر لگوانا ثابت ہے جیسا کہ کتاب الحج میں اس سلسلہ کی کئی روایتیں گزری ہیں اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ دَاءٍ كَانَ بِهِ، اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ، اور ایک روایت میں یہاں آئندہ باب میں آرہی ہے اِحْتَجَمَ عَلَى وِرْكِهِ، مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ، پچھنے مجامع العروق ہی پر عام طور سے لگائے جاتے ہیں بدن کے جس حصہ میں جہاں رگیں جمع ہوتی ہیں اس جگہ کو اوّلاً نشتر لگا کر زخمی کیا جاتا ہے اور پھر سینگی لگا کر حجام سانس کے ذریعہ خون کھینچتا ہے۔

آگے حدیث میں ہے معمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ پچھنے لگوائے تو میری عقل جاتی رہی، سورہ فاتحہ پڑھنے میں بھی اٹکنے لگا، اس میں تلقین اور لقمہ دینے کی نوبت آنے لگی، ایک راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے سر کے تالو پر پچھنے لگوائے تھے، اب یا تو محل حجامت کی تعیین میں غلطی ہوگئی، یا تشخیص مرض میں جسکی وجہ سے نقصان ہوا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ہامہ کے بجائے یافوخ پر لگوالیا ہوگا یہ دونوں جگہیں قریب قریب ہی ہیں، ہامہ تھوڑا سا مقدم راس کی طرف ہے اور یافوخ کچھ پیچھے۔ والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٥ـ بَابُ مَتَى تُسْتَحَبُّ الْحِجَامَةُ

کن تاریخوں میں پچھنے لگانا پسندیدہ ہے؟

٣٨٦١- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ، وَتِسْعَ عَشْرَةَ، وَإِحْدَى وَعِشْرِينَ، كَانَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو پچھنے لگوائے تو (یہ عمل) اس کے لئے ہر بیماری سے شفاء کا باعث ہے۔

٣٨٦٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَتْنِي عَمَّتِي كَبْشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ، وَقَالَ: غَيْرُ مُوسَى كَيِّسَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ أَبَاهَا، كَانَ يَنْهَى أَهْلَهُ عَنِ الْحِجَامَةِ، يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَيَزْعُمُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ».

ترجمہ: کبشہ بنت ابی بکرہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے والد ابو بکرہؓ اپنے گھر والوں کو منگل کے روز پچھنے لگوانے کو منع فرماتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کرتے تھے کہ منگل کا دن خون (کے جوش) کا دن ہوتا ہے اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون رکتا نہیں۔

٣٨٦٣- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِحْتَجَمَ عَلَى وِرْكِهِ، مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ»۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہڈی میں تکلیف کے سبب اپنی سرین پر فصد لگوائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (٣٨٦٣) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٨٥)

شرح الاحادیث: یعنی کن تاریخوں میں پچھنے لگوانے چاہئیں، حدیث الباب میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مہینہ کی سترہ اور انیس اور اکیس تاریخ میں پچھنے لگوائے تو اس میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ مہینہ کے شروع حصہ میں آدمی کا خون جوش پر ہوتا ہے اور اخیر میں بہت ہلکا پڑ جاتا ہے لہذا درمیانی حصہ اس کیلئے زیادہ موزوں ہے، امام بخاریؒ نے بھی کتاب الطب میں حجامت سے متعلق متعدد ابواب قائم کئے ہیں، ایک ترجمہ یہ بھی ہے: أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ اور اس میں یہ حدیث مرفوع ذکر کی اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ[1] اور ایک روایت تعلیقاً اِحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا ذکر کی، بخاری میں تعیین اوقات کی کوئی روایت نہیں البتہ سنن ابوداود اور ابن ماجہ میں روایات ہیں، اور فیض الباری میں ہے: لعله يشير إلى حديث عند أبي داؤد، فيه تفصيل الأيام للاحتجام اھ[2]

"الابواب والتراجم"۔

أَخْبَرَتْنِي عَمَّتِي كَبْشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ: ہمارے نسخہ میں اسی طرح ہے "کبشۃ" اور بعض نسخوں میں کیِّسہ ہے اور یہی صحیح ہے، اس حدیث میں یہ ہے کہ یوم الثلاثاء میں پچھنے نہ لگوانے چاہئیں، یہ دونوں یوم الدم ہے، یعنی یہ دن خون کے غلبہ کا ہے جسم کے اندر، اور اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر اس میں حجامت یا فصد کرائی جائے تو پھر خون رکتا نہیں۔ اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے، اور پھر سیوطی نے اس پر ان کا تعقب کیا ہے۔

اِحْتَجَمَ عَلَى وِرْكِهِ، مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ: یعنی اپنے ورک پر پچھنے لگوائے چوٹ لگ جانے کی وجہ سے وثوء یہ ہے کہ ہڈی پر چوٹ لگے لیکن وہ ٹوٹے نہیں، ہو سکتا ہے یہ مختصر ہو اسی حدیث سے جس میں آپ کے سقوط عن الفرس کا مشہور واقعہ مذکور ہے[3]، حضرت نے بذل میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے[4]۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الطب - باب أي ساعة يحتجم ٥٣٩٦

[2] فيض الباري على صحيح البخاري - ج ٦ ص ٤٧

[3] عَنْ جَابِرٍ. قَالَ: "اِحْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ أَلَمٍ كَانَ بِظَهْرِهِ، أَوْ بِوَرِكِهِ" شَكَّ هِشَامٌ (مسند الإمام أحمد بن حنبل مسند المكثرين من الصحابة مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه ١٤٨٥٧)

[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ١٩٢

٥ ـ بَابٌ فِي قَطْعِ الْعِرْقِ وَمَوْضِعِ الْحَجْمِ

رگ کاٹنے اور حجامت کے مقام کا بیان

اس ترجمہ میں دو جزء ہیں، ایک موضع الحجامۃ، لیکن اس کا باب اوپر گزر چکا اسی لئے بعض نسخوں میں ترجمہ کا یہ جزء نہیں ہے، اور دوسرا جزء قطع العرق یعنی کسی خاص رگ کا منہ کھول دینا یعنی فصد۔

٣٨٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُبَيٍّ طَبِيبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف ایک طبیب کو بھیجا تو اس نے ان کی ایک رگ کاٹ دی (پچھنے لگانے کی نیت سے)۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢٢٠٧) سنن أبي داود - الطب (٣٨٦٤) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧١)

شرح الحدیث: عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُبَيٍّ طَبِيبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا: یعنی آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس ایک معالج کو بھیجا جس نے ان کے فصد کی، اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے ثم بعد ذلك كواه ليرقأ الدم [1] یعنی فصد کرنے کے بعد کی یعنی داغ دیا اس رگ کو تاکہ خون بند ہو جائے، والحديث اخرجه مسلم وابن ماجه بنحوه، قاله المنذری۔

٦ ـ بَابٌ فِي الْكَيِّ

زخم کو داغنے کا بیان

٣٨٦٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: «نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَيِّ فَاكْتَوَيْنَا، فَمَا أَفْلَحْنَ، وَلَا أَنْجَحْنَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَكَانَ يَسْمَعُ تَسْلِيمَ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا اكْتَوَى انْقَطَعَ عَنْهُ فَلَمَّا تَرَكَ رَجَعَ إِلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم کو داغنے سے منع فرمایا، ہم لوگوں نے (ضرورت کے موقع پر) زخم کو داغا لیکن اس (داغنے) نے ہمیں نہ کوئی فائدہ دیا نہ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الطب (٢٠٤٩) سنن أبي داود - الطب (٣٨٦٥) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٩٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين

---

[1] صحيح مسلم — كتاب السلام — باب لكل داء دواء واستحباب التداوي (٢٢٠٧)

(٤/٤٢٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٠)

٣٨٦٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَى سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ مِنْ رَمْيَتِهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے تیر کے زخم کی وجہ سے انکے زخم کو داغا۔

تخریج: صحیح مسلم - السلام (٢٢٠٨) سنن أبي داود - الطب (٣٨٦٦) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٣)

شرح الاحادیث: کی علاج کا ایک خاص طریقہ ہے جس میں لوہے کو گرم کر کے بدن کے جس حصہ میں تکلیف ہوتی ہے وہاں اس سے داغ دیتے ہیں، اسکے بارے میں دونوں طرح کی روایات ہیں منع کی اور جواز کی جیسا کہ خود اس باب کی دو حدیثوں میں ہے، پہلی روایت میں منع اور دوسری روایت میں اس کا ثبوت کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے تیر لگنے سے جو زخم ہو گیا تھا اس کا علاج باکئی کیا۔

جمع بین الروایتین بعض نے تو اسطرح کی ہے کہ ① دراصل یہ علاج کی سخت قسم ہے، یہ سمجھئے کہ آخر العلاج ہے جس میں تعذیب بالنار ہے، اب اگر کسی اور معمولی اور ہلکے علاج سے کام چل سکتا ہو تب تو اسکو اختیار نہیں کرنا چاہئے، اور جہاں کوئی اور دوا مفید ثابت نہ ہوتی ہو وہاں پھر اس کو کر لینا چاہئے اور بعض شراح نے اس طرح کہا ہے کہ ② اگر یہ علاج محض بیماریوں سے بچنے کیلئے اور تحفظ کیلئے ہو تب تو ممنوع ہے اور واقعی ضرورت پیش آنے پر اس کا کرنا جائز ہے، یہ دوسری توجیہ حاشیہ میں عز الدین ابن عبد السلام سے نقل کی ہے۔

باب کی پہلی حدیث میں یہ ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم کو علاج باکئی سے منع فرمایا تھا، لیکن ہم نے یہ علاج کیا تو اس میں کامیابی نہیں ہوئی، فَمَا أَفْلَحْنَ، وَلَا أَنْجَحْنَ جمع مؤنث غائب کے صیغہ کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں فما افلحنا ولا انجحنا، جمع متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے پہلی صورت میں ضمیر راجع ہو گی کیات کی طرف کہ ہمارے یہ علاج مفید ثابت نہ ہوئے، اور دوسری صورت میں یہ مطلب کہ ہم لوگ اس علاج میں ناکام رہے۔

بعض نسخوں میں حدیث اول کے بعد ہے: امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ صحابی عمران بن حصینؓ اس علاج سے پہلے تسلیم ملائکہ کو سنا کرتے تھے، جب انہوں نے یہ علاج کیا تو یہ سننا منقطع ہو گیا، پھر جب انہوں نے اس علاج کو ترک کر دیا تو پھر سننے لگے۔

حدیث عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، وحدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ مسلم وابن ماجہ، قالہ المنذری.

٧۔ بَابٌ فِي السَّعُوطِ

ناک کے ذریعہ دوا لینے کا بیان

سعوط بفتح السین اور اسی طرح لَدود بفتح اللام، اور ایسے ہی وَجور بفتح الواو علاجوں کے نام ہیں، سعوط ناک میں دوا ٹپکانا [1]، اور لَدود منہ کے کسی ایک جانب میں دوا ٹپکانا اور وَجور حلق میں ٹپکانا. لدود کا ذکر یہاں ابو داؤد کی روایت میں نہیں ہے، صحاح کی دوسری کتب (بخاری ترمذی) وغیرہ میں ہے۔

۳۸٦۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَطَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ناک میں دوا ڈالی۔

شرح الحدیث: معلوم ہوا کہ آپ سے سعوط ثابت ہے، آپ نے خود یہ کیا ہے۔

حضور ﷺ کے مرض میں لدود کا واقعہ: اور لدود کے بارے میں یہ آتا ہے ترمذی کی روایت میں ہے: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوطُ وَاللَّدُودُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ. فَلَمَّا اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدَّهُ أَصْحَابُهُ. فَلَمَّا فَرَغُوا قَالَ: «لُدُّوهُمْ» قَالَ: فَلُدُّوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْعَبَّاسِ [2]، یعنی آپکے گھر والوں نے آپکے ساتھ لدود کیا حالانکہ آپ نے اس سے منع فرمایا تھا مگر گھر والوں نے یہ سوچتے ہوئے کہ مریض تو دوا کو ناپسند کرتا ہی ہے اسلئے کر دیا ففی حدیث عائشة رضی اللہ تعالی عنها عند الشيخين لَدَدْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ، فَأَشَارَ: "أَنْ لَا تَلُدُّونِي" وَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ الحديث [3]، اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے: أَتَمُّمْ أَذَابُوا قِسْطًا أَيْ بِزَيْتٍ فلدوه بِهِ [4]، یعنی قسط ہندی کو گرم روغن زیتون میں پگھال کر آپ کا لدود کیا یعنی آپ کے حلق میں وہ ٹپکایا گیا، بعض روایات میں ہے کہ یہ لوگ یہ سمجھے تھے کہ آپکو ذات الجنب کی تکلیف ہے اسلئے انہوں نے یہ علاج کیا تھا، پھر بعد میں یہ ہوا کہ آپ نے سزاءً سب کے لدود کرایا سوائے حضرت عباس کے کہ انکے بارے میں آپ نے یہ فرمایا کہ انه لم يشهدكم کہ وہ لدود کے وقت میں موجود نہ تھے (اگر چہ

---

[1] ناک میں دوا ٹپکانے کا طریقہ بھی شراح نے لکھا ہے، ففی هامش الكوكب (ج۳ ص ٨٤-٨٥) عن الحافظ: بأن يستلقي الرجل على ظهره ويجعل بين كتفيه ما يرفعهما لينحدر رأسه ويقطر في أنفه ماء أو دهن فيه دواء مفرد أو مركب ليتمكن بذلك من الوصول إلى دماغه لاستخراج ما فيه من الداء بالعطاس اهـ.

[2] جامع الترمذي - كتاب الطب - باب ما جاء في السعوط وغيره ٢٠٤٧

[3] صحيح مسلم - كتاب السلام - باب كراهة التداوي باللدود ٢٢١٣، صحيح بخاري - كتاب الديات - باب القصاص بين الرجال والنساء في الجراحات ٦٤٩٢

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٨ ص ١٤٧

لدود کا مشورہ دینے والے وہی تھے) یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپکی عادت شریفہ تو اپنی ذات کیلئے انتقام کی نہ تھی، پھر آپ نے انتقام کیوں لیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے امر کی مخالفت کی وجہ سے، اور آپکا امر وحی سے تھا گویا انہوں نے وحی کی مخالفت کی، پھر اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اہل بیت کی یہ خطاء اجتہادی تھی جس پر گرفت نہیں ہوتی، اسکا جواب حضرت اقدس گنگوہی نے یہ دیا ہے کہ ان کیلئے اجتہاد جائز کب تھا، نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد جائز نہیں، اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے روبرو بھی اجتہاد جائز نہیں، یہ سوال وجواب حضرت سہارنپوری اور حضرت گنگوہی کے درمیان خط وکتابت کے ذریعہ سے ہوئے جو تذکرۃ الخلیل [1] میں منقول ہے، کوکب الدری [2] میں بھی تقریبا اسی طرح ہے۔ ترمذی کی مذکورہ بالا روایات میں "مَشِی" کا بھی ذکر ہے یعنی دواءِ مسہل سنا مکی وغیرہ۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم اتم منہ، قالہ المنذری۔

۸- بَابٌ فِي النُّشْرَةِ

ایک قسم کے جادو کا بیان

٣٨٦٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ مَعْقِلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ مُنَبِّهٍ، يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ: «هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ».

ترجمہ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے نشرہ (منتر پڑھ کر علاج) کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

تخریج سنن أبي داود- الطب (٣٨٦٨) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣/ ٢٩٤)

شرح الحدیث حدیث الباب میں ہے کہ آپ سے نشرہ کے بارے میں سوال کیا گیا فقال: هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ، بذل [3] میں لکھا ہے کہ یہ رقیہ کی ایک قسم ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سحر ہے، آپ نے اس کو عمل الشیطان فرمایا ہو سکتا ہے وہ اسمائے شیاطین پر مشتمل ہوتا ہو جس کی وجہ سے منع کیا ہو۔

۹- بَابٌ فِي التِّرْيَاقِ

تریاق (زہر کی پڑیا) کے استعمال کرنے کا بیان

زہر کی دوا کو تریاق کہتے ہیں، بعض تریاق مرکب ہوتے ہیں جس میں لحوم افاعی یعنی سانپ کے جسم کا درمیانی حصہ سر اور دم کو

---

[1] تذكرة الخليل- ص ٨٢-٨٦

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي- ج ٣ ص ٨٥

[3] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٦ ص ١٩٥

علیحدہ کرکے ڈالا جاتا ہے، اور بھی چیزیں ہوتی ہوں گی، یہ حرام ہے نجس ہونے کی وجہ سے، اور اگر تریاق (زہر کی دوا) پاک چیزوں سے بنائی جائے تو اسکے کھانے پینے میں کچھ حرج نہیں (کذا فی البذل) وفیہ ہو من أباح فیما فیہ شئی من لحوم الأفاعی مالک لأنہ یری إباحۃ لحوم الحیات، ویقتضیہ مذہب الشافعی لإباحۃ التداوی ببعض المحرمات. قالہ ابن رسلان [1]۔

۳۸۶۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا شَرَاحِيلُ بْنُ يَزِيدَ الْمَعَافِرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا، أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيمَةً، أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَقَدْ رَخَّصَ فِيهِ قَوْمٌ يَعْنِي التِّرْيَاقَ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ اگر میں تریاق (زہر کی پڑیا) استعمال کروں یا (زمانہ جاہلیت کے طرز کے مطابق) تعویذ گنڈے لٹکاؤں یا خود ساختہ شعر کہوں تو مجھے نہیں معلوم کہ میں حلال وحرام کی تمیز کے بغیر جو چاہوں کروں (یعنی یہ تین فعل نبی سے صادر نہیں ہوسکتے بلکہ یہ عصمت نبوی کے خلاف ہیں)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ان تین چیزوں کی حرمت اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے ورنہ اہل علم کی ایک جماعت نے تریاق (زہر کی پڑیا) کھانے کو جائز فرمایا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الطب (۳۸۶۹) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۱۶۷/۲)

شرح الحدیث: مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ جزائے مقدم ہے آگے اسکی شرط آرہی ہے، آپ فرمارہے ہیں کہ اگر میں تریاق استعمال کروں یا تعلیق تمیمہ یا اپنی جانب سے کوئی شعر کہوں تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ میں جو چاہے کر گزرتا ہوں اور پرواہ نہیں کرتا، یعنی جائز اور ناجائز ہونے کی۔ حاصل یہ کہ میرے لئے یہ کام قطعاً جائز نہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً: مصنف کہہ رہے ہیں کہ تریاق کا حرام ہونا خاص آپ کیلئے ہے ورنہ بعض علماء نے تریاق کو جائز رکھا ہے، اور یہ بھی محتمل ہے کہ مصنف کے کلام میں هَذَا کا اشارہ أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي کی طرف ہو، اور وَقَدْ رَخَّصَ فِيهِ قَوْمٌ یہ جملہ ماقبل سے متعلق نہ ہو، بلکہ مستقل تریاق ہی سے متعلق ہو۔

اس حدیث میں تعلیق تمیمہ کا بھی ذکر ہے، تعلیق التمائم کا آگے مستقل باب آرہا ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۶ ص ۱۹۶

۱۰ ۔ بَابٌ فِي الْأَدْوِيَةِ الْمَكْرُوهَةِ

مکروہ دواؤں کے استعمال کا بیان

۳۸۷۰ - قَالَ: لَنَا حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بری (حرام) دوا کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الطب (۲۰٤٥) سنن أبي داود - الطب (۳۸۷۰) سنن ابن ماجه - الطب (۳٤٥۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۰٥/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٦/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤۷۸/۲)

۳۸۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ: «أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ، فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عثمانؓ کہتے ہیں کہ ایک طبیب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مینڈک کے دوا میں ڈالے جانے کے متعلق (اس کا شرعی حکم کیا ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا کہ مینڈک کو مار کر دوا میں ڈالا جائے (یعنی مینڈک کو دوا کے طور پر استعمال کرنا ہی منع ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۸۷۱) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۹۸)

شرح الحدیث: جب قتل ضفدع ممنوع ہوا تو تداوی بالضفدع بھی ممنوع ہوا کیونکہ تداوی اس کے قتل ہی پر موقوف ہے یا تو اس لئے منع ہے کہ وہ نجس ہے یا کم از کم مستقذر (گھناؤنی چیز) کذا فی البذل عن فتح الودود [1]۔

اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ میتۃ البحر میں صرف ضفدع حرام ہے، کما تقدم الاختلاف فی ذلک فی کتاب الطہارۃ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۳۸۷۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَسَا سُمًّا فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ، يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا».

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے زہر پیا تو وہی زہر قیامت کے دن اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ شخص دوزخ کی آگ میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ پیا کرے گا۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٠٩.

تخریج صحيح البخاري - الطب (٥٤٤٢) صحيح مسلم - الإيمان (١٠٩) جامع الترمذي - الطب (٢٠٤٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٥) سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٢) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٢) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٢)

شرح الحدیث۔ یعنی جو شخص دنیا میں زہر چاٹ کر مرے گا تو آخرت میں اسکے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ وہ زہر اسکے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اسی طرح چاٹے گا جہنم میں ہمیشہ ہمیش، اگر خلود کو اپنے ظاہر پر رکھیں تب تو یہ حدیث مُسْتَحِل پر محمول ہوگی، اور یا پھر خلود سے مراد مکث طویل لیا جائے۔

اور ایک جواب وہ ہے جو امام ترمذی نے فرمایا، انہوں نے اس حدیث کو مختلف طرق سے ذکر فرمایا جن میں بعض طرق ایسے بھی ہیں جن میں خَالِدًا مُخَلَّدًا کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف یہ ہے: عُذِّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ [1]، امام ترمذی نے اسی طریق کو ترجیح دی اور فرمایا: وَهَذَا أَصَحُّ لِأَنَّ الرِّوَايَاتِ إِنَّمَا تَجِيءُ بِأَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيدِ يُعَذَّبُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّهُمْ يُخَلَّدُونَ فِيهَا اهـ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه أتم منه، قاله المنذري۔

٣٨٧٣ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ أَوْ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَنَهَاهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّهَا دَوَاءٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، وَلَكِنَّهَا دَاءٌ».

ترجمہ: طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے پینے کے متعلق دریافت فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے استعمال سے منع فرمایا، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شراب کے ذریعے بعضے امراض سے شفایابی حاصل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بالکل غلط! بلکہ شراب تو بیماری ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٣) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٠٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١١/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٣/٥)

شرح الحدیث۔ شرح السند: اس حدیث کو علقمہ اپنے باپ وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں، اور وائل طارق بن سوید صحابی سے، شعبہ کہتے ہیں کہ میرے استاد سماک نے عَنْ أَبِيهِ کے بعد طارق بن سوید کو بھی ذکر کیا تھا، لہذا اس حدیث کے راوی طارق بن سوید ہوئے (فهذا رواية الصحابي عن الصحابي) جہاں راوی کو استاذ کے الفاظ اچھی طرح یاد نہیں ہوتے تو وہاں وہ اسی طرح تعبیر کیا کرتا ہے، یہاں پر شعبہ کو یہ تو یاد تھا کہ وائل کے بعد سند میں طارق ہیں لیکن یہ یاد نہ رہا کہ ان سے روایت بصیغہ تحدیث ہے یا اخبار یا عنعنہ، اسی لئے اس طرح کہا، نیز یہاں کسی راوی کو یہ بھی شک ہو رہا ہے کہ صحیح نام طارق بن سوید ہے یا

[1] سنن الترمذي — كتاب الطب — باب ما جاء فيمن قتل نفسه بسم أو غيره ٢٠٤٤.

اس کا عکس سوید بن طارق، لیکن صحیح طارق بن سوید ہی ہے، کما یظہر من کتب الرجال، لیکن کتب حدیث میں یہ سند مختلف ہے ابن ماجہ کی سند میں عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ سُوَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ [1] ہے، بیچ میں عَنْ أَبِيهِ کا واسطہ نہیں، لیکن مسلم اور ترمذی [2] میں ابوداؤد کی طرح عَنْ أَبِيهِ کا واسطہ مذکور ہے۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت سوید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خمر بنانے کے بارے میں اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، انہوں نے پھر سوال کیا کہ میں تو اس کو دواء کیلئے بناتا چاہتا ہوں، مسلم کی روایت میں اسی طرح ہے: إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ، آپ نے فرمایا کہ «إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ، وَلَكِنَّهُ دَاءٌ» وہ دواء نہیں بلکہ داء یعنی بیماری ہے۔

بعض لوگ خمر کو دواء سمجھتے تھے اور ذریعہ شفاء، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی فرمادی، چنانچہ ایک روایت میں ہے: إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ أُمَّتِي فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْهَا [3] ۔ والحديث اخرجه ابن ماجه عن طارق بن سويد من غير شك، واخرجه مسلم والترمذي من حديث وائل بن حجر، قاله المنذري۔

۳۸۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ».

ترجمہ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے مرض اور دواء (دونوں کو ساتھ) اتارا ہے اور ہر مرض کیلئے دواء رکھی ہے پس علاج کیا کرو اور حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔

شرح الحديث قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ» اس حدیث کا مضمون کتاب الطب کے شروع میں گزر چکا، کہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس کیلئے دوا بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائی ہے اور پھر آپ نے آگے فرمایا کہ دوا تو کرو لیکن حرام اور نجس چیز سے۔

اس حدیث کے سیاق سے علاج اور تداوی کی ترغیب مفہوم ہو رہی ہے کہ دوا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور وہ جو کہتے ہیں کہ دوا توکل کے خلاف ہے وہ بڑے لوگوں کے حق میں ہوگا جو رضا و تسلیم کے اعلیٰ مقام کو پہنچے ہوئے ہوں۔

---

[1] سنن ابن ماجه — كتاب الطب — باب النهي أن يتداوى بالخمر ٣٥٠٠

[2] صحيح مسلم — كتاب الأشربة — باب تحريم التداوي بالخمر ١٩٨٤، جامع الترمذي — كتاب الطب — باب ما جاء في كراهية التداوي بالمسكر ٢٠٤٦

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١ ص ٣٣٩

١١ - بَابٌ فِي تَمْرَةِ الْعَجْوَةِ

عجوہ کھجور کا بیان

٣٨٧٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: مَرِضْتُ مَرَضًا أَتَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلَى فُؤَادِي فَقَالَ: «إِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُودٌ، ائْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک بیماری میں مبتلا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میرے سینے پر (اس طرح) رکھا کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کرنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں دل کی تکلیف ہے تم بنو ثقیف کے ایک شخص حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ شخص اس کا علاج معالجہ کرتا ہے اسکو چاہئے کہ وہ مدینہ منورہ کی سات عجوہ کھجوریں لے کر ان کو گٹھلیوں سمیت پیس لے پھر اس سے تمہارا لدود کر لے۔

تخریج: صحیح البخاري - الأطعمة (٥١٣٠) صحیح البخاري - الطب (٥٤٣٥) صحیح مسلم - الأشربة (٢٠٤٧) سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٧)

شرح الحدیث: حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا، آپ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے، آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے قلب میں محسوس کی، آپ ﷺ نے فرمایا إِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُودٌ کہ تیرے فؤاد یعنی قلب میں تکلیف ہے۔

ائْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ۔ پھر آپ نے مشورہ دیا ان کو حارث بن کلدہ ثقفی کے پاس جانے کا، اور فرمایا کہ وہ طبیب ہے علاج کرتا ہے، پھر آپ کے ذہن میں خود ہی ان کا علاج آیا اور آپ ہی نے دواء تجویز فرمائی کہ حارث بن کلدہ کو چاہیے کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے اور پھر گٹھلیوں سمیت ان کو کوٹے [1]۔ یعنی گٹھلیوں سمیت ان کو پیس لے اور پھر پانی ملا کر رقیق کر کے اس کو چاہئے کہ ان کے

---

[1] حدیث کا لفظ فَلْيَجَأْهُنَّ ہے، یہ وَجَأ سے ہے جسکے معنی کوٹنے کے ہیں، چنانچہ بذل (ج ١٦ ص ٢٠٣) میں ہے أي يرضهن اور عون المعبود (ج ١٠ ص ٣٥٨) میں ہے: قال في النهاية فليجاهن أي فليدقهن، اور کتاب النکاح میں گزر چکا فإن الصوم له وجاء، اس کے معنی رض الخصيتين کے ہیں، اسی طرح یہاں بھی مراد ہے کہ ان گٹھلیوں کو پیس دیا جائے تاکہ ان کا لدود کیا جا سکے اور ہاتھ سے ملنا مراد نہیں ہے اسکے لئے دوسرا لفظ آتا ہے مرس جیسا کہ نبیذ کے بیان میں گزر چکا، كنت آخذ قبضة من تمر وقبضة من زبيب فالقيه في اناء فامرسه ثم اسقيه النبي صلى الله عليه وسلم في سنن أبي داود - كتاب الأشربة - باب في الخليطين ٣٧٠٧)

ساتھ تیر الدود کردے۔

یعنی یہ دواء تو خود آپ ﷺ نے تجویز فرمادی لیکن اس کا بنانا اور تیار کرنا اور پھر اس کا استعمال کرانا اس کام کیلئے اس طبیب کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔

اس حدیث کے یہی معنی متعدد شراح نے لکھے ہیں کہ عجوہ کھجور کو مع گٹھلیوں کے پیس کر پانی ملا کر اس کو حلق میں ٹپکا دیا جائے، بجائے پینے کے لدود کا مشورہ یا تو آپ نے اس لئے دیا کہ مریض کی حالت پینے کی نہ تھی ضعف وغیرہ کی وجہ سے، اور یا یہ کہ اس دواء کے استعمال کا طریقہ ہی یہ ہے۔

۳۸۷۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح نہار منہ سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس کو اس روز نہ زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ جادو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٣٠) صحيح البخاري - الطب (٥٤٣٥) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠٤٧) سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٧)

شرح الحدیث: جو شخص صبح نہار منہ سات دانے عجوہ کھجور کے کھالے تو آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اس شخص کو اس دن کوئی زہر یا سحر نقصان نہ پہنچا سکے۔ یا تو عجوہ ہی کی خاصیت کی وجہ سے، یا آپ ﷺ کی دعاء کی برکت سے، وقال الخطابي: ذلك ببركة دعائه لا بخاصية في التمر (بذل [1]) والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١٢- بَابٌ فِي الْعِلَاقِ

انگلیوں سے حلق دبانے کا بیان

۳۸۷۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لِي قَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ: "عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ: يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "يَعْنِي بِالْعُودِ: الْقُسْطَ".

ترجمہ: ام قیس بنت محصن فرماتی ہیں کہ میں اپنے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئی میں نے عذرہ (حلق میں ورم) کی وجہ سے اسکے حلق کو (اندر سے) دبایا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس دبانے کے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر - ج ١٠ ص ٢٣٩، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٢٠٤

ساتھ کیوں تکلیف پہنچاتی ہو۔ عود ہندی (قسط ہندی، جڑی بوٹی) استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے ان میں سے ایک ذات الجنب ہے، عذرہ (حلق میں ورم) کے لئے اس کو ناک میں ڈالا جاتا ہے اور ذات الجنب میں منہ میں ٹپکایا جاتا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عود (ہندی) سے مراد قسط (ہندی) ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الطب (٥٣٦٨) صحیح مسلم - السلام (٢٢١٤) سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٧) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٦٢) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٦٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٥٦)

شرح الحدیث عذرہ ایک بیماری ہے کہ چھوٹے بچوں کے حلق میں ورم ہو جاتا ہے، اس کا حل اور علاج اس زمانہ کی عورتیں علاق کے ذریعہ سے کرتی تھیں، جسکے معنی دبا دینے کے ہیں کہ انگلی یا انگوٹھے کو بچہ کے منہ میں داخل کر کے اس سے ورم کو دباتے ہیں وہ جو حلق میں ایک گوشت کا ٹکڑا سا لٹکا رہتا ہے جسکو کوا بولتے ہیں (عربی میں لھاۃ کہتے ہیں) ممکن ہے یہ ورم اسی پر آتا ہو، اس دبانے ہی کا نام علاق ہے جس کو اعلاق اور غمز اور دغر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، وکلھا بمعنی واحد، اور جس بیماری کا یہ علاج ہے یعنی ورم اس کو حدیث میں عذرۃ سے تعبیر کیا ہے، ایسا کرنے سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے وہ روتا ہے اسی لئے حدیث میں اس علاج سے منع کیا گیا ہے، سبحان اللہ! دیکھئے آپ بچوں کے حق میں ان کی ماؤں سے بھی زیادہ شفیق ثابت ہوئے صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم شرف وکرم، اور فرمایا آپ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے، عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، یعنی اپنی اولاد کے ساتھ یہ طرز عمل یعنی دغر اور علاق کیوں کرتی ہو، عود ہندی کو لازم پکڑو جس کو قسط ہندی بھی کہتے ہیں، اسلئے کہ اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے لیکن طریق استعمال الگ الگ ہے، اگر عذرہ کی بیماری ہے تو اس کا طریقہ علاج واستعمال سعوط ہے، اور اگر ذات الجنب کی بیماری ہو تو اس کا طریقہ استعمال لدود ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

١٣ ـ بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالْكُحْلِ

سرمہ لگانے کا بیان

٣٨٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، وَإِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ: يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ ".

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفید لباس زیب تن کیا کرو کہ وہ تمہارا سب سے عمدہ لباس ہے اور اپنے مردوں کو ان (سفید کپڑوں) میں ہی کفن دیا کرو، اور اثمد تمہارا بہترین سرمہ ہے جو بینائی بڑھاتا ہے اور

(پلکوں کے) بال اگاتا ہے۔

تخریج جامع الترمذي- اللباس (١٧٥٧) جامع الترمذي- الطب (٢٠٤٨) سنن أبي داود- الطب (٣٨٧٨) سنن ابن ماجه- الطب (٣٤٩٧) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢٣١/١)

شرح الحديث إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ: يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ: بہترین سرمہ اثمد یعنی سرمہ اصفہانی ہے (یہی سرمہ جو ہمارے یہاں ملتا ہے) جو نگاہ کو صاف کرتا ہے اور پلک کے بال بڑھاتا ہے۔ والحديث اخرجه الترمذی وابن ماجه مختصر الیس فیہ ذکر الکحل. قاله المنذری۔

١٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَيْنِ

نظر بد لگ جانے کا بیان

٣٨٧٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْعَيْنُ حَقٌّ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نظر بد لگنا بر حق ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الطب (٥٤٠٨) صحيح مسلم - السلام (٢١٨٧) سنن أبي داود - الطب (٣٨٧٩) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٠٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٩/٢)

شرح الحديث الْعَيْنُ حَقٌّ: یعنی نظر کا لگنا، جو لوگوں میں مشہور ہے، یہ بر حق ہے غلط بات نہیں، امام نووی فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے عین کا انکار کیا ہے اور یہ کہ اس کا کوئی اثر نہیں اور اس سے کچھ نہیں ہوتا، لیکن یہ قول فاسد ہے اسلئے کہ اول تو یہ بات عقلاً ممکن ہے، دوسرے اسلئے کہ مخبر صادق ﷺ نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے جسکی تکذیب جائز نہیں [1]، آگے لکھتے ہیں کہ عین کی دو قسمیں ہیں عین انسی اور عین جنی (انسانی اور جناتی) کما سیأتی فی حدیث سهل نیز جسطرح عین دیکھنے سے لگتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے اسی طرح بغیر دیکھے وصف یعنی کسی کا حال سننے سے بھی لگ جاتی ہے، قال اللہ تعالیٰ: وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ [2] یعنی من غیر رویۃ اب یہ کہ آنکھ لگتی کیسے ہے کیا ہوتا ہے اسکے بارے میں بعض علماء نے کہا کہ عاین کی آنکھ سے کوئی قوت سمیہ اٹھتی ہے جو معین سے جا کر لگتی ہے جس سے اسکو نقصان پہنچتا ہے، جیسے بعض قسم کے سانپ ہوتے ہیں جن کی خاصیت حدیث میں آتی ہے يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ [3] اور مسلک

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج- ج١٤ ص١٧١

[2] اور منکر تو لگے ہی ہیں کہ پھسلا دیں تجھ کو اپنی نگاہوں سے جب سنتے ہیں قرآن (سورۃ القلم ٥١)

[3] سنن أبي داود- كتاب الأدب- باب في قتل الحيات ٥٢٥٢

اہل سنت کا یہ ہے کہ یہ تاثیر ضرر آنکھ کیلئے ذاتی نہیں ہے بلکہ جریاً علی العادۃ ہے یعنی عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اس تقابل کے وقت میں ضرر پیدا فرمادیتے ہیں، یعنی اصل تو اس میں یہ ہے یعنی عادۃ اللہ کا جاری ہونا، اور وہ جو بعض سے منقول ہے کہ عاین کی عین سے قوت سمیہ کا اٹھنا اور معین سے جاکر اس کا لگنا یہ بھی امر ممکن ہے (بذل عن ابن رسلان [1]) ایک وجہ اسکی یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عاین معین کی کسی خوبی کو اسکا کمال ذاتی خیال کرلیتا ہے بجائے خداداد تصور کرنے کے اسلئے بعض اوقات اس کا وہ وصف سلب کرلیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی صورت میں ضرر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۸۸۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص کی نظر لگتی اس کو وضوء کرنے کا حکم ہوتا پھر جس کو نظر لگی ہوتی وہ اس کے (استعمال شدہ) پانی سے غسل کرتا۔

شرح الحدیث **نظر کا علاج:** حدیث میں نظر بد کے اثر کو زائل کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے، چنانچہ باب کی دوسری حدیث میں ہے: كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ، جس کی نظر لگتی ہے اس کو عاین اور جس کو لگتی ہے اس کو معین کہتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کما فی الترمذی ومسلم وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا [2] یعنی جب عاین سے جس کی نظر لگی ہے، غسالہ طلب کیا جائے یا غسل طلب کیا جائے تو اس کام کو کردیا کرے۔

حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ عاین سے کہا جاتا تھا کہ وضو کرے (اور اس ماء مستعمل کو ایک برتن میں جمع کیا جائے) پھر اس وضو کے پانی یعنی غسالہ سے معین غسل کرتا تھا، یعنی ایسا کرنے سے نظر کا اثر ختم ہوجاتا تھا "بذل" میں اس غسل کا ایک خاص طریقہ نقل کیا ہے ایک واقعہ سے جو مسند احمد [3] میں ہے سہل بن حنیفؓ کے ایک سفر کا قصہ کہ کسی جگہ انہوں نے غسل کیا، اور یہ بہت زیادہ خوبصورت اور حسین تھے، ایک شخص جن کا نام عامر بن ربیعہ ہے ان کی نظر ان پر اس وقت پڑ گئی، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ. وَلَا جِلْدَ مُخَبَّأَةٍ الحدیث، پورا قصہ بذل [4] میں مذکور ہے، آپ عامر بن ربیعہ پر ناراض ہوئے اور یہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے جب کسی ایسی چیز کو دیکھے جو اسکو پسند آئے تو اس کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے، اللهم بارك عليه، اور ایسے ہی ماشاء اللہ لا قوۃ إلا باللہ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ نظر کا نقصان نہیں ہوگا، اور اس مفصل روایت میں اعضائے وضو کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٠٧.

[2] جامع الترمذي كتاب الطب باب ما جاء أن العين حق والغسل لها ٢٠٦٢

[3] مسند الإمام أحمد بن حنبل - مسند المكيين - حديث سهل بن حنيف ١٥٩٨٠

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٠٨-٢٠٩

دھونے کے ساتھ داخل ازار کے دھونے کا بھی ذکر ہے جس سے مراد کہا گیا ہے کہ شرمگاہ ہے اور کہا گیا کہ لنگی کا اندرونی حصہ جو جسم [1] سے متصل ہوتا ہے۔ حديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه اخرجه البخاري ومسلم واخرجه مسلم من حديث عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اتم منه، قاله المنذري (مختصراً)

١٥- بَابٌ فِي الْغَيْلِ

غیلہ کا بیان

جس کو غیلہ بھی کہتے ہیں اسکی تفسیر آگے کتاب میں آرہی ہے، قَالَ مَالِكٌ الْغِيلَةُ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ [2]۔ یعنی جو عورت دودھ پیتے بچہ والی ہو شوہر کا اس سے صحبت کرنا، کیونکہ وطی کے بعد اگر وہ عورت حاملہ ہو گئی تو حمل سے دودھ فاسد ہو جاتا ہے پس اگر وہی دودھ وہ عورت اس بچہ کو پلاتی ہے تب تو وہ اسکے حق میں مضر ہو گا اور اگر نہیں پلاتی تو وہ بھوکا رہے گا۔

٣٨٨١- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا، فَإِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهِ».

ترجمہ حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ اپنی اولاد کو پوشیدہ کام کے سبب ہلاک مت کرو (کیونکہ دودھ پلانے کے ایام میں بیویوں سے صحبت کرنے کا اثر بڑے عرصے تک رہتا ہے کہ اس کام کے کرنے کے بعد جب چھوٹا بچہ اپنی جوانی کو پہنچتا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے تو اس) غیل کے سبب گھڑ سوار گھوڑے سے گر جاتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطب (٣٨٨١) سنن ابن ماجه - النكاح (٢٠١٢) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٥٣/٦)

شرح الحدیث یہ حضرت اسماء کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو فعل مخفی کے ذریعہ اس سے مراد وہی غیل ہے، چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ غیل ایسی مضر چیز ہے کہ وہ گھوڑے سوار کو اسکے گھوڑے سے پچھاڑ دیتی ہے، گرادیتی ہے، یعنی بچہ کے اندر غیل کا اثر اسکے بڑے ہونے کے بعد بھی نہیں جاتا، اسکے اثر سے اچانک کوئی خاص کمزوری پیدا ہو جاتی ہو گی جس کی وجہ سے وہ دفعۃً سواری پر سے گر پڑتا ہے، جیسے مرگی کا مریض ہوتا ہے کہ اچانک بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔

اس کے بعد جو دوسری حدیث آرہی ہے، اس کا مضمون اس حدیث اسماء کے خلاف ہے۔

---

[1] اوپر والا قصہ مشکوۃ میں شرح السنة (ج ١٢ ص ١٦٤) کے حوالہ سے مذکور ہے، وفيه فغسل له عامر وجهه، ويديه؟ ومرفقيه، وركبتيه، وأطراف رجليه، وداخلة إزاره في قدح، ثم صب عليه الخ التعليق الصبيح (ج ٥ ص ٤١) میں شرح السنة (ج ١٢ ص ١٦٦) سے نقل کیا ہے: اختلفوا في داخلة الإزار، فذهب بعضهم إلى المذاكير، وبعضهم إلى الأفخاذ والدرك، وقال أبو عبيد: إنما أراد به إزاره، يلي جسده، مما يلي الجانب الأيمن، فهو الذي يغسل اه مختصراً، اور مظاہر حق میں ہے اور اعضائے ازار کے اندر کے یعنی ستر زان اور کولے اھ۔

[2] سنن أبي داود - كتاب الطب - باب في الغيل ٣٨٨٢

٣٨٨٢- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جُدَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذُكِرْتُ أَنَّ الرُّومَ، وَفَارِسَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ» قَالَ مَالِكٌ: "الْغِيلَةُ: أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ".

ترجمہ جدامۃ اسدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا میں نے دودھ پلانے کے ایام میں صحبت کرنے سے ممانعت کرنے کا ارادہ کر لیا تھا پھر مجھے اہل روم وفارس کے بارے میں بتلایا گیا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور یہ ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، امام مالک فرماتے ہیں کہ غیلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ان ایام میں صحبت کرے جب کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔

تخریج صحیح مسلم - النکاح (١٤٤٢) جامع الترمذي - الطب (٢٠٧٦) سنن النسائي - النکاح (٣٣٢٦) سنن أبي داود - الطب (٣٨٨٢) سنن ابن ماجه - النکاح (٢٠١١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦١) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٣٤) موطأ مالك - الرضاع (١٢٩٢) سنن الدارمي - النکاح (٢٢١٧)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا غیل کی ممانعت کا لیکن پھر میرے ذہن میں یہ آیا کہ اہل روم اور فارس تو ایسا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا (اس لئے نہی کا ارادہ ملتوی کر دیا)۔

حدیث اسماء اور حدیث جدامہ میں تعارض اور اس کی توجیہ: یہاں پر یہ دو حدیثیں ہیں ایک حدیث اسماء دوسری حدیث جدامہ، ان دونوں میں دو حیثیت سے اختلاف اور تعارض ہے، اول یہ کہ حدیث اسماء سے معلوم ہوتا ہے غیل کا مضر ہونا اولاد کیلئے، اور حدیث جدامہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا غیر مضر ہونا، دوسرے اس حیثیت سے کہ حدیث اسماء میں نہی عن الغیل موجود ہے، اور حدیث جدامہ سے نہی کا منفی ہونا معلوم ہوتا ہے (یعنی یہ کہ آپ نے منع کرنے کا صرف ارادہ فرمایا تھا جسکی نوبت نہیں آئی) ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ حدیث جدامہ مقدم ہے وہ شروع کی ہے جس میں آپ ﷺ نے عربوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوچا کہ غیل مضر ہے، پھر جب آپ نے روم وفارس پر نظر ڈالی تو آپ نے اندازہ لگایا کہ مضر نہیں ہے پھر بعد میں آپ کو من جانب اللہ تعالیٰ مطلع کیا گیا ہے کہ ایسا نہیں بلکہ وہ مضر ہی ہے لیکن فی بعض الاحیان اور باعتبار بعض امزجہ وطبائع کے اسلئے آپ ﷺ نے بعد میں اس سے نہی فرمائی تنزیہاً اس تقریر کے پیش نظر یہ دونوں حدیثیں متفق ہو جاتی ہیں (بذل عن ابن رسلان [1])۔ حدیث أسماء اخرجه ابن ماجه، وحديث جدامة اخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٢١١

١٦ - بَابٌ فِي تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ

تعویذ لٹکانے کا بیان

تمائم تمیمہ کی جمع کما قیل: واذا المنیة انشبت اظفارھا۔ الفیت کل تمیمة لاتنفع۔

٣٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الرُّقَى، وَالتَّمَائِمَ، وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» قَالَتْ: قُلْتُ: لِمَ تَقُولُ هَذَا؟ وَاللهِ لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانٍ الْيَهُودِيِّ يَرْقِينِي فَإِذَا رَقَانِي سَكَنَتْ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّمَا ذَاكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهِ فَإِذَا رَقَاهَا كَفَّ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكِ أَنْ تَقُولِي كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی اہلیہ زینب اپنے خاوند سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور تولہ (زوجین میں محبت کرنے کا منتر یا جادو) شرکیہ افعال میں سے ہیں کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ انہوں نے یہ کس وجہ سے کہا، بخدا میری آنکھ شدت تکلیف سے بہتی تھی تو میں فلانے یہودی کے پاس جایا کرتی وہ دم کر دیتا تو وہ ٹھیک ہو جاتی۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ شیطان کا عمل ہے وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کو تکلیف دیتا ہے جب یہودی اس پر دم کرتا ہے تو وہ شیطان رک جاتا ہے، تمہارے لئے نبی اکرم ﷺ کی دعا ہی کافی ہے جو وہ فرمایا کرتے تھے کہ (أَذْهِبِ الْبَأْسَ الخ) اے تمام لوگوں کے پروردگار! اس تکلیف کو دور فرما دے اور شفایاب فرما تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا کوئی (دوسری) شفاء نہیں ایسی شفاء عطا فرما جو کوئی بیماری نہ چھوڑے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (٣٨٨٣) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٣٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٨١)

شرح الحدیث: رُقی رقیہ کی جمع فیض الباری [1] میں لکھا ہے اور وہاں سے الابواب والتراجم میں نقل کیا گیا ہے کہ جو رقیہ شریعت کے موافق ہو اس کے بارے میں کہتے ہیں دَم کرنا اور جو خلاف شریعت ہو اس کا ترجمہ ہے منتر، اور تمیمہ وہ کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھا ہوا جس کو لپیٹ کر گلے میں ڈالتے ہیں جو ہمارے یہاں تعویذ کے نام سے مشہور ہے اور تولہ یہ ایک خاص قسم کا منتر یا سحر ہے زوجین میں محبت پیدا کرنے کے لئے، عمل الحُبّ، حدیث میں ان سب کو شرک فرمایا گیا ہے، یعنی من افعال المشرکین، کیونکہ ان کے یہاں ان چیزوں کا بہت زور تھا، یا اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے جب کہ ان چیزوں کو تاثیر کے

[1] فيض الباري على صحيح البخاري - ج ٦ ص ٦٠

اعتقاد کے ساتھ اختیار کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ شرک سے مراد شرک خفی اور ترک توکل۔

آگے روایت میں یہ ہے کہ راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب جنہوں نے اس حدیث کو ان سے روایت کیا وہ کہتی ہیں کہ جب انہوں نے مجھ کو یہ حدیث سنائی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ بات کیوں کہہ رہے ہیں یعنی ان چیزوں کو ناجائز اور شرک کیوں کہہ رہے ہیں، واللہ ایک مرتبہ میری آنکھ دکھنے آرہی تھی جو ڈیڈا اور پانی بہاتی تھی تکلیف کی وجہ سے، تو میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی جو اس آنکھ کو جھاڑ تا تھا، پس جب وہ مجھ کو جھاڑ تا تھا آنکھ میں سکون ہو جاتا تھا اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ شیطان کی حرکت تھی، شیطان تیری آنکھ میں چونکا مارتا تھا اپنی انگلی سے پھر جب وہ یہودی اس کو جھاڑ تا تھا (تو وہ شیطان تیرا عقیدہ فاسد کرنے کیلئے) مارنے سے رک جاتا تھا، اور پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر تم یہ دعاء پڑھ کر جھاڑ لو تو کافی ہو جائے جو حضور ﷺ سے منقول ہے، أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

رقی اور تمائم سے متعلق روایات کا تجزیہ و تشریح: مصنف نے ایک باب تمائم اور دو باب رقی سے متعلق قائم کئے ہیں، یہ باب تو تمائم کا چل رہا ہے جس کی حدیث میں تمائم اور رُقی دونوں مذکور ہیں، اسکے بعد باب آرہا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّقَى اور اس کے بعد پھر ایک اور باب آرہا ہے بَابُ كَيْفَ الرُّقَى، پہلے باب میں مصنف نے دونوں طرح کی روایات ذکر فرمائیں منع اور جواز، منع کی تو اوپر گزر چکی اور باب کی دوسری حدیث میں ہے۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟ فَقَالَ: «اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» یعنی عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں کثرت سے منتر پڑھا کرتے تھے تو اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان رقی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ اپنے رقی مجھ پر پیش کرو، یعنی دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ کونسا جائز ہے کونسا ناجائز اور سر دست آپ نے قاعدہ کے طور پر یہ بات فرمائی کہ رقیہ کے اندر کچھ مضائقہ نہیں اگر اس میں کچھ شرک کی بات نہ ہو، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، اور علماء نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ رقی دو طرح کے ہیں، رقی الجاهلية، اور رقی الاسلامية پہلی قسم ممنوع ہے اور دوسری جائز، جن رقی میں استعانت باسماء الشیاطین وغیرہ ہو یا جانوروں کے ناخن اور ہڈیاں وغیرہ پرو کر پہنائے جاتے ہو باعتقاد تاثیر ان کا شرک ہونا بدیہی ہے، ایسے ہی رقی کی حدیث میں مذمت اور ممانعت آئی ہے اور جن رقی میں استعانت بالاسماء الحسنی اور آیات قرآنیہ وغیرہ ہوں وہ اسلامی رقی ہیں ان کی تو حدیث میں ترغیب آئی ہے، اسی طرح عم خارجہ اور ابو سعید خدری کی حدیثوں میں رقیہ کی تقسیم حق اور باطل کی تصریح مذکور ہے، فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ، چنانچہ دوسرا باب جو مصنف نے قائم کیا ہے بَابُ كَيْفَ الرُّقَى اس کا منشاء یہی ہے کہ جب گزشتہ باب سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ رقی دونوں طرح کے ہوتے ہیں ممنوع اور غیر

ممنوع، جائز اور ناجائز، تو پھر وہ رقی جو جائز ہیں جن کو اختیار کرنا چاہئے وہ کیا ہیں، اس دوسرے باب میں اسی کا بیان ہے جس میں مصنف نے اس سلسلہ کے اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کو بیان فرمایا ہے۔

تعلیقِ تمائم کی حیثیت: نیز اسماء حسنی اور ادعیہ ماثورہ اور ایسے ہی آیات قرآنیہ جو مادہ ہے اسلامی رقی کا اس میں بھی اصل ذکر و قراءت ہے یعنی زبان سے پڑھنا ادا کرنا نہ کہ تعلیق، یعنی لکھ کر گلے میں ڈالنا، قاضی یعنی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تعلیق من طریق السنہ نہیں ہے، اصل چیز ذکر و قراءت ہے، الا یہ کہ کوئی شخص پڑھنے پر قادر نہ ہو امی ہو یا چھوٹے بچے کہ ان کے حق میں تعلیق بھی ثابت ہے چنانچہ باب کیف الرقی، میں تیسری حدیث میں یہ ہے جو عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ: «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ» وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ، یعنی حضور ﷺ گھبراہٹ سے بچنے کیلئے یہ دعا سکھاتے تھے جو اوپر مذکور ہوئی تو اسکے بارے میں یہ صحابی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسا کرتے تھے کہ اپنی بڑی اولاد کو تو یہ دعا یاد کراتے تھے اور جو چھوٹے بچے ہوتے تھے انکے گلے میں لکھ کر ڈالتے تھے اس سلسلہ میں ہمارے مشائخ اور اکابر بھی یہی فرماتے تھے کہ اصل تو یہ دعائیں ہیں جو قرآن وحدیث میں آئی ہیں، ان کا پڑھنا اصل ہے، تعویذ وغیرہ کی اسکے سامنے کوئی حیثیت نہیں، الاضرورۃ، لہذا ان اذکار اور ادعیہ ماثورہ کے یاد کرنے اور انکے پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہئے، حضور ﷺ نے ہر بلا اور مصیبت سے بچنے کیلئے، اور ہر موقع اور محل کے اعتبار سے اسکے مناسب دعائیں تعلیم فرمائی ہیں جن کے اہتمام کرنے میں آدمی کی اپنی فلاح اور بہبود ہے۔

حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے تعویذات کے بارے میں کہ جب کوئی طلب کرتا ہے تو میں لکھ تو دیتا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم چلاتا ہوں آگے کو لیکن وہ پیچھے کو ہٹتا ہے، یہ ہے غایت درجہ کے ایمان واعتقاد کی مضبوطی، لیکن مع الاعتدال، یعنی لکھ بھی دیتے ہیں نہ لکھنے پر مصر نہیں لیکن اندر سے دل نہیں مانتا، اصل چیز یہ ہے کہ اتباع سنت اعتدال کے ساتھ ہو، تشدد من طریق السنہ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ ان تعویذات پر علی الاطلاق کفر وشرک کا حکم لگاتے ہیں واللہ تعالیٰ المستعان، والحدیث اخرجہ ابن ماجہ عن ابن اخت زینب عنہا، قالہ المنذری۔

۳۸۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نظر بد اور کسی موذی جانور کے ڈسنے (ان دو صورتوں) کے سوا کسی چیز کے لئے جھاڑ پھونک نہیں۔

جامع الترمذي - الطب (۲۰۵۷) سنن أبي داود - الطب (۳۸۸٤)

شرح الحديث یعنی جھاڑ پھونک نہیں ہوتی مگر نظر بد کے اثر سے بچنے کیلئے، یا کسی زہریلے جانور کے ڈسنے کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ ان دو چیزوں میں زیادہ مؤثر بجائے علاج اور دوا کے پڑھنا اور دم کرنا ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

۱۰۷ ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّقَى

جھاڑ پھونک دم کرنے کا بیان

۳۸۸۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، - قَالَ: أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَقَالَ: ابْنُ السَّرْحِ - أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَقَالَ: ابْنُ صَالِحٍ: مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ - قَالَ: أَحْمَدُ وَهُوَ مَرِيضٌ - فَقَالَ: «اكْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ» ثُمَّ أَخَذَ تُرَابًا مِنْ بَطْحَانَ فَجَعَلَهُ فِي قَدَحٍ ثُمَّ نَفَثَ عَلَيْهِ بِمَاءٍ وَصَبَّهُ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قَالَ ابْنُ السَّرْحِ يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الصَّوَابُ».

ترجمہ: ثابت بن قیسؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ثابت بن قیسؓ کے پاس تشریف لائے احمد بن صالح فرماتے ہیں ثابت بن قیس بیمار تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے انسانوں کے پروردگار! ثابت بن قیس سے بیماری کو دور فرما پھر وادی بطحان کی مٹی ایک پیالہ میں لیکر اس میں پانی دم کرکے ڈالا اور وہ ثابت بن قیسؓ پر ڈال دیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابن السرح فرماتے ہیں کہ یہ راوی یوسف بن محمد ہیں نہ کہ محمد بن یوسف جیسا امام ابو داؤد کے دوسرے استاد احمد بن صالح کی رائے ہے۔ اور امام ابو داؤد کی رائے ہے کہ یہ ہی درست ہے۔

شرح الحدیث یعنی حضور ﷺ حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تشریف لے گئے جب کہ وہ مریض تھے تو آپ نے یہ دعاء دی ہے: اكْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ۔ اسکے بعد اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے وادی بطحان کی تھوڑی سی مٹی لی جس کو ایک پیالہ میں ڈالا، اور پھر آپ نے اس مٹی پر پانی ڈالتے ہوئے کچھ پڑھ کر پھونک ماری [1] اور اس کے بعد اس پڑھے ہوئے پانی اور مٹی کو مریض پر چھڑک دیا۔ والحدیث اخرجہ النسائی مسندا ومرسلا، قالہ المنذری۔

۳۸۸۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟ فَقَالَ: «اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا».

ترجمہ: عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے ہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے

[1] وفی ہامش البذل (ج ۱۶ ص ۲۱۵): اختلفوا فی جواز النفث کما فی العینی ج ۲۱ ص ۴۰۱-۴۰۲ والفتح ج ۱۰ ص ۲۰۹-۲۱۰۔

رسول! اس جھاڑ پھونک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر اپنے جھاڑ پھونک کو پیش کرو۔ اگر اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو تو اس جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں۔

تخريج صحيح مسلم- السلام (۲۲۰۰) سنن أبي داود- الطب (۳۸۸٦).

شرح الحديث اس کے بعد وہی عوف بن مالک اشجعیؓ کی حدیث ہے، اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، جسکا حوالہ اوپر آچکا، اخرجه مسلم، قاله المنذری۔

۳۸۸۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ لِي: «أَلَا تُعَلِّمِينَ هَذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ».

ترجمہ شفا بنت عبد اللہؓ کہتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا: جس طرح تم نے حضرت حفصہؓ کو لکھنا سکھایا ہے اسی طرح تم ان کو رُقْيَةَ النَّمْلَةِ کیوں نہیں سکھا دیتیں۔

تخريج سنن أبي داود- الطب (۳۸۸۷) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٦/۳۷۲).

شرح الحديث حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ جن کا نام لیلی لکھا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں حضرت حفصہؓ کے پاس تھی کہ باہر سے حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو یعنی حفصہ کو رُقْيَةَ النَّمْلَةِ کیوں نہیں سکھا دیتی، جس طرح تو نے اسکو لکھنا سکھایا ہے۔

نملہ ایک بیماری ہے کہ آدمی کے پہلو میں پھنسیاں ہو جاتی ہیں اسکا اس زمانہ میں کوئی خاص علاج پڑھائی سے تھا جس کو رُقْيَةَ النَّمْلَةِ کہتے ہیں، اسکے الفاظ بذل میں یہ لکھے ہیں: العروس تحتفل وتختضب وتكتحل. وكل شئ تفتعل غير أن لا تعصي الرجل[1]۔

عورت کے لئے کتابت سیکھنا کیسا ہے؟ اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے کہ عورتوں کو کتابت سکھانا جائز ہے اور یہ حدیث لا تعلموهن الكتابة اس صورت میں ہے جب کہ تعلیم کتابت میں کسی فساد کا اندیشہ ہو بذل اور حاشیۂ بذل (ج ۱٦ ص ۲۱۷-۲۱۸) میں یہ ہے کہ فتاوی حدیثیہ[2] میں ابن حجر ہیتمی نے اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا ہے یعنی تعلیم

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۱٦ ص ۲۱۷

[2] قلت: ليس فيه دلالة على طلب تعليمهن الكتابة. وإنما فيه دليل على جواز تعليمهن الكتابة ونحن نقول به وإنما غاية الأمر فيه أن النهي عنه تنزيها لما تقرر من المفاسد المترتبة عليه. والله سبحانه أعلم. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي- ص ۸۵)

الكناية للنساء اور ترجیح انہوں نے عدم اولیت کو دی ہے۔

٣٨٨٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي الرَّبَابُ قَالَتْ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، يَقُولُ: مَرَرْنَا بِسَيْلٍ فَدَخَلْتُ فَاغْتَسَلْتُ فِيهِ فَخَرَجْتُ مَحْمُومًا فَنُمِيَ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا ثَابِتٍ يَتَعَوَّذُ» قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي وَالرُّقَى صَالِحَةٌ فَقَالَ: «لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ لَدْغَةٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْحُمَةُ: مِنَ الْحَيَّاتِ وَمَا يَلْسَعُ".

ترجمہ: سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک نہر کے پاس سے گزرا پس میں نے اس میں داخل ہو کر غسل کیا، میں باہر نکلا تھا کہ مجھے بخار چڑھ گیا۔ اس واقعہ کی خبر جناب رسول اللہ ﷺ کو پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ثابت (سہل بن حنیف) سے کہو کہ اس کے علاج کے لئے دم درود (جھاڑ پھونک) کرے رباب راویہ کہتی ہیں اے میرے آقا (سہل بن حنیف)! کیا جھاڑ پھونک فائدہ مند ہے؟ تو سہل بن حنیفؓ نے فرمایا: نظر بد لگنے کی صورت میں یا بچھو کے ڈسنے کی صورت میں یا سانپ کے کاٹنے کی صورتوں میں جھاڑ پھونک کرنا صحیح ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ الحمۃ کا اطلاق سانپ اور ہر ڈنک مارنے والے جانور کے ڈنک مارنے پر ہوتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (٣٨٨٨) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٨٦/٣)

شرح الحدیث: سہل بن حنیفؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ میرا گزر ایک سیل پر ہوا جس میں داخل ہو کر میں نے غسل کیا، جب میں اس سے باہر نکلا تو بخار چڑھا ہوا تھا، یہ بات آپ ﷺ تک پہنچ گئی، آپ نے فرمایا سہل بن حنیف سے کہو کہ وہ اس کیلئے جھاڑ پھونک کرے۔

قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي وَالرُّقَى صَالِحَةٌ فَقَالَ: لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ لَدْغَةٍ: رباب کہتی ہیں کہ میں نے کہا یعنی سہل سے یاسیدی کیا جھاڑ پھونک جائز ہے؟ تو سہل بن حنیف نے فرمایا: اس کا حاصل یہ ہے، کہ ہاں جائز ہے اس لئے کہ جھاڑ پھونک تو زیادہ تر نظر بد یا زہر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اختلاف نسخ اور نسخہ صحیحہ کی تحقیق: سنن ابوداؤد کے تمام نسخوں میں عبارت اسی طرح ہے اسکا وہی مطلب ہے جو لکھا گیا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یاسَیِّدِي کا مصداق سہل بن حنیف ہوں، اور متن حدیث لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ أَوْ حُمَةٍ یہ سہل بن حنیف ہی کا مقولہ ہو، اس صورت میں یہ حدیث موقوف ہو جائے گی، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ حدیث مرفوع ہے، ہم نے مسند احمد کی طرف رجوع کیا اس میں لفظ فَقَالَتْ نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے فَقَالَ: "مُرُوا أَبَا ثَابِتٍ يَتَعَوَّذُ". قُلْتُ: يَا سَيِّدِي وَالرُّقَى صَالِحَةٌ؟ قَالَ: "لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ. أَوْ حُمَةٍ" الحدیث، اس صورت میں فَقُلْتُ کا قائل سہل بن حنیف ہوں گے، اور سَيِّدِي کا مصداق حضور ﷺ ہوں گے اور اس صورت میں یہ حدیث مرفوع ہو گی، اور ہونا بھی اس طرح چاہیے، لہٰذا ابو

داؤد کے نسخہ میں لفظ قَالَتْ صحیح نہیں، یا تو سرے سے یہ لفظ ہو ہی نہ، اور اگر ہو تو قَالَ ہونا چاہیے (من البذل [1]) شیخ محمد عوامہ نے بھی اپنی تعلیق میں حضرت کی رائے کی تصویب کی ہے اور مزید نسائی کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے کہ اس میں بھی لفظ قَالَتْ نہیں ہے، اور صاحب عون المعبود نے فَقُلْتُ کا قائل تو سہل ہی کو قرار دیا، اور یَا سَیِّدِي کا مصداق حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو، لیکن انہوں نے ابو داؤد کی روایت میں جو لفظ قَالَتْ ہے اسکو بھی باقی رکھتے ہوئے فَقُلْتُ سے پہلے قَالَ مقدر مانا ہے [2]، تاکہ فَقُلْتُ کا قائل سہل ہی رہے ورنہ ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ فَقُلْتُ کا قائل رباب ہوں، مگر بجائے اس تاویل کے زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ابو داؤد کی روایت میں قَالَتْ من غلط الناسخین ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ مسند احمد اور نسائی کی روایت میں لفظ قَالَتْ موجود نہیں۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حق میں لفظ سیدنا کا ثبوت: بہت سے حضرات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نام مبارک کے ساتھ سید کا لفظ بڑھاتے ہوئے تأمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے آپ کے حق میں سید کا استعمال منقول نہیں دیکھئے اس حدیث میں آپ کے حق میں سہل بن حنیفؓ کے کلام میں یاسیدی موجود ہے [3]۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٣٨٨٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، ح وحَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ ذَرِيحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ الْعَبَّاسُ: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ، أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ» لَمْ يَذْكُرِ الْعَبَّاسُ الْعَيْنَ وَهَذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ.

ترجمہ: عباس راوی (مصنف کے استاد) حضرت انسؓ سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ تین صورتوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت ہے۔ ① نگاہ بد لگنے کی صورت میں۔ ② سانپ بچھو کے ڈسنے کی صورت میں۔ ③ نکسیر پھوٹ جانے کی صورت میں۔ عباس (استاد مصنف) نے (پہلی صورت) نگاہ بد لگنے والی صورت کو ذکر نہیں کیا۔ (امام ابو داؤد کے دوسرے استاذ) سلیمان بن داؤد نے یہ تین صورتیں ذکر کی ہیں۔

تخریج: صحیح مسلم - السلام (٢١٩٦) سنن أبي داود - الطب (٣٨٨٩) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢١٨۔

[2] وہ اس تاویل پر بظاہر اس لئے مجبور ہوئے کہ ان کے ذہن میں یہ ہے کہ لفظ قَالَتْ جس طرح تمام نسخ ابو داؤد میں ہے اسی طرح مسند احمد کی روایت میں بھی ہے، حالانکہ ایسا نہیں، حضرت بذل میں فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے مسند احمد کا نسخہ موجود ہے اس میں لفظ قَالَتْ ہے ہی نہیں، اور مزید بر آں شیخ محمد عوامہ نے لکھا اپنی تعلیق میں کہ نسائی کی روایت میں بھی لفظ قَالَتْ نہیں ہے، لہٰذا بجائے صاحب عون کی تاویل کے یہ کہا جائے کہ اس روایت میں لفظ قَالَتْ درست نہیں۔

[3] اس مسئلہ میں حضرت اقدس سہارنپوریؒ کا مدینہ منورہ میں قاضی القضاۃ عبد اللہ بن بُلیہد سے ملک عبد العزیز کی موجودگی میں حرم شریف میں مباحثہ ہوا تھا، حضرت نے روایات سے ثابت فرمایا تھا جس کو ملک نے بھی تسلیم کیا تھا، یہ واقعہ تذکرۃ الخلیل (ص ٢٩٨ - ٢٩٩) میں مذکور ہے۔

(۱۱۸/۳)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(۱۱۹/۳)

شرح الحدیث باب کی آخری حدیث میں ہے: لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ، أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ، دم سے مراد رعاف، نکسیر یعنی نکسیر کے لئے جب رقیہ کیا جاتا ہے تو وہ دم رک جاتا ہے۔

۱۸۔ بَابُ كَيْفَ الرُّقَى

جھاڑ پھونک کرنے کے اسلامی طریقے کا بیان

حصول صحت وازالۂ مرض کیلئے چند مخصوص دعائیں: اس باب پر کلام شروع میں آچکا، اس باب میں مصنفؒ نے بعض منتخب احادیث جن میں بہت مفید اور جامع دعائیں ہیں اوجاع وامراض کیلئے انکو جمع کر دیا ہے، ان سب کو یاد کرنا چاہئے۔

۳۸۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ يَعْنِي لِثَابِتٍ أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: «اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، اشْفِهِ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

ترجمہ: حضرت انسؓ نے ثابت بنانی سے فرمایا کیا میں تم پر وہ جھاڑ پھونک نہ کروں جو حضور ﷺ کیا کرتے تھے؟ ثابتؒ نے کہا: ضرور۔ تو حضرت انسؓ یہ دعا پڑھی: اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ الخ اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف دور کرنے والے، شفا عطا فرما، آپ ہی شفا بخشنے والے ہیں آپ کے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں ایسی شفایابی عطا فرما کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔

تخریج صحيح البخاري-الطب(۵٤۱۰) جامع الترمذي-الجنائز(۹۷۳) سنن أبي داود-الطب(۳۸۹۰) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (۱۵۱/۳) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(۲٦۷/۳)

شرح الحدیث اس حدیث میں بیان کردہ دعا اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، اشْفِهِ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ہے۔

۳۸۹۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ السُّلَمِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُثْمَانُ: وَبِي وَجَعٌ قَدْ كَادَ يُهْلِكُنِي قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "امْسَحْهُ بِيَمِينِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَقُلْ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ، مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ" قَالَ: «فَفَعَلْتُ ذَلِكَ، فَأَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ بِي، فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهِ أَهْلِي وَغَيْرَهُمْ».

ترجمہ: حضرت عثمان ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے اس قدر تکلیف تھی کہ اس نے مجھے موت کے قریب کر دیا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی تکلیف کی جگہ پر سات

مرتبہ دایاں ہاتھ پھیر کر یوں کہو: میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کے واسطے پناہ چاہتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جس کو میں محسوس کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا جو مجھے تھی تو میں ہمیشہ اپنے اہل وعیال اور دوسروں کو ان کلمات کے پڑھنے کی تاکید کرتا رہتا ہوں۔

تخریج صحيح مسلم - السلام (٢٢٠٢) جامع الترمذي - الطب (٢٠٨٠) سنن أبي داود - الطب (٣٨٩١) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٢٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٧/٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٥٤)

شرح الحدیث أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ اور ترمذی کی روایت میں 'وسلطانه' بھی ہے، مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ، اس دعاء کے بارے میں حدیث میں یہ ہے کہ بدن کے جس حصہ میں درد اور بیماری ہو اس پر دائیں ہاتھ سے مسح کرتا رہے اور سات بار اس دعاء کو پڑھے۔

٣٨٩٢- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ زِيَادَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنِ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا، أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأَ».

ترجمہ حضرت ابو الدرداءؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کو کسی تکلیف کی شکایت ہو یا کسی کا کوئی بھائی کسی تکلیف کا ذکر کرے تو اس کو یوں کہنا چاہئے: "ہمارا پروردگار اللہ ہے جو آسمان میں ہے۔ تیرا نام (ذات) پاکیزہ ہے، آسمان وزمین میں تیرا ہی حکم چلتا ہے پس زمین پر اسی طرح اپنی رحمت نازل فرما جس طرح آسمان میں آپ کی رحمت ہے۔ ہمارے گناہ اور لغزشیں بخش دے، تو پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے اپنی رحمتوں میں سے رحمت نازل فرما اور اس تکلیف پر اپنی شفا میں سے شفا نازل فرما" تو وہ بیمار شخص صحت یاب ہو جائے گا۔

شرح الحدیث رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ. بدن کے جس حصہ میں درد ہو، اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعاء پڑھی جائے، حدیث میں ہے فَيَبْرَأَ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

٣٨٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ: «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ

الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ» وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو (رات میں نیند وغیرہ میں) ڈر جانے کی صورت میں یہ دعا سکھایا کرتے تھے: "میں اللہ تعالیٰ کے بے عیب اور نفع مند کلمات کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں اس کی ناراضگی سے اور اس کے (مفسدین) بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ ہماری مجلس میں آجائیں"۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اپنی سمجھ دار اولاد کو یہ کلمات سکھادیا کرتے تھے اور جو کم سن بچے ہوتے ان کے گلے میں تعویذ لکھ کر لٹکادیا کرتے تھے۔ [1]

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٢٨) سنن أبي داود - الطب (٣٨٩٣)

شرح الحدیث أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ، اس دعا کے بارے میں یہ ہے کہ گھبراہٹ کے وقت میں اس کو پڑھا جائے جیسے بعض مرتبہ بچے اور بڑے بھی رات کے وقت میں سوتے سوتے یا جاگتے ڈر جائیں تو اس کو پڑھا جائے، اور چھوٹا بچہ ہو تو اس کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر بطور تعویذ کے ڈال دیا جائے، یہ مضمون شروع میں گزر بھی چکا۔

٣٨٩٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ قَالَ: أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ: النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَنَفَثَ فِيَّ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ» فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.

ترجمہ یزید بن ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن الاکوعؓ کی پنڈلی پر ایک زخم کا نشان دیکھا میں نے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا (زخم کا نشان ہے جو) مجھے جنگ خیبر میں لگا تھا لوگ کہنے لگے کہ سلمہ کو گھاؤ لگ گیا مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھ پر تین مرتبہ دم کیا پس آج تک مجھے اس میں تکلیف نہ ہوئی۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٩) سنن أبي داود - الطب (٣٨٩٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٨)

٣٨٩٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْإِنْسَانِ إِذَا اشْتَكَى يَقُولُ: بِرِيقِهِ ثُمَّ قَالَ بِهِ فِي التُّرَابِ: «تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے تکلیف کی شکایت کرتا تو آپ ﷺ اپنا لعاب مبارک لے کر اسکو مٹی کے ساتھ ملانے کا اشارہ فرماتے اور فرماتے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ ملی ہوئی ہے (تاکہ) ہمارے مریض کو اللہ کے حکم سے شفا نصیب ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الطب (٥٤١٣) صحيح البخاري - الطب (٥٤١٤) صحيح مسلم - السلام (٢١٩٤) سنن أبي داود - الطب

(٣٨٩٥)سنن ابن ماجه-الطب(٣٥٢١)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٩٣/٦)

شرح الحديث حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ جب کسی آدمی کو کوئی شکایت (تکلیف) ہوتی کسی مرض یا زخم وغیرہ کی، تو آپ اس کو یہ طریقہ بتلاتے کہ اپنی شہادت کی انگلی پر اپنے منہ کی رال لگا کر اس کو مٹی پر رکھے، جس سے اس کی انگلی پر مٹی لگ جائے اور پھر اس انگلی کو تکلیف کی جگہ رکھ کر مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے، جو اوپر مذکور ہے، اور بخاری کی روایت میں اس دعاء کے شروع میں لفظ "بسم اللہ" بھی ہے۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کی یہی شرح کی ہے [1] جو ہم نے لکھی ہے اور انگلی پر مٹی لگانا غالباً یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یا اللہ تیری قدرت تو بہت بڑی ہے کہ تو نے اتنا عالی شان انسان اس مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر تیرے لئے شفاء دینا کیا مشکل ہے۔

تخریج الاحادیث: الحديث الاول اخرجه البخاري والترمذي والنسائي، والثاني اخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه والثالث اخرجه النسائي، والرابع اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي حسن غريب، والخامس اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٨٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ زَكَرِيَّا، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهُ: إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ؟ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَبَرَأَ، فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «هَلْ إِلَّا هَذَا». وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ «هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هَذَا؟» قُلْتُ: لَا. قَالَ «خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ».

ترجمہ خارجہ بن الصلت تمیمیؒ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کیا اور واپسی کے ارادے سے آپ کے پاس سے رخصت ہوئے تو آپ کا گزر ایک قبیلہ پر ہوا جس کا ایک حواس باختہ شخص زنجیروں میں قید تھا اس شخص کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے یہ ساتھی خیر و بھلائی (کی باتیں) لائے ہیں تو کیا تم لوگوں کے پاس علاج کے لئے کوئی چیز (دم وغیرہ) ہے؟ میں نے اس پر سورہ فاتحہ کا دم کر دیا وہ صحت یاب ہو گیا تو انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں میں ان کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنا ڈالا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا بس تم نے یہی پڑھا تھا، دوسری جگہ پر مسدد فرماتے ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) کیا تم نے اس کے علاوہ کچھ پڑھا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں (بس فاتحہ پڑھی تھی) تو ارشاد فرمایا: وہ (سو بکریاں) قبول کر لو میری عمر کی قسم جو شخص ناجائز جھاڑ پھونک کے ذریعے دھندا کرے (اس کا وبال اس ہی پر ہے) تم نے تو سچا دم (کر کے) کمایا ہے۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ١٤ ص ١٨٤

٣٨٩٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ مَرَّ قَالَ: فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ، فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ.

ترجمہ: خارجہ بن صلتؓ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے اس مریض پر سورہ فاتحہ صبح شام تین دن تک پڑھی جب بھی وہ سورہ فاتحہ ختم کرتے تو منہ میں تھوک جمع کر کے اس مریض پر تھوک دیتے وہ ایسا صحتمند ہو گیا جیسا کہ اس کی بیڑیاں کھل گئیں ہوں انہوں نے مجھے کچھ مزدوری دینا چاہی تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد وہی سارا واقعہ ہے جو مسدد (استاد) نے چار احادیث قبل بیان کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (٣٨٩٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢١١/٥)

شرح الأحاديث: اسکے بعد کتاب میں عم خارجہ کی حدیث اور پھر اسکے بعد حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث ذکر کی ہیں، پہلی حدیث کا تعلق رجل مجنون موثق بالحدید سے ہے اور دوسری کا تعلق لدیغ سے جن میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا مذکور ہے، اور پھر ان دونوں کا شفاء یاب ہو جانا اور پھر ان دونوں صحابیوں کا اس جھاڑ پھونک پر ان سے معاوضہ لینا، اور پھر حضور ﷺ کا اس اخذ معاوضہ کی اجازت دینا مذکور ہے، یہ دونوں حدیثیں کتاب الاجارہ میں باب اجرة الطبیب کے ذیل میں گزر چکی ہیں، اس حدیث میں یہ بھی ہے: فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ، اس پر ابن رسلان شارح ابی داؤد لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ رقیہ دو قسم پر ہے حقؔ اور باطلؔ، حق وہ ہے جو کتاب وسنت اور ذکر اللہ کے ذریعہ ہو، اور جو اسکے علاوہ کسی اور چیز سے ہو یا کسی ایسی چیز سے ہو جسکے معنی نہ معلوم ہوں تو وہ جائز نہیں لاحتمال أن يكون فيها كفر اھ (بذل [1])

جھاڑ پھونک اور دم پر جواز اجرت: وقال أيضا: وفي الحديث أعظم دليل على أنه يجوز الأجرة على الرقى والطب، كما قاله الشافعي ومالك وأبو حنيفة وأحمد. وأما الأجرة على تعليم القرآن فأجازها الجمهور بهذا الحديث وبرواية البخاري، إن أحق ما أخذ تم عليه أجرا كتاب الله. وحرمه أبو حنيفة اھ قلت: ولكن أجازه متأخروا الحنفية للضرورة (بذل [2]) قلت وقد تقدم دليل ابي حنيفة رحمه الله تعالى في كتاب الاجارة من حديث عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه وفيه: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا وترجم عليه المصنف "باب اجر المعلم" فتذكر [3].

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٢٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٢٨-٢٢٩

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٥ ص ٨٢-٨٢

حديث عمر خارجة رضي الله تعالى عنهما اخرجه النسائي، وحديث ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۸۹۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لُدِغْتُ اللَّيْلَةَ فَلَمْ أَنَمْ حَتَّى أَصْبَحْتُ، قَالَ «مَاذَا؟» قَالَ: عَقْرَبٌ قَالَ: "أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ إِنْ شَاءَ اللهُ".

ترجمہ: سہیل بن ابو صالح اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص (صحابی) کو کہتے سنا جو قبیلہ اسلم میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! گزشتہ رات مجھے (کسی جانور نے) ڈنک مارا لہذا (تکلیف کی وجہ سے) صبح ہونے تک نہ سو سکا رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کس جانور نے (ڈنک مارا)؟ میں نے عرض کیا: بچھو نے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم شام کے وقت یوں کہہ لیتے کہ "میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ چاہتا ہوں اس کی مخلوق کی برائی سے" تو کوئی چیز تمہیں نقصان نہ دیتی ان شاء اللہ۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۸۹۸) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/۴۴۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵/۴۳۰)

۳۸۹۹- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ طَارِقٍ يَعْنِي ابْنَ مُخَاشِنٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِلَدِيغٍ لَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ، قَالَ: فَقَالَ: «لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يُلْدَغْ» أَوْ «لَمْ يَضُرَّهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا جس کو بچھو نے ڈس لیا تھا، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ یہ دعا پڑھ لیتا کہ میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں اس کی ہر مخلوق کی برائی سے تو وہ اس کو نہ ڈستا یا (فرمایا کہ) وہ اس کو نقصان نہ پہنچاتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۸۹۹) سنن ابن ماجه - الطب (۳۵۱۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۹۰)

شرح الاحادیث: ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص سے سنا جو کہتا تھا کہ میں حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا، ایک صحابی نے آپ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ رات میرے ایک زہریلے جانور نے کاٹ لیا جس سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی، آپ نے پوچھا: کیا جانور تھا؟ انہوں نے عرض کیا: بچھو تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار اگر تو شام کے وقت یہ دعاء پڑھ لیتا: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ تو تجھ کو کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکتی تھی۔

اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے «لَمْ يُلْدَغْ» أَوْ «لَمْ يَضُرَّهُ» شک راوی کے ساتھ کہ آپ نے یا تو یہ فرمایا کہ وہ زہریلا جانور ڈستا ہی نہیں، اور یا یہ فرمایا کہ ضرر نہ پہنچاتا، اس میں دونوں احتمال ہیں ایک تو یہی کہ وہ ڈستا ہی نہیں دوسرا یہ کہ اگر ڈستا بھی تو ضرر نہ پہنچتا۔ الطریق الاول من هذا الحدیث اخرجه مسلم والنسائی مسنداً ومرسلا. وابن ماجه. قاله المنذری (مختصراً) والطریق الثانی اخرجه النسائی من طرق. قاله المنذری (مختصراً)

۳۹۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَنَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: نَعَمْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلَكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُونَا، مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتَّى تَجْعَلُوا لِي جُعْلًا. فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ أُمَّ الْكِتَابِ وَيَتْفُلُ حَتَّى بَرَأَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، قَالَ: فَأَوْفَاهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوا: اقْتَسِمُوا فَقَالَ: الَّذِي رَقَى لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ فَغَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، أَحْسَنْتُمْ، اقْتَسِمُوا، وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ایک قافلہ محو سفر تھا پس وہ کسی عرب قبیلے کے قریب پڑاؤ کیلئے اترے تو ان قبیلے والوں میں سے کسی شخص نے کہا کہ ہمارے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا ہے کیا تمہارے پاس کوئی ایسا علاج ہے جس سے ہمارا ساتھی شفایاب ہو جائے تو ہماری جماعت کے ایک فرد نے کہا بالکل خدا کی قسم! میں جھاڑ پھونک جانتا ہوں لیکن ہم نے تم سے مہمان نوازی چاہی تھی لیکن تم لوگوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا میں اس وقت تک جھاڑ پھونک نہ کروں گا جب تک تم میرے لئے کچھ مزدوری مقرر نہ کر دو پس ان لوگوں نے (معاوضہ میں) بکریوں کا ایک ریوڑ (۳۰ بکریاں) مقرر کیں پس وہ ساتھی آئے اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھی اور اس پر کچھ پھونکا یہاں تک کہ وہ صحیح ہو گیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے (جکڑے ہوئے شخص کی) رسیاں کھل گئی ہوں۔ راوی کہتا ہے پس انہوں نے صحابہ کرامؓ کو ان کا وہ حصہ دے دیا جس پر ان سے صلح ہوئی تھی۔ ان ساتھیوں نے کہا اس ریوڑ کو آپس میں تقسیم کر لو، تو جس صحابیؓ نے جھاڑ پھونک کا عمل کیا تھا کہا کہ ابھی تقسیم نہ کرو پہلے ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ معلوم کریں گے پھر اس گلے کو تقسیم کر لینا پس وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنایا تو حضور ﷺ نے (بطور تعجب) ارشاد فرمایا تمہیں کیسے پتہ چلا کہ سورہ فاتحہ رقیہ (جھاڑ پھونک) ہے؟ تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اس گلہ کو آپس میں تقسیم کر لو۔ اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

تخریج صحيح البخاري - الإجارة (٢١٥٦) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٢١) صحيح البخاري - الطب (٥٤٠٤) صحيح مسلم - السلام (٢٢٠١) جامع الترمذي - الطب (٢٠٦٣) سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٠) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٥٦) مسند أحمد - باقي

مسند المكثرين (۳/۱۰)

۳۹۰۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح، وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْنَا عَلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالُوا: إِنَّا أُنْبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوهًا فِي الْقُيُودِ؟ قَالَ: فَقُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: فَجَاءُوا بِمَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ، قَالَ: فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، كُلَّمَا خَتَمْتُهَا أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ فَكَأَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ، قَالَ: فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا، فَقُلْتُ: لَا، حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «كُلْ فَلَعَمْرِي مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ».

ترجمہ: خارجہ بن الصلت تمیمی اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے واپس لوٹے پس ہمارا گزر قبائل عرب میں سے ایک قبیلے پر ہوا تو ان قبیلے والوں نے کہا ہمیں پتہ چلا ہے کہ تم اس شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے خیر اور بھلائی حاصل کر کے آئے ہو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا جھاڑ پھونک کا طریقہ ہے کیونکہ ہمارے یہاں ایک دیوانہ شخص بیڑیوں میں بندھا ہوا ہے۔ تو خارجہ کے چچا نے فرمایا کہ ہم نے کہا کہ ہاں (عمل ہے)۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ بیڑیوں میں کسے ہوئے اس مجنون شخص کو لائے خارجہ کے چچا فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر صبح شام تین دن تک سورہ فاتحہ پڑھی میں اپنے منہ میں تھوک جمع کرتا تھا اور مریض پر پھونک دیتا تھا۔ راوی کہتا ہے چنانچہ وہ ایسے صحت مند ہو گیا گویا کہ بیڑیاں کھل گئی ہوں انہوں نے مجھے میری مزدوری (۱۰۰ بکریاں) دیں میں نے کہا ہر گز قبول نہ کروں گا جب تک آپ ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پس میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ (قبول کرو) پس میری جان کی قسم اگر کوئی باطل جھاڑ پھونک کا معاوضہ لیتا ہو (تو اس کا گناہ اس پر ہے) لیکن تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر معاوضہ لیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۹۰۱) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۲۱۱)

۳۹۰۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ عَلَيْهِ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا».

ترجمہ: حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب بیمار ہوتے تو آپ اپنے دل میں معوذات (سورہ اخلاص، فلق، اور الناس) پڑھتے اور پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے اور جب مرض کی شدت ہوتی (اور پھونک مارنے پر قادر نہ رہتے) تو میں آپ ﷺ پر معوذات پڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں کو آپ ﷺ کے جسم پر پھیر لیا کرتی تھی برکت کے حصول کے لیے۔

تخریج: صحیح البخاري - المغازي (٤١٧٥) صحیح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٢٨) صحیح البخاري - الطب (٥٤٠٣) صحیح مسلم - السلام (٢١٩٢) سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٢) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٢٨) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٢٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٤/٦) موطأ مالك - الجامع (١٧٥٥)

شرح الحديث: باب کی آخری حدیث میں ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی طبیعت جب ناساز ہوتی تو آپ سُرا معوذتین پڑھتے اور پڑھ کر دم کرتے اپنے اوپر (اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھوں پر دم کرکے ان کو اپنے جسم مبارک پر جہاں تک پہنچتے پھیر لیتے) وہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کو آخر وقت میں تکلیف شدید ہوئی تو میں ایسا کرتی کہ معوذات پڑھ کر آپ کے دست مبارک پر دم کرکے اسی کو آپ پر پھیر دیتی، بجائے اپنا ہاتھ پھیرنے کے آپ کے دست مبارک کی برکت کے لئے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

١٩ - بَابٌ فِي السُّمْنَةِ

فربہی کا بیان

٣٩٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سَيَّارٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: "أَرَادَتْ أُمِّي أَنْ تُسَمِّنَنِي لِدُخُولِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَمْ أَقْبَلْ عَلَيْهَا بِشَيْءٍ مِمَّا تُرِيدُ حَتَّى أَطْعَمَتْنِي الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ، فَسَمِنْتُ عَلَيْهِ كَأَحْسَنِ السِّمَنِ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری والدہ نے چاہا کہ مجھے کچھ (اعتدال کے ساتھ) موٹا کرنے کی تدبیر کریں کیونکہ حضور ﷺ سے میری رخصتی کا وقت قریب تھا۔ لیکن میری والدہ جو چاہتی تھیں میرے مزاج نے اس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ پھر انہوں نے مجھے ککڑی رطب کھجور کے ساتھ کھلائی تو مجھ میں (اعتدال کے ساتھ) موٹاپن آگیا۔

شرح الحديث: سُمنہ یعنی فربہ کرنے والی دوا یا غذا، مضمون حدیث یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی سے پہلے میری والدہ نے مجھ کو فربہ کرنے کی بہت کوشش اور تدابیر کیں مگر میری طبیعت نے کوئی تدبیر قبول نہیں کی پھر اخیر میں انہوں نے مجھ کو ککڑی اور رطب کھلائی، اس علاج کو میری طبیعت نے قبول کیا جس سے میں بہت اچھی فربہ ہوگئی۔

لڑکی کو نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے اگر وہ کمزور اور پتلی دبلی ہو تو اسکی والدہ کو فکر ہوا کرتی ہے اور اس کیلئے ایسی تدبیریں کرتی ہے جس سے اس میں قوت اور فربہی سی آجائے، ہمارے اطراف میں یہ بات مشہور سی ہے کہ اس کیلئے دودھ جلیبی کھلاتی ہیں۔

والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه. قاله المنذری (مختصراً)۔

٢٠ ۔ بَابٌ فِي الْكَاهِنِ

کہانت کا بیان

بعض نسخوں میں اس لئے پہلے کتاب الکہانۃ والتطیر ہے۔

٣٩٠٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَتَى كَاهِنًا» قَالَ مُوسَى فِي حَدِيثِهِ «فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ» ثُمَّ اتَّفَقَا «أَوْ أَتَى امْرَأَةً» قَالَ مُسَدَّدٌ: «امْرَأَتَهُ حَائِضًا أَوْ أَتَى امْرَأَةً» قَالَ مُسَدَّدٌ: «امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن (غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرنے والے) کے پاس آیا موسیٰ راوی یہ اضافہ کرتے ہیں کہ پھر اس نے اس کاہن کی کہی گئی بات کو حق جانا یا کسی عورت سے حالت حیض میں (صحبت کی) مسدد فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی سے صحبت کی، یا عورت سے (مسدد فرماتے ہیں اپنی بیوی سے) پیچھے کے راستے صحبت کی تو وہ شخص اس دین سے بری ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل فرمایا گیا تھا۔

تخریج جامع الترمذي - الطهارة (١٣٥) سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٤) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٦٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٨/٢) سنن الدارمي - الطهارة (١١٣٦)

شرح الحدیث اس حدیث کے تین جزء ہیں کاہن کے پاس جا کر اسکی تصدیق کرنا، اور اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کرنا اور تیسرے وطی فی الدبر اور ان تینوں کے بارے میں آپ نے بڑی سخت وعید فرمائی کہ ایسے شخص نے قرآن اور وحی کا انکار کر دیا بذل میں ہے وھذا المحمول علی المستحل . او تغلیظ [1] وطی فی حالۃ الحیض، یہ مسئلہ کتاب الطہارۃ میں، اور وطی فی الدبر کا کتاب النکاح میں گزر چکا، کوکب دری [2] میں لکھا ہے: قولہ من اتی کاھنا . الی آخرہ ۔ کاہن کے پاس جانے سے مراد جو غیب کی باتیں وہ بتلاتے ہیں اسکی تصدیق کرنا ہے، صرف اسکے پاس جانا مراد نہیں، مثلاً کوئی شخص کسی ضرورت سے اس کے پاس جائے یا اس کی تکذیب اور تبکیت کیلئے جائے، یا اس کے ساتھ استہزاء اور سخریہ کی نیت سے جائے تو یہ اس میں داخل نہیں بلکہ اگر یہ سمجھ کر بھی جائے کہ جنات ان کاہنوں کو خبریں دیتے ہیں اور بعض خبریں ان کی صادق ہوتی ہیں اور بعض کاذب، تب بھی اس وعید میں داخل نہ ہو گا ۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٣٤

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ١ ص ١٧٥

۲۱۔ بَابٌ فِي النُّجُومِ

علم نجوم کا بیان

۳۹۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے علم نجوم کی کوئی قسم سیکھی اس شخص نے جادو کا ایک شعبہ سیکھ لیا۔ جتنا (علم نجوم) سیکھے گا اتنا ہی جادو میں بڑھتا جائیگا۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۹۰۵) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۲۶) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۷/۱)

شرح الحدیث: جس شخص نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا تو اس نے سحر کا ایک حصہ حاصل کیا، اب وہ علم نجوم کی تحصیل میں جتنی زیادتی کرے گا وہ گویا علم سحر ہی میں زیادتی ہو گی، اور یہ ظاہر ہے کہ تعلیم سحر اور عمل بالسحر دونوں حرام ہیں، پس ایسے ہی تعلیم نجوم بھی حرام ہوا، اس علم نجوم سے مراد جس پر وعید ہے وہ ہے جسکی وجہ سے آدمی حوادث کے علم کا دعویٰ کرتا ہے جو اب تک واقع نہیں ہوئے اور آئندہ ہونے والے ہیں ہواؤں کا چلنا یا بارش کی طلاع اور اشیاء کے نرخ میں کمی زیادتی وغیرہ وغیرہ اور جیسا کہ یہ اہل نجوم دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کو کواکب کی سیر سے جان جاتے ہیں حالانکہ آئندہ ہونے والے امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور اس طرح کا علم نجوم جس سے اوقات کا علم ہو جائے، زوال کا نیز جہت قبلہ کا یہ اس میں داخل نہیں (بذل عن ابن رسلان [1]) والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۹۰۶۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: " قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ: فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ ".

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں ہمیں (گزشتہ) رات بارش برسنے کے بعد نماز فجر پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۲۳۵

پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (برسات کے بعد) میرے بعضے بندے صاحب ایمان ہو گئے اور بعضے کافر۔ پس جس نے تو یہ کہا ہم پر اللہ کے احسان اور رحمت سے مینہ برسی تو وہ شخص مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کے (عمل دخل کا) انکاری ہوا، اور جس نے یوں کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کے (طلوع یا غروب کے) سبب بارش نصیب ہوئی تو وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٨١٠) صحيح البخاري - الجمعة (٩٩١) صحيح البخاري - المغازي (٣٩١٦) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٦٤) صحيح مسلم - الإيمان (٧١) سنن النسائي - الاستسقاء (١٥٢٥) سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٧/٤)

شرح الحديث حضور ﷺ نے موضع حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی جب کہ رات میں بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا، پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ، کہ میرے بندوں میں سے بعض نے کفر کے ساتھ صبح کی اور بعض نے ایمان کے ساتھ، جن لوگوں نے بارش برسنے پر یہ کہا: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ، تو یہ شخص تو مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور کوکب کا انکار کرنے والا ہے اور جس شخص نے یہ کہا: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، کہ ہم برسائے گئے فلاں ستارہ کے طلوع اور غروب ہونے کی وجہ سے، تو یہ شخص میرے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور کوکب پر ایمان لانے والا یہ وعید اس صورت میں ہے جب کوکب کے بارے میں یہی اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ بارش اسی کی وجہ سے ہوئی ہے جیسا کہ بعض جاہل منجمین سمجھتے ہیں، اور اگر اس اعتقاد کے ساتھ نہیں کہا بلکہ خالق مطر اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہے اس کے باوجود یہ کلام دوسروں سے سن کر ان کے دیکھا دیکھی کہہ دیا تو پھر کافر نہ ہو گا صرف خطا ہو گی۔

اس حدیث کی شرح امام نوویؒ نے اس تفصیل کے ساتھ کی ہے: مطرنا بنوء کذا۔ نوء کی جمع انواء اس کا اطلاق نجم (ستارہ) پر بھی ہوتا ہے لیکن اصل لغت کے اعتبار سے یہ نو مصدر ہے ناء ینوء نوءاً کا جسکے معنی غروب اور طلوع دونوں آتے ہیں یہ اٹھائیس ستارے ہیں جن کے اٹھائیس ہی مطالع ہیں جن سے وہ سال بھر میں طلوع ہوتے رہتے ہیں علماء ہیئۃ کہتے ہیں کہ ان ستاروں میں سے ہر ستارہ ہر تیرہویں شب میں طلوع فجر کے وقت بجانب مغرب ساقط (غروب) ہوتا ہے اور اسی وقت فوراً اس کے بالمقابل مشرق میں دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے سال بھر میں اسی طرح یکے بعد دیگرے یہ تمام ستارے طلوع ہوتے رہتے ہیں مشرق میں طلوع ہوتا ہے اور دوسرا مغرب میں غروب ہوتا ہے غروب ہونے والوں کو انواء بولا جاتا ہے اور طلوع ہونے والوں کو بوارح کہا جاتا ہے تو جس وقت یہ ستارہ تیرہویں شب میں طلوع ہوتا ہے تو اگر اتفاق سے اس وقت بارش ہوتی ہے تو اس کو اسی ستارے کی طرف منسوب کرتے ہیں بعض نسبت طلوع ہونے والے کی طرف کرتے ہیں اور بعض غروب ہونے والے کی

طرف کرتے ہیں، واللہ تعالی اعلم قالہ النووی فی شرح مسلم (تحفة الأحوذي[1])، والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی نحوہ، قالہ المنذری۔

٢٢۔ بَابٌ فِي الْخَطِّ وَزَجْرِ الطَّيْرِ

علم رمل اور پرندوں سے فال لینے کا بیان

٣٩٠٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَنَا حَيَّانُ، قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ، حَيَّانُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ» الطَّرْقُ: الزَّجْرُ، وَالْعِيَافَةُ: الْخَطُّ".

ترجمۃ: قطن ابن قبیصہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علم رمل اور پرندوں سے فال لینا اور کنکر مارنا یہ تینوں چیزیں جبت (شیطانی افعال) میں سے ہیں۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث میں الطَّرْقُ کا معنی پرندے کو مارنا تاکہ دائیں یا بائیں اڑے (جس سے اچھی یا بری فال لی جاسکے) اور الْعِيَافَةُ سے مراد لکیر کھینچنا (علم رمل) ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٧) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٧/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٦٠)

شرح الحدیث: یہ تفسیر امام ابوداؤد کی طرف سے ہے کہ طرق سے مراد زجر یعنی زجر الطیر بیٹھے ہوئے پرند کو اڑانا فال لینے کے لئے اور عیافہ سے مراد خط یعنی علم رمل اور اس کے بعد والی روایت میں یہ تفسیر اس کے برعکس آرہی ہے۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٣٩٠٨- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: قَالَ عَوْفٌ: «الْعِيَافَةُ زَجْرُ الطَّيْرِ، وَالطَّرْقُ الْخَطُّ يُخَطُّ فِي الْأَرْضِ».

ترجمۃ: عوف کہتے ہیں: عیافہ کے معنی پرندے کو ڈرا کر اڑانا ہے (بدفالی کیلئے) اور الطرق کے معنی زمین میں لکیریں کھینچنا (علم رمل) ہے۔

٣٩٠٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ: «كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ».

ترجمۃ: معاویہ بن حکم سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں بعض

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٢ ص ٦٠ – ٦١، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٨٢

لوگ (علم رمل کے طرز پر) لکیریں کھینچتے ہیں (اس کا شرعی حکم کیا ہے؟) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر (دانیال علیہ السلام) علم رمل کیا کرتے تھے پس جس کا علم ان کے علم کے مطابق ہو گا تو وہ شخص درستگی کو پائے گا (لیکن چونکہ معلوم نہیں کہ یہ وہی علم رمل ہے اس لئے اس علم میں لگنا نہیں، گویا حضور ﷺ منع فرما رہے ہیں)۔

تخریج صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٧) سنن النسائي - السهو (١٢١٨) سنن أبي داود - الطب (٣٩٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٧/٥)

شرح الحديث یہ حدیث کتاب الصلاۃ میں گزر چکی، والحدیث أخرجه مسلم والنسائی بطوله۔ قاله المنذری۔

٢٣ - بَابٌ فِي الطِّيَرَةِ

بد فالی شگون لینے کا بیان

٣٩١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، ثَلَاثًا، وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا فال لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص کے (دل میں پیدا ہونے والے وساوس پہلے پہل کھٹکتے ہی ہیں) مگر اللہ تعالیٰ اس کو توکل اور بھروسے کی وجہ سے دور فرما دیتے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - السير (١٦١٤) سنن أبي داود - الطب (٣٩١٠) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٣٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٩/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٤٠/١)

شرح الحديث یعنی آپ نے تین بار ارشاد فرمایا الطِّيَرَةُ شِرْكٌ کہ بد شگونی شرک ہے، اور پھر آگے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی نہیں ہے ایسا جس کو کسی قدر بد فالی کا خیال نہ آتا ہو، ذرا اور سا خیال شروع میں آتا ہی ہے یعنی قبل التأمل، لیکن جو مومن ہوتا ہے اس کو چونکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے اس لئے اس کا توکل اسکے اس خیال کو ہٹا دیتا ہے، یعنی وہ اپنی بد شگونی پر چلتا نہیں، وَمَا مِنَّا کی خبر عبارت میں مقدر ہے أی وما منا احد إلا ويعتريه شئی منه [1]، اعتراء یعنی پیش آنا۔ والحدیث اخرجه الترمذی وابن ماجه. قاله المنذری۔

٣٩١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٢٤٠

أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ» فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا؟ قَالَ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ» قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ» قَالَ: فَرَاجَعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ؟» قَالَ: لَمْ أُحَدِّثْكُمُوهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: «قَدْ حَدَّثَ بِهِ وَمَا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ نَسِيَ حَدِيثًا قَطُّ غَيْرَهُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: بیماری کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں اور نہ ہی ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت ہے اور نہ کسی میت کی ہڈیوں یا سر سے الو پرندہ نکلنے کی کوئی حقیقت ہے ایک اعرابی نے سوال کیا کہ ریگستان میں ہم بعضے اونٹ دیکھتے ہیں وہ ہرن کی طرح خوبصورت جسم کے مالک ہوتے ہیں اب اگر کوئی خارشی اونٹ ان کے ساتھ لگ جائے تو وہ سب کو خارشی بنا دیتا ہے (اس سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری تو متعدی ہو جاتی ہے) حضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارشی بنایا تھا (یعنی اس کی خارش بامر اللہ پیدا ہوئی تھی اسی طرح باقی اونٹوں کو بھی اللہ کے حکم سے ہی خارش ہوتی ہے)۔ معمر اپنے استاد زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے گھاٹ پر پانی پلانے کیلئے نہیں لے جانا چاہئے تو اس راوی نے حضرت ابوہریرہؓ پر اعتراض کیا (کہ آپ کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری متعدی ہو جاتی ہے) حالانکہ آپ اس سے پہلے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا چکے ہیں: لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ (اوپر والی) حدیث میں نے تم سے بیان نہیں کی۔ حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ اوپر والی حدیث بھی بیان کر چکے تھے) زہری کہتے ہیں کہ ابوسلمہ نے فرمایا حالانکہ ابوہریرہؓ لَا عَدْوَى والی حدیث کو بیان کر چکے تھے۔ میں نے ابوہریرہؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد بھول گئے ہوں سوائے اس حدیث کے۔

تخریج صحیح البخاري - الطب (۵۳۸۷) صحیح مسلم - السلام (۲۲۲۰) سنن أبي داود - الطب (۳۹۱۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۲۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۹۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۳۴/۲)

شرح الحدیث عدویٰ کے معنی ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا، جیسا کہ بعض امراض کے بارے میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مرض متعدی ہے ایک کا دوسرے کو لگتا ہے، مثلاً خارش تو آپ فرما رہے ہیں کہ یہ غلط ہے ایسا نہیں اس پر ایک اعرابی نے آپ سے سوال کیا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ بہت سے اونٹ جو ریگستان میں گھومتے پھرتے ہیں صاف ستھرے ہرنیوں کی طرح خوبصورت تو اگر ان میں کوئی خارشتی اونٹ پہنچ جاتا ہے تو وہ سبھی کو خارشتی کر دیتا ہے، آپ نے اس سائل کے جواب میں فرمایا کہ وہ بعیر جس کے اختلاط سے اس کی خارش دوسروں کو لگی ہے، اس کے کس کی خارش لگی تھی؟ اس کو تو کسی کی نہیں لگی تھی،

خارش کی تو ابتداء اسی سے ہوئی ہے اس پر سائل خاموش ہو گیا۔

قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ» قَالَ: فَرَاجَعَهُ الرَّجُلُ الخ.

وہ حدیث جس کو ابو ہریرہؓ بیان کرنے کے بعد بھول گئے: امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا جس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث سنی تھی، لَا يُورِدَنَّ الخ، جسکا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اونٹ بیمار ہوں اس کو چاہیے کہ اپنے اونٹوں کو اس شخص کے اونٹوں میں نہ ملائے جسکے اونٹ تندرست ہیں اس شخص نے ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث سننے کے بعد یہ سوال کیا بطور اشکال کے آپ تو مجھ سے پہلے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں: لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ، مطلب یہ ہے کہ اب جو حدیث آپ مجھ کو سنا رہے ہیں یہ آپ کی بیان کردہ گزشتہ حدیث کے خلاف ہے تو اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یہ حدیث میں نے تم سے نہیں بیان کی یعنی، لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان ہی کی بیان کردہ ہے جیسا کہ اوپر متن میں گزرا اسی لئے آگے امام زہری ابو سلمہ سے نقل کرتے ہیں: وَمَا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ نَسِيَ حَدِيثًا قَطُّ غَيْرَهُ، کہ کبھی ابو ہریرہؓ کسی حدیث کو نہیں بھولے بجز اس حدیث کے (لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ)۔

اس حدیث میں تین جزء ہیں پہلا لَا عَدْوَى جس کو ہم بیان کر چکے، دوسرا لَا صَفَرَ اور تیسرا لَا هَامَةَ، اس دوسرے اور تیسرے دونوں کی تفسیر اگلی روایات میں آرہی ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم مطولا ومختصرا، قاله المنذري۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق: لَا عَدْوَى کے بارے میں یہ مشہور اشکال ہے کہ یہ اس دوسری حدیث کے خلاف ہے فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ [1]۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض جذام امراض متعدیہ میں سے ہے، ایک کا دوسرے کو لگتا ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اسکے دو جواب ہیں: اول یہ کہ لَا عَدْوَى سے مقصود مطلق اعداء کی نفی نہیں ہے بلکہ تاثیر کی نفی مقصود ہے یعنی ایک شخص کا مرض دوسرے کو خود بخود نہیں لگ سکتا بغیر اللہ کے اذن اور امر کے وہ جب چاہتے ہیں جب ہی لگتا ہے اور بعض امراض کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ وہ ان کو لگا دیتے ہیں اور جذام بھی ان ہی میں سے ہے لہٰذا التقدیر الٰہی سے ڈرتے ہوئے اس سے بچنا چاہئے، اور دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ لَا عَدْوَى والی حدیث تو اپنے عموم پر ہے مطلقاً کوئی بیماری کسی کی دوسرے کو نہیں لگتی اور یہ دوسری حدیث جذام والی یہ سد ذرائع پر محمول ہے یعنی مجذوم سے بھاگنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا جارہا ہے کہ جذام کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے بلکہ فساد عقیدہ سے بچنے کے لئے کہا جارہا ہے کہ اس کے قریب مت جاؤ ایسا نہ ہو کہ کوئی بتقدیر الٰہی جذام میں مبتلا ہو اور وہ یہ سمجھے کہ میں چونکہ مجذوم کے قریب

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي هريرة رضي الله عنه ٩٧٢٢

گیا تھا اس لئے اس کی بیماری لگ گئی۔

یہ تعارض اور جواب کی بحث تم شرح نخبہ کے اندر بھی پڑھ چکے ہو، اور ایک جواب اس تعارض کا یہ بھی دیا گیا ہے کما ذکرہ المنذری فی المختصر کہ احتیاط اور احتراز کی روایت لَا يُورِدَنَّ اور فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ وغیرہ منسوخ ہیں لَا عَدْوَى والی حدیث ان کے لئے ناسخ ہے۔

۳۹۱۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا نَوْءَ، وَلَا صَفَرَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیماری کے متعدی ہونے کا نظریہ بھی غلط ہے اور میت کی ہڈیوں اور سر سے الو کے پیدا ہونے کا نظریہ اور ستاروں کے طلوع و غروب کا بارش کے ہونے میں موثر حقیقی سمجھنے کا نظریہ بھی غلط اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنا بھی غلط ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الطب (٥٣٨٧) صحيح مسلم - السلام (٢٢٢٠) سنن أبي داود - الطب (٣٩١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٤/٢)

۳۹۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا غُولَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں چڑیل آسیب (وغیرہ) کے موثر حقیقی ہونے کا نظریہ غلط ہے۔

۳۹۱۴ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ: سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِهِ: «لَا صَفَرَ» قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُحِلُّونَ صَفَرَ، يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا صَفَرَ».

ترجمہ: امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حارث ابن مسکین کے سامنے حدیث کی قراءت کی جارہی تھی اور میں اس مجلس میں موجود تھا کہ اشہب نے آپ کو یہ حدیث سنائی کہ امام مالک سے اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان لاصفر کے متعلق پوچھا گیا تو امام مالکؒ نے اس کی یہ شرح فرمائی کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو حلال قرار دے کر ایک سال اس میں قتل وقتال کو حلال سمجھتے تھے اور کسی سال اس کے اندر قتال کو حرام سمجھتے تھے تو حضور ﷺ نے لاصفر فرما کر ان کے اس نظریہ کی تردید کی (کہ ماہ صفر میں نسیئہ نہ کیا جائے)۔

شرح الأحادیث: غول جس کی جمع غیلان آتی ہے جن ہی کی ایک قسم ہے جس کے بارے میں اہل جاہلیت خیال رکھتے تھے کہ اس کیلئے اضلال اور اہلاک میں تاثیر ہے یعنی جنگل میں تنہا آدمی کو راستہ سے ہٹا دینا گم کر دینا اور یہ کہ وہ مختلف صورتوں میں

متشکل ہوتی ہے ہندوستان میں تو اب بھی یہ غول بیابانی کے نام سے مشہور ہے اور اس سے لوگ ڈرتے ہیں لیکن حدیث سے مقصود اس کے وجود کی نفی نہیں بلکہ تاثیر کی نفی ہے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اذان سے وہ بھاگتی ہے اور اس سے بچنے کیلئے اذان دی جاتی ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ الخ: امام ابوداؤد اپنے استاد حارث بن مسکین سے بسندہ نقل کرتے ہیں کہ امام مالک کے مشہور شاگرد اشہب فرماتے ہیں امام مالک سے سوال کیا گیا لا صَفَرَ کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ اہل جاہلیہ محرم کو صفر کا مہینہ قرار دے کر اس کو حلال قرار دیتے تھے، یعنی وہی جس کو نسیٔ سے تعبیر کیا جاتا ہے تو حضور ﷺ اس کی نفی فرما رہے ہیں کہ یہ غلط ہے اور نسیٔ ناجائز ہے۔

قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، کتاب الخراج میں بھی ایک دو جگہ آیا ہے یہ وہی حارث بن مسکین ہیں جن سے امام نسائی بھی بکثرت روایت کرتے ہیں اور ایک خاص طریقہ سے روایت کرتے ہیں یعنی اخبار اور تحدیث کے علاوہ اس طور پر کہ حارث بن مسکین کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی جس وقت مجلس میں میں بھی موجود تھا اس کے بارے میں یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ امام نسائی سے یہ ناراض تھے ان کو اُن سے رنجش تھی اسلئے امام نسائی مجلس میں سامنے نہیں آتے تھے ایک گوشہ میں بیٹھ کر سن لیا کرتے تھے مجھے یہاں پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام ابوداؤد کے ساتھ بھی ان کو اسی طرح رنجش تھی، اور اسی لئے قرأت کرنے والا دوسرا ہوتا تھا اور امام ابوداؤد صرف سننے والوں میں ہوتے تھے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قَالَ: قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، قَوْلُهُ «هَامَ» قَالَ: كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَقُولُ: لَيْسَ أَحَدٌ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ إِلَّا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ هَامَةٌ، قُلْتُ: فَقَوْلُهُ صَفَرَ. قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْتَشْئِمُونَ بِصَفَرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا صَفَرَ» قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ سَمِعْنَا مَنْ يَقُولُ: هُوَ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ: هُوَ يُعْدِي، فَقَالَ: «لَا صَفَرَ».

ترجمہ: بقیہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن راشد سے حدیث میں لفظ ھامہ کی تشریح پوچھی تو محمد بن راشد نے کہا کہ زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ میت کے دفنانے کے بعد اس کی قبر سے ایک پرندہ (الو) نکل کر آتا ہے، میں نے دوسرا سوال کیا: لَا صَفَرَ کی کیا تشریح ہے؟ محمد بن راشد نے جواب دیا کہ ہم نے یہ بات سنی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے حضور ﷺ نے لَا صَفَرَ کہہ کر اس نظریہ کی تردید فرمائی۔ محمد بن راشد نے یہ بھی فرمایا کہ لَا صَفَرَ کی ایک دوسری تشریح یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صفر پیٹ کی ایک تکلیف کا نام ہے اور لوگوں کا نظریہ ہے کہ یہ تکلیف متعدی ہوتی ہے حضور ﷺ نے لَا صَفَرَ کہہ کر اس نظریہ کی تردید فرمائی۔

شرح الحدیث: هَامَةٌ لغت میں اس پرند کو بھی کہتے ہیں جس کا نام اُلّو ہے، اور ھامہ کے معنی لغت میں کھوپڑی کے بھی آتے ہیں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ جس مقتول کا قصاص اور خون بہا نہیں لیا جاتا تو اسکے دفن کئے جانے کے بعد اسکے سر میں سے اُلو نکل کر آتا ہے (قبر چیر کر) اور شہر میں آکر کسی اونچے مکان کی چھت پر بیٹھ کر رات کے وقت میں چیختا رہتا ہے اور گویا وہ اپنی زبان میں یہ کہتا رہتا ہے: اسقونی اسقونی کہ مجھ کو قاتل کا خون پلاؤ گویا جب تک اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا اس جانور کو صدیٰ بھی کہتے ہیں 'مصباح اللغات' میں لکھا ہے کہ اُلو کی ایک قسم ہے جس کا سر بڑا ہوتا ہے اور وہ اجاڑ اور تاریک مقامات میں رہا کرتا ہے اس کا نام ھامہ بھی ہے جس طرح ھامہ کے معنی کھوپڑی کے آتے ہیں صدیٰ کے بھی لغوی ایک معنی دماغ کے لکھے ہیں اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے کہ ابن جریج نے اپنے استاد عطاء سے سوال کیا، قُلْتُ: فَمَا الْهَامَةُ؟ قَالَ: "يَقُولُ النَّاسُ الْهَامَةُ: الَّتِي تَصْرُخُ هَامَةُ النَّاسِ، وَلَيْسَتْ بِهَامَةِ الْإِنْسَانِ، إِنَّمَا هِيَ دَابَّةٌ"، یعنی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ الو چیختا ہے جس کا نام ھامہ ہے یہ ھامۃ الناس ہے یعنی آدمی کی کھوپڑی ہے (الْهَامَةُ: الَّتِي تَصْرُخُ موصوف صفت سے ملکر مبتداء اور هَامَةُ النَّاسِ اس کی خبر) حالانکہ یہ انسان کی کھوپڑی نہیں ہے یہ تو ایک جانور ہے اور پرندہ ہے۔

پھر آگے اس روایت کے صفر کے بارے میں سوال ہے تو انہوں نے یعنی محمد بن راشد نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ بعض اہل جاہلیہ صفر کے مہینہ سے بد شگونی لیتے تھے اور اس کو نامبارک سمجھتے تھے اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا: لَا صَفَرَ کہ اسلام میں ایسا نہیں ہے، یہ مہینہ نامبارک نہیں ہے، پھر اسکے بعد محمد بن راشد نے اس کی ایک تفسیر اور نقل کی کہ بعض لوگ صفر کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک پیٹ کی تکلیف کا نام ہے جس کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ تکلیف دوسروں کو لگتی ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: لَا صَفَرَ۔

٣٩١٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ، وَالْفَأْلُ الصَّالِحُ: الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ".

ترجمہ: حضرت انسؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ نہ تو بیماری کے متعدی ہونے کا نظریہ صحیح ہے، نہ پرندے سے بدفالی لینے کا نظریہ درست ہے ہاں مجھے نیک فال پسند ہے۔ اور نیک فال یہ ہے کہ انسان کوئی اچھی بات سنے (تو اس سے اچھا مطلب مراد لے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الطب (٥٤٢٤) صحيح مسلم - السلام (٢٢٢٤) جامع الترمذي - السير (١٦١٥) سنن أبي داود - الطب (٣٩١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٨/٣)

شرح الحدیث: یعنی اسلام میں بد شگونی تو نہیں ہے ہاں نیک فالی ہے، جیسے گھر سے نکلے اور کوئی ایسا شخص سامنے کو گزرا جس کا نام سہیل ہے تو اس سے سہولت کی فال نکال لینا کہ جس کام کیلئے ہم گھر سے نکلے ہیں اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ سہولت رہے گی۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۹۱۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ كَلِمَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: «أَخَذْنَا فَأْلَكَ مِنْ فِيكَ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک صاحب سے کوئی بات سنی وہ بات آپ ﷺ کو اچھی لگی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے منہ کی کہی ہوئی بات سے اچھا شگون لیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطب (۳۹۱۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۸۸/۲)

۳۹۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: "يَقُولُ النَّاسُ: الصَّفَرُ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ"، قُلْتُ: فَمَا الْهَامَةُ؟ قَالَ: "يَقُولُ النَّاسُ الْهَامَةُ: الَّتِي تَصْرُخُ هَامَةُ النَّاسِ، وَلَيْسَتْ بِهَامَةِ الْإِنْسَانِ، إِنَّمَا هِيَ دَابَّةٌ".

ترجمہ عطاء فرماتے ہیں کہ لوگ لاصفر کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ صفر پیٹ کی ایک بیماری اور تکلیف کا نام ہے (ابن جریج) کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ھامۃ کسے کہتے ہیں؟ تو عطاء نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں یہ الو ہے جو چیختا ہے اس کو ھامۃ الناس کہتے ہیں حالانکہ یہ انسان کی کھوپڑی نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک پرندہ ہے۔

۳۹۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَحْمَدُ: الْقُرَشِيُّ، قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ».

ترجمہ عروہ بن عامرؓ سے مروی ہے مصنف کے استاد امام احمد فرماتے ہیں کہ عروہ بن عامر قرشی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں فال لینے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نیک فال اچھا شگون، اچھی بات ہے اور مسلمان کو بدفالی اس کے کام اور ارادے سے نہیں روکتی پس اگر کوئی آدمی کوئی ناپسند شئے دیکھے تو اس طرح کہے: اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ...... الخ کہ اے اللہ! اچھے مقاصد آپ ہی پورے فرماتے ہیں اور مصائب اور ناگوار چیزوں کو آپ ہی دور فرماتے ہیں۔ آپ کی دستگیری کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کی قوت ہے۔

شرح الحدیث جنس کا درجہ ہے مطلق فال نکالنے کو کہتے ہیں اچھی ہو یا بری اور فال کا استعمال بطور نوع کے اچھی فال میں ہوتا ہے اس لئے آپ کے سامنے جب طیرہ کا ذکر آیا آپ نے فال حسن کی تحسین فرمائی کہ وہ اچھی چیز ہے اسلام اس کو پسند کرتا ہے بخلاف فال بد کے، اور پھر فرماتے ہیں: وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا کہ آدمی کو اپنی فال بد پر نہیں چلنا چاہئے اور کسی مسلمان کو فال بد کی وجہ سے اپنے کسی کام سے رکنا نہیں چاہئے یعنی اول تو فال بد لینی ہی نہ چاہئے اور اگر اس کا خیال دل میں آئے بھی بے اختیار تو

پھر وہ اس کام سے مانع نہیں ہونی چاہئے جو پیش نظر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا: وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ۔

پھر آگے حدیث میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ناگوار چیز آئے (تو اسکے ضرر سے بچنے کیلئے) یہ پڑھنا چاہئے: اللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔

۳۹۲۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ، فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے سے بدفالی نہ لیا کرتے تھے اور جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر کسی کام (مہم) کے لئے روانہ فرماتے، اس سے اس کا نام دریافت فرماتے اگر آپ کو اس کا نام پسند آتا تو اس پر آپ خوشی کا اظہار فرماتے اور اس بشاشت کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر واضح ہو جاتا، اور اگر ان کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے اثرات ظاہر ہوتے اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام اگر آپ کو پسند ہوتا تو اس پر خوشی کا اظہار فرماتے یہ خوشی آپ کے چہرہ انور پر واضح نظر آتی اور اگر بستی کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات نظر آتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۹۲۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴۸/۵)

شرح الحدیث: یعنی جب آپ کسی عامل کو کسی جگہ بھیجتے تھے تو اسکے روانہ ہونے سے پہلے اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس کا نام اچھا نکلتا تو آپکو اس سے فرحت ہوتی اور اس کی خوشی آپ کے چہرہ سے ظاہر ہوتی (یہ تو نیک فال ہوئی) اور اگر آپ کو اس کا نام پسند نہ آتا تو اس کی ناگواری آپکے چہرہ سے ظاہر ہوتی یہ بظاہر بدفالی ہے لیکن شراح نے اسکا مطلب یہ لکھا ہے کہ یہ اثر بدفالی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ نیک فالی حاصل نہ ہونیکا یہ اثر ہوتا تھا۔

آگے حدیث میں اسی طرح اس بستی کے بارے میں بھی آرہا ہے جس میں آپ دوران سفر داخل ہوتے اس پر بعض علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی اولاد اور خادموں کیلئے اچھے نام تجویز کرے تاکہ نیک فالی حاصل ہو۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۳۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، أَنَّ الْحَضْرَمِيَّ بْنَ لَاحِقٍ، حَدَّثَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَإِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ».

ترجمہ: حضرت سعد بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے نہ ہامہ (الو) کی کوئی حقیقت ہے اور نہ

بیماری کے متعدی ہونے کا نظریہ درست ہے اور نہ شگون لینا درست ہے اگر کسی شئے میں بد شگونی ہوتی تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی۔

تخریج: سنن أبي داود - الطب (۳۹۲۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۸۰)

شرح الحدیث: یہ حدیث تو حضرت سعد بن ابی وقاص کی ہے، آگے حدیث ابن عمر میں بھی یہی آرہا ہے۔

۳۹۲۲ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ، وَسَالِمٍ، ابْنَيْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكَ ابْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ «الشُّؤْمِ فِي الْفَرَسِ، وَالدَّارِ» قَالَ: كَمْ مِنْ دَارٍ سَكَنَهَا نَاسٌ فَهَلَكُوا، ثُمَّ سَكَنَهَا آخَرُونَ فَهَلَكُوا، فَهَذَا تَفْسِيرُهُ فِيمَا نَرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «حَصِيرٌ فِي الْبَيْتِ خَيْرٌ مِنَ امْرَأَةٍ لَا تَلِدُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے، گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حارث بن مسکین کے سامنے اس (آئندہ) حدیث کی قراءت کی گئی اور میں موجود تھا (وہ حدیث یہ ہے) ابوالقاسم نے آپ کو حدیث بیان کی کہ امام مالک سے گھوڑے اور گھر میں نحوست ہونے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام مالک نے فرمایا کہ کئی گھر ایسے ہیں کہ لوگ اس میں رہائش پذیر ہو کر ہلاک ہو گئے پھر (ان کی جگہ) دوسرے آکر آباد ہوئے تو وہ (بھی) برباد ہوئے ہمارے گمان میں اس کا یہی مطلب ہے واللہ اعلم۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۷۰۳) صحيح البخاري - النكاح (۴۸۰۵) صحيح البخاري - الطب (۵۴۲۱) صحيح مسلم - السلام (۲۲۲۵) جامع الترمذي - الأدب (۲۸۲۴) سنن النسائي - الخيل (۳۵۶۸) سنن أبي داود - الطب (۳۹۲۲) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۹۹۵) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۵۳) موطأ مالك - الجامع (۱۸۱۷)

شرح الحدیث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَخْبَرَكَ ابْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ «الشُّؤْمِ فِي الْفَرَسِ، وَالدَّارِ» قَالَ: كَمْ مِنْ دَارٍ سَكَنَهَا نَاسٌ فَهَلَكُوا، ثُمَّ سَكَنَهَا آخَرُونَ فَهَلَكُوا، فَهَذَا تَفْسِيرُهُ فِيمَا نَرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ:

روایات الباب میں دو حیثیت سے تعارض اور دونوں کا جواب: ان دونوں حدیثوں میں اولاً مطلق طیرہ کی نفی کے بعد تین چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے۔ فرس، مراۃ اور دار، لیکن پہلی حدیث میں استثناء بطور تعلیق کے ہے یعنی وَإِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ، اور دوسری حدیث میں بدون تعلیق کے ہے الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ، بظاہر یہ تعارض ہے اسکا ایک جواب تو یہی دیا گیا ہے کہ جہاں پر تعلیق نہیں ہے وہاں بھی یہ حکم بطور تعلیق ہی کے ہے یعنی اگر بدفالی کسی چیز میں ہوتی تو وہ ان تین چیزوں میں ہوتی مگر چونکہ اسلام میں بدفالی کسی چیز میں بھی نہیں لہذا ان تین میں بھی نہیں اور قرطبی کی رائے یہ ہے کہ تعلیق والی روایت

مقدم ہے اس وقت تک آپ ﷺ کو ان اشیاء ثلاثہ میں تحقق شوم کا علم نہیں ہوا تھا پھر آپ کو بعد میں جب اسکا علم ہو گیا کہ ان تین میں ہوتا ہے تو پھر آپ ﷺ نے بالجزم فرما دیا: الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان تکن الطیرۃ سے مقصود اظہار تردد وشک نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود بھی اثبات ہی ہے علی وجہ المبالغہ جیسے یوں کہیں اگر میرا دنیا میں کوئی دوست ہے تو وہ زید ہے اسی طرح یہاں اس حدیث میں مقصود یہ ہے کہ ان تین میں طیرہ بالضرور و بالیقین ہے یہ تو جواب ہوا ان دو مختلف روایتوں کا، لیکن دوسرا اختلاف ابھی باقی ہے کہ لا عدوی ولا طیرۃ میں شوم کی علی الاطلاق نفی ہے اور اس حدیث میں ان اشیاء ثلاثہ میں شوم کا اثبات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تین اس عموم نفی سے مستثنی ہیں لیکن اہل جاہلیت کے مسلک کے موافق نہیں کہ ان تین میں تاثیر مانی جائے فی حد ذاتہا، بلکہ اہل اسلام کے مسلک کے طریق پر کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے وہی بعض اشیاء میں نفع اور ضرر کی تاثیر پیدا کرتا ہے تو اسی نے ان تین میں بھی تاثیر ضرر کو پیدا فرمایا اس رائے کو بالتصریح اختیار کرنے والے حضرت امام مالکؒ ہیں جیسا کہ اوپر متن میں گزرا ہے کہ انہوں نے فرمایا دیکھتے نہیں ہو کہ کتنے ہی گھر ایسے ہیں کہ ان میں بہت سے آکر ٹھہرے سکونت اختیار کی لیکن ان کا ناس ہو گیا اور اجڑ گئے پھر دوسرے لوگ آکر ان میں رہے ان کا بھی یہی حال ہوا یعنی بعض مکان اس طرح کے ہوتے ہی ہیں[1]۔ لیکن امام مالک کا قول جو یہاں ابو داؤد میں مذکور ہے اور اواخر موطا میں جو باب ہے بَابُ مَا يُتَّقَى مِنَ الشُّؤْمِ کے عنوان سے وہاں انہوں نے یہ اشیاء ثلاثہ والی حدیث تو ذکر کی ہے لیکن ان کی یہ رائے اس جگہ موطا کے موجودہ نسخہ میں نہیں ہے بلکہ یہ غالباً موطا کی جو روایت ابن القاسم سے ہے اس میں ہو گی۔

امام ترمذی نے کتاب الآداب 'بَابُ مَا يُتَّقَى مِنَ الشُّؤْمِ' میں اولاً حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ الحدیث کے بارے میں فرمایا: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وفی تحفۃ الاحوذی (ج۸ص۱۱۱): واخرجہ الشیخان، اسکے بعد ترمذی[2] میں ہے: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَسْكَنِ»، اس پر تحفۃ الاحوذی (ج۸ص۱۱۲) میں ہے رواہ الشیخان[3]۔ عن ابن عمر، وکذا عن سھل بن سعد اھ۔

۳۹۲۳- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَعَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَحِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرْضٌ عِنْدَنَا يُقَالُ لَهَا أَرْضُ أَبْيَنَ هِيَ أَرْضُ رِيفِنَا، وَمِيرَتِنَا، وَإِنَّهَا وَبِئَةٌ، أَوْ قَالَ وَبَاؤُهَا شَدِيدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ: «دَعْهَا عَنْكَ، فَإِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ».

---

[1] یہ تو شوم فی الدار ہوا لیکن شوم فی الفرس والمرأۃ کو انہوں نے بیان نہیں فرمایا، بعض علماء نے کہا کہ عورت کا شوم یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو اس کے اولاد نہ ہوتی ہو، اور یہ کہ شوہر کے سامنے زبان درازی کرے اور شوم الفرس یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ کیا جائے۔

[2] جامع الترمذی - کتاب الأدب - باب ماجاء فی الشؤم ۲۸۲۴

[3] معلوم ہوا یہ دونوں روایتیں تعلیق والی اور بغیر تعلیق کے صحیحین کی ہیں، لہذا ان میں سے کسی ایک کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا اور تطبیق بین الحدیثین کی شکلیں وہی ہیں جو اوپر گذر چکیں۔

ترجمہ: فروہ بن مسیکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین ہے جو أَرْضُ أَبْيَن کے نام سے موسوم ہے وہ ہمارے کھیتی باڑی اور اناج غلے کی جگہ ہے اور وہ وباؤں کی زد میں رہتی ہے (یا کہا کہ اس کی وباء بڑی شدید ہے تو) نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو چھوڑ دو کیونکہ وباؤں میں رہنا ہلاکت (کو دعوت دینا) ہے۔

تخریج: سنن أبي داود- الطب (٣٩٢٣) مسند احمد- مسند المكيين (٤٥١/٣)

شرح الحدیث: ایک صحابیؓ نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ ہماری زمین ہے جس کا نام ارض ابین ہے وہ ہماری کھیتی اور غلہ کی زمین ہے لیکن وہ جگہ وبائی ہے یعنی بیماریاں اس میں زیادہ رہتی ہیں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس زمین کو چھوڑ دے۔

فَإِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ: قرب یعنی بیماری کا قرب اور اس کے ساتھ خلط ملط ہونا، یعنی بیماری کے قرب میں ہلاکت ہے اس حدیث کو لاعدوی کے خلاف نہ سمجھا جائے بلکہ یہ من باب الطب ہے یعنی آب وہوا کی ناموافقت۔

٣٩٢٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّا كُنَّا فِي دَارٍ كَثِيرٌ فِيهَا عَدَدُنَا، وَكَثِيرٌ فِيهَا أَمْوَالُنَا، فَتَحَوَّلْنَا إِلَى دَارٍ أُخْرَى فَقَلَّ فِيهَا عَدَدُنَا، وَقَلَّتْ فِيهَا أَمْوَالُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَرُوهَا ذَمِيمَةً».

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم ایک مکان میں رہا کرتے تھے جہاں ہماری (یعنی کنبے کے افراد کی) تعداد زیادہ اور مال ومتاع وافر تھا، ہم ایک دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے تو اس میں ہماری (یعنی کنبے کی) تعداد میں کمی آگئی اور مال ومتاع بھی کم ہو گیا، تو نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اس مکان کو چھوڑ دو وہ بری جگہ (ناموافق) ہے۔

شرح الحدیث: ایک شخص نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ جس گھر میں ہم پہلے رہتے تھے اس میں ہم خوب پھل پھول رہے تھے، ہمارے افراد کی تعداد بھی زیادہ تھی اور اموال میں بھی کثرت تھی اسکے بعد پھر جس گھر میں ہم منتقل ہوئے ہیں تو وہاں آکر ہمارے آدمیوں کی تعداد میں بھی کمی ہو گئی اور اموال میں بھی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ذَرُوهَا ذَمِيمَةً، اسکی توجیہ بھی وہی کی گئی ہے جو اوپر والی حدیث کی۔

٣٩٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ، وَقَالَ: «كُلْ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک کوڑھ زدہ شخص کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ رکابی میں رکھا اور ارشاد فرمایا: اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

تخريج جامع الترمذي - الأطعمة (۱۸۱۷) سنن أبي داود - الطب (۳۹۲۵) سنن ابن ماجه - الطب (۳۵٤۲)

شرح الحديث ایک مرتبہ آپ نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرمالیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے کھالے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ توکل کا حکم آپ نے اس مجذوم کو کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ اگر اسمیں احتیاط کی احتیاج تھی تو آپ کو تھی نہ کہ اس مجذوم کو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو تو یقین تھا کہ اسکے میرے ساتھ کھانے سے مجھ کو کوئی نقصان نہ ہوگا لیکن اس کھانے والے مجذوم کو تردد ہو سکتا تھا کہ کہیں میرے ساتھ کھانے سے آپ کو ضرر لاحق نہ ہو جائے اس لئے آپ نے توکل کی ہدایت اسی کو فرمائی (یعنی میرا فکر نہ کرو) کذا فی ھامش البذل عن الکوکب [1]۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

آخر کتاب الطب

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ۳ ص ۱۷، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۲٥٤

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْعِتْقِ

١- بَابٌ فِي الْمُكَاتَبِ يُؤَدِّي بَعْضَ كِتَابَتِهِ فَيَعْجِزُ أَوْ يَمُوتُ

اس مکاتب کا بیان جس نے اپنا کچھ بدل کتابت ادا کیا ہو پھر عاجز ہو جائے یا مر جائے

یہاں سے سنن ابوداؤد کا پچیسواں پارہ شروع ہو رہا ہے خطیب بغدادیؒ کے تجزیہ کے اعتبار سے جنہوں نے اس سنن کو بتیس ۳۲ اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔

اس کتاب کی کتاب الطب سے مناسبت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ طب میں ازالہ ہے مرض جسمانی کا اور عتق میں ازالہ ہے انسان کی غلامی کا وہ بھی ایک طرح کا عیب اور مرض ہی ہے۔

۳۹۲۶- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عُتْبَةَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِرْهَمٌ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب کی اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکاتب غلام (ہی شمار) ہوتا ہے جب تک کہ اس پر اس کے بدل کتاب کا ایک درہم بھی باقی ہو۔

تخریج: جامع الترمذي- البيوع (١٢٦٠) سنن أبي داود- العتق (٣٩٢٦) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٧٨/٢)

شرح الحدیث: مکاتب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے یہ کہے کہ میں اپنی غلامی سے اتنے مال کے عوض میں رہائی چاہتا ہوں جس کو میں کما کما کر بالاقساط ادا کرتا رہوں گا اور اسکی اس بات کو مولیٰ منظور کر لے تو اس حدیث میں یہ ہے کہ مکاتب جب تک اپنا پورا بدل کتابت ادا نہ کرے وہ آزاد نہیں ہوتا حتی کہ اگر ایک درہم بھی باقی رہ جائے تب بھی آزاد نہ ہو گا اور اس پر عبد ہی کے احکام جاری ہوں گے، جمہور علماء ومنہم الأئمة الاربعة کا مسلک یہی ہے اس میں بعض علماء سے اختلاف منقول ہے چنانچہ کتاب الدیات میں ایک حدیث آرہی ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ "قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ يُقْتَلُ يُودَى مَا أَدَّى، مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِيَةَ الْحُرِّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ الْمَمْلُوكِ" [1] وفی روایة، إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا أَوْ وَرِثَ

---

[1] سنن أبي داود- كتاب الديات- باب في دية المكاتب ٤٥٨١

مِيرَاثًا يَرِثُ عَلَى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ[1] یہ روایت ترمذی[2] میں بھی ہے اس حدیث کی بناء پر ابراہیم نخعی اور بعض صحابہؓ جیسے حضرت علیؓ کی رائے یہ ہے کہ مکاتب بدل کتابت کے ادا کے بقدر آزاد ہوتا رہتا ہے مثلاً اگر اس نے نصف بدل کتابت کا ادا کر دیا تو اس مکاتب کا نصف آزاد ہو جائے گا اور نصف غلام ہی رہے گا اور میراث اور دیت وغیرہ احکام میں اس کا اعتبار کیا جائے گا اور ایک قول اس میں بعض حنابلہ کا ہے کہ مکاتب بدل کتابت کے تین ربع ادا کرنے سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن جمہور کا عمل حدیث الباب پر ہے اور یہی حدیث اولیٰ ہے اس دوسری حدیث سے کیونکہ اس حدیث کی امت نے تلقی بالقبول کی ہے اور تقریباً تمام فقہاء کا عمل اسی حدیث پر ہے اور حضرت گنگوہی کی تقریر میں اس حدیث کی ایک توجیہ مذکور ہے جو اسی جگہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گی حديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده الاول سكت عليه المنذری والثانی اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه. قاله المنذری۔

٣٩٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ أَوَاقٍ فَهُوَ عَبْدٌ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَيْسَ هُوَ عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ قَالُوا هُوَ وَهْمٌ وَلَكِنَّهُ هُوَ شَيْخٌ آخَرُ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب کی اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس غلام نے سو اوقیہ (چاندی) پر مکاتبت کی (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) اور (اس میں سے) دس اوقیہ کے سوا باقی سب ادا کر دیئے (پھر عاجز ہو گیا) تو وہ غلام (ہی شمار) ہوگا اور جس غلام نے ١٠٠ دینار پر اپنے آقا سے مکاتبت کی اور اپنے آقا کو دس دینار کے علاوہ سب ادا کر دیئے (پھر عاجز ہو گیا) تو وہ بھی غلام ہی رہے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٦٠) سنن أبي داود - العتق (٣٩٢٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٨/٢)

٣٩٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَبْهَانَ، مُكَاتَبِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ، فَكَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ».

ترجمہ: ام سلمہؓ کے مکاتب نبہان کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ تم عورتوں میں سے اگر کسی کے مکاتب کے پاس اس قدر مال جمع ہو جائے جو بدل کتابت کے بقدر ہو تو اس سیدہ (آقا) کو غلام سے پردہ کر لینا چاہئے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٦١) سنن أبي داود - العتق (٣٩٢٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب في دية المكاتب ٤٥٨٢

[2] جامع الترمذي - كتاب البيوع - باب ما جاء في المكاتب إذا كان عنده ما يؤدي ١٢٦٠

(٢٨٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٦)

شرح الحدیث حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کسی کیلئے کوئی مکاتب ہو اور اس مکاتب کے پاس اتنی رقم موجود ہو جس سے وہ بدل کتابت ادا کر سکے (گو ابھی تک اس نے وہ پوری ادا نہ کی ہو) تو اس سے اس کو پردہ کرنا چاہئے یعنی اگرچہ ابھی وہ آزاد نہیں ہوا لیکن آزاد ہونے کے قریب ہے اسلئے پہلے ہی سے احتیاطاً پردہ شروع کر دے۔

عورت کا غلام اسکا محرم ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں ایک حجاب کا مسئلہ ہے وہ یہ کہ عورت کا غلام اسکا محرم ہے یا نہیں اسکو اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا محرم ہے اس سے پردہ نہیں حنفیہ کے یہاں محرم نہیں ہے اور امام شافعی واحمد سے دونوں روایتیں ہیں اور امام مالک سے مروی ہے: ان کان وغدا فمحرم والا فلا یعنی وہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غلام سیدھا سادہ بیوقوف سا ہے (چغد) تب تو محرم ہے پردہ کی حاجت نہیں اور اگر سمجھدار اور تیز قسم کا ہے تو پھر اس صورت میں اس سے پردہ ہے، حنفیہ کی طرف سے حدیث کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث میں احتجاب سے نفس احتجاب مراد نہیں ہے بلکہ احتجاب مفرط اور اہتمام بالحجاب مراد ہے اسلئے کہ عبد سے پردہ تو کیا جاتا ہے لیکن اسکی بار بار آمد و رفت کی وجہ سے پردہ کا اہتمام نہیں ہوتا کالکلام معہ والنظر الی الکفین والوجہ کما تحتجب من غیرہ من الاجانب جو محرمیت کے قائل ہیں انکا استدلال: أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ [1] سے ہے [2]۔ فی قولہ تعالی وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ تفسیر مدارک میں سعید بن المسیبؒ کا قول نقل کیا ہے لا یغرنکم سورۃ النور فإنھا في الإماء دون الذکور [3] یعنی أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ سے مراد صرف باندیاں ہیں غلام اس میں داخل نہیں باندیاں چونکہ لڑکوں کی طرح بے پردہ باہر پھرتی ہیں تو انکے بارے میں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید ان سے پردہ کا حکم ہو اسلئے تصریح کر دی گئی کہ ان سے پردہ نہیں ہے۔

والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

٢ - بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ

مکاتبت کے فسخ ہو جانے کی صورت میں مکاتب کی خرید و فروخت کا بیان

٣٩٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

---

[1] یا اپنے ہاتھ کے مال کے (سورۃ النور ٣١)

[2] طریق استدلال یہ ہے کہ اس آیت شریفہ میں مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ یعنی عبید کو آباء و ابناء کے حکم میں رکھا گیا ہے ١٢۔

[3] مدارک التنزیل وحقائق التأویل - ج ٢ ص ٥٠١ (دار الکلم الطیب الطبعۃ الأولی ١٤١٩ھ)

اللهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ بَرِيرَةُ لِأَهْلِهَا، فَأَبَوْا وَقَالُوا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُونُ لَنَا وَلَاؤُكِ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَهُ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ».

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا کہ بریرہ اپنے بدل کتابت کی معاونت کے سلسلے میں میرے پاس آئیں، انہوں نے اس وقت تک کچھ بھی بدل کتابت ادا نہ کیا تھا، تو حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا: اپنے آقا کی طرف واپس لوٹ جا (ان سے پوچھو) اگر وہ چاہیں کہ میں اپنی طرف سے تمہارا بدل کتابت ادا کر دوں اور تمہاری ولاء میرے لئے ہو جائے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں، تو حضرت بریرہ نے اپنے آقاؤں سے حضرت عائشہؓ کی یہ بات ذکر کی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ یہ چاہتی ہیں کہ ثواب کی نیت سے تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کریں تو کر سکتی ہیں مگر تمہاری ولاء (وراثت) ہمارے لئے ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم ان (حضرت بریرہ) کو خرید لو اور آزاد کر دو، کیونکہ میراث تو آزاد کرنے والے کیلئے ہوتی ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (لوگوں کے مجمع میں وعظ کیلئے کھڑے ہوئے) اور ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف ہیں، جو آدمی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اس کو وہ (دنیاوی دینی) فائدہ حاصل نہ ہوگا اگرچہ وہ ۱۰۰ دفعہ شرط لگائے، اللہ کی شرط زیادہ حقدار اور زیادہ مضبوط ہے۔

۳۹۳۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيرَةُ لِتَسْتَعِينَ فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي، فَقَالَتْ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا عَدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَ الزُّهْرِيِّ، زَادَ فِي كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِهِ "مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُولُ أَحَدُهُمْ: أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَالْوَلَاءُ لِي، إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ترجمہ: عروہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت بریرہؓ ان کے پاس بدل کتابت کی معاونت کے سلسلے میں آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے آقاؤں سے (۹) اوقیہ چاندی پر بدل کتابت کی ہے، ہر سال ایک اوقیہ (چالیس درہم) ادا کرنے ہونگے، آپ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اگر تمہارے آقا چاہیں تو یکمشت تمہیں آزاد کر دوں اور تمہاری ولاء (میراث) میرا حق ہوگی تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں، پس بریرہؓ اپنے آقاؤں کے پاس گئیں اس کے آگے ہشام

بن عروہ نے اسی طرح حدیث ذکر کی جس طرح زہری نے نقل کی، اور اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان میں یہ اضافہ کیا لوگوں کو کیا ہو گیا کہ کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اے فلانے! تم غلام کو آزاد کر دو اور اس کی میراث مجھے ملے گی، حالانکہ میراث تو آزاد کرنے والے کو ملا کرتی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٢) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٧) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٩) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٦٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٥) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٠) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٤) جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٦) جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٤) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٧) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٢) سنن أبي داود - العتق (٣٩٢٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥١٩) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢٠) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٩)

شرح الاحادیث **مکاتبت بریرہ کی روایات کی تشریح وتطبیق:** اس باب میں مصنف نے دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں پہلے حضرت بریرہ کا واقعہ ذکر کیا اسکے بعد حضرت جویریہ کا، دونوں میں یہی ہوا کہ مکاتبت کے معاملہ کو فسخ کر کے اسکو خریدا گیا بریرہ کو خریدنے والی حضرت عائشہؓ ہیں جیسا کہ روایات میں مشہور ہے اور جویریہ کو خریدنے والے خود حضور ﷺ ہیں بریرہ کے قصہ میں روایات میں اختلاف ہے وہ یہ کہ ان کا بدل کتابت کیا متعین ہوا تھا بعض روایات میں نو اوقیہ ہے عَلٰی تِسْعِ أَوَاقٍ کما فی حدیث الباب، اور بعض میں خمس اواق آیا ہے نیز حدیث الباب میں ہے: وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، یعنی جب وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں استعانت فی کتابتہا کیلئے تو اسوقت تک انہوں نے کچھ ادا نہیں کیا تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ حصہ ادا کر چکی تھیں روایت کے لفظ یہ ہیں: وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ، یہ سب روایات مختلفہ بخاری میں ہیں اسلئے کہ امام بخاری نے اس قصہ بریرہ کو دسیوں جگہ ذکر فرمایا ہے ان سب اختلافات کی تاویل کی گئی ہے جن کو بذل [1] میں فتح الباری سے نقل کیا ہے۔

حضرت بریرہؓ بعض انصار کی مملوک باندی تھیں [2]۔ انہوں نے اپنے موالی سے مکاتبت کا معاملہ کر لیا تھا وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں امداد طلب کرنے کے لئے بدل کتابت میں حضرت عائشہؓ نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ اپنے موالی سے دریافت کر لو کہ اگر وہ اس بات کو پسند کریں کہ میں اپنے پاس سے پورا بدل کتابت ادا کر دوں اور تم میری طرف سے آزاد ہو جاؤ، اور حسب قاعدہ تمہارا ولاء میرے لئے ہو تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں انہوں نے اپنے موالی سے جا کر معلوم کیا انہوں نے کہا کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٦ ص ٢٦٣

[2] قال الحافظ: وَكَانَتْ بَرِيرَةُ لِنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا وَقَعَ عِنْدَ أَبِي نُعَيْمٍ وَقِيلَ لِنَاسٍ مِنْ بَنِي هِلَالٍ قَالَهُ ابن عَبْدِ الْبَرِّ وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ وَكَانَتْ تَخْدُمُ عَائِشَةَ قَبْلَ أَنْ تُعْتَقَ كَمَا سَيَأْتِي فِي حَدِيثِ الْإِفْكِ اهـ. (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٥ ص ١٨٨)

اگر عائشہؓ حسبۃً للہ تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کریں تو کر دیں لیکن ولاء تیرا ہمارے ہی لئے ہوگا حضرت عائشہؓ نے اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء حسب قاعدہ آزاد کرنے والے ہی کے لئے ہوگا اور پھر اسکے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ الخ۔ کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ کتاب اللہ کے خلاف شرطیں لگاتے ہیں جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو وہ شرط معتبر نہیں چاہے سو بار شرط لگائے یہاں پر بعض روایات میں اس طرح بھی آیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا واشترطي لهم الولاء [1]، کہ ان کی شرط ولاء کو قبول کر لو اس پر یہ اشکال مشہور ہے کہ آپ نے اس شرط فاسد کی اجازت انکو کیسے دیدی؟ پھر اسکی تاویل مختلف طور پر کی گئی ہے بعض شراح نے اس روایت کی تضعیف کی جس میں شرط کی اجازت مذکور ہے لیکن اس جواب کی تردید کر دی گئی کہ اشتراط والی روایت ثابت ہے اور اسکے راوی ہشام ثقہ اور حافظ ہیں ایک توجیہ یہ کی گئی کہ ایک روایت میں بجائے اشترطي کے باب افعال سے أَشْرِطِي [2] واقع ہوا ہے اور اشراط کے معنی اظہار کے ہیں یعنی أَظْهِرِي لَهُمْ حُكْمَ الْوَلَاءِ [3] یعنی حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ولاء کا جو حکم ہے وہ ان سے بیان کر دو ایک توجیہ یہ کی گئی ہے، کما حکاہ الطحاوی [4]، کہ اشترطي لهم میں لام بمعنی علی ہے یعنی انکے خلاف شرط لگاؤ اور ایک توجیہ اسکی یہ کی گئی ہے کہ اشترطي لهم میں امر بطور وعید اور توبیخ کے ہے کما فی قولہ تعالی اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ [5]. حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ شرط بطور قبول کے نہیں تھی بلکہ رد ہی کرنے کیلئے تھی علی وجہ المبالغہ، کہ ایسی مہمل شرط کا کوئی اعتبار نہیں، امام نووی [6] نے اسی توجیہ کو زیادہ پسند کیا ہے۔ (من البذل مختصراً [7])۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا الاول اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، والثانی اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

٣٩٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَقَعَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، أَوِ ابْنِ عَمٍّ لَهُ فَكَاتَبَتْ عَلَى نَفْسِهَا، وَكَانَتِ امْرَأَةً مَلَّاحَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ، قَالَتْ: عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

---

[1] مسند أبي يعلى - مسند عائشة ٤٤٣٥ (دار المأمون للتراث - دمشق الطبعة الأولى، ١٤٠٤هـ)
[2] شرح مشكل الآثار للطحاوي - ج ١١ ص ٢١٧
[3] الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار - ج ٢٣ ص ٢٠١ (دار قتيبة - دمشق الطبعة: الأولى ١٤١٤هـ)
[4] شرح مشكل الآثار للطحاوي - ج ١١ ص ٢١٧-٢١٨
[5] بیشک جو تم کرتے ہو (سورۃ فصلت ٤٠)
[6] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٠ ص ١٤٠
[7] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٢٦٢

فَجَاءَتْ تَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِتَابَتِهَا فَلَمَّا قَامَتْ عَلَى الْبَابِ فَرَأَيْتُهَا كَرِهْتُ مَكَانَهَا وَعَرَفْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَرَى مِنْهَا مِثْلَ الَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ. أَنَا جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ وَإِنَّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ وَإِنِّي وَقَعْتُ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَإِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى نَفْسِي فَجِئْتُكَ أَسْأَلُكَ فِي كِتَابَتِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَهَلْ لَكِ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ؟» قَالَتْ: وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «أُؤَدِّي عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ» قَالَتْ: قَدْ فَعَلْتُ، قَالَتْ: فَتَسَامَعَ - تَعْنِي النَّاسَ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَزَوَّجَ جُوَيْرِيَةَ. فَأَرْسَلُوا مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ السَّبْيِ، فَأَعْتَقُوهُمْ. وَقَالُوا: أَصْهَارُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا، أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا حُجَّةٌ فِي أَنَّ الْوَلِيَّ هُوَ يُزَوِّجُ نَفْسَهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جویریہ بن الحارث بن المصطلق، ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں (بطور باندی کے) آئیں تو حضرت جویریہؓ نے ثابتؓ سے مکاتبت کا معاملہ کیا اور حضرت جویریہؓ تو بڑی خوبصورت اور ملیح خاتون تھیں، جن پر لوگوں کی نگاہیں جم جاتی تھیں...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جویریہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں اپنے بدل کتابت کی معاونت کے سلسلے میں آئیں، جب یہ دروازے پر کھڑی ہوئیں اور میں نے ان کو دیکھا تو مجھے ان کا یہ کھڑا ہونا ناگوار گزرا اور مجھے یہ خیال ہوا جو ان کا حسن وجمال میں دیکھ رہی ہوں، حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نظر اس پر پڑ جائیگی، پھر حضرت جویریہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جویریہ بن الحارث ہوں اور میرا معاملہ (باندی بننا) آپ پر مخفی نہیں اور میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں باندی بن کر آئی ہوں، اور میں نے ثابتؓ سے کتابت والا معاملہ کیا ہے، میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مکاتبت میں میری مدد فرمایئے، جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں اس سے اچھے کام کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ تو حضرت جویریہؓ نے عرض کیا: وہ کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے تمہارا بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں، تو جویریہؓ کہنے لگیں میں اس معاملہ پر تیار ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے یہ بات سنی کہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جویریہؓ سے شادی فرمائی تو لوگوں نے اپنے مملوکہ بنو مصطلق کے غلاموں کو آزاد کر دیا اور صحابہ کہنے لگے یہ بنو المصطلق حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں (حضرت عائشہؓ کہتی ہیں) ہم نے کسی عورت کو حضرت جویریہؓ سے زیادہ بابرکت خاتون نہیں دیکھا کہ ان کی وجہ سے ان کی قوم بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہو گئے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا ولی عورت سے اپنا نکاح خود کر سکتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - العتق (۳۹۳۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۷/۶)

اس حدیث کا مضمون کتاب الجہاد میں باب المکر فی الحرب سے پہلے والے باب میں گزر چکا۔

حضرت جویریہؓ اور انکی مکاتب کا قصہ: خلاصہ یہ کہ حضرت جویریہؓ غزوۂ بنو المصطلق جس کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں کی غنیمت میں ایک صحابی ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں انہوں نے ان سے مکاتب کا معاملہ کرلیا، تھیں یہ بہت ملیح یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اپنی صورت حال بیان کی یعنی کتابت کا معاملہ وغیرہ اور بدل کتابت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں اگر تجھ کو منظور ہو، انہوں نے عرض کیا: کیا ہے وہ مشورہ یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تیرا بدل کتابت میں خود ادا کر کے تجھ سے نکاح کرلوں، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔ چنانچہ پھر ایسا ہی کیا گیا جب صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ سے نکاح فرمالیا تو جن صحابہ کے پاس قبیلہ بنو المصطلق کے قیدی تھے جو ان کو مال غنیمت میں ملے تھے انہوں نے ان سب کو آزاد کردیا یہ کہہ کر کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی لوگ ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے جویریہ جیسی بابرکت کوئی عورت نہیں دیکھی کہ ان کی وجہ سے قبیلہ بنو المصطلق کے تقریباً سو گھرانے آزاد ہوگئے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حُجَّةٌ فِي أَنَّ الْوَلِيَّ هُوَ يُزَوِّجُ نَفْسَهُ: امام ابوداودؒ اس قصہ سے اس پر استدلال کر رہے ہیں کہ عورت کا ولی خود اپنا نکاح اس سے کرسکتا ہے یعنی جس طرح دوسرے سے کراسکتا ہے خود اپنے سے بھی کرسکتا ہے اگر وہ اس کی محرم نہ ہو اب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکے ولی کیونکر تھے؟ سو وہ یا تو اس اعتبار سے کہ آپ نے ان کو خرید کر آزاد کیا تھا لہذا آپ ولی العتاقہ ہوئے اور یا اس حیثیت سے کہ السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ [1] یہ تو تشریح ہوئی امام ابوداود کے کلام کی لیکن حنفی یوں کہے گا کہ یہ قصہ دلیل ہے اس بات کی کہ حرۂ بالغہ اپنی ولی خود ہے اس لئے وہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔

٣- بَابٌ فِي الْعِتْقِ عَلَى الشَّرْطِ

شرط لگا کر آزاد کرنے کا بیان

٣٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: كُنْتُ مَمْلُوكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ: أُعْتِقُكَ وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدُمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ: «إِنْ لَمْ تَشْتَرِطِي عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَأَعْتَقَتْنِي، وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ».

ترجمہ: سفینہ کہتے ہیں کہ میں ام سلمہ کا غلام تھا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہیں اس شرط پر آزاد کر رہی ہوں کہ تم ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کروگے، سفینہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تو بھی میں ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوں گا، پھر بھی ام سلمہ نے مجھے مذکورہ شرط کے ساتھ آزاد کیا۔

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل - مسند النساء - مسند الصديقة عائشة بنت الصديقؓ ٢٥٣٢٦.

تخریج: سنن أبي داود - العتق (٣٩٣٢) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٦)

شرح الحدیث: **حضرت سفینہؓ صحابی کا تذکرہ**: سفینہ جن کے نام میں بہت اقوال ہیں: قیل مهران بن فروخ، وقیل نجران، وقیل رُومان وقیل رباح وغیرہ ذلك، ان کو سفینہ کیوں کہتے ہیں؟ ان کا خود کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ہمارے ساتھیوں میں سے جس کو بھی تکان محسوس ہوتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ کا سامان میرے اوپر ڈال دیتا تھا، کسی نے تلوار رکھی اور کسی نے ڈھال اور اسی طرح یہاں تک کہ مجھ پر بہت سا سامان ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: أنت سفينة [1]۔

ان کے بارے میں یہ قصہ مشہور ہے کہ یہ کسی سفر میں تنہا رہ گئے اور راستہ بھی بھٹک گئے اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ ان کی طرف ایک شیر چلا آرہا ہے تو یہ ڈرے اور اس سے کہا کہ میں حضور ﷺ کا غلام اور خادم ہوں اور راستہ بھٹک گیا ہوں یہ سن کر اس شیر کا رویہ ان کے ساتھ بدل گیا اور ان کیساتھ نرمی اور نیاز مندی برتنے لگا اور دم ہلانے لگا جیسا کسی مانوس چیز کو دیکھ کر ہلاتا ہو اور پھر وہ ان کیساتھ ہمہماتا ہوا چلا اور راستہ پر ڈالدیا قصیدہ بردہ کا شعر ہے:

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللهِ نُصْرَتُهُ إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَجِمُ

وترجمہ العارف الجامي في الفارسية: ہر کہ اور از رسول اللہ نصرت آمدہ شیر اگر بروے رسد از ترس آید بہم

ترجمہ اردو: ہو مدد جس کو رسول سید لولاک کی شیر بھی انکو ملے جنگل میں گر مارے نہ دم

حدیث الباب میں ہے حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہؓ کا غلام تھا تو انہوں نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میں تجھ کو اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تو جب تک زندہ رہے حضور ﷺ کی خدمت کرے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکا جواب دیا کہ اگر آپ یہ شرط نہیں بھی لگائیں گی تب بھی میں حضور ﷺ سے کبھی جدائی اختیار نہیں کروں گا پھر انہوں نے مجھے اسی شرط پر آزاد کر دیا۔

اس واقعہ میں ایک فقہی مسئلہ بھی ہے وہ یہ کہ اعتاق کے وقت اس طرح کی شرط لگانا شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء کے نزدیک صحیح نہیں، لأنه شرط لا يلاقي ملكاً، ومنافع الحر لا يملكها غيره إلا في الإجارة أو في معناها [2] یعنی یہ شرط ایسی ہے جسکا تعلق اپنی مملوک شئ سے نہیں اس لئے کہ خدمت کا وقوع عتق کے بعد ہو گا اور عتق کے بعد مولی کا کوئی حق باقی نہیں رہتا (سوئی الولاء) اس لئے کہ منافع حر کا مالک خود وہ حر ہے لہذا اسکی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ اصطلاحی شرط نہیں تھی بلکہ اس سے مراد وعدہ ہے یعنی ان سے یہ وعدہ لیا گیا، اور ایفاء وعدہ لازم نہیں شرعاً تبرع ہے۔ والحديث اخرجه النسائي، وابن ماجه، قاله

[1] تهذيب الكمال في أسماء الرجال — ج ١١ ص ٢٠٥ (مؤسسة الرسالة — بيروت الطبعة الأولى، ١٤٠٠ هـ)

[2] معالم السنن — ج ٤ ص ٦٧

المنذری۔

٤ - بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوكٍ

ایک شخص غلام میں اپنا کچھ حصہ آزاد کرے

باب اول وباب ثانی دونوں کی تشریح اور مذاہب ائمہ: اور اس کے بعد[1] والا باب اس طرح ہے 'باب فی من أعتق نصیبا من مملوک بینہ وبین آخر' لہذا پہلا باب عبد غیر مشترک سے متعلق ہے اور دوسرا عبد مشترک سے یعنی کوئی شخص اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کرے مثلاً نصف اور پورا آزاد نہ کرے جیسا کہ باب اول میں مذکور ہے یا احد الشریکین عبد مشترک میں سے اپنا حصہ آزاد کرے جیسا کہ باب ثانی کا مضمون ہے مطلب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اس غلام کا کیا انجام ہوگا پورا ہی آزاد ہو جائے گا یا صرف نصف آزاد ہوگا اور اگر پورا آزاد ہوگا تو شریک آخر کے لئے آزاد کرنے والے پر ضمان واجب ہوگا یا نہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں: اعتاق اور اس پر مرتب ہونے والی شی عتق، امام صاحب اور صاحبین کا اس پر اتفاق ہے کہ عتق متجزی نہیں غلام ہر صورت میں پورا ہی آزاد ہوگا لیکن اعتاق میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک وہ متجزی ہے مطلقاً (خواہ آزاد کرنے والا موسر ہو یا معسر) اور صاحبین کے نزدیک اعتاق بھی متجزی نہیں جس طرح عتق متجزی نہیں لہذا صاحبین کے نزدیک اپنے غلام کا نصف آزاد کرنا یا احد الشریکین کا اپنے حصہ کو آزاد کرنا پورے ہی غلام کو آزاد کرنا ہے لہذا دونوں صورتوں میں پورا غلام آزاد ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک آزاد تو پورا ہی ہوگا دونوں صورتوں میں لیکن نصف تو آزاد کرنے والے کی جانب سے آزاد ہوگا اور نصف باقی اس کی طرف سے آزاد نہ ہوگا بلکہ خود آزاد ہوگا بالسرایہ یعنی معتق کے اختیار کے بغیر عتق نصف باقی میں خود بخود سرایت کر جائے گا۔

امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اس کلی اختلاف کے سمجھنے کے بعد پہلے باب والے مسئلہ سے متعلق امام صاحب کا مسلک سمجھئے، وہ اعتاق نصف کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اب اس معتق کو دو اختیار ہیں، اعتاق اور استسعاء یعنی اگر وہ چاہے نصف آخر کو بھی اپنی ہی طرف سے آزاد کر دے اور یا غلام سے نصف قیمت کی سعایۃ کرا لے، اور صاحبین کے نزدیک چونکہ اعتاق متجزی نہیں ہوتا اس لئے اعتاق البعض اعتاق الکل ہی ہے گویا اس نے خود ہی پورا غلام آزاد کر دیا اور بس قصہ ختم۔

اب دوسرے باب سے متعلق سمجھئے احد الشریکین جس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے اس کو دیکھا جائے گا کہ وہ موسر ہے یا معسر اگر

---

[1] نسخۂ بذل میں حدیث ٣٩٣٣ کے بعد حدیث ابو ہریرۃ سے پہلے 'باب فی من أعتق نصیبا من مملوك بينه وبين آخر' قائم کیا گیا ہے، جبکہ نسخہ محققہ محمد محیی الدین عبد الحمید میں یہ باب نہیں ہے۔ ابواب کی شرح نسخہ بذل کے مطابق کی گئی ہے۔ (مرتب)

موسر ہے تو امام صاحب کے نزدیک شریک آخر کے لئے تین اختیار ہوں گے، ضمان، اعتاق، استسعاء یعنی شریک آخر معتق سے چاہے ضمان لے لے اور چاہے تو وہ اپنا حصہ بھی[1] خود آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا لے اور اگر آزاد کرنے والا شریک معسر اور نادار ہے تو اس صورت میں شریک آخر کو صرف دو اختیار ہونگے، اعتاق اور استسعاء ضمان کا اختیار حاصل نہ ہو گا اس کے اعسار کی وجہ سے۔

اور صاحبین اس مسئلہ میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا موسر ہے تو شریک آخر کیلئے ضمان کا استحقاق ہے اور اگر وہ معسر ہے تو اس صورت میں شریک آخر کیلئے صرف حق سعایت ہے یعنی ایک صورت میں صرف ضمان اور ایک صورت میں صرف سعایت۔

یہ تفصیل تو ہوئی مذہب حنفیہ میں اور باقی ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعتاق اور عتق دونوں اعسار کی صورت میں متجزی ہیں اور یسار کی صورت میں غیر متجزی، لہذا پہلے باب والے مسئلہ میں جو رائے صاحبین کی ہے وہی ائمہ ثلاث کی ہے یعنی نصف کے آزاد کرنے سے پورا ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔ (لعدم جواز التجزی حینئذ[2] عندھم)۔

اور باب ثانی والے مسئلہ میں ائمہ ثلاث کے نزدیک یسار معتق کی صورت میں شریک ثانی کے لئے صرف ایک اختیار ہے یعنی ضمان اور اعسار کی صورت میں یہ ہے کہ عتق منہ ما عتق، یعنی نصف آزاد ہو گا اور نصف غلام ہی رہے گا۔

اس تفصیل سے معلوم[3] ہوا کہ ائمہ ثلاث استسعاء کے قائل نہیں، اور یہ کہ ان کے نزدیک عتق بھی متجزی ہے اسی لئے ان کے نزدیک اعسار معتق کی صورت میں سعایت نہیں بلکہ عتق متجزی ہو جائے گا، نصف غلام آزاد نصف غیر آزاد۔

نیز یہ بات بھی سامنے آگئی کہ باب اول یعنی عبد مشترک والے مسئلہ میں ائمہ ثلاث اور صاحبین آپس میں متفق ہیں اور باب ثانی والے مسئلہ میں یسار معتق کی صورت میں تو ائمہ ثلاث اور صاحبین متفق ہیں اور اعسار والی صورت میں مختلف۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] یعنی اس اعتاق کو جو ہو چکا اپنی طرف سے سمجھ لے ۱۲۔

[2] کیونکہ یہ مسئلہ یسار کی صورت میں داخل ہے اس لئے کہ آزاد کرنے والا شخص پورے غلام کا مالک ہے اس لحاظ سے وہ موسر ہوا۔

[3] **خلاصۃ المذاھب:** خلاصہ مذاہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کا بعض حصہ آزاد کرے تو امام صاحب کے نزدیک اس کیلئے باقی میں دو اختیار ہیں اما الاعتاق او الاستسعاء اور عند الخمسۃ یعنی صاحبین اور ائمہ ثلاث کے نزدیک اعتاق البعض ھو اعتاق الکل، اور اگر عبد مشترک ہو اور احد الشریکین اپنا حصہ آزاد کریں تو شریک آخر کو امام صاحب کے نزدیک یسار معتق کی صورت میں تین اختیار ہیں الضمان الاعتاق الاستسعاء، اور اعسار کی صورت میں صرف دو اختیار ہوں گے اعتاق اور استسعاء و یسقط الضمان، اور صاحبین کے نزدیک یسار معتق کی صورت میں شریک آخر کے لئے صرف ضمان، اور اعسار کی صورت میں صرف سعایہ، اور ائمہ ثلاث کے نزدیک یسار کی صورت میں ضمان اور اعسار کی صورت میں کچھ نہیں بلکہ عتق منہ ما عتق، نصف غلام آزاد رہے گا اور نصف رقیق۔

۳۹۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْمَعْنَى، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ: عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَيْسَ لِلَّهِ شَرِيكٌ» زَادَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ «فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ».

ترجمہ ابوالولید ابوالملیح (راوی) کے بعد عَنْ أَبِيهِ کی سند سے نقل کر رہے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام میں سے کچھ آزاد کیا (اور بقیہ حصہ غلام ہی رہا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ محمد بن کثیر راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کے اندر پوری آزادی کو نافذ فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - العتق (۳۹۳۳) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷۵/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷۵/۵)

شرح الحدیث یعنی ایک شخص نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا جسکا ذکر آپ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے لہٰذا وہ شرک کو پسند نہیں فرماتے اور آپ نے اس عتق کو پورے میں نافذ فرمادیا، یہ حدیث بظاہر ائمہ ثلاث اور صاحبین کے موافق ہے کہ اعتاق البعض اعتاق الکل ہے امام صاحب کی طرف سے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مقصود ترغیب ہے کہ پورے ہی کو اللہ کیلئے آزاد کر دینا چاہئے، تاکہ غیر اللہ کی شرکت اس میں باقی نہ رہے۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۹۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنِي هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ «فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ، وَغَرَّمَهُ بَقِيَّةَ ثَمَنِهِ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (غلام کے کچھ حصے کی) آزادی کو نافذ فرمادیا اور اس آزاد کرنے والے کو غلام کی باقی ماندہ حصے کی قیمت کا ضامن بنادیا۔

۳۹۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ» وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ.

ترجمہ حضرت قتادہ اپنی سند سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کرے تو اس آزاد کرنے والے کے ذمہ غلام کے باقی حصے کو بھی آزاد کرنا ہے، یہ استاد ابن سوید کے الفاظ ہیں۔

۳۹۳۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ عَتَقَ مِنْ مَالِهِ

إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ» وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُثَنَّى، النَّضْرَ بْنَ أَنَسٍ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ.

ترجمہ: قتادہ اپنی سند سے نقل کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے پس اگر یہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو پورا کا پورا غلام اس آزاد کرنے والے کے مال ہی میں سے آزاد ہو جائے گا، مصنف کے استاذ ابن مثنی نے اس حدیث میں نضر بن انس (راوی) کو ذکر نہ کیا، یہ الفاظ (میرے استاد) ابن سوید کے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٠) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٠) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٢) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٣٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥)

شرح الاحادیث: فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ، وَغَرَّمَهُ بَقِيَّةَ ثَمَنِهِ: یہ باب ثانی کی پہلی حدیث ہے اس کا تعلق عبد مشترک سے ہے مضمون حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ احد الشریکین نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا آپ ﷺ نے اس عتق کو پورے غلام میں نافذ فرمایا اور آزاد کرنے والے کو نصف باقی کا ضامن بنایا۔

ظاہر ہے کہ ضمان یسار معتق ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے اور اس صورت میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ دونوں کے نزدیک صرف وجوب ضمان ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں شریک آخر کو دو اختیار اور ہیں ضمان کے علاوہ اعتاق اور سعایت، کما تقدم، سعایت کا مسئلہ جو کہ مختلف فیہ ہے حنفیہ اسکے قائل ہیں اور ائمہ ثلاثہ منکر اس کا آگے مستقل باب آرہا ہے یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی حدیث سے مسئلہ کی پوری تفصیل معلوم ہو جائے دوسری احادیث میں ضمان کے ساتھ سعایت کا بھی ذکر آرہا ہے جس کو حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه. قاله المنذري۔

٥- بَابُ مَنْ ذَكَرَ السِّعَايَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

اس حدیث میں آزاد کردہ غلام سے کموانے کا بیان

ترجمة الباب کی غرض و تشریح: پہلے باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی جو حدیث گزری ہے اسکے اس طریق میں سعایت کا ذکر نہیں تھا۔ چونکہ اسی حدیث کے بعض طرق میں سعایۃ کا ذکر ہے، اور مسئلہ بھی فی نفسہ بین الائمہ مختلف فیہ ہے اسی لئے اسکی اہمیت کے پیش نظر مصنف نے مستقل یہ ترجمہ قائم کیا۔

٣٩٣٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ يَعْنِي الْعَطَّارَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا فِي مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَهُ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے غلام میں کچھ حصہ آزاد کر دے اگر یہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کو پورے غلام کو آزاد کرنا چاہئے (ورنہ) اگر یہ آزاد کرنے والا مالدار نہیں تو غلام اس معتق کے علاوہ دوسرے آقا کے حصے میں کمائی کر کے اس کو اپنی قیمت کے بقدر ادا کرے گا لیکن اس غلام پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔

تخریج صحیح البخاري - الشركة (٢٣٦٠) صحیح البخاري - العتق (٢٣٩٠) صحیح مسلم - العتق (١٥٠٢) صحیح مسلم - الأيمان (١٥٠٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٣٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥)

٣٩٣٨ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ، أَوْ شَقِيصًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ لِصَاحِبِهِ فِي قِيمَتِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا «فَاسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ» وَهَذَا لَفْظُ عَلِيٍّ.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے پس اگر یہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس آزاد کرنے والے پر غلام کو دوسرے شریک کی غلامی سے خلاصی دلانا لازم ہے اور اگر اس آزاد کرنے والے کے پاس مال نہ ہو (یعنی غریب ہو) تو منصفانہ طریقے پر غلام کی قیمت لگائی جائے گی پھر یہ غلام دوسرے شریک کیلئے اپنے حصے کے بقدر قیمت کما کر دوسرے آقا کو پیش کرے گا، لیکن اس غلام پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: میرے دونوں استادوں کی حدیثوں میں یہ الفاظ ہیں کہ فَاسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ. یعنی اس غلام کی قیمت لگانے کا ذکر صرف محمد بن بشر راوی نے کیا ہے۔

٣٩٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، لَمْ يَذْكُرِ السِّعَايَةَ، وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَمَعْنَاهُ وَذَكَرَا فِيهِ السِّعَايَةَ.

ترجمہ محمد بن بشار سعید بن ابی عروبہ سے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں یہ تقریباً پہلی حدیث کے ہم معنی ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: دوسرے راوی روح بن عبادہ نے سعید بن ابی عروبہ سے جو روایت ذکر کی اس میں سعایہ کا ذکر نہیں، لیکن جریر بن حازم، موسیٰ بن خلف سب نے حضرت قتادہ سے یزید بن زریع کی سند سے یہ حدیث نقل کی اور اس میں دونوں راویوں نے سعایہ کا ذکر کیا ہے (خلاصہ یہ کہ سعید بن ابی عروبہ کی روایت میں صرف روح راوی کی سند میں سعایہ کا

ذکر نہیں، اس کے علاوہ دیگر سارے راوی اس حدیث میں سعایہ کا ذکر فرماتے ہیں)۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٠) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٠) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٢) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٣٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ الخ: اس حدیث [1] کا مضمون بھی وہی ہے جو پہلے گزرا لیکن پہلے طریق میں صرف ضمان مذکور تھا اور اس میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا شریک مالدار ہو تو اس سے ضمان لیا جائے اور اگر معسر ہے تو اس صورت میں عبد سے سعایت کرائی جائے۔

اس سے پہلے باب کی حدیث میں قتادہ سے روایت کرنے والے ہمام تھے اور اس طریق میں ان سے روایت کرنے والے ابان ہیں۔

غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ: کا مطلب یہ ہے کہ عبد سے سعایت کرانے کی صورت میں اس پر مشقت نہ ڈالی جائے بسہولت کما کر وہ ادا کر دے گا۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ: یعنی اگر معتق کے پاس مال نہ ہو تو عبد کی کسی عادل آدمی سے قیمت لگوا کر عبد سے سعایت کرائی جائے۔ الحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه. قاله المنذری۔

٦ - بَابُ فِيمَنْ رَوَى أَنَّهُ لَا يُسْتَسْعَى

اس حدیث میں آزاد کردہ غلام سے نہ کموانے کا بیان

اختلاف نسخ اور نسخۂ صحیحہ کی تعیین: اس ترجمۃ الباب کے بارے میں نسخے مختلف ہیں لیکن یہ جو ہمارے نسخہ میں ہے اسکو اگر اختیار کیا جائے تو ترجمہ سابقہ اور یہ دونوں ایک ہو جائیں گے حالانکہ ترجمہ سابقہ سے مقصود ذکر سعایۃ ہے اور اس ترجمہ کی غرض جمہور کے مسلک کے مطابق عدم ذکر سعایۃ ہے چنانچہ حدیث الباب میں سعایۃ مذکور نہیں لہذا اس میں

[1] اس روایت کے الفاظ یہ ہیں، مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا فِي مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَهُ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ، ظاہر الفاظ حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ یہ حدیث عبد غیر مشترک کے بارے میں ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ جس شخص نے اپنے غلام کا بعض حصہ آزاد کر دیا تو اس کو چاہیے کہ کل ہی کو آزاد کر دے اگر اس میں اس کی گنجائش ہو اور وہ مالدار ہو (یہ حکم بطور ترغیب کے ہے تکثیر ثواب کے لئے) اور اگر گنجائش نہ ہو عبد سے باقی حصہ کی اپنے لئے سعایۃ کرالے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو عبد مشترک پر محمول کیا جائے جیسا کہ اس کے بعد والی روایت میں ہے تو اس صورت میں فعلیہ ان یعتقہ کلہ کا مطلب یہ ہو گا کہ باقی حصہ کا شریک آخر کو ضمان دیکر اپنی طرف سے اس کو آزاد کرا دے، حضرت نے بذل میں اس کو اسی پر محمول فرمایا ہے، فتأمل۔

دوسرا نسخہ جو حاشیہ پر مذکور ہے "بَابٌ فِيمَنْ رَوَى أَنَّهُ لَا يُسْتَسْعَى" یہ صحیح ہے۔[1]

٣٩٤٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أُقِيمَ عَلَيْهِ قِيمَةُ الْعَدْلِ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام میں اپنے حصہ کے بقدر آزاد کر دیا تو اس پر منصفانہ قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا اور ہر حصہ دار کو اسکے حصہ کے بقدر ادا کیا جائے گا اور اس (آزاد کرنے والے شریک کی طرف) سے غلام آزاد ہو جائے گا ورنہ (اگر آزاد کرنے والا شخص مالدار نہ ہو) تو اس کا وہی حصہ آزاد (شمار) ہوگا جو آزاد کیا جا چکا۔

٣٩٤١ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ رُبَّمَا قَالَ: «فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ» وَرُبَّمَا لَمْ يَقُلْهُ.

ترجمہ: ایوب اور نافع کے واسطے سے ابن عمرؓ سے اس ہی معنی کی حدیث نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، ایوب کہتے ہیں کہ کبھی نافع (یہ جملہ) فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ کہا کرتے تھے اور کبھی نہیں کہا کرتے تھے۔

٣٩٤٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَيُّوبُ: فَلَا أَدْرِي هُوَ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ «وَإِلَّا عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ».

ترجمہ: ایوب، نافع، ابن عمرؓ کے واسطے سے یہی حدیث نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، ایوب (روایت کے آخر میں) فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ جملہ (عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ) حدیث کا حصہ ہے یا نافع کی اپنے آپ کہی گئی بات ہے (یعنی مراد یہ جملہ ہے) وَإِلَّا عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٩) صحيح البخاري - العتق (٢٣٨٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٦) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٩) سنن أبي داود - العتق (٣٩٤٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٧/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٠٤)

شرح الأحاديث: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أُقِيمَ عَلَيْهِ قِيمَةُ الْعَدْلِ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ: پہلے باب کی حدیث جس میں ذکر سعایۃ ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت تھی، اور اس باب میں جتنی بھی روایات ہیں سب ابن عمرؓ ہی کی ہیں متعدد طرق سے، مضمون

---

[1] نسخۂ بذل میں اس مقام پر عنوان باب "في من روى إن لم يكن له مال يستسعى" ہے، جبکہ شارح نے نسخہ محققہ محمد محيي الدين عبد الحميد کے قائم کردہ عنوان کی تائید فرمائی ہے۔ (مرتب)

حدیث یہ ہے: جس شریک نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس غلام کی قیمت لگوائی جائے گی اور دوسرے شرکاء کو ان کا حصہ اس معتق کے ذمہ دینا ہوگا (یعنی فی صورۃ الیسار ضمان واجب ہوگا) والا ای وان لم یعط یعنی اگر وہ معتق شرکاء کو ان کا حصہ نہ دے سکے، بان کان معسر أفقد اعتق منہ ما اعتق۔ تو اس صورت میں (سعایۃ نہ ہوگی) بلکہ عتق متجزی ہو جائے گا بعض حصہ غلام کا آزاد ہوگا بعض نہیں، یعنی بقیہ شرکاء کے حصہ کے بقدر غلام آزاد نہ ہوگا۔

حدیث الباب کا حنفیہ کی طرف سے جواب: یہ حدیث ائمہ ثلاث کی دلیل ہے اور گزشتہ باب کی حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ تھا کہ اعسار معتق کی صورت میں عبد سے سعایت کرائی جائے گی، اس حدیث کا جواب خود روایات الباب کو دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کا ثبوت ضعیف ہے کیونکہ اس لفظ کے بارے میں رواۃ کا اختلاف ہو رہا ہے بعض نے اس کو ذکر کیا بعض نے نہیں چنانچہ اگلی روایت میں ہے: وَكَانَ نَافِعٌ رُبَّمَا قَالَ: «فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ» وَرُبَّمَا لَمْ يَقُلْهُ، اور اسکے بعد والی روایت میں ہے: قَالَ أَيُّوبُ: فَلَا أَدْرِي هُوَ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ۔

روایتیں تو پہلے باب کی بھی اور اسکی بھی تخریج کے لحاظ سے ہم پلہ ہیں کہ سب صحیحین میں موجود ہیں لیکن اسکے باوجود صحیحین کی روایات میں اگر تعارض پایا جائے تو طریق ترجیح تو وہاں بھی اختیار کیا جائے گا دفع تعارض کیلئے حنفیہ نے استسعاء والی روایت کو ترجیح دی اور جمہور نے عدم استسعاء کی روایت کو۔

امام بخاریؒ نے استسعاء کا باب قائم کر کے اسکو ثابت مانا ہے، چنانچہ الأبواب والتراجم میں ہے، نقلا عن الحافظ. قولہ تابعہ حجاج بن حجاج کانہ اشار بھذا الی الرد علی من زعم ان الاستسعاء فی ھذا الحدیث غیر محفوظ الی آخر ما ذکرہ [1]۔

۳۹۴۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا مِنْ مَمْلُوكٍ لَهُ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ نَصِيبُهُ».

ترجمہ: ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے (مشترک) غلام میں سے کوئی حصہ آزاد کر دیا تو اس پر اس غلام کو آزاد کرنا لازم ہے اگر اس شخص کے پاس اس غلام (کے باقی ماندہ حصے) کی قیمت کے بقدر مال موجود ہو اور اگر اس آزاد کرنے والے شخص کے پاس مال نہ ہو تو اس کے اپنے حصہ کے بقدر آزاد ہوگا (اور باقی غلام ہی رہے گا)۔

۳۹۴۴ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى.

ترجمہ: یحییٰ بن سعد، نافع، ابن عمرؓ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابراہیم بن موسیٰ کی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل

[1] الأبواب والتراجم لصحیح البخاری — ج ۱ ص ۱۸۱

کرتے ہیں۔

۳۹۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ «وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ» انْتَهَى حَدِيثُهُ إِلَى «وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ» عَلَى مَعْنَاهُ.

ترجمہ: جویریہ نے نافع ابن عمرؓ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے حدیث مالک کے ہم معنی حدیث ذکر کی ہے لیکن جویریہ نے وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ ذکر نہیں کیا اور ان کی حدیث وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ تک تمام ہو گئی۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٩) صحيح البخاري - العتق (٢٣٨٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٦) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٩) سنن أبي داود - العتق (٣٩٤٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٠٤)

۳۹۴۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، عَتَقَ مِنْهُ مَا بَقِيَ فِي مَالِهِ إِذَا كَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے (مشترک) غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردیا تو باقی حصہ بھی اس ہی شخص کے مال سے آزاد ہو گا، بشرطیکہ اس شخص کے پاس غلام کی قیمت کے بقدر مال ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٩) صحيح البخاري - العتق (٢٣٨٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٦) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٩) سنن أبي داود - العتق (٣٩٤٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٠٤)

۳۹۴۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةً لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ ثُمَّ يُعْتَقُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے جو مرفوعاً نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب ایک غلام دو مالکان کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک شخص اپنا حصہ آزاد کر دے تو اگر وہ آزاد کرنے والا شخص آسودہ حال (غنی) ہو تو اس پر غلام کی (بقیہ) قیمت لازم کی جائے گی کوئی کمی بیشی نہ ہو گی پھر وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٩) صحيح البخاري - العتق (٢٣٨٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٥٠١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٤٦) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٨) سنن النسائي - البيوع (٤٦٩٩) سنن أبي داود - العتق (٣٩٤٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٠٤)

۳۹۴۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ الْعَنْبَرِيِّ، عَنِ ابْنِ التَّلِبِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوكٍ «فَلَمْ يُضَمِّنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ أَحْمَدُ: «إِنَّمَا هُوَ بِالتَّاءِ يَعْنِي

التَّلِبَ وَكَانَ شُعْبَةُ أَلْثَغَ لَمْ يُبَيِّنِ التَّاءَ مِنَ الثَّاءِ».

ترجمہ: ابن التلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (عہد نبوی میں) ایک مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی شی کا ضامن نہ کیا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ان (راوی) کا نام تاء دو نقطوں کے ساتھ تلب ہے (نہ کہ ثاء سے ثلب) اور شعبہ توتلے (الفاظ کے صحیح تکلم پر قادر نہ) تھے وہ تاء اور ثاء میں فرق نہ کر پاتے تھے۔

شرح الحدیث: سند کے اندر جو راوی آئے ہیں ابن التلب اس کے بارے میں امام احمد فرمارہے ہیں کہ یہ نام ابن التلب تاء کے ساتھ ہے یعنی دو نقطوں والی، اور شعبہ راوی حدیث الثغ تھے یعنی توتلے تاء اور ثاء میں فرق نہیں کر پاتے تھے الثغ اسی شخص کو کہتے ہیں جو بعض حروف کو صحیح ادا نہ کر سکے، حضرت امام احمد کی تنبیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اصل سند میں جو اوپر مذکور ہے ابن الثلب ثاء کے ساتھ ہو بجائے تاء کے، اور ایک نسخہ میں ہے بھی ثاء (مثلثہ) کے ساتھ، ورنہ اگر اصل سند میں ابن التلب بالتاء (المثناۃ) ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے تو اس صورت میں تنبیہ کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

٧ـ بَابٌ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ

اس شخص کا بیان جو اپنے ایسے رشتہ دار شخص کو خریدے جو اس کا محرم بھی ہو

٣٩٤٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوسَى: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ فِيمَا يَحْسِبُ حَمَّادٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ فَهُوَ حُرٌّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَعَاصِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يُحَدِّثْ ذَلِكَ الْحَدِيثَ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَقَدْ شَكَّ فِيهِ»۔

ترجمہ: حضرت سمرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں جو شخص اپنے ایسے رشتہ دار کا مالک بن جائے جو محرم بھی ہو تو وہ رشتہ دار خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٥) سنن أبي داود - العتق (٣٩٤٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٠/٥)

شرح الحدیث: **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ:** یعنی جو شخص کسی ایسے غلام کو خریدے جو اس کا رشتہ دار بھی ہو اور محرم بھی تو وہ خود بخود آزاد ہو جاتا ہے، یہ اسلام کا قانون ہے گویا ایک ذی رحم محرم دوسرے کا غلام نہیں ہو سکتا، حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک یہی ہے امام شافعی کے نزدیک یہ حکم صرف اصول اور فروع سے متعلق ہے گویا ان کے نزدیک یہ عام مخصوص

منہ البعض ہے اسی طرح امام مالک کے نزدیک بھی یہ عام نہیں ہے ان کے نزدیک اس کا مصداق ولد اور والدین اور اخوہ ہیں۔ یہ حدیث حنفیہ اور حنابلہ کی دلیل ہوئی، شافعیہ اور مالکیہ کی دلیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کیا جائے [1] ۔والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۹۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ».

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو کسی رشتہ دار کا مالک ہو جو محرم بھی ہو تو وہ رشتہ دار غلام خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

۳۹۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ».

ترجمہ: حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے رشتہ دار کا مالک ہو تو وہ رشتہ دار غلام آزاد ہو جائے گا۔

۳۹۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَالْحَسَنِ مِثْلَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَعِيدٌ أَحْفَظُ مِنْ حَمَّادٍ.

ترجمہ: جابر بن زید اور حسن سے قتادہ نے اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

۸ـ بَابٌ فِي عِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ

ام ولد کو آزاد کرنے کا بیان

۳۹۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ خَطَّابِ بْنِ صَالِحٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ مَعْقِلٍ، - امْرَأَةٍ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ عَيْلَانَ - قَالَتْ: قَدِمَ بِي عَمِّي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَاعَنِي مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِي أَبِي الْيَسَرِ بْنِ عَمْرٍو، فَوَلَدْتُ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحُبَابِ، ثُمَّ هَلَكَ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: الْآنَ وَاللهِ تُبَاعِينَ فِي دَيْنِهِ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ عَيْلَانَ، قَدِمَ بِي عَمِّي الْمَدِينَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَاعَنِي مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِي أَبِي الْيَسَرِ بْنِ عَمْرٍو، فَوَلَدْتُ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحُبَابِ،

---

[1] اس مسئلہ میں امام بخاری کی رائے: امام بخاری نے اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا ہے 'باب اذا اسر اخو الرجل او عمہ هل يفادى اذا كان مشركا' قال الحافظ قيل إنه اشار بهذه الترجمة الى تضعيف الحديث الوارد فيمن ملك ذا رحم فهو حر وهو حديث اخرجه اصحاب السنن، واستنكره ابن المديني، ورجح الترمذي ارساله، وقال البخاري لا يصح، وجرى الحاكم وابن حزم وابن القطان على ظاهر الاسناد فصححوه، وقد اخذ بعمومه الحنفية والثوري والاوزاعي والليث وقال داؤد لا يعتق احد على احد، وذهب الشافعي الى انه لا يعتق على المرأة الا اصوله وفروعه. لا لهذا الدليل بل لادلة أخرى وهو مذهب مالك وزاد الاخوة حتى من الام ـ الى آخر ما بسط في هامش اللامع (من الأبواب والتراجم ـ ج ٤ ص ٣٧)

فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: الْآنَ وَاللهِ تُبَاعِينَ فِي دَيْنِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَلِيُّ الْحُبَابِ؟» قِيلَ: أَخُوهُ أَبُو الْيَسَرِ بْنُ عَمْرٍو. فَبَعَثَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: «أَعْتِقُوهَا. فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَقِيقٍ قَدِمَ عَلَيَّ فَأْتُونِي أُعَوِّضْكُمْ مِنْهَا» قَالَتْ: فَأَعْتَقُونِي، وَقَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيقٌ فَعَوَّضَهُمْ مِنِّي غُلَامًا.

ترجمہ سلامہ بنت معقل خارجہ قیس عیلان قبیلہ کی خاتون فرماتی ہیں میرے چچا زمانہ جاہلیت میں مجھے لائے اور ابوالیسر بن عمرو کے بھائی حباب بن عمرو کو مجھے فروخت کر دیا اور اس حباب سے میرے یہاں عبد الرحمن بن حباب کی ولادت ہوئی، پھر حباب مر گیا تو اس حباب (میرے آقا) کی بیوی نے کہا کہ خدا کی قسم تو اپنے آقا حباب کے قرضہ کے بدلے میں فروخت ہو گی (حالانکہ میں ام ولد بن چکی تھی جس کی خرید و فروخت ناجائز ہے) سلامہ کہتی ہیں کہ پس میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں قبیلہ قیس عیلان کی عورت ہوں میرے چچا زمانہ جاہلیت میں مجھے مدینہ طیبہ لیکر آئے تھے اور مجھے ابوالیسر بن عمرو کے بھائی حباب بن عمرو کے ہاتھوں فروخت کیا چنانچہ حباب سے میرے یہاں عبد الرحمن بن حباب کی شکل میں اولاد ہوئی اب مجھ سے حباب کی بیوی کہہ رہی ہے کہ تم حباب کے قرضے کے بدلے میں فروخت کی جاؤ گی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حباب بن عمرو کا ولی کون ہے؟ تو آپ کو بتلایا گیا کہ اس کا بھائی ابوالیسر بن عمرو ہے، حضور ﷺ نے اس کو بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ اس سلامہ عورت کو آزاد کر دو، جب تمہیں خبر ملے کہ میرے پاس غنیمت وغیرہ سے غلام آئے ہیں تو تم میرے پاس آجانا میں اس عورت کے بدلے میں تمہیں غلام دوں گا۔ سلامہ کہتی ہیں پس انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس غنیمت کے غلام آئے تو حضور ﷺ نے ان کو میرے بدلے ایک غلام عطا فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - العتق (٣٩٥٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٣٦٠)

شرح الحدیث سلامۃ بنت معقل جو کہ خارجہ قیس عیلان کے قبیلہ کی ایک خاتون ہیں وہ کہتی ہیں کہ مجھ کو میرا چچا زمانہ جاہلیت میں لے آیا اور لا کر حباب بن عمرو کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دیا (ممکن ہے اہل جاہلیت کی یہ بھی عادت ہو وہ ظلماً ایسا کر دیا کرتے ہوں) وہ آگے کہتی ہیں کہ میرے بطن سے حباب کے ایک لڑکا پیدا ہوا عبد الرحمن بن الحباب (اب یہ یعنی سلامۃ بنت معقل ام الولد ہو گئیں حباب کی) اس کے بعد یہ ہوا کہ حباب ہلاک ہو گیا تو اس کی بیوی نے سلامہ سے یہ کہا کہ واللہ! اب تو اپنے مولی حباب کے دین میں فروخت کی جائے گی سلامہ نے یہ ساری بات جا کر حضور ﷺ سے عرض کی اس پر آپ نے دریافت کیا کہ حباب کا ولی کون ہے؟ کہا گیا کہ اس کا بھائی ابوالیَسَر ہے آپ نے اسکو بلا کر فرمایا کہ سلامہ کو آزاد کر دو، پھر جب تم سنو کہ میرے پاس غلام آئے ہیں بیت المال میں تو میرے پاس آنا میں سلامہ کے عوض میں تم کو غلام دوں گا سلامہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان کے بعد انہوں نے مجھ کو آزاد کر دیا اور پھر آپ کے پاس جب غلام آئے تو میرے عوض میں آپ نے ان کو ایک غلام دیا۔

یہ غلام دینا حقیقۃً اس ام ولد کا عوض نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کی دلداری کے لئے تھا۔

مسئلۃ الباب میں اختلاف علماء: ام الولد کی بیع ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں اس میں داؤد ظاہری اور بعض صحابہ جیسے حضرت علیؓ کا اختلاف ہے خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف بعض صحابہ کا شروع میں تھا بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا عدم جواز بیع پر، نیز قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ام ولد آزاد ہونی چاہئے اسلئے کہ امہات اور ان کی اولاد دونوں کا حکم متفق ہوتا ہے حریت اور رق میں اور یہاں پر ام ولد کا جو بیٹا ہے اسکے سید سے وہ بالاتفاق حر ہے لہذا اسکا تقاضا یہ ہے کہ اسکی ماں بھی حر ہونی چاہیے، (بذل [1])

٣٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «بِعْنَا أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ. فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا فَانْتَهَيْنَا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں ہم نے ام ولد کی بیع کی ہے، پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے ہمیں ممانعت فرمادی، پس ہم لوگ رک گئے۔

تخریج: سنن أبي داود - العتق (٣٩٥٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥١٧)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرمارہے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے زمانہ میں اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں ام ولد کی بیع کی ہے پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس سے ہم کو منع کیا پس ہم رک گئے۔

اس حدیث کے بارے میں یہ توجیہ کی گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی نوبت آپ کے زمانہ میں بہت کم پیش آئی ہو جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض صحابہ نے آپ کے شروع زمانہ میں یہ بیع کی ہو پھر اس کے بعد آخر عمر میں آپ نے اس سے منع فرمادیا ہو جس کا علم صدیق اکبرؓ کو نہ ہو سکا ہو ایک تو اس وجہ سے کہ ان کی مدت خلافت ہی کم ہے دوسرے یہ کہ وہ دوسرے اہم امور دین میں مشغول رہے، پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ کے شروع زمانہ میں بھی لوگ کرتے رہے۔ جس کی ان کو خبر نہ ہو سکی، پھر جب ان کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے اس سے منع فرمادیا۔

٩ - بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

مدبر کو فروخت کرنے کا بیان

٣٩٥٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، «فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِيعَ بِسَبْعِ مِائَةٍ أَوْ بِتِسْعِ مِائَةٍ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٢٨٦

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں ایک شخص نے اپنی موت کے بعد ایک غلام آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ اس غلام کے علاوہ اسکے پاس کوئی غلام نہ تھا، تو حضور ﷺ نے اس غلام کو بیچنے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ غلام ۷۰۰ یا ۹۰۰ درہم میں فروخت ہوا۔

۳۹۵۶ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا زَادَ وَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنْتَ أَحَقُّ بِثَمَنِهِ، وَاللَّهُ أَغْنَى عَنْهُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے یہی حدیث مروی ہے لیکن اس سند میں مزید اضافہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم (وہ شخص جس نے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اس سے خطاب کیا) اس کے ثمن کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہو اور اللہ پاک کو اس کی ضرورت نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۰۳٤) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (۲۲۷٤) صحيح البخاري - الخصومات (۲۲۸٤) صحيح البخاري - العتق (۲۳۹۷) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦۳۳۸) صحيح مسلم - الأيمان (۹۹۷) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۱۹) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥۲) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤۱۸) سنن أبي داود - العتق (۳۹٥٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲٥۱۲) سنن الدارمي - البيوع (۲٥۷۳)

۳۹۵۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ: لَهُ أَبُو مَذْكُورٍ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ يُقَالُ لَهُ يَعْقُوبُ عَنْ دُبُرٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ يَشْتَرِيهِ» فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلَى عِيَالِهِ، فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلَى ذِي قَرَابَتِهِ» أَوْ قَالَ: «عَلَى ذِي رَحِمِهِ، فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَهَاهُنَا وَهَاهُنَا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص..... جس کو ابو مذکور کہا جاتا تھا..... نے اپنی موت کے بعد ایک غلام جس کا نام یعقوب تھا اس کو آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہ تھا تو حضور ﷺ نے اس کو بلوایا اور ارشاد فرمایا کون آدمی اس غلام کو خریدے گا؟ پس نعیم بن عبد اللہ بن نحام نے اس غلام کو آٹھ سو (۸۰۰) درہم کے بدلے میں خرید ا، پس آپ ﷺ نے وہ آٹھ سو (۸۰۰) درہم اس (ابو مذکور) شخص کے حوالے کئے پھر ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی فقیر مفلس ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے اوپر خرچ کرنا چاہئے پھر جو اپنے سے زائد بچے رہے تو اپنے اہل وعیال پر اور پھر جو بچے وہ اپنے رشتہ داروں پر یا فرمایا اپنے ذی رحم پر اور اگر پھر بھی بچ رہے تو ادھر ادھر دیگر خیر کے مصارف میں خرچ کر سکتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٣٤) صحيح البخاري - في الإستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٤) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٤) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٧) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٨) صحيح مسلم - الأيمان (٩٩٧) جامع الترمذي - البيوع (١٢١٩) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٢) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٥٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥١٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٧٣)

شرح الأحادیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (جسکا نام ابومذکور تھا) اپنا غلام آزاد کیا اپنے پیچھے، یعنی مرنے کے بعد (یعنی یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) اور حال یہ کہ اس مولی کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی اور مال تھا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کو سات سو یا نو سو درہم میں فروخت کیا گیا، اور اس کے بعد والی روایت میں جو مفصل ہے یہ زیادتی ہے فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ يَشْتَرِيهِ» فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ النَّحَّامِ[1] بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، یعنی آپ نے اس غلام کو خود فروخت کیا جس کو نعیم بن عبد اللہ بن النحام نے آٹھ سو درہم میں خریدا اور وہ ثمن آپ نے اس شخص کے حوالہ کر دیا اور فرمایا آپ نے جب تم میں سے کوئی شخص نادار قسم کا ہو تو اس کو انفاق کی ابتداء اپنے نفس سے کرنی چاہئے اور اسکے بعد جو بچے وہ عیال پر، اور اگر اور کچھ بچے تو دوسرے اہل قرابت پر اور اگر اور کچھ بچے تو پھر اسکو ادھر اور ادھر جہاں چاہے خرچ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس مدبر کی بیع اس کے مولی کے حیات میں ہوئی ہے، اور یہی صحیح ہے، اور ترمذی کی روایت جس میں اس کے خلاف ہے، اور یہ ہے کہ وہ شخص مدبر بنانے کے بعد مر گیا تھا اور یہ بیع موت مولی کے بعد ہوئی وہم ہے۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه وذكر مذاهب الائمة: اسکے بعد سمجھئے کہ بیع مدبر کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام شافعی واحمد کے نزدیک اس کی بیع مطلقاً جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک مدبر مطلق کی بیع تو ناجائز ہے اور مدبر مقید کی جائز ہے، اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر مدبر کا مولی تدبیر سے پہلے مدیون ہو تو پھر ایسے مدبر کی بیع جائز ہے، مدبر مقید کا مطلب یہ ہے کہ مولی اپنے غلام سے یوں کہے کہ اگر میں فلاں بیماری میں مرتا ہوں یا اتنی مدت کے اندر اندر مرتا ہوں تو تو آزاد ہے، ایسے مدبر کی بیع ہمارے یہاں جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک تدبیر مطلق کا حکم یہ ہے کہ اسکی وجہ سے غلام حیات مولی میں تو صرف مستحق العتق ہوتا ہے اسی لئے اسکی بیع جائز نہیں اور موت مولی کے بعد سے اس عتق کا نفاذ ہوتا ہے، یعنی اسکی حقیقت پائی جاتی ہے، اور تدبیر مقید میں حیات مولی میں مستحق العتق نہیں ہوتا، کیونکہ معلوم ہی نہیں کہ وہ اس مرض میں مرے گا یا نہیں مرے گا، لہٰذا یہ شرط محتمل الوجود والعدم ہوئی لہٰذا یہ تعلیق (تدبیر) فی الحال سبب نہ ہوگی حریت کا، ہاں اگر وہ مولی اس مرض میں مر گیا جس کی قید لگائی تھی تو اب چونکہ سبب حریت کا تحقق ہو گیا اس لئے وہ مدبر آزاد ہو جائے گا، لیکن ثلث مال

---

[1] قيل الصواب نعيم بن عبد الله النحام، اذ النحام صفة لعبد الله لا لابيه.

سے آزاد ہو گا جس طرح وصیت میں ہوتا ہے اور اگر مولی اس مرض کے علاوہ کسی اور مرض میں مرا تو اس صورت میں حریت نہیں پائی جائے گی، انتفاء شرط کی وجہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تدبیر کی وجہ سے خواہ وہ مطلق ہو یا مقید عبد کو حق حریت حاصل ہی نہیں ہوتا اسی لئے ان کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے، حنفیہ کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث مرفوع ہے: الْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ المال أخرجه الدارقطني [1]، اور بھی متعدد صحابہؓ سے یہ حدیث مروی ہے جنکی اسانید پر دارقطنی [2] نے کلام بھی کیا ہے، وروی عن عمر و عثمان وزید بن ثابت وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضي الله عنهم مثل مذهب الحنفية وهو قول جماعة من التابعين مثل شريح ومسروق وسعيد بن المسيب وجماعة ذكر اسماءهم صاحب البدائع، حتى قال ابو حنيفة لولا قول هولاء الاجلة لقلت بجواز بيع المدبر لما دل عليه من النظر. كذا في البدائع (ملخصًا من البذل) اسکے بعد بذل میں علامہ زیلعی سے اس حدیث کے دو جواب نقل کئے ہیں ایک یہ کہ ہم اس کو مدبر مقید پر محمول کرتے ہیں اور اسکی بیع ہمارے نزدیک بھی جائز ہے اور دوسرا جواب کہ اس حدیث میں بیع سے مراد بیع الرقبہ نہیں بلکہ بیع الخدمت ہے یعنی اس غلام کو خدمت کیلئے اجارہ پر دینا جیسا کہ دارقطنی کی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے جس کے آخر میں ہے قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ شَهِدْتُ الْحَدِيثَ مِنْ جَابِرٍ إِنَّمَا أَذِنَ فِي بَيْعِ خِدْمَتِهِ [3]، الی آخر ما فی البذل [4]۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه مختصرا ومطولاً، قاله المنذري۔

١٠ - بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ عَبِيدًا لَهُ لَمْ يَبْلُغْهُمُ الثُّلُثُ

باب اس شخص کے بیان میں جو اپنا غلام آزاد کرے اور ان غلاموں کی قیمت تہائی مال نہ ہو

٢٩٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ سِتَّةَ أَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا»، ثُمَّ دَعَاهُمْ فَجَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ: فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً.

ترجمہ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت ٦ غلام آزاد کئے اور اسکے پاس اسکے علاوہ کوئی اور مال بھی نہ تھا تو اس واقعہ کی خبر حضور ﷺ کو پہنچی، آپ ﷺ نے اس شخص کو بڑی سخت بات (یا تو اس سخت بات سے

---

[1] سنن الدارقطني — كتاب المكاتب ٤٢٦٤

[2] سنن الدارقطني — ج ٥ ص ٢٤٤

[3] سنن الدارقطني — كتاب المكاتب ٤٢٥٨

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٨٨-٢٩٠

مراد نسائی کی حدیث کے وہ الفاظ ہیں جو حضور ﷺ نے فرمایا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو داؤد کی اگلی روایت میں جو آرہا ہے یہ شخص مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا اگر میں اسکے دفن سے پہلے آجاتا)(وعید) فرمائی پھر ان ٦ غلاموں کو بلایا اور ان کو ٣ حصوں میں تقسیم کیا پھر ان تین فریقوں میں قرعہ ڈلوایا (پس جن کا قرعہ نکلا) ان دو غلاموں کو آزاد فرمایا اور باقی چاروں کو غلامی پر باقی رکھا۔

٣٩٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَلَمْ يَقُلْ: فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا.

ترجمہ: ابو قلابہ سے اسی سند کے ساتھ اسی کے ہم معنی حدیث موجود ہے مگر اس روایت میں فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا کے الفاظ نہیں ہیں۔

٣٩٦٠ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ الطَّحَّانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: ابو قلابہ ابو زید سے نقل کرتے ہیں کہ ایک انصاری صاحب نے اس طرح اپنے غلام آزاد کیے، پچھلی حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر فرمائی (اور اس میں اضافہ ہے) کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس کے دفنانے سے پہلے آجاتا تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہوتا۔

تخریج: صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦٨) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٤) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٥٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٦)

شرح الاحادیث: حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں چھ غلام آزاد کئے جو اس کا کل مال تھے، اسکے علاوہ اسکے پاس اور کچھ نہ تھا، جب حضور ﷺ کے پاس یہ مسئلہ پہنچا تو آپ نے اس شخص کے بارے میں بہت سخت بات فرمائی (وعید جو کہ اگلی روایت میں مذکور ہے وَهُوَ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ) پھر آپ نے ان سب غلاموں کو بلایا اور ان کو دو دو کر کے تین جگہ کیا اس کے بعد قرعہ اندازی کی، قرعہ میں جن دو کا نام نکلا ان کو آزاد کر دیا اور باقی چار کو غلام رکھا، کیونکہ مرض الموت میں آدمی اپنے مال کے صرف ثلث میں تصرف کر سکتا ہے۔

حدیث الباب میں فقہاء کی رائے: اسی کے قائل ہیں ائمہ ثلاثہ کہ ایسی صورت میں ایسا ہی کیا جائے، اور حنفیہ کے نزدیک ان چھ میں سے ہر غلام کا ایک ثلث آزاد ہو گا مالک کی طرف سے اور دو ثلث غلام کی قیمت میں سعایۃ کرائی جائے گی ہر غلام سے، حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ مشہور ہے قرعہ حجت ملزمہ نہیں ہے، اور اس کا حجت ہونا منسوخ ہو چکا ہے بنسخ

القماء، اور جمہور جو قرعہ کی حجیت کے قائل ہیں ان کا عمل اسی حدیث پر ہے۔والحدیث اخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٣٩٦١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، وَأَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ سِتَّةَ أَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً".

ترجمہ: عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کئے اور اس شخص کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی مال نہ تھا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں میں قرعہ ڈلوایا پھر دو غلاموں کو آزاد فرمانے کا حکم فرمایا اور باقی چار کو غلامی پر باقی رکھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦٨) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٤) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٨) سنن أبي داود - العتق (٣٩٦١) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٦).

١١ - بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ

ایک شخص ایک غلام آزاد کرتا ہے آزادی کے وقت غلام کے ہاتھ میں مال موجود ہو

٣٩٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا، وَلَهُ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ السَّيِّدُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک غلام آزاد کرے اور آزادی کے وقت اس غلام کے پاس مال بھی ہو تو یہ مال غلام کا ہو گا مگر یہ کہ آقا شرط لگالے (کہ اس کا مال میں لوں گا)۔

تخریج: سنن أبي داود - العتق (٣٩٦٢) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٩)

شرح الحدیث: یعنی جس شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اس حال میں کہ اس غلام کے پاس کچھ مال تھا تو یہ مال اس عبد ہی کا ہو گا، الا یہ کہ مولی اعتاق کے وقت شرط لگائے۔

مسئلة الباب میں ائمه کی رائے: امام مالک کا مسلک یہی ہے اور جمہور کے نزدیک مطلقاً سید ہی کے لئے ہو گا، یعنی بدون شرط کے بھی جمہور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمان علی وجہ الندب والاستحباب ہے یعنی بہتر ہے کہ اسی کے پاس رہنے دو، اور دوسرا جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث اس طرح محفوظ نہیں ہے بلکہ اصل حدیث بیع سے متعلق ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ تقدم فی باب البیوع: وكذا هو في الصحيحين من باع عبدا وله مال فمال للبائع الا ان يشترط

المتباع ،وهذا الجواب اختاره الحافظ ابن القیم" :وبسط الكلام فیه ،واما الحدیث بلفظ 'من اعتق عبداً وله مال' فلم یذکره هکذا الا المصنف والنسائی کماقال ابن القیم[1]۔

۱۲ ۔ بَابٌ فِي عِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا

زنا سے حاصل ہونے والی اولاد کو آزاد کرنے کا بیان

۳۹۶۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ» وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «لَأَنْ أُمَتِّعَ بِسَوْطٍ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ وَلَدَ زِنْيَةٍ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زنا (کرنے سے پیدا ہونے والا) بچہ تینوں افراد (زانی مرد، زانی عورت، زنا سے حاصل شدہ اولاد) میں سب سے برا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک کوڑا اللہ کے راستے (جہاد) میں دے کر کسی کو فائدہ پہنچاؤں مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں حرامی اولاد کو آزاد کروں۔

تخریج سنن أبي داود - العتق (۳۹۶۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۱/۲)

شرح الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ولد الزنا کے بارے میں کہ وہ تینوں میں سب سے بدتر ہے، تینوں سے مراد زانی، زانیہ اور تیسرا خود ولد الزنا، لیکن ولد الزنا کا تو زنا میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے یہ کہا جائیگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ وہ سب سے بدتر ہے یعنی باعتبار اصل اور نسب کے کہ یہ غیر ثابت النسب ہے اور وہ دو اگرچہ عاصی اور نافرمان ہیں لیکن ثابت النسب تو ہیں، اور یا یہ کہا جائے کہ آپ کا یہ فرمان کسی مخصوص ولد الزنا کے بارے میں ہے نہ کہ مطلقاً، چنانچہ مستدرک[2] میں ایک روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کو یہ بات پہنچی کہ ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص جو کہ منافقین میں سے تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے اس کی شکایت فرمائی تو اس پر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول! صرف یہی نہیں بلکہ وہ ولد الزنا بھی ہے تو اس پر آپ نے فرمایا هُوَ شَرُّ الثَّلَاثَةِ، پھر اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے اپنی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی، واللہ تعالی یقول وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ[3] یعنی ولد الزنا پر جو شر الثلاثۃ ہونے کا حکم آپ نے لگایا ہے وہ ولد الزنا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے نفاق اور ایذاء رسول کی وجہ سے۔ اور ایک جواب اس کا یہ ہے کہ اس روایت میں تصحیف واقع ہوئی ہے اصل لفظ حدیث کے یہ نہیں،

---

[1] تهذيب السنن - ج ٤ ص ۱۹۱۳

[2] المستدرك على الصحيحين للحاكم - ج ۲ ص ۲۳٤

[3] اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا (سورۃ الزمر ۷)

بلکہ اس طرح ہے: ھُوَ شَرُّ الثَّلَاثَةِ یعنی کسی زانی کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسا ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں ولد الزنا کے بارے میں: ھُوَ خَیْرُ الثَّلَاثَ (خطابی [1]) کیونکہ معصیت زنا میں اس کو کوئی دخل نہیں اور ایک توجیہ حضرت گنگوہی کی تقریر میں ہے کہ ممکن ہے ولد الزنا سے مراد وہ شخص ہو جس سے بکثرت زنا کا صدور ہوتا ہو فصار کانہ ولد للزنا، حضرت نے جو توجیہ فرمائی ہے وہ امام طحاویؒ سے منقول ہے جیسا کہ حاشیۂ بذل میں ہے: قال الطحاوي: ولد الزنا الملازم للزنا كما يقال 'ابن السبيل' للملازم لها، 'وولد الليل' الذي لا يهاب السرقة [2]۔ (بذل المجهود– ج ١٦ ص ٢٩٦)

اور اسی حدیث میں آگے ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ واللہ یہ بات کہ میں کسی سوار کو جو جہاد میں جارہا ہے اس کو کوڑا وغیرہ فائدہ پہنچاؤں یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے کہ میں ایک ایسا غلام آزاد کروں جو ولد الزنا ہو اس سے معلوم ہوا کہ ولد الزنا کے اعتاق کا ثواب بہت کم ہے، مصنف عبد الرزاق میں اس بارے میں مختلف روایتیں مذکور ہیں حضرت عمرؓ کا ایک اثر تو اسی روایت کے ہم معنی مروی ہے، ولفظه: أن عمر بن الخطاب كان يقول: لأن أحمل على نعلين في سبيل الله أحب إلي من أن أعتق ولد الزنا [3]، لیکن حضرت عمرؓ ہی سے ایک دوسرا اثر اس میں یہ مروی ہے: أنه قال في أولاد الزنا أعتقوهم وأحسنوا إليهم [4]، اور اسی طرح اثر عائشہؓ کہ کسی نے ان سے اولاد الزنا کے اعتاق کے بارے میں سوال کیا فقالت أعتقوهم وأحسنوا إليهم [5] ولد زنیہ کے مقابل کو ولد رشدہ کہتے ہیں۔ والحديث اخرجه النسائي۔

١٣ - بَابٌ فِي ثَوَابِ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کے ثواب کا بیان

٣٩٦٤- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنِ الْغَرِيفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: أَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا حَدِيثًا، لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ، وَلَا نُقْصَانٌ، فَغَضِبَ وَقَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَقْرَأُ وَمُصْحَفُهُ مُعَلَّقٌ فِي بَيْتِهِ فَيَزِيدُ، وَيَنْقُصُ، قُلْنَا: إِنَّمَا أَرَدْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أَوْجَبَ -يَعْنِي النَّارَ- بِالْقَتْلِ، فَقَالَ: «أَعْتِقُوا عَنْهُ يُعْتِقِ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ».

---

[1] كان ابن عمر رضي الله عنه إذا قيل ولد الزنا شر الثلاثة قال بل هو خير الثلاث. (معالم السنن– ج ٤ ص ٨٠)

[2] المعجم الكبير للطبراني (ج ١٠ ص ٢٨٥) میں یہ روایت نظر سے گزری: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ إِذَا عَمِلَ بِعَمَلِ أَبَوَيْهِ». یعنی ولد الزنا شر الثلاثہ اس وقت میں ہے جبکہ وہ بھی وہی حرکت کرے جو اس کے والدین نے کی ہے، اس صورت میں حدیث پر کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا۔ ١٢ منہ

[3] مصنف عبد الرزاق – باب شر الثلاثة ١٣٩٤٣

[4] مصنف عبد الرزاق – باب عتاقة ولد الزنا ١٣٩٥١

[5] مصنف عبد الرزاق – باب عتاقة ولد الزنا ١٣٩٤٥

ترجمہ غریف بن دیلمی کہتے ہیں کہ ہم واثلہ بن الاسقعؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جس میں کمی بیشی نہ ہو اس پر آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا تم میں سے ایک شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ قرآن اس کے گھر میں اس کے سامنے رکھا ہوا ہوتا ہے، پھر بھی وہ اس میں کمی بیشی کر جاتا ہے (تو تم لوگوں سے تو قرآن سامنے رکھ کر بھی غلطی ہو سکتی ہے اور میں ایک حرف بھی حدیث مبارک میں کمی بیشی نہ کروں میرے لئے اتنی سخت شرط کیوں؟) ہم نے عرض کیا کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہمیں آپ ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور ﷺ سے سنی ہو (آپ اپنی رائے اور اجتہاد سے کام نہ لیجئے) اس پر واثلہ فرمانے لگے ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں تھے ہمارے ایک ساتھی کا قضیہ تھا جس نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (اس کا کفارہ یہ ہے کہ) اس شخص (قاتل) کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو اللہ پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے قاتل کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرمائیں گے۔

تخریج سنن أبي داود - العتق (٣٩٦٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٩٠)

شرح الحدیث غریف بن الدیلمی کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ کے پاس آئے اور ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سناؤ بالکل صحیح جس میں کمی زیادتی نہ ہو، تو ان کو یہ بات سن کر غصہ آگیا اور فرمایا کہ تمہارا خود کا تو یہ حال ہے کہ قرآن شریف پڑھ رہے ہو، وہ تمہارے سامنے رکھا ہے پھر بھی تم اس میں کمی زیادتی کرتے ہو۔ یعنی کوئی آیت آگے پیچھے ہو جاتی ہے یا چھوٹ جاتی ہے، ہم نے انکا (غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے کہا) کہ ہماری مراد یہ ہے کہ وہ حدیث ایسی ہو جو آپ نے براہ راست حضور ﷺ سے سنی ہو تو اس پر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اپنے ایک ساتھی کے بارے میں جس نے ناحق قتل کر کے اپنے لئے جہنم کو واجب کر لیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی جانب سے ایک غلام آزاد کرو جس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ قاتل کے ہر ایک عضو کو اس آزاد کردہ غلام کے اعضاء کے صلہ میں جہنم سے آزاد فرمادیں گے۔

حضرت نے بذل میں اس پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہاں پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا یہ ارشاد جس میں اعتاق کی فضیلت مذکور ہے یہ موجب قتل کے ادا کے بعد تھا (یعنی دیت وغیرہ کے ادا کرنے کے بعد) ورنہ ظاہر ہے کہ محض اعتاق رقبہ سے ولی مقتول کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے، اور یا اس حدیث کو محمول کیا جائے اس پر کہ اس شخص نے خودکشی کی تھی اس کے حق میں آپ نے یہ حدیث فرمائی تھی[1]۔

حدود زاجرات ہیں نہ کہ کفارات: اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامۃ حد تکفیر جنایت

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٢٩٨

کیلئے کافی نہیں، ورنہ اعتاق رقبہ کی کیا حاجت تھی اھ مسئلہ اختلافی مشہور ہے کہ حدود کفارات ہیں یا صرف زاجرات حنفیہ کے نزدیک زاجرات ہیں۔وهذا الحديث يؤيدهم، والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٤ - بَابُ أَيِّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ

باب اس بیان میں کہ کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

٣٩٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ، عَنْ أَبِي نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ، قَالَ: حَاصَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَصْرِ الطَّائِفِ - قَالَ مُعَاذٌ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ بِقَصْرِ الطَّائِفِ بِحِصْنِ الطَّائِفِ كُلَّ ذَلِكَ - فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَهُ دَرَجَةٌ» وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهِ عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهِ مِنَ النَّارِ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً فَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهَا عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ ابو نجیح سلمیؓ کی روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں طائف کے قلعے کا محاصرہ کیا، معاذ (شیخ المصنف) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے قصر طائف اور کبھی حصن طائف دونوں ہی الفاظ سنے (کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے راہ خدا میں ایک تیر (دشمن تک) پھینکا تو اس کیلئے ایک درجہ ہے اور پوری حدیث ذکر کی (نیز فرماتے ہیں کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ جس کسی مسلمان شخص نے کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس (آزاد ہونے والے) شخص کی ہر ہڈی کے بدلے میں اس (آزاد کرنے والے) شخص کی ہر ہڈی کو جہنم سے آزاد فرمادے گا اور جس کسی مسلمان عورت نے کسی مسلمان کنیز کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس (آزاد کرنے والی) کنیز کی ہر ہڈی کے بدلے اس (آزاد کرنے والی) عورت کی ہر ہڈی کو روز قیامت جہنم سے آزاد فرمادیں گے۔

تخریج جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٣٨) سنن النسائي - الجهاد (٣١٤٣) سنن أبي داود - العتق (٣٩٦٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨٤/٤)

شرح الحديث ابو نجیح سلمیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ قصر طائف کا محاصرہ کیا (اسکے بعد معاذ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ ہشام سے دونوں لفظ سنے ہیں بقصر الطائف بھی اور "بحصن الطائف" بھی یعنی کبھی یہ اور کبھی وہ) ابو نجیح فرماتے ہیں کہ اس محاصرہ کے وقت ہم نے حضور ﷺ سے یہ دو حدیثیں سنیں، ایک یہ کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص جہاد میں ایک تیر بھی چلائے گا اس کیلئے جنت میں ایک درجہ ہو گا۔ وَسَاقَ الْحَدِيثَ: مصنف کا یہ مقولہ اس بات پر دال

ہے کہ اس کے بعد حدیث میں کچھ اور بھی تھا جس کو اختصاراً انہوں نے حذف کر دیا، اس محذوف کو حضرت نے بذل میں نسائی کے حوالہ سے لکھا ہے: فقال له عبد الرحمن بن النحام: ما الدرجة یا رسول اللہ؟ قال: أما إنها ليست بعتبة أمك، ما بين الدرجتين مائة عام [1]، اور دوسری حدیث جو ہے وہ اعتاق رقبہ کی فضیلت کے بارے میں ہے جس کا مضمون وہی ہے جو اوپر گزرا۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٣٩٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، أَنَّهُ قَالَ: لِعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً كَانَتْ فِدَاءَهُ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: شرحبیل بن السمط نے عمرو بن عبسہ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کر دیجئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بذات خود سنی ہو تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے مسلمان گردن (غلام یا کنیز) آزاد کی تو یہ اس کیلئے آگ (یعنی جہنم سے) فدیہ بن جائے گا۔

٣٩٦٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، أَنَّهُ قَالَ: لِكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ، أَوْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى مُعَاذٍ إِلَى قَوْلِهِ «وَأَيُّمَا امْرِئٍ أَعْتَقَ مُسْلِمًا، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً» زَادَ «وَأَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ، إِلَّا كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِئُ مَكَانَ كُلِّ عَظْمَيْنِ مِنْهُمَا عَظْمٌ مِنْ عِظَامِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَالِمٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ شُرَحْبِيلَ مَاتَ شُرَحْبِيلُ بِصِفِّينَ».

ترجمہ: شرحبیل بن السمط نے کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب سے گذارش کی کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے بذات خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو آپ نے حدیث معاذ کے ہم معنی حدیث ذکر کی یہاں تک کہ فرمایا کہ جس کسی شخص نے کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا اور جس کسی عورت نے کسی مسلمان کنیز کو آزاد کیا اور یوں اضافہ فرمایا کہ اور جس شخص نے دو مسلمان کنیزیں آزاد کیں تو وہ اس کیلئے جہنم میں آزادی کا ذریعہ بن جائیں گی، ان دونوں کنیزوں کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس (آزاد کرنے والے) کی ایک ایک ہڈی اس کے قائم مقام ہو جائیگی۔

تخریج: سنن النسائي-الجهاد (٣١٤٢) سنن النسائي-الجهاد (٣١٤٥) سنن أبي داود-العتق (٣٩٦٦) مسند أحمد-مسند الشاميين (١١٣/٤)

شرح الأحادیث: یعنی جو شخص مرد کسی مسلم غلام کو آزاد کرے، اور ایسے ہی جو عورت کسی مسلمان ایک باندی کو آزاد کرے، اور اسکے بعد ہے، اور جو مرد دو مسلمان باندیوں کو آزاد کرے۔ یعنی ان سب کی جزاء آزاد کرنے والے کیلئے جہنم سے خلاصی ہے۔

---

[1] سنن النسائي-كتاب الجهاد-باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله عزوجل ٣١٤٤، وبذل المجهود في حل أبي داود-ج ١٦ ص ٢٩٩

اعتاق امۃ افضل ہے یا اعتاق عبد؟ اس مجموعہ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم سے خلاصی کے لئے کسی مرد کا ایک غلام کو آزاد کرنا، اور کسی عورت کا ایک باندی کو آزاد کرنا کافی ہے، اور جو مرد دو[2] باندیوں کو آزاد کرے اس کا حکم بھی یہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اعتاق اثنین قائم مقام اعتاق عبد واحد کے ہے۔ لہذا غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت باندی کو آزاد کرنے سے دوگنی ہے، اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ باندی کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے بہ نسبت غلام کے آزاد کرنے کے، اور اس کی دلیل انہوں نے یہ بیان کی کہ باندی کی حریت مستلزم ہوتی ہے اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی حریت کو خواہ اس کی شادی حر سے ہوئی ہو یا عبد سے، اور مرد کا حر ہونا وہ ہر حال میں اولاد کی حریت کو مستلزم نہیں بلکہ صرف ایک صورت میں یعنی جس صورت میں کہ اس کے نکاح میں حرہ ہو، لیکن محض اتنی سی بات اس صریح حدیث کے معارضہ کیلئے کافی نہیں، وأيضا عتق الأنثى ربما أفضى في الغالب إلى ضياعها لعدم قدرتها على التكسب بخلاف الذكر[1]۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٥ - بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِتْقِ فِي الصِّحَّةِ

صحت یابی میں غلام آزاد کرنے کی فضیلت کا بیان

٣٩٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَبِيبَةَ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ الَّذِي يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ، كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبِعَ».

ترجمہ حضرت ابو الدرداءؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص موت کے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خود شکم سیر ہونے کے بعد (بچا ہوا کھانا) ہدیہ کرے۔

تخریج جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٣) سنن النسائي - الوصايا (٣٦١٤) سنن أبي داود - العتق (٣٩٦٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٧/٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٨/٦) سنن الدارمي - الوصايا (٣٢٢٦).

شرح الحديث اسی طرح بذل میں نسائی کی یہ روایت نقل کی ہے: مَثَلُ الَّذِي يُعْتِقُ أَوْ يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهِ مَثَلُ الَّذِي يُهْدِي بَعْدَمَا يَشْبَعُ[2] یعنی مرنے کے وقت غلام کو آزاد کرنا یا مال صدقہ کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا پیٹ بھرنے کے بعد کھانا صدقہ کرے زیادہ ثواب اور فضیلت اس صورت میں ہے جب اپنی حاجت کو مؤخر کر کے دوسرے کو ترجیح دی جائے اور اپنی حاجت ہوتی ہے صحت کے زمانہ میں، جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے جو کتاب الزکاۃ میں گزر چکی ان تنفق وانت صحیح

[1] تحفة الأحوذي - كتاب النذور والأيمان عن رسول الله - باب ما جاء في فضل من أعتق (ج ٥ ص ١٥٢)

[2] سنن النسائي - كتاب الوصايا - باب الكراهية في تأخير الوصية ٣٦١٤. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٠٢

شحيح تخش الفقر، قال تعالى: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [1]، والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حسن صحيح، قاله المنذري۔

آخر كتاب العتاق

---

[1] اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ (سورۃ الحشر ۹)

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْحُرُوفِ وَالْقِرَاءَاتِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قراءتوں کے بیان میں

اس کتاب کو ما قبل سے کیا مناسبت ہے، طلبہ سے کہنے کی بات ہے بطور لطیفہ، کہ اس سے پہلے کتاب العتق گزری ہے اور شروع ہونے والی کتاب کا تعلق قرآن سے ہے، تو جس طرح عتق میں خلاصی ہوتی ہے غلامی سے اسی طرح قراءۃ قرآن میں خلاصی ہے نار سے، یا یہ کہئے کہ عتق تو متممات طب سے ہے، لہٰذا اب مناسبت، طب اور اس میں دیکھنی ہے، وہ یہ کہ طب کے اندر شفاء ہے اجسام کی اور قرآن میں شفاء ہے قلوب کی۔

کتاب الحروف میں مصنف کا لطیف طرز استدلال: مصنف کی غرض اس کتاب سے جن الفاظ اور آیات قرآن میں اختلاف منقول ہے اسکو بیان کرنا ہے، مصنف نے عنوان میں قرأت کے ساتھ حروف کو بھی ذکر کیا، ممکن ہے اس میں اشارہ ہو اس حدیث مشہور کی طرف أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ [1] اس حدیث کی شرح کتاب الصلوٰۃ [2] کے اخیر میں گزر گئی، اس کے بعد جاننا چاہیے کہ مصنف نے اس کتاب میں دقت نظر سے کام لیا ہے چنانچہ اصل مقصد تو مصنف کا اختلاف قرأت ہی کو بیان کرنا ہے لیکن کہیں تو آیات قرآنیہ ہی کو ذکر فرمایا ہے اور اس میں صرف ایک قراءت ذکر کی ہے، ایک قرأت کا ذکر کرنا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ کوئی اور بھی قراءت ہے جس کا پتہ قرائن یا دوسری روایات سے ہو جاتا ہے اور کہیں ایسا بھی کیا ہے کہ لفظ قرآن کو ذکر ہی نہیں کیا صرف روایت ذکر کی ہے لیکن اس روایت میں کوئی لفظ ایسا ہوتا ہے جو قرآن میں بھی وارد ہے اور اس میں اختلاف قراءت ہے، جیسا کہ اس کتاب کی روایات پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا، فللّٰہ تعالیٰ در المصنف، یہی مضمون حضرت نے "بذل المجهود" میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل فرمایا ہے وکتب مولانا محمد یحییٰ المرحوم: ثم لا يذهب عليك أن غرض المصنف في هذا الباب إيراد ما ثبت بالرواية في لفظة معينة، وكان فيها اختلاف فكل ما

---

[1] علامہ سیوطیؒ اتقان میں لکھتے ہیں: ورد حديث نزل القرآن على سبعة أحرف من رواية جمع من الصحابة أبي بن كعب وأنس وحذيفة بن اليمان وزيد بن أرقم وسمرة بن جندب وسليمان بن صرد وابن عباس وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف وعثمان بن عفان وعمر بن الخطاب وعمرو بن أبي سلمة وعمرو بن العاص ومعاذ بن جبل وهشام بن حكيم وأبي بكرة وأبي جهم وأبي سعيد الخدري وأبي طلحة الأنصاري وأبي هريرة وأبي أيوب، یہ سب اکیس صحابی ہیں اور ابو عبید نے اسکے متواتر ہونے پر زور دیا ہے۔ (الإتقان في علوم القرآن (مترجم) — ج ۱ ص ۱۲۰)

[2] سنن أبي داود — كتاب الصلاة - باب أنزل القرآن على سبعة أحرف ۱٤٧٥

أورده ههنا على وجه يكون فيه وجه آخر غير ما ذكره اه [1]۔

۳۹۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَرَأَ: { وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى [2] }".

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى (امر کے صیغہ کے ساتھ) تلاوت فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۲۱۸) جامع الترمذي - الحج (۸۵٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (۲۹٦۷) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۹۳۹) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (۳۹٦۹) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹٦۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۲۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۵۰)

شرح الحدیث: "اتخذوا" میں دو قراءتیں ہیں بکسر الخاء على صيغة الامر، اور یہی اکثر کی قراءت ہے اور اس میں نافع اور ابن عامر کی قراءت "واتخذوا" ہے خاء کے فتحہ کے ساتھ یعنی ماضی کا صیغہ [3]۔ والحديث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه وقال الترمذی: حسن صحيح. قاله المنذری۔

۳۹۷۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَرَأَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَرْحَمُ اللّٰهُ فُلَانًا كَائِنْ مِنْ آيَةٍ أَذْكَرَنِيهَا اللَّيْلَةَ كُنْتُ قَدْ أُسْقِطْتُهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص قیام اللیل میں باآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (اس شخص کا نام لے کر) ارشاد فرمایا کہ اللہ فلاں شخص پر رحم فرمائے کتنی ہی آیات اس شخص نے گزشتہ شب مجھے یاد دلائیں جن کو میں بھول گیا تھا۔

شرح الحدیث: اکثر نسخوں میں یہاں پر اسی طرح ہے كَائِنْ مِنْ آيَةٍ اور ایک نسخہ میں كَأَيِّنْ ہے یہ حدیث کتاب الصّلاۃ میں گزر چکی اور وہاں اس جگہ کا حوالہ بھی ہم دے چکے ہیں اور وہاں ہم نے یہ تشریح بھی کر دی کہ کتاب الحروف والقراءۃ میں یہ حدیث کیوں آرہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصنف اس حدیث کو لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ كَائِنْ مذکور

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۳۰۵

[2] اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ (سورۃ البقرۃ ۱۲۵)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۳۰۳

ہے اور یہی لفظ قرآن میں بھی ایک جگہ آیا ہے فی قولہ تعالیٰ: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ [1] تو مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس لفظ میں اختلاف قراۃ ہے کائن من نبی اور کائی من نبی چونکہ یہ لفظ حدیث میں آیا تھا اس لئے مصنف نے جس جگہ قرآن میں یہ لفظ آیا ہے اس میں اختلاف قراءت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، وقد تقدم فی کتاب الصلاۃ، قالہ المنذری۔

٣٩٧١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ [2]} فِي قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ، فُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ: بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ {وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ"

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَغُلَّ مَفْتُوحَةُ الْيَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت {وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ} ایک سرخ رنگ کی چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ جنگ بدر کے دن کھو گئی تھی، بعضے لوگ کہنے لگے کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے لے لی ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ الخ (ترجمہ: نبی کے شایان شان نہیں کہ مال غنیمت میں خیانت فرمائے)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں، کہ یغل کی یاء مفتوحہ ہے۔

شرح الحدیث: یہاں پر مقصود بالذکر لفظ یَغُلّ ہے اس میں دوسری قراءت یُغَلّ مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہے اسی توجیہ عالاً۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

٣٩٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَخَلِ وَالْهَرَمِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے کہ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَخَلِ وَالْهَرَمِ (اے اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بخل اور بڑھاپے سے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٦٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٣٠) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٠٢) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧٠٦) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٨٤) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٤٤٨) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٣/٣)

---

[1] اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب (سورۃ آل عمران ١٤٦)

[2] اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے (سورۃ آل عمران ١٦١)

شرح الحدیث بخل کا لفظ قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ [1]، تو اشارہ کرنا ہے اختلاف قراءت کی طرف ان سب جگہوں میں بَخَل بفتح الباء والخاء اور بُخْل بالضم والسکون۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی بطولہ. قالہ المنذری۔

۳۹۷۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحْسِبَنَّ» وَلَمْ يَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ.

ترجمہ لقیط بن صبرہ کہتے ہیں کہ بنی المنتفق کا وفد بن کر یا یوں کہا کہ بنی المنتفق کے وفد میں شامل ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا (یہ واقعہ کتاب الوضوء میں باب الاستنثار کے تحت گزر چکا ہے) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لقیط بن صبرہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان کو اپنے گھر میں نہیں پایا ہماری وہاں ملاقات اماں عائشہؓ سے ہوئی جنہوں نے ہمارے مہمانی کا انتظام کیا اور گوشت اور کھجوریں کھانے کے بعد حضور ﷺ تشریف لے آئے اور آتے ہی پہلا سوال یہ فرمایا کہ تمہارا کچھ اکرام بھی ہوا ہے کہ نہیں؟ ہم نے عرض کیا: بالکل! ہم فارغ ہو چکے ہیں، اسی دوران ایک چرواہا اپنی بکریاں چراہگاہ کی طرف لے کر جا رہا تھا، حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: اے چرواہے! تیرے ریوڑ میں کون سے بچہ کا اضافہ ہوا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ ایک بکری نے (مادہ) بچی کو جنم دیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے بدلے ایک بکری ہمارے لئے ذبح کرو پھر آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ مہمان یہ سمجھیں کہ شاید ہماری خاطر ذبح کیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہاری وجہ سے اس بکری کو ذبح کیا ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ ہماری سو بکریاں ہیں، ہم اس میں اضافہ نہیں چاہتے، جب کوئی بکری بچہ جنتی ہے ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں، اس حدیث میں راوی علی الیقین کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ نے یالیقین لَا تَحْسَبَنَّ أَنَّا مِنْ أَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا میں لا تحسبن سین کے زیر کے ساتھ فرمایا تھا نہ کہ زبر کے ساتھ، حالانکہ ضابطہ میں زبر کے ساتھ ہونا چاہئے، (باب فی الاستنثار) پھر لقیط فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لَا تَحْسِبَنَّ سین کے زیر کے ساتھ ارشاد فرمایا سین کے زبر کے ساتھ ارشاد نہیں فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - الحروف والقراءات (۳۹۷۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۲۱۱/۴) سنن الدارمي - الطهارة (۷۰۵)

شرح الحدیث یہ حدیث ابواب الوضوء میں باب الاستنثار [2] میں گزر چکی، مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ "لا تحسبن"

---

[1] اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل (سورۃ النساء ۳۷)، (سورۃ الحدید ۲۴)

[2] سنن أبي داود - کتاب الطهارة - باب في الاستنثار ۱۴۲

قرآن کریم میں بھی آیا ہے: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا [1]، اس میں اختلاف قراءت بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ سین کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح منقول ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۹۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَحِقَ الْمُسْلِمُونَ رَجُلًا فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَتَلُوهُ، وَأَخَذُوا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ {وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [2]} تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ".

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا مسلمانوں نے اس شخص کو پایا تو اس شخص نے مسلمانوں کو سلام کیا تو لوگوں نے اس کو قتل کر دیا (مسلمان یہ سمجھے کہ یہ شخص اپنی جان بچانے کیلئے ہمیں سلام کر رہا ہے) اور اس کے ریوڑ کو حاصل کر لیا، پس یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ لوگوں جو تمہیں سلام کرے اس کو مت کہو کہ تم مسلمان نہیں تم لوگ دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو (مراد بکریوں کا ریوڑ ہے)۔

شرح الحدیث: فَنَزَلَتْ {وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا}، اس میں دو قراءتیں ہیں، 'السلام' اور 'السلم' نافع اور ابن عمرو اور حمزہ نے اس کو 'السلم' بغیر الف کے اور دوسرے قراء نے 'السلام' الف کے ساتھ پڑھا ہے، اور ایک قراءت اس میں سلم اور ایک "سلم" بھی منقول ہے (بذل [3])

۳۹۷۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ وَهُوَ أَشْبَعُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ {غَيْرَ اُولِي الضَّرَرِ [4]} وَلَمْ يَقُلْ سَعِيدٌ كَانَ يَقْرَأُ.

ترجمہ: خارجہ بن زید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اس آیت مبارکہ غَيْرَ اُولِي الضَّرَرِ کو (غَيْرَ کے) راء کے زبر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سعید ابن منصور استاد نے كَانَ يَقْرَأُ کے الفاظ ذکر نہیں کئے (گویا سعید بن منصور کی روایت میں عن ابیہ عن النبی ﷺ غَيْرَ اُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ ہوں گے)۔

شرح الحدیث: كَانَ يَقْرَأُ {غَيْرَ اُولِي الضَّرَرِ}، اس میں لفظ غَيْر میں راء کا ضمہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۳۹۷۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ

---

[1] اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے (سورۃ آل عمران ۱۶۹)

[2] اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا (سورۃ النساء ۹۴)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۶ ص ۲۰۸

[4] جن کو کوئی عذر نہیں (سورۃ النساء ۹۵)

أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "قَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)".

ترجمہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آیت مبارک العین بالعین میں (العین کے) نون کے پیش کے ساتھ تلاوت فرمائی (پوری آیت اس طرح ہے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ [1] اس آیت کو صرف امام کسائی نے العین سے لیکر آخر تک پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ باقی سارے ائمہ قرأت نے اس کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - القراءات (٢٩٢٩) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٧٦)

شرح الحدیث وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ، "العین" کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

٣٩٧٧ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَرَأَ: (وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)".

ترجمہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آیت مبارک وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ کی تلاوت فرمائی (اس میں النفس پر زبر اور العین پر پیش پڑھا)۔

تخریج جامع الترمذي - القراءات (٢٩٢٩) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٧٧)

٣٩٧٨ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: { اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ [2] } فَقَالَ: (مِنْ ضُعْفٍ) «قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ، فَأَخَذَ عَلَيَّ كَمَا أَخَذْتُ عَلَيْكَ».

ترجمہ عطیہ بن سعد العوفی کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کے حلقہ تلامذہ میں بیٹھ کر اس آیت کی تلاوت اس طرح کی اَللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ (ضاد کے زبر کے ساتھ) تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ لفظ ضعف (ضاد کے پیش کے ساتھ) ہے۔ (پھر اپنا واقعہ بیان کیا) میں نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں اس لفظ کی قرأت (ضاد کے زبر کے ساتھ ضعف پڑھا تھا) جس طرح تم نے میرے سامنے ضعف ض کے زبر کے ساتھ تلاوت کی آپ ﷺ نے میری اسی طرح پکڑ فرمائی جس طرح میں نے تمہاری پکڑ کی ہے۔

تخریج جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣٦) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٧٨)

---

[1] اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ (سورۃ المائدہ ٤٥)

[2] اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے (سورۃ الروم ٥٤)

شرح الحدیث عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی ضَعف کے فتحہ کے ساتھ، توانہوں نے اسکی اصلاح کی ضُعف یعنی ضم ضاد کے ساتھ، اور فرمایا انہوں نے کہ میں نے بھی حضور ﷺ کے سامنے اسی طرح پڑھا تھا تو حضور ﷺ نے بھی میری اسی طرح گرفت کی تھی، اس کی مزید تحقیق بذل میں دیکھی جائے[1]۔

۳۹۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ، عَنْ هَارُونَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: «عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ضُعْفٍ».

ترجمہ ابو سعیدؓ حضور ﷺ سے آیت مبارکہ میں من ضعف (ضاد کے پیش کے ساتھ) نقل کرتے ہیں۔

۳۹۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَسْلَمَ الْمِنْقَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، قَالَ: قَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: {بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْتَفْرَحُوا[2]} "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «بِالتَّاءِ»".

ترجمہ عبد الرحمن بن ابزی کہتے ہیں کہ ابی بن کعبؓ نے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْتَفْرَحُوا تلاوت فرمائی (فَلْتَفْرَحُوا میں دوسری فاء سے پہلے لفظ تاء تلاوت فرمائی)۔

۳۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْأَجْلَحِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرَأَ: (بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْتَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَجْمَعُونَ).

ترجمہ عبد الرحمن بن ابزی ابی بن کعبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس طرح تلاوت فرمائی قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْتَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَجْمَعُونَ، اس قرأت میں فَلْتَفْرَحُوا میں دوسری فاء سے قبل تا اور تَجْمَعُونَ بھی تاء کے ساتھ ہے اور یہ دونوں لفظ مشہور قرأتوں میں یاء کے ساتھ ہیں۔

شرح الاحادیث یہاں پر دونوں لفظوں میں اختلاف قرأت ہے فَلْيَفْرَحُوا قرأۃ متواترہ ہے "یاء" کے ساتھ، اور فَلْتَفْرَحُوا قرأۃ غیر متواترہ ہے مشہورہ یا شاذہ، اسی طرح تَجْمَعُونَ میں دونوں قرأتیں ہیں، ابن عامر کی قراءت میں تَجْمَعُونَ، تاء کے ساتھ اور باقی کی قرأۃ مِمَّا يَجْمَعُونَ یاء کے ساتھ (بذل[3])۔

۳۹۸۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَقْرَأُ (إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۳۱۰

[2] کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے سو اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیے یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں (سورۃ یونس ۵۸)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۳۱۱-۳۱۲

ترجمہ: اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اس طرح تلاوت کرتے ہوئے سنا إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ، جبکہ ہماری قرأت میں إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٢) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٥٩)

شرح الحدیث: یعنی سورۂ ہود میں يٰنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ [1] یعنی عَمِلَ بصیغہ ماضی، اور غیر صالح منصوب بنابر مفعولیت، اور دوسری قرأت اس میں عَمَلٌ رفع لام مع التنوین، اور غیرُ کی راء مرفوع پہلی صورت میں إِنَّهُ کی ضمیر ابن کی طرف راجع ہوگی، اور دوسری صورت میں سوال کی طرف راجع ہوگی کہ تمہارا اپنے بیٹے کیلئے نجات کا سوال کرنا عمل غیر صالح ہے۔

"بذل" میں لکھا ہے پہلی قراءت کے بارے میں: وهذه قراءة الكسائي فقط، وهي قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، روي عن عائشة وأسماء بنت يزيد وأم سلمة رضي الله تعالى عنهن، وقرأ الباقون بفتح الميم [2]، دوسری قراءت باقی قراء کی ہے۔ والحديث اخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٣٩٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ {إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ}؟ فَقَالَتْ: «قَرَأَهَا (إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ هَارُونُ النَّحْوِيُّ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، عَنْ ثَابِتٍ، كَمَا قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ.

ترجمہ: شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ اس آیت انه عمل غیر صالح کو کس طرح پڑھا کرتے تھے تو حضرت ام سلمہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے اس طرح تلاوت فرمائی إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہارون نحوی، موسیٰ بن خلف نے اس روایت کو ثابت سے اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح عبد العزیز نے نقل کیا ہے (گویا ثابت کے تینوں شاگرد اس کو عمل عین کے زبر، میم کے زیر اور لام کے فتح کے اور غیر کے زبر کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں)۔

تخریج: جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣١) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٣)

شرح الحدیث: یہ دوسری روایت ام سلمہ سے مروی ہے اور پہلی اسماء بنت یزید سے تھی، اور دونوں سے روایت کرنے والے شہر بن حوشب ہی ہیں، لیکن پہلے طریق میں روایت حماد عن ثابت عن شہر ہے اور دوسری میں عبد العزیز عن ثابت ہے۔

قال ابو داؤد کی تشریح: مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اکثر رواۃ نے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح عبد العزیز نے یعنی سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ الخ، دونوں روایتوں کے سیاق میں بھی فرق ہے اور راویہ حدیث صحابیہ کے نام میں بھی فرق ہے ایک جگہ اسماء

[1] فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس کے کام ہیں خراب (سورۃ هود ٤٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣١٢

بنت یزید ہے اور دوسری جگہ اس کے بجائے "ام سلمہ" ہے امام ترمذی نے بھی دونوں سیاق کے ساتھ روایت کو ذکر کیا ہے، ان کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث کو بلفظ "ام سلمہ" ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، نَحْوَ هَذَا (یعنی عن شہر بن حوشب عن ام سلمۃ) وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، پھر اس کے بعد امام ترمذی نے اپنے استاذ عبد بن حمید سے نقل کیا کہ یہ اسماء بنت یزید ام سلمہ انصاریہ ہے اور یہ کہ دونوں حدیثیں میرے نزدیک ایک ہی ہیں اھ [1] یعنی جس روایت میں ام سلمہ ہے اس سے مراد ام المؤمنین نہیں ہیں بلکہ ام سلمہ انصاریہ مراد ہیں جن کا نام اسماء بنت یزید ہے، ایک روایت میں نام مذکور ہے اور ایک میں کنیت، لیکن یہ رائے امام ترمذی کے استاذ عبد بن حمید کی ہے امام ترمذی نے اس میں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی لیکن امام ابو داؤد کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ رواۃ کا اختلاف ہے اور ترجیح انہوں نے ام سلمہ کو دی ہے بناء بر کثرۃ رواۃ، اور حضرت نے بھی بذل المجہود [2] میں ام سلمہ کے نام کیساتھ ام المؤمنین لکھا ہے گویا ماتن اور شارح دونوں کی رائے میں یہ دو نام الگ الگ ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٩٨٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهِ وَقَالَ: "رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى مُوسَى لَوْ صَبَرَ لَرَأَى مِنْ صَاحِبِهِ الْعَجَبَ، وَلَكِنَّهُ قَالَ {إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي [3]} "طَوَّلَهَا حَمْزَةُ.

ترجمہ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات کیلئے دعا فرماتے، چنانچہ (ایک دن اس طرح) دعا فرمائی اللہ ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر موسیٰ علیہ السلام (کشتی والے واقعہ میں جب ان کا خضر علیہ السلام کا ساتھ تھا) صبر فرماتے تو اپنے ساتھی (خضر علیہ السلام) سے بڑے عجیب خوارق عادت کاموں کا مشاہدہ کرتے لیکن انہوں نے خود فرمادیا اسکے بعد اگر میں نے کوئی بات پوچھی تو آپ اور مجھ میں جدائی ہو جائے گی، آپ کو تو پہلے ہی میری طرف سے عذر پہنچ چکا ہے۔ اس آیت میں قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي میں حمزۃ زیات کے نون کی تشدید کے ساتھ کھینچ کر پڑھا ہے (یہ ہی مشہور قرأت ہے جب کہ دوسری بعض قرأتوں میں بغیر تشدید کے من لدنی ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - العلم (١٢٢) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٨) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٨٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١٤٩) جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٨٥) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٤)

---

[1] جامع الترمذي - كتاب القرأت - باب ومن سورة هود ٢٩٣١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣١٣

[3] کہا اگر تجھ سے پوچھیں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے (سورۃ الکہف ٧٦)

شرح الحديث عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهِ: حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی (کہ اگر دوسرے کے لئے دعا کرنا مقصود ہوتا) تو اس دعاء کی ابتداء اپنے سے فرماتے تھے (جیسا کہ اگلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ) آپ نے فرمایا ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اگر موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے، یعنی حضرت خضر علیہ السلام سے بار بار سوال نہ فرماتے تو نہ جانے ان سے کیا کیا عجیب باتیں دیکھنے میں آتیں۔

وَلَكِنَّهُ قَالَ {إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي} طَوَّلَهَا حَمْزَةُ: طول اسکا تعلق 'لدنی' سے ہے اور طوّل بمعنی شدّد وثقّل، جیسا کہ بعد والی روایت میں آرہا ہے، اور اسی طرح ترمذی کی روایت میں ہے اسی حدیث میں أَنَّهُ قَرَأَ: {قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذُرًا} مُثَقَّلَةً [1]، اور اس میں دوسری قرأت "من لدُنی" ہے تخفیف نون کے ساتھ، حضرت نے بذل المجہود میں اس کی شرح اسی طرح کی ہے، اور یہ احقر عرض کرتا ہے کہ "فلا تصاحبنی" میں قرأت "فلا تَصْحَبْنِي" بھی ہے، چنانچہ بذل میں ہے قال ابن رسلان: قرأ عیسی ویعقوب فلا تَصْحَبْنِي مضارع صحب [2]، پس ہو سکتا ہے کہ طَوَّلَهَا حَمْزَةُ سے یہی مراد ہو بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگر اسکا تعلق لدُنّی سے ہوتا تو پھر آیت کو پیچھے سے ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی، البتہ اسکے بعد جو روایت آرہی ہے جسکے لفظ یہ ہیں أَنَّهُ: "قَرَأَهَا {قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي} وَثَقَّلَهَا"، اسکا تعلق لدنّی سے بھی ہے اسلئے کہ تثقیل ہی کے معنی تشدید کے ہیں، اور تطویل کے زیادہ مناسب معنی الف کی زیادتی کے ہیں جو فلا تصاحبنی ہی میں پائے جاتے ہیں، فتأمل، والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

تنبیہ: ترمذی کی روایت {قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذُرًا} مُثَقَّلَةً، کے نیچے بین السطور لکھا ہے: یعنی بضم ذال خوانده، وایں بہ نسبت سکون مثقل است اھ گویا مثقلة کا تعلق عُذُرًا سے قرار دیا، لیکن یہ تو اس پر موقوف ہے کہ عُذْرًا میں ایک قراءت ضم ذال کی بھی ہو عُذُرًا۔

٣٩٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ: "قَرَأَهَا {قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي} وَثَقَّلَهَا".

ترجمہ ابی بن کعبؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کو اس طرح تلاوت فرمایا قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي اور اس لفظ کو تشدید کے ساتھ سخت کر کے تلاوت فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذی - کتاب القرأت - باب ومن سورة الکهف ٢٩٣٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣١٤

تخریج صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٢٨) جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣٣) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٥)

٣٩٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ، عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: أَقْرَأَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ كَمَا أَقْرَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "{فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ[1]} مُخَفَّفَةً".

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابی بن کعبؓ نے اس طرح پڑھایا جس طرح ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا تھا فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ تخفیف کے ساتھ۔ (اس لفظ میں دوسری قرأت حَامِيَةٍ کی ہے، ہماری قرأت یہی حَمِئَةٍ والی ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣٤) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٦)

شرح الحديث اور چند احادیث کے بعد ابوذر کی حدیث میں یہ آرہا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کہ سورج غروب ہونے والا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا «هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ هَذِهِ؟» قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ «فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَامِيَةٍ» اس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ میں دو قراءت ہیں، حَامِيَةٍ بمعنی حارہ، اور حَمِئَةٍ بمعنی الطين الاسود، سیاہ گارہ اور مٹی۔

والحديث اخرجه الترمذي، قاله المنذري، وحديث ابي ذر اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي اتم منه، قاله المنذري.

٣٩٨٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو النَّمَرِيَّ، أَخْبَرَنَا هَارُونُ، أَخْبَرَنِي أَبَانُ بْنُ تَغْلِبَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ عِلِّيِّينَ لَيُشْرِفُ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ فَتُضِيءُ الْجَنَّةُ لِوَجْهِهِ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ - قَالَ: وَهَكَذَا جَاءَ الْحَدِيثُ دُرِّيٌّ مَرْفُوعَةُ الدَّالِ لَا تُهْمَزُ - وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمِنْهُمْ وَأَنْعَمَا".

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصحاب علیین (جو کہ جنت میں ایک درجہ ہے) میں سے ایک شخص (اپنے سے کم درجے والے) اہل جنت کو جھانکے گا تو اس کے چہرے (کی روشنی اور نور) سے جنت ایسے روشن ہو جائے گی گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے، امام ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث پاک میں دری دال کے پیش کے ساتھ بغیر ہمزہ کے وارد ہوا ہے۔ (اَلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ[2] الخ کی طرف اشارہ ہے)۔ اور ابو بکر و عمر بھی انہی (اصحاب علیین) میں ہیں بلکہ (درجے میں) ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

---

[1] ایک دلدل کی ندی میں (سورۃ الکہف ٨٦)

[2] وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا الخ (سورۃ النور ٣٥)

تخریج جامع الترمذي - المناقب (٣٦٥٨) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٧) سنن ابن ماجه - المقدمة (٩٦).

شرح الحدیث مضمونِ حدیث یہ ہے کہ جو جنتی علیین میں ہوں گے یعنی جنت کے اوپر والے درجہ میں تو جب ان میں سے کوئی شخص نیچے والے جنتی کی طرف جھانک کر دیکھے گا تو اس اوپر والے جنتی کے چہرہ کی چمک سے نیچے والی جنت روشن ہو جائے گی، اور وہ اوپر والے جنتیوں کے چہرے نیچے والوں کو ایسے معلوم ہوں گے جیسے چمکتے ہوئے ستارے ہوتے ہیں، اور پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں ابو بکر و عمران ہی میں سے ہوں گے یعنی اوپر والوں میں سے اور اس سے بھی بڑھ کر۔

امام ابوداؤد فرمارہے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ دُرِّیٌّ ضم دال کے ساتھ ہے بغیر همزہ کے، اور دوسری قرأت اس میں جس کی طرف مصنفؒ اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں وہ دِرِّیئٌ کسر دال اور همزہ کیساتھ جو ماخوذ ہے دَرْءٌ سے جسکے معنی دفع کرنے کے ہیں۔ اور پہلی صورت میں یہ نسبت ہوگی دُرّ کی طرف جس کے معنی موتی کے ہیں۔ والحدیث اخرجه الترمذی وابن ماجه. وقال الترمذی حسن. ولیس فی حدیثهما تقیید الکلمة. قاله المنذری۔

٣٩٨٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْغُطَيْفِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنَا عَنْ سَبَأٍ مَا هُوَ أَرْضٌ أَمِ امْرَأَةٌ؟ فَقَالَ: «لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ، وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشَرَةً مِنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ سِتَّةٌ وَتَشَاءَمَ أَرْبَعَةٌ» قَالَ عُثْمَانُ الْغَطَفَانِيُّ، مَكَانَ الْغُطَيْفِيِّ، وَقَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ.

ترجمہ فروہ بن مسیک الغطیفی کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ (وہ واقعہ ترمذی میں اس طرح ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم میں جو لوگ دین اسلام سے پیٹھ پھیر دیں گے کیا ان سے قتال کر سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی جب میں آپ ﷺ کی مجلس سے باہر آیا تو آپ ﷺ نے میرے متعلق لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میں جا چکا ہوں، تو پھر آپ ﷺ نے میرے پیچھے ایک قاصد بھجوایا چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی قوم کو پہلے دعوت اسلام دو جو مسلمان ہوں ان کا اسلام قبول کرو اور جو مسلمان نہ ہوں تو جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ میں تمہیں بتلاؤں اور راوی کہتا ہے کہ قوم سبا کے متعلق آیت نازل ہوئی) تو جماعت میں سے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! ہمیں سبا کے متعلق بیان فرمایئے کہ وہ کیا چیز ہے یہ کسی زمین کا نام ہے یا عورت کا نام ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو یہ سبا کسی زمین کا نام ہے نہ کسی عورت کا، بلکہ وہ ایک عربی شخص تھا جس کے یہاں دس بیٹے پیدا ہوئے، چنانچہ اس کی اولاد میں سے چھ بیٹے یمن جاکر آباد ہوگئے اور چار بیٹے ملک شام چلے گئے۔ (استاذ مصنف) عثمان بن ابی شیبہ نے غطیفی کے بجائے راوی کا نام الغطفانی فرمایا ہے، اور حدثنی الحسن کے بجائے حدثنا حسن بن الحکم النخعی فرمایا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٢٢) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٨)

شرح الحدیث: ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! سبا کے بارے میں ہمیں بتلائیے کہ وہ کیا ہے کسی جگہ اور زمین کا نام ہے یا کسی عورت کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ کسی زمین کا نام ہے نہ کسی عورت کا، بلکہ وہ ایک عرب شخص کا جس کے دس لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ جس میں سے چھ یمن چلے گئے تھے وہاں جاکر آباد ہو گئے تھے، اور چار ملک شام، مصنف نے اس روایت کو مختصراً ذکر کیا ہے اور اختصار کی طرف اشارہ اپنے قول فَذَكَرَ الْحَدِيثَ سے کر دیا ہے، روایت مفصلہ ترمذی [1] میں ہے جس کے اخیر میں ہے قَالَ: وَأُنْزِلَ فِي سَبَإٍ مَا أُنْزِلَ اور سبا کے بارے میں سورۂ سبا میں یہ آیت مذکور ہے لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ [2]، لفظ سبإ میں قرأت مختلف ہے لِسَبَإٍ (تنوین ہمزہ کے ساتھ)، لِسَبَأَ (بلا تنوین)، اور لِسَبَأْ (سکون ہمزہ کے ساتھ)۔ والحدیث اخرجه الترمذی، وقال غریب، قاله المنذری۔

٣٩٨٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ الْهُذَلِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً فَذَكَرَ حَدِيثَ الْوَحْيِ قَالَ: "فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى {حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ [3]}".

ترجمہ: احمد بن عبدہ اور مصنف کے کئی اساتذہ حضرت عکرمہ کی سند سے حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حدیث نقل کرتے ہیں جب کہ مصنف کے دوسرے استاد اسمٰعیل عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً حدیث نقل کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے حدیث وحی ذکر کی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وحی کا تذکرہ اللہ پاک کے اس فرمان حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ میں موجود ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٢٤) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٢٢) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٤٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٢٣) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٨٩) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٩٤)

شرح الحدیث: قَالَ: فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى {حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ}: یعنی تفزیع باب تفعیل سے ماضی مجہول کا صیغہ، دوسری قراءت اس میں فُزِعَ ہے تخفیف کے ساتھ مجرد سے۔ والحدیث اخرجه البخاری والترمذی وابن ماجه بتمامه، قاله المنذری۔

٣٩٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ، سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يَذْكُرُ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: "قَرَأَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {بَلَى قَدْ جَاءَتْكِ آيَاتِي

---

[1] جامع الترمذي — كتاب تفسير القرآن — باب ومن سورة سبا ٣٢٢٢

[2] تحقیق قوم سبا کو تھی ان کی بستی میں نشانی (سورۃ سبا ١٥)

[3] یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے ان کے دل سے (سورۃ سبا ٢٣)

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ [1] }" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا مُرْسَلٌ الرَّبِيعُ لَمْ يُدْرِكْ أُمَّ سَلَمَةَ».

ترجمہ: ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اس آیت کو اس طرح قرأت فرماتے ہیں: بلی قد جاء تك ایاتی فکذبت بہا واستکبرت وکنت من الکافرین. امام ابو داؤد فرماتے ہیں: یہ حدیث ربیع راوی سے مرسلاً مروی ہے کیونکہ ربیع نے ام سلمہؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

شرح الحدیث: چاروں جگہ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ نفس کو خطاب کرتے ہوئے جو کہ مؤنث سماعی ہے اور دوسری قراءت اس میں وہی ہے جو ہماری تمہاری قراءت ہے یعنی مخاطب مذکر کے صیغہ کے ساتھ۔

٣٩٩١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى النَّحْوِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا { فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ [2] }".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو یہ آیت اس طرح تلاوت کرتے ہوئے سنا فَرُوْحٌ وَرَيْحَانٌ (فَرُوْحٌ میں راء کے پیش کے ساتھ، فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ کی طرف اشارہ ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣٨) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٩١)

شرح الحدیث: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ، یہ قراءت غیر متواترہ ہے یعنی ضم راء کے ساتھ اور قراءت متواترہ فتح راء کے ساتھ ہے فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ۔

٣٩٩٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ: لَمْ أَفْهَمْهُ جَيِّدًا - عَنْ صَفْوَانَ - قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: ابْنُ يَعْلَى - عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْرَأُ: { وَنَادَوْا يَا مَالِكُ [3] }" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي بِلَا تَرْخِيمٍ».

ترجمہ: احمد بن حنبل، احمد بن عبدہ، سفیان، عن عمرو عن عطاء کی سند سے ذکر کرتے ہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ مجھے عن عمرو کے بعد صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آیا اس لئے میں نے یعنی کا اضافہ کر دیا صفوان (راوی) سے مروی ہے (ابو داؤد کے پہلے استاذ امام احمد نے صفوان کا نام لے کر حدیث نقل کی ہے) لیکن ابن عبدة (دوسرے استاد) نے صفوان کا نام لینے کے بجائے انکی کنیت ابن یعلی نقل کی ہے۔ صفوان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو منبر پر تلاوت کرتے سنا وَنَادَوْا يَا مَالِكُ۔

---

[1] کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تیرے پاس میرے حکم، پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو تھا منکروں میں (سورۃ الزمر ٥٩)

[2] تو راحت ہے اور روزی ہے (سورۃ الواقعۃ ٨٩)

[3] اور پکاریں گے اے مالک (سورۃ الزخرف ٧٧)

تخريج صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٥٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٤٢) صحيح مسلم - الجمعة (٨٧١) جامع الترمذي - الجمعة (٥٠٨) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٩٢)

شرح الحديث اس کے بعد یہ ہے لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَّكِثُونَ، سورۂ زخرف میں یامٰلِكُ میں دو قراءتیں اور ہیں ترخیم کے ساتھ یامالُ بضم اللام اور یامالِ بکسر اللام۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جہنمی سارے مل کر جہنم کے داروغہ مالک سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہماری سفارش کر دو کہ وہ ہم کو موت ہی دیدے تو وہاں سے جواب ملے گا إِنَّكُمْ مَّكِثُونَ کہ تم کو یہیں رہنا ہے ترمذی کی روایت میں ہے کہ یہ جواب ان کو ایک ہزار سال کے انتظار کے بعد ملے گا اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣٩٩٣ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ".

ترجمہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے یہ آیت اس طرح پڑھائی إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ [1]۔

تخريج جامع الترمذي - القراءات (٢٩٤٠) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٩٣)

شرح الحديث إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ یہ قرأت غیر متواترہ ہے، اور قرأت متواترہ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حسن صحيح، قاله المنذري۔

٣٩٩٤ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ يَقْرَؤُهَا {فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ [2]} يَعْنِي مُثَقَّلًا" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَضْمُومَةُ الْمِيمِ مَفْتُوحَةُ الدَّالِ مَكْسُورَةُ الْكَافِ».

ترجمہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اس آیت کو اس طرح تلاوت فرماتے فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (دال کے ساتھ) یہی ہماری مشہور قرأت ہے پوری آیت اس طرح ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ [3]، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ لفظ میم کے پیش، دال کے زبر اور کاف کے زیر کے ساتھ ہے۔

تخريج صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٦٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٨٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٨٢٣) جامع الترمذي - القراءات (٢٩٣٧) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٣٩٩٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٩٥)

---

[1] اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور مضبوط (سورة الذاريات ٥٨)

[2] فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ پھر کوئی ہے سوچنے والا (سورة القمر ١٧)

[3] اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا (سورة القمر ١٧)

شرح الحديث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ يَقْرَؤُهَا {فَهَلْ مِنْ مُذَّكِرٍ} اور دوسری قراءت اس میں (مُذَّ کر) ہے ذال معجمہ ہے، اور مُدَّ کر، اصل میں مُذْتکر تھا اولاً تاء کو دال سے بدلا گیا لتقارب مخرجیھما پھر ذال کو دال سے بدل کر ادغام کردیا گیا[1]۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۳۹۹۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الذِّمَارِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ "النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ أَ {يَحْسِبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ[2]}".

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو اس طرح قرأت کرتے ہوئے دیکھا یَحْسِبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ، گویا حضرت جابرؓ نے یَحْسِبُ سین کے زیر کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہوگا۔ نیز یحسب سے پہلے بعض نسخوں میں ہمزہ استفہام کا اضافہ بھی ہے۔ جبکہ ہماری مشہور قرأت میں ہم سورۃ الھمزۃ کی اس آیت کو یَحْسَبُ سین کے زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

شرح الحديث: رَأَيْتُ "النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ أَ {يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ}" اس میں نسخے مختلف ہیں بعض میں اسی طرح ہے ہمزہ استفہام کے ساتھ اور بعض میں "یحسب" بغیر ہمزہ کے، اور یہی نسخہ صحیح ہے اس لئے کہ اس آیت میں "أیحسب" ہمزہ کے ساتھ کسی کی قراءۃ نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف قراءت صرف کسر سین اور فتح سین کا ہے۔

۳۹۹۶ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَمَّنْ أَقْرَأَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "{فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثَقُ} وَثَاقَهُ أَحَدٌ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «بَعْضُهُمْ أَدْخَلَ بَيْنَ خَالِدٍ وَأَبِي قِلَابَةَ رَجُلًا».

ترجمہ: ابو قلابہ ان صحابی سے نقل کرتے ہیں جن کو حضور ﷺ نے قرآن پڑھایا فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثَقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝۔ (یہاں پر لایعذب کی ذال پر زبر اور لایوثق کی ثاء کے اوپر بھی زبر ہے، جبکہ ہماری مشہور قرأت میں ذال اور ثاء کے نیچے زیر ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝[3])

تخریج: سنن أبي داود - الحروف والقراءات (۳۹۹۶) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۵/۷۲)

شرح الحديث: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثَقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝، یعنی دونوں جگہ فعل مجہول اور دوسری قراءت اس میں لایعذب اور لایوثق صیغہ معروف کے ساتھ ہے۔

۳۹۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَنْبَأَنِي مَنْ أَقْرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ۳۲۲

[2] خیال کرتا ہے کہ اس کا مال سدا کو رہے گا اس کے ساتھ (سورۃ الھمزۃ ۳)

[3] پھر اس دن عذاب نہ دے اس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اس کا سا باندھنا کوئی (سورۃ الفجر ۲۵-۲٦)

وَسَلَّمَ، أَوْ مَنْ أَقْرَأَهُ مَنْ "أَقْرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ}" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قَرَأَ عَاصِمٌ، وَالْأَعْمَشُ، وَطَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، وَأَبُو جَعْفَرٍ يَزِيدُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، وَشَيْبَةُ بْنُ نَصَّاحٍ، وَنَافِعُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ كَثِيرٍ الدَّارِيُّ، وَأَبُو عَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ، وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ، وَقَتَادَةُ، وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَمُجَاهِدٌ، وَحُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ. لَا يُعَذِّبُ وَلَا يُوثِقُ إِلَّا الْحَدِيثَ الْمَرْفُوعَ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِالْفَتْحِ».

ترجمہ ابو قلابہ کہتے ہیں جن صحابی کو حضور ﷺ نے قرآن پڑھایا انہوں نے مجھے بتلایا یا یوں کہتے ہیں کہ جن صحابی کو حضور ﷺ نے قرآن پڑھایا ان صحابی نے جن کو قرآن سکھایا وہ نقل کرتے ہیں فیومئذ لا یعذّب عذابہ (ذال کے زبر کے ساتھ)۔

تخریج سنن أبي داود - الحروف والقراءات (۳۹۹۷) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷۲/۵)

۳۹۹۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي عُبَيْدَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا ذَكَرَ فِيهِ جِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَقَالَ: «جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قَالَ خَلَفٌ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَمْ أَرْفَعِ الْقَلَمَ عَنْ كِتَابَةِ الْحُرُوفِ مَا أَعْيَانِي شَيْءٌ مَا أَعْيَانِي جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ».

ترجمہ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک حدیث ذکر فرمائی جس میں جبرائیل اور میکائیل دونوں فرشتوں کا تذکرہ تھا، آپ ﷺ نے ان الفاظ کو اس طرح تکلم فرمایا، جبرئیل و میکائیل قرآن کریم میں مشہور قرأت کے مطابق قل من کان عدوا لجبریل وارد ہوا ہے۔

شرح الحديث حَدَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا ذَكَرَ فِيهِ جِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَقَالَ: «جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ» ان دونوں لفظوں میں جبرئیل و میکائیل ابو داؤد کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے، بذل میں ابن رسلان سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھے کوئی نقل اس بارے میں نہیں ملی کہ حضور ﷺ کا تلفظ ان دونوں لفظوں میں کیا تھا اور اہل عرب نے ان دو لفظوں میں بہت تصرف اور تغیر کیا ہے اپنی عادت کے مطابق جو کہ اسماء عجمیہ میں تغیر کی ہے یہاں تک کہ ان دو لفظوں میں تیرہ لغت ہو گئے ہیں لیکن اصل ان میں چونکہ لغت قریش ہے اسلئے کہ آپ ﷺ قریشی ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ لفظ جبریل علیہ السلام ہو بکسر الجيم والراء بوزن قنديل، فانها لغة الحجاز وهي قراءة ابن عامر وابي عمرو ونافع وحفص، وقال حسان رضی اللہ عنہ:

شعر وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللهِ فِينَا ... وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ [1]

---

[1] صحيح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۲۴۹۰

اور میکائیل کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ میکال ہے بالقصر مع حذف الھمزۃ بروزن مفعال اھ (بذل [1]) ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے کہ خلف کہتے ہیں کہ چالیس سال سے میں کتابت حروف میں مشغول ہوں کبھی کسی لفظ کی کتابت نے مجھے عاجز نہیں کیا جیسا کہ مجھ کو جبرائیل و میکائیل نے عاجز کیا۔ ان تیرہ لغتوں میں بارہ تو حرف لام کے ساتھ ہیں اور تیرہواں لغت بجائے لام کے نون کے ساتھ "جبرائن"۔

۳۹۹۹- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: ذُكِرَ كَيْفَ قِرَاءَةُ جِبْرَائِلَ وَمِيكَائِلَ عِنْدَ الْأَعْمَشِ، فَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَاحِبَ الصُّورِ فَقَالَ: «عَنْ يَمِينِهِ جِبْرَائِلُ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِيكَائِلُ».

ترجمہ: محمد بن حازم کہتے ہیں اعمش کی مجلس میں جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ان دونوں لفظوں کی صحیح قرأت کس طرح ہو: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ [2]، اس کا ذکر چل نکلا اعمش، اعمش نے ابوسعید خدریؓ سے حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے صور (پھونکنے) والے فرشتے (اسرافیل علیہ السلام) کا تذکرہ کیا تو فرمایا دائیں جانب جبرائیل علیہ السلام اور بائیں جانب میکائیل علیہ السلام ہیں۔ (گویا اس نسخہ کے مطابق بھی ان کا تکلم جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ساتھ ہے)۔

۴۰۰۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: مَعْمَرٌ وَرُبَّمَا ذَكَرَ ابْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، يَقْرَءُونَ {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ}، وَأَوَّلُ مَنْ قَرَأَهَا (مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ) مَرْوَانُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ».

ترجمہ: معمر کہتے ہیں کہ زہری نے کبھی یہ روایت سعید بن مسیب سے نقل کی ہے (تو گویا روایت سعید بن مسیب کی مراسیل میں ہے اور جب زہری یہ روایت بغیر سعید بن مسیب کے ذکر کرتے ہیں تو یہ مراسیل زہری میں ہوگی) حضور ﷺ اور ابوبکر و عمر و عثمان اس طرح تلاوت کرتے تھے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، مروان وہ پہلا شخص ہے جس نے مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (بغیر الف کے) پڑھا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل سند کے ساتھ زیادہ صحیح مروی ہے، بمقابلہ زہری عن انسؓ اور زہری عن سالم عن ابیہ (گویا امام زہری سے یہ حدیث جو مسند انسؓ میں مروی ہے یا مسند عبداللہ بن عمرؓ میں مروی ہے یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث زہری سے مرسلاً مروی ہے)۔

شرح الحدیث: یعنی یہ سب حضرات تو "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" الف کے ساتھ پڑھتے تھے اور سب سے پہلے جس شخص نے مَلِكِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٢٦

[2] جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا (سورۃ البقرۃ ۹۸)

بغیر الف کے پڑھا وہ مروان ہے۔
اس پر "بذل" میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ اس سے مطلق قراءت کی نفی مراد نہیں، قراۃ تو یہ قدیم ہے اور متواتر ہے یہاں مراد یہ ہے کہ جماعت کی نماز میں اس طرح سب سے پہلے مروان ہی نے پڑھا [1] ۔والحدیث اخرجہ الترمذی تعلیقًا، قالہ المنذری۔

٤٠٠١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتْ أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا "قِرَاءَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ) يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ الْقِرَاءَةُ الْقَدِيمَةُ {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ}».

ترجمہ: ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ..... راوی کہتا ہے کہ یہاں پر لفظ ذکرت ہے یا اسکی جگہ کوئی کلمہ (مثلاً وصفت) حضور ﷺ کی سورہ فاتحہ کی قرأت اس طرح ہوتی تھی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○۔ حضور ﷺ ہر ہر آیت پر ٹھہرا کرتے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - القراءات (٢٩٢٧) سنن أبي داود - الحروف والقراءات (٤٠٠١)

شرح حدیث: حضرت ام سلمہؓ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سورۂ فاتحہ کی قراءت کے وقت ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔

یہ روایت جامع ترمذی میں دو طریق سے مروی ہے: ① عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، ② اور دوسرا طریق اس طرح ہے: لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، امام ترمذی فرماتے ہیں: وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ [2] دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ لیث کی روایت میں آپ کی قراءت کی تشریح ہر آیت پر وقف کے ساتھ نہیں ہے، اور ابن جریج کی روایت میں اس کی کیفیت مذکور ہے، ابن جریج کی روایت منقطع اور لیث کی روایت متصل ہے لہذا اسی کو ترجیح ہوگی، اس کی مزید تفصیل "الدر المنضود" جلد ثانی کے اخیر میں گزر چکی اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

٤٠٠٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِمَارٍ، وَالشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَقَالَ: «هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ هَذِهِ؟» قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ «فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِي

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٢٨.

[2] جامع الترمذي - كتاب القراءات - باب في فاتحة الكتاب ٢٩٢٧

عَيْنٍ حَامِيَةٍ».

ترجمہ: ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا سورج غروب ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ در سول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورج عین حامیہ (گرم چشمے) میں جاکر غروب ہوتا ہے۔ (مصنف کا مقصد سورۃ الکہف آیت ۸٦ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا) اس آیت میں ہماری قرأت میں عَيْنٍ حَمِئَةٍ ہے جب کہ یہاں پر حضور پاک ﷺ نے عَيْنٍ حَامِيَةٍ تلاوت فرمائی ہے، یہ ہماری قرأت کے علاوہ دوسری قرأت ہے۔

۴۰۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءٍ، أَنَّ مَوْلًى لِابْنِ الْأَسْقَعِ، رَجُلَ صِدْقٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُمْ فِي صُفَّةِ الْمُهَاجِرِينَ فَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ: أَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: { اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ [1] }.

ترجمہ: ابن الاسقع کے آزاد کردہ غلام نے جو کہ ایک نیک شخص ہے ابن الاسقع سے نقل کیا (ابن الاسقع اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی ہیں جن کا نام واثلہ ہے) کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم مہاجرون کے صفہ (مشہور چبوترے) پر بیٹھے تھے تو آپ ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم الشان آیت کون سی ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ (اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے اَلْحَيُّ کے بعد الْقَيُّوْمُ تلاوت فرمائی نہ کہ القیام یا القیم جو غیر متواتر قرأتیں ہیں، ابن رسلان)۔

شرح الحدیث: اس حدیث کو مصنف یہاں اس لئے لائے کہ الْقَيُّوْمُ میں قراء تیں مختلف ہیں، چنانچہ بذل میں ہے:

وفیہ قرآتان غیر متواترتین، وھی: القیام والقیم. قال البیضاوی: وقرئ القیام والقیم اھ [2]۔

۴۰۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ الْمِنْقَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَرَأَ { هَيْتَ لَكَ } فَقَالَ: شَقِيقٌ: إِنَّا نَقْرَؤُهَا (هِئْتُ لَكَ) يَعْنِي فَقَالَ: ابْنُ مَسْعُودٍ «أَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ».

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ

---

[1] اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند (سورۃ البقرۃ ۲۵۵)

[2] بذل المجھود في حل أبي داود۔ ج ١٦ ص ٣٣١

هَيْتَ لَكَ[1] میں هَیتَ لَکَ کا کلمہ اس طرح تلاوت فرمایا هَیْتَ لَکَ (هاء کا زبر یاء کا سکون، تاء کا زبر جو کہ ہماری قرأت ہے) شقیق راوی کہتے ہیں کہ ہم اس کو هِئْتُ لکَ (هاء کے زیر، سکون همزه اور تاء کے پیش کے ساتھ) پڑھتے ہیں، ابن مسعودؓ نے فرمایا جس طرح مجھے یہ قرأت سکھلائی گئی ہے اسی طرح مجھے یہ پڑھنا پسند ہے۔

تخریج: صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٤١٥) سنن أبي داود- الحروف والقراءات (٤٠٠٤)

شرح الحدیث: بعض نسخوں میں اسی طرح ہے لفظ "یَعْنِی" کی زیادتی کے ساتھ، بظاہر یہ لفظ زائد اور بے محل ہے، اگر اس کو صحیح مانا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ راوی کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بعینہ الفاظ محفوظ نہیں تھے اسی لئے اس نے یہ لفظ بڑھا دیا۔

یہ لفظ "هیت" سورہ یوسف میں ہے: وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللهِ الآیۃ، اس میں پانچ قراءات معروف ہیں: ① هَيْتَ، ② هَيْتُ، ③ هِيتَ، یہ تینوں یاء بعد الهاء کے ساتھ ہیں، ④ هِئْتُ، ⑤ هِئتَ، بالہمزہ بعد الهاء 'بذل' میں غیث النفع فی القراءات السبع سے نقل کیا ہے: وللعرب فيها لغات اجودها فتح الهاء والتاء وهي قرأة العامة وقال الطبري: وهي قرأة النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم[2]، اور یہ اسماء افعال میں سے ہے جیسے "روید" و "صه" اسکے معنی "هَلُمَّ" کے ہیں (بذل)، اور حضرت شیخ کے الابواب والتراجم ج ٥ ص ٦٧ میں ہے: وقد بسط القسطلاني الكلام في قراءات لفظ "هَيْتَ" فذكر تسع قراءات أربعة منها شاذة وخمسة معروفة. وقال صاحب الجمل بعد ذكر اختلاف القراءات في هذا اللفظ: فالقراءات السبعية سبعة وهذه كلها لغات في هذه الكلمة وهي في كلها اسم فعل بمعنى هلم اي اقبل وتعال اهـ. والحديث اخرجه البخاري بنحوه. قاله المنذري.

٤٠٠٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: قِيلَ لِعَبْدِ اللهِ إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَءُونَ هَذِهِ الآيَةَ {وَقَالَتْ هِيتَ لَكَ} فَقَالَ: "إِنِّي أَقْرَأُ كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ {وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ}".

ترجمہ: شقیق راوی کہتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ بعضے لوگ اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہیں هِيتُ لكَ (هاء کے زیر، یاء کے سکون اور تاء کے پیش کے ساتھ) تو ابن مسعودؓ نے فرمایا جس طرح مجھے سکھلایا گیا ہے اس طرح پڑھنا مجھے زیادہ پسندیدہ ہے اور پھر پڑھا: قَالَتْ هَيْتَ لكَ (هاء کا زبر، یاء کا سکون، تاء کا زبر جو ہماری قرأت ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٤١٥) سنن أبي داود- الحروف والقراءات (٤٠٠٥)

٤٠٠٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

---

① پھسلایا اس کو اس کی عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیے دروازے اور بولی شتابی کر (سورۃ یوسف ٢٣)

② بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٦ ص ٣٣٢

"قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ)".

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے بنی اسرائیل سے ارشاد فرمایا (یہ حدیث قدسی ہے) ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطِيكُمْ۔ (تاء کے پیش کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاوت فرمایا یہ بھی ایک قراءت ہے جب کہ ہماری قراءت میں یہاں نون کے ساتھ نَغْفِرْ لَكُمْ [1] ہے)۔

٤٠٠٧ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

ترجمہ: ہشام بن سعد اپنی اسناد سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: اس لفظ میں تینوں قراءتیں ہیں، تُغْفَر، يُغْفَر، نَغْفِر (بذل) والاولی قرأة ابن عامر والثانية قرأة نافع، والثالثة للباقين [2] ۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي من حديث همام بن منبه عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه، قاله المنذري۔

٤٠٠٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَقَرَأَ عَلَيْنَا {سُورَةٌ أَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا [3]} " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي مُخَفَّفَةً حَتَّى أَتَى عَلَى هَذِهِ الْآيَاتِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اس وحی کی تلاوت فرمائی: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ فرضنا کی راء پر تشدید نہیں ہے (یہ سورت النور کی پہلی آیت ہے اور ہماری قراءت میں اسی طرح بغیر تشدید کے ہے) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد والی آیات تلاوت فرمائیں۔

شرح الحدیث: یعنی فَرَضْنٰهَا میں راء کی تخفیف کے ساتھ، اور اس کا مقابل تشدید راء ہے، بذل میں ہے: قرأ ابن كثير وابو عمرو "وفَرَّضْنَاهَا" بتشديد الراء، والباقون بتخفيفها اھ [4] ۔

قراءات سبعہ کے ائمہ اور ان کے مشہور راویوں کا مختصر تعارف: ذہن میں آیا کہ اب اخیر میں مقام کی مناسبت سے قراءات سبعہ مشہورہ متواترہ کے ائمہ کے اسماء گرامی ذکر کر دیئے جائیں، علماء قراءت نے ان ائمہ کے رواۃ میں سے دو راویوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ ① امام نافع مدنی، یہ نافع بن عبد الرحمن لیثی ہیں ان کے راوی عیسیٰ بن مینا مدنی ہیں

---

[1] داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخش دے تو معاف کر دیں گے ہم تمہارے قصور (سورۃ البقرۃ ٥٨)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٣٣

[3] یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ذمہ پر لازم کی (سورۃ النور ١)

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٣٤

جن کا لقب قالون ہے، اور دوسرے راوی ابو سعید عثمان بن سعید مصری قرشی ہیں، جن کا لقب ورش ہے، ② امام ابن کثیر مکی ان کا نام ابو معبد عبد اللہ بن کثیر کنانی فارسی الاصل جن کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی، ان کے ایک راوی ابو الحسن احمد بن محمد مخزومی ولاءً مکی ہیں، اور دوسرے راوی ابو عمر محمد بن عبد الرحمن مخزومی جن کا لقب قنبل ہے، ③ امام ابو عمرو بصری ان کے ایک راوی ابو عمر حفص بن عمر ازدی دوری ضریر ہیں اور دوسرے راوی ابو شعیب صالح بن زیاد رقی ہیں، ④ امام ابن عامر شامی عبد اللہ بن عامر یحصبی امام جامع دمشق ہیں، ان کے ایک راوی ابو الولید ہشام بن عمار خطیب جامع دمشق، اور دوسرے راوی ابو عمرو عبد اللہ بن احمد فہری قرشی امام جامع دمشق ہیں، ⑤ امام عاصم کوفی ابو بکر عاصم بن ابو النجود اسدی ولاءً کوفی آپ کے ایک راوی ابو بکر شعبۃ ابن عیاش حناط اور دوسرے راوی ابو عمر حفص بن سلیمان ہیں، حفص کے بارے میں لکھا ہے کہ اگرچہ قراءات سبعہ بلکہ عشرہ متواترہ ہیں اور سبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ حرمین اور بصرہ کی قراءات خالص قرشی ہونے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز بھی ہے مگر یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب و مدارس میں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریباً نو سو ننانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید کوئی نہ ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ⑥ امام حمزہ کوفی ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات ان کے ایک راوی ابو محمد خلف ابن ہشام اور دوسرے راوی ابو عیسیٰ خلاد بن خالد صیرفی کوفی ہیں، ⑦ امام ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی نحوی کوفی یہ حضرت امام محمد بن الحسن شیبانی کے خالہ زاد بھائی تھے، ان کے ایک راوی ابو الحارث لیث بن خالد نحوی اور دوسرے راوی ابو عمر حفص ابن عمر ہیں اور یہ وہی ہیں جو امام ابو عمرو بصری کے بھی راوی ہیں۔ (ماخوذ شرح سبعہ قراءات مؤلفہ قاری محی الاسلام پانی پتی)۔

آخر کتاب الحروف، بفضل اللہ الرؤف

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْحَمَّامِ

غسل خانے کے آداب کے بیان میں

اس کتاب کی ماقبل سے مناسبت: یہ کتاب مقدمہ اور تمہید ہے آئندہ جو کتاب اللباس آرہی ہے اس کیلئے، اسلئے کہ لباس اور کپڑے صاف ستھرے آدمی بدلتا ہے دخول حمام اور غسل کے بعد، لہذا کتاب اللباس اور کتاب الحروف میں مناسبت دیکھنی ہے، سو وہ ظاہر ہے اسلئے کہ حروف اور الفاظ معانی کیلئے بمنزلہ لباس کے ہیں، فلما فرغ المصنف من احد قسمی اللباس شرع فی الآخر۔

٤٠٠٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي عُذْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامَاتِ، ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِرِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں عورتوں) کو حمام (مشترک نہانے کی جگہ) میں جانے سے منع فرمایا (ایک تو وہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے دوسرے ستر پوشی کا اہتمام نہیں ہوتا)۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو ایسے غسل خانوں میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ اپنے ستر کو ڈھانپ کر جائیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٢) سنن أبي داود - الحمام (٤٠٠٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٤٩)

٤٠١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، جَمِيعًا عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: مِمَّنْ أَنْتُنَّ؟ قُلْنَ: مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، قَالَتْ: لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُورَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ؟ قُلْنَ: نَعَمْ، قَالَتْ: أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ، مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "هَذَا حَدِيثُ جَرِيرٍ وَهُوَ أَتَمُّ، وَلَمْ يَذْكُرْ جَرِيرٌ أَبَا الْمَلِيحِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: ابو الملیح سے مروی ہے اہل شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں، حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا: تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے؟ انہوں نے کہا: ہم ملک شام سے تعلق رکھتی ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: شاید تمہارا تعلق اس شہر سے ہے جہاں عورتیں نہانے کیلئے حمامات استعمال کرتی ہیں، انہوں نے کہا: جی ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے ارشاد

فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ پر اپنے کپڑے اتارے تو وہ اپنے اس ستر کو ختم کر دیتی ہے جو اللہ پاک اور اس عورت کے درمیان ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: یہ جریر کی حدیث کے الفاظ ہیں، اور یہ حدیث مکمل ہے۔ جریر نے ابوالملیح کو ذکر نہیں کیا۔

تخریج جامع الترمذي - الأدب (۲۸۰۳) سنن أبي داؤد - الحمام (۴۰۱۰) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۵۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۷۳/۶) سنن الدارمي - الاستئذان (۲۶۵۱)

شرح الاحادیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامَاتِ، ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِرِ»: یہ روایت مختصر ہے، اسکے بعد والی روایت مفصل ہے، روایتیں دونوں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہیں، روایت مفصلہ میں ہے، دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: مِمَّنْ أَنْتُنَّ قُلْنَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَتْ: لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُورَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ: نَعَمْ الخ۔

مضمونِ حدیث: یعنی ایک مرتبہ کچھ شامی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں کی ہو، انہوں نے کہا ہم اہل شام سے ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا شاید تم شام کے اس علاقہ کی ہو جہاں کی عورتیں حمامات میں داخل ہوتی ہیں، یعنی غسل کیلئے۔ انہوں نے کہا کہ جی صحیح ہے، اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی عورت جو اپنے گھر کے علاوہ دوسری جگہ اپنے کپڑے اتارے مگر یہ کہ وہ اس ستر اور پردہ کو چاک کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اس کے درمیان قائم فرمایا ہے یعنی انسان اور معاصی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو پردہ اور رکاوٹ قائم کی ہے اس کو وہ توڑتی ہے یعنی حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے۔

اور باب کی پہلی روایت کا مضمون یہ ہے کہ شروع میں آپ نے دخول حمام سے مطلقاً منع فرمایا تھا اس کے بعد صرف رجال کے لئے پردہ اور لنگی کے ساتھ داخل ہونے کی آپ نے اجازت دی۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے حق میں نہی منسوخ ہے لیکن عورتوں کے حق میں باقی ہے بعض بڑے شہروں میں حمامات کے انتظامات ہوتے ہیں جس کا عرب میں دستور نہ تھا اسی لئے آگے حدیث ابن عمرؓ میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: إِنَّهَا سَتُفْتَحُ لَكُمْ أَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بُيُوتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ، فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ إِلَّا بِالْأُزُرِ، وَامْنَعُوهَا النِّسَاءَ إِلَّا مَرِيضَةً أَوْ نُفَسَاءَ یعنی آپ نے فرمایا کہ مسلمان ارض عجم کو فتح کریں گے اور وہاں ایسے مکانات اور عمارتیں پائیں گے جن کو حمامات کہا جاتا ہے، اس میں مرد بغیر ازار کے ہرگز داخل نہ ہوں، اور عورتوں کو وہاں جانے سے منع کر دالا یہ کہ وہ مریض ہو یا حیض ونفاس والی ہو۔

ان حمامات میں دخول سے اسلئے منع کیا گیا ہے کہ وہاں کشف عورت اور بے پردگی ہوتی ہے، نیز مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا

ہے۔ حدیثا عائشة رضی اللہ تعالی عنہا اخرجهما الترمذی وابن ماجه، وحدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنهما اخرجه ابن ماجه، قاله المنذری.

٤٠١١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّهَا سَتُفْتَحُ لَكُمْ أَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بُيُوتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ، فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ إِلَّا بِالْأُزُرِ، وَامْنَعُوهَا النِّسَاءَ إِلَّا مَرِيضَةً أَوْ نُفَسَاءَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہیں عجم کی زمین پر فتح وقبضہ حاصل ہوگا اور تم اس میں ایسی جگہیں دیکھو گے جن کو حمامات کہا جاتا ہے۔ وہاں پر مرد بغیر شلوار پہنے ہرگز داخل نہ ہوں اور عورتوں کو وہاں جانے سے منع کردو، مگر جو بیمار یا نفاس والی عورت ہو (تو شدید عذر کی صورت میں اس کیلئے ان حمامات میں جانے کی اجازت ہے، بشرطیکہ ستر عورت اور مردوں سے اختلاط والی صورت نہ ہو)۔

تخریج: سنن أبي داود - الحمام (٤٠١١) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٤٨)

١ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّعَرِّي

برہنہ ہونے کی ممانعت کا بیان [1]

٤٠١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ الْعَرْزَمِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ».

ترجمہ: حضرت یعلیٰؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کھلے میدان میں (برہنہ) نہاتے دیکھا تو آپ ﷺ منبر پر چڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش بیان کی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (خود) حیادار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے اور (اپنے بندوں کی جانب سے بھی) شرم اور ستر پوشی کو پسند فرماتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی نہانے کا ارادہ کرے تو ستر پوشی کا اہتمام کرے۔

٤٠١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَوَّلُ أَتَمُّ.

[1] اس تعری سے مقصود بالذات وہ تعری ہے جو عند الغسل ہو اسی لئے مصنف اس باب کو کتاب الحمام میں لائے ہیں بجائے کتاب اللباس کے، واللہ تعالی اعلم۔

ترجمہ: صفوان بن یعلیٰؒ اپنے والد ماجد یعلیٰ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے۔

تخریج: سنن النسائي- الغسل والتيمم (٤٠٦) سنن النسائي- الغسل والتيمم (٤٠٧) سنن أبي داود- الحمام (٤٠١٢) مسند أحمد- مسند الشاميين (٤/٢٢٤)

شرح الأحاديث: عَنْ يَعْلَى، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ یہ لفظ حيي ایک یاء کے ساتھ نہیں ہے وہ تو حیاۃ سے ماخوذ ہے اور یہ دو یاء کے ساتھ حیاء سے ماخوذ ہے بروزن فعیلٌ، ہمارے نسخہ میں اسی طرح ہے يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ اور بعض میں ہے يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ اور بعض میں يغتسل بالازار ہے۔

شرح الحديث وفقه: آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو کھلی جگہ میں بغیر ازار اور ستر کے غسل کر رہا تھا، آپ نے براہ راست اس شخص سے تو کچھ نہیں فرمایا کہ آپ کی عادت شریفہ روبرو ٹوکنے کی نہ تھی بلکہ عام تقریر اور بیان کے انداز میں آپ تنبیہ فرماتے تھے، چنانچہ یہاں بھی آپ نے ایسا ہی کیا کہ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ کے بعد اس پر تنبیہ فرمائی اور فرمایا آپ نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ حیادار اور شرمیلے ہیں اور دوسرے سے بھی حیا اور پردہ کو پسند فرماتے ہیں، پس جو شخص تم میں سے غسل کرے تو اس کو پردہ اختیار کرنا چاہیے۔

بذل المجہود میں لکھا ہے کہ اگر غسل لوگوں کے سامنے کر رہا ہو تب تو ستر واجب ہے اور اگر خلوت اور تنہائی میں ہو اس وقت مستحب ہے[1]، ونقل عياض جواز الاغتسال عريانا في الخلوة عند جماهير العلماء لحديث البخاري أن موسى اغتسل عريانا وأن أيوب كان يغتسل عريانا اھ[2] زمانہ جاہلیت میں پردہ بالکل تھا ہی نہیں چنانچہ کشف عورت کے ساتھ استنجاء کرنے کا ذکر کتاب الطہارۃ میں گذر چکا، لا يخرج الرجلان يضربان الغائط كاشفين عن عورتهما الحديث۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٠١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَرْهَدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ جَرْهَدٌ هَذَا مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ: جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا وَفَخِذِي مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ».

---

[1] اگلے باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے قلت یا رسول اللہ اذا کان احدنا خالیا؟ قال اللہ احق ان یستحیی من الناس، اس پر حضرت شیخ کے حاشیہ میں ہے کہ شامی میں خلوت کی حالت میں بھی تستر کو واجب قرار دیا ہے یعنی بلا حاجت برہنہ ہونا جائز نہیں، اور شرح اقناع میں استحباب کی تصریح کی ہے لیکن امام نووی فرماتے ہیں الاصح الوجوب۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٦ ص ٣٣٩

ترجمہ: عبد الرحمن بن جرھد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں یہ جرھد اصحاب صفہ سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے اور میری ران برہنہ تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کی خبر نہیں کہ ران ستر (میں داخل) ہے۔

تخریج: سنن أبي داود-الحمام (٤٠١٤) سنن الدارمي-الاستئذان (٢٦٥٠)

شرح الحدیث: ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے ان کے نزدیک فخذ حد عورت میں داخل ہے اس میں ظاہریہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک عورت کا مصداق صرف سوأتین ہیں قبل اور دبر، یہ مسئلہ یعنی حد العورۃ میں اختلاف العلماء جلد ثانی باب جماع اثواب ما یصلی فیہ میں گذر چکا، وہاں یہ بھی گذرا ہے کہ امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ فخذین حد عورت میں داخل نہیں۔

جرھد کی اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حَدِيثٌ حَسَنٌ مَا أَرَى إِسْنَادَهُ بِمُتَّصِلٍ [1]، اور اسکی سند میں اختلاف واضطراب بھی ہے جو بذل [2] میں مذکور ہے، اور صحیح بخاری میں ہے امام بخاری فرماتے ہیں حديث أنس أسند وحديث جرهد أحوط حدیث انس سے مراد یہ ہے حسر النبي صلى الله عليه وسلم عن فخذه [3] ابن رسلان فرماتے ہیں: ومعنى قوله 'أسند' اى احسن اسناداً. ومعنى قوله 'أحوط' اقرب الى التقوى، والجواب عن حديث انس رضى الله تعالى عنه انه محمول على انه انكشف فخذه بغير اختياره وعلمه وقصده، وانما انكشف من اسراع الدابة ونحوه، فلا يستلزم ذلك ان لا تكون الفخذ عورة (من البذل) [4]۔

٤٠١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَكْشِفْ فَخِذَكَ، وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ، وَلَا مَيِّتٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ نَكَارَةٌ.

ترجمہ: حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ران کو برہنہ نہ کرو اور نہ کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران کی طرف دیکھو۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کچھ نکارت ہے۔

تخریج: سنن أبي داود-الحمام (٤٠١٥) سنن ابن ماجه-ما جاء في الجنائز (١٤٦٠) مسند أحمد-مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٤٦/١)

شرح الحدیث: نکارۃ کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں حبیب اور عاصم کے درمیان انقطاع ہے، ان کا ان سے سماع ثابت

---

[1] جامع الترمذي-كتاب الأدب-باب ما جاء أن الفخذ عورة ٢٧٩٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود-ج ١٦ ص ٣٤٠

[3] صحيح البخاري-كتاب الصلاة-باب ما يذكر في الفخذ ٣٦٤

[4] بذل المجهود في حل أبي داود-ج ١٦ ص ٣٤٠

نہیں اگرچہ رجال اسناد ثقہ ہیں، بذل میں ابن رسلان سے یہ جواب نقل کیا ہے: وقد زال الانقطاع بواسطة الحسن بن ذكوان كما قال ابو حاتم۔ او عمرو بن خالد كما ذكره البزار، وقد اخرج لهما البخاري في الصحيح ولم يبق فيه نكارة ولا قدح اهـ[1]۔ والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٢۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعَرِّي

اتفاقی (بلا ارادہ) برہنہ ہونے کا بیان

٤٠١٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيلًا، فَبَيْنَا[2] أَمْشِي فَسَقَطَ عَنِّي ثَوْبِي، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً».

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر جا رہا تھا کہ (اتفاقا) میرا تہبند گر گیا یعنی نیچے کا کپڑا گر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم اپنا کپڑا اٹھا کر باندھ لو اور برہنہ ہو کر نہ چلو۔

تخریج: صحيح مسلم - الحيض (٣٤١) سنن أبي داود - الحمام (٤٠١٦)

شرح الحدیث: یہاں پر تعری سے مراد وہ برہنگی ہے جو بلا ارادہ ہو جیسا کہ حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے جسکا مضمون یہ ہے: مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر لیجا رہا تھا اتفاقاً میری لنگی کھل گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا کپڑا درست کر خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً، والحديث اخرجه مسلم، قاله المنذري۔

٤٠١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبِي ح، وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، نَحْوَهُ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: عَوْرَاتُنَا[3] مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ «احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ: «إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا»

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٦ ص ٣٤١

[2] یہاں پر اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ اس اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ثقيلا أمشي: هكذا في ص، ح، س، وبينهما ضبة في ح، وعلى حاشيتها: فبينا۔ وعلى حاشية س: فبينا أنا، وهو كذلك في ك، ع. (كتاب السنن ج ٤ ص ٣٨٤)

[3] اتیان عورت سے مراد ہے عورت کے ساتھ عورت کا معاملہ کرنا، وهو الستر حدیث کی شرح یہ ہے کہ سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بدن کا جو حصہ عرفاً و شرعاً عورت کہلاتا ہے ہے اور جس کا کشف موجب حیاء و عار سمجھا جاتا ہے کیا اس کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے جس کا ترک ستر جائز ہو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اپنی پوری عورت کا ستر کر ہر ایک سے سوائے اپنی بیوی اور مملوکہ باندی کے۔ معلوم ہوا کہ بدن کا جتنا حصہ حد عورت میں داخل ہے اس کا کوئی بھی حصہ حکم عورت یعنی ستر سے مستثنی نہیں ہے، بلکہ سبھی کا ستر ضروری ہے بجز ان دو کے جن کا استثناء حدیث میں مذکور ہے، (بیوی اور باندی)، مزید غور کے بعد حدیث شریف کی تشریح کی گئی، له الحمد والمنة۔

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ: «اللهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ».

ترجمہ: بہز بن حکیم اپنے والد اور دادا کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم اپنی ستر میں سے کون سا حصہ پوشیدہ رکھیں اور کون سا حصہ ظاہر کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ستر کو پوشیدہ رکھو سوائے اپنی بیوی اور کنیزوں کے (راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور جب بعضے لوگ ایک دوسرے کے (رشتہ دار یا ہم جنس کے) ساتھ ہوں (تو کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سے ممکن ہو سکے کہ کوئی تمہارا ستر نہ دیکھے تو ہرگز کسی کو نہ دکھاؤ، فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ! اگر ہم میں کوئی شخص تنہا ہو (تو کیا کرے؟) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے کہ ان سے شرم وحیا کی جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٩٤) سنن أبي داود - الحمام (٤٠١٧) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٢٠)

شرح الحدیث: عورات جمع ہے عورت کی، بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے، جس کو ہماری زبان میں ستر کہتے ہیں تو ان صحابی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ پورے ہی ستر کو چھپانا ضروری ہے یا بعض کو چھوڑ بھی سکتے ہیں، آپ نے فرمایا اپنے پورے ہی ستر کو چھپاؤ سب سے سوائے بیوی اور باندی کے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٠١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عُرْيَةِ [1] الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عُرْيَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي ثَوْبٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کا ستر دیکھے اور نہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں (یا لحاف میں) بغیر حائل کے لیٹے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں (برہنہ) لیٹے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٩٣) سنن أبي داود - الحمام (٤٠١٨)

شرح الحدیث: کہ ایک مرد دوسرے مرد کا کھلا ستر نہ دیکھے اور اسی طرح عورت، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ الخ پہلے جملہ میں نظر کا حکم مذکور تھا اور اس میں مس کا یعنی ایک کپڑے میں دو مرد برہنہ پاس پاس نہ لیٹیں جس سے بدن سے بدن مس ہوتا ہے، اور ایسے ہی دو عورتیں ایک کپڑا اوڑھ کر اس طرح نہ لیٹیں، اسلئے کہ جب ستر کو دیکھنا جائز نہیں تو اسکا مس بطریق اولیٰ ناجائز ہے اور یہ مس البدن بالبدن، اگر بدن کے اس حصہ سے ہے جو ستر میں داخل ہے تو مکروہ تحریمی ہے، اور اگر

[1] عُرْيَة میں تین لغت ہیں، عُرْيَة، عِرْيَة، عُرَيَّة (بذل عن النووی) بدن کا برہنہ حصہ۔

اس حصہ میں ہے جو غیر ستر ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، عدم خوف فتنہ کی صورت میں ورنہ دونوں میں مکروہ تحریکی ہے (بذل [1]) ابواب المساجد کے اخیر میں مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ میں گذر چکا ہے وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ اسکی شرح بھی دیکھ لی جائے مقام کے مناسب ہے۔ والحديث اخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۴۰۱۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الطُّفَاوَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُفْضِيَنَّ رَجُلٌ إِلَى رَجُلٍ، وَلَا امْرَأَةٌ إِلَى امْرَأَةٍ، إِلَّا وَلَدًا أَوْ وَالِدًا» قَالَ: وَذَكَرَ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص برہنہ حالت میں دوسرے مرد کے ساتھ نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ لیٹے۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک تیسرا (استثناء) بھی ذکر فرمایا تھا جو میں بھول گیا۔

شرح الحدیث: اوپر والی حدیث کی شرح دیکھئے، اور بعض نسخ میں اس سے پہلے ہے۔

آخر كتاب الحمّام

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۶ ص ۳۴۵

بسم الله الرحمن الرحیم

كِتَابُ اللِّبَاسِ

پوشاک کا بیان

۴۰۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ إِمَّا قَمِيصًا، أَوْ عِمَامَةً ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ، وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ» قَالَ أَبُو نَضْرَةَ: "فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذَا لَبِسَ أَحَدُهُمْ ثَوْبًا جَدِيدًا قِيلَ لَهُ: تُبْلَى وَيُخْلِفُ اللَّهُ تَعَالَى".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کوئی نئی پوشاک استعمال فرماتے تو اس کا نام لیتے مثلاً قمیص یا عمامہ پھر اس کا نام لیکر یہ دعا فرماتے: اے اللہ! آپ کی تعریف ہے آپ ہی نے یہ کپڑا مجھے پہنایا میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی کا طلبگار ہوں اور کپڑا جس مقصد کے لئے بنایا گیا اس میں بھی بھلائی کا طلبگار ہوں (یعنی یہ کپڑا اللہ کی طاعات اور عبادت کرنے میں استعمال ہو) اور اے اللہ! میں اس کپڑے کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور یہ کپڑا جس مقصد کے لئے بنایا اس کی برائی سے آپ کی پناہ پکڑتا ہوں (یعنی کپڑے پہن کر فخر و تکبر کر کے اللہ کے نافرمان بننے سے پناہ مانگتا ہوں)۔ ابو نضرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے جب کوئی نیا کپڑا استعمال کرتا تو اس کو لوگ یوں دعا دیتے کہ اللہ کرے تم اس کپڑے کو پہن کر پرانا کر دو اور اللہ پاک اس کپڑے کے بدلے دوسرے اس سے اچھے کپڑے تمہیں عطا فرمائیں۔

۴۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

ترجمہ: مسدد استاد نے بھی اسی طرح اپنی سند سے حضرت ابو سعیدؓ کی حدیث نقل کی ہے۔

شرح الأحاديث: یعنی جب آپ ﷺ ثوب جدید زیب تن فرماتے تو قمیص یا عمامہ جو بھی کچھ ہو اس کا نام لیکر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے، اور ابو نضرہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا آپس میں یہ معمول تھا کہ جب ان میں سے کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اس کو یہ دعاء دی جاتی: تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللهُ تَعَالَى اللہ کرے تو اس کپڑے کو پہن کر پرانا کرے اور پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ دوسرا عطا کرے۔

اخرجه الترمذي والنسائي المسند منه، قاله المنذري۔

۴۰۲۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَبَا سَعِيدٍ، وَحَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَالثَّقَفِيُّ سَمَاعُهُمَا وَاحِدٌ».

ترجمہ مسلم بن ابراہیم نے بھی اسی طرح اس حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں عبد الوھاب ثقفی نے اس حدیث میں ابوسعید کا ذکر نہیں کیا اسی طرح حماد بن سلمہ نے عن الجریر عن ابی العلاء عن النبی ﷺ مرسلاً حدیث نقل کی ہے۔

تخریج جامع الترمذي - اللباس (۱۷٦۷) سنن أبي داود - اللباس (۴۰۲۰)

۴۰۲۳ - حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ» قَالَ: وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي، وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ».

ترجمہ سہل بن معاذ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي الخ پس اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے بغیر میری محنت و قوت کے یہ روزی عطا فرمائی۔ اس دعا کے پڑھنے سے اللہ پاک اس شخص کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا: جو شخص کپڑے پہن کر یہ دعا کرے: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي الخ اس اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے اور مجھے یہ عمدہ پوشاک بغیر میری محنت و قوت کے عطا فرمائی۔ اللہ پاک اس کے بھی اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیں گے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (۴۰۲۳) سنن الدارمي - الاستئذان (۲٦۹۰)

شرح الحدیث یہ دو دعائیں جو مذکور ہیں جن میں سے ایک کھانے کے بعد کی ہے اور دوسری کپڑا پہننے کے وقت کی، ان دونوں کے بارے میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو شخص اس دعاء کو پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے یہ بات تو مشہور ہے کہ اس نوع کی روایات میں گناہوں سے مراد صغائر ہیں یہاں بھی یہی کہا جائے گا دوسری بات یہاں پر بذل میں یہ لکھی ہے کہ یہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ [1] میں بھی ہے مگر ان میں وَمَا تَأَخَّرَ کا لفظ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ گزشتہ گناہوں کی معافی کا تو وعدہ ہے آئندہ کے بارے میں نہیں اور دوسری بات یہ لکھی ہے کہ اگر مان لیا جائے وَمَا تَأَخَّرَ کی زیادتی کو

[1] جامع الترمذي - كتاب الدعوات - باب ما يقول إذا فرغ الخ، ۳۴۵۸ سنن ابن ماجه - كتاب الأطعمة - باب ما يقال إذا فرغ الخ ۳۲۸۵

تو پھر اس کا مطلب کیا ہے اس میں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ گناہ باوجود وقوع کے معاف کر دیئے جائیں گے دوسرا مطلب یہ کہ وہ آئندہ گناہوں سے محفوظ ہو جائے گا کہ آئندہ اس سے گناہ کا وقوع ہی نہ ہو گا، یہ دونوں احتمال شراح نے اہل بدر کے بارے میں جو حدیث میں آیا ہے اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ [1] وہاں پر لکھے ہیں لہذا یہاں بھی یہی دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ (بذل بتوضیح [2])۔

حدیث میں ثواب عظیم: اس حدیث سے جس میں گناہوں سے اتنی زبردست معافی کی بشارت ہے ایک نہایت مختصر سے عمل پر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا امت محمدیہ پر بے کراں ہونا معلوم ہو رہا ہے اس میں حضور ﷺ ہی کی شان محبوبیت کو دخل ہو گا جس کی امت کو قدر دانی کرنی اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ الموفق۔

۱ ۔ بَابُ فِيمَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

نئے کپڑے پہننے والے کو کیا دعا دی جائے؟

٤٠٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْأَذَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِكِسْوَةٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ: «مَنْ تَرَوْنَ أَحَقُّ بِهَذِهِ» فَسَكَتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ» فَأُتِيَ بِهَا، فَأَلْبَسَهَا إِيَّاهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلِقِي» مَرَّتَيْنِ، وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمٍ فِي الْخَمِيصَةِ أَحْمَرَ أَوْ أَصْفَرَ وَيَقُولُ «سَنَاهْ سَنَاهْ يَا أُمَّ خَالِدٍ» وَسَنَاهْ فِي كَلَامِ الْحَبَشَةِ الْحَسَنُ.

ترجمہ ام خالد کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے جس میں ایک چھوٹی اوڑھنی بھی تھی حضور ﷺ نے (صحابہ سے) دریافت فرمایا کہ تمہارے خیال میں اس اوڑھنی (دوپٹہ) کی زیادہ حقدار کون ہے؟ پھر خود ہی فرمایا ام خالد کو بلاؤ پس ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے ان کو یہ اوڑھنی اوڑھائی۔ پھر دعا دی کہ اسکو پہن پہن کر پرانا کرو، دو مرتبہ یہ دعا دی۔ راوی کہتا ہے کہ اس دوپٹے میں کچھ نقش و نگار سرخ رنگ کے اور کچھ بیل بوٹے زرد رنگ کے بنے ہوئے تھے تو آپ ﷺ اسکو دیکھ کر بچی سے کہتے اچھے نقش و نگار ہیں اے ام خالد! راوی کہتا ہے آپ نے سَنَاهْ فرمایا جو حبشیوں کی زبان میں بمعنی خوبصورت کے استعمال ہوتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٩٠٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٦١) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٨٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٤٧) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٢٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦٥)

شرح الحدیث پہلے باب میں وہ دعائیں مذکور تھیں جو خود کپڑا پہننے والے کو پڑھنی چاہیئے اور اس باب میں وہ دعا جو دوسرے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في حكم الجاسوس إذا كان مسلما ٢٦٥٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٥٠

کے لئے پڑھی جائے جب وہ نیا کپڑا پہنے جس کا ذکر پہلے میں بھی آچکا أَبْلِي وَيُخْلِفُ اللهُ تعالى اور حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک مرتبہ کہیں سے بہت سے کپڑے آئے جن میں ایک اوڑھنی بھی تھی آپ اسکو دیکھ کر فرمانے لگے کہ اس کی زیادہ مستحق کون ہے پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ ام خالد کو بلا کر لاؤ، اس کو لایا گیا آپ نے وہ اس کو اڑھادی اور یہ دعاء دی أَبْلِي وَأَخْلِقِي اس کو آپ نے دو مرتبہ پڑھا اس اوڑھنی میں کچھ پھول اور نقش و نگار بھی تھے سرخ اور زرد رنگ تو آپ ان کو دیکھ کر اس بچی کو سنا کر فرمانے لگے سَنَاهْ سَنَاهْ يَا أُمَّ خَالِدٍ[1] یعنی اے ام خالد دیکھ یہ پھول کیسے اچھے ہیں آگے راوی کہتا ہے کہ "سَنَاهْ" کے معنی لغت حبشہ میں حسن کے ہیں۔

آپ ﷺ کا بعض عجمی الفاظ کا تکلم کرنا: اس حدیث سے حضور ﷺ کا تکلم بلسان العجم فی بعض الاوقات ثابت ہوا، حضرت امام بخاریؒ نے تو اس موضوع پر کتاب الجہاد میں مستقل باب قائم کیا باب من تکلم بالفارسية والرطانة اور پھر احادیث الباب سے اس قسم کے تین لفظ ثابت کئے ایک لفظ سُؤْرًا اور دوسرا لفظ سَنَهْ سَنَهْ اور تیسرا لفظ كِخْ كِخْ[2] اور حضرت شیخ نے الابواب والتراجم ج ٤ ص ١٢٦ میں اس سلسلہ کے بعض دوسرے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں جیسے ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا تھا: اشکمت درد[3] جس پر انہوں نے فرمایا: نعم اور ابن ماجہ کے حاشیہ میں ہے کہ صاحب قاموس نے باب تکلم النبي صلى الله عليه وسلم بالفارسية (کتاب سفر السعادة میں) میں لکھا ہے کہ العنب دو دو والتمر یك اور ایسے ہی یا سلمان شکمت درد یہ ثابت نہیں، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بعض فارسی الفاظ ابو اللیث سمرقندی کی بستان العارفین میں بھی ذکر کئے ہیں، اور مقاصد حسنہ میں العنب دُودُو، والتمرُ يك[4] کے بارے میں یہ ہے کہ یہ حدیث مشهور بين الأعاجم، ولا أصل له، والحديث أخرجه البخاري، قاله المنذري۔

٢ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَمِيصِ

قمیص پہننے کا بیان

٤٠٢٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: «كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ».

---

[1] اس میں چار لغت ہیں سَنَهْ سَنَهْ، سَنَاهْ سَنَاهْ، سَنَاهْ سَنَاهْ، سَنَا سَنَا (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٥٠ - ٣٥١)

[2] صحيح البخاري - كتاب الجهاد - باب من تكلم بالفارسية والرطانة ٢٩٠٥ - ٢٩٠٧

[3] سنن ابن ماجه - كتاب الطب - باب الصلاة شفاء ٣٤٥٨

[4] المقاصد الحسنة حرف العين المهملة ٧١٨ - ص ٢٩٢

ترجمة: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔

تخریج: جامع الترمذي-اللباس(١٧٦٢)سنن أبي داود-اللباس(٤٠٢٥)سنن ابن ماجه-اللباس(٣٥٧٥)

شرح الحديث: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ: کہ آپ ﷺ کو کپڑوں میں قمیص زیادہ پسند تھا۔

قمیص کے زیادہ پسند ہونے کی وجہ: زیادہ پسند ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کے اندر اعضاء اور بدن کا ستر زیادہ ہے بہ نسبت اس کے مقابل کے یعنی ازار اور رداء، نیز اس وجہ سے بھی کہ اس کے پہننے میں سہولت اور آرام زیادہ ہے اس لئے کہ ازار کو باندھنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور چادر میں امساک کی یعنی اس کو سنبھالنا پڑتا ہے بخلاف قمیص کے اور نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ قطن کا بنا ہوا ہوتا ہے، چنانچہ قاموس میں ہے: وَلَا يَكُونُ إِلَّا مِنَ الْقُطْنِ. وَأَمَّا الصُّوفُ فَلَا. بخلاف چادر کے کہ وہ اونی اور سوتی سب طرح کی ہوتی ہے [1] ۔والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٤٠٢٥ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: «لَمْ يَكُنْ ثَوْبٌ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَمِيصٍ».

ترجمة: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی کپڑا قمیص سے زیادہ پسند نہ تھا۔

تخریج: جامع الترمذي-اللباس(١٧٦٢)سنن أبي داود-اللباس(٤٠٢٦)سنن ابن ماجه-اللباس(٣٥٧٥)

٤٠٢٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، قَالَتْ: «كَانَتْ يَدُ كُمِّ قَمِيصِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ».

ترجمة: اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کی قمیص کی آستین گٹوں تک تھی۔

تخریج: جامع الترمذي-اللباس(١٧٦٥)سنن أبي داود-اللباس(٤٠٢٧)

شرح الحديث: **آستین کہاں تک ہونی چاہئے:** یعنی آپ ﷺ کے قمیص کی آستین پہنچے تک تھی، اور ترمذی کی روایت کے لفظ یہ ہیں كَانَ كُمُّ يَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ، یہ زیادہ واضح ہے بہ نسبت ابوداؤد کے لفظ کے "ید کم قمیص" اس میں "ید" کی اضافت "کم" کی طرف محتاج تاویل ہے بایں طور کہ کہا جائے کہ اضافت بیانیہ ہے اور سیوطی "مرقاۃ الصعود" میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس قمیص کا بیان ہے جس کو آپ سفر میں پہنتے تھے، اور وہ قمیص جس کو آپ حضر میں پہنتے تھے اس کی آستین اصابع تک ہوتی تھی کما فی حدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان؛ اور حضرت نے بذل میں اس کو نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے کہ حدیث الباب اولویت پر محمول ہے اور حدیث

---

[1] القاموس المحيط— ج١ص ٦٢٩ ،تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي— ج٥ص ٤٥٦

بیہقی بیان جواز پر [1]، لیکن آگے شامی سے اس کے خلاف آرہا ہے اور عون المعبود میں علامہ جزری سے نقل کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ قمیص کی آستین رسغ سے متجاوز نہ ہو اور غیر قمیص یعنی جبہ وغیرہ اس کے بارے میں علماء یہ فرماتے ہیں: السنة فيه أن لا يتجاوز رؤوس الاصابع، اسکے بعد صاحب تحفہ نے ان روایات مختلفہ میں مختلف وجوہ جمع ذکر کی ہیں [2]، وفي هامش البذل وبسط اختلاف الروايات في ذلك القاري في شرح عون الشمائل، وذكر الشامي (ج٥ص٢٤٧) في كتاب اللباس سنية الكمين إلى الأصابع فتأمل [3]۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٣۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَقْبِيَةِ

جبوں (عباؤں) کے پہننے کا بیان

أَقْبِيَة جمع ہے قبا کی اس میں دو لغت ہیں قباء (بالمد) اور قبا (بالقصر) یعنی چوغہ۔

٤٠٢٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى، أَنَّ اللَّيْثَ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، قَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: «خَبَأْتُ هَذَا لَكَ» قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: مَخْرَمَةُ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ قَالَ: قُتَيْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، لَمْ يُسَمِّهِ.

ترجمہ: مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بہت سے جبے (عبائیں) تقسیم فرمائیں اور میرے والد مخرمہ کو کچھ عطانہ فرمایا مخرمہ نے کہا: اے بیٹے! مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو تو میں اپنے والد کے ساتھ گیا پھر والد صاحب نے مجھ سے کہا گھر کے اندر جاؤ حضور ﷺ کو بلا کر لاؤ۔ مسور کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بلایا آپ ﷺ میرے والد مخرمہ سے ملاقات کیلئے باہر تشریف لائے آپ ﷺ ایک چوغہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے لئے یہ چوغہ چھپا کر رکھا تھا پھر میرے والد مخرمہ نے وہ چوغہ دیکھا (یعنی اسکو چھو کر اندازہ کیا کہ کتنا اچھا ہے) قتیبہ اور ابن وہب دونوں استاد متفق ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مخرمہ! اب تو خوش ہو گئے۔ قتیبہ نے عن ابن ابی ملیکہ ذکر کیا اور ان کا نام ذکر نہ کیا (اسکے برعکس یزید بن خالد نے ابی ملیکہ کا نام عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ذکر کیا ہے)۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٦ ص٣٥٣

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج٥ ص٤٥٩-٤٦٠

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٦ ص٣٥٣

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٩) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥١٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٥٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٨١) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٥٨) جامع الترمذي - الأدب (٢٨١٨) سنن النسائي - الزينة (٥٣٢٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٢٨).

شرح الحدیث مسور بن مخرمہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور اقدس ﷺ نے چوغے تقسیم فرمائے جس میں میرے والد مخرمہ رہ گئے ان کو نہ مل سکا، توانہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں لیکر چلو، (بذل میں لکھا ہے کہ وہ نابینا ہو گئے تھے [1]) مسور کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ گیا دروازہ پر پہنچ کر انہوں نے مجھ سے فرمایا (کیونکہ یہ کم عمر تھے) کہ تو اندر جاکر حضور ﷺ کو بلا کر لا، مسور کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کو بلا کر لایا تو آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک قبا لیکر باہر تشریف لائے، اور میرے والد سے فرمایا خَبَأْتُ هَذَا لَكَ کہ یہ میں نے تیرے لئے چھپا کر رکھا تھا، مخرمہ نے جب اس کو ہاتھ میں لیکر چھوا تو آپ نے فرمایا: رَضِيَ مَخْرَمَةُ کہ خوش ہو گئے یا نہیں، ممکن ہے یہ استفہام ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ خبر ہو۔ یا یہ قول مخرمہ کا ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اب تو میں خوش ہو گیا۔

یہ روایت بخاری میں ذرا تفصیل سے ہے اور مختلف الفاظ سے متعدد جگہ ابواب الخمس میں اس طرح ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ [2]۔

اور پھر آگے وہی ہے جو یہاں ابوداؤد کی روایت میں ہے، اور اس کے آخر میں ہے وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شِدَّةٌ، راوی نے جو آخری بات ان کے بارے میں کہی، مزاج کی تیزی، یہ اشارہ ہے اسی طرف کہ ان کا اپنے حق اور حصہ کو وصول کرنے کیلئے عجلت کرنا اور اپنے چھوٹے بچہ کو ساتھ لیکر حضور ﷺ کے دولت کدہ پر جانا، یعنی اس کا منشاء یہ تھا، ایسے ہی أسد الغابة میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے وكان في لسانه فظاظة وكان النبي صلى الله عليه وسلم يتقي لسانه [3] اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسور بن مخرمہ صحابی ابن الصحابی ہیں، اور مسور صغار صحابہ میں سے ہیں جیسے محمود بن الربیع، سائب بن یزید وغیرہم، والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي. قاله المنذري۔

٤ـ بَابٌ فِي لُبْسِ الشُّهْرَةِ

دکھاوے کیلئے کپڑا پہننے کا بیان

٤٠٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي

[1] یہ کسی اور شارح نے نہیں لکھا بظاہر حضرت نے یہ بات اطلق بنا سے مستنبط فرمایا کہ ہمیں لے چلو، البتہ ان کے ترجمہ میں یہ ملتا ہے "وعمي في آخر عمره" اور ان کا آخر عمر بہت مدت کے بعد ہوا اس لئے کہ ان کی وفات ٥٤ھ میں ہوئی۔

[2] صحيح البخاري - كتاب الخمس - باب قسمة الإمام ما يقدم عليه ويخبأ لمن لم يحضره أو غاب عنه ٢٩٥٩

[3] أسد الغابة في معرفة الصحابة - ج٥ ص ١٢٠ (دار الكتب العلمية بيروت)

زُرْعَةَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ الشَّامِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ - قَالَ فِي حَدِيثِ شَرِيكٍ: يَرْفَعُهُ - قَالَ: «مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبًا مِثْلَهُ» زَادَ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ «ثُمَّ تُلَهَّبُ فِيهِ النَّارُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے محمد بن عیسٰی مصنف کے استاد کہتے ہیں کہ شریک کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ابن عمرؓ مرفوعاً نقل کر رہے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی نام ونمود کیلئے کپڑے پہنتا ہے روز قیامت اللہ پاک اس کو اسی طرح کا جوڑا پہنائیں گے ابو عوانہ کی روایت میں محمد بن عیسٰی نے یہ اضافہ کیا پھر اس کپڑے میں آگ لگا دی جائے گی۔

۴۰۳۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: ثَوْبَ مَذَلَّةٍ.

ترجمہ: مسدد ابو عوانہ سے نقل کرتے ہیں (کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ پاک روز قیامت اس نام ونمود والے شخص کو) ذلت والے کپڑے پہنائیں گے۔

تخریج: سنن أبي داود-اللباس(۴۰۲۹) سنن ابن ماجه-اللباس(۳۶۰۶) سنن ابن ماجه-اللباس(۳۶۰۷) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(۹۲/۲)

شرح الاحادیث: یعنی جو شخص شہرت کے لئے کپڑا پہنے یا تو عمدہ بطور تفاخر کے یا بہت سادہ اظہار زھد کے لئے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بروز قیامت ایسا ہی کپڑا پہنائیں گے، اور پھر اس کپڑے میں آگ لگا دی جائے گی، والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۴۰۳۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ».

ترجمہ: ابن عمرؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جو کسی اچھی یا بری جماعت کی مشابہت اختیار کرلے گا تو اس کا شمار بھی اس ہی میں سے ہوگا۔

شرح الحدیث: یعنی جو شخص جس قسم کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا لباس وغیرہ امور میں خواہ وہ جن کی مشابہت اختیار کر رہا ہے کفار وفساق میں سے ہوں، یا صلحاء اور ابرار میں سے ہوں، پس اس شخص کا شمار ان ہی میں ہوگا باعتبار اثم اور خیر دونوں کے، یعنی عند اللہ تعالیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلحاء کے لباس اختیار کرنے میں بھی فائدہ اور خیر ہے بشرطیکہ اتباع کی نیت سے ہو، شہرت اور لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا مقصود نہ ہو، جیسا کہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے مقابلہ میں جو ساحر آئے تھے وہ اسی جیسے لباس میں آئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا، تو اس مشابہت ہی کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت [1]

---

[1] اسکے بارے میں ایک اور نکتہ بھی لکھتے ہیں وہ یہ کہ وہ ساحر چونکہ اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے وہ سحر کے قبیل سے نہیں ہے اسلئے کہ اس میں قلب ماہیت ہو گیا تھا اور ساحر کے سحر سے قلب ماہیت نہیں ہوتا بلکہ صرف ظاہری صورت بدلتی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

سے نوازدیا تھا۔

لباس کے اختیار کرنے میں ضابطہ: لباس کیسا پہننا چاہئے اس کا قاعدہ ہم نے اپنے بعض اساتذہؒ سے یہ سنا ہے کہ جس لباس کی مدح یا مذمت حدیث شریف میں منصوص ہے اس میں تو اس کا اعتبار ہو گا اسکے علاوہ میں یہ ہے کہ جس زمانہ کے صلحاء کا جو لباس ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے، وذلك لانہ قال اللہ تعالی وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ[1]۔

٥- بَابٌ فِي لُبْسِ الصُّوفِ وَالشَّعَرِ

اونی کپڑے اور سوتی کپڑے پہننے کا بیان

صوف یعنی اون اور بھیڑ وغیرہ کے بال، اور شعر بکری وغیرہ کے بال۔

٤٠٣٢ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ»، وَقَالَ حُسَيْنٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے آپ ﷺ ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں کجاوے کے مانند نقش و نگار تھے۔ (مصباح اللغات ص ٢٨٤)۔ اور یہ چادر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ مصنف کے استاد حسین بن علی اس روایت میں ابن ابی زائدہ کے بجائے یحیٰ بن زکریا راوی کو ذکر کرتے ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨١) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٢٤) جامع الترمذي - الأدب (٢٨١٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٦٢)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ گھر سے نکلے جب کہ آپ ﷺ ایسی چادر میں ملبوس تھے جس میں رحالِ ابل کی تصاویر تھیں اور وہ چادر سیاہ بالوں کی تھی، یعنی سیاہ کمبل۔

اور اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ یہ تصاویر غیر ذی روح کی تھیں اس حدیث سے آپ ﷺ کے سیاہ کمبل اوڑھنے کا ثبوت ہوا، ویسے آپ ﷺ سے دوسرے الوان کے کپڑے پہننا بھی ثابت ہے جیسا کہ آگے روایات میں آرہا ہے سیاہ کمبل کی کوئی تخصیص نہیں ہے لیکن عوام میں اس لفظ کی شہرت ہے آپ کے بارے میں "کالی کملی والے" سو ہو سکتا ہے اس کا کوئی خاص سبب ہو اور کسی خاص وقت میں آپ سیاہ کمبل میں ہوں سوچنے سے میرا ذہن اس واقعہ کی طرف گیا جس کو آیت مباہلہ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے، یعنی یہ آیت قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ

[1] اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف (سورۃ لقمان ١٥)

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ [1]۔

آپ ﷺ کے ارادۂ مباہلہ پر ایک پادری کا تأثر: ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی دعا رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي» [2] اس آیت پر آپ نے نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کا ارادہ فرمایا اور آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے جب کہ آپ کے اوپر سیاہ کمبل تھا وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ اور اس وقت آپ ﷺ نے حضرت حسینؓ کو اپنی گود میں لیا اور حضرت حسنؓ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے پیچھے حضرت فاطمہؓ تھیں اور ان کے پیچھے حضرت علیؓ، نجران کے ایک پادری نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے اپنے لوگوں سے خطاب کر کے کہا: إني لأرى وجوها لو سألوا الله أن يزيل جبلا من مكانه لأزاله بها، فلا تباهلوا فتهلكوا ولا يبقى على وجه الأرض نصراني إلى يوم القيامة [3] یعنی میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کیلئے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ہٹا دیں گے، لہٰذا تم اس نبی کے ساتھ مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا، چنانچہ اس کے بعد ان لوگوں کی رائے مباہلہ کی نہ رہی یہ مفصل واقعہ ہے آگے تک تو اس خاص موقع پر آپ ﷺ کالی کملی میں تھے۔ والحديث اخرجه مسلم والترمذي، قاله المنذري۔

۴۰۳۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ لُقْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، قَالَ: «اسْتَكْسَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَسَانِي خَيْشَتَيْنِ» فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَكْسَى أَصْحَابِي".

ترجمہ عتبہ بن عبد السلمی کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوشاک طلب کی تو آپ ﷺ نے مجھے گھٹیا کتان کے دو کپڑے عطا فرمائے (باوجود گھٹیا ہونے کے چونکہ فقر وفاقہ کا عالم تھا) میں ان کپڑوں کو پہن کر اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں میں خوش پوشاک محسوس کرتا تھا۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (۴۰۳۲) سنن أبي داود - اللباس (۴۰۳۲)

شرح الحدیث عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پہننے کے لئے کپڑا طلب کیا تو آپ نے مجھے معمولی کتان کے دو کپڑے پہنا دیئے تو ان کو پہننے کے بعد میں اپنے آپ کو دیکھتا تھا کہ میں اپنے ساتھیوں میں سب سے اچھے

---

[1] تو تو کہدے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر التجاء کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔ (سورۃ آل عمران ٦١)

[2] جامع الترمذي - كتاب تفسير القرآن - باب ومن سورة آل عمران ۲۹۹۹

[3] التفسير الكبير للرازي - ج۸ ص۸۵ (طبع بالمطبعة البهية المصرية ۱۳۵۷ھ)

لباس والا ہوں کیونکہ اوروں کے پاس ایسے بھی نہ تھے اس سے اس زمانہ کی ناداری اور احتیاج کی حالت کی طرف اشارہ ہے۔

۴۰۳۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبِي يَا بُنَيَّ «لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَصَابَتْنَا السَّمَاءُ، حَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ».

ترجمہ: حضرت ابو بردہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے! اگر تم ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھتے اور بارش ہوئی ہوتی تو تم یہ سمجھتے (خیال کرتے) کہ ہم لوگوں میں سے بکریوں اور بھیڑوں کی بو آرہی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (۲۴۷۹) سنن أبي داود - اللباس (۴۰۳۳) سنن ابن ماجه - اللباس (۳۵۶۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۴۰۷/۴)

شرح الحدیث: حَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ: حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے اگر تو ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھتا کہ جب ہمارے کپڑے بارش میں تر ہو جاتے تھے (تو اس وقت میں ہمارے کپڑوں میں سے جو بو آتی تھی) تو اس کو بھیڑ کی بو سمجھتا۔

بھیڑ کی اون تو بہت عمدہ ہو سکتی ہے اگر اس کو آج کل کی طرح مشینوں سے تیار کی جائے چنانچہ پشمینہ جو خاص قسم کی اون ہوتی ہے اس کی چادر کئی کئی ہزار میں آتی ہے مگر اس زمانہ میں اون بہت گھٹیا اور معمولی درجہ کی ہوتی تھی، لوگ خود ہی اپنے گھروں میں اس کو دھو کر اس کا کپڑا بن لیتے تھے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۴۰۳۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ مَلِكَ ذِي يَزَنَ «أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً أَخَذَهَا بِثَلَاثَةٍ وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ نَاقَةً فَقَبِلَهَا».

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے ہیں ذی یزن بادشاہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جوڑا ہدیہ کیا جو اس نے ۳۳ اونٹ اور ۳۳ اونٹنیاں دے کر خرید ا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اتنا مہنگا ہدیہ بھی) قبول فرمالیا۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (۴۰۳۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۱/۳) سنن الدارمي - السير (۲۴۹۴)

شرح الحدیث: **آپ کا غیر مسلموں کا ہدیہ قبول فرمانا**: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ حمیر کا بادشاہ جس کا نام ذی یزن تھا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوڑا ہدیہ بھیجا جس کو اس نے تینتیس ۳۳ اونٹ یا اونٹنیوں کے بدلہ میں خرید ا تھا تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا تھا اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جوڑا بیس سے زائد اونٹنیوں کے بدلہ میں خرید کر ذی یزن کے پاس ہدیۃً بھیجا۔

کتاب الخراج کے اواخر میں ایک باب گزرا ہے باب فی الامام یقبل هدایا المشرکین جس کے آخر میں ایک حدیث یہ گزری

ہے لُمحیث عَنْ زَبَدِ الْمُشْرِكِينَ وہاں پر "الدر المنضود" میں یہ روایت اور اس جیسی اور روایات کا حوالہ گزر چکا ہے فارجع الیہ لو شئت۔

٤٠٣٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اشْتَرَى حُلَّةً بِبِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ قَلُوصًا، فَأَهْدَاهَا إِلَى ذِي يَزَنَ».

ترجمہ: اسحاق بن عبد اللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا بیس سے کچھ زیادہ اونٹنیوں کے بدلے میں خریدا پھر وہ ذی یزن بادشاہ کو ہدیہ بھیج دیا۔

٦ - بَابُ لِبَاسِ الْغَلِيظِ

موٹے لباس کا بیان

٤٠٣٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَعْنَى، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِنَ الَّتِي يُسَمُّونَهَا الْمُلَبَّدَةَ فَأَقْسَمَتْ بِاللهِ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فِي هَذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ».

ترجمہ: ابو بردہؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ ہمارے سامنے یمن کا تیار شدہ موٹا سا تہبند اور ملبدہ نامی ایک چادر لیکر آئیں اور اللہ کی قسم کھا کر فرمانے لگیں کہ ان دو کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤١) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٨٠) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٠) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٣٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢/٦)

شرح الحدیث: حضرت ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عائشہؓ کے یہاں گیا (تو ممکن ہے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ملبوس کی زیارت کی خواہش کی ہو) تو وہ ہمارے دکھانے کو ایک موٹی سی لنگی جس قسم کی یمن میں بنی جاتی ہے وہ نکال کر لائیں اور ایک چادر جس کو لوگ ملبدہ کہتے ہیں، اور پھر وہ قسم کھا کر فرمانے لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی ہے۔

مُلبّدہ کی ایک تفسیر مرقعہ سے کی گئی ہے یعنی پیوند کار، اور دوسری تفسیر غلیظ سے کی گئی ہے یعنی موٹے کپڑے کی گھٹیا سی (گدڑیا) یا ہو سکتا ہے اس کا موٹا ہونا اسی وجہ سے ہو کہ اس میں پیوند اور جوڑ لگے ہوئے تھے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۴۰۳۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو ثَوْرٍ الْكَلْبِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ بْنِ الْقَاسِمِ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ أَتَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: ائْتِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَلَبِسْتُ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنْ حُلَلِ الْيَمَنِ - قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَجُلًا جَمِيلًا جَهِيرًا - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَتَيْتُهُمْ فَقَالُوا: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا هَذِهِ الْحُلَّةُ قَالَ: مَا تَعِيبُونَ عَلَيَّ «لَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنَ الْحُلَلِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اسْمُ أَبِي زُمَيْلٍ سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيُّ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب خوارج نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تو میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اس جماعت کے پاس جاؤ (اور شبہات دور کرنے کی کوشش کرو) تو میں نے یمن کے جوڑوں میں سے ایک سب سے خوبصورت جوڑا زیب تن کیا ابوز میل (راوی) کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ ایک خوبصورت وجیہ شخص تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا تو کہنے لگے اے ابن عباس خوش آمدید! یہ کیا ہی (خوبصورت) جوڑا ہے (گویا کہ عمدہ لباس پر طنز کیا) تو ابن عباسؓ نے فرمانے لگے کہ مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عمدہ جوڑا زیب تن کئے دیکھا ہے۔

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ان خوارج نے حضرت علیؓ پر خروج یعنی ان سے بغاوت اور ان پر چڑھائی کی تو میں حضرت علیؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے یہ فرمایا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ یعنی ان کو سمجھانے اور شکوک وشبہات دور کرنے کے لئے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی تیاری کیلئے بہترین جوڑا پہنا یمن کے جوڑوں میں سے راوی کہتا ہے (ان کا شاگرد) کہ ابن عباسؓ بڑے خوبصورت اور بڑے حسن المنظر یعنی نگاہوں میں جچنے والے تھے ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ کو خوش آمدید اور مرحبا کہا اور ساتھ ہی یہ بھی اشکال کیا مَا هَذِهِ الْحُلَّةُ؟ یعنی یہ ایسا قیمتی لباس کیوں پہنا ہے، مطلب یہ تھا کہ خلاف سنت کام کیا انہوں نے فرمایا مجھ پر کیا عیب لگاتے ہو بیشک میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر بہتر سے بہتر جوڑے دیکھے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس عمدہ سے عمدہ اور گھٹیا دونوں ثابت ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب طرح کا لباس پہننا ثابت ہے عمدہ سے عمدہ بھی اور گھٹیا بھی، اب یا تو یہ کہا جائے کہ عمدہ لباس پہننا بیان جواز کے لئے تھا یا ہدیہ کرنے والے کی تطییب خاطر کیلئے یا وفود اور مہمانوں کی آمد کے موقعہ پر جیسا کہ کتاب الصلاۃ میں باب اللبس للجمعة میں روایت گزری ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے جب حلہ سیراء کو فروخت ہوتا ہوا دیکھا تو انہوں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ الحديث [1]، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا ابْتَعْ هَذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب اللبس للجمعة ۱۰۷۶

وَالْمَوْلُودِ[1] اور یا یہ کہ عدم اہتمام کی وجہ سے یعنی نہ عمدہ کا اہتمام تھا نہ گھٹیا کا وقت پر جیسا میسر ہوا بلا تکلف زیب تن فرمالیا۔

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَزِّ

ریشم پہننے کا بیان

خز کی تفسیر میں کسی قدر اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ خز وہ کپڑا ہے جو ابریشم اور اون سے بنا گیا ہو یعنی خالص حریر نہ ہو ابریشم تو اصل حریر ہے خالص اس کا نہ ہو اور ابن العربی فرماتے ہیں کہ خز وہ کپڑا ہے جس کا سدیٰ یا لحمہ کوئی سا ایک حریر ہو اور دوسرا غیر حریر اور بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اطلاق خالص حریر پر بھی ہوتا ہے اور ایک قول اس لفظ کی اصل کے بارے میں یہ ہے کہ خز خُزَزٌ۔ بوزن عمر سے ماخوذ ہے، خُزَزٌ کہتے ہیں نر خرگوش کو (ذکر الارنب) اور خز اس کی اون کو دھونی غاية اللين مثل الابريسم اب ان سب کا خلاصہ تین قول ہوئے جو ① حریر اور غیر حریر دونوں سے بنا گیا ہو، ② خالص حریر، ③ جو کپڑا وبر الارنب سے بنا گیا ہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ خز کے بارے میں روایات حدیث بھی مختلف ہیں، بعض سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث اول میں اور بعض سے حرمت جیسا کہ اسی باب کی حدیث ثانی سے معلوم ہو رہا ہے۔

۴۰۳۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْمَاطِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارَى عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَاءُ، فَقَالَ: «كَسَانِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» هَذَا لَفْظُ عُثْمَانَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِهِ.

ترجمہ: سعد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے بخارا میں ایک شخص کو سفید خچر پر سوار دیکھا جو کہ خز کا سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھا تو اس شخص نے بتایا کہ یہ عمامہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پہنایا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي-تفسير القرآن (٣٣٢١) سنن أبي داود- اللباس (٤٠٣٨)

شرح الحدیث: باب کی پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے سعد بن عثمانؓ کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں، رَأَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارَى عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَاءُ الخ۔ کہ میں نے بخارا میں ایک شخص کو دیکھا جو سفید خچری پر سوار تھا جس کے سر پر سیاہ رنگ کا خز عمامہ تھا اس شخص نے یہ کہا کہ یہ عمامہ مجھ کو حضور اقدس ﷺ کا عطیہ ہے۔

۴۰۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ، وَاللهِ يَمِينٌ أُخْرَى مَا كَذَّبَنِي، أَنَّهُ

---

[1] سنن أبي داود- كتاب الصلاة- باب اللبس للجمعة ١٠٧٧

سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزَّ، وَالْحَرِيرَ» وَذَكَرَ كَلَامًا، قَالَ: «يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخَرُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَعِشْرُونَ نَفْسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَكْثَرُ لَبِسُوا الْخَزَّ مِنْهُمْ أَنَسٌ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ».

ترجمہ ابو عامر یا ابو مالک کی روایت ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میں پکی (مضبوط) قسم کھاتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے جھوٹی بات نہ کہی، بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً ضرور بالضرور میری امت کے چند گروہ خز اور ریشم (کے استعمال) کو حلال کریں گے اور نبی اکرم ﷺ نے مزید اور باتیں ارشاد فرمائیں پھر ارشاد فرمایا ان میں سے باقی لوگوں کو روز قیامت تک بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا۔

شرح الحدیث دوسری حدیث ابو عامر صحابی کی ہے جس میں یہ ہے: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزَّ[1]، وَالْحَرِيرَ» وَذَكَرَ كَلَامًا، قَالَ: «يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخَرُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو خز اور حریر کو حلال قرار دیں گے (یعنی عملاً یا عملاً و اعتقاداً دونوں) ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے بعض کی صورتیں مسخ کر دی جائیں گی قردہ اور خنازیر کی شکل میں ہمیشہ کے لئے۔

اس دوسری حدیث میں سند کے اندر ایک لفظ آیا ہے: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ، وَاللّٰهِ يَمِينٌ أُخْرَى مَا كَذَّبَنِي اس طرح وہاں کہتے ہیں جہاں مبالغہ فی القسم مقصود ہو وفی الحاشیۃ: أي يمين بلغت في أقصى درجات التوثق اھ اس کا ترجمہ یہ سمجھئے: مکرر قسم کھا کر کہتا ہوں۔

اس امت میں مسخ کا ثبوت: اس حدیث یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اس امت میں اخیر زمانہ میں مسخ واقع ہوگا اس پر کلام کسی قدر ہمارے یہاں مبادرت علی الامام والی حدیث میں گزر چکا، ان یحول اللہ صورتہ صورۃ حمار کے ذیل میں۔

ان دو حدیثوں میں اختلاف ظاہر ہے کہ ایک سے لبس خز کا جواز اور دوسری سے حرمت ثابت ہو رہی ہے ابو داود کے بعض نسخوں میں ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعِشْرُونَ نَفْسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلُّ أَوْ أَكْثَرُ لَبِسُوا الْخَزَّ مِنْهُمْ أَنَسٌ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ.

لباسِ خز کے بارے میں متعارض روایات میں تطبیق: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ منع اور جواز کی ان دو مختلف حدیثوں میں تطبیق مختلف طور سے کی گئی ہے:

---

[1] صحیح یہی ہے کہ یہ لفظ خاء معجمہ اور زای معجمہ کے ساتھ ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے، اور بعض نے اس کو حاء مہملہ اور راء مہملہ کے ساتھ ضبط کیا ہے یعنی حر واصلہ حرح وھو الفرج، یرید انہ یکثر فیھم الزنا فی الفرج (بذل)۔

① منع کا تعلق حریر مُصْمَتْ یعنی خالص حریر سے ہے اور جواز والی روایت غیر مصمت یعنی مخلوط پر محمول ہے کیونکہ خز کا اطلاق جیسا کہ پہلے گزر چکا دونوں پر ہوتا ہے۔

② نہی محمول ہے اس کپڑے پر کہ جس کا لحمہ حریر اور سدیٰ غیر حریر ہو، اور جواز اس کے عکس پر یعنی جس کا سدیٰ حریر ہو اور لحمہ غیر حریر ہو۔

③ اگر مراد خز سے ابریشم اور حریر ہے تب تو وہ حرام ہے اور اگر اس سے مراد وبر الارنب ہے تب وہ جائز ہے (ملتقطا من البذل) کپڑے کے اندر دو طرح کے دھاگے ہوتے ہیں پہلے طولاً جس کو سدیٰ یعنی تانا کہتے ہیں اور دوسرا لحمہ جو عرضاً ہوتا ہے یعنی بانا۔

وهو الاصل وعليه مدار الحرمة، چنانچہ ایک باب کے بعد آرہا ہے بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ وَخَيْطِ الْحَرِيرِ جس میں یہ حدیث آرہی ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّمَا «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيرِ، فَأَمَّا الْعَلَمُ مِنَ الْحَرِيرِ، وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهِ» ،الحديث الاول اخرجه الترمذي والنسائي ،والثاني اخرجه البخاري تعليقًا ،قاله المنذري.

٨۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

ریشم کے پہننے کا بیان

لبس حریر کے مختلف اسباب اور صورتیں اور انکا حکم: حنفیہ کا مسلک اس میں یہ ہے کہ مردوں کیلئے حریر خالص حرام ہے، اور ایسے ہی جس کا لحمہ یعنی بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو وہ بھی حرام ہے، البتہ اگر اسکا عکس ہے تو وہ جائز ہے، اور شافعیہ کا مذہب جیسا کہ ان کی کتاب متن ابی شجاع (متن أبي شجاع المسمى الغاية والتقريب ص ١٤) میں مذکور ہے۔ وإذا كان بعض الثوب إبريسما وبعضه قطنا أو كتانا جاز لبسه مالم يكن الإبريسم غالبا اه [1]۔

دوسرا مسئلہ ہے لبس الحرير لاجل الحرب کا، سو صاحبین کے نزدیک حرب میں حریر خالص جائز ہے، امام صاحب کے نزدیک خالص جائز نہیں، البتہ مخلوط جائز ہے یعنی جس کا تانا یا بانا حریر ہو اور دوسرا غیر حریر۔

ایک مسئلہ یہاں پر اور ہے یعنی لبس الحرير لعذر، کسی عذر مثلاً خارش وغیرہ کی وجہ سے لبس حریر اسکا باب آگے مستقل آرہا ہے۔

ایک مسئلہ یہاں پر اور ہے یعنی افتراش الحرير للرجال جو "بذل المجهود" میں باب فی الحرير النساء کے ذیل میں مذکور ہے اور

---

[1] وفي الابواب والتراجم ج ٦ ج ٧٦ وهذا التفصيل اى التفريق بين السدى واللحمة عندنا الحنفية ،واما الجمهور فالعبرة عندهم للغلبة ،قال الموفق: فاما المنسوج من الحرير وغيره كثوب منسوج من قطن وابريسم او قطن وكتان فالحكم للاغلب منها لان الاول مستهلك فيه: وفيه ايضا: واما اذا استويا ففى تحريمه واباحته وجهان، وهذا مذهب الشافعي اه مختصراً.

ہمارے یہاں الدر المنضود جلد ثانی باب إذا کانوا ثلاثة کیف یقومون میں حدیث انس: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ [1] کی شرح میں گزر چکا۔

٤٠٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ تُبَاعُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلِلْوُفُودِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ»، ثُمَّ جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ: عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا» فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ.

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے مسجد کے دروازہ پر ایک دھاری دار ریشمی جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ یہ جوڑا خرید لیتے تو جمعہ کے روز (نماز جمعہ کیلئے) اور سفیروں (سے ملاقات) کیلئے اس جوڑے کو زیب تن فرمالیا کریں جب وہ آپ سے ملاقات کیلئے آئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ان جوڑوں میں سے چند ایک جوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمر بن خطاب کو بھی عنایت فرمایا، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ! آپ مجھے یہ پہناتے ہیں حالانکہ آپ نے (مسجد کے دروازے پر فروخت ہونے والے) عطارد نامی شخص کے جوڑے کے بارے میں فرمایا (اتنی سخت وعید ارشاد فرمائی تھی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے وہ تمہیں پہننے کیلئے تھوڑا ہی دیا ہے تو حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے ایک مشرک بھائی کو وہ جوڑا دے دیا۔

شرح الحدیث: یہ حدیث اور اس پر کلام کتاب الصلاۃ باب اللبس للجمعۃ میں گزر چکا فارجع الیہ لو شئت۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٠٤١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: «حُلَّةُ إِسْتَبْرَقٍ» وَقَالَ: فِيهِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ وَقَالَ: «تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہی واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ استبرق کا جوڑا تھا (ریشم کی قسم ہے) اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ریشم کی عباء بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو فروخت کر کے اپنی

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون ٦١٢

ضرورت میں خرچ کرلو۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (٨٤٦) صحيح البخاري - البيوع (١٩٩٨) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٧٠) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٣٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٦٨) سنن النسائي - الجمعة (١٣٨٢) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٦٠) سنن النسائي - الزينة (٥٢٩٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٠) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠) موطأ مالك - الجامع (١٧٠٥)

٤٠٤٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ، إِلَى عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَا كَانَ هَكَذَا، وَهَكَذَا أُصْبُعَيْنِ وَثَلَاثَةً وَأَرْبَعَةً».

ترجمہ ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ریشم (کے پہننے) سے ممانعت فرمائی ہے مگر جو کی اتنی مقدار ہو..... دو اور تین یا چار انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٤٩٠) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٦٩) سنن النسائي - الزينة (٥٣١٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٤٣)

شرح الحدیث اس حدیث سے مردوں کیلئے حریر کا بقدر چار انگشت کے جواز معلوم ہو رہا ہے، اس چار انگشت سے مراد یہ ہے کہ سنجاف [1] یعنی اطراف ثوب میں جیسے گریبان اور کف اور آگے پیچھے چاک کے سرے میں جائز ہے، چنانچہ بخاری میں ہے اس حدیث کے بعد فِيمَا عَلِمْنَا. أَنَّهُ يَعْنِي الْأَعْلَامَ [2]، اور باب الرخصة في العلم وخيط الحرير کا آگے مستقل باب آرہا ہے اس میں حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ چار انگشت کے بقدر جائز ہے جیسا کہ ابو داؤد کی اس روایت میں تصریح ہے، مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ صحیحین کی روایت کے الفاظ تو یہ ہیں: نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا هَكَذَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ، اور دوسری روایت میں ہے بِإِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى [3]، جس سے بظاہر مقدار جواز صرف دو انگشت معلوم ہو رہی ہے، ولم يتعرض له في البذل. فتأمل [4] والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري۔

٤٠٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُهْدِيَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ سِيَرَاءَ فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا، فَأَتَيْتُهُ فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ وَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، وَأَمَرَنِي فَأَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي».

---

[1] سَنجاف بالفتح، فارسی میں، سنجاف بکسر اول، حاشیہ، گوٹ جو کپڑوں کے کنارے زیبائش کے لئے لگاتے ہیں۔ (نور اللغات)

[2] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز منه ٥٤٩٠

[3] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز منه ٥٤٩٢

[4] ويمكن ان يقال: گوٹ کپڑے کے دونوں طرف ہوتی ہے کتاب کی روایت میں مجموع طرفین مذکور ہے اور صحیحین کی روایت میں ایک جانب مراد ہے فليتأمل ١٢۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دھاری دار ریشمی جوڑا ہدیہ پیش کیا گیا آپ ﷺ نے وہ مجھے بھجوا دیا میں وہ پہن کر حاضر خدمت ہوا میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار پائے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ تمہیں پہننے کے لئے نہیں بھیجا تھا پس میں نے آپ ﷺ کے حکم پر وہ جوڑا اپنی رشتہ دار خواتین میں تقسیم کر دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٧٢) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٥١) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠٢) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٧١) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٤) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٨) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٠) سنن النسائي - الزينة (٥١٦٦) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٧)

٩ - بَابُ مَنْ كَرِهَهُ

رییشم کے مکروہ ہونے کا بیان

اس باب سے مصنف کی غرض بظاہر یہ ہے کہ گزشتہ باب کی حدیث سے مردوں کے حق میں تین چار انگشت کے بقدر حریر کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کے بالمقابل مصنف اس باب میں بعض ایسی روایات لائے ہیں جن سے چار انگشت کے بقدر کا بھی جواز معلوم نہیں ہو رہا ہے لیکن اس نہی کو کراہت تنزیہہ پر محمول کیا جائے گا۔

٤٠٤٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ، وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ».

ترجمہ: حضرت علیؓ کی روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑے کے پہننے اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے سے اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآت کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

شرح الحدیث: یہاں پر مقصود بالذکر مصنف کو حدیث کا جزء اول ہے، قَسِّيِّ، منسوب ہے قَس کی طرف جو مصر میں ایک جگہ کا نام ہے اس کپڑے میں حریر کی آمیزش ہوتی ہے اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ قس اصل میں قز تھا زای کو سین سے بدل دیا، اور قز کہتے ہیں ابریشم کو، لبس معصفر میں اختلاف ہے، حنفیہ حنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک مباح ہے (الا البیہقی فانہ رجح الکراھۃ) اور امام مالک سے مروی ہے معصفر مقدم کی کراہت یعنی شدید، اور تختم ذہب کی نہی ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے اس میں بعض سلف کا اختلاف ہو چکا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ مطولاً ومختصراً، قالہ المنذری۔

٤٠٤٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْمَرْوَزِيَّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ: عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے حضور ﷺ کا فرمان اسی طرح نقل ہے اس دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ رکوع اور سجدے میں حضور ﷺ نے قرآن کی تلاوت سے منع فرمایا۔

٤٠٤٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا زَادَ وَلَا أَقُولُ «نَهَاكُمْ».

ترجمہ: موسیٰ بن اسماعیل (مصنف کے استاد) اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ راوی صراحۃ کہہ رہا کہ حضور ﷺ نے نَهَاكُمْ نہیں فرمایا بلکہ نھانی ارشاد فرمایا۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٠) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٧٨) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٤) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٨) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٠) سنن النسائي - الزينة (٥١٦٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٠٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٧)

٤٠٤٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ مَلِكَ الرُّومِ، أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتُقَةً مِنْ سُنْدُسٍ، فَلَبِسَهَا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يَدَيْهِ تَذَبْذَبَانِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى جَعْفَرٍ فَلَبِسَهَا، ثُمَّ جَاءَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا» قَالَ: فَمَا أَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: «أَرْسِلْ بِهَا إِلَى أَخِيكَ النَّجَاشِيِّ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کی بادشاہ روم نے حضور ﷺ کو ایک لمبی آستین والی پوستین باریک ریشمی کپڑے سے تیار شدہ ہدیہ کی تو حضور ﷺ نے اس کو زیب تن فرمایا (اس وقت تک ریشمی کپڑے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی) (راوی کہتے تھے) گویا میں آپ ﷺ کے ہاتوں کی آستین کو ہلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ لباس حضرت جعفرؓ کو عطا فرمایا تو حضرت جعفرؓ اس لباس کو زیب تن فرما کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے (اے جعفر) یہ تمہیں اس لئے نہیں دیا تھا کہ تم اس کو خود پہن لو۔ تو جعفر نے عرض کیا: پھر میں اس جوڑے کا کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جوڑا اپنے نجاشی بھائی کو بجھوا دو۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥١)

شرح الحدیث: روم کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پوستین جس کے کف وغیرہ حریر کے تھے بطور ہدیہ کے بھیجا سندس کہتے ہیں باریک حریر کو۔ من سندس کا مطلب ہے ای مکففة من سندس ورنہ پوستین تو حریر کی نہیں ہوتی، راوی

کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس پوستین کو زیب تن فرمایا گویا کہ میں اس کی آستینوں کو اس وقت دیکھ رہا ہوں حرکت کرتے ہوئے پوستین کی آستین ذرا دراز ہوتی ہیں پھر آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اس کو پہن کر حضرت جعفرؓ کے پاس بھیج دیا انہوں نے اس کو خود پہن لیا اور پہن کر جب آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو یہ اس لئے نہیں دی تھی کہ خود پہنو پھر آپ ﷺ کے فرمانے پر انہوں نے اس کو نجاشی شاہ حبشہؓ کو بھیج دیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کا پہننا جائز نہ تھا بلکہ اس لئے کہ وہ شاہانہ لباس تھا زہد کے خلاف۔

٤٠٤٨ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا أَرْكَبُ الْأُرْجُوَانَ، وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ، وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيرِ» قَالَ: وَأَوْمَأَ الْحَسَنُ إِلَى جَيْبِ قَمِيصِهِ، قَالَ: وَقَالَ «أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ، أَلَا وَطِيبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ» قَالَ سَعِيدٌ: أُرَاهُ قَالَ: إِنَّمَا حَمَلُوا قَوْلَهُ فِي طِيبِ النِّسَاءِ عَلَى أَنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا فَلْتَتَطَيَّبْ بِمَا شَاءَتْ.

ترجمہ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں گھوڑے کی زین پر بچھائی جانے والی سرخ ریشمی گدی پر بیٹھ کر سواری نہیں کرتا اور نہ میں زرد رنگ کا جوڑا پہنتا ہوں اور نہ میں وہ قمیص استعمال کرتا ہوں جس کے دامن اور آستین وغیرہ پر ریشم کی کڑھائی لگی ہو۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ حسن نے اپنی قمیص کے گریبان کی طرف اشارہ کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ گریبان پر ریشم کی کڑھائی والے کپڑے منع ہیں عمران فرماتے ہیں کی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جو رنگدار نہ ہو صرف اس میں خوشبو ہو اور عورتوں کی خوشبو رنگدار ہوتی ہے لیکن اس میں مہک نہیں ہوتی سعید (راوی) کہتے ہیں محدثین نے عورتوں کی خوشبوں کے متعلق اس فرمان نبوی کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب عورت شوہر کے گھر سے نکلتی ہے ایسی خوشبو استعمال کرے۔ اور جب شوہر کے گھر میں ہو تو ہر طرح کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٨) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٤٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤٢/٤)

شرح الحدیث لَا أَرْكَبُ الْأُرْجُوَانَ، وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ، وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيرِ: اُرجوان ایک پھولدار درخت بھی ہوتا ہے اور سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں ایسے ہی سُرخ کپڑے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے یہاں پر اس سے مراد المثیرة الحمراء ہے جس کا ذکر روایات میں بکثرت آتا ہے یعنی سُرخ گدی جس کو زین کے اوپر بچھاتے ہیں (سُرخ زین پوش) آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں اس پر سوار نہیں ہوتا یا تو سُرخ رنگ کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ اکثر ریشمی ہوتی ہے اور قمیص مکفف بالحریر کا نہ پہننا یہ تنزیہا تھا ورنہ وہ جائز ہے بشرطیکہ چار انگشت سے زائد نہ ہو، باقی حدیث کا مطلب ظاہر ہے۔

٤٠٤٩ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْحُصَيْنِ يَعْنِي الْهَيْثَمَ بْنَ شَفِيٍّ، قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي يُكْنَى أَبَا عَامِرٍ رَجُلٌ مِنَ الْمَعَافِرِ لِنُصَلِّيَ بِإِيلِيَاءَ

وَكَانَ قَاصَّهُمْ رَجُلٌ مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ: لَهُ أَبُو رَيْحَانَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ أَبُو الْحُصَيْنِ: فَسَبَقَنِي صَاحِبِي إِلَى الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَدِفْتُهُ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَسَأَلَنِي هَلْ أَدْرَكْتَ قَصَصَ أَبِي رَيْحَانَةَ قُلْتُ: لَا قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ، عَنِ الْوَشْرِ، وَالْوَشْمِ، وَالنَّتْفِ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيرًا، مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، أَوْ يَجْعَلَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، وَعَنِ النُّهْبَى، وَرُكُوبِ النُّمُورِ، وَلُبُوسِ الْخَاتَمِ، إِلَّا لِذِي سُلْطَانٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ ذِكْرُ الْخَاتَمِ».

ترجمہ ابی الحصین یعنی ہیثم بن شفی کہتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی جسکی کنیت ابوعامر ہے اور اسکا تعلق معافر قبیلے سے ہے ہم نے ایلیا (بیت المقدس کو کہتے ہیں [1]) میں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کیا وہاں پر قبیلہ ازد کا ایک شخص جسکی کنیت ابوریحانہ تھی واعظ اور مقرر تھے اور یہ ابوریحانہ صحابی تھے ابوالحصین راوی کہتے ہیں کہ میرا ساتھی مجھ سے پہلے مسجد پہنچ گیا اور میں بعد میں آیا پس میں اپنے ساتھی کے پہلو میں بیٹھ گیا تو میرے ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابو ریحانہ صحابی کا وعظ سنا تھا میں نے کہا نہیں تو میرے ساتھی نے کہا کہ میں نے ابوریحانہ سے حضور ﷺ کی یہ حدیث سنی کی آپ نے دس چیزوں سے منع فرمایا: ① دانتوں کو باریک کروانے سے ② بدن کے کسی حصے پر گودوانے سے ③ (سر یا ڈاڑھی کے) سفید بال اکھیڑنے سے ④ دو مردوں کا ایک چادر میں برہنہ لیٹنے سے ⑤ دو عورتوں کا چادر میں برہنہ لیٹنے سے ⑥ عجمیوں کی طرح کوئی آدمی قمیص کے اندر ریشمی بنیان پہنے ⑦ عجمیوں کی طرح کندھے پر ریشمی چادر ڈالے ⑧ دوسرے کا مال لوٹ مار کر کھانے سے ⑨ چیتے کی کھال پر سواری کرنے سے ⑩ انگوٹھی پہننے سے الا یہ کہ کوئی شخص کسی علاقے کا ذمہ دار ہو تو وہ انگوٹھی پہن سکتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود – اللباس (٤٠٤٩) سنن الدارمي – الاستئذان (٢٦٤٨)

شرح الحدیث ابوالحصین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرا ایک ساتھی جس کی کنیت ابوعامر ہے گھر سے نکلے تاکہ بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھیں، اور وہاں کا قاصّ یعنی واعظ اور مقرر قبیلہ ازد کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوریحانہ تھی جو کہ صحابہ میں سے تھا، ابو حصین کہتے ہیں کہ بیت المقدس پہنچنے میں میرا ساتھی مجھ پر سبقت لے گیا، (اور یہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اس وقت تک ان کا بیان ختم ہو چکا تھا) پھر میں پہنچا اور اپنے ساتھی کے برابر میں بیٹھ گیا، میرے ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ابوریحانہ کا وعظ سنا تھا؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ میں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ، عَنِ الْوَشْرِ، وَالْوَشْمِ، وَالنَّتْفِ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيرًا، مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، أَوْ يَجْعَلَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ حَرِيرًا مِثْلَ

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي – ج ٩ ص ١٦٨، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري للقسطلاني – ج ١ ص ٧٣

الْأَعَاجِمِ، وَعَنِ النُّهْبَى، وَرُكُوبِ النُّمُورِ، وَلُبُوسِ الْخَاتَمِ، إِلَّا لِذِي سُلْطَانٍ.

یعنی آپ ﷺ نے دس چیزوں سے منع فرمایا: ① وشر سے یعنی ترقیق الاسنان، دانتوں کو کسی آلہ سے باریک کرنا، جو بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ بڑی عمر کے ہو جانے کے بعد اپنے دانتوں کے اطراف کو باریک کرتی ہیں تاکہ وہ نوعمر اور کم عمر معلوم ہوں، باریک کرنے والی کو واشرہ، اور جس کے باریک کئے جائیں اس کو موشورہ کہتے ہیں اور، ② وشم سے جس کو گودنا کہتے ہیں، بدن کے کسی حصہ پر کسی باریک سلائی وغیرہ سے نشانات اور پھول بنا کر اس میں نیل یا سرمہ وغیرہ بھر دیتی ہیں، اور ③ نتف سے یعنی سفید بال کو اکھاڑ دینا سر یا ڈاڑھی سے، اور ④ یہ کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس بغیر شعار اور لنگی کے لیٹے، اور اگر دونوں اپنے اپنے کپڑوں میں مستور ہوں اور پھر ایک مشترک چادر اوڑھ کر لیٹ جائیں تو اس کا تو جواز ہے اگر خوف فتنہ نہ ہو، اور ⑤ ایسا ہی عورت کے بارے میں بھی فرمایا، ⑥ اور یہ کہ کوئی شخص عجمیوں کی طرح کپڑوں کے نیچے کوئی ریشمی کپڑا پہنے جیسے بنیان وغیرہ، ⑦ یا یہ کہ اپنے کاندھے پر ریشم کا رومال ڈال کر چلے، اور ⑧ دوسرے کے مال کو بغیر اجازت لینے سے، اور ⑨ چیتے وغیرہ کی کھال پر سوار ہونے سے رکوب النمور یعنی رکوب جلود النمور، نمور جمع نمر چیتا، یعنی شیر چیتے کی کھال زین پر بچھا کر اس پر سوار ہونا لانہ من زی الجبابرۃ، یہ متکبرین کی شان ہے اور ⑩ انگوٹھی پہننے سے عام آدمی کے لئے مگر کسی عہدہ دار کے لئے، جیسے مفتی وقاضی جن کو مہر لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

جلود نمور پر سوار ہونے کی ممانعت کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں یا تو زینت وخیلاء، اور حضرت امام شافعی کے نزدیک منع کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے نزدیک ان جانوروں کے بال ناپاک ہوتے ہیں اور دباغت سے پاک بھی نہیں ہوتے بخلاف الحنفیۃ فان عندھم شعر المیتۃ وعظمھا طاھر۔ لبس خاتم کے ابواب آگے مستقل آرہے ہیں۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

۴۰۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «نُهِيَ عَنْ مَيَاثِرِ الْأُرْجُوَانِ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اونٹ کے کجاوے پر سرخ ریشمی گدی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٨) سنن النسائي - الزينة (٥١٦٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٠)

شرح الحدیث: میاثرہ میثرہ کی جمع اور ارجوان سرخ رنگ اس کو اردو میں ارگوانی رنگ بولتے ہیں یعنی زین کے اوپر بچھانے کی سرخ گدی، اور منع یا تو اسراف کی وجہ سے ہے یا حریر کی وجہ سے، نیز رنگ کو بھی اس میں دخل ہے کہ وہ سرخ ہوتی ہے، چنانچہ اگلی روایت میں ہے المِيثَرَةِ الحَمْرَاءِ۔

٤٠٥١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «نَهَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ، وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ».

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے سے، ریشمی لباس پہننے سے اور سرخ گدی زین پر بچھانے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحیح مسلم - اللباس والزینة (٢٠٧٨) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٤) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٨) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٠) سنن النسائي - الزينة (٥١٦٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٧)

٤٠٥٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: «اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا فِي صَلَاتِي، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ غَانِمٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ایسی کالی اونی ریشمی چادر میں نماز ادا فرمائی جس پر بیل بوٹے (نقش ونگار) بنے ہوئے تھے تو دوران صلوۃ آپ ﷺ کی نظر مبارک ان نقش ونگار پر پڑگئی تو آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد ارشاد فرمایا: میری یہ چادر ابوجہم کو دیدو (ابوجہم نے ہی آپکو یہ چادر ہدیہ کی تھی) کیونکہ اس نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا اور میری سادھی چادر (جس پر نقش ونگار نہیں تھے) مجھے دیدو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابوجہم بن حذیفہ کا (جنہوں نے حضور ﷺ کو یہ چادر ہدیہ کی تھی) بنی عدی بن کعب سے تعلق ہے۔

٤٠٥٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَالْأَوَّلُ أَشْبَعُ.

تخریج: صحیح البخاري - الصلاة (٣٦٦) صحیح البخاري - الأذان (٧١٩) صحیح البخاري - اللباس (٥٤٧٩) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٦) سنن النسائي - القبلة (٧٧١) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٢) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٢٠)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الصلاۃ میں باب النظر فی الصّلاۃ میں گزر چکی۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۱۰۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ وَخَيْطِ الْحَرِيرِ

کپڑے میں ریشمی دھاگے اور ریشمی نقش و نگار کے جائز ہونے کا بیان

۴۰۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَبُو عُمَرَ، مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي السُّوقِ اشْتَرَى ثَوْبًا شَامِيًّا، فَرَأَى فِيهِ خَيْطًا أَحْمَرَ فَرَدَّهُ، فَأَتَيْتُ أَسْمَاءَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ: يَا جَارِيَةُ نَاوِلِينِي جُبَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوفَةَ الْجَيْبِ، وَالْكُمَّيْنِ، وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيبَاجِ».

ترجمہ ابو عمرو اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو بازار میں دیکھا کہ انہوں نے ایک شامی کپڑا خریدا پھر دیکھا تو اس میں ریشمی سرخ دھاریاں بنی ہوئی تھیں تو انہوں نے بیچنے والے کو یہ کپڑا واپس کر دیا۔ ابو عمرو کہتے ہیں کہ میں حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ابن عمرؓ کا یہ واقعہ ذکر کیا تو حضرت اسماءؓ نے اپنی باندی سے کہا کہ اے باندی مجھے حضور ﷺ کا جبہ لا دینا تو وہ باندی حضور ﷺ کا ایسا جبہ لے کر آئی جو موٹی چادر کا تھا اور اس کے گریبان اور دونوں آستین اور آگے پیچھے کی دونوں چاک میں ریشم لگی ہوئی تھی (یہ سب ریشم چار انگل کی مقدار سے کم تھی)۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٨/٦)

شرح الحديث یعنی ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے بازار سے ایک شامی کپڑا خریدا جب اس کے اندر سرخ دھاگے دیکھے یعنی ریشم کے تو اس کو انہوں نے واپس کر دیا، ابو عمر کہتے ہیں (راوی حدیث جو حضرت اسماءؓ کے مولی تھے) کہ میں حضرت اسماءؓ کے پاس گیا اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے ایک لونڈی سے کہا کہ وہ جو اندر حضور اقدس ﷺ کا جبہ رکھا ہے وہ لے کر آ۔ فَأَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوفَةَ الْجَيْبِ، وَالْكُمَّيْنِ، وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيبَاجِ تو وہ ایک ایسا اونی جبہ نکال کر لائیں جس کے گریبان اور کف اور آگے پیچھے دونوں چاک کے سرے میں ریشم کی گوٹ تھی۔

طَيَالِسَة جمع ہے طَيْلَسَان کی الکساء الغلیظ، موٹی اونی چادر جیب یعنی گریبان فرجین تثنیہ ہے فرج کا جس کا ترجمہ ہم نے چاک کیا ہے جو بعض جبّوں میں تھوڑا تھوڑا آگے اور پیچھے نیچے کی جانب ہوتا ہے یعنی بعض جبے تو وہ ہوتے ہیں جو آگے سے سارے ہی کھلے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو آگے سے سارے کھلے نہیں ہوتے بلکہ کچھ حصہ نیچے سے کھلا ہوتا ہے بعض مغربی جبے ایسے ہی ہوتے ہیں، اور دیباج کہتے ہیں دبیز اور موٹے قسم کے حریر کو، یہ سمجھئے کہ جسے کمخواب کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کپڑے میں ریشمی دھاری یا اس کے حواشی پر ریشم لگا ہوا ہو تو وہ مردوں کیلئے جائز ہے کما فی ترجمۃ الباب۔ ممکن ہے حضرت ابن عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہ ہو اسی لئے حضرت اسماءؓ نے ان کو بتلانے کے لئے یہ جبہ منگایا۔ والحدیث اخرجہ

مسلم والنسائي وابن ماجه نحوه مختصراً. قاله المنذري.

٤٠٥٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّمَا «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيرِ، فَأَمَّا الْعَلَمُ مِنَ الْحَرِيرِ، وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهِ».

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خالص ریشمی کپڑے کے استعمال سے منع فرمایا البتہ وہ کپڑا جس پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوں یا جس کا تانہ ریشم کا ہو اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث اور اس کی شرح باب ما جاء في الخز میں گزر چکی، یہ حدیث حنفیہ کے مسلک کے موافق ہے۔

١١ - بَابٌ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِعُذْرٍ

کسی عذر یا بیماری کے سبب ریشم پہننے کا بیان

٤٠٥٦ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَلِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي قُمُصِ الْحَرِيرِ فِي السَّفَرِ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمن بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ کو دوران سفر ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی کیونکہ ان دونوں حضرات کو خارش ہو گئی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٦٢) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠١) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٧٦) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٢) سنن النسائي - الزينة (٥٣١٠) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٢٢)

شرح الحدیث والفقہ: مردوں کیلئے لبس حریر کسی عذر کی وجہ سے خارش یا جوں وغیرہ پڑ جانے کی وجہ سے، کیونکہ حریر میں جوں نہیں پیدا ہوتی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، يجوز عند الشافعي صرح به النووي، وهو اصح روايتي احمد، ويكره عند مالك وعن الحنفية روايتان۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کیلئے ایک سفر میں قمیص حریر کی اجازت دی خارش کی وجہ سے جو ان دونوں کے ہو گئی تھی۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے اس میں ایک جگہ تو لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا ہی ہے، اور ایک روایت میں بجائے حِكَّةٍ کے قَمْلْ ہے، أَنَّهُمَا شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعني القَمْلَ۔ اس پر فتح الباری میں لکھا ہے: وجمع الداودي باحتمال أن يكون إحدى العلتين بأحد الرجلين، یعنی ہو سکتا ہے

کہ ان دو میں سے ایک کا عذر حکہ ہو اور دوسرے کا قمل، اس پر حافظ فرماتے ہیں قلت ویمکن الجمع بأن الحکة حصلت من القمل فنسبت العلة تارة إلى السبب وتارة إلى سبب السبب اهـ [1] امام بخاریؒ نے یہ حدیث دو جگہ ذکر فرمائی ہے کتاب الجهاد جہاں ترجمہ قائم کیا گیا باب الحرير في الحرب اور دوسرے کتاب اللباس وہاں ترجمہ قائم کیا ما یرخص للرجال من الحریر للحکة، مسئلۃ الباب میں اختلاف ائمہ اور اسکی تفاصیل الابواب والتراجم میں مذکور ہے اس کی طرف جو چاہے رجوع کرے۔
والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، وذكر السفر عند مسلم وحده، قاله المنذري۔

١٢ ـ بَابٌ فِي الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کیلئے ریشم کی اباحت کا بیان

٤٠٥٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي أَفْلَحَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زُرَيْرٍ يَعْنِي الْغَافِقِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي».

ترجمہ عبد اللہ بن زریر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ریشم اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور سونا اٹھا کر بائیں ہاتھ میں پھر ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

تخریج سنن النسائي - الزينة (٥١٤٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩٥).

شرح الحدیث امام بخاریؒ نے بھی یہ ترجمہ قائم کیا ہے لیکن اس میں کوئی مرفوع حدیث ایسی ذکر نہیں کی جو اس مسئلہ میں نساء سے متعلق ہو نفیاً یا اثباتاً، اس پر حافظ فرماتے ہیں: کأنه لم یثبت عنده الحدیثان المشهوران في تخصیص النهي بالرجال صریحا فاکتفی بما یدل علی ذلك [2]، پھر اس کے بعد حافظ نے ایک حدیث حضرت علیؓ کی جو یہاں ابو داؤد میں مذکور ہے اور دوسری حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی ذکر کی، الابواب والتراجم میں ہے: قلت ولفظه عند الترمذي: عن ابي موسى الاشعري ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم قال حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتي واحل لاناثهم، ثم قال الترمذي: وفي الباب عن عمر وعلي۔ الی آخر ما ذکر۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہی ہے جو ان احادیث سے ثابت ہو رہا ہے، البتہ اس میں بعض صحابہ جیسے عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ سے اختلاف مروی ہے، چنانچہ حافظ فرماتے ہیں 'باب الحریر للنساء' لعله افرده بالذکر لوجود الخلاف فیه في السلف کما تقدمت الاشارة الیه في باب لبس الحریر اهـ من الابواب

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص١٠١

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج١٠ ص٢٩٦

والتراجم، حضرت ابن عمرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ ان دونوں کی روایت عدم جواز کی نسائی میں مذکور ہے جن پر انہوں نے باب قائم کیا ہے التَّشْدِيدُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ الخ اور حدیث یہ ہے حَدَّثَنَا خَلِيفَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ: لَا تُلْبِسُوا نِسَاءَكُمُ الْحَرِيرَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ [1]»، اور دوسری روایت ابن عمرؓ کی کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے لبس حریر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ عائشہؓ سے سوال کرو، راوی کہتا ہے (عمران بن حطان راوی ہے) کہ پھر میں نے عائشہؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرؓ سے سوال کرو، پھر میں نے ابن عمرؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا حَدَّثَنِي أَبُو حَفْصٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا، فَلَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ [2]، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان حضرات کا اپنا اجتہاد واستنباط ہے جمہور کا استدلال احادیث مرفوعہ سے ہے، ممکن ہے ان کو یہ احادیث نہ پہنچی ہوں۔ والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٠٥٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ "رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُرْدًا سِيَرَاءَ قَالَ: وَالسِّيَرَاءُ الْمُضَلَّعُ بِالْقَزِّ".

ترجمہ حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے صاحبزادی رسول اللہ ﷺ ام کلثومؓ کو دھاری دار ریشمی چادر پہنے دیکھا۔ راوی فرماتے ہیں سِيَرَاءَ سے مراد وہ ریشم ہے جس میں نقش ونگار اور لکیریں ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٥٨) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٩٨)

شرح الحديث بُرْدًا سِيَرَاءَ قَالَ: وَالسِّيَرَاءُ الْمُضَلَّعُ بِالْقَزِّ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ پر ایک ایسی چادر دیکھی جس میں حریر کی چوڑی چوڑی دھاریاں تھیں۔

مُضَلَّع، ضِلَعٌ سے ہے یعنی پسلی، یعنی پسلی جیسی چوڑی دھاریاں، قز کی تحقیق پہلے گزر چکی ولفظ البخاري بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ [3]۔

والحديث اخرجه البخاري والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٠٥٩ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يَعْنِي الزُّبَيْرِيَّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنَّا نَنْزِعُهُ عَنِ الْغِلْمَانِ، وَنَتْرُكُهُ عَلَى الْجَوَارِي» قَالَ مِسْعَرٌ: «فَسَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ».

---

[1] السنن الصغرى للنسائي - كتاب الزينة - باب التشديد في لبس الحرير الخ ٥٣٠٥

[2] السنن الصغرى للنسائي - كتاب الزينة - باب التشديد في لبس الحرير الخ ٥٣٠٦

[3] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب الحرير للنساء ٥٥٠٤

ترجمہ: عبد الملک بن میسرہ، عمرو بن دینار کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس (ریشم) کو بچوں سے اتروالیا کرتے تھے اور بچیوں پر اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے (اترواتے نہ تھے) مسعر کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اس حدیث کو جاننے سے انکار کر دیا۔

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں (اگر کسی بچے کے جسم پر ہم لباس حریر دیکھتے تو) ہم اسکو اتار دیتے تھے اور لونڈیوں پر دیکھتے تو چھوڑ دیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ بچہ کو حریر پہنانا ولی کیلئے جائز نہیں، حنفیہ کا مذہب یہی ہے، اور امام شافعی کی اس میں دو روایتیں ہیں عدمِ جواز، اور دوسری روایت جواز إلی سبع سنین روایت اولیٰ کو اختیار کیا شیخ ابو اسحاق شیرازی نے، اور علامہ رافعی نے روایت ثانیہ کو ترجیح دی۔ (بذل[1])

قَالَ مِسْعَرٌ: فَسَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ: یعنی یہ حدیث مسعر کو عمرو بن دینار سے بواسطہ عبد الملک کے پہنچی تھی، مسعر کہتے ہیں کہ بعد میں میں نے جب اس کو براہ راست عمرو بن دینار سے دریافت کیا تو انہوں نے اس روایت سے لاعلمی ظاہر کی، قال المنذري: فلعله نسيه، وقال ابن رسلان وهذا غير قادح في الرواية، لأن الراوي ثقة فلا يسقط روايته اهـ[2]۔

١٣ - بَابٌ فِي لُبْسِ الْحِبَرَةِ

منقش چادر پہننے کا بیان

٤٠٦٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْنَا لِأَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ: "أَيُّ اللِّبَاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَعْجَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: الْحِبَرَةُ".

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ کون سا لباس نبی اکرم ﷺ کو محبوب تھا؟ (راوی نے کہا کہ) کونسا لباس آپ ﷺ کا پسندیدہ تھا؟ تو حضرت انسؓ نے ارشاد فرمایا: حِبَرَةٌ (یہ یمن کی دھاری دار چادر ہے جو کہ مزین ہوتی ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٤٧٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٧٩) جامع الترمذي - اللباس (١٧٨٧) سنن النسائي - الزينة (٥٣١٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٤/٣)

شرح الحدیث: حبرہ یعنی بُردِ یمانی، یمنی چادر جو کتان یا قطن کی ہوتی ہے، سميت حبرة لأنها محبرة، أي مزينة، والتحبير التزيين

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٨٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٨٤

والتحسين (بذل [1]) اور تحفة الأحوذي میں ہے کہ حبرہ برودِ یمن کی ایک قسم ہے جس میں سرخ دھاریاں ہوتی ہیں اور کبھی سبز یا نیلی، یہ عربوں کے نزدیک اشرف الثیاب ہے کیونکہ یہ سوت سے بنی جاتی ہے اور یا اس لئے کہ سبز رنگ ہوتی ہے جو کہ اہل جنت کا لباس ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: كَانَ أَحَبُّ الْأَلْوَانِ إِلَيْهِ الْخُضْرَةَ عَلَى مَا رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَابْنُ السُّنِّيِّ وَأَبُو نُعَيْمٍ فِي الطِّبِّ قَالَ الْقُرْطُبِيُّ: سُمِّيَتْ حِبَرَةً لِأَنَّهَا تُحَبَّرُ أَيْ تُزَيَّنُ وَالتَّحْبِيرُ التَّحْسِينُ [2] اور بعضوں نے وجہ محبت یہ لکھی ہے کہ اس میں سادگی ہے زیادہ زینت نہیں، نیز یہ کہ ایسا کپڑا میل خوراہوتا ہے جلدی میلا نہیں ہوتا۔ قال العارف الجامی:

بروں آور سر از برد یمانی کہ روئے تست صبح زندگانی

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

١٤ ـ بَابٌ فِي الْبَيَاضِ

سفید لباس کا بیان

٤٠٦١ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، وَإِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ: يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ".

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے لباس میں سے سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہے اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو اور تمہارے سرموں میں بہترین سرمہ اثمد ہے جو نظر کو روشن کرتا ہے (پلکوں) کے بالوں کو اگاتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦١) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٧٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٧)

شرح الحديث حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو کہ وہ بہترین کپڑے ہیں، اور اسی میں اپنے اموات کو کفنایا کرو۔ آگے حدیث میں کحل اثمد کا ذکر ہے جس کی روایت پہلے بھی گزر چکی۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه مختصراً، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٨٥

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٥ ص ٤٨٧

١٥ - بَابٌ فِي غَسْلِ الثَّوْبِ وَفِي الْخُلْقَانِ

بوسیدہ کپڑے کا بیان اور کپڑے دھونے کا بیان

خُلقان جمع ہے خَلق بفتحتین کی مثل ذکر، وذکران، پرانا کپڑا۔

٤٠٦٢ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، نَحْوَهُ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ فَقَالَ: «أَمَا كَانَ يَجِدُ هَذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ، وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص کو پراگندہ حال دیکھا اسکے بال بکھرے ہوئے تھے تو ارشاد فرمایا کہ کیا یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے بال درست کرلے اور ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ اس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو ارشاد فرمایا کیا اس کو اپنے کپڑے دھونے کے لئے کوئی چیز مہیا نہیں ہے۔

تخریج سنن النسائي- الزينة (٥٢٣٦) سنن أبي داود- اللباس (٤٠٦٢) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٥٧/٣)

شرح الحدیث باب کی پہلی حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس حضور ﷺ تشریف لائے و آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے بال منتشر اور پراگندہ تھے تو آپ نے فرمایا: أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ، کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے اپنے بالوں کی اصلاح کرے یعنی ترجیل، تدھین وغیرہ، وہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک اور شخص کو دیکھا جس کے بدن پر میلے کپڑے تھے، وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ اس کو بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے اپنے کپڑوں کو دھو کر صاف کرے؟

اس حدیث میں بدن اور کپڑوں کی تنظیف کی ترغیب ہے کہ آدمی کو صاف ستھرا رہنا چاہئے، عمدہ اور قیمتی لباس تو اور چیز ہے وہ تو سادگی کے خلاف ہے، لیکن نظافت امر مطلوب ہے، باقی مطلوب ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آدمی کے بدن پر کپڑے میلے ہی نہیں ہوں، اور وہ ان ہی کی صفائی کے اہتمام میں لگا رہے، اعتدال ہر چیز میں ضروری ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی ایک حکایت زہد اور سادگی کے بارے میں: ایک روایت یاد آئی جو ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ میں جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو سلام حُبشی کو حوضِ کوثر کے بارے میں حدیث سننے کیلئے بلایا کہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ حوض کے بارے میں ایک حدیث بیان کیا کرتے ہیں، انہوں نے دریافت کرنے

پر وہ حدیث سنائی جس میں حوض کوثر کا بیان ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے: أَوَّلُ النَّاسِ وُرُودًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ، الشُّعْثُ رُءُوسًا، الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السُّدَدِ» قَالَ عُمَرُ: «لَكِنِّي نَكَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَفُتِحَ لِيَ السُّدَدُ، وَنَكَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ لَا جَرَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ رَأْسِي حَتَّى يَشْعَثَ، وَلَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي يَلِي جَسَدِي حَتَّى يَتَّسِخَ» جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس حوض پر آنے والے قیامت کے دن فقراء مہاجرین ہوں گے جو (دنیا میں) پراگندہ بالوں والے تھے، اور میلے کپڑوں والے، جو ناز پروردہ عورتوں سے شادیاں نہیں کرتے تھے اور نہ ان کی دنیوی حیثیت ایسی تھی کہ جن کیلئے دروازے کھولے جائیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے یہ حدیث سن کر اپنا جائزہ لیا اور فرمانے لگے کہ میرا حال تو ایسا نہیں ہے، میں نے تو ناز پروردہ سے شادی کی ہے اور میرے لئے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں، اور خلیفہ عبد الملک کی بیٹی فاطمہ سے میں نے نکاح کیا ہے، اب میں عہد کرتا ہوں کہ اپنا سر نہیں دھوؤں گا جب تک وہ پراگندہ نہ ہو جائیں، اور اپنے بدن کے کپڑے نہ دھوؤں گا جب تک کہ وہ میلے نہ ہو جائیں [1]، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے حالات اور ان کی سیرت قابل مطالعہ ہے، قدیم علماء کی ان کی سیرت پر تصنیفات بھی ہیں جن کے اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں [2]، ان کی شروع میں جب یہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے بڑی امیرانہ شاہانہ زندگی تھی، خود ان کی ذاتی آمدنی بہت بڑی تھی، کتاب الخراج میں اس کا ذکر گزر چکا ہے لیکن خلافت کے بعد ان کے حالات میں بڑی تیزی سے انقلاب آیا جس کا اندازہ اسی مذکورہ روایت سے بھی ہو سکتا ہے۔

ویسے لباس کے بارے میں ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کا ذوق مختلف رہا ہے، حضرت اقدس گنگوہیؒ نہایت صاف شفاف اور لطیف لباس پہنتے تھے، اسی طرح ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت اقدس سہارنپوریؒ اور ایسے ہی حضرت مولانا تھانویؒ جس کی تفصیل ان کی سوانحات سے معلوم ہو گی، اور قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں بہت زیادہ سادگی تھی اور ایسے ہی ہمارے حضرت شیخ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کا حال تھا۔ والحدیث اخرجه النسائی، قاله المنذری۔

٤٠٦٣ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: «أَلَكَ مَالٌ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟» قَالَ: قَدْ آتَانِي اللَّهُ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: «فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ».

---

[1] جامع الترمذی - کتاب صفة القيامة والرقائق والورع - باب ما جاء في صفة أواني الحوض ٢٤٤٤

[2] اس سلسلہ کی ایک نادر تالیف الإمام الفقیہ أبو محمد عبد اللہ بن عبد الحکمؒ کی ہے، اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے سیرۃ عمر بن عبد العزیزؒ کے نام سے کیا ہے جو مکتبہ لدھیانوی کراچی سے شائع ہوا ہے۔

ترجمہ: ابوالاحوص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے پاس پرانے کپڑوں میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا: کیا تم صاحب حیثیت شخص ہو؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کونسی انواع کے مال ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال اونٹ، بکرے، گھوڑے، غلام عطا فرمایا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں صاحب ثروت بنایا ہے تو اللہ پاک کے انعامات اور اس کی عطاؤں کا اثر تم پر ظاہر بھی ہونا چاہئے۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥٢٢٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٣/٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٧/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٧/٤)

شرح الحدیث: ایک صحابی مالک بن نضلہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پرانے اور گھٹیا سے کپڑوں میں، تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب قسم کا مال عطا فرمایا ہے اونٹ، بکری، گھوڑے، غلام، تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تجھ کو مال عطا کیا ہے، فَإِذَا آتَاكَ اللهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ، تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تجھ پر دکھائی دے، معلوم ہوا مالدار آدمی کو تحدیث بالنعمۃ کے طور پر حسب حیثیت عمدہ لباس پہننا چاہئے۔ والحدیث اخرجہ النسائی. قالہ المنذری۔

١٦ - بَابٌ فِي الْمَصْبُوغِ بِالصُّفْرَةِ

زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا بیان

اور بعض نسخوں میں "فِي الْمَصْبُوغِ بِالصُّفْرَةِ" ہے اور ہنا بھی چاہیئے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، مصنف نے یہاں چار باب قائم کئے ہیں: ① پہلا لباس اصفر پر، ② دوسرا لباس اخضر پر، ③ اور تیسرا لباس احمر پر، ④ اور چوتھا لباس اسود پر، اور ان چاروں کے استعمال کا حضور ﷺ سے ثبوت ہے، لیکن احمر کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے، اس میں بعض روایات ثبوت کی ہیں اور بعض منع کی، اسی لئے مصنف نے بھی اس پر دو باب باندھے۔

٤٠٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَصْبُغُ لِحْيَتَهُ بِالصُّفْرَةِ حَتَّى تَمْتَلِئَ ثِيَابُهُ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيلَ لَهُ لِمَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ إِنِّي «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهَا، وَقَدْ كَانَ يَصْبُغُ بِهَا ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتَّى عِمَامَتَهُ».

ترجمہ: زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے اس قدر رنگتے کہ آپ کے کپڑے بھی اس رنگ سے بھر جاتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ یہ زرد رنگ کیوں لگاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول

اللہ ﷺ کو زرد رنگ سے اپنے کپڑے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور حضور ﷺ کو اس زرد رنگ سے زیادہ کوئی رنگ پسند نہ تھا اور آپ ﷺ اس رنگ سے اپنے تمام کپڑے یہاں تک عمامہ بھی رنگ لیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٦٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٣) صحيح مسلم - الحج (١١٨٧) سنن النسائي - الزينة (٥٠٨٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) موطأ مالك - الحج (٧٤١)

شرح الحدیث: یعنی حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی میں خضاب اصفر کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھی اس رنگ میں بھر جاتے تھے، جب ان سے اسکے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اپنے کپڑوں کو اس رنگ میں رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ ﷺ کو یہ رنگ بہت پسند تھا، اور آپ ﷺ اسی رنگ میں اپنے تمام کپڑے رنگواتے تھے یہاں تک کہ اپنے عمامہ کو بھی۔

جو لون خالص اصفر ہوتا ہے جیسے سرسوں کے پھول اس کو ہمارے یہاں بسنتی رنگ کہتے ہیں اور جو زرد رنگ مائل بہ سرخی ہو اس کو گیرو کہتے ہیں جس کو عربی میں مغراء کہتے ہیں آگے حدیث میں آرہا ہے، اور جو کپڑا اس رنگ میں رنگا ہوا ہو اس کو گیروا اور مؤنث ہو تو گیروی، یہ صوفیانہ اور مردانہ رنگ ہے اور خالص اصفر وہ زنانہ رنگ ہے یہ یہاں مراد نہیں، بذل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر گیروا لباس غیروں کا شعار نہ ہو تو پھر اس کا استعمال جائز ہے خاص طور سے عمامہ کے بارے میں حضرت نے یہ لکھا ہے [1]، ہندوستان میں بعض مذہبی ہندو سادھو قسم کے ایسے ہوتے ہیں جن کا سارا لباس اوپر سے نیچے تک گیروا ہوتا ہے، حضرت کا اشارہ اسی طرف ہے۔

متن میں جو آیا ہے: وَقَدْ كَانَ يَصْبُغُ بِهَا ثِيَابَهُ كُلَّهَا حضرت نے بذل میں کان کی ضمیر حضور اقدس ﷺ کی طرف مانی ہے، اور پھر اس کے بعد لکھا ہے: وقال علي القاري في المرقاة: وقد كان، أي ابن عمر، فأرجع الضمير إلى ابن عمر، وهذا أيضا محتمل، اسی طرح رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا کے بارے میں منذری فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد خضاب لحیہ بالصفرہ ہے اور بعض دوسروں نے کہا کہ اس سے مراد صفرۃ ثیاب ہے، لباس اصفر پہننا (بذل [2]) والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٨٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٣٨٩

١٧ - بَابٌ فِي الْخُضْرَةِ

سبز رنگ کا بیان

٤٠٦٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ، حَدَّثَنَا إِيَادٌ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ».

ترجمہ: ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر دو سبز چادریں دیکھیں (جن کو آپ اوڑھے ہوئے تھے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨١٢) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٧٢) سنن أبي داودؒ - اللباس (٤٠٦٥)

شرح الحدیث: ابو رمثہ [1] کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ پر دو سبز چادریں دیکھیں۔ بظاہر چادر اور ازار مراد ہے، قال ابن رسلان وھو من لباس أھل الجنة ومن أنفع الألوان للأبصار [2]، نگاہ کے حق میں بہت مفید ہے۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

١٨ - بَابٌ فِي الْحُمْرَةِ

سرخ رنگ کا بیان

لبس احمر میں مذاہب ائمہ: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کیلئے لباس احمر بلا کراہت مباح ہے اور حنفیہ کے اقوال اسکے اندر مختلف ہیں بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے مکروہ تحریمی اور بعض کے بلکہ اکثر کے کلام سے مکروہ تنزیہی وغیرہ وغیرہ، حتی کہ ایک قول استحباب کا بھی ہے شامی میں اسکی پوری تفصیل ہے، علامہ شامی کا میلان زائد سے زائد کراہت تنزیہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، اور سید الطائفہ حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر ترمذی الکوکب الدری کی عبارت یہ ہے: والمذھب فی لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقًا والحمرة والصفرة غیر ذلك. فالفتوی علی جوازھما مطلقا لکن التقوی غیر ذلك والله تعالی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب، یعنی مردوں کے حق میں مزعفر اور معصفر تو مطلقًا ناجائز ہے اور حمرۃ اور صفرۃ دوسری چیز ہے ان کے بارے میں فتوی جواز کا ہے گو تقوی اس کے خلاف ہے اھ اس کا حاصل یہی ہوا کہ احمر واصفر دونوں مردوں کے حق میں خلاف اولی ہیں لون اصفر کے بارے میں کچھ تفصیل باب فی المصبوغ میں گزر گئی۔

---

[1] ابو رمثہ اور ان کے باپ کے نام میں اختلاف ہے فقیل رفاعة بن یثربی، وقیل حبیب بن وھب۔

[2] بذل المجھود فی حل أبی داود — ج ١٦ ص ٣٩٠

اسکے بعد جاننا چاہیے کہ مصنف نے حمرۃ کے بارے میں دو باب قائم کیے ہیں پہلے باب میں منع اور تشدید کی متعدد روایات ذکر کی ہیں، اور اسکے بعد باب الرخصة میں جواز کی روایات لائے ہیں، لیکن منع کی اکثر روایات پر محدثین نے کلام کیا ہے، کما یظھر بالرجوع الی الشروح۔

٤٠٦٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ، فَقَالَ: «مَا هَذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ؟» فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ، فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُونَ تَنُّورًا لَهُمْ، فَقَذَفْتُهَا فِيهِ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَ اللهِ، مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ؟» فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ، فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پہاڑی راستے سے اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا مجھ پر ایک چادر ہے جو زرد رنگ میں رنگی ہوئی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اپنے اوپر کیسی چادر اوڑھے ہوئے ہو؟ تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا علم ہوا پس میں اپنے گھر والوں کے پاس گیا وہ تنور کے نیچے آگ جلا رہے تھے تو میں نے اس چادر کو اس تنور میں پھینک دیا پھر میں اگلی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! چادر کا کیا بنا؟ تو میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اہل خانہ میں سے کسی خاتون کو کیوں نہ پہنا دیا عورتوں کو اس زرد رنگ کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٠٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٦/٢)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پہاڑی راستہ سے اترے، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف جو التفات فرمایا تو مجھ پر ایک ایسی چادر دیکھی جو عصفر کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار کراہت فرمایا، میں اپنے گھر آیا جہاں تنور جل رہا تھا میں نے وہ اس کے اندر جھونک دی پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اگلے روز حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس چادر کے بارے میں دریافت فرمایا، میں نے عرض کر دیا جو کچھ کیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مستورات میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دیا، اس میں کیا حرج تھا۔

اس حدیث کا تعلق مطلق احمر سے نہیں بلکہ معصفر سے ہے جو جمہور کے نزدیک بھی ممنوع ہے، صرف امام شافعی کے نزدیک مباح ہے، اور امام مالک نے مفدّم اور غیر مفدم کی تفریق کی ہے اول مکروہ اور دوسرا غیر مکروہ، حالانکہ یہ غیر مفدم ہی تھا۔

٤٠٦٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ: "الْمُضَرَّجَةُ: الَّتِي لَيْسَتْ

بِمُشْبَعَةٍ وَلَا الْمُوَرَّدَةُ".

ترجمہ ہشام ابن الغاز کہتا ہے کہ الْمُضَرَّجَة سے مراد وہ چادر ہے جو نہ تو انتہائی شدید سرخ رنگ میں رنگی ہوئی ہو اور نہ بہت ہلکی سی لالی اپنے اندر لئے ہوئے ہو (بلکہ ان دونوں کے درمیان لال رنگ ہو)۔

شرح الحدیث قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ: "الْمُضَرَّجَةُ: الَّتِي لَيْسَتْ [1] بِمُشْبَعَةٍ وَلَا الْمُوَرَّدَةُ" ہشام راوی مضرجہ کی تفسیر بیان کر رہا ہے کہ جو زیادہ گہرا نہ ہو اور نہ زیادہ ہلکا ہو مُشْبَعَة یعنی تیز اور گہرا اور مُوَرَّدَہ، بمعنی حمرۃ خفیفہ مثل الورد یعنی گلابی، دونوں کی نفی کی جارہی ہے کہ نہ ایسا ہو اور نہ ایسا بلکہ دونوں کے درمیان جس کو مضرجہ کہتے ہیں، والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

اس حدیث کو مصنف نے مختلف طرق سے ذکر کیا ہے اور الفاظ بھی سب روایات کے آپس میں مختلف ہیں لہذا اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا مشکل ہے۔

۴۰۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ شُفْعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: «أُرَاهُ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدٌ» ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» فَانْطَلَقْتُ فَأَحْرَقْتُهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ؟» فَقُلْتُ: أَحْرَقْتُهُ، قَالَ: «أَفَلَا كَسَوْتَهُ بَعْضَ أَهْلِكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ثَوْرٌ، عَنْ خَالِدٍ، فَقَالَ: مُوَرَّدٌ، وَطَاوُسٌ قَالَ: مُعَصْفَرٌ.

ترجمہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مجھے دیکھا، ابو علی لؤلؤی امام ابوداؤد کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میرے استاد ابوداؤد نے اس جملے کے بعد یوں فرمایا: اور میرے اوپر گلابی زردی مائل قسم کا کپڑا تھا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مجھ سے دریافت فرمایا: یہ کس رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہو؟ تو میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی مجلس سے واپس گیا اور میں نے ان کپڑوں کو جلا دیا تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے (دوسری مجلس میں) ارشاد فرمایا: تم نے اپنے اس کپڑے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جلا دیا تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اہل خانہ میں سے کسی خاتون کو پہنا دیا ہوتا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ (چونکہ اس حدیث میں گلابی اور زرد دونوں رنگ والے کپڑے کا ذکر تھا) تو راوی نے خالد سے گلابی رنگ کا کپڑا اور طاؤس نے زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کا ذکر کیا ہے (تو گویا اوپر والی روایت میں ان دونوں الفاظ کو جمع کر دیا گیا)۔

تخریج سنن أبي داود – اللباس (٤٠٦٨) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٤) .

۴۰۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُزَابَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى

[1] الظاهر أنه مشبعة من الاشباع ، وبعضهم ضبطه من التفعيل ، وليس بظاهر .

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا جس نے دو سرخ چادریں اپنے جسم پر ڈالی ہوئی تھیں پس اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٧) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٦٩)

شرح الحدیث: یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، ابو یحییٰ القتات کے بارے میں منذری نے لکھا ہے: "لا يحتج بحديثه" والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٤٠٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَوَاحِلِنَا وَعَلَى إِبِلِنَا أَكْسِيَةً فِيهَا خُيُوطُ عِهْنٍ حُمْرٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أَرَى هَذِهِ الْحُمْرَةَ قَدْ عَلَتْكُمْ». فَقُمْنَا سِرَاعًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَرَ بَعْضُ إِبِلِنَا، فَأَخَذْنَا الْأَكْسِيَةَ فَنَزَعْنَاهَا عَنْهَا.

ترجمہ: رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ احد وغیرہ) میں نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے کجاووں اور اونٹوں پر سرخ دھاری دار اونی چادریں دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں یہ سرخی تمہارے اوپر غالب آرہی ہے تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہمارے بعض اونٹ ہماری اس تیزی کی وجہ سے بدکنے لگے پس ہم نے اپنی ان سواریوں پر سے چادریں اتار ڈالیں۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٣/٣)

شرح الحدیث: حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے کجاووں پر اور اونٹوں کے اوپر ایسی چادریں دیکھیں جن میں سرخ اون کی دھاریاں تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب آرہی ہے، ہم یہ سنتے ہی فوراً اپنے اونٹوں کی طرف دوڑے جس کی وجہ سے ہمارے اونٹ بھی بدکنے لگے تو ہم نے ان پر سے وہ چادریں اتار دیں۔

٤٠٧١ - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَبِي - قَالَ ابْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ: وَقَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ - قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ يَعْنِي ابْنَ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ الْأَبَحِّ السَّلِيحِيِّ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ، قَالَتْ: «كُنْتُ يَوْمًا عِنْدَ زَيْنَبَ امْرَأَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْبُغُ ثِيَابًا لَهَا بِمَغْرَةٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَأَى الْمَغْرَةَ رَجَعَ. فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ عَلِمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرِهَ مَا فَعَلَتْ، فَأَخَذَتْ فَغَسَلَتْ ثِيَابَهَا، وَوَارَتْ كُلَّ حُمْرَةٍ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَجَعَ فَاطَّلَعَ، فَلَمَّا لَمْ يَرَ شَيْئًا دَخَلَ».

ترجمہ بنو اسد کی ایک عورت کہتی ہے کہ میں ایک دن حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت زینبؓ کے پاس تھی اور ہم مغرہ (سرخ مٹی) سے ان کے کپڑے رنگ رہے تھے اس دوران حضور ﷺ اچانک تشریف لے آئے تو آپ نے سرخ مٹی سے رنگتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت زینبؓ نے حضور ﷺ کا واپس تشریف لے جانا دیکھا تو ان کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس رنگنے کو ناپسند فرمایا تو حضرت زینبؓ نے اپنے کپڑوں کو دھوڈالا اور ساری سرخی چھپ گئی (ختم ہوگئی) پھر حضور ﷺ واپس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے جھانک کر دیکھا تو اب لال رنگ کی کوئی چیز نظر نہ آئی تو گھر میں داخل ہوگئے۔

شرح الحدیث ایک خاتون قبیلۂ بنو اسد کی کہتی ہیں کہ میں ایک روز ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے پاس تھی اور ہم ان کے کپڑے رنگ رہے تھے مغرا سے یعنی گیرو (سرخ مٹی) سے اچانک حضور ﷺ تشریف لے آئے، جب آپ ﷺ نے ہمیں رنگتا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ لوٹ گئے، جب حضرت زینبؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو ان سب کپڑوں کو پانی میں دھوڈالا جس سے ساری سرخی ان کی چھپ گئی پھر کچھ دیر بعد حضور ﷺ لوٹ کر تشریف لائے تو جھانک کر دیکھا، جب اس رنگ کو نہ دیکھا تو اندر داخل ہوگئے۔

حدیث پر اشکال اور اسکی توجیه: عورتوں کیلئے سرخ لباس بالاتفاق جائز ہے اور اس حدیث سے بظاہر اس کی کراہت معلوم ہورہی ہے، تو اس کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ یہ حضرت زینبؓ کا اپنا استنباط ہے کہ آپ ﷺ کا لوٹنا اس وجہ سے تھا، ہوسکتا ہے آپ ﷺ کا لوٹنا کسی اور حاجت کی وجہ سے ہو اور یہ گھر والے یہ سمجھے کہ آپ ﷺ کا لوٹنا اس رنگ کی وجہ سے ہے، ابن رسلان نے اس حدیث کی ایک دوسری توجیہ کی ہے اور حافظ منذری نے اس کی سند پر کلام کیا ہے، (بذل [1]) یہ حضرت نے جو حدیث کی توجیہ فرمائی یہی راجح معلوم ہوتی ہے، اور حدیث میں اس کی نظیر بھی ہے، چنانچہ آگے بَابٌ فِي تَطْوِيلِ الْجُمَّةِ میں آرہا ہے حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا جب کہ میرے بال لمبے تھے، آپ ﷺ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا ذُبَابٌ ذُبَابٌ [2] یعنی آپ ﷺ نے اظہار کراہت فرمائی، میں لوٹ گیا اور جا کر بال کو کاٹ دیا، اگلے روز میں جب آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مراد نہیں تھے، یعنی تم غلط سمجھے میں نے وہ لفظ تمہارے بارے میں نہیں کہا تھا، باقی یہ زیادہ بہتر ہے، یعنی زیادہ لمبے بالوں کو کاٹ کر چھوٹا کردینا۔ اس پر حضرت نے بذل میں لکھا ہے: وفي الحديث دليل على أن بعض الصحابة (في بعض الاحيان)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٣٩٦–٣٩٧

[2] سنن أبي داود – كتاب الترجل – باب في تطويل الجمة ٤١٩٠

قد یغلط فی فہم مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اھ[1]۔

۱۹۔ بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

سرخ رنگ کی اجازت کا بیان

٤٠٧٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، وَرَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ».

ترجمہ براء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لو تک پہنچ رہے ہوتے تھے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن فرماتے ہوئے دیکھا اور میں نے اس سرخ جوڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین ترین کسی کو نہیں دیکھا۔

تخریج صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٣٧) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨١/٤)

شرح الحدیث حضرت براءؓ فرماتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال یعنی پٹھے تھے جو بعض مرتبہ کانوں کی لو تک پہنچتے تھے، اور دیکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑے میں، اور کبھی میں نے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔

یہ حدیث لبس احمر میں جمہور کی دلیل ہے اور حنفیہ کے نزدیک بیان جواز پر محمول ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حلہ حمراء سے مراد یہ نہیں کہ وہ خالص سرخ تھا بلکہ یہ کہ اس پر سرخ دھاریاں تھیں کما تقدم فی تفسیر الحِبَرۃ۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی بمعناہ، قالہ المنذری۔

٤٠٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلَى بَغْلَةٍ، وَعَلَيْهِ بُرْدٌ أَحْمَرُ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَامَهُ يُعَبِّرُ عَنْهُ».

ترجمہ ہلال بن عامر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں دیکھا (یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر خطبہ دے رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (بآواز بلند) لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٧/٣)

شرح الحدیث یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم منی میں ایک خچری پر سوار خطبہ دے رہے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سرخ چادر تھی، اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کر رہے تھے یعنی بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات دوسروں تک پہنچا رہے تھے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٧٦

٢٠ ـ بَابٌ فِي السَّوَادِ

سیاہ رنگ کا بیان

٤٠٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ، فَلَبِسَهَا، فَلَمَّا عَرِقَ فِيهَا وَجَدَ رِيحَ الصُّوفِ، فَقَذَفَهَا - قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: - وَكَانَ تُعْجِبُهُ الرِّيحُ الطَّيِّبَةُ".

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سیاہ چادر سیاہ رنگ میں رنگی تو آپ نے اس کو زیب تن فرمایا پھر گرمی کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے تھے تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اون کی بو محسوس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا۔ راوی کہتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو پسند فرماتے تھے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٣٢)

شرح الحدیث یعنی لباس اسود، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چادر سیاہ رنگ میں رنگی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوڑھا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اون کی بو محسوس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو پسند تھی۔

بذل میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے سیاہ لباس کا جواز ثابت ہوا جو متفق علیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاہ لباس چادر اور عمامہ دونوں کا استعمال ثابت ہے [1]۔ والحدیث اخرجه النسائی مسنداً ومرسلاً، قاله المنذری۔

٢١ ـ بَابٌ فِي الْهُدْبِ

کپڑے کے جھالر کا بیان

اس کو (الھدب) صرف ایک ضمہ اور ضمتین دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، قاعدہ ہے کہ ہر ذی ضمتین میں ثانی کو تخفیفاً ساکن پڑھنا جائز ہے، ھدبہ کا ترجمہ جھالر سے کرتے ہیں، چادر اور رومال کے کناروں پر جو دھاگے سے ہوتے ہیں، دراصل وہ صرف تانا ہوتا ہے بغیر بانا کے اور کبھی اس میں گرہیں بھی لگا دیتے ہیں۔

٤٠٧٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ أَبِي خِدَاشٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ جَابِرٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ، قَالَ: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ، وَقَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلَى قَدَمَيْهِ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٣٩٩

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھے ہوئے ایک چادر اپنی ٹانگوں پر ڈالے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے جھالر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر گر رہے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود- اللباس (٤٠٧٥) مسند أحمد- أول مسند البصريين (٦٣/٥)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر سے گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے جھالر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر پڑے ہوئے تھے، حَبْوَہ باندھ کر بیٹھنا یہ کبھی تو رومال اور کپڑے کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی دونوں ہاتھوں سے حلقہ بنا کر۔

٢٢- بَابٌ فِي الْعَمَائِمِ

عمامہ باندھنے کا بیان

٤٠٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٥٨) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٩) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٦) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٢٢) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٣/٣) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣٩)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فتح کے لئے داخل ہو رہے تھے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

وَدَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ: اس پر اشکال یہ ہے کہ دوسری روایت میں آتا ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ، وَعَلَى رَأْسِهِ مِغْفَرٌ [1]، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ باندھا ہو مغفر کے اوپر یا اس کے نیچے، نیز اس حدیث پر ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض علماء نے سیاہ لباس کے جواز پر استدلال کیا ہے اگرچہ بیاض افضل ہے۔لحدیث 'ان خیر ثیابکم البیض' الی آخر ما ذکر [2]۔ اور اسی طرح کی بات

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه ١٣٤٣٦

[2] الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَرَوَى ابْنُ مَاجَهْ) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ١٠٨

علامہ باجوریؒ نے لکھی ہے کہ اس روز آپ ﷺ کے سیاہ عمامہ کے اختیار کرنے میں ابیض پر جو کہ ممدوح ہے بہت سی مصالح ہیں ایک یہ کہ اس سے اشارہ ہے آپ ﷺ کی سُودَدۃ یعنی سیادت کی طرف اور اسلام اور اہل اسلام کی بلندی کی طرف اور اس طرف کہ دین محمدی میں کوئی تغیر تبدل نہ ہوگا اس لئے کہ سیاہ رنگ تبدل و تغیر سے بہت بعید ہوتا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۴۰۷۷ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ».

ترجمہ: جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد عمرو بن حریث سے نقل کرتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دیکھا اور آپ ﷺ سیاہ عماہ باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ اس عمامہ کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٥٩) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١١٠٤) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٢١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٨٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٠٧)

۴۰۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيُّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " قَالَ رُكَانَةُ: وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ».

ترجمہ: ابو جعفر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رکانہ نے حضور ﷺ سے کشتی کی (یہ مشہور پہلوان تھے) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو پچھاڑ دیا (ہرا دیا)۔ رکانہ راوی کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی شان یہ ہے کہ ہم ٹوپی پہن کر عمامہ باندھتے ہیں (کیونکہ مشرکین بغیر ٹوپی کے ننگے سر عمامہ باندھتے تھے)۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٨٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٨)

شرح الحدیث: **آپ ﷺ کے ساتھ مصارعۃ رُکانۃ کا واقعہ**: اس حدیث کے راوی رکانہ ہیں یعنی رُکانۃ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف اس حدیث میں ان کی مصارعت کا ذکر ہے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ، اور یہی سلسلہ نسب اس رکانہ کا بھی ہے جن کا ذکر کتاب الطلاق میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاث یا طلاق بتہ دی تھی، تھذیب الکمال للمزی میں تصریح ہے کہ یہ دونوں قصے ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہیں اور یہ وہی رکانہ ہیں[1]۔

[1] تهذيب الكمال في أسماء الرجال - ج ٩ ص ٢٢١ - ٢٢٢

اس حدیث میں یہ ہے کہ رکانہ جو مشہور پہلوان تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کشتی کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچھاڑ دیا، مراسیل ابو داؤد میں ہے کہ ایک بار اسکے پچھڑ جانے کے بعد اس نے دوبارہ کشتی کی اور پھر تیسری مرتبہ بھی کی، تینوں بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پچھاڑ دیا، اور ہر مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری لی جس کا معاہدہ ہوا تھا، اس واقعہ کے بعد اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے پہلے کبھی کسی شخص نے میرے پہلو کو زمین سے نہیں لگایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے نہیں ہیں جو مجھے پچھاڑ سکتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی اور طاقت معلوم ہوتی ہے، اور پھر اسکے بعد وہ اسلام لے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے دعاء فرمائی اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے یہ کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس وقت عزت بخشی ہے اور مجھ کو میرے رب لات وعزی نے ذلیل کیا اور وہ میرے اس وقت کام نہ آئے، مهلك الذي اعزك وخذلني اللات والعزي، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تینوں بکریاں لے لیں تو وہ پچھتا کر کہنے لگا کہ میں اب ان بکریوں کے بارے میں اپنے گھر والوں کو کیا جواب دوں گا، ایک بکری کے بارے میں تو کہہ دوں گا کہ اسکو بھیڑیئے نے کھالیا اور ایک کے بارے میں اس نے کچھ اور بہانہ بیان کیا، (غالباً یہ کہ وہ لنگڑی ہو گئی) اور کہنے لگا کہ تیسرے کے بارے میں کیا جواب دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس سے فرمایا کہ ہم تجھ پر دو مصیبتیں نہیں جمع کریں گے، کہ تجھ کو پچھاڑیں بھی اور تجھ سے تاوان بھی لیں، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بکریاں اسکو واپس فرمادیں۔

اس حدیث الباب کے آخر میں یہ ہے رکانہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یہ فرماتے ہوئے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق عمائم علی القلانس سے ہے ٹوپیوں پر عمامے یعنی مسلمان ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے ہیں بخلاف مشرکین کے کہ وہ بغیر ٹوپی اوڑھے عمامہ باندھتے ہیں [1]، ملا علی قاری نے مرقاۃ [2] میں اس مطلب کو طیبی اور ابن الملک وغیرہ شراح کی طرف منسوب کیا ہے اور بعض شراح نے اسکا مطلب یہ بیان کیا کہ مشرکین صرف ٹوپی پر اکتفاء کرتے ہیں اور مسلمین ٹوپی کے اوپر عمامہ بھی باندھتے ہیں [3]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی اور عمامہ دونوں کے معمول کا ثبوت ہے: نیز عون المعبود میں حافظ ابن القیم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں طرح ثابت ہے صرف ٹوپی صرف عمامہ، اور ٹوپی کے اوپر عمامہ۔ وفي الجامع الصغير برواية الطبراني عن ابن عباس قال كان يلبس قلنسوة بيضاء اھ [4]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٦ ص ٤٠٣

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ۸ ص ۲۱٥

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۱۱ ص ۱۲۹

[4] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۱۱ ص ۱۲۹

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سفید ٹوپی اوڑھتے تھے حضرت امام بخاریؒ نے کتاب اللباس میں باب العمائم کا ترجمہ قائم کیا لیکن لبس عمامہ کی کوئی روایت نہیں ذکر کی بلکہ کتاب الحج کی روایت لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ[1] پر اکتفاء فرمایا، حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک ان کی شرط کے مطابق چونکہ عمامہ کے بارے میں کوئی حدیث نہ تھی اس لئے ایسا کیا پھر اس کے بعد حافظ نے مسلم کی روایت ذکر کی عمرو بن حریث کی حدیث قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ[2]، كذا فی الابواب والتراجم، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنة[3] میں فضیلت عمامہ کے بارے میں متعدد روایات ذکر کی ہیں مثلاً اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ اور ایسے ہی عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيمَا الْمَلَائِكَةِ فَأَرْخُوهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ وغیرہ، نیز اس میں ہے کہ صَلَاةٌ بِعِمَامَةٍ تُعْدَلُ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ، اور ایسے ہی رکعتان بعمامة أفضل من سبعين بغيرها یہ ثابت نہیں ہے الی آخر ما فی الابواب والتراجم۔

عمامہ کے ثبوت والوان وغیرہ میں علماء کی مستقل تالیفات[4]: عمامہ کے موضوع پر متاخرین علماء میں سے ایک بڑے جید عالم محمد بن جعفر الکتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ کی ایک مستقل تالیف ہے "الدعامة لمعرفة احكام سنة العمامة" جو عمامہ سے متعلق جملہ فروع اور جزئیات وصفات پر مشتمل ہے، انہوں نے اپنی اس کتاب کے شروع میں جن مصنفین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں ان کے نام بھی لکھے ہیں، محدثانہ انداز میں انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے، جو قابل مطالعہ ہے[5]۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب العمائم ٥٤٦٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٢٧٣

[3] المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة - ص ٢٩١

[4] اردو زبان میں اس سلسلے کی ایک مفید کتاب مولانا روح اللہ نقشبندی مد ظلہ العالی نے "عمامہ کے فضائل اور مسائل" کے نام سے تحریر فرمائی ہے، جسے دار الاشاعت کراچی نے شائع کیا ہے۔

[5] عمامہ بیضاء کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اب تک مجھے کسی حدیث میں اس کی تصریح تو نہیں ملی لیکن شراح کے کلام سے اور حضور ﷺ کی عادت شریفہ یعنی بیاض کو غیر بیاض پر ترجیح سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ غالب احوال میں آپ نے سفید ہی عمامہ استعمال فرمایا ہے اور غالباً عدم تصریح بیاض کا یہی منشاء بھی ہے کہ وہ تو آپ کا معمول اکثری تھا ہی اس کو کیا ذکر کیا جائے کیونکہ اہتمام اس چیز کے ذکر کا کیا جاتا ہے جس میں کچھ ندرت ہو اور خلاف عادت ہو بخلاف اس چیز کے جو معمول اکثری اور مطابق عادت ہو، عام طور سے اس کے ذکر کی احتیاج نہیں سمجھی جاتی لان ذلك من باب الاخبار بما هو معلوم (عیاں راچہ بیاں) اس کتاب میں عمامہ سوداء پر اور اس کی روایات پر مستقل فصل ہے اسی طرح ایک فصل عمامہ حرقانیہ پر قائم کی ہے جیسا کہ نسائی کی ایک روایت میں عمرو بن حریث کی روایت میں ہے رأيت على النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم عمامة حرقانية، اور ایک روایت میں ہے عمامة سوداء حرقانية، اور ایک فصل میں عمائم قطریہ کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد میں گذر چکا، حضرت انسؓ کی حدیث میں رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية الحديث، اور ایک مستقل فصل عمائم صفر کے بارے میں قائم کی ہے جس میں ابن عمرؓ کی وہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہ گذر چکا كان يصبغ بالصفرة ثيابه ←

اس کتاب میں انہوں نے الوان عمامہ پر بھی بہت سی نقول جمع کی ہیں، اور یہ کہ کس کس طرح کا عمامہ آپ ﷺ سے پہننا ثابت ہے اور انہوں نے ہر ہر لون سے متعلق الگ الگ فصلیں قائم کی ہیں۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

٤٠٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْغَطَفَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ خَرَّبُوذَ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، يَقُولُ: «عَمَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي».

ترجمہ: عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرا عمامہ باندھا تو اس کا ایک شملہ میرے آگے کی جانب اور دوسرا شملہ پیچھے کی جانب لٹکا دیا۔

شرح الحدیث: **عمامہ میں شملہ کی بحث:** حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے میرے سر پر عمامہ باندھا تو اس کا ایک سرا میرے آگے کی جانب اور ایک پیچھے کی جانب لٹکا دیا گویا اسکے دو شملے تھے ایک سینہ پر اور ایک کمر پر، (بذل) اور عون المعبود [1] میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ عمامہ کا سرا جس کو عَلامَہ عَذَبہ اور ذُؤابہ بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک بین الکتفین ہونا چاہئے جیسا کہ عمرو بن حریث کی روایت میں ہے یعنی صحیح مسلم کی روایت جو اوپر مذکور ہوئی، اسی طرح جامع ترمذی میں ابن عمرؓ سے مروی ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ [2]، اور ابن عمر کے شاگرد نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور امام نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ عمامہ کا استعمال شملہ اور بغیر شملہ کے دونوں طرح درست ہے اور منع کی روایت ترک شملہ سے ثابت نہیں [3]۔

اور خصائل میں شملہ کے بارے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ اس کے بارے میں مختلف رہی ہے، شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتی کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں، لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے، اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان، کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے، علامہ مناوی نے لکھا

کلها حتى عمامته، اور ایک فصل عمامہ خضراء کے بارے میں قائم کر کے بطور سوال و جواب کے یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ سے عمامہ خضراء کا پہننا ثابت نہیں بلکہ بعض اشراف اور آٹھویں صدی ہجری کے سلاطین کی ایجاد ہے، انہوں نے سادات کے لئے تجویز کیا تھا سادات اور غیر سادات میں امتیاز کے لئے، نیز جنگ حنین کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اس دن ملائکہ کا خاص لباس سبز عمائم تھے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٤٠٣، وعون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ١١ ص ١٣٠

[2] جامع الترمذي — كتاب اللباس — باب في سدل العمامة بين الكتفين ١٧٣٦

[3] المجموع شرح المهذب — ج ٤ ص ٣٣٩ (مكتبة الإرشاد جدة)

ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان پچھلی جانب ہے۔

آپ ﷺ کے عمامہ کا طول کتنا تھا؟ آپ ﷺ کے عمامہ کی پیمائش کے بارے میں حضرت شیخ خصائل نبوی میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے، بیجوری نے ابن حجرؒ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے، علامہ جزریؒ کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور ﷺ کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی، البتہ امام نوویؒ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ کے دو عمامہ تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مُناویؒ کے قول کے موافق، اور سات ہاتھ کا۔ ملا علی قاریؒ کے قول کے موافق اور ایک بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا، صاحب مدخلؒ نے حضور اکرم ﷺ کے عمامہ کی مقدار فقط سات ہی ہاتھ بتائی ہے، دوسرا انہیں بتایا، عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم ﷺ سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے، إلى آخره [1]۔ اور الابواب والتراجم میں ہے نقلا عن الحافظ وعن ابی الملیح بن اسامة عن ابیه رفعه: اعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا، اخرجه الطبرانی والترمذی فی العلل المفرد وضعفه البخاری وقد صححه الحاکم فلم یصب، الی آخر ماذکر۔

۲۳- بَابٌ فِي لِبْسَةِ الصَّمَّاءِ

صماء (ایک خاص قسم کی ہیئت) بنانے کی ممانعت

۴۰۸۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ مُفْضِيًا بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَيَلْبَسُ ثَوْبَهُ، وَأَحَدُ جَانِبَيْهِ خَارِجٌ، وَيُلْقِي ثَوْبَهُ عَلَى عَاتِقِهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے دو طرح کپڑے کی ہیئت بنانے سے منع فرمایا: ① ایک آدمی احتباء کرے اس طریقے پر کہ سامنے سے اس کی شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی ہو۔ ② ایک آدمی چادر اس طرح اوڑھے کہ اس کا ایک طرف ڈھکا ہوا نہ ہو بایں طور کہ وہ کپڑے کا ایک کنارہ کاندھے پر ڈالا ہوا ہو۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (۴۰۸۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۸۰)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے دو قسم کے پہناوے سے منع فرمایا ہے ایک یہ کہ آدمی احتباء کرے اس طرح کہ اس کی شرمگاہ سامنے کی طرف سے کھلی رہے۔ اور یہ اس وقت میں ہو گا جب بغیر ازار کے صرف ایک چادر میں احتباء کرے، چنانچہ دوسری روایت میں ہے: عَنِ الاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، اور دوسرے یہ کہ اپنی چادر کو اس طرح اوڑھے کہ اس کی ایک جانب

---

[1] شمائل ترمذی مع خصائل نبوی — ص ۸۸

کھل جائے، یعنی جس جانب سے کپڑا اٹھا کر کاندھے پر ڈالا ہے، یہی مضمون دوسری حدیث میں بھی آرہا ہے فرق ترتیب کا ہے، پہلے حدیث میں احتباء کا ذکر مقدم ہے اور القاء علی عاتقہ کا جس کو صمّاء کہتے ہیں مؤخر ہے، اور دوسری حدیث میں ترتیب اس کے برعکس ہے، لبسة الصماء کی ایک تفسیر تو یہی ہے جو خود اس حدیث میں مذکور ہے اور صمّاء کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ چادر کو پورے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ پاؤں سب اس کے اندر رہ جائیں اور ہاتھوں کا باہر نکلنا مشکل ہو جائے، یہ ماخوذ ہے الصخرة الصماء سے یعنی ٹھوس پتھر، اس طرح کہ لباس میں خوف سقوط رہتا ہے اور ایسے ہی کسی موذی جانور کو دفع کرنا بھی مشکل ہوتا ہے، اشتمال الصماء اور اشتمال الیہود کا ذکر کتاب الصلاۃ میں بھی گزر چکا۔

٤٠٨١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صمّاء کی ہیئت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور ایک چادر میں احتباء (حبوۃ بنانے سے) منع فرمایا (بایں طور کہ اس کا ستر کھل جائے)۔

تخریج صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٩) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٦٧) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٢) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٣) موطأ مالك - الجامع (١٧١١)

٢٤ - بَابٌ فِي حَلِّ الْأَزْرَارِ

بٹن (گھنڈیاں) کھولنے کا بیان

ازرار زِرٌ کی جمع ہے گریبان وغیرہ کی گھنڈی۔

٤٠٨٢ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ - قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ: ابْنُ قُشَيْرٍ أَبُو مَهَلٍ الْجُعْفِيُّ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: «أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ، فَبَايَعْنَاهُ، وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقُ الْأَزْرَارِ»، قَالَ: «فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ أَدْخَلْتُ يَدَيَّ فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ، فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ» قَالَ عُرْوَةُ: «فَمَا رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهُ قَطُّ، إِلَّا مُطْلِقَيْ أَزْرَارِهِمَا فِي شِتَاءٍ وَلَا حَرٍّ، وَلَا يُزَرِّرَانِ أَزْرَارَهُمَا أَبَدًا».

ترجمہ معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ میرے والد قرہؓ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی جماعت کے ساتھ حاضر ہوا۔ پس ہم نے آپ ﷺ کی قمیص کے ہاتھ پر بیعت کی آپ ﷺ کی قمیص مبارک کے بٹن (گھنڈیاں) کھلے ہوئے تھے تو میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کی قمیص کے گریبان میں ڈال کر خاتم نبوت کو چھوا۔ عروہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ (قرۃ کے صاحبزادے) اور ان کے بیٹے کو ہمیشہ دیکھا کہ ان کی قمیص کی گھنڈیا (بٹن) کھلے ہوئے تھے سردی ہو

کہ گرمی اور وہ کبھی بھی سینے کی گھنڈیاں (بٹن) نہیں لگاتے تھے۔

تخريج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٩/٤)

شرح الحديث معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد قرۃ بن ایاس نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ ﷺ کے قمیص کی گھنڈیاں اس وقت کھلی ہوئی تھیں، میں نے آپ ﷺ کے گریبان میں ہاتھ داخل کرکے مہر نبوت کو چھوا، اس پر عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد معاویہ کو اور ان کے بیٹے (ایاس بن معاویہ) کو ہمیشہ اس حال میں دیکھا کہ ان کے قمیص کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہوتی تھیں، گرمی کا موسم ہو یا سردی کا۔

اس حدیث میں معاویہ اور ان کے بیٹے کا حال تو مذکور ہے اس لئے کہ عروہ نے ان ہی دو کو دیکھا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ خصلت معاویہ نے اپنے والد قرہ بن ایاس صحابی سے حاصل کی ہے جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھا تھا۔

اس حدیث میں صحابہ اور تابعین کے اتباع سنت کا نمونہ پایا جاتا ہے اور اس پر بڑی پختگی کے ساتھ قائم رہنا، جعلنا اللہ تعالی من اهل الاتباع وجنبنا الابتداع (بذل) اور حضرت گنگوہی کی تقریر میں یہ ہے کہ اگرچہ یہ طریقہ گریبان کھولنے کا خصوصاً نماز کی حالت میں خلاف اولی ہے لیکن ان دونوں نے جو کچھ کیا وہ آپ ﷺ کے ساتھ تعلق اور محبت کی بناء پر کیا اسلئے یہ ان کے حق میں ہمیں توقع یہ ہے کہ مکروہ نہ ہوگا [1] ۔ والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٥ - بَابٌ فِي التَّقَنُّعِ

سر ڈھانپنے کا بیان

٤٠٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ، قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ».

ترجمہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے شخص نے ہمارے والد ابو بکرؓ سے کہا کہ حضور ﷺ سر ڈھانپے ہوئے تشریف لا رہے ہیں حالانکہ یہ ایک ایسا وقت تھا کہ آپ ﷺ اس وقت میں عموماً تشریف نہیں لاتے تھے۔ پس حضور ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٤٠٧

تخريج: صحيح البخاري - اللباس (٥٤٧٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٢٩) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٣)

شرح الحديث **قصۂ ہجرت کا ابتدائی حصہ**: یہ واقعہ جو اس حدیث میں مذکور ہے قبل الہجرۃ مکہ مکرمہ کا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم سب اپنے گھر میں عین دوپہر کے وقت میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک کہنے والے نے آکر والد صاحب (ابو بکر صدیقؓ) سے کہا کہ دیکھئے یہ حضور ﷺ تشریف لارہے ہیں سر پر کپڑا رکھے ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں آپ ﷺ کی تشریف آوری خلاف معمول تھی، یعنی عین دوپہر کے وقت میں، جب حضور ﷺ دروازہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے استیذان کیا، اجازت پر آپ ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ یہ طویل حدیث ہے قصۂ ہجرت سے متعلق جو بخاری میں مذکور ہے، امام بخاری نے اس کو کتاب المناقب کے اخیر میں کتاب المغازی سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدَاءٌ لَهُ أَبِي وَأُمِّي وَاللهِ مَا جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصَّحَابَةُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ الحديث[1]۔ یعنی جب صدیق اکبرؓ سے کہا گیا کہ حضور ﷺ تشریف لارہے ہیں تو وہ فرمانے لگے آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں واللہ آپ ﷺ کو اس وقت خلاف معمول کوئی بڑی چیز لیکر آئی ہے، اندر تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ غیر متعلق شخص کو یہاں سے الگ کردو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان یہاں تو سب آپ ﷺ ہی کے گھر والے ہیں کوئی اجنبی نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اچھا مجھے یہ کہنا ہے) کہ مجھے مکہ سے خروج کی اجازت ہوگئی ہے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا باپ آپ ﷺ پر قربان ہو مجھ کو ساتھ رکھئے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ضرور، پھر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ آپ ﷺ پر قربان ہو میری ان دوسواریوں میں سے ایک آپ ﷺ لے لیجئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مگر قیمتاً، اس کے بعد بخاری میں طویل حدیث میں ہجرت کا پورا واقعہ مذکور ہے۔

تقنع کا مفہوم اور اسکی تحقیق و مواقع استعمال: مصنف نے اس حدیث پر التَّقَنُّعِ کا ترجمہ قائم کیا ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ اس وقت میں جو کہ دوپہر کا وقت تھا صدیق اکبرؓ کے مکان پر متقنعا تشریف لائے، اس پر بذل میں لکھا ہے: أي مغطيا رأسه إما حفظا عن حر الشمس أو اختفاء من الكفار، یعنی آپ کا اپنے سر مبارک پر

[1] صحيح البخاري - كتاب فضائل الصحابة - باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة ٣٦٩٢

کپڑا رکھنا یا تو دھوپ سے بچنے کیلئے تھا یا کفار سے چھپنے کیلئے [1]، حضرت امام بخاری نے بھی کتاب اللباس میں باب العمائم کے بعد باب التقنع بھی قائم فرمایا ہے، اس پر حافظ لکھتے ہیں: وَهُوَ تَغْطِيَةُ الرَّأْسِ وَأَكْثَرِ الْوَجْهِ بِرِدَاءٍ أَوْ غَيْرِهِ [2] یعنی سر اور چہرہ کا اکثر حصہ ڈھانکنا کسی چادر یا رومال سے، اور امام ترمذیؒ نے بھی شمائل میں باب باندھا باب ما جاء في تقنع رسول الله صلى الله عليه وسلم اور پھر اس کے تحت انہوں نے حضرت انسؓ کی یہ حدیث ذکر کی: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ [3] آپ ﷺ بکثرت قناع استعمال کرتے تھے یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا وہ کپڑا (قناع) تیلی کا کپڑا ہے اور اسی قسم کی حدیث امام بخاری نے بھی باب التقنع میں ذکر فرمائی ہے: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ [4] ایک مرتبہ آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سر پر چکنا سا رومال تھا، لیکن امام ابوداؤد نے باب التقنع ترجمہ قائم کرکے بجائے شمائل والی حدیث کے حدیث الہجرۃ کو ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ حدیث الہجرۃ میں جو تقنع مذکور ہے وہ اسکے علاوہ ہے جو امام بخاری نے کتاب اللباس اور امام ترمذی نے شمائل میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ دونوں حدیثوں میں غور کرنے سے سمجھ میں آرہا ہے، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں تقنع کی جو شرح اور مصلحت بیان فرمائی ہے حدیث الہجرۃ والے تقنع کے وہی مناسب ہے [5]۔ جس میں سر اور اکثر چہرہ کا تغطیہ ہوتا ہے جیسا کہ حافظ کے کلام سے تقنع کی تفسیر میں ہم لکھ چکے ہیں، اور حدیث شمائل کا تقنع وہ اور چیز ہے یعنی عمامہ کے نیچے کوئی رومال اس غرض سے رکھنا تاکہ تیل کی چکناہٹ سے عمامہ خراب نہ ہو یہاں تقنع سے بظاہر صرف تغطية الرأس مراد ہے چہرہ سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ هذا والله تعالى أعلم بالصواب۔ والحديث اخرجه البخاري بنحوه في الحديث الطويل في الهجرة. قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٤٠٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ٢٧٤

[3] الشمائل المحمدية — للترمذي — ص ٥٦ (دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤١٦ھ)

[4] صحيح البخاري — كتاب اللباس — باب التقنع

[5] ہمارے بعض مشائخ بھی اس طرح کا تقنع کرتے تھے میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیمل پوری مظاہر علوم کے صدر مدرس جو کہ حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں تھے جن کا معمول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی بعد العصر کی مجلس میں مدرسہ سے حضرت شیخ کے مکان پر جب تشریف لاتے تھے تو راستہ میں اپنے سر اور چہرہ پر تولیہ رکھ کر تشریف لاتے تھے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہوتی ہے کہ راستہ میں بے محل کسی چیز پر نظر نہ پڑے اور یہ جو آجکل رومال اوڑھنے کا طریقہ جاری ہے خصوصاً عربوں میں کہ سر پر رومال کا القاء بغیر ضم طرفین کے کرلیتے ہیں یہ حدیث والا تقنع نہیں ہے بلکہ یہ سدل کی ایک نوع ہے اور سدل کا حدیث میں مستقل ذکر آتا ہے جسکی فقہاء اور شراح حدیث نے مختلف صورتیں بیان کی ہیں اب یہ کہ اسکی نوع ممنوع میں داخل ہے یا نہیں، یہ امر آخر اور غور طلب ہے۔

۲٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ

پائینچے لٹکانے کا بیان

اسبال ازار کو حدیث میں جر ازار سے بھی تعبیر کیا گیا ہے یعنی کپڑا خواہ وہ ازار ہو یا قمیص اس کو اتنا دراز کرنا اور لٹکانا جس سے ستر کعبین ہو جائے، حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے چنانچہ حدیث الباب میں ہے۔ وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، اور باب کی دوسری روایت میں ہے مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. علماء نے لکھا ہے کہ اسبال ازار اگر تکبراً ہے تو حرام ہے اور اگر لاعلمی یا بے توجہی کی وجہ سے ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر بلا مقصد عذراً ہے تو مباح ہے جیسا کہ صدیق اکبرؓ کے بارے میں حدیث میں مذکور ہے جسکی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ صدیق اکبر نحیف الجسم تھے انکا ازار اپنی جگہ پر ٹھہرتا نہیں تھا نیچے کو سرک جاتا تھا، اور ہم نے اپنے مشائخ سے سنا کہ حضرت علیؓ کا ازار بھی نیچے کو سرک جاتا تھا جسکا منشأ یہ تھا کہ وہ بطین تھے پیٹ آگے کو نکلا ہوا تھا۔

٤٠٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي غِفَارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ - وَأَبُو تَمِيمَةَ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ - عَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ، مَرَّتَيْنِ، قَالَ: "لَا تَقُلْ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ، قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ" قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: «أَنَا رَسُولُ اللهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ - أَوْ فَلَاةٍ - فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ، رَدَّهَا عَلَيْكَ» ، قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ إِلَيَّ، قَالَ: «لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا» قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا شَاةً، قَالَ: «وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ، فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَلِكَ عَلَيْهِ».

ترجمہ ابو جری جابر بن سلیم کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ ان کی بات قبول کر کے (مان کر) ان کے پاس سے لوٹتے ہیں اور وہ کوئی بات نہیں فرماتے لیکن لوگ ان کے فرمان اور احکام کو ضرور تسلیم کرتے ہیں تو میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو میں حاضر خدمت ہوا اور میں نے حاضر ہو کر عرض کیا: عَلَيْكَ السَّلَامُ یا رسول اللہ دو مرتبہ اس طرح کہا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: عَلَيْكَ السَّلَامُ مت کہو کیونکہ عَلَيْكَ السَّلَامُ مردے کیلئے تحفہ ہے (مردے کے حق میں دعا کا طریقہ ہے) بلکہ تم السَّلَامُ عَلَيْكَ کہو میں نے دریافت کیا: کیا آپ اللہ

کے پیغمبر ہیں ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بالکل میں اس اللہ کا فرستادہ ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تم اس سے مانگو تو وہ تکلیف کو دور کر دے اور وہ ایسا اللہ ہے کہ اگر تمہیں قحط سالی (خشک سالی) پہنچے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے لئے زمین میں پیداوار اگادے اور وہ ایسا اللہ ہے کہ اگر تم کسی ویران زمین میں ہو یا فرمایا تم کسی بنجر زمین میں ہو اور تمہاری سواری وہاں پر گم ہو جائے اور تم اس اللہ سے مانگو تو اللہ پاک وہ سواری تم پر لوٹا دیگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر گز کسی کو گالی مت دینا راوی کہتا ہے میں نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے نہ کسی آزاد نہ غلام کو نہ اونٹ کو نہ بکری کو کوئی گالی دی (دوسری وصیت یہ کہ) کسی نیکی کو معمولی نہ جاننا اگرچہ اتنی چھوٹی سی بات ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرو (اس نیکی کو بھی چھوٹا نہ سمجھنا کیونکہ اس نیکی کا ثواب روز قیامت تک پہاڑوں کے بقدر ہو سکتا ہے)۔ یہ بھی نیکی میں داخل ہے (تیسری وصیت یہ کہ) اپنی شلوار کو آدھی پنڈلی تک رکھو اگر ایسا نہ کر سکو تو شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھو اور ٹخنوں پر شلوار لٹکانے سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ پاک تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی آدمی تمہیں برا بھلا کہے اور ایسی چیز سے تمہیں عار دلائے جو وہ تمہارے اندر جانتا ہے تو تم اس کو ایسے گناہ یا برے کام سے عار مت دلاؤ جو تمہیں اسکے متعلق معلوم ہے۔ کیونکہ اسکے گالم گلوچ اور عار دلانے کا وبال اسی پر پڑے گا۔

تخریج جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (۲۷۲۱) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٤)

۔۔۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ أَحَدَ جَانِبَيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي، إِنِّي لَأَتَعَاهَدُ ذَلِكَ مِنْهُ، قَالَ: «لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ».

ترجمہ سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جو آدمی اپنے کپڑے کو تکبر کے ساتھ ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے پھرے اللہ پاک روز قیامت اس پر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے تو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میری تہبند کا ایک کنارہ بسا اوقات لٹک جاتا ہے لیکن میں اس کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ یہ ٹخنوں پر نہ لٹک جائے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو متکبرانہ شان سے پائنچوں کو لٹکائے۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٤٦٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٤٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٧١٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٥) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٠) سنن النسائي - الزينة (٥٣٢٧) سنن النسائي - الزينة (٥٣٢٨) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - الجامع (١٦٩٦) موطأ مالك - الجامع (١٦٩٨)

شرح الاحادیث حضرت جابر بن سلیمؓ فرماتے ہیں (یہ جب مدینہ میں پہلی بار تشریف لائے تو وہاں کا جو منظر دیکھا حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کا اس کو بیان کر رہے ہیں) کہ میں نے یہاں ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے کو لیکر لوٹتے ہیں یعنی آپ کی مجلس میں جو کچھ سنتے ہیں اس کو قبول کر کے آتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا لوگوں سے کہ یہ کون صاحب

ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں میں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور سلام عرض کیا اور کہا: عَلَيْكَ السَّلَامُ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس طرح مت کہو یہ طریقہ سلام کا (زمانہ جاہلیت میں) میت کے حق میں تھا بلکہ السَّلَامُ عَلَيْكَ کہو میں نے پوچھا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اس اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ اگر تجھ کو کوئی ضرر پہنچے اور تو اس سے دعاء کرے تو اس کو وہ دور کر دے اور وہ ایسا ہے کہ اگر تجھ کو قحط سالی پہنچے اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لئے گھاس وغیرہ اگادے (یعنی بارش برسا کر) اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اگر تو کسی جنگل بیابان میں ہو اور تیری سواری گم ہو جائے پھر تو اس سے دعاء کرے تو وہ اس کو تیری طرف لوٹا دے [1]۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، آپ نے فرمایا کہ کسی کو ہرگز گالی مت دینا، وہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد پھر میں نے کسی کو گالی نہیں دی برا نہیں کہا نہ کسی آزاد کو اور نہ کسی غلام کو، نہ انسان کو نہ جانور کو۔ اونٹ، بکری وغیرہ۔ اور فرمایا آپ نے کسی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھنا اور تو کسی سے مسکرا کر بات کرے یہ بھی نیکی ہے، (لہذا اسکو بھی معمولی چیز نہ سمجھنا) اور اپنی لنگی کو نصف ساق تک اٹھا، اور اگر یہ منظور نہ ہو تو صرف کعبین تک [2] اور اپنے آپ کو اسبال ازار سے بچا کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے یا یہ مطلب کہ یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ، فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَلِكَ عَلَيْهِ: اور اگر کوئی شخص تجھ کو گالی دے اور تجھ کو عار دلائے اس چیز سے جو وہ تیرے اندر جانتا ہے تو تو اس کو عار مت دلا اس عیب کے ساتھ جس کو تو اس کے اندر جانتا ہے اس لئے کہ اس کے عار دلانے کا وبال اس پر ہی پڑے گا، یہ آخری نصیحت بڑی جامع ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اس میں دوسرے شخص کے واقعی عیب پر عار دلانے سے منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ کسی شخص کو ایسے عیب کے ساتھ عار دلایا جائے جو اس کے اندر نہ ہو جیسا کہ لوگ مخالفت اور دشمنی میں کرنے لگ جاتے ہیں۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي مختصرا، وقال الترمذي حسن صحيح، قاله المنذري۔ وحديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما اخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

٤٠٨٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ»، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ،

---

[1] قال العلماء لاستجابة الدعاء شروط لا بد منها، فمنها أن يكون الداعي عالما بأن لا قادر على حاجته إلا الله تعالى وحده، وإن الوسائط في قبضته ومسخرة بتسخيره، وأن يدعو باضطرار وانتقار، فإن الله تعالى لا يقبل الدعاء من قلب غافل. (بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٦ ص ٤٠٩ – ٤١٠)

[2] یعنی کعبین حد اور غایت ہے ازار کے لئے جس میں یہ غایت داخل نہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے اخرجه النسائي وصححه الحاكم ايضا من رواية حذيفة رضي الله تعالى عنه بلفظ الازار الى انصاف الساقين فان ابيت فاسفل فان ابيت فمن وراء الساقين ولا حق للكعبين في الازار.

فَقَالَ: «اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ». فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ. قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَإِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک صاحب ٹخنوں کے نیچے پائنچے لٹکائے نماز پڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ وہ صاحب گئے اور وضو کر کے آئے پھر حضور ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا دوبارہ جاؤ اور پھر وضو کر کے آؤ آپ کی مجلس میں ایک صاحب موجود تھے انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کو وضو کرنے کو کیوں فرمایا؟ اور پھر آپ ﷺ نے نماز لوٹانے کا بھی نہیں فرمایا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ٹخنوں سے نیچے پائنچے لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ پاک ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو پائنچے لٹکا کر نماز پڑھے۔

شرح الحديث یہ حدیث کتاب الصلاۃ میں گزر چکی۔

٤٠٨٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا، قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَقَالَ: «الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ - أَوِ الْفَاجِرِ -».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ تین اشخاص ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ پاک نہ تو ان سے بات فرمائیں گے نہ نظر رحمت فرمائیں گے نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ نقصان اور گھاٹے میں پڑے ہیں حضور ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لوگ تو نقصان اور خسارے میں ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ① وہ جو ٹخنوں سے نیچے پائنچے لٹکاتا ہے ② احسان کر کے احسان جتلاتا ہے۔ ③ جھوٹی قسم کھا کر اپنے سامان کو بیچنے کی تدبیر کرنے والا (راوی کہتے ہیں) یا پھر (کاذب کی جگہ) فاجر فرمایا۔

شرح الحديث اس حدیث میں بھی اسبال ازار پر وعید ہے، والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٠٨٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا، "وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ. قَالَ الْمَنَّانُ: الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ".

ترجمہ حضرت ابوذرؓ حضور ﷺ سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں (امام ابوداؤد فرماتے ہیں) پہلی حدیث جس کو حفص بن عمر نے نقل کیا ہے وہ زیادہ مکمل ہے مسدد کی حدیث سے۔ ابوزرعہ راوی نے فرمایا کہ منان وہ شخص ہے جو ہر چیز پر

احسان جتلائے۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (١٠٦) جامع الترمذي - البيوع (١٢١١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٦٣) سنن النسائي - البيوع (٤٤٥٨) سنن النسائي - الزينة (٥٣٣٣) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٠٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٨/٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٠٥)

٤٠٨٩ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا، قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ، فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ فَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرَى فِي قَوْلِهِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ أَجْرُهُ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ آخَرُ، فَقَالَ: مَا أَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا، فَتَنَازَعَا حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ، وَيُحْمَدَ» فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذَلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَيَقُولُ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَمَا زَالَ يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ: لَيَبْرُكَنَّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا» ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ، لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ، وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ»، فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا، وَلَا تَضُرُّكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ، حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلَا التَّفَحُّشَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ: أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: «حَتَّى تَكُونُوا كَالشَّامَةِ فِي النَّاسِ».

ترجمہ: قیس بن بشر کہتے ہیں کہ میرے والد بشر بن قیس جو ابو الدرداء کے حلقہ بگوش لوگوں میں سے تھے ..... نے فرمایا کہ دمشق میں حضور ﷺ کے صحابی تھے جن کو ابنُ الحَنظَلِيَّة کہا جاتا تھا وہ گوشہ نشین شخص تھے لوگوں کے ساتھ میل جول کم رکھتے تھے بس نماز میں اپنے آپ کو مشغول رکھتے تھے جب نماز سے فارغ ہوتے تو تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہو جاتے یا اپنی خانگی ضروریات کو پورا کرنے چلے جاتے ایک دن یہ صحابیؓ ہمارے پاس سے گزرے ہم ابو الدرداء کی مجلس میں تھے

ابو الدرداء نے ان سے فرمایا کہ کوئی چھوٹی سی نصیحت کا کلمہ ہمیں فرماتے جایئے جو ہمارے لیے سود مند ہو اور آپ کا نقصان بھی نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک سریہ (جماعت) جہاد کیلئے روانہ فرمایا جب سریہ جہاد سے واپس لوٹ آیا تو ان سریہ والوں میں ایک صاحب جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے اور اس آنے والے شخص نے اپنے پہلو میں بیٹھے صحابی سے کہا (یہ صحابی اپنے معرکہ کے واقعات سنا رہے تھے) جب ہماری دشمن سے مڈ بھیڑ ہوئی تو وہ واقعہ قابل دید تھا کہ ہمارے فلانے ساتھی نے نیزہ (اسلحہ) اٹھا کر دشمن کو مارا اور مارتے وقت کہا کہ قبیلہ غفار کے نوجوان کی طرف سے یہ تحفہ قبول ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ اس نے یہ جملہ جو کہا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس صحابی نے جواب دیا میرے خیال میں اس غفاری نوجوان نے اپنے اس جملے سے اپنا ثواب ختم کر دیا (کیونکہ یہ تو ایک طرح سے فخریہ کلمہ ہے)۔ اسی مجلس میں بیٹھے دوسرے صحابی نے یہ بات سنی انہوں نے فرمایا میرے خیال میں اتنی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں اب یہ دونوں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اس جملے کو سنا تو فرمایا سبحان اللہ اس میں کیا حرج ہے کہ آدمی کو ثواب بھی ملے اور اس کی تعریف بھی کی جائے (راوی کہتا ہے) میں نے ابو الدرداء کو یہ واقعہ سن کر خوش ہوتے ہوئے دیکھا اور وہ ان صحابی کی طرف سر اٹھاتے اور بار بار یہ ہی سوال کرتے کہ واقعی آپ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تو وہ جواب دیتے جی ہاں اور ابو الدرداء مسلسل یہ ہی دریافت فرماتے یہاں تک کہ میں سوچنے لگا کہ ابو الدرداء ان صحابی ابْنُ الْحَنْظَلِيَّة کے گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے (بشر راوی کہتے ہیں کہ) ابْنُ الْحَنْظَلِيَّة ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ابو الدرداء نے اسی طرح فرمایا کہ ایک چھوٹے سے جملے کی نصیحت کیجئے کہ جو ہمارے لئے فائدہ مند ہو اور آپ کے وقت کا نقصان نہ ہو تو صحابی ابْنُ الْحَنْظَلِيَّة نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ جو شخص (جہاد اور امور خیر میں) گھوڑے پر خرچ کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے ہاتھ صدقہ دینے کے لئے کھولے رکھتا ہے اور اپنی مٹھی کبھی بند نہیں کرتا۔ (راوی کہتا ہے) پھر ایک تیسرے دن ان صحابی کا دوبارہ ہمارے پاس سے گزر ہوا تو ابو الدرداء نے (اسی طرح) ان سے فرمایا کہ ایک چھوٹے سے جملے میں نصیحت کیجئے جو ہمارے لئے فائدہ مند ہو اور آپ کیلئے نقصان دہ نہ ہو تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خریم (ابن الفاتک) الاسدی کتنے ہی اچھے شخص ہیں اگر ان کے بال زیادہ لمبے نہ ہوتے اور ٹخنوں تک پائنچے نہ لٹکاتے یہ جملہ خریم (صحابی) کو پہنچا تو انہوں نے جلدی سے چھری لی اور اس سے اپنے گیسو کاٹ ڈالے یہاں تک کہ بال کانوں تک رہ گئے اور اپنی شلوار کو اتنا اوپر کیا کہ شلوار آدھی پنڈلی تک رہ گئی (راوی کہتا ہے) پھر ابْنُ الْحَنْظَلِيَّة ایک دن (چوتھی دفعہ) ہمارے پاس سے گزرے تو (اسی طرح) ان سے ابو الدرداء نے عرض کیا کہ ایک مختصر جملہ ارشاد فرمایئے جو ہمارے لئے فائدہ مند ہو اور آپ کے لئے نقصان دہ نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (جب آپ ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے) تم اپنے بھائیوں (عزیزوں) کے پاس واپس جا رہے ہو لہذا اپنی سواریوں کے کجاوے درست کر لو اور اپنا لباس (حلیہ) درست کر لو یہاں

تک کہ تم لوگوں میں ایسے ممتاز ہو جاؤ جیسے جسم میں تل کا نشان۔ اللہ پاک فحش گوئی کرنے والے شخص کو پسند نہیں فرماتے اور نہ اس شخص کو جو قصداً (بتکلف) فحش کلام یا بری ہیئت اختیار کرلے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ابو نعیم نے ہشام سے اسی طرح نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں ایسے ممتاز ہو جاؤ جیسے کہ جسم میں تل کا نشان۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٨٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٠/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٠/٤)

شرح الحدیث یہ ایک طویل حدیث ہے جو متعدد احادیث پر مشتمل ہے جس کا مضمون یہ ہے: قیس بن بشر کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد یعنی بشر بن قیس نے بیان کیا میرے والد حضرت ابو الدرداءؓ کے جلیس تھے یعنی ان کے پاس ان کا زیادہ آنا جانا تھا میرے والد فرماتے ہیں کہ دمشق کے اندر ایک صحابی تھے جن کو ابْنُ الْحَنْظَلِيَّة کہا جاتا ہے جو بہت یکسو تھے لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے ان کا مشغلہ نماز تھا اور نماز سے فارغ ہو کر تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جاتے اور پھر اپنے گھر آجاتے میرے والد فرماتے ہیں کہ یہ صحابی ہمارے پاس کو گزرے جب کہ ہم ابو الدرداء کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب وہ گزر رہے تھے تو حضرت ابو الدرداء نے ان سے عرض کیا كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ (اجی ایسی بھی کیا بات ہے) کوئی جملہ ارشاد فرما دو کھڑے کھڑے جس سے ہمیں فائدہ ہو جائے گا اور آپ کا اس میں کچھ نقصان نہ ہوگا تو اس پر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا تو جب وہ سریہ لوٹ کر آیا مدینہ میں تو اس سریہ والوں میں سے ایک شخص آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا تو اس آنے والے نے ایک اس شخص سے جو پہلے سے مجلس میں بیٹھا تھا اور اس کے برابر ہی میں تھا کہا کہ ایسا ہوا کہ جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے دشمن پر حملہ کیا یہ حملہ کرنے والا قبیلہ غفار کا تھا تو حملہ کرتے وقت وہ کہنے لگا خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ کہ لے یہ انعام لیتا جا میری طرف سے تو بھی کیا یاد رکھے گا کہ میں غلام غفاری ہوں تو اس کے بارے میں اس خادم نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے اس نے جو یہ بات کہی اس کے بارے میں تو اس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں تو اس کا سارا ثواب باطل ہو گیا یعنی اس فخریہ جملہ کی وجہ سے وہاں مجلس ہی کے ایک دوسرے شخص نے یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ میرے خیال میں تو ایسا کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس بارے میں ان دونوں میں تنازع ہونے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس بات کو سن لیا تو اس پر آپ نے فرمایا، سُبْحَانَ اللهِ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ، وَيُحْمَدَ کہ اسمیں کچھ حرج نہیں کہ اس کو اس کے عمل کا اجر بھی ملے اور اس کی تعریف بھی کی جائے (اس لئے کہ حرب کے اندر کافر کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب اور مستحسن ہے کما ورد فی الحدیث راوی کہتا ہے، فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذَلِكَ کہ حضرت ابو الدرداء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر بہت مسرور ہوئے پوری حدیث تو انہوں نے سر جھکا کر سنی تھی لیکن سننے کے بعد اظہار مسرت و تعجب کرتے ہوئے ان صحابی کی طرف جنہوں نے یہ حدیث بیان کی تھی سر اٹھاتے گئے اور ان کی طرف آگے کو بڑھتے گئے اور بار بار یہ کہتے رہے کہ کیا تم نے واقعی یہ بات حضور

ﷺ سے سنی ہے کیا واقعی تم نے یہ بات حضور ﷺ سے سنی ہے راوی کہتا ہے کہ وہ ان کی طرف اتنا بڑھتے گئے جس سے میں یہ سمجھنے لگا کہ اب کھڑے ہو جائیں گے (ایک حدیث تو یہ ہوئی) راوی کہتا ہے کہ پھر ایک اور دن وہ صحابی یعنی ابنُ الحَنْظَلِيَّةِ ہمارے پاس کو گزر رہے تھے اس بار بھی حضرت ابو الدرداء نے ان سے فرمایا كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ اس پر انہوں نے ایک اور حدیث سنائی کہ ہم سے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ خیل جہاد پر خرچ کرنے والا مثل اس شخص کے ہے جو اپنے ہاتھ کو صدقہ کرنے کیلئے پھیلاتا ہی رہتا ہے اور کبھی سکیڑتا نہیں (یہ دوسری حدیث ہوئی) آگے راوی کہتا ہے کہ اسی طرح ایک اور دن وہ ہمارے پاس کو گزرے رہے تھے پھر حضرت ابو الدرداء نے ان سے یہی درخواست کی كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ اس پر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے خریم اسدی کے بارے میں یہ فرمایا کہ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ، لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ، وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ، کہ خریم اسدی کیسا اچھا آدمی ہے اگر اسکے پٹھے زیادہ دراز نہوتے اور وہ اسبال ازار نہ کرتا یعنی پھر تو اسکی خوبی کا کہنا ہی کیا یہ بات خریم کو بھی پہنچ گئی تو انہوں نے حدیث سنتے ہی قینچی ہاتھ میں لے کر اپنے پٹھے کاٹ دیئے کانوں تک اور اپنا ازار کر لیا نصف ساق تک (یہ تیسری حدیث ہوئی) راوی کہتا ہے کہ پھر ایک دن اور وہ ہمارے پاس کو گزر رہے تھے۔ تو حضرت ابو الدرداء نے اپنا وہی جملہ دہرایا كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، اس پر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سفر سے واپسی میں مدینہ میں داخل ہونے والے تھے تو آپ نے اپنے سب ہمراہیوں سے فرمایا۔ إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ، حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلَا التَّفَحُّشَ، کہ اب تم اپنے عزیزوں اور بھائیوں کے پاس پہنچ رہے ہو تو اپنی سواریوں کے کجاوے درست کر لو اور اپنا لباس اور کپڑے بھی درست کر لو اور ایسے ممتاز ہو جاؤ گویا کہ تم لوگوں میں ایسے لگو جیسے بدن میں خال (تل) ہوتا ہے یعنی بالکل صاف ستھرے اور نمایاں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کی حالت کے بگاڑ کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ بگاڑ طبعی ہو یا وقتی اور عارضی اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ استقبال کرنیوالوں کی رعایت واعزاز میں آدمی کو اپنی ہیئت درست کر لینی چاہیے۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ جب علی گڑھ کے سفر سے اپنی آنکھ کا آپریشن کرا کر لوٹ رہے تھے آنکھ پر سبز پٹی بندھی ہوئی تھی تو جب گاڑی مکان پر پہنچی تو گاڑی سے اترنے سے پہلے آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ آنکھ پر سے پٹی اتار دے کیونکہ پٹی کی وجہ سے چہرے کی ہیئت خراب سی معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ لوگ استقبال کے لئے منتظر کھڑے ہیں تا کہ دوستوں سے اچھی حالت میں سامنا ہو۔

شمائل ترمذی کی حدیث میں ہے کہ آپ ہر موقع اور محل کے مناسب اس کی تیاری فرمایا کرتے تھے لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ

دوستوں سے اچھی اور مناسب حالت میں ملاقات کرنا اس میں صرف اپنے نفس کا احترام و عزت نہیں ہے بلکہ مخاطب کی بھی اس میں رعایت ہے [1]، یہ ہیں تعلیم نبوی میں معاشرہ کی باریکیاں۔

٢٧- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ

تکبر اور بڑائی کا بیان

٤٠٩٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادٌ يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ الْمَعْنَى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ مُوسَى: عَنْ سَلْمَانَ الْأَغَرِّ، وَقَالَ هَنَّادٌ: عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ هَنَّادٌ: - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: «الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا، قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ہناد راوی کہتے ہیں کی حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے جس شخص نے ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کو مجھ سے چھیننا چاہا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

تخریج صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٢٠) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٠) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٨/٢)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے یعنی یہ دونوں چیزیں میری مخصوص صفت ہیں تو جو شخص مجھ سے جھگڑتا ہے ان دو میں سے کسی ایک کے بارے میں تو میں اس کو جہنم میں پھینک دیتا ہوں، جھگڑنے سے مراد ان دو صفتوں کو اختیار اور استعمال کرنا ہے اور جو شخص دوسرے کی چیز استعمال کرتا ہے تو گویا وہ اس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ تکبر بڑا سخت گناہ اور شرک کی لائن کی چیز ہے جس کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا، یعنی اگر اس سے تائب نہ ہوا اور اگر سچے دل سے توبہ کرلی تو شرک کی طرح یہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر وقت کھلا ہوا ہے اس کی طرف رغبت کرنی چاہئے اور کسی وقت بھی عاصی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

ایک مرتبہ اپنے حضرت شیخؒ سے بھی سنا تھا اوپر فضا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میدان میں تکبر کی گنجائش نہیں، حیوانی گناہوں کی تو کوئی زیادہ اہمیت نہیں لیکن یہ جاہی گناہ شیطانی گناہ ہے یہ بہت سخت چیز ہے۔ والحدیث

[1] الشمائل المحمدية للترمذي - باب ما جاء في تواضع رسول الله صلى الله عليه وسلم ٣٣٧ ص ١٥١-١٥٢

اخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

۴۰۹۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْقَسْمَلِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ قسملی نے اعمش سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الإيمان (۹۱) جامع الترمذي - البر والصلة (۱۹۹۸) سنن أبي داود - اللباس (۴۰۹۱) سنن ابن ماجه - المقدمة (۵۹) سنن ابن ماجه - الزهد (۴۱۷۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۹۹/۱)

شرح الحدیث حدیث کے ان دونوں جملوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک منطقی طالب علم یہ نتیجہ [1] نکالے گا کہ جس شخص کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر کبر بھی ہو گا اس قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہو گا بلکہ وہ ایمان سے خالی ہو گا بڑی سخت وعید ہے کبر کے بارے میں، مگر اہل سنت وجماعت کے نزدیک تو اس طرح کی روایات ماؤل ہوتی ہے کہ دخول اولی کی نفی ہے یعنی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا یہ کہ دخول جنت کے وقت اسکے قلب میں کبر باقی نہیں رہے گا اور کبر کو ساتھ لے کر جنت میں نہیں جا سکتا کما قال اللہ تعالیٰ: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ [2] اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ کبر سے مراد ہے استکبار عن الایمان۔ والحدیث اخرجه مسلم والترمذی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۴۰۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَكَانَ رَجُلًا جَمِيلًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالُ، وَأُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَى، حَتَّى مَا أُحِبُّ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ، إِمَّا قَالَ: بِشِرَاكِ نَعْلِي، وَإِمَّا قَالَ: بِشِسْعِ نَعْلِي، أَفَمِنَ الْكِبْرِ ذَلِكَ؟ قَالَ «لَا، وَلَكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ، وَغَمَطَ النَّاسَ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جو کہ بڑا حسین وجمیل تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے خوبصورتی پسند ہے اور مجھے اس (خوبصورتی) میں سے جو حصہ ملا ہے وہ آپ ﷺ کے سامنے

---

[1] اس لئے کہ جملہ اولی کا مقتضی یہ ہے کہ جس شخص کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو وہ جہنم میں جائے، اور جملہ ثانیہ میں اس کی تصریح ہے کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو گا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔ فالنتیجہ التی ذکرنا ظاہرۃ۔

[2] اور نکالیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی (سورۃ الاعراف ۴۳)

ہے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی شخص مجھ پر برتری لے جائے میری چپل کے تسمے کے برابر بھی..... راوی کہتا ہے کہ اس نے بِشِرَاكِ نَعْلِي کہا یا بِشِسْعِ نَعْلِي کہا..... تو کیا یہ تکبر میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تکبر تو حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

شرح الحدیث حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بہت حسین و جمیل شخص آیا اور اس نے آکر آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں جس کو حسن و جمال بہت مرغوب اور پسند ہے اور مجھ کو یہ چیز عطا بھی کی گئی ہے جیسا کہ آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ میرا حال حسن پسندی میں یہاں تک پہنچ گیا کہ مجھ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی شخص بھی حسن میں مجھ پر فوقیت لے جائے ذرا سی چیز میں بھی مثلاً جوتے کا تسمہ بھی یعنی مجھ کو یہ بات بھی پسند نہیں کہ کسی شخص کے جوتے کا تسمہ بھی میرے جوتے کے تسمے سے خوبصورت ہو چہ جائیکہ اس سے بڑی چیز میں اپنا سارا یہ حال بیان کر کے اس نے آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ یہ تکبر تو نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کوئی تکبر نہیں، وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ، وَغَمَطَ النَّاسَ، بلکہ متکبر وہ شخص ہے جو حق کا انکار کرے یعنی اپنی بات کی پچ میں وضوح حق کے بعد بھی اس کو تسلیم نہ کرے اور اپنی رائے پر اڑا رہے (اور اس کے ساتھ ساتھ) لوگوں کو حقیر سمجھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھا کھانا اور عمدہ لباس پہننا یہ کبر کی حقیقت میں داخل نہیں، یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ زیادہ عالیشان لباس پہننے سے کبر پیدا ہو سکتا ہے سو یہ امر آخر ہے۔

٢٨ ۔ بَابٌ فِي قَدْرِ مَوْضِعِ الْإِزَارِ

تہبند کس جگہ تک لٹکایا جا سکتا ہے

٤٠٩٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنِ الْإِزَارِ، فَقَالَ: عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - أَوْ لَا جُنَاحَ - فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ».

ترجمہ علاء بن عبد الرحمن اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے تہبند کے بارے میں استفسار کیا تو آپؓ نے ارشاد فرمایا: باخبر آدمی کے پاس آئے ہو، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان (مرد) کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے اور کوئی حرج نہیں جب کہ آدھی پنڈلی سے لیکر ٹخنوں (سے اوپر) تک ہو....... یا تو راوی نے لَا حَرَجَ کہا یا لَا جُنَاحَ (کوئی گناہ نہیں) کہا..... (تہبند کا) جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ آگ میں ہو گا۔ جس شخص نے تکبر کی بناء پر اپنا تہبند لٹکایا اللہ جل شانہ روز قیامت اس پر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥) موطأ مالك - الجامع (١٦٩٩)

شرح حدیث یعنی مسلمان کے ازار کی صفت نصف ساق تک ہے یعنی اولیٰ یہ ہے اور پھر نصف ساق سے آگے کعبین تک کی گنجائش ہے اور جو اس سے نیچے ہے وہ مستحق نار ہے۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٠٩٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ، لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (تکبر کی وجہ سے) کپڑے کو لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ (وغیرہ) میں بھی (حرام) ہے جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کو بھی تکبر کی وجہ سے لٹکایا روز قیامت اللہ پاک اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٤٦٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٤٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٥) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٠) سنن النسائي - الزينة (٥٣٢٧) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - الجامع (١٦٩٦)

شرح الحدیث یہ ابن عمرؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ اسبال کی کراہت جس طرح ازار میں ہے اسی طرح قمیص اور عمامہ کے اندر ہے یعنی عمامہ کا شملہ، جو شخص ان تین میں سے کسی میں بھی اسبال کریگا بطور تکبر تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیں گے۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٠٩٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُمَيَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: «مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِزَارِ، فَهُوَ فِي الْقَمِيصِ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو (حرمت اور رخصت کی تفصیل) تہبند کے بارے میں ارشاد فرمائی وہ (تفصیل) قمیص کے بارے میں (اسی طرح دیگر کپڑوں مثلاً جبہ عمامہ وغیرہ میں) بھی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٠/٢)

٤٠٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ، فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلَى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ، وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ، قُلْتُ: لِمَ تَأْتَزِرُ هَذِهِ الْإِزْرَةَ؟ قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا».

ترجمہ حضرت عکرمہ بیان فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ اس طرح تہبند باندھا کرتے تھے کہ تہبند کا اگلا کنارہ پاؤں کی پشت پر آنے لگتا اور تہبند پیچھے سے (ٹخنوں کی جانب سے) اوپر اٹھا رہتا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا

آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ تو انہوں فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح تہبند باندھتے دیکھا۔

شرح حدیث حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ جب وہ ازار پہنتے تھے تو اپنے ازار کے سامنے کے حصہ کے کنارہ کو پاؤں کے پشت پر رکھ لیا کرتے تھے اور پچھلے کنارہ کو اوپر اٹھالیا کرتے تھے حاصل یہ کہ انکا تہبند آگے کی طرف سے ذرا جھکا ہوا ہوتا تھا اور پیچھے کی طرف سے ذرا اوپر کو اٹھا ہوا ہوتا تھا عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ اپنا تہبند اس طرح کیوں باندھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

بذل میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسا بیان جواز کیلئے کیا ہو اھ [1] کیونکہ بغیر خیلاء کے ایسا کرنا صرف خلاف اولیٰ ہے مجھے یاد ہے کہ حضرت شیخؒ نے یہ حدیث پڑھاتے وقت فرمایا تھا کہ دیکھو یہ جو مغلی پاجامہ ہوتا ہے اسکی اصل یہی تو نہیں؟ اھ مغلی پاجامہ کی ہیئت کچھ اسی طرح کی ہوتی ہیں کہ آگے کی طرف سے کچھ جھکا ہوا اور ایڑی کی طرف سے کچھ اٹھا ہوا حضرت نے یہ بات بطور ظرافت کے فرمائی تھی۔

۲۹۔ بَابٌ فِي لِبَاسِ النِّسَاءِ

عورتوں کے پہناوے کا بیان

۴۰۹۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان عورتوں پر (لعنت فرمائی ہے) جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٥٤٦) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٤) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٧) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٩)

شرح الحدیث یعنی جو عورتیں صورت اور لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کریں ان پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور ایسے ہی ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

اس وعید کے عموم میں عورتوں کا سر کے بال چھوٹے کرانا مردوں کے پٹھوں کی طرح اور مردوں کا ڈاڑھی منڈانا داخل ہو جائے گا جس میں لوگوں کی اکثریت مبتلیٰ ہے واللہ الھادی، والحدیث اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٦ ص ٤٢٥

٤٠٩٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو زنانہ لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردانہ پوشاک پہنے۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤٠٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٢٥)

٤٠٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، وَبَعْضُهُ قِرَاءَةً عَلَيْهِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: قِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ، فَقَالَتْ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ».

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے (لباس پوشاک) میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ سے کسی نے کہا کہ ایک عورت مردانہ یعنی کھڑا جوتا پہنتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر جو رَجُلہ ہو، یعنی مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی (مردانی عورت)۔

٣٠ - بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: { يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ }

اللہ کے قول يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ [1] کی تفسیر و تشریح

٤١٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ، فَأَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ، وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوفًا، وَقَالَتْ: «لَمَّا نَزَلَتْ سُورَةُ النُّورِ عَمَدْنَ إِلَى حُجُورٍ - أَوْ حُجُوزٍ، شَكَّ أَبُو كَامِلٍ - فَشَقَقْنَهُنَّ فَاتَّخَذْنَهُ خُمُرًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے انصار کی خواتین کا ذکر فرمایا اور ان کی تعریف و توصیف بیان کی اور فرمایا کہ جب سورۃ نور (کی آیت وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے پٹی کو بند کر لیا۔ ابو کامل (راوی) کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حجور فرمایا یا حجوز (پس ان خواتین نے ان) کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔

شرح الحدیث: عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ، فَأَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ، وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوفًا: حدیث کا یہ ٹکڑا باب غسل الحیض میں بھی گزرا ہے "نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین"۔

وَقَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ سُورَةُ النُّورِ عَمَدْنَ إِلَى حُجُورٍ - أَوْ حُجُوزٍ، فَشَقَقْنَهُنَّ فَاتَّخَذْنَهُ خُمُرًا: وہ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ نور نازل

---

[1] نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں (سورۃ الأحزاب ٥٩)

ہوئی جس میں یہ آیت ہے وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ تو انہوں نے قصد کیا اپنے کمر کے پٹکوں کی طرف، کمر کے پٹکوں سے مراد یہ ہے کہ بعض علاقوں کی عورتیں ایک چادر کو تہ کر کے وسط کمر میں باندھ لیتی ہیں۔ یعنی ان کو لیا اور ان کے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان کو اپنے سروں کی اوڑھنیاں بنالیا، یعنی کمر پر باندھنے کے جو پٹکے تھے وہ بہت لمبے اور بڑے بڑے تھے جن کو مختصر کرنے کی گنجائش تھی اس لئے انہوں نے ایسا کیا کہ ان میں سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر اسکو سر کے ڈھانکنے کے کام میں لے آئیں اور اس کو خمار بنالیا، حُجوز حُجزۃ کی جمع ہے اور اس روایت میں جو دوسر الفظ حجور کا بطور شک راوی کے مذکور ہے اسکے یہاں کوئی معنی نہیں بنتے۔

اس آیت کا سبب نزول یہ لکھا ہے کہ ان انصاری عورتوں کے گریبان چوڑے چوڑے تھے جن سے سینے ظاہر ہوتے تھے، اور اوڑھنیوں کے بارے میں ان کی عادت یہ تھی کہ ان کو سر پر رکھ کر پیچھے کی طرف ڈال لیتی تھیں، لہٰذا ان کو حکم کیا گیا اس بات کا کہ بجائے پیچھے کی طرف ڈالنے کے آگے کی طرف ڈالیں جس سے سینہ مستور ہو جائے۔

۴۱۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: "لَمَّا نَزَلَتْ: { يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ }، خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ".

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب آیت مبارکہ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ نازل ہوئی تو انصار کی خواتین اس طرح نکلا کرتیں تھی کہ (ان کی) چادروں (کو دیکھ کر) یوں لگتا گویا کہ ان کے سروں پر سیاہ کوے ہوں۔

۳۱۔ بَابٌ فِي قَوْلِهِ { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ }

اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ [1] کا بیان

۴۱۰۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَعَافِرِيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ: { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ }، شَقَقْنَ أَكْنَفَ - قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: أَكْثَفَ - مُرُوطِهِنَّ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا".

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی دبیز اور موٹی چادروں کو پھاڑا...... ابن صالح نے (أَكْنَفَ کے بجائے) أَكْثَفَ کا لفظ نقل کیا ہے...... اور اس کے دوپٹے بنالیے۔

[1] اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر (سورۃ النور ۳۱)

٤١٠٣ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: رَأَيْتُ فِي كِتَابِ خَالِي، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: ابن السرح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں (ان کے ماموں عبد الرحمن عبد الحمید تھے) کی کتابوں میں عن عقیل عن ابن شہاب کی سند سے اسی کے ہم معنی حدیث دیکھی۔

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں [1]، ایک حضرت ام سلمہؓ کی قَالَتْ: "لَمَّا نَزَلَتْ: { يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ }، خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ".

یہ آیت جو اس حدیث میں مذکور ہے، سورۂ احزاب کی ہے جس میں اس طرح ہے يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا [2]۔

اس آیت میں عورتوں کو حجاب کا حکم ہے کہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر اچھی طرح لپیٹو، حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد جب انصاری عورتیں اس آیت پر عمل کرتی ہوئیں گھر سے باہر نکلیں (تو چونکہ اب انہوں نے اپنی سیاہ چادروں کو سر اور باقی بدن پر اچھی طرح اوڑھ لیا تھا سب کے سر سیاہ چادروں میں ڈھک گئے تو دیکھنے والے کو ایسا لگتا تھا کہ) گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہیں۔

غِرْبَانَ بروزن غلمان، غراب کی جمع ہے جو سیاہ ہوتا ہے، جن چادروں سے انہوں نے اپنا سر ڈھانپ رکھا تھا چونکہ وہ سیاہ رنگ کی تھیں جس کی وجہ سے انکے سر سیاہ کوے کے مشابہ ہو گئے تھے، یہ حدیث ام سلمہؓ ترجمہ اولیٰ کے مناسب ہے نہ کہ اس ترجمہ ثانیہ کے اور پہلے باب کے ضمن میں جو حدیث عائشہ مذکور ہے جسمیں سورۃ النور کا حوالہ ہے وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وہ حدیث اس ترجمہ ثانیہ کے مناسب ہے، یعنی معاملہ برعکس ہو گیا۔

اور اس باب ثانی کی حدیث ثانی یہ ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. أَنَّهَا قَالَتْ: "يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ، لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ: { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ }، شَقَقْنَ أَكْنَفَ - قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: أَكْثَفَ - مُرُوطِهِنَّ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا"۔

اس حدیث میں مہاجر عورتوں کا ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ تو ان عورتوں نے یہ کیا کہ اپنی چادروں میں جو سب سے زیادہ دبیز اور موٹی تھیں ان کے ٹکڑے کر کے اوڑھنیاں بنالیں۔

حضرت عائشہؓ کی جو حدیث پہلے باب میں آئی ہے اس میں بھی اسی آیت کا ذکر ہے جو یہاں مذکور ہے یعنی سورۂ نور کی

---

[1] بذل کے نسخہ میں حدیث ٤١٠١ جو گزشتہ باب میں گزری اس باب کے ذیل میں درج ہے، اس لیے شارح نے اس کا حوالہ یہاں دیا ہے، لیکن محمد محیي الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں یہ باب حدیث ٤١٠٢ سے شروع ہوا ہے۔

[2] اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی ان کو نہ ستائے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان (سورۃ الأحزاب ٥٩)

آیت، لیکن وہاں نساء الانصار مذکور تھا اور یہاں نساء المہاجرات، لہٰذا دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ اس آیت پر عمل کرنے میں نساء الانصار کی تخصیص نہیں جیسا کہ پہلے باب کی حدیث سے شبہ ہوتا تھا اور نہ مہاجرات کی تخصیص ہے جیسا کہ دوسرے باب کی حدیث سے شبہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ دونوں ہی کے حق میں ہے۔

نزول حجاب، اور حجاب سے متعلق آیات و روایات کی توضیح: ان دونوں بابوں کا تعلق حجاب سے ہے اور ہمارے یہاں کتاب اللباس چل رہی ہے، حضرت امام بخاریؒ نے حجاب کا مسئلہ کتاب الاستیذان میں ذکر کیا ہے، سنن ابوداؤد میں استیذان کا بیان اواخر کتاب، کتاب الادب کے آخر میں مختصراً ذکر کیا ہے، امام بخاری نے ترجمہ قائم کیا باب آیۃ الحجاب اور اس میں دو قصے ذکر کئے ایک حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ کا دوسرا حضرت عمرؓ کا حضرت سودہؓ سے متعلق، پہلے قصہ کا حاصل یہ ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ حجاب کے واقعہ سے سب سے زیادہ میں واقف ہوں، اور پھر انہوں نے نزول حجاب کا واقعہ بیان فرمایا وہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کے بعد اور رخصت کے بعد صبح کو لوگوں کو دعوت ولیمہ میں مدعو فرمایا تو اکثر لوگ تو کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے، لیکن بعض لوگ فارغ ہونے کے بعد باتوں میں مشغول ہو گئے، اور دیر تک باتیں کرتے رہے، آپ ﷺ نے شروع میں انتظار کیا ان کے اٹھنے کا، جب وہ نہیں اٹھے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے منشا کو نہیں سمجھتے تھے تو آپ ﷺ نے یہ صورت اختیار فرمائی [1] ان کو اٹھانے کی کہ آپ ﷺ خود کھڑے ہو گئے اور گھر کے اندر سے باہر تشریف لے آئے [2] اور ترمذی کی روایت [3] میں ہے کہ حضرت زینبؓ (دولہن جن کی شادی کی یہ دعوت تھی) گھر کے اندر رخ پھیر کر ایک طرف کو بیٹھی رہیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی گھر سے باہر آ گیا، اور آپ ﷺ وہاں سے نکل کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ تک تشریف لے گئے جو قریب ہی تھا، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ گیا تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ وہاں سے لوٹے یہ گمان کرتے ہوئے کہ غالباً اب وہ لوگ بھی باہر آ گئے ہوں گے جو اندر باتیں کر رہے تھے لیکن گھر میں داخل ہو کر دیکھا جہاں پر حضرت زینبؓ بیٹھی ہوئی تھیں کہ وہی چند آدمی اسی طرح بیٹھے ہیں، حضور ﷺ پھر گھر میں سے لوٹ آئے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ، اور آپ ﷺ اس مرتبہ بھی حضرت عائشہؓ کے حجرہ تک تشریف لے گئے، پھر جب آپ ﷺ نے گمان کیا کہ اب وہ لوگ واپس ہو گئے ہوں گے تو آپ ﷺ وہاں سے لوٹ کر گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لوگ نکل چکے تھے، آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی گھر میں داخل ہونے لگا تو آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب حائل کر دیا اور یہ آیت نازل ہوئی

---

[1] روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کو جانے کا امر کرتے ہوئے شرم آئی۔

[2] صحيح البخاري - كتاب الاستئذان - باب آية الحجاب ٥٨٨٤

[3] جامع الترمذي - كتاب التفسير - باب: ومن سورة الأحزاب ٣٢١٨

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ[1] اور دوسرا قصہ حضرت سودہؓ والا یہ ہے جس کو حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت عمرؓ حضور اقدس ﷺ سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ازواج سے پردہ کرائیں، قَالَتْ فَلَمْ يَفْعَلْ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کے کہنے پر عمل نہیں کیا، آگے وہ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات استنجاء کے لئے رات کے وقت میں باہر نکلا کرتی تھیں، ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ نکلیں جو قد میں اچھی لمبی تھیں، حضرت عمرؓ نے ان کو دور سے دیکھ لیا تو انہوں نے فرمایا عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ کہ اے سودہ ہم نے تمہیں پہچان لیا جاتے ہوئے دیکھ کر، حِرْصًا عَلٰى أَنْ يَنْزِلَ الْحِجَابُ یعنی انہوں نے یہ بات اس خیال سے فرمائی کہ کسی طرح حکم حجاب نازل ہو جائے قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ الْحِجَابِ، یعنی اس پر حجاب کا حکم نازل ہو گیا[2]۔

نزول حجاب قصۂ زینب کی وجہ سے ہوا یا قصۂ سودہ کی: ان دونوں روایتوں میں بظاہر جو تعارض ہے کہ ایک روایت میں نزول حجاب کی نسبت قصۂ زینبؓ کی طرف کی گئی ہے، اور اس دوسری روایت میں قصۂ سودہؓ کی طرف اسکی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ دونوں قصے پیش آنے کے بعد نزول حجاب ہوا، لہذا دونوں کی طرف نزول کی نسبت درست ہے یہ ایک مشہور اور عام توجیہ ہے جو اس نوع کے تعارض کو دفع کرنے کیلئے کی جاتی ہے اور بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ آیت حجاب کا نزول تو قصۂ زینبؓ ہی کی وجہ سے ہوا ہے جس میں مطلق حجاب کا حکم ہے جواب تک نہیں تھا، اور حضرت سودہؓ والی حدیث میں حضرت عمرؓ جو پردہ چاہتے تھے وہ عام پردہ نہ تھا بلکہ اس کا تعلق خاص حریم نبوی سے تھا حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات کے اشخاص اور جثوں کا باوجود مستور ہونے کے بھی پردہ ہونا چاہئے کسی طرح بھی ان پر کسی اجنبی کی نظر نہ پڑے مگر حضرت عمرؓ کی یہ خواہش پوری نہیں کی گئیں لیکن اس رائے میں یہ خلجان ہے کہ حدیث میں تو قصۂ سودہ[3] کے بعد بھی یہ ہے کہ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ۔

صحیح بخاری میں اس سلسلہ کی روایات کئی جگہ ہیں اولاً ابواب الوضو، ثانیاً تفسیر سورۂ احزاب، اور اسکے بعد پھر کتاب الاستیذان میں اور ان میں آپس میں تعارض بھی ہے قصۂ سودہ میں ایک جگہ یہ ہے: خَرَجَتْ سَوْدَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ[4]، اور کتاب الوضوء میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قبل الحجاب کا ہے، اس تعارض کے دفعیہ میں بھی شراح مختلف ہیں اور حافظ نے ان اختلاف کی توجیہ کرتے ہوئے ایک جگہ (کتاب الوضوء) یہ بھی کہا ہے: وَالْمُرَادُ بِآيَةِ،

---

[1] اے ایمان والو مت جاؤ نبی کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اس کے پکنے کی (سورۃ الأحزاب ٥٣)

[2] صحيح البخاري - كتاب الاستئذان - باب آية الحجاب ٥٨٨٦

[3] اس بارے میں ہماری ایک خاص رائے ہے جو آگے آرہی ہے۔

[4] صحيح البخاري - كتاب التفسير - باب سورة الأحزاب ٤٥١٧

الْحِجَابِ فِي بَعْضِهَا قَوْلُهُ تَعَالَى يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ اھ [1] ہمارے یہاں جو باب چل رہے ہیں ان میں سے پہلا اسی آیت پر ہے [2]۔

جاننا چاہیے کہ حجاب کے مراتب اور درجات پر شراح حدیث اور ایسے ہی فقہاء کرام نے تفصیل سے کلام فرمایا ہے ہم نے تو یہاں ضمناً غایت اختصار کے ساتھ مقام کی مناسبت سے لکھا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں آیات حجاب کی تفسیر میں مسئلہ حجاب پر کافی مفصل مدلل اور مرتب بحث فرمائی ہے [3]۔

آپکے زمانہ میں عورتوں کا کشف وجوہ عند الاجانب سے احتراز: اس سب کے باوجود بعض دنیوی تعلیم یافتہ جن کو مسائل کی اچھی طرح خبر نہیں ہوتی مسائل شرعیہ میں دخل اندازی کرتے ہیں اس قسم کے لوگ مسئلہ حجاب میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ستر وجوہ کا کہاں دستور تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے ستر وجوہ کا ثبوت روایات سے ثابت ہے چنانچہ ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، قالت: «كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ» [4]، حضرت عائشہؓ اپنے سفر حج کے راستہ کی کیفیت بیان کرتی ہیں کہ جب ہم احرام کی حالت میں حضور ﷺ کے ساتھ جارہی تھیں تو ہمارے سامنے کو اور دوسرے قافلہ سوار بھی گزرتے تھے جب وہ ہمارے قریب آتے تھے تو ہم اپنے سر کی چادروں کو سرکا کے چہرہ پر کرلیا کرتی تھیں پھر جب وہ گزر جاتے تھے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیا کرتی تھیں، یہ روایت سفر حج کی عورتوں کے حجاب میں اور دوسروں کے سامنے چہرہ ڈھانپنے میں صریح ہے اس پر امراۃ خثعمیہ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱ ص ۲٤۹

[2] وفي العيني نقلا عن الكرماني: الحجاب أي حكم الحجاب يعني حجاب النساء عن الرجال فأنزل الله آية الحجاب ويحتمل أن يراد بآية الحجاب الجنس فيتناول الآيات الثلاث قوله تعالى (يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن) الآية وقوله تعالى (وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب) وقوله تعالى (وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن) الآية (عمدة القاري ج ۲ ص ٤۳۲)۔ اور اس سے پہلے شروع میں مشروع بحث حجاب میں علامہ عینیؒ لکھ چکے ہیں کہ الحجب ثلاثة الأول الأمر بستر وجوههن يدل عليه قوله تعالى (يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن) الآية قال القاضي عياض والحجاب الذي خص به خلاف أمهات المؤمنين هو فرض عليهن بلا خلاف في الوجه والكفين فلا يجوز لهن كشف ذلك لشهادة ولا لغيرها الثاني هو الأمر بإرخاء الحجاب بينهن وبين الناس يدل عليه قوله تعالى (وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب) الثالث هو الأمر بمنعهن من الخروج من البيوت إلا لضرورة شرعية فإذا خرجن لا يظهرن شخصهن كما فعلت حفصة يوم مات أبوها سترت شخصها حين خرجت وزينب عملت لها قبة لما توفيت (قبة سے مراد گہوارہ ہے جس کو نعش سے تعبیر کرتے ہیں کما سبق فی كتاب الجنائز) وكان لهن في التستر عند قضاء الحاجة ثلاث حالات الى آخر ما ذكر۔ (عمدة القاري — ج ۲ ص ٤۳۱ دار الكتب العلمية ۱٤۲۱ھ)

[3] معارف القرآن — ج ۷ ص ۲۰۰ ـ ۲۲۰

[4] سنن أبي داود – كتاب المناسك – باب في المحرمة تغطي وجهها ۱۸۳۳

والے قصہ سے اشکال کیا جاسکتا ہے اس کا جواب ظاہر ہے کہ وہاں پر کشف وجہ عند الحاجۃ تھا یعنی حاجت سوال کہ وہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کر رہی تھی ظاہر ہے کہ دوسرے حاضرین کی نظر اس وقت اسکی طرف نہیں تھی صحابہ کرامؓ کے احوال میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں اور آپ کے سامنے اس طرح رہتے تھے، کأن علی رؤوسھم الطیر[1]، البتہ حضور ﷺ کے چچیرے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ جو اس وقت حضور ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے انکے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اس وقت اس سوال کرنے والی خاتون کی طرف دیکھا لیکن اسی روایت میں اسکی بھی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انکا رخ پھیر دیا اور حضرت عباسؓ کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچازاد بھائی کا چہرہ پھیر دیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: رَأَیْتُ شَابًّا وَشَابَّۃً فَلَمْ آمَنِ الشَّیْطَانَ عَلَیْھِمَا[2] کہ دونوں جوان ہیں اس لئے فتنہ کا اندیشہ تھا معلوم ہوا عورت کے لئے کشف وجہ جو جائز لکھتے ہیں اس کا تعلق نماز سے ہے کہ نماز میں چہرہ کو ڈھانکنا ضروری نہیں اس سے کشف وجہ عند الاجانب مراد نہیں لہذا کشف وجہ عند الاجانب مطلقاً جیسا کہ سفر حج والی روایت سے معلوم ہوا یا کم از کم عند خوف الفتنۃ جیسا کہ اس حدیث الخثعمیۃ سے معلوم ہوا ناجائز ہے، اور یہی فقہاء کرام فرماتے ہیں، حدیث الخثعمیۃ اور اس پر کلام کتاب الحج باب الرجل یحج عن غیرہ میں گزر گیا، اس کی طرف رجوع کریں۔

تنبیہ: قصہ سودہؓ میں جو آتا ہے: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آیَۃَ الْحِجَابِ، اس کے بالمقابل کتاب التفسیر میں ایک روایت میں اس طرح ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نزول حجاب کے بعد حضرت سودہؓ اپنی کسی حاجت سے گھر سے باہر نکلیں، اور یہ حضرت سودہ بھاری بھرکم تھیں، جو دیکھنے سے پہچان لی جاتی تھی، حضرت عمرؓ نے ان کو جاتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کے گھر سے نکلنے پر ان کو ٹوکا، وہ ان کے ٹوکنے پر واپس ہو گئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ میرے گھر پر تھے، حضرت سودہؓ نے آکر حضرت عمرؓ کی شکایت کی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ پر آثار وحی طاری ہو گئے پھر جب وہ آثار رفع ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا: إِنَّہٗ قَدْ أُذِنَ لَکُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِکُنَّ[3]، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ کی خواہش کو پورا نہیں کیا گیا اور جو وہ چاہتے تھے یعنی مطلقاً خروج سے روکنا اس کا حکم عورتوں کو نہیں کیا گیا، بلکہ خروج للحاجۃ کی اجازت دی گئی۔

ایقاظ: ہمارا[4] خیال یہ ہے کہ جن روایات میں قصہ سودہؓ میں یہ آتا ہے: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آیَۃَ الْحِجَابِ وہ غالباً رواۃ کا تصرف ہے اصل وحی جو آپ ﷺ پر اس موقع پر نازل ہوئی تھی وہ نزول حجاب کی نہیں تھی، نزول حجاب تو اس سے پہلے قصہ زینب بنت

---

[1] مصنف عبد الرزاق — باب الفتن ۲۰۸۹۸ ج ۱۰ ص ۳۰۵ (دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ)
[2] جامع الترمذی — کتاب الحج — باب ما جاء أن عرفۃ کلھا موقف ۸۸۵
[3] صحیح البخاری — کتاب التفسیر — سورۃ الأحزاب باب قولہ (لا تدخلوا بیوت النبی) ۴۵۱۷
[4] وقد ابدی ھذا الاحتمال العزیز المولوی حبیب اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

جحشؓ میں ہو چکا تھا، واقعہ عمرؓ کے بعد جو حضرت سودہؓ کے ساتھ پیش آیا اس میں جس وحی کا نزول ہوا تھا[1] وہ تو یہ ہے جو اس روایت میں مصرح ہے، اس صورت میں دو حدیثوں کا آپس کا تعارض کہ ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول حجاب قصہ زینبؓ میں ہوا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ سودہؓ میں ہوا یہ تعارض اب پیش ہی نہیں آئے گا، لیکن کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں کی ہو اللہ تعالی اعلم بالصواب۔

حضرت امام بخاریؒ نے حجاب کا مسئلہ کتاب الاستیذان کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے اور امام ابو داؤد نے کتاب اللباس کے اندر اور یہی زیادہ اولی معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ حجاب کا تعلق لباس ہی سے ہے اور استیذان حجاب کے علاوہ ایک مستقل چیز ہے جسکے بارے میں سورۂ نور کے اندر دو آیتیں نازل ہوئیں ایک اسکے شروع میں يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا[2] اور دوسری آیت اسکے آخر میں يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ[3]، ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ استیذان کے معنی طلب الاذن کے ہیں، اور اصل اسکے اندر یہ آیت کریمہ ہے[4] (سورۂ نور کی آیت اولی) اور حافظ ابن کثیرؒ آیت ثانیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت استئذان الأقارب بعضهم على بعض[5] پر مشتمل ہے، اور آیت اولی میں استئذان الاجانب بعضهم على بعض مذکور ہے هكذا في الابواب والتراجم۔

آیت استیذان آیت حجاب سے مقدم ہے: نیز اس میں یہ بھی ہے کہ تاریخ خمیس میں آیت ثانیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا نزول ۱۰ھ میں ہوا، اس کے بعد حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آیت اولی اس سے پہلے نازل ہوئی لکن لم ار التصريح بذلك، وفي التفسير الكبير ما يؤيد هذا، الى آخر ما فيه، اور نزول حجاب اس سے پہلے ہے اس لئے کہ حضرت زینبؓ کا نکاح ایک قول میں ۵ھ میں ہے اور ایک قول میں ۳ھ میں، كما في المواهب اللدنية للقسطلاني ۲، ص ۸۸ اور یہی دو قول علامہ عینی نے نقل کیے ہیں اور تیسرا قول ذی قعدہ ۴ھ ہے۔

---

[1] اس کو آیت حجاب اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا تعلق حجاب سے ہے گو نفیاً ہے واللہ تعالی اعلم۔ لكن يشكل عليه لفظ آية اللّٰهم الا ان يقال ان المراد بالآية الوحي اي غير المتلو.

[2] اے ایمان والو مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے گھروں کے سوائے جب تک بول چال نہ کرلو، اور سلام کرلو ان گھر والوں پر (سورة النور ۲۷)

[3] اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار (سورة النور ۵۸)

[4] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ۸ ص ۴۸۷

[5] تفسير ابن كثير — ج ۱۰ ص ۲۶۹

۳۲۔ بَابٌ فِيمَا تُبْدِي الْمَرْأَةُ مِنْ زِينَتِهَا

عورت اپنے جسم کے کن حصوں کو کھول سکتی ہے؟[1]

۴۱۰۴ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: يَعْقُوبُ ابْنُ دُرَيْكٍ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «يَا أَسْمَاءُ، إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هَذَا وَهَذَا» وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا مُرْسَلٌ، خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس حالت میں حاضر ہوئیں کہ آپ باریک لباس زیب تن کی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اپنا چہرۂ انور پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جاتی ہے تو اس کے لئے منا سب نہیں کہ اس کے ان ان اعضاء کے سوا (جسم کا) کوئی حصہ نظر آئے اور آپ ﷺ نے اپنے چہرۂ انور اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ خالد بن دریک کی مرسل حدیث ہے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات وسماع نہیں کیا۔

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری بہن اسماء حضور ﷺ کے پاس آئیں یعنی ہمارے گھر جب کہ حضور ﷺ وہاں موجود تھے تو اس وقت انہوں نے باریک اور ہلکے کپڑے پہن رکھے تھے، تو آپ ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے تو جائز نہیں اس کے لئے کہ دکھائی دے اس کا بدن سوائے اس کے اور اس کے، اور آپ نے اپنے چہرہ اور کفین کی طرف اشارہ فرمایا۔

یعنی وجہ اور کفین کے علاوہ جو بدن کا دوسرا حصہ ہے اس کا کشف تو کسی حال میں جائز نہیں لا داخل الدار ولا خارج الدار، صرف وجہ اور کفین یہ دو جزء ایسے ہیں بدن کے جن کا کشف جائز ہے اعنی داخل الدار او عند عدم حضور الاجانب (والدلیل علی هذا القید قرینة الحال اذ القصة قصة داخل الدار)۔

۳۳۔ بَابٌ فِي الْعَبْدِ يَنْظُرُ إِلَى شَعْرِ مَوْلَاتِهِ

کیا غلام اپنی مالکن کے بالوں کی طرف دیکھ سکتا ہے؟

یعنی غلام اپنی سیدہ کے سر کے بال دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

[1] لعل المراد بالزینة محلها کما قال المفسرون فی تفسیر قوله وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ (سورۃ النور ۳۱)

٤١٠٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، «اسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ، فَأَمَرَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجُمَهَا» قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: «كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پچھنے لگوانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم فرمایا کہ ام سلمہؓ کو پچھنے لگادے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ابوطیبہ ام سلمہؓ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢٢٠٦) سنن أبي داود - اللباس (٤١٠٥) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٨٠)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضور اقدس ﷺ سے اجازت طلب کی پچھنے لگوانے کی تو آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم فرمایا ان کے پچھنے لگانے کا۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ ابوطیبہ حضرت ام سلمہؓ کا رضاعی بھائی تھا یا نابالغ لڑکا۔

مطابقة الحديث للترجمة: ترجمۃ الباب میں نظر إلی شعر المرأۃ کا ذکر ہے اور پچھنے بھی بسا اوقات بدن کے ایسے حصہ پر لگائے جاتے ہیں جو حد عورت میں داخل ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے اجازت مطلقاً مرحمت فرمائی تھی اس طور پر ترجمہ سے مناسبت ہو جائے گی حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ایک لحاظ سے تو ہو گئی لیکن ترجمہ میں قید اپنے غلام کی ہے کہ عورت کا غلام اس کے سر کے بال دیکھ سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ اس حدیث سے مصنف کی غرض ترجمۃ الباب کا اثبات نہیں ہے اس کا اثبات تو باب کی حدیث ثانی سے ہو رہا ہے اس روایت کو تو مصنف یہاں پر استطراداً اور تقریباً للمرام لائے ہیں۔

هل العبد محرم لسيدته أم لا؟ ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ عورت کا غلام اسکا محرم ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مع اختلاف ائمہ ابواب العتق کے پہلے ہی باب میں گزر چکا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤١٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو جُمَيْعٍ سَالِمُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ كَانَ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا، قَالَ: وَعَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ثَوْبٌ، إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا، وَإِذَا غَطَّتْ بِهِ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى قَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ، إِنَّمَا هُوَ أَبُوكِ وَغُلَامُكِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک غلام لے کر حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے، وہ غلام آپ حضرت فاطمہؓ کو ہدیہ کر چکے تھے راوی کہتے ہیں حضرت فاطمہؓ ایک چھوٹا کپڑا (چادر) اوڑھی ہوئی تھیں کہ جب

اس سے اپنا سر ڈھانکنا چاہتیں تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب پاؤں چھپاتیں تو سر تک رسائی نہ ہوتی جب نبی اکرم ﷺ نے آپ کی یہ صورت حال دیکھی تو ارشاد فرمایا: تم پر کوئی گناہ نہیں یہ صرف تمہارے والد بزرگوار اور تمہارا غلام ہے۔

شرح الحدیث حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس ان کے لئے ایک غلام لے کر آئے حضرت فاطمہؓ اس غلام کی وجہ سے پردہ کرنے لگیں لیکن چادر چھوٹی تھی اگر اس سے سر ڈھانپتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ڈھانکنے کی کیوں فکر کر رہی ہو اس وقت گھر میں تیرا باپ اور تیرا غلام ہی تو ہے۔

جو حضرات عورت کے غلام کو اس کا محرم نہیں قرار دیتے وہ اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ان هذا العبد كان صغيرا لاطلاق لفظ الغلام عليه، ولانها واقعة حال۔ الى آخر ما ذكر من المسئلة ودليلها في البذل۔

٣٤۔ بَابٌ فِي قَوْلِهِ: { غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ }

آیت مبارکہ { غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ [1] } کا بیان

یہ لفظ جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے سورۂ نور کی ایک طویل آیت وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ کے آخر میں ہے أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ۔ یعنی جو آدمی ایسے ہیں کہ جن کو شہوت نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کی حاجت نہیں جیسے بعض مخنث اور عنین تو یہ ان میں سے ہیں جن کے سامنے مواضع زینت کا ابداء جائز ہے، جس طرح آباء وابناء اور شوہروں کیلئے جائز ہے۔

٤١٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثٌ، فَكَانُوا يَعُدُّونَهُ مِنْ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، وَهُوَ يَنْعَتُ امْرَأَةً، فَقَالَ: إِنَّهَا إِذَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَتْ بِأَرْبَعٍ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ أَدْبَرَتْ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أَرَى هَذَا يَعْلَمُ مَا هَاهُنَا، لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ هَذَا» فَحَجَبُوهُ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے یہاں ایک مخنث آیا کرتا تھا اور وہ لوگ اسکو بے ضرر سمجھا کرتے تھے ایک روز نبی اکرم ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کی ایک اہلیہ (ام سلمہؓ) کے پاس بیٹھا کسی عورت کی یوں توصیف بیان کر رہا تھا کہ چار شکنوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ شکنوں کے ساتھ واپس جاتی ہے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ یہ عورتوں کی باتیں جانتا ہے یہ تمہارے یہاں نہ آیا کرے پس ازواج مطہرات نے اس مخنث کو گھر میں آنے سے روک دیا۔

---

[1] یا کاروبار کرنے والوں کے (سورۃ النور ٣١)

٤١٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: عبدالرزاق نے بھی معمر، زہری، عروہ، حضرت عائشہؓ کے حوالے سے اس ہی معنی کی حدیث بیان کی ہے۔

شرح الاحادیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مخنث ہمارے گھروں کے اندر آجایا کرتا تھا ہم اس کو غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ میں شمار کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے اور وہ مخنث آپ ﷺ کی ازواج میں سے بعض کے پاس تھا، اور وہ ایک عورت کا وصف بیان کرنے لگا، کہ ان میں ایک عورت ایسی ہے بھاری بھر کم اور خوبصورت کہ جب آتی ہے سامنے چل کر تو اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں اور جب مڑ کر جانے لگتی ہے تو آٹھ شکن ظاہر ہوتے ہیں، یعنی چار سامنے کے اور چار پیچھے یعنی پہلو کے، آپ ﷺ نے اس کا یہ جملہ سن کر فرمایا: أَلَا أَرَى هَذَا يَعْلَمُ مَا هَاهُنَا، خبر دار میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تو عورتوں کے حال کو جانتا اور سمجھتا ہے، لہذا یہ آئندہ کبھی تم پر داخل نہ ہو، چنانچہ سب نے اس کو آئندہ گھر میں آنے سے روک دیا۔ شراح نے اس مخنث کا نام بھی لکھا ہے: قيل اسمه هيت، وقيل هند، وقيل مانع۔

ان بعض ازواج سے مراد جن کے یہاں یہ مخنث تھا ام سلمہؓ ہیں کیونکہ یہ روایت کتاب الادب باب الحکم فی المخنثین میں آئی ہے عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا مُخَنَّثٌ وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيهَا: إِنْ يَفْتَحِ اللهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ» [1]۔

عربوں کے نزدیک اور انکے مذاق میں عورت کا فربہ ہونا ممدوح اور پسندیدہ تھا، طائف کی کسی عورت کی اسی صفت کو یہ مخنث بیان کر رہا تھا، کہ جب سامنے کو آتی ہے تو چلنے کی حرکت کی وجہ سے اور اسکی فربہی کی وجہ سے اسکے شکم میں چار شکن پڑ جاتے ہیں اور پھر جب مڑ کر جانے لگتی ہے تو اب چونکہ پیٹ اور کمر دونوں کا کچھ کچھ حصہ دکھائی دیتا ہے تو وہی چار شکن اب آٹھ ہو گئے، پیٹ اور کمر دونوں کو ملا کر۔

اس کے بعد کی روایات میں کچھ زیادتی ہے، فَكَانَ بِالْبَيْدَاءِ يَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ يَسْتَطْعِمُ کہ جب اس کو نکالا تو وہ بیداء کی طرف چلا گیا، ہفتہ میں ایک مرتبہ ہر جمعہ کو شہر میں آتا تھا کھانا مانگنے کیلئے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ جنگل میں تو بھوکا مر جائے گا آپ اس کو ہفتہ میں دو مرتبہ شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیدیجئے سوال کر کے لوٹ جایا کرے گا۔ والحديث اخرجه النسائي، واخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه من حديث زينب بنت ام سلمة عن امها ام سلمة رضي الله تعالى عنهما واخرجه ابو داؤد كذلك في كتاب الادب، قاله المنذري۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في الحكم في المخنثين ٤٩٢٩

۴۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، زَادَ: وَأَخْرَجَهُ، فَكَانَ بِالْبَيْدَاءِ يَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ يَسْتَطْعِمُ.

ترجمہ: یونس، ابن شہاب زہری، عروہ حضرت عائشہؓ سے یہی روایت نقل کر کے اضافہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے مدینے منورہ سے نکال دیا پس وہ بیدآء نامی مقام پر رہا کرتا تھا اور ہر جمعہ آبادی میں آکر کھانا مانگا کرتا تھا۔

۴۱۱۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ إِذَنْ يَمُوتُ مِنَ الْجُوعِ، فَأَذِنَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ، فَيَسْأَلَ ثُمَّ يَرْجِعَ.

ترجمہ: اس ہی قصے کے بارے میں اوزاعی سے روایت ہے کہ پس نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ پھر تو وہ بھوک سے مر جائے گا تو آپ ﷺ نے اسے ہفتے میں دو مرتبہ آنے کی اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کھانا مانگا کرتا تھا پھر لوٹ جایا کرتا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (۴۱۰۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۶/۱۵۲)

۳۵ - بَابٌ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ}

آیت مبارکہ {وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ [1]} کا بیان

یہ جنس حجاب کے سلسلہ کی تیسری آیت ہے جیسا کہ پچھلے باب میں علامہ کرمانیؒ سے گزرا کہ وہ تین آیتیں ہیں يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اور دوسری وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اور تیسری یہ (وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ) جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے۔

۴۱۱۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، "{وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ} الْآيَةَ، فَنُسِخَ، وَاسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ: {وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا [2]} " الْآيَةَ.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (ترجمہ: اور کہہ دیجئے مسلمان عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) (یہ حکم تمام خواتین کے لئے تھا) پھر اس میں کچھ تبدیلی ہوئی اور اس حکم سے آیت میں ذکر کردہ عورتوں کا استثناء کر لیا گیا وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا (ترجمہ بیٹھے رہنے کے قابل وہ

---

[1] اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں (سورۃ النور ۳۱)

[2] اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی (سورۃ النور ۶۰)

عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں)۔ (یعنی بوڑھی اور عمر رسیدہ خواتین)

شرح الحدیث: یعنی آیت حجاب کے حکم سے یہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو کبر سنی کی وجہ سے حیض اور سلسلۂ ولادت سے گزر چکی ہیں، اور جن میں نکاح کی طمع باقی نہیں رہی، تو ان کے حق میں کچھ حرج نہیں ہے کہ وہ اوپر کے کپڑے جیسے وہ چادر جو خمار کے اوپر ہوتی ہے پردہ کے لئے اس کو اتار کر رکھ دیں اس طور پر کہ اس سے مقصد ان کا اظہار زینت نہ ہو۔

٤١١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَبْهَانُ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَذَلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْتَجِبَا مِنْهُ» . فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَيْسَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَلَا تَرَى إِلَى اعْتِدَادِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ» . قَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ: «اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ» .

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس تھیں اور حضرت میمونہؓ بھی آپ ﷺ ہی کے پاس تشریف رکھتی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے اور یہ واقعہ حجاب کے حکم کے بعد کا ہے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو تو ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ نابینا نہیں؟ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں؟ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم نبی کریم ﷺ کی ازواج کیلئے خاص تھا، جب کہ فاطمہ بنت قیس کو ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت گزارنے کو کہا گیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ ابن مکتوم کے ہاں عدت گزارو، وہ نابینا آدمی ہیں تم اس کے ہاں اپنے کپڑے اتار سکو گی۔

تخریج: جامع الترمذي-الأدب (٢٧٧٨) سنن أبي داود-اللباس (٤١١٢) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٦/٢٩٦)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں اور میمونہؓ دونوں حضور اقدس ﷺ کے پاس تھیں، نزول حجاب کے بعد کا واقعہ ہے، تو ابن ام مکتومؓ آپ کے پاس آنے لگے، آپ ﷺ نے ہم دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ اعمیٰ نہیں ہیں، نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ پہچان سکتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ، عمیاوان تثنیہ ہے عمیاء کا، یعنی تم بھی نابینا ہو گیا، کیا تم نہیں دیکھ سکتی ان کو؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر المرأة الی الرجل جائز نہیں امام شافعیؒ کا اصح قول یہی ہے، عند النووی اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، ان کی دلیل حراب الحبشہ والی حدیث عائشہؓ ہے اور فاطمہ بنت قیس کی حدیث جو کتاب الطلاق میں

گزر گئی، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى، تَضَعِينَ ثِيَابَكِ[1]، جمہور کے نزدیک حدیث الباب ورع پر محمول ہے اور جو حضرات تحریم کے قائل ہیں وہ حدیث عائشہؓ کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ قبل الحجاب کا واقعہ ہے اور بعض نے یہ کہا کہ عائشہؓ اس وقت صغیر السن تھیں لیکن علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ قدوم حبشہ کا واقعہ ۷ ھ میں ہے اور حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی اور وہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے لہذا یہ دونوں تاویلیں درست نہیں (من البذل وھامشہ[2]) اور ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے حدیث الباب کے متعلق کہ یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور دلیل خصوص میں انہوں نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو پیش کیا لیکن اس پر اشکال ہو گا حدیث حراب حبشہ سے کذا فی ھامش البذل حدیث حراب حبشہ بخاری و مسلم میں ہے، سنن ابو داؤد میں حراب حبشہ سے متعلق مختصراً اتنی روایت ملی ہے کتاب الادب باب فی الغناء عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم المدینة لعبت الحبشة لقدومه فرحًا بذلك، لعبوا بحرابهم۔

نظر الرجل الى المرأة وعكسه من مذاهب ائمه: نظر الرجل الی المرأة اور نظر المرأة الی الرجل اس کی تفصیل اور مذاہب ائمہ کی تحقیق در منضود کتاب الحج میں گزر گئی، وحاصله ان نظر الرجل الی المرأة الی الوجه والكفين يجوز عند الحنفية والمالكية بشرط عدم الشهوة وعدم اللذة ولا يجوز عند احمد وعن الشافعية روايتان، رجح النووي عدم الجواز والرافعي الجواز وأما عكسه فيجوز عند الائمة الثلاثة (الحنفية والمالكية والحنابله) ورواية عن الشافعية، والرواية الثانية انه لايجوز واختارها النووي۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي: حسن صحيح، قاله المنذري۔

۴۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمَيْمُونِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَمَتَهُ، فَلَا يَنْظُرْ إِلَى عَوْرَتِهَا».

ترجمہ: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام اور کنیز کا آپس میں نکاح کرا دے تو اپنی کنیز کے ستر کی جانب نہ دیکھے۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث واضح ہے کہ جب مولی اپنی باندی کا نکاح کسی دوسرے سے کر دے تو اب وہ اس کی باندی اس کے حق میں مثل اجنبیہ کے ہو گئی لہذا اب اس کے ستر کی طرف دیکھنا اس کے لئے ناجائز ہو گا، یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الصلاۃ "باب متى يؤمر الغلام بالصلاة" میں گزر چکی۔

۴۱۱۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ - عَبْدَهُ، أَوْ أَجِيرَهُ - فَلَا يَنْظُرْ إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ، وَفَوْقَ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطلاق - باب في نفقة المبتوتة ۲۲۸٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٦ ص ٤٣٩ - ٤٤٠

الرُّكْبَةِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَصَوَابُهُ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ، وَهِمَ فِيهِ وَكِيعٌ» .

ترجمہ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کرادے...... راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عَبْدَهُ فرمایا یا أَجِيرَهُ...... تو اس کے ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر کے حصے کی طرف نظر نہ کرے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ (داؤد بن سوار درست نہیں بلکہ) سوار بن داؤد درست ہے اس میں وکیع کو وہم ہوا ہے (انہوں نے نام کو الٹا کہہ دیا)۔

٣٦۔ بَابٌ فِي الِاخْتِمَارِ

دوپٹہ اوڑھنے کی کیفیت کا بیان

٤١١٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ وَهْبٍ، مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَخْتَمِرُ، فَقَالَ: «لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مَعْنَى قَوْلِهِ: «لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ» ، يَقُولُ: لَا تَعْتَمَّ مِثْلَ الرَّجُلِ، لَا تُكَرِّرْهُ طَاقًا أَوْ طَاقَيْنِ" .

ترجمہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ دوپٹہ پہنی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک ہی بل دو، دو بل نہ دو۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے اس قول لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ مردوں کے عمامے کی طرح نہ باندھو اس کو دو یا تین پیچ نہ دو۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤١١٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٦/٦)

شرح الحدیث حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں اوڑھنی اوڑھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ اوڑھتے وقت اس کو ایک پیچ دینا نہ کہ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوڑھنی کو سر پر ویسے ہی نہ رکھنا چاہئے بلکہ سر پر رکھنے کے بعد اسکو ایک بل دیدینا چاہئے تاکہ وہ سر سے بار بار نہ گرے، لیکن دو بل نہیں دینے چاہئیں تاکہ عمامہ کی مشابہت نہ ہو جائے مصنف نے اسکی یہی حکمت بیان کی ہے يَقُولُ: لَا تَعْتَمَّ مِثْلَ الرَّجُلِ۔

٣٧۔ بَابٌ فِي لُبْسِ الْقَبَاطِيِّ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کیلئے (مصر کا) باریک کپڑا پہننے کا بیان

٤١١٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ

مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، حَدَّثَهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ الْكَلْبِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَّ، فَأَعْطَانِي مِنْهَا قُبْطِيَّةً، فَقَالَ: «اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ، فَاقْطَعْ أَحَدَهُمَا قَمِيصًا، وَأَعْطِ الْآخَرَ امْرَأَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهِ» . فَلَمَّا أَدْبَرَ، قَالَ: «وَأْمُرِ امْرَأَتَكَ أَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهُ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، فَقَالَ: عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ حضرت دحیہ کلبی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قبطیوں کے تیار شدہ کپڑے آئے تو انہوں نے مجھے اس میں سے ایک کپڑا عنایت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلو ایک سے قمیص بنالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دیدو کہ وہ اس میں کا دوپٹہ بنالے جب وہ (دحیہ کلبی) جانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ اسکے نیچے ایک کپڑا لگالے یہ (دوپٹہ) اس (کے بالوں) کا وصف ظاہر نہ کرے۔ (یعنی دوپٹہ اوڑھنے کے بعد بال نظر نہ آئیں)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن ایوب نے عباس بن عبید اللہ بن عباس کہہ کر اس کو روایت کیا ہے۔ (تو گویا کہ موسٰی بن جبیر کے استاد کا صحیح نام عباس بن عبید اللہ ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ گزشتہ روایت میں ابن لہیعہ نے موسٰی بن جبیر کے استاد کا نام عبید اللہ بن عباس ذکر کیا ہے جو کہ غلط ہے [1])

شرح الحدیث قباطی قبطیہ کی جمع ہے باریک کپڑوں کی ایک قسم ہے جو کتان کے ہوتے ہیں، یہ نسبت ہے قبط کی طرف یعنی اہل مصر قوم فرعون، ومنہم ماریۃ القبطیۃ ام ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہما۔

حضرت دحیہ بن خلیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس قباطی کپڑے آئے تو ان میں سے آپ ﷺ نے ایک مجھ کو بھی عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلے ایک میں اپنے لئے قمیص بنالے اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دیدے اوڑھنی کے لئے، اور یہ بھی فرمایا آپ ﷺ نے کہ اس سے یہ کہہ دینا کہ اس کے نیچے ایک کپڑا اور لگالے تاکہ سر کے بال نظر نہ آئیں، کیونکہ یہ کپڑا باریک تھا تو اس لئے آپ ﷺ نے اس کے نیچے ایک اور کپڑا یعنی استر لگانے کے لئے فرمایا۔

٣٨- بَابٌ فِي قَدْرِ الذَّيْلِ

عورتوں کے ازار لٹکانے کی مقدار کا بیان

٤١١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ ذَكَرَ الْإِزَارَ، فَالْمَرْأَةُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «تُرْخِي شِبْرًا» . قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ إِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا، قَالَ: «فَذِرَاعًا لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ» .

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٦ ص ٤٤٤

ترجمہ: نافع بیان کرتے ہیں کی (ابن عمرؓ کی اہلیہ) صفیہ بنت ابی عبید نے ان کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے تہبند کی مقدار کا ذکر فرمایا تو انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! پھر عورت (کیا کرے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک بالشت لٹکا لے (یعنی مردوں کی ازار کی مقدار سے ایک بالشت زیادہ لٹکا سکتی ہے) تو ام سلمہؓ نے عرض کیا پھر تو عورتوں کے (چلنے کے دوران ان کے) پاؤں نظر آنے لگیں گے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت مردوں کی مقدار سے ایک ذراع ازار لٹکا سکتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے جب مردوں کے حق میں مقدار ازار کو بیان فرمایا تو اس پر میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ عورت اپنے ازار کو کہاں تک لٹکائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بالشت، یعنی جو مقدار مردوں کے حق میں بیان کی گئی ہے عورتوں کے لئے اس پر ایک بالشت زائد کی اجازت ہے، حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اس صورت میں تو اس کے قدم کھل جائیں گے، یعنی چلتے وقت تو آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ایک ذراع بڑھا لے، اس سے زائد نہیں۔

حافظ فرماتے ہیں کہ مقدار ازار کے بارے میں مردوں کی دو حالتیں ہیں ایک حالت جواز اور ایک حالت استحباب، حال استحباب الی نصف الساق ہے اور حال جواز الی الکعبین [1]، اسی طرح عورتوں کے حق میں دو حالتیں ہیں، حال استحباب اور وہ مقدار شبر کی زیادتی ہے علی ما یجوز للرجال، یعنی مردوں کے حال جواز پر، اور حالِ جواز مقدار ذراع کی زیادتی علی ما یجوز للرجال [2]۔ اور حضرت گنگوہی کی رائے جو الکوکب الدری میں ہے اس میں بھی عورت کے دو حال ذکر کئے ہیں ایک مقدار شبر کی زیادتی اور ایک مقدار ذراع کی زیادتی، مگر حضرت نے یہ زیادتی مقدار جواز پر نہیں قرار دی بلکہ مردوں کے حال استحباب اس پر زیادتی کو مراد لیا ہے، یعنی نصف ساق پر ایک بالشت کی زیادتی عورتوں کے حق میں مستحب اور ایک ذراع کی زیادتی نصف ساق پر انکے حق میں جائز [3]۔

حدیث میں ایک مسئلہ اور ہے کہ عورت کے قدمین حد عورت میں داخل ہیں یا نہیں؟ شافعیہ حنابلہ کے یہاں ظہور قدمین کا نماز میں ستر واجب ہے، حنفیہ مالکیہ کے نہیں، یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ ثیاب الصلاۃ میں گزر چکا۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۴۱۱۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری — ج ۱۰ ص ۲۵۶-۲۵۷

[2] الحاصل عورتوں کے حق میں مقدار شبر کی زیادتی علی الکعبین یہ حال استحباب ہے اور مقدار ذراع کی زیادتی علی الکعبین یہ حال جواز ہے ۱۲۔

[3] الکوکب الدری علی جامع الترمذی — ج ۲ ص ۴۴۷

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَأَيُّوبُ بْنُ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ.

ترجمہ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد ابراہیم بن موسیٰ نے یہ حدیث ہمیں عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سند سے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق اور ایوب بن موسیٰ نے نافع عن صفیہ سے روایت کی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٢) سنن النسائي - الزينة (٥٣٣٧) سنن أبي داود - اللباس (٤١١٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٩٣) موطأ مالك - الجامع (١٧٠٠) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٤)

٤١١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ. أَخْبَرَنِي زَيْدٌ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الذَّيْلِ شِبْرًا، ثُمَّ اسْتَزَدْنَهُ. فَزَادَهُنَّ شِبْرًا، فَكُنَّ يُرْسِلْنَ إِلَيْنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ ذِرَاعًا».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امہات المؤمنین کو ازار لٹکانے (کی مقدار) میں ایک بالشت کی رخصت عنایت فرمائی (یعنی مرد جس قدر کپڑا لٹکا سکتے ہیں خواتین اس سے ایک ذراع زیادہ لٹکا سکتی ہیں) پھر انہوں نے مزید رخصت طلب فرمائی تو آپ ﷺ نے ان کو ایک بالشت کی مزید اجازت مرحمت فرمائی تو امہات المؤمنین ہمارے پاس اپنے کپڑے بھیجا کرتی تھیں تو ہم اپنے کپڑوں کو دیکھ کر اندازہ لگاتے تھے کہ یہ تقریباً ایک ذراع کے بقدر ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٣١) سنن النسائي - الزينة (٥٣٣٦) سنن أبي داود - اللباس (٤١١٩)

٣٩ - بَابٌ فِي أُهُبِ الْمَيْتَةِ

مردہ جانوروں کی کھالوں کے استعمال کا بیان

جلد میتہ، میتہ کی طرح نجس ہے، اب یہ کہ دباغت سے پاک ہوتی ہے یا نہیں ؟

جلد میتہ کے دباغت سے پاک ہونے میں مذاہب علماء: مسئلہ مختلف فیہ ہے الابواب والتراجم میں حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں، ترجمہ بخاری باب جلود المیتة قبل أن تدبغ کے تحت بسط الکلام علی حدیث الباب والابحاث المتعلقة به فی الاوجز، وذکر فیه عن النووی اختلاف العلماء فیه علی سبعة اقوال۔ کما فی ہامش اللامع۔ اسکے بعد ائمہ اربعہ کے مذاہب اس میں یہ لکھے ہیں: امام شافعیؒ کے نزدیک کلب اور خنزیر کے علاوہ تمام جلود میتہ دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں، نیز ظاہر جلد اور باطن جلد دونوں پاک ہو جاتی ہیں، اور امام احمد کے نزدیک فی اشہر الروایتین، اور یہی ایک روایت امام مالک سے ہے کہ کوئی جلد بھی پاک نہیں ہوتی ہے دباغت سے، اور حنفیہ کے نزدیک تمام جلود پاک ہو جاتی ہیں إلا الخنزیر (والآدمی) اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام جلود پاک ہو جاتی ہیں لیکن صرف ان کا ظاہر پاک ہوتا ہے نہ کہ باطن، لہٰذا صرف یابسات میں انکو

استعمال کیا جاسکتا ہے نہ کہ مائعات میں، ویصلی علیہ لافیہ، یعنی جلد مدبوغ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں نہیں یعنی اس میں پانی لیکر وضو کرنا جائز نہیں اھ یہ چار مذہب ہوئے چاروں ائمہ کے اور تین مذہب اس میں اور ہیں، زہری کے نزدیک جلد میتہ پاک ہے بغیر دباغت کے بھی جیسا کہ آگے خود متن میں آرہا ہے، اور ظاہریہ کے نزدیک تمام جلود پاک ہو جاتی ہیں دباغت سے بلا استثناء کہ حتی الخنزیر کما فی ہامش البذل [1]، اب ایک اور مذہب باقی رہ گیا وہ امام اوزاعی اسحاق بن راہویہ وغیرہ کا ہے کہ ماکول اللحم کی جلد پاک ہو جاتی ہے غیر ماکول کی نہیں، یہ ساتوں مذاہب امام نوویؒ نے شرح مسلم [2] میں ذکر کیے ہیں۔

حقیقت دباغت اور اس میں اختلاف ائمہ: پھر جاننا چاہیے کہ حقیقت دباغت میں اختلاف ہے جسکی تفصیل أوجز المسالک کتاب الصید میں ہے [3]، ففیہ عن **التعلیق الممجد** [4]: الدباغ بکسر الدال المهملة وهو إزالة الرائحة الكريهة والرطوبات النجسة باستعمال الأدوية أوغيرها، وروى محمد عن أبي حنيفة في "كتاب الآثار" كل شيء يمنع الجلد من الفساد فهو دباغ، وفي **الروض المربع** (في مذهب احمد) ولا يحصل بتشميس ولا تتريب اه [5]، وقال الموفق: ويفتقر ما يدبغ به الى ان يكون منشفا للرطوبة، منقيا للخبث كالشب والقرظ، وقال النووي يجوز الدباغ بكل شيء ينشف فضلات الجلد ويطيبه ويمنع من ورود الفساد عليه من الادوية الطاهرة ولا يحصل بالتشميس عندنا وقال اصحاب ابي حنيفة يحصل، الى آخر ما ذكر [6]؛ وفي الهداية ثم ما يمنع النتن والفساد فهو دباغ وإن كان تشميسا أو تتريبا لأن المقصود يحصل به فلا معنى لاشتراط غيره۔ وفي هامشه: الدباغة أعم من أن تكون حقيقية كالقرظ [7] ونحوه، أو حكمية كالتتريب والتشميس والإلقاء في الريح، فإن كانت بالأولى لا يعود نجسًا أبدًا، وإن كانت بالثانية، ثم أصابه الماء، ففيه روايتان عن الإمام والأظهر أنه يعود قياسا، وعندهما لا يعود استحسانا، وهو الصحيح [8]۔

پس حاصل یہ کہ عند الجمہور دباغت حقیقیہ معتبر ہے دباغت حکمیہ کا اعتبار نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے البتہ اس میں اختلاف ہے ہمارے یہاں کہ حکمیہ کی صورت میں تر ہونے کے بعد نجاست عود کرتی ہے یا نہیں، والصحیح انہ لا یعود۔

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣-٤
2. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٤ ص ٥٤
3. أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ١٣٤-١٣٧
4. التعليق الممجد على موطأ محمد شرح اللكنوي — ج ٣ ص ٥١٧ (الطبعة الأولى دار القلم ١٤١٢ھ)
5. حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع — ج ١ ص ١٠١
6. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٤ ص ٥٥
7. وهو ورق السلم، سلم کیکر کے مانند ایک درخت ہوتا ہے۔
8. الهداية شرح بداية المبتدي — ج ١ ص ١٤٩

وفي الکوکب: استثنى منه الانسان والخنزیر، لکرامة الأول، ونجاسة الثاني، مع أن الدباغة غير ممكنة فيهما للاتصال الذي بين الجلد واللحم فلا يمكن سلخه بحيث ينفصل اللحم بأسره من الجلد ولا يمكن الدبغ مالم يفرز الجلد عن أجزاء اللحم اهـ[1].

٤١٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ، وَوَهْبٌ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: أُهْدِيَ لِمَوْلَاةٍ لَنَا شَاةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَمَاتَتْ، فَمَرَّ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَلَا دَبَغْتُمْ إِهَابَهَا وَاسْتَنْفَعْتُمْ[2] بِهِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا مَيْتَةٌ، قَالَ: «إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا».

ترجمہ: عثمان بن ابی شیبہ اور ابن ابی خلف اپنی سند سے ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، مسدد اور وہب نے ابن عباسؓ کے بعد حضرت میمونہؓ کا ذکر کیا ہے (گویا کہ مسدد اور وھب نے اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ کے بعد حضرت میمونہؓ کی مسند میں شمار کیا ہے لیکن عثمان بن ابی شیبہ اور ابن ابی خلف نے اس حدیث کو ابن عباسؓ کی مسندات میں شمار کیا ہے)۔ انہوں نے فرمایا کہ ہماری ایک کنیز کو ایک صدقہ کی بکری ہدیہ کی گئی پھر وہ بکری مر گئی تو نبی اکرمؐ کا گزر اس پر ہوا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے چمڑے کو دباغت دے کر پاک کیوں نہیں کر لیا کہ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو مردار ہے ارشاد فرمایا کہ صرف اس مردار کا گوشت کھانا حرام ہے (کھال سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں)۔

شرح الحدیث: حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک باندی کے پاس صدقہ میں ایک بکری آئی وہ مر گئی آپ ﷺ کا ادھر کو گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: أَلَا دَبَغْتُمْ إِهَابَهَا وَاسْتَنْفَعْتُمْ بِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا۔

اس کے بعد مصنف نے یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے ذکر کی جس میں دباغت کا ذکر نہیں۔

٤١٢١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَذْكُرْ مَيْمُونَةَ، قَالَ: فَقَالَ: «أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا»، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرِ الدِّبَاغَ.

ترجمہ: معمر نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حضرت میمونہؓ کو ذکر نہیں کیا۔ راوی کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا کے الفاظ فرمائے۔ پھر اس ہی کے ہم معنی حدیث ذکر کی (لیکن) دباغت کا تذکرہ نہیں کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢١) صحيح البخاري - البيوع (٢١٠٨) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢١١) صحيح مسلم -

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤٤٦ - ٤٤٧

[2] یہاں اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ لکھتے ہیں: واستنفعتم به: في س، ك: واستمتعتم به، وأفاد في س أنها كذلك في أصل التستري، وأما: استمتعتم به: فهو كذلك في أصل الخطيب. (كتاب السنن — ج ٤ ص ٤٢٩)

الحيض (٣٦٣) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٧) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٤) سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٠) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٠٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٩/٦) موطأ مالك - الصيد (١٠٧٨) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٥)

٤١٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: قَالَ مَعْمَرٌ: وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُنْكِرُ الدِّبَاغَ، وَيَقُولُ: «يُسْتَمْتَعُ بِهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يَذْكُرِ الْأَوْزَاعِيُّ وَيُونُسُ، وَعُقَيْلٌ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، الدِّبَاغَ، وَذَكَرَهُ الزُّبَيْدِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَحَفْصُ بْنُ الْوَلِيدِ، ذَكَرُوا الدِّبَاغَ».

ترجمہ: معمر کہتے ہیں کہ زہری دباغت کا انکار کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس (مردار کی کھال) سے ہر حال میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے چاہے دباغت دی ہو یا نہ دی ہو (اس ہی روایت کی بناء پر کیونکہ ان کی روایت میں صرف انتفاع کا ذکر ہے دباغت کا نہیں)۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ اوزاعی، یونس اور عقیل نے حدیث زہری میں دباغت کو ذکر نہیں کیا جب کہ زبیدی اور سعید بن عبدالعزیز اور حفص بن ولید نے دباغت کو ذکر کیا ہے۔

شرح الحدیث: زہری کا مذہب یہی ہے جو پہلے بھی گزر چکا کہ ان کے نزدیک جلد میتہ بدون دباغت کے بھی پاک ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤١٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ، فَقَدْ طَهُرَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ جب چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢١) صحيح البخاري - البيوع (٢١٠٨) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢١١) صحيح مسلم - الحيض (٣٦٣) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٧) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٤) سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٠٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٩/٦) موطأ مالك - الصيد (١٠٧٨) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٥)

٤١٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ».

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردہ جانوروں کے چمڑے سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب کہ اسے دباغت دیکر پاک کر دیا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦١٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٣/٦) موطأ مالك - الصيد (١٠٨٠) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٧)

٤١٢٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَوْنِ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَتَى عَلَى بَيْتٍ، فَإِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَسَأَلَ الْمَاءَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا مَيْتَةٌ، فَقَالَ: «دِبَاغُهَا طُهُورُهَا».

ترجمہ: سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا آپ ﷺ نے پانی مانگا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ مردار (کھال) کا بنا ہوا مشکیزہ ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو دباغت دے دینا اس کی پاکی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٦/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦/٥)

٤١٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ حُذَافَةَ، حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ الْعَالِيَةِ بِنْتِ سُبَيْعٍ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِي غَنَمٌ بِأُحُدٍ، فَوَقَعَ فِيهَا الْمَوْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهَا. فَقَالَتْ لِي مَيْمُونَةُ: لَوْ أَخَذْتِ جُلُودَهَا فَانْتَفَعْتِ بِهَا. فَقَالَتْ: أَوَ يَحِلُّ ذَلِكَ، قَالَتْ: نَعَمْ. مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا» قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ».

ترجمہ: عالیہ بنت سبیع فرماتی ہیں کہ مقام احد میں میری بکریاں تھیں وہ سب موت کی نذر ہو گئیں میں نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہؓ کے یہاں گئی اور ان سے یہ قصہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم ان کا چمڑہ اتار کر اسے کام میں لاتیں تو انہوں نے (عالیہ بنت سبیع نے) کہا: کیا اس طرح اس کی کھال سے فائدہ اٹھانا حلال ہے؟ تو حضرت ام سلمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (پھر یہ واقعہ ذکر کیا) قریش کے چند لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اپنی بکری کو گدھے کی طرح کھینچتے ہوئے گزرے رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کی کھال اتار لیتے انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو مردار ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانی اور بیری کی پتیاں اسے پاک کر دیں گی۔ اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

تخریج: صحيح مسلم - الحيض (٣٦٣) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٨) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٤) سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦١٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٩/٦) موطأ مالك - الصيد (١٠٧٨)

٤٠ - بَابُ مَنْ رَوَى أَنْ لَا يَنْتَفِعَ بِإِهَابِ الْمَيْتَةِ

جن حضرات کے نزدیک مردار کے چمڑے سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ان کے دلائل

٤١٢٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْضِ جُهَيْنَةَ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ: «أَنْ لَا تَسْتَمْتِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عکیم کی روایت ہے کہ ہمارے سامنے جہینہ کی زمین پر رسول اللہ ﷺ کا مکتوب مبارک پڑھا گیا...... جب کہ میں ایک نوجوان تھا...... کہ مردار جانور کی نہ کھال سے فائدہ اٹھاؤ اور نہ پٹھوں سے۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٩) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٤٩) سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦١٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣١٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣١١)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عکیمؒ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضور اقدس ﷺ کی تحریر پڑھ کر سنائی گئی ارض جہینہ میں جب کہ میں نوجوان لڑکا تھا جس میں یہ تھا کہ اہاب میتہ سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور نہ اس کے پٹھے سے۔ اور اس کے بعد والے طریق میں ہے: كَتَبَ إِلَى جُهَيْنَةَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ الخ۔

ابن رسلانؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام مالک کیلئے حجت ہے: أن الجلد بعد الدباغ نجس، اور یہ کہ یہ حدیث ناسخ ہے ان احادیث کیلئے جن میں دباغت کا مطہر ہونا مذکور ہے الی آخر ماذکر[1]۔ وقال الترمذي كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَقُولُ بِهِ ثُمَّ تَرَكَه هَذَا الْحَدِيثَ لَمَّا اضْطَرَبُوا فِي إِسْنَادِهِ اه[2] امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند میں اختلاف واضطراب ذکر کیا ہے، یہ حدیث دراصل امام احمد ہی کی دلیل ہے ان کے مشہور قول کی، امام بیہقی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ابن عکیم صحابی نہیں ہیں (بذل بزیادة[3])۔

٤١٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَنَاسٌ مَعَهُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، - رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ -، قَالَ الْحَكَمُ: فَدَخَلُوا وَقَعَدْتُ عَلَى الْبَابِ، فَخَرَجُوا إِلَيَّ فَأَخْبَرُونِي، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُكَيْمٍ، أَخْبَرَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى جُهَيْنَةَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ: «أَنْ لَا يَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: يُسَمَّى إِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ، فَإِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهُ: إِهَابٌ، إِنَّمَا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٠
[2] جامع الترمذي — كتاب اللباس — باب ما جاء في جلود الميتة إذا دبغت ١٧٢٩
[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١١

يُسَمَّى شَنًّا وَقِرْبَةً".

ترجمہ حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ وہ خود اور ان کے ساتھ چند لوگ عبد اللہ بن عکیم جو کہ قبیلہ جہینہ کے ایک فرد تھے کے پاس گئے، حکم کہتے ہیں کہ تمام لوگ اندر داخل ہو گئے اور میں دروازے پر بیٹھ گیا، انہوں نے باہر نکل کر مجھے بتلایا کہ عبد اللہ بن عکیم نے انہیں بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہینہ کو لکھا کہ مردار جانور کی کھال سے نفع نہ اٹھاؤ اور نہ پٹھوں سے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کی نضر بن شمیل کا قول ہے کہ جب تک چمڑے کو دباغت نہ دی جائے اس کو اھاب کہا جاتا ہے اور جب دباغت دیدی جائے تو اس کو اھاب نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو شن اور قربہ کہا جاتا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٩) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٤٩) سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٨) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦١٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٦/٤).

تنبیہ: أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ کے ذیل میں امام ترمذی نے نضر بن شمیل کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں: الإهاب معناه جلد ما كول اللحم، اہاب کہتے ہیں ماکول اللحم کی جلد کو [1]، حالانکہ امام ابو داؤد نے نضر بن شمیل سے اسکے برخلاف یہ نقل کیا ہے۔ يُسَمَّى إِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ، فَإِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهُ: إِهَابٌ، إِنَّمَا يُسَمَّى شَنًّا وَقِرْبَةً، یعنی اھاب کہتے ہیں کچے چمڑے کو قبل الدباغۃ اور بعد الدباغۃ اس کو شن اور قربہ کہتے ہیں (مشکیزہ) اسی لئے الکوکب الدری میں بھی اس پر نقد کیا ہے چنانچہ اس میں ہے قوله انما يقال اهاب لجلد ما يوكل، وهذا لا يصح لغة اھ [2] لہٰذا امام ابو داؤد ہی کی نقل صحیح ہے، اور امام ابو داؤد کی غرض نضر بن شمیل کے قول کو نقل کرنے سے عبد اللہ بن عکیم کی حدیث کا جواب دینا ہے جمہور کی طرف سے جس میں یہ ہے کہ اھاب میتہ سے انتفاع جائز نہیں، جس کا جواب امام ابو داؤد نے یہ دیا کہ جلد میتہ کو اھاب قبل الدباغت کہا جاتا ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ جلد میتہ سے قبل الدباغت انتفاع جائز نہیں، لہٰذا عبد اللہ بن عکیم کی حدیث کے اب دو جواب ہو گئے ایک ضعف واضطراب دوسری توجیہ یہ جو مصنف نے نقل کی، والحديث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، وقال الترمذی حسن، قاله المنذری۔

٤١ - بَابٌ فِي جُلُودِ النُّمُورِ وَالسِّبَاعِ

چیتے اور درندے کے چمڑوں (کھال) کا بیان

٤١٢٩ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ، وَلَا النِّمَارَ»، قَالَ: "وَكَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

[1] قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: إِنَّمَا يُقَالُ: الإِهَابُ لِجِلْدِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ. (جامع الترمذي - كتاب اللباس - باب ما جاء في جلود الميتة إذا دبغت ١٧٢٨)

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٤٤٧

وَسَلَّمَ. قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ، قَالَ لَنَا أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْمُعْتَمِرِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ طَهْمَانَ، كَانَ يَنْزِلُ الْحِيرَةَ».

ترجمہ حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خالص ریشم اور چیتے کی کھال پر سواری نہ کرو (یعنی زین پر رکھ کر)۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (کی روایت) میں متہم نہیں تھے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤١٢٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٣/٤)

شرح الحدیث لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ، وَلَا النِّمَارَ: خز یعنی ریشم پر مت سوار ہو یعنی اس کو زین وغیرہ پر رکھ کر، اور نہ جلد نمر پر یعنی چیتا اس کی شرح باب فی الحریر میں گزر چکی۔

قَالَ: وَكَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی حضرت معاویہؓ لوگوں کے نزدیک روایت حدیث میں متہم نہیں تھے یعنی اگرچہ بعض لوگ ان پر یا ان کے گھر والوں پر کچھ نقد اور تبصرہ کرتے ہیں جیسا کہ آگے اسی قسم کی روایت آرہی ہے لیکن ناقدین کا کوئی نقد ان پر روایت حدیث کے بارے میں نہ تھا، یہ مقولہ کس کا ہے؟ حضرت نے تو اس کی نسبت ابن سیرینؒ کی طرف کی ہے جو سند کے اندر مذکور ہیں اور حضرت معاویہؓ سے حدیث الباب روایت کر رہے ہیں، اور اس کے بعد حضرت نے ابن رسلانؒ کی رائے یہ لکھی ہے کہ انہوں نے قال کی ضمیر مصنف کی طرف لوٹائی ہے نیز حضرت نے تحریر فرمایا ہے یعنی مع امارتہ غیر متہم فی الحدیث، کہ باوجود خلیفہ و بادشاہ ہونے کے روایت حدیث میں سب کے نزدیک معتبر ہی تھے [1]۔

٤١٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جِلْدُ نَمِرٍ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس جماعت کی معیت اختیار نہیں کرتے جس کے پاس چیتے کی کھال ہو۔

٤١٣١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ، وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: «هَذَا مِنِّي» وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٣

عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَوَاللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ. قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ، قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ. فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ. فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

ترجمہ خالد (راوی) کہتے ہیں کہ مقدام بن معدیکرب اور عمر بن اسود اور بنو اسد کے اہل قنسرین میں سے ایک شخص یہ تینوں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے پاس وفد کی صورت میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت معاویہ نے حضرت مقدام بن معدیکرب سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حسن بن علیؓ وفات پاگئے ہیں؟ تو حضرت مقدام نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی تو ایک شخص آپ سے کہنے لگا: کیا آپ اسکو مصیبت گر دانتے ہیں؟ حضرت مقدام نے اس شخص کو جواب دیا کہ میں اس کو کیوں مصیبت شمار نہ کروں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے آپکو اپنی گود مبارک میں بٹھا کر یوں ارشاد فرمایا تھا کہ یہ (حسن) مجھ سے ہیں (میرے مشابہ ہیں) اور حسین علی سے ہیں۔ اس پر اسدی بولا کہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ پاک نے بجھا دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت مقدام فرمانے لگے بہر حال میں تو آج مسلسل بولتا رہوں گا، حتی کہ تجھے غصہ دلادوں اور تجھے وہ سناؤں گا جو تجھے ناپسند ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ اے معاویہؓ اگر میں سچ کہوں تو تم میری تصدیق کرنا اور اگر میں جھوٹ کہوں تو تم میری تکذیب کر دینا، حضرت معاویہؓ کہنے لگے کہ میں (ایسے ہی) کرونگا پھر حضرت مقدام فرمانے لگے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مردوں کو) سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: جی ہاں حضرت مقدام گویا ہوئے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کا لباس پہننے سے ممانعت فرمائی ہے؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: جی ہاں حضرت مقدام نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے سے اور اس پر سواری کرنے سے منع فرمایا (یعنی بطور زین کے استعمال کرنے سے)؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: جی ہاں تو اس پر مقدام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے تمہارے گھر میں اے معاویہؓ یہ سارے کام ہوتے دیکھے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا اے مقدام کہ آج میں تمہاری پکڑ سے نجات نہیں پاسکتا۔
خالد بن معدان (راوی) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے مقدام کے لئے ایسے تحفے کا اعلان فرمایا جو ان کے دونوں ساتھیوں کو عطا نہیں کیا گیا اور مقدام کے بیٹے کے لئے (جس کا نام یحیٰ تھا) حصہ مقرر کیا جو حصہ سو درہم سے زیادہ وظیفہ کی شکل میں لشکر والوں کو ملا کرتا تھا۔ پس مقدام نے اس عطیہ کو اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا اور اسدی (قبیلہ اسد کے اس شخص) کو کچھ بھی

عطا نہیں کیا کیونکہ اس نے غلط بات کہی تھی (حضرت حسنؓ کے متعلق) پس یہ سارا واقعہ حضرت معاویہؓ تک پہنچا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ مقدام بڑے شریف النفس اور کھلے ہاتھوں والے (سخی) شخص ہیں اور اسدی قبیلہ کا آدمی اپنی چیز کو روک کر رکھنے والا (بڑا کنجوس) شخص ہے۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤١٣١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٢/٤)

شرح الحديث بحیر بن سعد روایت کرتے ہیں خالد بن معدان سے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں یہ تین حضرات مقدامؓ بن معدیکربؓ عمروؓ بن الاسود اور ایک شخص اسدی قِنَّسْرِین کے رہنے والوں میں سے، ان تین اشخاص کا وفد پہنچا، مجلس میں حضرت معاویہؓ نے فرمایا: حضرت مقدام کو خطاب کرتے ہوئے کہ آپکو بھی معلوم ہے کہ حسن بن علی کی وفات ہوگئی (توفی ٤٩ھ) تو اس پر حضرت مقدام نے انا للہ پڑھی تو ایک شخص نے کہا (لعله الرجل الأسدي او غيره) کیا تم اسکو مصیبت سمجھتے ہو، حضرت مقدام نے جواب دیا کہ اسکو میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں حالانکہ حضور ﷺ نے جب کہ حضرت حسنؓ آپ کی گود میں تھے یہ فرمایا تھا ان کے بارے میں: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ تو اس پر اسدی نے کہا کہ وفات ہوئی تو کیا ہوا ایک چنگاری تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا، حضرت معاویہؓ تو اس پر خاموش رہے اور ان کے اس سکوت پر حضرت مقدامؓ کو ناگواری ہوئی اس لئے وہ بولے کہ آج میں بھی یہاں سے اس وقت تک نہیں ٹلونگا جب تک میں تم کو (معاویہؓ کو) طیش نہ دلادوں اور ناگوار بات نہ سنادوں، اور یہ کہہ کر تیار ہو کر بیٹھ گئے اور حضرت معاویہؓ سے فرمایا کہ دیکھو اگر میں سچ کہوں تو اسکی تصدیق کرنا اور اگر غلط کہوں تو تکذیب کر دینا (حضرت معاویہؓ کا تو حلم مشہور ہے چنانچہ) انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کروں گا، اور پھر چند چیزیں جن سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے ان کے سامنے بیان کیں کہ تم نے یہ حضور ﷺ سے سنی ہیں، وہ ہر ایک کے بارے میں فرماتے رہے بلا ناگواری کے کہ ہاں میں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے، وہ امور یہ ہیں: مردوں کے حق میں لُبس ذہب کی ممانعت اور ایسے ہی لبس حریر کی، اور تیسرے لبس جلود سباع[1] اور ان پر رکوب کی، حضرت معاویہؓ سب کے بارے میں فرماتے رہے کہ ہاں یہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے، پھر اخیر میں حضرت مقدامؓ نے حضرت معاویہؓ سے یہ فرمایا کہ یہ سب ممنوع چیزیں میں نے تمہارے گھر میں دیکھی ہیں۔ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، اس پر حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا، کہ آج میں تجھ سے بچوں گا نہیں اور تیری تنقید کا نشانہ ضرور بن کر رہوں گا، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مقدام کے لئے اتنے بڑے ہدیہ کا حکم فرمایا جو ان کے دو ساتھیوں کیلئے نہیں فرمایا،

---

[1] وعلة المنع في جلود النمور والسباع اما لان الدبغ لا يؤثر في الشعر ولا يطهر ه واما لانه من زي المتكبرين. وهذان الوجهان عند الشافعي والوجه عندهم الاخير.

اور مزید بر آں ان کے بیٹے کو، جن کا نام یحییٰ لکھا ہے۔ ان لشکریوں میں لکھوایا جن کا وظیفہ کئی سو تھا یا دو سو تھا (علی اختلاف النسخ ففی نسخة المأتین) آگے راوی کہتا ہے کہ جو ہدیہ حضرت مقدامؓ کو ملا تھا انہوں نے تو وہ سب اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا، اور اس اسدی شخص نے جس نے حضرت حسنؓ کے بارے میں سخت جملہ کہا تھا اس نے کسی کو کچھ نہیں دیا، یہ بات حضرت معاویہؓ کو بعد میں پہنچی تو انہوں نے حضرت مقدامؓ کی تعریف اور مدح کی، أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، یابسط یدہ کہ مقدام بڑے شریف اور سخی ہیں ان کا ہاتھ بخشش کیلئے کھلا ہے، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ۔ وفی نسخة لشیه [1]، یعنی اسدی اپنی چیز کو خوب روک کر رکھنے والا ہے، ہمارے یہاں اردو محاورہ میں بڑے بخیل کو ممسک اعظم کہتے ہیں۔

والحدیث اخرجه النسائی مختصراً، قاله المنذری۔

٤١٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ بْنِ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ».

ترجمہ: ابو الملیح بن اسامہ اپنے والد اسامہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے درندوں کی کھال کے استعمال کرنے سے منع فرمایا (یعنی دباغت سے پہلے ان کھالوں کا استعمال کرنا منع ہے ہاں دباغت دینے کے بعد پھر ان کھالوں کو استعمال کر سکتے ہیں)۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٧١) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٥٣) سنن أبي داود - اللباس (٤١٣٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧٤/٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٨٣)

٤٢ - بَابٌ فِي الِانْتِعَالِ

جوتے پہننے کا بیان

٤١٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: «أَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سے زائد جوڑی جوتے رکھا کرو کیوں کہ جب تک آدمی جوتے پہنے رہے وہ برابر سوار شمار ہوتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٦) سنن أبي داود - اللباس (٤١٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٧/٣)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوتے اپنے

---

[1] شیٔ اگر تشدید یاء کے ساتھ بغیر ہمزہ کے ہے تو اس کے معنی مشوی کے لکھے ہیں یعنی تیار کردہ اور حاصل کردہ چیز۔

ساتھ ایک سے زائد رکھا کرو تاکہ اگر ٹوٹ جائے تو دوسرا پہننے کے لئے موجود ہو۔ پھر آگے آپ ﷺ نے جوتا پہننے کا فائدہ بیان فرمایا کہ آدمی کے پاؤں میں جب تک جوتا رہتا ہے تو وہ سوار کے مانند ہوتا ہے، یعنی جس طرح سواری سہولت سفر کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اسی طرح جوتا بھی چلنے میں سہولت کا بڑا سبب ہے، اور مسلم [1] کی روایت کے یہ لفظ ہیں: اسْتَكْثِرُوا أي اتخذوا كثيرا كذا في العون۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤١٣٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، «أَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی چپل کے دو تسمے تھے [2]۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٠) صحيح البخاري - اللباس (٥١٩٥) جامع الترمذي - اللباس (١٧٧٢) سنن النسائي - الزينة (٥٣٦٧) سنن أبي داود - اللباس (٤١٣٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٢/٣)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کے نعل شریف کے دو تسمے تھے قبالان تثنیہ ہے قبال کا، جس کی تفسیر کرتے ہیں سیر ان سے یعنی آگے کی دو پٹیاں، اور ایک پٹی چوڑائی میں اس کے پیچھے کو جو عرضاً ہوتی ہے اس کو شسع کہتے ہیں جس کا ذکر ایک دوسری حدیث میں ہے إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ [3]، وفي البذل قبالان بكسر القاف أي سيران أحدهما يكون بين الأصبع الوسطى من الرجل والتي تليها، والآخر في الإصبع الآخر اه [4] وفي الكوكب بين الابهام وصاحبته، وصاحبته وصاحبتها اه [5]۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤١٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے [6]۔

شرح الحدیث: یعنی جوتا بیٹھ کر پہننا چاہئے، کھڑے ہو کر نہیں پہننا چاہیے۔ یہ نہی شفقت کیلئے ہے کیونکہ بعض صورتوں میں اس سے سقوط کا اندیشہ ہوتا ہے اور جب کھڑے کھڑے بسہولت پہنا نہیں جاتا تو اس سے پہننے والے کی ہیئت بھی بگڑ سی جاتی

---

[1] صحيح مسلم — كتاب اللباس والزينة — باب ما جاء في الانتعال والاستكثار من النعال ٢٠٩٦

[2] امداد الفتاوی جلد ٤ صفحہ ٣٧٤ مکتبہ دار العلوم کراچی پر نعلین مبارک کی مشہور صفت پر عمدہ بحث فرمائی ہے از مترجم

[3] صحيح مسلم - كتاب اللباس والزينة - باب إذا انتعل فليبدأ باليمين وإذا خلع فليبدأ بالشمال ٢٠٩٨

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٩

[5] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤٥١

[6] یاد رہے کہ اس سے مراد سینڈل ہیں جن کو پہننے کے لئے تسمہ باندھا جاتا ہے۔ ہمارے عام چپل مراد نہیں۔ از مترجم

ہے، ففی 'الکوکب الدری' لما فیہ من احتمال السقوط ومخالفۃ التؤدۃ ونکارۃ الھیئۃ الظاھرۃ [1]۔

یہ حدیث حضرت جابرؓ کی ہے اور یہی متن ترمذی میں بروایت ابوہریرہؓ اور ایک بروایت انسؓ علیحدہ علیحدہ سند سے مروی ہے، ان دونوں حدیثوں پر امام ترمذی نے کلام کیا ہے بولفظہ: وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَالْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ، وَلَا نَعْرِفُ لِحَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَصْلًا۔ اس کے بعد پھر امام بخاری سے بھی یہی نقل کیا کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت نہیں [2]۔

۴۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ، لِيَنْتَعِلْهُمَا جَمِيعًا، أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا»۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں (یعنی ایک جوتا پہن کر) نہ چلا کرے اسے دونوں جوتے ایک ساتھ پہننے چاہئیں یا دونوں ساتھ اتار دینے چاہئیں۔

تخریج: صحیح البخاري - اللباس (۵۵۱۸) صحیح مسلم - اللباس والزینۃ (۲۰۹۷) جامع الترمذي - اللباس (۱۷۷٤) سنن النسائي - الزینۃ (۵۳٦۹) سنن أبي داود - اللباس (٤۱۳٦) سنن ابن ماجہ - اللباس (۳٦۱۷) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/۲۵۳) موطأ مالك - الجامع (۱۷۰۱)

شرح الحدیث: یعنی آدمی کو ایک جوتا پہن کر نہیں چلنا چاہئے، یا تو دونوں پاؤں میں پہنے یا پھر دونوں کو اتار دے، اسکی بھی مصلحت اسی جیسی ہے جو اوپر نہی آئی ہے، وقار کے بھی خلاف ہے اور چلنے میں بھی مشقت ہے۔ کیونکہ دونوں قدموں میں اونچ نیچ ہونے کی وجہ سے چلنے میں مشقت ہوتی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس سلسلہ میں دو باب قائم کئے ہیں باب ماجاء في کراھیۃ المشي في النعل الواحدۃ اس کے بعد باب ماجاء من الرخصۃ في المشي في النعل الواحدۃ اور اس دوسرے باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی قَالَتْ: رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ [3] کوکب میں لکھا ہے: قولہ "فی نعل واحدۃ" لئلا یحمل النھی علی التحریم اھ [4] امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو دو طریق سے ذکر فرمایا ایک طریق میں یہ حدیث مرفوع ہے دوسرے طریق میں موقوف علی عائشۃ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّهَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ» وَهَذَا أَصَحُّ [5] یعنی حضرت عائشہؓ گاہے گھر میں ایک جوتا پہن کر بھی چل لیتی تھیں، امام

[1] الکوکب الدري علی جامع الترمذي — ج ۲ ص ٤۵۱

[2] جامع الترمذي - کتاب اللباس - باب ماجاء في کراھیۃ أن ینتعل الرجل وھو قائم ۱۷۷۵ - ۱۷۷٦

[3] جامع الترمذي - کتاب اللباس - باب ماجاء من الرخصۃ في المشي في النعل الواحدۃ ۱۷۷۷

[4] الکوکب الدري علی جامع الترمذي — ج ۲ ص ٤۵۲

[5] جامع الترمذي - کتاب اللباس - باب ماجاء من الرخصۃ في المشي في النعل الواحدۃ ۱۷۷۸

،امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَهٰذَا أَصَحُّ یعنی اس حدیث کا موقوف ہونا (فعل عائشہؓ ہونا) زیادہ صحیح ہے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی، قاله المنذری۔

۴۱۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَ شِسْعَهُ، وَلَا يَمْشِ فِي خُفٍّ وَاحِدٍ، وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهِ».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی (کے جوتے) کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک جوتے میں نہ چلا کرے یہاں تک کہ اپنا تسمہ درست کرے اور ایک چمڑے کا موزہ پہن کر نہ چلا کرے اور بائیں ہاتھ سے نہ کھایا کرے۔

تخریج صحيح مسلم - الأشربة (۲۰۱۹) صحيح مسلم - اللباس والزينة (۲۰۹۹) سنن أبي داود - اللباس (۴۱۳۷) سنن ابن ماجه - الأطعمة (۳۲۶۸)

۴۱۳۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَارُونَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي نَهِيكٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «مِنَ السُّنَّةِ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھنے لگے تو اپنے دونوں جوتے اتار کر اپنے پہلوں میں رکھ لے۔

۴۱۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، وَلْتَكُنِ الْيَمِينُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں جانب سے ابتداء کرے اور جب (جوتا) اتارے تو بائیں جانب سے ابتداء کرے، تاکہ داہنے پاؤں والا جوتا پہنتے وقت پہلے پہنا جائے اور اتارتے وقت آخر میں اتارا جائے۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (۵۵۱۷) صحيح مسلم - اللباس والزينة (۲۰۹۷) جامع الترمذي - اللباس (۱۷۷۹) سنن أبي داود - اللباس (۴۱۳۹) سنن ابن ماجه - اللباس (۳۶۱۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۶۵) موطأ مالك - الجامع (۱۷۰۲)

۴۱۴۰- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ، فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ، وَنَعْلِهِ". قَالَ مُسْلِمٌ: «وَسِوَاكِهِ»، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ، مُعَاذٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَاكَهُ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقدر استطاعت اپنے تمام کاموں میں دائیں طرف سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے اور طہارت (وضوء و غسل میں) اور کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں مسلم بن ابراہیم مصنف کے استاد نے یہ اضافہ کیا' اور مسواک کرنے میں' اور مسلم بن ابراہیم نے فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ معاذ نے شعبہ سے یہ روایت ذکر کی ہے اور سِوَاكَهُ لفظ ذکر نہیں کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٦٦) صحيح البخاري - الصلاة (٤١٦) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٦٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٦) صحيح مسلم - الطهارة (٢٦٨) جامع الترمذي - الجمعة (٦٠٨) سنن النسائي - الطهارة (١١٢) سنن النسائي - الغسل والتيمم (٤٢١) سنن النسائي - الزينة (٥٢٤٠) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٠) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٤٠١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٤/٦)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ابواب الاستنجاء میں بھی گزری ہے: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ، وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى [1] اس کی شرح بھی دیکھ لی جائے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٤١٤١ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا لَبِسْتُمْ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَءُوا بِأَيَامِنِكُمْ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لباس پہنو اور جب وضو کرو تو اپنی دائیں طرف سے شروع کرو۔

تخریج سنن أبي داود - اللباس (٤١٤١) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٤٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٤/٢)

٤٣ - بَابٌ فِي الْفُرُشِ

بستروں کا بیان

٤١٤٢ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي هَانِئٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفُرُشَ، فَقَالَ: «فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ، وَفِرَاشٌ لِلْمَرْأَةِ، وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ، وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بستروں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (ایک گھر میں ایک بستر مرد کیلئے ہوتا ہے دوسرا عورت کیلئے، تیسرا مہمان کیلئے اور چوتھا بستر شیطان کیلئے ہوتا ہے (جب کہ

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء ٣٣

اس کا اور کوئی مصرف نہ ہو)۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٥) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین بستر گھر میں ہونا کافی ہے ایک اپنے لئے اور ایک بیوی کیلئے، اور ایک مہمان کے لئے، اس سے مراد جنس فراش ہے، یعنی مہمانوں کی ضرورت کیلئے اب اس میں جتنی بھی ضرورت ہو اس کا اعتبار ہو گا، اور چوتھا شیطان کیلئے، یعنی جو ضرورت سے زائد ہو، کہ یہ دنیا کے ساز وسامان کی تکثیر ہے جو شیطان کی طرف سے ہے۔

فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ، وَفِرَاشٌ لِلْمَرْأَةِ: پر شراح حدیث نے ایک اور بات بھی لکھی ہے کہ مرد کو بیوی کے ساتھ لیٹنا اولیٰ ہے یا علیحدہ؟ ففي "البذل" استدل بعضهم على أنه لا يلزم للرجل النوم مع امرأته وأن له الانفراد عنها بفراش ثان، قال النووي: والاستدلال به في هذا ضعيف، لأن المراد بهذا وقت الحاجة بالمرض وغيره، وإن كان النوم مع الزوجة ليس بواجب، والصواب في النوم مع الزوجة أنه إذا لم يكن لواحد منها عذر في الانفراد فاجتماعهما في فراش واحد أفضل وهو ظاهر فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم الذي واظب عليه - إلى آخر ما ذكر [1] - والحديث اخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤١٤٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: «دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ، فَرَأَيْتُهُ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ» . زَادَ ابْنُ الْجَرَّاحِ: عَلَى يَسَارِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، أَيْضًا عَلَى يَسَارِهِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کے گھر میں داخل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیے سے سہارا لگائے دیکھا۔ ابن الجراح نے علی یسارہ (اپنے بائیں جانب ٹیک لگائے ہوئے) کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اسحاق بن منصور نے بھی اسرئیل کے واسطے سے عَلَى يَسَارِهِ روایت کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٧٠) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٧١) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٣)

٤١٤٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ رَأَى رُفْقَةً مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ رِحَالُهُمُ الْأَدَمُ، فَقَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ رُفْقَةٍ كَانُوا بِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَؤُلَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل یمن کے چند رفقاء کو دیکھا کہ ان کے کجاوے چمڑے کے بنے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ ایسے ساتھیوں کو دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے سب سے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢٤ - ٢٥

زیادہ مشابہ ہیں اس کو ان لوگوں کی طرف دیکھ لینا چاہیے۔

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ نے چند رفقاء سفر کو دیکھا جو یمنی تھے جن کے اونٹوں کے پالان چرمی تھے، الْأُدُمُ جمع ہے ادیم کی یعنی جلد مدبوغ تو انہوں نے ان کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ ایسے رفقاء سفر کو دیکھے جو صحابہ کرامؓ کے زیادہ مشابہ ہوں تو اسکو چاہئے کہ ان کو دیکھ لے۔ یعنی باعتبار سادگی کے اور ترک تکلف وزینت کے۔

٤١٠٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا؟» قُلْتُ: وَأَنَّى لَنَا الْأَنْمَاطُ؟ قَالَ: «أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے باریک جھالر والی چادریں رکھنی شروع کر دیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس باریک جھالر والی چادریں کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سن لو عنقریب تمہارے پاس باریک جھالر والی چادر ہو نگی (چنانچہ بخاری کی روایت کے مطابق یہ پیشگوئی پوری ہوئی)۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤٣٢) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٦٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٣) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٧٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٦) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٥)

شرح الحدیث: أَتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا، قُلْتُ: وَأَنَّى لَنَا الْأَنْمَاطُ؟ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے باریک جھالردار چادریں رکھنی شروع کر دیں، میں نے عرض کیا کہ جی وہ ہمارے پاس کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب نہیں تو کچھ روز بعد ہو جائیں گی، یعنی آئندہ فتوحات کی وجہ سے تمول اور مالداری آجائیگی اور یہ تکلف وزینت کی چیزیں تم لوگ اختیار کرنے لگوگے۔ الْأَنْمَاطُ، نمط کی جمع ہے جھالردار یا باریک قسم چادر گدے کے اوپر بچھاتے ہیں زینت کے لئے۔

یہ روایت صحیحین اور ترمذی میں بھی ہے جس میں یہ زیادتی ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ کے پاس اسی قسم کی ایک چادر تھی میں اس سے کہتا تھا کہ اس کو یہاں سے ہٹالے تو وہ کہتی تھی کہ حضور ﷺ ہی نے تو فرمایا تھا إنها ستكون کہ آئندہ چل کر ایسی چادریں ہو جائیں گی۔ فأدعها اس پر میں اسکو چھوڑ دیتا ہوں یعنی سکوت اختیار کر لیتا ہوں جب وہ حدیث کا حوالہ دیتی ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٤١٠٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: "كَانَ وِسَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ ابْنُ مَنِيعٍ: الَّتِي يَنَامُ عَلَيْهَا بِاللَّيْلِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - مِنْ أَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيفٌ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ مصنف کے استاد احمد بن منیع کہتے ہیں کہ وہ جس پر آپ ﷺ رات کو سویا کرتے تھے چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الرقاق (٦٠٩١) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٢) جامع الترمذي - اللباس (١٧٦١) جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٤٦٩) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٦) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٨/٦)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ حضور ﷺ کا وسادہ یعنی تکیہ چمڑہ کا تھا جسکے اندر کا بھراؤ کھجور کی چھال تھی۔ لیف یعنی پوست درخت خرما، کھجور کے درخت کا چھلکا اور اس کے بعد کی روایت میں آپ کے ضجعہ کے بارے میں بھی یہی آرہا ہے جو وسادہ کے بارے میں آیا یعنی بستر کہ وہ بھی ایسا ہی تھا چمڑے کا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ابن ماجہ کی روایت میں بجائے لیف کے الاذخر ہے جو ایک مشہور گھاس کا نام ہے جس کا ذکر کتاب الحج میں بھی آیا ہے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی بمعناه، قاله المنذری۔

٤١٤٧ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَيَّانَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَتْ ضِجْعَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الرقاق (٦٠٩١) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٨٢) جامع الترمذي - اللباس (١٧٦١) جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٤٦٩) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٧) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٨/٦)

٤١٤٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: «كَانَ فِرَاشُهَا حِيَالَ مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے لیٹنے کا بستر (گھر میں) نبی اکرم ﷺ کی نماز کی جگہ کے سامنے تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٧)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے لیٹنے کا بستر حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ کے برابر میں تھا اور خود حضور ﷺ کا بستر آپ ﷺ کی نماز کی جگہ کے قریب ہوتا تھا تو گویا یہ تینوں چیزیں قریب ہوئی تھیں آپ ﷺ کا بستر اور آپ ﷺ کی اہل کا اور نفلیں پڑھنے کی جگہ، چنانچہ کتاب الادب میں "باب کیف یتوجه الرجل عند النوم" میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث آرہی ہے: كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوضَعُ الْإِنْسَانُ فِي قَبْرِهِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ [1]۔ اس مسجد سے مراد بھی یہی مسجد بیت ہے تہجد پڑھنے کی جگہ۔ والحدیث اخرجه ابن ماجه، وقال عن زینب بنت ام سلمة، قاله المنذری۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب كيف يتوجه ٥٠٤٤

٤٤۔ بَابٌ فِي اتِّخَاذِ السُّتُورِ

پردے لٹکانے کا بیان

٤١٤٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَوَجَدَ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ، قَالَ: وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا، فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَآهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ: مَا لَكِ؟ قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَأَتَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، قَالَ: «وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ؟» ، فَذَهَبَ إِلَى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: قُلْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: «قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلَى بَنِي فُلَانٍ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لائے تو ان کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا پایا پس آپ ﷺ (گھر میں) داخل نہ ہوئے اور عموماً سفر سے واپسی پر آپ ﷺ کا معمول سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملاقات کا تھا۔ پس جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ کو پریشان دیکھا تو کہنے لگے تمہیں کیا ہوا؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تھے لیکن اندر نہیں آئے حضرت علیؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فاطمہؓ پر یہ بات بہت بھاری گزری کہ آپ ﷺ اسکے پاس آئے، پھر اندر تشریف نہیں لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کیا سروکار اور میز اا ور نقش ونگار کا کیا واسطہ، حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جاکر رسول اللہ ﷺ کی اس گفتگو کے بارے میں بتایا حضرت فاطمہؓ نے (حضرت علیؓ سے) کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں کہ وہ مجھے اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہو کہ اس پردے کو بنو فلاں کے پاس بھیج دو (کیونکہ وہ ضرورت مند ہیں)۔

شرح الحدیث یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لارہے تھے ان کے گھر جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ اس پر ایک منقش پردہ لٹکا ہوا ہے جیسا کہ بعد والی روایت میں آرہا ہے وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا، تو آپ ﷺ اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ واپس لوٹ گئے راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا معمول سفر سے واپسی میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملاقات کا تھا کچھ دیر بعد حضرت علیؓ گھر میں آئے انہوں نے ان کو غمگین بیٹھے ہوئے دیکھا اس کا سبب دریافت کیا انہوں نے اس کی وجہ بیان کی حضرت علیؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں گئے اور جاکر آپ ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کا حال بیان کیا تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ؟ کہ مجھے دنیا اور اس کے زیب وزینت سے کیا مناسبت اور فرمایا

مجھے اس جہاں کے پھول بوٹوں سے کیا واسطہ حضرت علیؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ان کو جاکر پہنچا دیا حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ﷺ سے یہ پوچھو کہ میں اس پردہ کو کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے کسی گھرانہ کا نام لے کر فرمایا کہ وہاں بھیج دو۔

دروازہ پر پردہ ہونا تو منکر اور ممنوع نہیں بلکہ وہ تو ہونا چاہئے پردہ کیلئے یہاں پر جو آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی وہ اسکے منقش ہونے کی وجہ سے تھی ہاں جو پردہ مکان کے اندر چھت یا دیوار پر چڑھایا جائے زینت کیلئے اس کی مطلقاً مذمت آئی ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے جو کتاب الصلوۃ کے اخیر میں گزر چکی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ [1]، اسکی شرح اور تفصیل وہاں گزر چکی، باب الدعاء میں۔

٤١٥٠ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا.

ترجمہ (محمد) بن فضیل اپنے والد (فضیل بن غزوان) سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ پردہ نقش ونگار والا تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٧١) سنن أبي داود - اللباس (٤١٤٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١)

شرح الحدیث قَالَ: وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا، اور ایک نسخہ میں ہے موشیٰ [2] یہ وشی سے ہے جس کے معنی نقش کے ہیں۔

٤٥ - بَابٌ فِي الصَّلِيبِ فِي الثَّوْبِ

کپڑوں پر صلیب کے نشان کا بیان

٤١٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حِطَّانَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا،

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصْلِيبٌ إِلَّا قَضَبَهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے تھے جس پر صلیب کا نشان ہوتا مگر اسکو کاٹ دیا کرتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٦٠٨) سنن أبي داود - اللباس (٤١٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٢)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ اپنے گھر میں صلیب کی صورت بنی ہوئی دیکھ لیتے تھے تو اس کو توڑ دیتے تھے صلیب اگرچہ غیر ذی روح کی تصویر ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ نصاریٰ کا شعار ہے اور وہ اس کی تعظیم کرتے ہیں اس لئے مسلمان کے گھر میں نہیں ہونی چاہئے اور ہو تو اس کو کاٹ دینا چاہیے۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الدعاء ١٤٨٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣١

صلیب یعنی سولی جس کے بارے میں نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو سولی پر چڑھا دیا تھا اسی بنا پر وہ اسکی تعظیم کرتے ہیں اور بعض مرتبہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر بھی بنا دیتے ہیں صورت صلیب ایسی ہوتی ہے ✝۔ والحدیث اخرجہ البخاری والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٦۔ بَابٌ فِي الصُّوَرِ

تصویروں کا بیان

٤١٥٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ، وَلَا كَلْبٌ، وَلَا جُنُبٌ».

ترجمہ: حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تصویر، کتا اور جنبی ہو اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔

تخریج: سنن النسائي - الطهارة (٢٦١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨١) سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٢) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٥٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٣) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٦٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الطہارۃ 'باب فی الجنب یؤخر الغسل' میں گزر گئی اور اس پر کلام بھی وہاں گزر گیا اور نیز یہ کہ اس حدیث میں کلب سے مراد عام ہے یا صرف ممنوع الاتخاذ. فارجع الیہ لو شئت۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، ولیس فی حدیث ابن ماجہ 'لا جنب'، قالہ المنذری۔

٤١٥٣ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ، وَلَا تِمْثَالٌ»، وَقَالَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ نَسْأَلُهَا عَنْ ذَلِكَ، فَانْطَلَقْنَا، فَقُلْنَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا، وَكَذَا، فَهَلْ سَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ ذَلِكَ؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكُمْ بِمَا رَأَيْتُهُ فَعَلَ، خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، وَكُنْتُ أَتَحَيَّنُ قُفُولَهُ، فَأَخَذْتُ نَمَطًا كَانَ لَنَا، فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْعَرَضِ، فَلَمَّا جَاءَ اسْتَقْبَلْتُهُ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ، فَنَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَأَى النَّمَطَ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا، وَرَأَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ، فَأَتَى النَّمَطَ حَتَّى هَتَكَهُ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ اللهَ لَمْ يَأْمُرْنَا فِيمَا رَزَقَنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللَّبِنَ» قَالَتْ: فَقَطَعْتُهُ وَجَعَلْتُهُ وِسَادَتَيْنِ، وَحَشَوْتُهُمَا لِيفًا، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ.

ترجمہ: ابو طلحہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا مورتی ہو اس حدیث کو سنانے کے بعد زید بن خالد الجہنی نے اپنے استاد ابو طلحہ سے کہا کہ ہمیں ام المومنین عائشہؓ کے پاس لے جائیں۔ ہم حضرت عائشہؓ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کریں گے چنانچہ ہم ام المومنینؓ کی خدمت میں گئے ہم نے عرض کیا کہ ام المومنین ان ابو طلحہ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کا فرمان نقل کیا ہے، کیا آپؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے نبی سے اس طرح کی قولی حدیث تو نہیں سنی لیکن میں تمہیں وہ واقعہ بیان کرتی ہوں جو میں نے آپ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر سے لوٹنے کا انتظار کرنے لگی چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی سے پہلے اپنی ایک اونی چادر کی جو گھر میں تھی اور اس کو دروازے پر لٹکا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور عرض کیا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و شرف بخشا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک گھر کی طرف پڑ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے کو دیکھ لیا تو میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار محسوس کئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پردے کے قریب گئے اور اس کو پھاڑ دیا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں عطا فرمائی ہیں اس میں ہمیں حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور اینٹوں کو کپڑے پہنائیں (یعنی دیواروں اور دروازوں پر منقش چادریں اور پردے لٹکائیں)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس چادر کو پھاڑ کر اسکے تکیے بنا لئے اور اس کے اندر کھجور کی چھال بھر دی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔

٤١٥٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أُمَّهْ إِنَّ هَذَا حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَالَ فِيهِ: سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي النَّجَّارِ.

ترجمہ: عثمان بن ابی شیبہ نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ زید بن خالد نے حضرت عائشہؓ سے کہا: اے اماں جان! ان ابو طلحہ نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی۔ (دوسرا اضافہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد کے استاد الاستاد) جریر نے اس حدیث میں سعید بن یسار کے نام کے ساتھ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بنو نجار کے مولیٰ تھے (جبکہ پچھلی روایت میں ابوداؤد کے استاد الاستاد نے مطلق سعید بن یسار الانصاری کا نام لیا تھا اس میں یہ وضاحت نہ تھی)۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٥٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٨٠) صحيح البخاري - اللباس (٥٦٠٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٦) جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٠) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٤) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨٢) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٧) سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٨/٤) موطا مالك - الجامع (١٨٠٢)

شرح الأحاديث یعنی حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے جب یہ حدیث زید بن خالد سے بیان کی تو انہوں نے ابو طلحہ سے یا اپنے شاگرد سعید بن یسار سے [1] کہا کہ ہم کو حضرت عائشہؓ کے پاس لے چلو تا کہ اس حدیث کے بارے میں ان سے ہم اچھی طرح سوال کر لیں چنانچہ ہم گئے ان کے پاس اور ان سے جا کر ہم نے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ نے بھی حضور ﷺ سے اسکے بارے میں کچھ سنا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث تو نہیں سنی آپ ﷺ کی زبان سے لیکن میں تم کو ایک واقعہ سناتی ہوں مطلب یہ ہوا کہ میرے پاس اس بارے میں حدیث قولی تو نہیں ہے البتہ حدیث فعلی ہے اور پھر ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے جب مجھے آپ ﷺ کی واپسی کا انتظار شروع ہوا تو میں نے ایک خوبصورت سی چادر لی جو ہمارے یہاں تھی جس کو میں نے شہتیر پر لٹکا دیا پھیلا کر یعنی گھر سجانے کے لئے جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ، لیکن آپ ﷺ کی نظر اس چادر پر پڑ گئی تو میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری محسوس کی آپ ﷺ اس پردہ کے قریب گئے اور اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں ہم کو عطا کی ہیں ان کے بارے میں ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم اینٹوں پتھروں کو کپڑے پہنائیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس چادر کے ٹکڑے کر کے ان کے تکیے بنا لئے جن کے اندر کھجور کی چھال بھر دی، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ، اور اس پر حضور اقدس ﷺ نے مجھ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اس سلسلہ کی روایات صحیح مسلم کے اندر متعدد ہیں، مختلف طرق سے اور اسکے بعض طرق میں تصریح ہے اس کی کہ اس پردہ میں الْخَيْلُ ذَوَاتُ الْأَجْنِحَةِ [2] کی تصویر تھی پھر حضرت عائشہؓ نے جو اس پردہ کو چاک کر کرے اسکے تکیے بنائے جس پر حضور ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی اس میں دو احتمال ہیں ہو سکتا ہے اس پردہ کو چاک کرنے کی وجہ سے اس صورت کا ازالہ ہو گیا ہو اسی لئے آپ ﷺ نے اسکے تکیہ بنانے پر نکیر نہیں فرمائی اور یہ بھی احتمال ہے کہ صورت کا ازالہ نہ ہوا ہو مگر چونکہ صورت کا استعمال ہر صورت میں ممنوع نہیں بلکہ ممنوع اس صورت میں ہے جب کہ اسکو زینت کیلئے آویزاں کیا جائے اور اگر استعمال کی نوعیت یہ نہ ہو بلکہ اس طرح استعمال جس میں اس صورت کا ابتذال اور امتہان ہو مثلاً فرش جس پر چلتے ہیں یا مثلاً جوتے پر تصویر ہو اور ایسے ہی تکیہ کا غلاف کہ اس میں تصویر دب کر رہ جاتی ہے ان صورتوں میں اسکا استعمال مغتفر ہے (بذل نقلا عن القرطبی [3]) نیز شراح کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ پردہ وغیرہ میں ذی روح کی تصویر کا استعمال تو حرام ہے اور سادے

---

[1] الأول اختاره في البذل، والثاني صاحب العون.

[2] صحيح مسلم - كتاب اللباس والزينة - باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة ٢١٠٧

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٧

پردے کا استعمال دیواروں میں یہ خلاف زہد ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ والحديث اخرجه مسلم بطوله واخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه ببعضه، قاله المنذري۔

٤١٥٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ» . قَالَ بُسْرٌ: ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ، فَعُدْنَاهُ، فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ: «إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ» .

ترجمہ: ابو طلحہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بسر بن سعید راوی کہتا ہے کہ پھر ہمارے استاذ زید بیمار ہو گئے تو ہم ان کی عیادت کیلئے گئے تو ان کے دروازے پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا جس میں تصویر تھی (تو بسر کہتا ہے) تو میں نے عبید اللہ الخولانی...... جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ میمونہؓ کی زیر نگرانی پرورش پائی تھی...... سے کہا کہ زید نے ہمیں پہلے تصویر کی حرمت کے بارے میں حدیث نہیں سنائی تھی؟ تو عبید اللہ خولانی نے جواب دیا کہ حدیث سناتے وقت کیا تم نے ان سے یہ استثناء نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشا فرمایا کپڑے میں بیل بوٹوں کے طرز (یعنی نقش و نگار کے طور پر) جو تصاویر ہوں وہ منع نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٥٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٨٠) صحيح البخاري - اللباس (٥٦٠٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٦) جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٠) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٤) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨٢) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٧) سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٨/٤) موطأ مالك - الجامع (١٨٠٢)

شرح الحدیث: اس کا حاصل یہ کہ ہے کہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا جس میں تصویر تھی بسر بن سعید راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے یہ پردہ دیکھ کر عبید اللہ خولانی سے کہا کہ زید بن خالد نے تو خود ہمیں تصویر کی ممانعت کی حدیث سنائی تھی تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ تم نے حدیث میں یہ نہیں سنا تھا إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ۔

یہ حدیث اور اس میں جو سوال و جواب مذکور ہے یہ محل بحث و نظر ہے اسلئے کہ اس پردہ میں جو صورت تھی اگر غیر ذی روح کی تھی تب تو بسر بن سعید کے اشکال کا جواب یہ تھا کہ ممانعت ذی روح کی ہے نہ کہ غیر ذی روح کی اور اگر اس پردہ میں تصویر ذی روح کی تھی تب بسر بن سعید کا اشکال درست ہے اور عبید اللہ خولانی کا جواب۔ إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ سے بظاہر درست نہیں، کیونکہ اس استثناء سے تو اس ذی روح تصویر کا جواز مقصود ہے جو مستعمل کپڑوں میں ہو اور ممتہن ہو، اور اگر پردہ میں ہو اس سے اس استثناء کا تعلق نہیں اور وہ جائز نہیں، فتأمل، وهذا على مسلك الجمهور بخلاف القاسم بن محمد وغيره کہ ان کے نزدیک ذی

روح کی تصویر مطلقاً جائز ہے ممتہن ہو یا نہ ہو۔

٤١٥٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ زَمَنَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ أَنْ يَأْتِيَ الْكَعْبَةَ، فَيَمْحُوَ كُلَّ صُورَةٍ فِيهَا، فَلَمْ يَدْخُلْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مُحِيَتْ كُلُّ صُورَةٍ فِيهَا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے سال مقام بطحاء میں (وادی محصب میں) جب آپ ﷺ فروکش تھے..... حضرت عمر بن خطابؓ کو حکم دیا کہ کعبہ مکرمہ جاکر ہر تصویر اور مورتی کو مٹادیں۔ جب تک بیت اللہ میں تمام تصویریں اور مورتیاں نہیں مٹائی گئیں جناب رسول اللہ ﷺ اس میں نہیں داخل ہوئے۔

تخریج: سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٥)

٤١٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ، زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ وَعَدَنِي أَنْ يَلْقَانِي اللَّيْلَةَ، فَلَمْ يَلْقَنِي»، ثُمَّ وَقَعَ فِي نَفْسِهِ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ بِسَاطٍ لَنَا، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَنَضَحَ بِهِ مَكَانَهُ، فَلَمَّا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: «إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ»، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَأْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيرِ، وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيرِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت میمونہؓ نے مجھے بتلایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ فرمایا اور پھر جبرئیل علیہ السلام ملاقات کیلئے تشریف نہیں لائے (آپ ﷺ سوچتے رہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام کے نہ آنے کی کیا وجہ ہے) پھر آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ کے گھر میں ایک پلہ (کتے کا بچہ) ہمارے بستر کے نیچے موجود ہے (تو شاید اس وجہ سے جبرئیل امین علیہ السلام تشریف نہیں لائے) تو حضور ﷺ نے اس پلے کو گھر سے نکلوانے کا حکم دیا چنانچہ اسکو نکال دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک میں پانی لے کر اس جگہ کا چھڑکاؤ کیا (تاکہ اسکے اثرات ختم ہو جائیں) جب جبرئیل امین علیہ السلام ملاقات کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو تو حضور ﷺ نے صبح اعلان فرمایا کہ کتوں کو مار ڈالا جائے یہاں تک کہ چھوٹے باغیچے کی حفاظت کیلئے رکھے گئے کتے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغیچے کی حفاظت کیلئے رکھے گئے کتے کو چھوڑنے کی اجازت دی کیونکہ بڑے باغیچہ کی حفاظت میں ضرورت زیادہ ہے اس لیے اسکی اجازت مرحمت فرمادی اور چھوٹے باغیچے کی حفاظت کی اتنی ضرورت نہ تھی اس لئے اس کو مارنے کا حکم دیا (یہ قتل کلاب کا حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا)۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٧٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨٣)

سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٣٣٠)

شرح الحديث حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج رات میں ملاقات کریں گے مجھ سے لیکن ملاقات نہیں کی، پھر میرے دل میں خیال آیا کتے کے بچہ کا۔ اس روایت میں ہے تحت بِسَاطٍ، اور مسلم کی روایت میں ہے تحت فُسْطَاطٍ اور ایک روایت [1] میں ہے تحت سَرِيرِ عَائِشَةَ اور اسکے بعد والی روایت میں آرہا ہے كَانَ تحت نَضَدٍ لَهُمْ، اور نضد کی تفسیر بعض نسخوں میں اس طرح ہے، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالنَّضَدُ: شَيْءٌ تُوضَعُ عَلَيْهِ الثِّيَابُ شَبَهُ السَّرِيرِ، یعنی تخت جیسی کوئی چیز ہوتی ہے جس پر کپڑے سامان وغیرہ رکھ دیتے ہیں، جسکو ہمارے یہاں مچان اور بعض ٹانڈ کہتے ہیں۔ یعنی وہ کتے کا بچہ ایک مچان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، یہ خیال آنے کے بعد آپ ﷺ نے اسکو نکلوا دیا، پھر اس کے بعد ہاتھ میں پانی لیکر جہاں وہ بیٹھا تھا وہاں چھڑک دیا، پھر اسکے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کلب ہو یا تصویر۔ اور اسکے بعد والی روایت میں زیادتی ہے، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيلُ. وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، یعنی باریک پردہ جس کے اندر جاندار کی تصاویر تھیں، وَإِذَا الْكَلْبُ لِحَسَنٍ - أَوْ لِحُسَيْنٍ - کہ وہ کتے کا بچہ ان دو بچوں میں سے کسی ایک کا تھا حسن کا یا حسین کا، اور پردہ کے بارے میں آپ نے حکم دیا کہ اسکے ٹکڑے کر کے تکیے بنالئے جائیں، وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوذَتَيْنِ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ذی روح کی تصویر کا استعمال ایسے کپڑوں میں جائز ہے جو آویزاں نہ ہوں پامال ہوتے ہوں۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٤١٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ لِي: أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيلُ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ، فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي فِي الْبَيْتِ يُقْطَعُ، فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ، وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ، فَلْيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوذَتَيْنِ تُوطَآنِ، وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ". فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِذَا الْكَلْبُ لِحَسَنٍ - أَوْ لِحُسَيْنٍ - كَانَ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ، فَأُمِرَ بِهِ فَأُخْرِجَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَالنَّضَدُ: شَيْءٌ تُوضَعُ عَلَيْهِ الثِّيَابُ شَبَهُ السَّرِيرِ".

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے پاس (حسب وعدہ) گزشتہ رات آیا تھا لیکن دروزے پر موجود منقش تصویر والے پردے نے مجھے اندر آنے سے روک دیا گھر میں ایک باریک منقش پردہ تھا جس کے اندر جاندار کی تصاویر تھیں اور

---

[1] مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٣٣٠)

گھر میں ایک کتا بھی موجود تھا لہذا آپ گھر میں موجود تصویروں کے سر کاٹنے کا حکم دیجئے پھر وہ درخت کی سی صورت ہو جائیں اور آپ ﷺ اس منقش پردے کو پھاڑنے کا حکم دیجئے جس کے دو تکیے بنالئے جائیں جن کو سہارے کیلئے رکھا جائے اور ان تکیوں کو روندا جائے اور آپ ﷺ کتے کے متعلق حکم دیجئے کہ اس کو گھر سے نکال دیا جائے چنانچہ آپ نے (جبرئیل امین علیہ السلام کی) ان تمام ہدایات پر عمل کیا اور یہ کتا حضرت حسنؓ کا تھا یا حضرت حسینؓ کا جو ان کی چارپائی کے نیچے تھا تو اس کو باہر نکلوا دیا گیا۔

تخریج جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٦) سنن النسائي - الزينة (٥٣٦٥) سنن أبي داود - اللباس (٤١٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٥/٢)

آخر کتاب اللباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ التَّرَجُّلِ

کنگھی (بناؤ سنگھار) کا بیان

اس کتاب کا تعلق انسان کے بدن پر جو بال ہیں، بدن کے مختلف حصوں پر بالخصوص سر اور چہرے کے بال یعنی پٹھے اور داڑھی مونچھ، ان سے ہے، گویا احکام شعور کو بیان کرنا ہے اور یہ چیزیں باب تزئین وتنظیف سے ہیں، اسی کے ضمن میں مصنف نے تبعًا تطییب کو بھی بیان کر دیا، چنانچہ طیب سے متعلق متعدد ابواب مصنف نے اس میں بیان کئے ہیں، باب ما جاء في رد الطيب، باب طيب المرأة للخروج، باب الخلوق للرجال۔

اور امام نسائی نے بجائے کتاب الترجل کے ان ابواب اور احادیث پر کتاب الزینۃ عنوان قائم کیا ہے اور پھر اسکے تحت اسی طرح کے ابواب اور احادیث لائے ہیں جو مصنف کتاب الترجل کے تحت میں لائے ہیں۔

الدِّينُ النَّصِيحَةُ کی تشریح: حدیث شریف میں ہے الدِّينُ النَّصِيحَةُ [1] دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے، خیر خواہی کا حاصل یہ ہے کہ ہر چیز کے ساتھ اسکے شایان شان معاملہ کرنا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ [2]، جس چیز کا جو حق ہے اس کو پہچان کر ادا کرنا اور اس میں کسی چیز کی تخصیص نہیں نہ انسان کی نہ حیوان کی بلکہ ہر چیز اس میں داخل ہے جس طرح نعمت کا حق شکر ہے تو مصیبت کا حق صبر ہے اور شکر نعمت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس نعمت کا صحیح استعمال ہو اور اس سے اسی طرح انتفاع کیا جائے جس کیلئے وہ چیز بنائی گئی ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ [3] یعنی جس کے سر پر بال ہو ان کا اکرام کرے، یعنی انکی اصلاح کرے جو اصلاح کا طریقہ ہے، انکی تنظیف وتطہیر ایسے ہی تدہین وترجیل، تیل لگانا، کنگھی سے ان کو درست کرنا اسی طرح آدمی کا اپنا لباس ہے کہ وہ صاف ستھرا اور اسکی اپنی مالی حیثیت کے مناسب ہونا چاہئے مالدار اور متمول شخص زیادہ گھٹیا لباس پہنے حدیث شریف میں اس پر بھی تنبیہ آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكَ [4] کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے تجھ کو وسعت اور فراخی عطا فرمائی تو اس کا اثر تجھ پر دکھائی دینا چاہئے، اسی طرح

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان أن الدين النصيحة ٥٥

[2] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع ولم ير عليه قضاء إذا كان أوفق له ١٨٦٧

[3] سنن أبي داود - كتاب الترجل - باب في إصلاح الشعر ٤١٦٣

[4] سنن أبي داود - كتاب اللباس - باب في غسل الثوب وفي الخلقان ٤٠٦٣

اسلام میں مہمان کا پڑوسی کا حق ثابت کیا گیا ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ [1] اور لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ [2]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکرام ضیف کو ایمان کا تقاضا اور ایذاء جار کو ایمان کے منافی قرار دے رہے ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات کا ایک نمونہ ہیں جو اس اصل کلی کے تحت میں داخل ہے، الدِّينُ النَّصِيحَةُ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، اسلام کے محاسن میں جتنا غور کیا جائے گا وہ نکلتے ہی چلے آئیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت اسلام وایمان اور باقی تمام مادی اور معنوی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ الموفق۔

٤١٥٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہر روز) کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر کبھی کبھی (ایک دن چھوڑ کر ایک دن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی)۔

تخریج: جامع الترمذي- اللباس (١٧٥٦) سنن النسائي- الزينة (٥٠٥٥) سنن أبي داود- الترجل (٤١٥٩)

شرح الحدیث: ترجل اور ترجیل بالوں کو درست کرنا ان کی اصلاح کرنا امتشاط کے ذریعہ، ایک اور لفظ ہے "تسریح" اس کے معنی بھی یہی ہیں، لیکن ترجل کا استعمال غالباً اور اکثر سر کے بالوں میں ہوتا ہے اور تسریح کا استعمال لحیہ میں، اور "غب" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کام ایک دن بیچ میں چھوڑ کر کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ بالوں میں کنگھی کرنے سے منع فرمایا اس لئے کہ روزانہ کنگھی کرنے کی حاجت نہیں ہے اور بلا حاجت کرنا تزئین میں داخل ہے اور مبالغہ فی التزیین ہے اور اگر کسی کے بال اتنے ہوں کہ روزانہ ان کی اصلاح کی ضرورت ہو تو پھر روزانہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں [3]۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

٤١٦٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَلَ إِلَى فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ بِمِصْرَ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ آتِكَ زَائِرًا، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ أَنَا وَأَنْتَ حَدِيثًا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ. قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَمَا لِي أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيرُ الْأَرْضِ؟ قَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْإِرْفَاهِ»، قَالَ: فَمَا لِي لَا أَرَى عَلَيْكَ حِذَاءً؟ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا».

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في حق الجوار ٥١٥٤

[2] صحيح البخاري - كتاب الأدب - باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه ٥٦٧٠

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٣

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ، حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے علاقہ کی طرف تشریف لے گئے جب کہ وہ (فضالہ) مصر میں مقیم تھے، ان کے پاس پہنچ کر فرمانے لگے میں آپ کے پاس (صرف) ملاقات کرنے کیلئے نہیں آیا بلکہ (میرے آنے کا سبب یہ ہے کہ) میں نے اور آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ آپؓ کے پاس اس کے بارے میں کچھ علم ہو گا، حضرت فضالہؓ کہنے لگے وہ کونسی حدیث ہے تو ان صحابی نے فرمایا کہ وہ اس اس طرح تھی پھر (حدیث سے فارغ ہونے کے بعد) ان صحابیؓ نے (حضرت فضالہؓ سے) کہا کہ کیا بات ہے؟ میں آپ کو پراگندہ بال دیکھتا ہوں حالانکہ آپؓ اس سرزمین کے امیر (گورنر) ہیں حضرت فضالہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ ناز و تنعم سے منع فرمایا کرتے تھے، پھر ان صحابیؓ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں آپؓ کے پاس جوتے نہیں دیکھتا؟ تو حضرت فضالہ فرمانے لگے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں کبھی کبھار ننگے پاؤں چلنے کا حکم فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢/٦)

شرح الحدیث: یعنی ایک صحابی ایک دوسرے صحابی حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے پاس گئے جب کہ وہ مصر کے امیر تھے، ان کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ میں آپ کے پاس صرف زیارت اور ملاقات کیلئے نہیں آیا بلکہ میں نے اور آپ نے حضور اقدس ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی تو اس امید پر آیا ہوں کہ آپ کے پاس اس حدیث کا علم ہو گا (یا تو یہ بھول گئے ہوں گے اس لئے اس کو معلوم کرنے کیلئے آئے اور یا اس حدیث کی شرح اور بعض متعلقات معلوم کرنے کے لئے آئے ہوں گے) اس پر انہوں نے پوچھا کہ وہ کونسی حدیث ہے تو انہوں نے بتلا دیا کہ ایسی ہے (اس کے بعد ان دونوں میں آپس میں اس بارے میں کچھ مذاکرہ ہوا ہو گا جو یہاں روایت میں مذکور نہیں) قَالَ: فَمَا لِي أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيرُ الْأَرْضِ؟ ان صحابی نے حضرت فضالہؓ سے پوچھا کہ میں آپ کو پراگندہ بال دیکھ رہا ہوں حالانکہ آپ اس سرزمین کے امیر اور قاضی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ ہم کو منع فرماتے تھے زیادہ زیب و زینت اختیار کرنے سے، عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْإِرْفَاهِ اور بعض نسخوں میں ہے الإرفاء اور ایک نسخہ میں الإرفة ہے، یعنی ترفّہ اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنا، پھر انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ کے پاؤں میں جوتا بھی نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا، کہ حضور ﷺ ہم لوگوں کو فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ہم ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔

اس کتاب کا تعلق چونکہ اسباب زینت سے ہے اس لئے مصنف شروع ہی میں سادگی اور ترک تکلف والی حدیث لائے ہیں کہ اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے چلنا ہے، فللّٰہ در المصنف۔

٤١٦١ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تَسْمَعُونَ، أَلَا تَسْمَعُونَ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ» يَعْنِي التَّقَحُّلَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هُوَ أَبُو أُمَامَةَ بْنُ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيُّ».

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ نے آپ ﷺ کے سامنے ایک دن دنیا کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا غور سے سنو، غور سے سنو بلاشبہ سادگی ایمان کا حصہ ہے، بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے (راوی کہتے ہیں کہ) آپ ﷺ کی مراد (بَذَاذَة سے) تَقَحُّل ہے (اس کا مطلب ہے کھال کا خشک ہو جانا اور کمزوری کی بناء پر ہڈیوں سے لگ جانا)۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ابو امامہ بن ثعلبہ انصاریؓ ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود – الترجل (٤١٦١) سنن ابن ماجه – الزهد (٤١١٨)

شرح الحدیث: حضرت ابو امامہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن بعض صحابہ نے آپ ﷺ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار سن لو، اچھی طرح، دوبار فرمایا آپ ﷺ نے بے شک سادگی اور تواضع اور ترک تکلف ایمان کا ایک حصہ ہے۔ یعنی ایمان کے خصائل میں سے ایک خصلت ہے بَذَاذَة کی تفسیر یعنی تَقَحُّل یہ مصنف کی طرف سے ہے، تَقَحُّل کے معنی آدمی کے بدن کی کھال کا خشک ہو جانا خستہ حالی کی وجہ سے، اور لاغر کمزور ہونا لکھے ہیں، حضرت نے "بذل" میں لکھا ہے وإنما كان البذاذة من الإيمان لأنه يؤدي إلى كسر النفس والتواضع [1]. والحديث اخرجه ابن ماجه قاله المنذری۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِحْبَابِ الطِّيبِ

خوشبو اور عطریات کے استحباب کے بیان میں

٤١٦٢ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا».

ترجمہ: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عطر دانی تھی جس سے آپ ﷺ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

شرح الحدیث: سُكَّةٌ کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک مرکب خوشبو کا نام ہے، وقيل هي دعاء للطيب، یعنی عطر دانی، جس سے آپ ﷺ خوشبو لگاتے تھے۔ والحديث اخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٧ ص ٤٥

۲۔ بَابٌ فِي إِصْلَاحِ الشَّعْرِ

بالوں کی دیکھ بھال کرنے کا بیان

٤١٦٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے بال ہوں تو اس کو ان بالوں کا اعزاز (دیکھ بھال) کرنا چاہیے۔ (یعنی تیل لگانے کا اہتمام مانگ پٹی کرنا اور بالوں کو جوؤں سے صاف رکھنا چاہئے (بذل المجہود[1])۔

شرح الحدیث: مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ، اس کا مضمون شروع میں آچکا۔

۳۔ بَابٌ فِي الْخِضَابِ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کے خضاب لگانے کا بیان

٤١٦٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي كَرِيمَةُ بِنْتُ هَمَّامٍ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَسَأَلَتْهَا عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ، فَقَالَتْ: «لَا بَأْسَ بِهِ، وَلَكِنْ أَكْرَهُهُ، كَانَ حَبِيبِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ رِيحَهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «تَعْنِي خِضَابَ شَعْرِ الرَّأْسِ».

ترجمہ: کریمہ بنت ہمام کہتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ مہندی سے خضاب لگانے کا کیا حکم ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتی ہوں کیونکہ میرے محبوب (حضور ﷺ) کو اس کی بدبو ناپسند تھی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا مقصد سر کے بالوں کو مہندی لگانا تھا۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥٠٩٠) سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١١٧)

شرح الحدیث: ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا مہندی کے خضاب کے بارے میں، تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں لیکن مجھے پسند نہیں، کیونکہ میرے محبوب حضور ﷺ کو اس کی بو ناگوار تھی۔

خضاب بدن کا بھی ہوتا ہے اور بالوں کا بھی ہوتا ہے، بالوں کا تو مرد اور عورت دونوں کیلئے جائز ہے، لیکن بدن کا خضاب جیسے یدین اور رجلین وہ صرف عورتوں کے حق میں مستحب ہے اور مردوں کیلئے بلاحاجت وضرورت حرام ہے، اور ترجمۃ الباب میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٧ ص ٤٧

چونکہ خضاب کو مقید کیا ہے للنساء کے ساتھ اسلئے مصنف نے اس حدیث میں خضاب سے خضاب الجسم ہی مراد لیا ہے [1]۔

والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۴۱۶۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَتْنِي غِبْطَةُ بِنْتُ عَمْرٍو الْمُجَاشِعِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي أُمُّ الْحَسَنِ، عَنْ جَدَّتِهَا، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، بَايِعْنِي، قَالَ: «لَا أُبَايِعُكِ حَتَّى تُغَيِّرِي كَفَّيْكِ، كَأَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے بیعت کر لیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت تک تمہیں بیعت نہیں کروں گا جب تک کہ تم اپنی ہتھیلیوں کو (مہندی نہ لگانے کی وجہ سے) جو ایسی لگ رہی ہیں جیسا کہ درندے کے ہاتھ ہوں...... مہندی نہ رنگ لو۔

شرح الحدیث: یعنی ایک عورت نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے بیعت کر لیجئے (آپ ﷺ کی نظر اسکے ہاتھوں پر پڑی ہوگی اسلئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھ کو بیعت نہ کروں گا جب تک تو اپنے کفین کو مہندی نہیں لگائے گی جو کہ مہندی نہ لگانے کی وجہ سے ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیسے وہ جانور کے ہاتھ ہوں۔

عورت کے مہندی نہ لگانے میں چونکہ تشبہ بالرجال ہے اس لئے اس کے حق میں وہ مکروہ ہے۔

آپ ﷺ کی بیعت عورتوں سے بغیر اخذ بالید اور بغیر مصافحہ کے ہوتی تھی جیسا کہ روایات میں اسکی تصریح ہے، لہٰذا کوئی شخص حدیث کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ آپ ﷺ کی غرض یہ تھی کہ مہندی سے پہلے میں مصافحہ نہیں کروں گا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: واللہ ما مس یدہ ید امرأۃ قط [2]۔

۴۱۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصُّورِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا مُطِيعُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ عِصْمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا، كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، فَقَالَ: «مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ، أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ؟» قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ، قَالَ: «لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ» يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ حضور ﷺ کو دینے کیلئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا (یعنی اس عورت کا پرچہ اور خط نہ لیا) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا، اس عورت نے کہا کہ نہیں عورت کا ہاتھ ہے تو آپ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۴۸

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۴۹

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی یعنی مہندی سے۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥٠٨٩) سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٦٢)

شرح الحدیث: اور نسائی کی روایت میں ہے أَنَّ امْرَأَةً، مَدَّتْ يَدَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ [1]۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پرچہ دینا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس کا پرچہ نہیں پکڑا یہ فرماتے ہوئے کہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا، اس نے عرض کیا: نہیں، بلکہ عورت ہی کا ہاتھ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگاتی۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذری۔

٤۔ بَابٌ فِي صِلَةِ الشَّعْرِ

نقلی بالوں کا سر میں لگانے کا بیان

صِلَةِ الشَّعْرِ کی حدیث میں ممانعت آئی ہے: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، یعنی عورت اپنے سر کے بال میں اپنی چوٹی بڑھانے کیلئے دوسرے بال ملائے۔

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: بالوں میں بال ملانا امام مالک کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی واحمد کے نزدیک ممانعت خاص ہے انسان کے بالوں کے ساتھ، یعنی ایک عورت دوسری عورت کے بال شامل کرے، یہ ممنوع ہے، اور اگر کسی جانور کی اون وغیرہ شامل کرے تو ان دونوں کے نزدیک وہ جائز ہے، اور یہ حنفیہ کا مذہب ہے جیسا کہ موطأ امام محمد میں ہے اور ایسے ہی در مختار میں بھی اور حضرت کی رائے بھی بذل المجہود [2] میں یہی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت گنگوہی کا میلان مطلق منع کی طرف ہے خواہ وہ بال کسی انسان اور عورت کے ہوں یا کسی جانور کے [3]۔

٤١٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ، يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ، أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ، وَيَقُولُ: «إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ».

ترجمہ: حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے سنا...... جس سال انہوں نے حج کیا جبکہ وہ منبر پر تھے اور انہوں نے محافظ کے ہاتھ میں موجود بالوں کا گچھا لے کر فرمایا کہ...... اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں

[1] سنن النسائي — كتاب الزينة — باب الخضاب للنساء ٥٠٨٩
[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٥١-٥٢
[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤٤٩-٤٥٠

گئے؟(جو تمہیں اس فعل سے روکیں) میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اس (بالوں کے گچھے) جیسی چیزوں سے ممانعت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں نے جب یہ کام شروع کیا تو بنی اسرائیل ہلاک ہوگئے۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٨١) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٨٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٩٤) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٧) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨١) سنن النسائي - الزينة (٥٠٩٣) سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩١/٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٦٥)

شرح الحدیث: حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جس سال حضرت معاویہؓ حج کیلئے تشریف لائے تھے تو انہوں نے منبر پر تقریر کرتے ہوئے ایک شرطی کے ہاتھ میں سے بالوں کا گچھہ لیکر فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں گئے (جو وصلُ الشعر سے منع نہیں کرتے) میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ وہ اس سے منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کے ہلاکت کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے، یعنی انکی عورتوں کا بالوں میں بال ملانا۔ والحديث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٤١٦٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ، وَالْمُسْتَوْشِمَةَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو ایک عورت کے بال دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ ملائے یا جو یہ کام کروانا چاہے اور اس عورت پر جو کسی عورت کے جسم کو گدوا کر رنگ بھرے اور اس عورت پر بھی لعنت ہے جو یہ کام کروانا چاہے۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٩٣) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٤) جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٩) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٣) سنن النسائي - الزينة (٥٠٩٥) سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٨٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١/٢)

٤١٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ» - قَالَ مُحَمَّدٌ: «وَالْوَاصِلَاتِ»، وَقَالَ عُثْمَانُ: «وَالْمُتَنَمِّصَاتِ» ثُمَّ اتَّفَقَا - «وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ»، فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعْقُوبَ، - زَادَ عُثْمَانُ: كَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ اتَّفَقَا - فَأَتَتْهُ، فَقَالَتْ: بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْوَاصِلَاتِ، وَقَالَ عُثْمَانُ: وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، ثُمَّ اتَّفَقَا: - وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، - قَالَ عُثْمَانُ: لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى - فَقَالَ: «وَمَا لِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى؟» قَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ،

فَقَالَ: وَاللهِ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ. ثُمَّ قَرَأَ: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[1]}، قَالَتْ: إِنِّي أَرَى بَعْضَ هَذَا عَلَى امْرَأَتِكَ، قَالَ: فَادْخُلِي فَانْظُرِي، فَدَخَلَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتِ؟ - وَقَالَ عُثْمَانُ: - فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ ذَلِكَ مَا كَانَتْ مَعَنَا.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے ان عورتوں پر جو جسم کو گود کر اس میں رنگ بھرتی ہیں اور ان عورتوں پر جو یہ کام کرواتی ہیں..... (مصنفؒ کے شیخ) محمد فرماتے ہیں..... اور دوسری عورتوں کے بال ملا کر لگانے والی عورتوں پر..... اور عثمان کہتے ہیں کہ..... اور بھنوؤں کو باریک کروانے والی عورتوں پر پھر اگلے لفظ پر دونوں راوی متفق ہیں کہ..... اور حصول حسن کیلئے دانتوں کے درمیان فصل کروانے والی عورتوں پر جو اللہ کی تخلیق کو بدلنے والی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات بنو اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کو ام یعقوب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ عثمان نے یہ اضافہ کیا ہے کہ..... وہ قرآن کریم پڑھا کرتی تھی) پھر دونوں متفق ہو گئے ان الفاظ پر کہ..... تو وہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ کے حوالے سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ملعون کہا ہے ان عورتوں کو جو گود کر رنگ بھرتی ہیں یا یہ کام کرواتی ہیں..... محمد کہتے ہیں کہا اور جو بھنویں باریک کرواتی ہیں..... پھر دونوں راوی متفق ہو گئے ان الفاظ پر..... اور اپنے دانتوں میں خلاء کروانے والی..... عثمان راوی کہتے ہیں کہ..... حسن کی خاطر اللہ کی تخلیق کو بدلنے والیوں پر، تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں حالانکہ وہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ وہ عورت کہنے لگی مصحف کے دونوں گتوں کے درمیان جو کچھ ہے میں نے وہ پڑھا ہے میں نے تو کہیں نہیں پایا ابن مسعودؓ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! اگر تم نے اس کو (سمجھ کر) پڑھا ہوتا تو پالیتیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (اور جو رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ) تو وہ عورت بولی کہ میں نے اس میں سے بعض امور خود آپ کی بیوی میں دیکھے ہیں، ابن مسعودؓ نے فرمایا: گھر جاؤ اور پھر دیکھ لو پس وہ اندر داخل ہوئی پھر باہر آگئی، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تو نے کیا دیکھا؟..... اور عثمان کہتے ہیں پھر وہ کہنے لگی کہ میں نے کچھ نہ دیکھا (ان امور میں سے) تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ ہمارے ساتھ نہ رہتی۔

تخریج صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٨٧) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٦) سنن النسائي - الزينة (٥٠٩٩) سنن أبي داود - الترجل (٤١٦٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٨٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٩/١) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٧)

شرح الحدیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں واشمات اور مستوشمات پر، اور واصلات

[1] اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو (سورۃ الحشر ۷)

پر اور متنمصات پر۔

متنمصات کی تفسیر آگے متن میں مصنف نے یہ کی ہے التِي تَنقُشُ الحاجِبَ حَتّى تُرِقَّهُ۔ یعنی وہ عورت جو ابرو کے بال کم کرے اسکو باریک کرنے کیلئے، اور متفلجات سے مراد وہ عورتیں جو اپنے دانتوں کے درمیان فلج یعنی فصل کریں: جو عام طور سے کم سن لڑکیوں کے دانتوں میں ہوتا ہے، المغیرات خلق اللہ اس میں علت منع کی طرف اشارہ ہے کہ ان امور میں تغییر خلق اللہ پایا جاتا ہے، یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا ہے اور وہ چیز عادت کے مطابق بھی ہے اس میں اپنی طرف سے تغیر کرنا، اور اگر خلاف عادت کسی میں کوئی چیز مخلوق ہو جیسے اصبع زائدہ، یا عورت کے چہرہ پر داڑھی کا آنا: تو اس کا ازالہ اس میں داخل نہیں [1]۔

آگے روایت میں یہ ہے کہ ایک عورت کو جس کی کنیت ام یعقوب ہے جب حضرت ابن مسعودؓ کی یہ بات پہنچی تو وہ ان کے پاس آئی اور آکر اعتراضاً کہا کہ تم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے کیا بات ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کیوں لعنت نہ بھیجوں اس عورت پر جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی اور قرآن نے لعنت بھیجی اس عورت نے کہا کہ میں تو قرآن پڑھی ہوئی ہوں اس میں تو کہیں لعنت نہیں ہے ان پر، تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا قرآن میں تم نے یہ نہیں پڑھا: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا، پھر وہ کہنے لگی کہ تمہاری بیوی بھی تو ان میں سے بعض کام کرتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جادیکھ کر آ، وہ دیکھ کر آئی اور کہنے لگی اب تو ایسا نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا: لَوْ كَانَ ذٰلِكَ مَا كَانَتْ مَعَنَا کہ وہ اگر ایسا کرتی تو ہمارے ساتھ تھوڑا ہی رہ سکتی تھی۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

آگے کتاب میں مصنف نے خود اپنی طرف سے ان الفاظ کی جو حدیث میں آئے ہیں تفسیر اور تشریح کی ہے اور اسکے آخر میں ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ أَحْمَدُ يَقُولُ: الْقَرَامِلُ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ۔ امام ابو داؤد اپنے استاد امام احمد بن حنبل کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ قرامل یعنی موباف کے استعمال میں کچھ حرج نہیں، یعنی عورت اگر اپنی چوٹی میں کسی جانور کی اون یعنی اونی چوٹی یا ریشمی چوٹی ملائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، گویا ممانعت شعر النساء کے ملانے سے ہے (اس مسئلہ کی تشریح شروع میں گزر چکی)۔

٤١١٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ، وَالْمُسْتَوْصِلَةُ، وَالنَّامِصَةُ، وَالْمُتَنَمِّصَةُ، وَالْوَاشِمَةُ، وَالْمُسْتَوْشِمَةُ، مِنْ غَيْرِ دَاءٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَتَفْسِيرُ الْوَاصِلَةِ: الَّتِي تَصِلُ الشَّعْرَ بِشَعْرِ النِّسَاءِ، وَالْمُسْتَوْصِلَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا. وَالنَّامِصَةُ: الَّتِي تَنْقُشُ الْحَاجِبَ حَتَّى تُرِقَّهُ، وَالْمُتَنَمِّصَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا. وَالْوَاشِمَةُ: الَّتِي تَجْعَلُ الْخِيلَانَ فِي وَجْهِهَا بِكُحْلٍ أَوْ مِدَادٍ. وَالْمُسْتَوْشِمَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ملعونہ ہے دوسری عورت کے بال ملانے والی اور یہ کام کروانے والی اور بھنویں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٥٤

باریک کرنے والی اور کروانے والی اور جسم گود کر رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی بغیر کسی بیماری کے، امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ واصلہ کی تفسیر یہ ہے کہ جو کسی عورت کے بالوں کو دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ ملائے اور مستوصلہ وہ جس پر یہ کام کیا جائے۔ نامصہ وہ جو بھنویں سنوارے حتی کہ ان کو باریک کردے اور متنمصہ وہ جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔ واشمہ وہ عورت جو چہرے پر گدوا کر سرمہ یا سیاہی سے تل بناتی ہے اور مستوشمہ وہ عورت جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔

۴۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: «لَا بَأْسَ بِالْقَرَامِلِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَأَنَّهُ يَذْهَبُ إِلَى أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ شُعُورُ النِّسَاءِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ أَحْمَدُ يَقُولُ: الْقَرَامِلُ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ دھاگوں سے بنی ہوئی چوٹی میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر کی رائے یہ تھی کہ عورتوں کے بال جوڑنا منع ہے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ امام احمد کہا کرتے تھے کہ اون یا ریشم وغیرہ کی چوٹی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵- بَابٌ فِي رَدِّ الطِّيبِ

عطر وغیرہ کے لوٹانے کا بیان

۴۱۷۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، الْمَعْنَى، أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيبٌ فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيحِ، خَفِيفُ الْمَحْمَلِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے سامنے خوشبو پیش کی جائے تو اس کو واپس نہ کرنا چاہئے کیونکہ اسکی بو عمدہ اور بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (۲۲۵۳) سنن أبي داود - الترجل (۴۱۷۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۲۰)

شرح الحدیث: یعنی جس شخص پر خوشبو عطر وغیرہ پیش کیا جائے یعنی ہدیۃً تو اس کو واپس نہ کرے، اس لئے کہ یہ ایسا ہدیہ ہے جس کی بو بہت عمدہ ہے (جسکی طرف طبیعت انسان کی بہت مائل ہوتی ہے) اور اٹھانے میں ہلکا ہے، اس حیثیت سے بھی ہلکا ہے کہ وزنی چیز نہیں، اور اس حیثیت سے بھی کہ کوئی بڑی قیمتی چیز نہیں، کہ جس کے احسان کا زیادہ بوجھ اٹھانا پڑے۔ عام طور سے یہ چیز ایک دوسرے کو ہدیہ کی ہی جاتی ہے۔ والحدیث اخرجه مسلم والنسائی، ولفظ مسلم "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ" قاله المنذری۔

٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ تَتَطَيَّبُ لِلْخُرُوجِ

عورت کا گھر سے باہر نکلتے وقت خوشبو لگانے کا بیان

٤١٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ، حَدَّثَنِي غُنَيْمُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَةُ، فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوا رِيحَهَا، فَهِيَ كَذَا وَكَذَا» قَالَ قَوْلًا شَدِيدًا.

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عورت خوشبو لگا کر کسی جماعت کے پاس سے اس لیے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ عورت ایسی ایسی ہے (راوی کہتے ہیں کہ) آپ نے بہت سخت بات ارشاد فرمائی (یعنی نسائی کی روایت کے مطابق ایسی عورت کو زانیہ فرمایا)۔

تخریج جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٦) سنن النسائي - الزينة (٥١٢٦) سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٠)

٤١٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، مَوْلَى أَبِي رُهْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ وَجَدَ مِنْهَا رِيحَ الطِّيبِ يَنْفَحُ، وَلِذَيْلِهَا إِعْصَارٌ، فَقَالَ: يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ، جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: وَلَهُ تَطَيَّبْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهَذَا الْمَسْجِدِ، حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْإِعْصَارُ غُبَارٌ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک عورت آئی جس سے خوشبو مہک رہی تھی اور اسکے دامن سے خوشبو کے اثرات پھوٹ رہے تھے...... تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سے فرمایا اے جبار ذات کی باندی! تم مسجد سے واپس لوٹی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم نے مسجد جانے کیلئے خوشبو لگائی تھی تو اس نے کہا: جی ہاں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت مسجد جانے کی غرض سے مہکتی ہوئی خوشبو لگائے اسکی نماز قبول نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ گھر واپس لوٹے اور پھر جس طرح غسل جنابت کرتی ہے اسطرح اہتمام کے ساتھ غسل کر کے اپنے آپکو پاک کرے۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٤) سنن النسائي - الزينة (٥١٢٨) سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٦)

٤١٧٥ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَلْقَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا، فَلَا تَشْهَدَنَّ مَعَنَا الْعِشَاءَ» قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ: عِشَاءَ الْآخِرَةِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت بخور (دھونی) سے خوشبو حاصل کرے تو ہمارے ساتھ (مسجد میں) عشاء کی نماز میں ہرگز نہ آئے۔ ابن نفیل راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے عِشَاءَ الْآخِرَةَ کا لفظ استعمال فرمایا۔ (کیونکہ عشاء کا وقت اندھیرے اور فتنے کا وقت ہے اس لئے وقت کی تخصیص فرمائی۔ ابن رسلان فرماتے ہیں کہ جب اندھیرے میں عشاء کی نماز میں عورت کو خوشبو لگا کر حاضر ہونا جائز نہیں تو فجر اور ظہر اور دیگر نمازوں میں بطریق اولیٰ جماعت میں حاضر ہونا ناجائز ہے کیونکہ دن کی روشنی میں عورت اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط اور فتنے کا سبب بنے گی)۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٤) سنن النسائي - الزينة (٥١٢٨) سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٦/٢)

شرح الأحاديث: حدیث الباب میں عورتوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے اس بات سے کہ وہ جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جائیں تو خوشبو نہ لگائیں، اور اسی طرح احادیث میں طیب الرجال وطیب النساء میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ اوّل میں مہک ہونی چاہئے رنگ نہ ہو، اور دوسری میں رنگ ہوتا ہے مہک نہیں۔ الحديث الاول حديث ابي موسى رضى الله تعالى عنه اخرجه الترمذى والنسائى، ولفظ النسائى "فهى زانية"۔ والحديث الثانى حديث ابى هريرة رضى الله تعالى عنه اخرجه ابن ماجه، والحديث الثالث حديث ابى هريرة ايضا اخرجه النسائى، قاله المنذرى۔

٧۔ بَابٌ فِي الْخَلُوقِ لِلرِّجَالِ

مردوں کیلئے خوشبو استعمال کرنے کا بیان

خلوق ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے بنتی ہے اسی لئے رنگدار ہوتی ہے جمہور کے نزدیک مردوں کے حق میں ممنوع ہے، اور امام مالک کے نزدیک مباح ہے جیسا کہ کتاب النکاح باب قلة المهر میں رَأَى عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَعَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانٍ الحدیث کی شرح میں گزر چکا۔

٤١٧٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي لَيْلًا وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ، فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ، فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي، وَقَالَ: «اذْهَبْ فَاغْسِلْ هَذَا عَنْكَ»، فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ وَقَدْ بَقِيَ عَلَيَّ مِنْهُ رَدْعٌ، فَسَلَّمْتُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي، وَقَالَ: «اذْهَبْ فَاغْسِلْ هَذَا عَنْكَ»، فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، وَرَحَّبَ بِي، وَقَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَحْضُرُ جَنَازَةَ الْكَافِرِ بِخَيْرٍ، وَلَا الْمُتَضَمِّخَ بِالزَّعْفَرَانِ، وَلَا الْجُنُبَ»، قَالَ: وَرَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا نَامَ، أَوْ أَكَلَ، أَوْ شَرِبَ، أَنْ يَتَوَضَّأَ.

ترجمہ: عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں رات کو اپنے گھر پہنچا تو (کسی عذر کی وجہ سے) میرے دونوں ہاتھ پھٹ چکے تھے میرے گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر زعفران والی خوشبو مل دی۔ صبح جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے نہ میرے سلام کا جواب دیا اور نہ مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ جاؤ اور اس خوشبو کو دھولو۔ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے اس خوشبو کو دھولیا پھر آپ ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا لیکن زعفران کے رنگ کا کچھ اثر میرے کپڑوں پر باقی تھا پھر دوبارہ میں نے سلام پیش کیا تو نہ آپ ﷺ نے مجھے جواب دیا اور نہ مرحبا فرمایا اور فرمایا کہ جاؤ اور اس زعفرانی رنگ کو اپنے آپ سے دور کر کے آؤ میں دوبارہ گیا اور میں نے اس کو خوب اچھی طرح دھویا (یہاں تک کہ زعفران کا اثر، خوشبو یا رنگ باقی نہ رہا) پھر میں نے تیسری مرتبہ سلام پیش کیا تو آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فرشتے کسی کافر کے جنازے میں خیر (بشارت سناتے ہوئے) کے ساتھ شریک نہیں ہوتے اور وہ شخص جو زعفران کی خوشبو اپنے اوپر ملا ہوا ہو اور جنبی، ان کی موجودگی میں بھی فرشتے نہیں آتے (یا یہ مطلب ہے کہ زعفران کی خوشبو لگانے والے اور جنبی کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے)۔ اور آپ ﷺ نے جنبی کیلئے اجازت مرحمت فرمائی (کہ وہ غسل میں تاخیر کرنا چاہے اتنی تاخیر کہ فرض نماز اور جماعت قضاء نہ ہو) کہ وہ نماز کا سا وضوء کرنے کے بعد سو جائے یا کچھ کھالے یا کوئی چیز پی لے۔

شرح الحدیث: حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کام سے فارغ ہو کر رات کو یا شام کو جب اپنے گھر پہنچا تو (سردی اور محنت کی وجہ سے) میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے تو میرے گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر خلوق یعنی زعفران والی خوشبو مل دی (دواءً وعلاجاً) صبح کو جب میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا (تو چونکہ انکے بدن اور کپڑوں پر زعفرانی رنگ نظر آرہا تھا) آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور نہ مرحبا کہا، اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جا اسکو دھو دے، میں فوراً گیا اور اسکو دھو کر آیا اور سلام کر کے بیٹھنے لگا اس وقت بھی آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا کیونکہ اس کا اثر ابھی باقی تھا، اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا اور اسکو دھو، میں گیا اور دھو کر پھر آیا اسوقت آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور مرحبا فرمایا، اور فرمایا کہ بے شک ملائکہ خیر کے ساتھ نہ تو کافر کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور نہ زعفران کی خوشبو لگانے والے پر، اور نہ جنبی کے پاس آتے ہیں۔

٤١٧٧ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي الْخُوَارِ، أَنَّهُ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ، يُخْبِرُ عَنْ رَجُلٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، زَعَمَ عُمَرُ أَنَّ يَحْيَى سَمَّى ذَلِكَ الرَّجُلَ، فَنَسِيَ عُمَرُ اسْمَهُ - أَنَّ عَمَّارًا قَالَ: تَخَلَّقْتُ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ بِكَثِيرٍ، فِيهِ ذِكْرُ الْغُسْلِ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ: وَهُمْ حُرُمٌ؟ قَالَ: لَا. الْقَوْمُ مُقِيمُونَ.

ترجمہ: عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ انہوں نے یحیی بن یعمر کو کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے ایک (مجہول) شخص سے نقل کیا کہ وہ

کہتا ہے کہ عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ....... عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ میرے استاد یحییٰ بن یعمر نے اس مجہول شخص کا نام لیا تھا لیکن عمر اسکا نام بھول گئے....... کہ میں نے خلوق لگائی....... انہوں نے گزشتہ حدیث کی طرح پورا قصہ ذکر کیا....... پہلی حدیث اس حدیث سے زیادہ تفصیلی ہے کیونکہ اس میں اس خوشبو کے دھونے کا ذکر ہے....... ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد عمر بن عطاء سے کہا ہے کہ کیا اس واقعہ میں حضرت عمارؓ اور ان کے گھر والے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے (اس وجہ سے حضور ﷺ نے انہیں منع کیا)؟ تو عمر استاد نے جواب دیا کہ نہیں حضرت عمارؓ اور انکے گھر والے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٠)

٤١٧٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَرْبٍ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ جَدَّيْهِ قَالَا: سَمِعْنَا أَبَا مُوسَى، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْبَلُ اللهُ تَعَالَى صَلَاةَ رَجُلٍ فِي جَسَدِهِ شَيْءٌ مِنْ خَلُوقٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «جَدَّاهُ زَيْدٌ، وَزِيَادٌ».

ترجمہ: ربیع بن انس اپنے دادا اور نانا سے نقل کرتے ہیں کہ ان دونوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے سنا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا کہ اللہ پاک اس مرد کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے جسم پر خلوق (زعفران وغیرہ سے ملی ہوئی خوشبو) لگی ہو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ربیع کے دادا نانا (میں سے ایک) کا نام زید اور (دوسرے کا نام) زیاد ہے (اس حدیث میں ممانعت مرد کیلئے ہے لہٰذا عورتوں کیلئے زعفرانی خوشبو لگانا جائز ہے۔ (بذل المجہود)

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٣)

شرح الحدیث: اس حدیث کو ربیع بن انس اپنے جدّین سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ اوپر سند میں آیا یعنی دادا اور نانا سے مصنف فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا نام زید اور دوسرے کا زیاد ہے۔

٤١٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَاهُمْ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ»، وَقَالَ: عَنْ إِسْمَاعِيلَ: «أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مردوں کو ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا جو زعفرانی رنگ میں رنگے ہوں اور اسماعیل استاد سے أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ (لِلرِّجَالِ کی جگہ) مفرد صیغہ مروی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠٨) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠١) جامع الترمذي - الأدب (٢٨١٥) سنن النسائي - الزينة (٥٢٥٦) سنن أبي داود - الترجل (٤١٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٠١)

٤١٨٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: جِيفَةُ

الكَافِرِ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوقِ، وَالْجُنُبُ، إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ".

ترجمہ: عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین افراد کے فرشتے قریب نہیں آتے: ① کافر کا مردہ لاشہ ② وہ مرد جس نے خلوق (زعفرانی خوشبو) لگائی ہو ③ جنبی شخص (جو غسل میں اتنی تاخیر کرے کہ فرض نماز یا جماعت قضاء ہو جائے) الا یہ کہ جنبی وضوء کرے (تو پھر ملائکہ ایسے باوضوء جنبی کی مجلس میں آتے ہیں)۔

شرح الحدیث: **وضوء جنبی کا ایک خاص فائدہ**: یعنی جنبی اگر صرف وضو کرلے اور غسل کو مؤخر کردے نماز کے وقت تک کے لئے تو پھر اس میں کچھ نقصان نہیں فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، یہ مضمون اور اس حدیث کا حوالہ کتاب الطہارۃ "باب في الجنب يؤخر الغسل" میں گزر چکا، جس کے لفظ یہ تھے لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ وہاں پر ہم نے لکھا ہے کہ اگر جنبی وضو کرلے تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ موجودہ باب کی حدیث میں ہے۔

۴۱۸۱ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: «لَمَّا فَتَحَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، جَعَلَ أَهْلُ مَكَّةَ يَأْتُونَهُ بِصِبْيَانِهِمْ، فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ، وَيَمْسَحُ رُءُوسَهُمْ»، قَالَ: «فَجِيءَ بِي إِلَيْهِ وَأَنَا مُخَلَّقٌ، فَلَمْ يَمَسَّنِي مِنْ أَجْلِ الْخَلُوقِ».

ترجمہ: ولید بن عتبہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے جب مکہ فتح فرمایا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے چھوٹے بچے لاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بچوں کیلئے برکت کی دعا فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ ولید کہتے ہیں کہ مجھے بھی خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا مجھ پر خلوق (زعفرانی خوشبو) لگی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوق کی بناء پر میرے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (۴۱۸۱) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۴/۳۲)

شرح الحدیث: یعنی فتح مکہ والے دن بہت سے لوگ (یعنی مسلمۃ الفتح میں سے) اپنے بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے دعا فرماتے تھے برکت کی اور اپنا دست مبارک ان کے سروں پر پھیرتے تھے، یہ ولید بن عقبہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مجھ کو بھی لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکن مجھ پر خلوق لگی ہوئی تھی تو اس لئے میرے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ نہیں پھیرا۔

۴۱۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: «لَوْ أَمَرْتُمْ هَذَا أَنْ يَغْسِلَ هَذَا عَنْهُ».

ترجمہ: انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے جسم یا کپڑے پر زعفرانی رنگ کی زردی کے اثرات موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بوجہ انتہائی حیادار ہونے اور اخلاق کریمہ رکھنے کے) بہت کم ہی کسی آدمی کے

منہ پر ایسی بات ظاہر کرتے جواس کو ناپسند ہو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس شخص کو کہو کہ اس زرد رنگ کو (اپنے جسم یا کپڑے سے) دور کر دو۔

تخریج: سنن أبي داود – الترجل (٤١٨٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (١٣٣/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (١٥٤/٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث اسی سند سے کتاب الادب "باب فی حسن العشرة" میں آرہی ہے وہاں پر یہ زیادتی ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ [1] الخ۔ یعنی سند میں جو سلم علوی راوی آئے ہیں ان کو علوی اس معنی کے لحاظ سے نہیں کہا جاتا کہ وہ حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں بلکہ یہ علو سے ہے، یہ علم نجوم سے واقف تھے گویا نجومی تھے اس لئے ان کو علوی کہا جاتا ہے۔

٨۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّعْرِ

بالوں کی مقدار کا بیان

٤١٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: «لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: «يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی لمبے بال والا (جسکے بال کندھوں تک پہنچ رہے ہوں) سرخ جوڑے میں حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا محمد بن سلیمان مصنف کے استاد نے یہ اضافہ فرمایا کہ آپ ﷺ کے بال کندھوں تک پہنچ رہے تھے۔ امام ابو داود کہتے ہیں کہ (ابو اسحاق کے شاگردوں میں) اسرائیل نے بھی (سفیان کی متابعت کرتے ہوئے) اسی طرح نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے بال کندھوں تک پہنچ رہے تھے۔ جب کہ شعبہ راوی (ابو اسحاق کے شاگردوں میں) نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک پہنچے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري – المناقب (٣٣٥٨) صحيح البخاري – اللباس (٥٥١٠) صحيح مسلم – الفضائل (٢٣٣٧) جامع الترمذي – اللباس (١٧٢٤) سنن النسائي – الزينة (٥٠٦٠) سنن أبي داود – الترجل (٤١٨٣) سنن ابن ماجه – اللباس (٣٥٩٩) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٢٩٠/٤)

شرح الحدیث: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی پٹھے والے کو جو سرخ جوڑے میں ہو آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا اسی روایت میں آگے ایک راوی نے آپ ﷺ کے بالوں کے بارے میں یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ کے سر کے بال

---

[1] سنن أبي داود – كتاب الأدب – باب في حسن العشرة ٤٧٨٩

منکبین کو لگتے تھے اور دوسرے راوی نے کہا کہ دونوں کانوں کی لو تک تھے اور اسکے بعد حضرت انسؓ کی روایت میں آرہا ہے إلى أنصافِ أذنيه یہ سب روایات اختلاف اوقات وزمان پر محمول ہیں وقت واحد کے بارے میں نہیں تاکہ تعارض سمجھا جائے۔

٤١٨٤ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ: حضرت براءؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچے تھے۔

٤١٨٥ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٦٥) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٣٨) سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٣) سنن أبي داود - الترجل (٤١٨٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٥/٣)

٤١٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بال (کان سے تجاوز کرتے ہوئے) آدھے کانوں تک تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٦٥) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٣٨) سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٣) سنن أبي داود - الترجل (٤١٨٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٥/٣)

٤١٨٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ، وَدُونَ الْجُمَّةِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو سے تجاوز کرتے ہوئے کندھوں کے قریب قریب تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٥) سنن أبي داود - الترجل (٤١٨٧)

شرح الحدیث **پٹھوں کی قسمیں اور ان کے اسماء:** وفرہ اور جمہ اور لمہ جو پہلی حدیث میں گزرا یہ پٹھوں کی قسمیں ہیں ایک قول کے مطابق وفرہ سب سے کم درجہ ہے کانوں کی لو تک اور لمہ اس سے زائد اور جمہ اس سے بھی زائد یعنی قریب المنکبین اس ترتیب کو یاد کرنے کے لئے ہم نے اپنے اساتذہ سے لفظ ولج سنا ہے پہلی قسم میں پہلا حرف "واو" اور دوسری میں "لام" اور تیسری میں "ج" ہے۔

ابوداؤداورترمذی کی روایتوں میں تعارض اوراسکی توجیہ: اور ترمذی کی روایت میں حدیث عائشہؓ ہی میں اسکے خلاف ہے اس میں ہے فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ جو بظاہر تعارض ہے اور اس تشریح کے بھی خلاف ہے جو ہم نے بالوں کی ترتیب میں بیان کی، اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فَوْقَ اور دُونَ دونوں کے معنی دونوں روایتوں میں الگ الگ لئے جائیں، ابو داؤد کی روایت میں فوق کے معنی زائد اور "دون" کے معنی کم یعنی ناقص لئے جائیں، اور مطلب یہ ہو گا کہ وفرہ سے زائد اور جمہ سے کم، ان دونوں کا درمیانی درجہ تھا یعنی لِمّہ، اور ترمذی کی روایت میں "فوق" کے معنی لئے جائیں اوپر اور دون کے معنی لئے جائیں اسفل یعنی نیچے پس مطلب یہ ہو گا کہ آپ کے بال جمہ سے ذرا اونچے اور وفرہ سے ذرا نیچے تھے، اس کا مصداق بھی لِمّہ ہی ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سر کے بالوں کے بارے میں آپ ﷺ کی عادت شریفہ: ان احادیث میں آپ ﷺ کے پٹھوں کا حال مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ سر پر بال رکھنے کی تھی، یہ مضمون ہمارے یہاں کتاب الطہارۃ میں غسل جنابت کے بیان میں حضرت علیؓ کے قول وَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي [1] کے ذیل میں گزر چکا اسکو بھی دیکھا جائے، ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ سر کے بال اسکی زینت ہیں ان کو باقی رکھنا سنت ہے اور حلق بدعت ہے اور شرح مصابیح میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے سر کا حلق ہجرت کے بعد صرف تین بار کرایا ہے عمرۃ الحدیبیہ، عمرۃ القضاء، حجۃ الوداع میں اور تقصیر آپ سے صرف ایک مرتبہ ثابت ہے کما فی الصحیحین۔ (قالہ الباجوری فی شرح الشمائل) قلت: واما مذهب الحنفية وفي الروضة للزندويستي أن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق. وذكر الطحاوي: أن الحلق سنة، ونسب ذلك إلى العلماء الثلاثة [2] وفی الفتاویٰ المحمودیہ عام عادتِ مبارکہ بال رکھنے کی تھی، منڈوانا بہت کم ثابت ہے، بعض صحابہؓ ہمیشہ منڈاتے تھے [3] ۔ والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَرْقِ

سر میں مانگ پٹی کرنے کا بیان

٤١٨٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ - يَعْنِي - يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ، «وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْجِبُهُ مُوَافَقَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ، فَسَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ، ثُمَّ

---

[1] فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا. (سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في الغسل من الجنابة ٢٤٩)

[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ٩ ص ٥٨٤. الفتاوى الهندية - ج ٥ ص ٣٥٧ (طبعة الكبرى الاميرية مصر)

[3] فتاویٰ محمودیہ - ج ١٩ ص ٤٣١ (طبع دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی)

فَرَقَ بَعْدُ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو بغیر کنگھی کئے رکھتے تھے (یعنی سر کے اگلے بالوں کو پیشانی پر ڈال دیتے تھے) اور مشرکین اپنے سر کے بالوں کی مانگ نکالتے تھے اور حضور ﷺ (ابتداء اسلام میں) ان امور میں جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم واضح طور پر نہیں ہوا تھا آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے (ان کی تالیف قلبی کے لئے) تو حضور ﷺ نے بھی اپنی پیشانی کے بالوں کو پیشانی پر لٹکالیا (ڈال دیا) پھر (بعد کے زمانے میں) حضور ﷺ بالوں کی مانگ نکالا کرتے تھے (یہی آپ ﷺ کا آخری فعل ہے اور بظاہر وحی الٰہی سے اس کا حکم ہوا)۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٣٦٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٣) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٣٦) سنن النسائي - الزينة (٥٢٣٨) سنن أبي داود - الترجل (٤١٨٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٧/١)

شرح الحدیث حضرت ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ اہل کتاب سر کے بالوں کا سدل کرتے تھے اور مشرکین فرق یعنی مانگ نکالتے تھے، اور آپ ﷺ کو ابتداء میں ان امور میں جن کے بارے میں آپ پر کوئی وحی اور ہدایت نہ نازل ہوئی ہو اہل کتاب کی موافقت پسند تھی، اور یہ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اہل کتاب کا فعل ان کے دین میں ثابت ہو بخلاف مشرکین کے کہ ان کے کسی کام میں تو یہ احتمال نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور یہ آپ ﷺ کا اہل کتاب کی موافقت کرنا ان کے قلوب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کیلئے بھی تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا تو پھر آپ ﷺ ان کی صراحۃ مخالفت کرنے لگے [1]، چنانچہ اس چیز میں بھی آپ ان کی موافقت ترک کرکے بجائے سدل کے مانگ نکالنے لگے، سدل سے مراد یہ ہے کہ سر کے آگے کے بال کو پیشانی پر ڈال لینا اور فرق کا مطلب یہ ہے کہ سر کے سامنے کے حصہ کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرکے دائیں جانب کے بالوں کو دائیں طرف اور بائیں طرف کے بالوں کو بائیں طرف کردیا جائے، چنانچہ اسکے بعد والی روایت میں آرہا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں كُنْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَفْرُقَ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَدَعْتُ الْفَرْقَ مِنْ يَافُوخِهِ، وَأُرْسِلُ نَاصِيَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، کہ جب میں آپ کے سر کے بالوں میں مانگ نکالتی تھی تو (آگے اس کا طریقہ بتلارہی ہیں) کہ آپ کے سر کے بیچ سے مانگ چیرتی تھی اور اگلے حصہ کے بال دو حصوں میں کردیتی تھی دائیں جانب اور بائیں جانب، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پنٹھوں میں مانگ نکالنا سنت ہے۔ حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه۔

٤١٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كُنْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَفْرُقَ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَدَعْتُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٧٤

الْفَرْقَ مِنْ يَافُوخِهِ، وَأُرْسِلُ نَاصِيَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کی مانگ نکالنے کا ارادہ کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے درمیان سے میں مانگ نکالتی تھی اور پیشانی کے بالوں کو دو حصوں میں لٹکا دیتی تھی۔ دونوں آنکھوں کے بیچ کی سیدھ سے یعنی آدھے ادھر اور آدھے ادھر۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤١٨٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٩٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٢٧٥)

١٠ - بَابٌ فِي تَطْوِيلِ الْجُمَّةِ

سر کے بال کندھوں سے زیادہ لمبے کرنے کا بیان

٤١٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ السُّوَائِيُّ - هُوَ أَخُو قَبِيصَةَ - وَحُمَيْدُ بْنُ خُوَارٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِي شَعْرٌ طَوِيلٌ، فَلَمَّا رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ذُبَابٌ ذُبَابٌ» قَالَ: فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ، وَهَذَا أَحْسَنُ».

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے سر کے بال بہت لمبے تھے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ بڑی برائی ہے، بڑا برا کام ہے (اس لفظ ذباب کے کئی معنیٰ کئے گئے ہیں نحوست ہے نحوست ہے، گھٹیا حرکت ہے گھٹیا حرکت ہے، گھٹیا کام ہے گھٹیا کام ہے)۔ حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ (میں سمجھا کہ میرے لمبے بالوں کی وجہ سے یہ بات فرما رہے ہیں)۔ چنانچہ میں واپس لوٹا اور میں نے اپنے لمبے بالوں کو کاٹ دیا پھر میں اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے (لفظ ذباب کہہ کر) تمہارے (لمبے بالوں کے) متعلق تھوڑا ہی کہا تھا۔ یہ (ہلکے بال رکھنا بھی) اچھا ہے۔ (معلوم ہوا کہ بالوں کو بڑھانا بھی جائز ہے)۔ اس حدیث سے واضح لفظوں میں اشارہ ملتا ہے کہ بعضے صحابہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو سمجھنے میں غلطی ہو جاتی تھی جیسا کہ یہاں پر حضرت وائلؓ کو سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لمبے بالوں کی برائی نہیں فرما رہے تھے بلکہ کسی اور شخص کی کسی بات کے برا ہونے کو بیان فرما رہے تھے (بذل المجهود)

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٢) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩٠) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٦)

شرح الحدیث: اس حدیث کا حوالہ اور مضمون باب فی الحموۃ میں گزر چکا، والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١١ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَعْقِصُ شَعْرَهُ

مرد کے اپنے بالوں کو بٹنے کا بیان

٤١٩١ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: «قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ» تَعْنِي عَقَائِصَ.

ترجمہ: حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے آپ ﷺ کے سر کی چار چوٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ راوی نے ضفائر کی وضاحت عقائص (گندھے ہوئے بال، چوٹی) سے کی۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٨١) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣١)

شرح الحدیث: اور شمائل کی اسی حدیث کا ایک لفظ زائد ہے، قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَدْمَةً، علامہ باجوری لکھتے ہیں أي مرة من القدوم، اور پھر لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قدوم ہیں جو فتح مکہ میں ہوا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری مکہ مکرمہ میں ہجرت کے بعد چار مرتبہ ہوئی عمرة القضاء، وفتح مكة، وعمرة الجعرانة، ولحجة الوداع۔

ام ہانیؓ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے درانحالیکہ آپ ﷺ کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں۔ غدائر غدیرہ کی جمع ہے، اور ایک روایت میں أَرْبَعُ ضَفَائِرَ ہے یہ دونوں روایتیں ترمذی میں ہیں غدائر اور ضفائر اور ذوابہ جس کا ذکر اگلے باب کی حدیث میں آرہا ہے سب ہم معنی ہیں، الشعر المضفور (گیسوئے بافتہ) بالوں کا وہ حصہ جس کو بل دیا گیا ہو یعنی مینڈھی جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں غسل حائض کے ذیل میں نقض ضفائر کا مسئلہ گزرا ہے، حضرت شیخ "خصائل" میں لکھتے ہیں مردوں کیلئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں، اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جاویں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور ﷺ نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے [1]، اور ابن ماجہ میں ترجمۃ الباب اس طرح ہے بَابُ اِتِّخَاذِ الْجُمَّةِ وَالضَّفَائِرِ اسکے حاشیہ میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب تحریر فرماتے ہیں: قَوْلُهُ: وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ لَعَلَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ لِدَفْعِ الْغُبَارِ إِنْتَهَى. قُلْتُ: وَهُوَ الظَّاهِرُ لِأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي السَّفَرِ (تحفة) [2] یعنی آپ ﷺ کا معمول پٹھے رکھنے کا تو تھا لیکن ضفائر کا معمول نہ تھا ضرورۃً سفر میں غبار وغیرہ سے بچنے کے لئے آپ اپنے بالوں کو اس طرح کر لیتے تھے، اور ایک ہوتا ہے عقص یعنی سر کے تمام بالوں کو اکٹھا کر کے پیچھے کی طرف جوڑا باندھ لینا یہ وہ ہے جس کا ذکر کتاب الصلاۃ "باب الرجل يصلي عاقصًا" میں گزرا ہے اور اس طرح نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت ام ہانیؓ جو فرما رہی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ، اور بھی اسی طرح بعض روایات

---

[1] شمائل ترمذی مع خصائل نبوی ﷺ - ص ٣٨

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٥ ص ٤٧٨

میں آتا ہے کہ حضور ﷺ ہمارے گھر مکہ میں تشریف لائے مثلاً وہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے ہمارے گھر میں صلاۃ الضحیٰ کی آٹھ رکعات پڑھیں، اس کا منشا یہ ہے کہ حضرت ام ہانیؓ جو کہ حضرت علیؓ کی بہن اور آپ کی چچازاد بہن ہیں انہوں نے ہجرت نہیں فرمائی تھی، یہ مہاجرات میں سے نہیں ہیں کیونکہ ان کا اسلام ہی فتح مکہ کے بعد ہے اس لئے ہجرت کی نوبت ہی نہیں آئی۔ والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٢ - بَابٌ فِي حَلْقِ الرَّأْسِ

سر منڈھانے کا بیان

٤١٩٢ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي يَعْقُوبَ، يُحَدِّثُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ، ثُمَّ أَتَاهُمْ، فَقَالَ: «لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ»، ثُمَّ قَالَ: «ادْعُوا لِي بَنِي أَخِي»، فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرُخٌ، فَقَالَ: «ادْعُوا لِي الْحَلَّاقَ»، فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُءُوسَنَا.

ترجمہ عبد اللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ٣ دن جعفر کے اہل وعیال کو سوگ منانے (رونے دھونے) کی مہلت عطاء فرمائی اور پھر آپ ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا (کیونکہ بیوی کے علاوہ دیگر گھر والوں کو تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں)۔ پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں لایا گیا ہم اتنے کم عمر تھے جیسا کہ چوزے (یا پرندوں کے بچے) تو آپ ﷺ نے فرمایا حجام کو بلاؤ تو آپ ﷺ نے حجام کو حکم دیا اور اس نے ہمارے سر کے بالوں کا حلق کر دیا۔

تخریج سنن النسائي - الزينة (٥٢٢٧) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩٢) مسند أحمد - مسند أهل البيت (٢٠٤/١)

شرح الحدیث حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جو آپ کے چچیرے بھائی ہیں جو جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے گھر والوں کو تین روز تک تو مہلت دی یعنی رونے دھونے کی پھر تین روز کے بعد آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ بس اب رونا بند کرو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس میرے بھتیجوں کو لاؤ ہمیں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا ہم اتنے چھوٹے چھوٹے تھے جیسے چوزے ہوتے ہیں آپ ﷺ نے حلاق کو بلوا کر ہمارے سر کے بال منڈوائے بذل المجهود سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے اس وقت بہت چھوٹے تھے گھر والے ان کو گود میں اٹھا کر لائے [1]، لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتنے چھوٹے نہیں تھے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر جو کہ خود ان کے بیٹے

[1] [illegible]

ہیں اور اس واقعہ کو بیان کر رہے ہیں ان کی عمر حضور ﷺ کی وفات کے وقت دس سال کی تھی اسی لئے دوسرے شراح نے لکھا ہے کہ كَأَنَّا أَفْرُخٌ میں تشبیہ صغر سنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ بالوں کے اعتبار سے ہے کہ ان بچوں کے سر پر بال بڑھے ہوئے تھے اور ایسے لگ رہے تھے جیسے چوزوں کے بدن پر کھڑے کھڑے بال ہوا کرتے ہیں اور حلق ان کا اس لئے کرایا اگرچہ بالوں کا رکھنا افضل ہے کہ بال رکھنے کے بعد ان کی دیکھ بھال، تیل کنگھی سے کرنی پڑتی ہے جو ان کی والدہ کے لئے اس غمی کے زمانہ میں مشکل تھی۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٣۔ بَابٌ فِي الصَّبِيِّ لَهُ ذُؤَابَةٌ

بچے کو چوٹی رکھنے کا بیان

٤١٩٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ - قَالَ أَحْمَدُ: كَانَ رَجُلًا صَالِحًا - قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ» ، وَالْقَزَعُ: أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَيُتْرَكَ بَعْضُ شَعْرِهِ.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل حدیث سناتے ہیں کہ مجھے عثمان ابن عثمان نے سند متصل سے حدیث نقل کی، امام احمد فرماتے ہیں کہ عثمان بن عثمان راوی نیک شخص تھا ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔ قزع کی تفصیل یہ ہے کی بچے کے سر کے کچھ حصے کے بال مونڈھ دیئے جائیں اور کچھ حصے کے بال چھوڑ دیئے جائیں۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٠) سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٠) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢)

٤١٩٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ» ، وَهُوَ أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَتُتْرَكَ لَهُ ذُؤَابَةٌ.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قزع سے منع فرمایا اور قزع کی تفصیل یہ ہے کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ استرے سے مونڈھ دیا جائے اور اس کی چوٹی کو باقی رکھا جائے

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٠) سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٠) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢)

٤١٩٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذَلِكَ، وَقَالَ: «احْلِقُوهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اسکے سر کے کچھ حصے کا حلق کیا گیا تھا اور کچھ حصے کے

بال چھوڑ دیئے گئے تو اس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو پورے سر کے بال کا حلق کرو (مونڈھ دو) یا کسی بھی حصے کے بال نہ مونڈھو۔ (حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے مذہب میں آدھے سر کے بال مونڈھنا بچے، بڑے، مرد، عورت سب کے حق میں مکروہ ہے۔) (حدیث میں بچے کی خصوصیت اس زمانے کی عادت کے اعتبار سے ہو گی کہ اس زمانہ میں لوگ چھوٹے بچوں کے آدھے بال مونڈھ دیتے تھے۔ امام نوویؒ نے تصریح کی ہے یہ کراہت مکروہ تنزیہی ہے [1]۔)

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢٠) سنن النسائي - الزينة (٥٠٥٠) سنن أبي داود - الترجل (٤١٩٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٣٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢)

شرح الأحاديث اس باب کی تمام روایتوں میں قزع کی [2] ممانعت مذکور ہے جس کی تفسیر بھی مذکور ہے وہ یہ کہ کسی بچہ کے سر کے بال مونڈتے وقت اس کا کچھ حصہ باقی چھوڑ دیا جائے لیکن یہ نہی صبی کے ساتھ خاص نہیں ہے حکم بڑے کے لئے بھی یہی ہے ممکن ہے اس زمانہ میں بعض لوگ اپنے بچوں ہی کے ساتھ ایسا کرتے ہوں لاڈ پیار میں۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ

بچوں کو چوٹی رکھنے کی اجازت کا بیان

٤١٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي ذُؤَابَةٌ، فَقَالَتْ لِي أُمِّي: لَا أَجُزُّهَا، «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا، وَيَأْخُذُ بِهَا».

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے سر پر کچھ بال تھے (جیسے کہ چوٹی ہوتی ہے)۔ میری والدہ فرماتی تھیں کہ ان بالوں کو میں کبھی نہیں کاٹوں گی کیونکہ حضور ﷺ ان بالوں کو (مزاحا) اپنے ہاتھ سے کھینچتے تھے اور ان بالوں پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے (لڑکے کے سر میں موجود بالوں کے ساتھ اگر کچھ بال زیادہ ہوں کہ چوٹی کی شکل اختیار کر لیں بشرطیکہ عورتوں کی مشابہت نہ ہو تو یہ جائز ہے حضرت انسؓ کے بال اسی طرح ہوں گے ہاں سارے سر کے بال کٹوانا اور چوٹی کو چھوڑ دینا یہ قزع میں داخل ہے جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے [3]۔)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٨١

[2] قزع لغت میں فضاء میں بادل کے متفرق ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو دور سے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سر میں جو بال اس طرح چھوڑ دیئے جاتے ہیں چونکہ وہ بھی اسی طرح محسوس ہوتے ہیں اس لئے ان کو قزع کہتے ہیں ١٢۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٨٢

شرح الحدیث: یہ حضرت انسؓ کی والدہ کا فعل [1] ہے کہ حضرت انسؓ کے سر کے جن بالوں کو ان کے بچپن میں حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے پکڑتے اور کھینچتے تھے ان کے بارے میں وہ فرمارہی ہیں کہ ان کو میں کبھی نہیں کاٹوں گی سر کے دوسرے بالوں کے ساتھ۔

۴۱۹۷ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي الْمُغِيرَةُ، قَالَتْ: وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ، أَوْ قُصَّتَانِ، فَمَسَحَ رَأْسَكَ، وَبَرَّكَ عَلَيْكَ، وَقَالَ: «احْلِقُوا هَذَيْنِ - أَوْ قُصُّوهُمَا - فَإِنَّ هَذَا زِيُّ الْيَهُودِ».

ترجمہ: حجاج بن حسان راوی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (حجاج کے ساتھ انکی بہن اور دیگر افراد بھی اس واقعے میں ہونگے، حجاج راوی کو کم عمری کی وجہ سے آگے واقعہ یاد نہیں، وہ اپنی بہن سے نقل کرتے ہیں) کہ میری بہن مغیرہ (بنت الحسان) نے بتایا کہ تم اس دن چھوٹے بچے تھے اور تمہاری دو چوٹیاں بندھی ہوئی تھیں......راوی کو شک ہے کہ مغیرہ نے قَرْنَانِ کا لفظ کہا یا قُصَّتَانِ کا...... تو حضرت انسؓ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور تمہارے لئے برکت کی دعا کی تھی اور فرمایا کہ ان دونوں چوٹیوں کو مونڈھ دو یا قینچی سے کاٹ دو کیونکہ اس طرح چٹیا (لٹیں) رکھنا یہودیوں کا شیوہ ہے۔

شرح الحدیث: حجاج بن حسان اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت انسؓ کے یہاں گئے (وہاں جاکر کیا ہوا ان کو تو وہ بچپن کی بات یاد نہیں رہی اسلئے اپنی بہن سے نقل کرتے ہیں) پس مجھ سے میری بہن مغیرہ نے بیان کیا کہ تو تو اس وقت بچہ ہی تھا اور تیرے سر پر بالوں کی دو لٹیں تھیں تو حضرت انسؓ نے تیرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور برکت کی دعاء دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ان لٹوں کو کاٹ دینا اس لئے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں ہے، فتأمل۔

۱۵ - بَابٌ فِي أَخْذِ الشَّارِبِ

موچھیں کاٹنے کا بیان

۴۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ - الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں فطرت انسانی میں داخل ہیں: ① ختنہ کرنا ② زیر ناف بال صاف کرنا ③ بغلوں کے بال نوچنا ④ ناخن تراشنا ⑤ موچھیں کترنا۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (۵۵۵۰) صحيح البخاري - الاستئذان (۵۹۳۹) صحيح مسلم - الطهارة (۲۵۷) جامع الترمذي - الأدب

[1] لہذا مصنفؒ کا ان کے فعل سے ذوابہ کے جواز پر استدلال محل نظر ہے۔

(۲۷۵٦) سنن النسائي - الطهارة (۱۰) سنن النسائي - الزينة (۵۲۲۵) سنن أبي داود - الترجل (٤۱۹۸) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (۲۹۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۹/۲) موطأ مالك - الجامع (۱۷۰۹)

شرح الحديث یہ حدیث ابواب الوضوء بَابُ السِّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ میں گزر چکی، اور اس پر تفصیلی کلام بھی وہاں گزر چکا۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤۱۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مونچھوں کے صاف کرنے اور ڈاڑھی کے لٹکانے کا حکم دیا۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٥٤٩) صحيح مسلم - الطهارة (۲٥۹) جامع الترمذي - الأدب (۲۷٦۳) سنن النسائي - الطهارة (۱٥) سنن النسائي - الزينة (٥۰٤٥) سنن أبي داود - الترجل (٤۱۹۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱٦/۲) موطأ مالك - الجامع (۱۷٦٤)

٤۲۰۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الدَّقِيقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيمَ الْأَظْفَارِ، وَقَصَّ الشَّارِبِ، وَنَتْفَ الْإِبِطِ، أَرْبَعِينَ يَوْمًا مَرَّةً» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ أَنَسٍ، لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وُقِّتَ لَنَا وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے زیرناف بالوں کے مونڈھنے، ناخن تراشنے، مونچھوں کو کاٹنے اور بغلوں کے بال نوچنے کے متعلق (آخری) حد یہ مقرر فرمائی ہے کہ چالیس دن میں ایک مرتبہ (ضرور) کیا جائے۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ ابو عمران کے شاگردوں میں جعفر بن سلیمان نے بھی حضرت انسؓ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اس روایت میں حضور ﷺ سے حدیث مرفوع نقل نہ کی بلکہ (صیغہ مجہول کے ساتھ) وُقِّتَ لَنَا نقل کیا ہے یعنی ہمارے لئے چالیس دن کی حدبندی کی گئی ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الطهارة (۲٥۸) جامع الترمذي - الأدب (۲۷٥۸) سنن النسائي - الطهارة (۱٤) سنن أبي داود - الترجل (٤۲۰۰) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (۲۹٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۲۲/۳)

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ نے زیرناف بالوں کے حلق اور اسی طرح وہ سب چیزیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔ انکی حد چالیس دن میں ایک مرتبہ قرار دی، یعنی ان چیزوں کی اکثر اور انتہائی مدت آپ ﷺ نے یہ تجویز فرمائی، یعنی اسکے بعد تو انکو باقی رکھنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں، اب یہ کہ اولیٰ اور مناسب کیا ہے؟ اس کا پتہ دوسری روایات سے اور فقہاء کے اقوال سے چلے گا، حضرت نے بذل میں لکھا ہے: وهذا تحديد لأكثر المدة، ويستحب ذلك من الجمعة إلى الجمعة، وإلا فلا تحديد فيه، بل

كل ما كثر أزاله، ويختلف ذلك باختلاف طباع الناس [1]، یعنی عند الحاجۃ یہ سب کام کئے جائیں، لوگوں کی طبائع اس میں مختلف ہیں بعضوں کے بال ناخن وغیرہ جلدی بڑھتے ہیں اور بعضوں کے دیر سے، وفی ہامش البذل: روی أنه علیه السلام کان یأخذ أظفاره وشاربه کل جمعة ویحلق العانة فی عشرین وینتف الإبط فی أربعین [2] وفی العالمگیریة: الافضل الاسبوع والخمسة عشر الوسط، ولاعذر فی اکثر من اربعین الخ وقریب منه ما فی الدر المختار اھ۔ والحدیث اخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

٤٢٠١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَقَرَأَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى أَبِي الزُّبَيْرِ، وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ، إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الِاسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ".

ترجمہ ابن نفیل استاد کہتے ہیں کہ زہیر نے ہمیں کہا کہ میں نے عبد الملک بن سلیمان پر اس حدیث کی قرأت کی اور عبد الملک نے ابو الزبیر پر اس حدیث کی قرأت کی اور ابو الزبیر نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا کہ ہم حج اور عمرے کے علاوہ مونچھوں کے دونوں کناروں کو بڑھا کر (گھنا کر کے) رکھتے تھے (گویا کہ مونچھوں کے دونوں جانبین جن کو سبالتین کہتے ہیں کا حکم داڑھی کی طرح ہے۔ تو حج اور عمرے میں جس طرح ایک مشت سے زیادہ داڑھی کے بال ابن عمرؓ کٹا لیتے تھے اسی طرح حج وعمرہ میں مونچھوں کے اطراف کو بھی کاٹ لیتے ہوں گے) امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ (باب کی پہلی حدیث میں) استحداد سے مراد زیر ناف بالوں کو مونڈھنا ہے۔

شرح الحدیث سِبال سَبَلَه کی جمع ہے جیسے رِقاب جمع ہے رَقَبہ کی، یہ ان جموع میں سے ہے جن سے مراد تثنیہ ہوتا ہے، یعنی شارب کے طرفین، مونچھ کے دونوں طرف کے کنارے دائیں بائیں ان کے بارے میں دونوں قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ شارب میں داخل ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ داڑھی کے حکم میں ہیں چنانچہ حافظ لکھتے ہیں: وَأَمَّا الشَّارِبُ فَهُوَ الشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَى الشَّفَةِ الْعُلْيَا وَاخْتُلِفَ فِي جَانِبَيْهِ وَهُمَا السِّبَالَانِ فَقِيلَ هُمَا مِنَ الشَّارِبِ وَيُشْرَعُ قَصُّهُمَا مَعَهُ وَقِيلَ هُمَا مِنْ جُمْلَةِ شَعْرِ اللِّحْيَةِ اھ [3]۔ حضرت جابرؓ سبالتین کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ ہم ان کو بڑھا کر رکھتے تھے مگر حج اور عمرہ میں کہ اس میں کاٹ دیا کرتے تھے، قال الغزالی فی الاحیاء: ولا بأس بترك سبالیه یعنی علی ما خلقه الله تعالی وهما طرفا الشارب [4]، حضرت امام غزالی بھی یہی فرمارہے ہیں کہ سبالتین کو باقی رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے [5]، اور صحیح بخاری میں "بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ" میں

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٧ ص ٨٧
2. بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٧ ص ٨٧
3. فتح الباري شرح صحيح البخاري—ج ١٠ ص ٣٤٦
4. إحياء علوم الدين للغزالي—ج ١ ص ١٤٠، اتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين—ج ٢ ص ٤٠٩
5. بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٧ ص ٨٨

ہے: "وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُحْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى بَيَاضِ الْجِلْدِ، وَيَأْخُذُ هَذَيْنِ يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ"[1] یعنی حضرت ابن عمرؓ اپنی شارب کو اتنا کاٹتے تھے کہ ہونٹ کی سفیدی نظر آنے لگے اور ان دو کو بھی لیتے تھے جو شارب اور لحیہ کے درمیان ہیں، اس سے مراد وہی سبالتین ہیں، قال الکرمانی: "هذين يعني طرفي الشفتين الذين هما بين الشارب واللحية وملتقاهما كما هو العادة عند قص الشارب في أن ينظف الزاويتان أيضا من الشارب، اور پھر آگے لکھتے ہیں ويحتمل أن يراد بهما طرفا العنفقة کہ یہ بھی احتمال ہے "هذين" سے ریش بچہ کی دونوں جانب مراد ہوں[2]، ابن عمرؓ کی جو روایت ہم نے ذکر کی بخاری سے یہ گویا مقابل ہے ابوداؤد کی حضرت جابرؓ کی اس روایت کے، جس میں یہ ہے کہ ہم سبالتین کو باقی رکھا کرتے تھے سوائے حج اور عمرہ کے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کے والد حضرت عمرؓ کا معمول سبالتین کو باقی رکھنے کا تھا، چنانچہ فتح الباری میں ہے: "وَقَدْ رَوَى مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا غَضِبَ فَتَلَ شَارِبَهُ" یعنی حضرت عمرؓ کو جب کسی بات پر غصہ آتا تو اپنی مونچھ کو بل دیا کرتے تھے، یہاں شارب سے مراد بظاہر سبالتین ہی ہیں اس لئے کہ بل تو ان ہی کو دیا جاسکتا ہے نہ کہ اصل شارب کو، اور بعض علماء نے بعض حنفیہ سے نقل کیا ہے أنه قال لا بأس بإبقاء الشوارب في الحرب إرهابا للعدو، نقله الحافظ أيضا في الفتح[3]۔

۱٦- بَابٌ فِي نَتْفِ الشَّيْبِ

بڑھاپے کے اکھاڑنے کا بیان

٤٢٠٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، الْمَعْنَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ - قَالَ عَنْ سُفْيَانَ: «إِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، وَقَالَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى - إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً".

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (سر یا داڑھی) کے سفید بالوں کو مت نوچو (اکھاڑو) جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو جائے (یا جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہو جائیں) ...... مسدد استاد سفیان سے نقل کرتا ہے...... مگر وہ سفید بال روز قیامت اس کیلئے روشنی کا ذریعہ ہونگے...... مسدد استاد اپنے دوسرے استاد یحییٰ سے نقل کرتے ہیں...... کہ یحییٰ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ پاک اس سفید بالوں میں سے ہر بال کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اس سے ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب قص الشارب ٥٥٤٩

[2] الكواكب الدراري للكرماني - ج ٢١ ص ١١٠ (دار إحياء التراث العربي طبعة الثانية ١٤٠١هـ)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٣٤٨

تخریج: جامع الترمذي-الأدب (٢٨٢١) سنن النسائي-الزينة (٥٠٦٨) سنن أبي داود- الترجل (٤٢٠٢) سنن ابن ماجه-الأدب (٣٧٢١)

شرح الحدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سفید بال کا نتف نہ کرو یعنی اس کو مت اکھاڑو (خواہ داڑھی میں ہو یا سر میں قالہ النووی) جس شخص کا کوئی بال اسلام کی حالت میں سفید ہو تو وہ بال اس کیلئے روشنی کا ذریعہ ہوگا قیامت کے دن۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اسلام اور ایمان کی حالت میں وقت گزرنا یہ بھی عبادت ہے انتہی کلامہ۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ایمان اور اسلام تو عبادت کی جڑ اور اصل ہے تو اتصاف بالایمان کے ساتھ جو وقت گزر رہا ہے اور عمر بڑھ رہی ہے وہ بھی عبادت ہوگی۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

١٧ - بَابٌ فِي الْخِضَابِ

خضاب (سر اور داڑھی کے بال رنگنے) کا بیان

٤٢٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى، لَا يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو (یعنی اپنے بال رنگا کرو)۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٧٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٥٩) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٣) جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٢) سنن النسائي - الزينة (٥٠٦٩) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٠)

شرح الحدیث: یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، مسلمانوں کو ان کی مخالفت میں خضاب کرنا چاہیے۔

خضاب کا حکم عندالائمۃ: امام نوویؒ فرماتے ہیں [1] کہ ہمارا مذہب استحباب خضاب ہے مرد اور عورت دونوں کیلئے، زرد یا سرخ اور خضاب سواد حرام ہے اصح قول کی بنا پر اھ بذل [2]۔ اور حاشیہ بذل میں ہے کہ حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے صرح به الشامي إذ قال: يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب، وبسط الاختلاف في ذلك القاري في شرح الشمائل وقال: حجة من أحب ترك الخضاب الحديث المذكور قبل (مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ الحديث [3]) اھ اور یہی مسلک امام احمد کا ہے، قال الموفق: ويستحب خضاب الشعر بغير السواد، امام احمد فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ مخضوب کو دیکھتا ہوں تو اس سے

---

1. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ــ ج ١٤ ص ٨٠
2. بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٧ ص ٩٠
3. المعجم الأوسط للطبراني - باب الألف - من اسمه أحمد ١٠٢٤ ج ١ ص ٣٠٤-٣٠٥. بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٧ ص ٩١

خوشی ہوتی ہے [1]، حضرات شیخین ابو بکر و عمرؓ سے خضاب ثابت ہے اور حضرت علیؓ سے ترک خضاب، حافظ فرماتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے خضاب کو اختیار کیا اور ایک جماعت نے ترک خضاب کو، اس کے درمیان طبری نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ جس کیلئے جو مناسب اور لائق تھا اس نے وہی کیا، بعضوں کے سفید بال دیکھنے میں شنیع معلوم ہوتے ہیں اور بعض کے غیر شنیع، حافظ فرماتے ہیں: ولكن الخضاب مطلقا أولى لأنه فيه امتثال الأمر في مخالفة أهل الكتاب وفيه صيانة للشعر عن تعلق الغبار وغيره، آگے فرماتے ہیں: الا یہ کہ کسی شہر والوں کی عادت ترک خضاب کی ہو اس لئے کہ اس صورت میں تنہا جو شخص خضاب کریگا وہ مقام شہرت میں ہوگا اسلئے اس صورت میں اسکے حق میں ترک خضاب اولیٰ ہوگا [2]۔

خضاب اسود میں مذاہب ائمہ: دوسرا مسئلہ یہاں پر خضاب اسود کا ہے قال النووي: ويحرم خضابه بالسواد على الاصح وقيل يكره كراهة تنزيها والمختار التحريم لقوله صلى الله عليه وسلم واجتنبوا السواد هذا مذهبنا اه [3] وفي المحلى: وعند احمد يكره كراهة تحريم - كما في الغنية - وهو مذهب ابي حنيفة، وفي الدر المختار: يكره بالسواد، وقيل: لا، قال ابن عابدين قوله: يكره اي لغير الحرب- اما الخضاب بالسواد للغزو ليكون اهيب في عين العدو فهو محمود بالاتفاق، وان ليزين نفسه للنساء فمكروه وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة اه وفي المحلى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال كما احب ان يتزين لي النساء تحب هي ان اتزين لها، وعن ابي يوسف في رواية، ان فعل احد لاجل التزيين لامرأته فلا باس الى آخر ما بسط في الاوجز [4]. اور حضور اقدس ﷺ کے بارے میں اختلاف ہے آپ ﷺ کے خضاب اور ترک خضاب میں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۴۲۰۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ (حضرت ابو بکرؓ کے والد کا نام ہے) کو لایا گیا۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ (سفید جڑی بوٹی یا سفید گھاس، ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ یہ ایک سفید درخت ہے۔ ان کے بالوں کو اولوں کے ساتھ تشبیہ دی) کی طرح سفید تھے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے بالوں کی سفیدی کو کسی اور رنگ سے

---

[1] إني لأرى الشيخ المخضوب فأفرح به (المغني ويليه الشرح الكبير — ج ۱ ص ۷۵ دار الكتب العربي)
[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۰ ص ۳۵۵
[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱٤ ص ۸۰
[4] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۷ ص ٤۳-٤٤

تبدیل کرو، اور سیاہ رنگ سے بچو۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٢) سنن النسائي - الزينة (٥٠٧٦) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٦/٣)

شرح الحدیث: ابو قحافہؓ جو کنیت ہے حضرت صدیق اکبرؓ کے والد کی، یہ مسلمۃ الفتح میں سے ہیں، اس روز ان کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لایا گیا بالکل بوڑھے سر کے بال اور داڑھی دونوں ثغامہ کی طرح سفید ہو چکے تھے، جو کہ ایک گھاس کا نام ہے جس کے پھل اور پھول سب سفید ہوتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سفیدی کو بدلو کسی رنگ سے اور سیاہ سے پرہیز کرنا۔ سیاہ خضاب کا باب آگے مستقل آرہا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٢٠٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هَذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ، وَالْكَتَمُ».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو دور کرنے کیلئے سب سے اچھی چیز مہندی اور کتم ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - اللباس (١٧٥٣) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٧/٥)

شرح الحدیث: یعنی بالوں کی سفیدی زائل کرنے کیلئے سب سے اچھی چیز مہندی اور کتم ہے۔ کتم ایک قسم کا گھاس ہوتا ہے خضاب کے کام میں آتا ہے، جب ان دونوں کو ملا کر خضاب کیا جاتا ہے تو وہ سرخ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے بعض علماء نے کہا کہ ممکن ہے کہ اس سے مراد صرف کتم کا استعمال ہو بغیر حناء کے اسلئے کہ ان دونوں کے ملانے سے رنگ سیاہ ہو جاتا ہے، اسی لئے ان لوگوں نے کہا کہ ممکن ہے اصل حدیث کے الفاظ "بالحناء او الکتم" ہوں لیکن تمام روایات میں "واؤ" ہی کے ساتھ ہے کذا قال ابن الاثیر، اور اس کے برخلاف علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اگر صرف کتم سے رنگا جائے تو وہ سیاہ ہوتا ہے اور حناء ملنے کے بعد احمر واسود کے درمیان ہو جاتا ہے اور ممانعت خالص سیاہ کی ہے [1]، وقد اخرج مسلم من حدیث انس رضی اللہ تعالی عنہ قال اختضب ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ بالحناء والکتم، واختضب عمر رضی اللہ تعالی عنہ۔ بالحناء بحتاً (عون) والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٢٠٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِيَادٌ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا هُوَ «ذُو وَفْرَةٍ بِهَا رَدْعُ حِنَّاءٍ، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ».

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٢٥٩

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچے ہوئے تھے اور ان بالوں میں مہندی لگی ہوئی تھی اور حضور ﷺ کے جسم مبارک پر دو سبز چادریں تھیں۔

٤٢٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبْجَرَ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَرِنِي هَذَا الَّذِي بِظَهْرِكَ، فَإِنِّي رَجُلٌ طَبِيبٌ، قَالَ: «اللهُ الطَّبِيبُ، بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ رَفِيقٌ، طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا».

ترجمہ: حضرت ایاد بن لقیط، ابو رمثہ سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں (اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ) میرے والد نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی پیٹھ پر جو (بیماری کا) نشان ہے (حقیقت میں یہ مہر نبوت تھی) مجھے دکھلایئے (میں اس کا علاج کروں گا) کیونکہ میں ایک طبیب ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصل طبیب (علاج کرنے والی ذات بیماریوں اور تکلیفوں کو جاننے والی) اللہ کی ذات ہے تم ایک مہربان شخص ہو (کہ بیمار شخص پر مہربانی اور شفقت سے اس کی بیماری کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہو) جب کہ حقیقی معالج (بیماریوں اور اس کی بیماریوں کو جاننے والا) اللہ کی ذات ہے جس نے اس بیماری کو پیدا فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨١٢) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٧٢) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٦)

٤٢٠٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي، فَقَالَ لِرَجُلٍ - أَوْ لِأَبِيهِ - «مَنْ هَذَا؟» قَالَ: ابْنِي، قَالَ: «لَا تَجْنِي عَلَيْهِ»، وَكَانَ قَدْ لَطَخَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَّاءِ.

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص سے یا (خود) ان کے والد صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو ان کے والد صاحب نے فرمایا کہ میرا بیٹا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے برے کرتوتوں کی سزا تمہارے بیٹے کو نہیں ملے گی۔ اور اس وقت آپ ﷺ نے اپنی داڑھی مبارک پر مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٣٢) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٢٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٦٣) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٨)

شرح الاحادیث: عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا هُوَ «ذُو وَفْرَةٍ بِهَا رَدْعُ حِنَّاءٍ، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ»: حضرت ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے پاس گیا تو اس وقت آپ ﷺ کے پٹھے تھے اور ان بالوں میں حناء کا اثر تھا اور آپ ﷺ پر دو سبز چادریں تھیں۔

اس کے بعد کی روایت میں زیادتی ہے: فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَرِنِي هَذَا الَّذِي بِظَهْرِكَ، فَإِنِّي رَجُلٌ طَبِيبٌ، قَالَ: «اللهُ الطَّبِيبُ، بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ رَفِيقٌ، طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا»۔

یعنی میرے والد نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ آپ ﷺ کی پشت پر کیا ہے مجھ کو دکھلایئے، اشارہ ہے مہر نبوت کی طرف جو گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی، اور کہا کہ میں طبیب اور معالج ہوں، لہذا اس کا علاج کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اصل طبیب تو اللہ تعالیٰ ہیں، بلکہ تو تو ایک ہمدرد اور رفیق ہے، اور اس کے بعد والے طریق میں ہے فَقَالَ لِرَجُلٍ - أَوْ لِأَبِيهِ - «مَنْ هَذَا؟» قَالَ: ابْنِي، قَالَ: «لَا تَجْنِي عَلَيْهِ» کہ آپ نے ایک شخص سے یا ابورمثہ ہی کے باپ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا بیٹا ہے، یہ حدیث کتاب الدیات میں بھی آرہی ہے وہاں اور زیادہ تفصیل ہے وہاں اس طرح ہے عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي: «ابْنُكَ هَذَا؟» قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: «حَقًّا؟» قَالَ: أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا مِنْ ثَبْتِ شَبَهِي فِي أَبِي، وَمِنْ حَلِفِ أَبِي عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ»، وَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: { وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى [1] } پوری روایت [2] کا مفہوم یہ ہے: ابورمثہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (تو چونکہ مجھ میں اپنے باپ کی مشابہت بہت تھی اس لئے) حضور ﷺ نے پوچھا میرے والد سے کہ یہ تمہارے بیٹے ہیں؟ تو میرے والد نے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم، حضور ﷺ نے فرمایا بالکل صحیح کہہ رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں تو اس پر حضور ﷺ مسکرا کر ہنس پڑے دو وجہ سے ایک تو میری اپنے باپ کے ساتھ پوری پوری مشابہت کی وجہ سے، دوسرے میرے والد کے قسم کھانے پر میرے بارے میں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بات ذہن میں رکھنا کہ نہ تو تیرا بیٹا تجھ پر جنایت کرتا ہے اور نہ تو اس پر جنایت کرتا ہے، آپ ﷺ نے اسلامی قانون سے اس کو آگاہ کیا کہ اسلام میں یہ نہیں ہے کہ جنایت کرے کوئی اور سزا ملے اس کی کسی اور کو، اسلام میں تو یہ ہے کہ اگر کسی کا باپ کسی پر جنایت کرے گا تو اس کی سزا جنایت کرنے والے ہی کو ملے گی، اور اس کے بیٹے یا کسی اور عزیز کو نہیں ملے گی، اور ایسے ہی اگر کسی کا بیٹا کسی پر جنایت کرے تو اس کی سزا اسی کو ملے گی باپ کو نہیں ملے گی، اور استدلال میں آپ ﷺ نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی جو اوپر مذکور ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ ہے، جس کی وجہ سے مصنف اس حدیث کو یہاں لائے ہیں: وَكَانَ قَدْ لَطَخَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَّاءِ کہ اس وقت آپ ﷺ نے اپنی داڑھی میں حناء کا خضاب کر رکھا تھا۔

---

[1] اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا (سورۃ الانعام ١٦٤)

[2] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب لا يؤخذ أحد بجريرة أخيه أو أبيه ٤٤٩٥

آپ ﷺ کے خضاب کے بارے میں اختلاف روایات: اور اسکے بعد کی حدیث میں ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَخْضِبْ»، وَلَكِنْ قَدْ خَضَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا" کہ ان سے سوال کیا گیا حضور ﷺ کے خضاب کے بارے میں تو انہوں نے آپ سے خضاب کی نفی کی کہ آپ نے خضاب نہیں کیا ہاں ابو بکر و عمرؓ نے کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں آپ ﷺ کے خضاب کے بارے میں نفیاً و اثباتاً تعارض ہے، اسکی کئی توجیہیں ہو سکتی ہیں، خضب لحيته يعني بعضها، ولم يخضب اي كلها، اور یا یہ کہا جائے قد خضب اي لحيته، ولم يخضب اي رأسه، اور ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے انه خضب في وقت وترك في معظم الاوقات فاخبر كل بما رآه [1]۔

آپ ﷺ نے کسی زمانہ میں خضاب کیا اور کسی میں نہیں کیا، جس نے جس طرح دیکھا اسی کی خبر دیدی، لہذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں اور ایک توجیہ ابن رسلان نے کی ہے کہ جہاں پر ہے "خضب" اس سے مراد ہے لحیہ یا رأس، اور جہاں پر ہے "لم یخضب" اس سے مراد ہے یدین اور رجلین، قال صاحب "البذل" أن وجه الجمع هذا ليس بصواب، بل الصواب ما كتب مولانا محمد يحيى المرحوم الى آخره۔ اس کے بعد وہی توجیہات ہیں جو اوپر لکھی گئیں۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي مختصراً ومطولاً، قاله المنذري۔

۴۲۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَخْضِبْ»، وَلَكِنْ قَدْ خَضَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا".

ترجمہ حضرت انسؓ سے نبی اکرم ﷺ کے خضاب کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب نہیں لگایا لیکن ابو بکرؓ و عمرؓ نے خضاب لگایا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٣٥٧) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٥٥) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٤١) سنن النسائي - الزينة (٥٠٨٦) سنن أبي داود - الترجل (٤٢٠٩) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٢/٣)

١٨ - بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ الصُّفْرَةِ

زرد خضاب لگانے کا بیان [2]

۴۲۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ أَبُو سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٩٥-٩٦

[2] لم الخضاب بالحمرة والصفرة، واما بالسواد فمكروه عند الجمهور، ومنهم الائمة الثلاثة فقيل تنزيها وقيل تحريما وعند مالك خلاف الاولى، لكن الكراهة عندنا في غير الحرب، اما للحرب فمحمود بلا خلاف عند الحنفية كما في حاشية ابن عابدين، وفي رواية عندنا يجوز بلا كراهة مطلقا اي الغزو وغيره وكان عثمان وكذا الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهم يخضبون بالسواد واما علي لكان لا يخضب مطلقا (ملخصا من التراجم ج٥ ص ٩٦)

عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ، وَالزَّعْفَرَانِ» ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سبتی چپل (بے بال چمڑے کی چپل) پہنا کرتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس (زرد یمنی بوٹی) سے اور زعفران سے رنگا کرتے تھے اور ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٦٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٣) صحيح مسلم - الحج (١١٨٧) سنن النسائي - الطهارة (١١٧) سنن النسائي - الزينة (٥٠٨٥) سنن أبي داود - الترجل (٤٢١٠) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) موطأ مالك - الحج (٧٤١)

شرح الحدیث: اس حدیث سے خضاب اصفر کا ثبوت ہوا اگرچہ وہ ورس اور زعفران ہی کے ذریعہ ہو، اور منع جو حدیث میں آیا ہے اسکا تعلق ثیاب سے ہے کہ مرد کو اپنے کپڑے اس رنگ میں رنگنا جائز نہیں، اور اسکے بعد والی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ خالص حنا اور حنا و کتم دونوں کو ملا کر خضاب کرنا ان دونوں کے مقابلہ میں خضاب اصفر بہتر ہے۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٢١١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا» قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ، فَقَالَ: «هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا» ، قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ، فَقَالَ: «هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا كُلِّهِ» .

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کتنا خوبصورت ہے پھر ایک شخص گزرا جس نے مہندی اور کتم (ایک جڑی بوٹی ہے اسکے پتے زیتون کے درخت کے پتے جیسے ہوتے ہیں، ھامش البذل) کا خضاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ (دوسرا والا) اس (پہلے والے) سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے پھر ایک اور شخص گزرا جس نے زرد رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ (زرد خضاب والا شخص) ان سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤٢١١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٢٧).

١٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ السَّوَادِ

سیاہ خضاب لگانے کا بیان

خضاب اسود کا حکم پہلے گزر چکا، وحاصله: يكره عند الجمهور، ومنهم الائمة الثلاثة، فقيل تحريمًا وقيل تنزيهًا، وعند مالك

خلاف الاولی ❶ وفی البذل: یکرہ تحریمًا، وکذا قال النووی انہ حرام علی الاصح، واما للحرب فقد تقدم انہ یجوز بلا کراھۃ، وفی روایۃ عن الحنفیۃ الجواز مطلقًا، وفی الفتاوی الامدادیۃ للشیخ التھانوی رحمہ اللہ تعالی، ھو حرام۔

٤٢١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اخیر زمانے میں لوگ کبوتر کے پوٹے کی مانند سیاہ خضاب کریں گے۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

تخریج سنن النسائي - الزينة (٥٠٧٥) سنن أبي داود - الترجل (٤٢١٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٣/١)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ اخیر زمانہ میں ایسے ہونگے جو اپنے بالوں میں سیاہ خضاب کریں گے ایسا سیاہ جیسا جنگلی کبوتر کا پوٹا ہوتا ہے، یہ لوگ جنت کی بو بھی نہ پائیں گے۔

حدیث کے آخری جملہ کے تین مطلب ہوسکتے ہیں: ① عدم دخول جنت، یعنی دخول اوّلی کی نفی، لازم بول کر ملزوم کی نفی کی گئی ہے، ② دوسرا مطلب یہ کہ جنت میں اگرچہ جائیں گے لیکن وہاں کی خوشبو سے محروم رہیں گے، ③ اہل جنت کو قیامت کے روز میدان حشر میں جنت سے وہاں کی خوشبو اور مہک آئے گی لیکن ان لوگوں کو نہیں آئے گی، کذا اتذکر ھذہ المعانی الثلاثۃ من حضرۃ الشیخ رحمہ اللہ تعالی۔

اس پر أوجز المسالك ❷ میں کلام کیا ہے ففیہ وروی ابو داؤد والنسائی عن ابن عباس مرفوعاً یکون فی آخر الزمان الحدیث واخطأ ابن الجوزی، کما قالہ الحافظ حیث اوردہ فی الموضوعات وقال انہ لایصح، ففیہ عبد الکریم وھو ابن ابی المخارق فان عبد الکریم ھذا ھو ابن مالك الخدری (والصواب: الجزری) وھو ثقۃ مخرج لہ فی الصحیحین: ولو سلم انہ ابن ابی المخارق فقد روی عن مالك وھو لا یروی الا عن ثقۃ عندہ، الی آخر ما فیہ، والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٢٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الِانْتِفَاعِ بِالْعَاجِ

ہاتھی دانت سے انتفاع کا بیان

٤٢١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الشَّامِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْمُنَبِّهِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ كَانَ آخِرُ عَهْدِهِ

---

❶ وفی الموطأ قال مالك: «صبغ الشَّعر بالسَّواد لم أسمع في ذلك شيئًا معلومًا وغيرُ ذلك من الصبغ أحبُّ إليَّ». (موطأ مالك — كتاب الجامع — باب ما جاء في صبغ الشعر ٣٤٩٧)

❷ أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٧ ص ٤٤

بِإِنْسَانٍ مِنْ أَهْلِهِ فَاطِمَةَ، وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا إِذَا قَدِمَ فَاطِمَةَ، فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ لَهُ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا - أَوْ سِتْرًا - عَلَى بَابِهَا، وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ، فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَظَنَّتْ أَنَّ مَا مَنَعَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَا رَأَى، فَهَتَكَتِ السِّتْرَ، وَفَكَّكَتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ، وَقَطَّعَتْهُ بَيْنَهُمَا، فَانْطَلَقَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا يَبْكِيَانِ، فَأَخَذَهُ مِنْهُمَا، وَقَالَ: «يَا ثَوْبَانُ، اذْهَبْ بِهَذَا إِلَى آلِ فُلَانٍ - أَهْلِ بَيْتٍ بِالْمَدِينَةِ - إِنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا، يَا ثَوْبَانُ، اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ، وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ».

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سفر پر تشریف لے جاتے تو جس شخص سے سب سے آخر میں ملتے وہ حضرت فاطمہؓ ہوتیں اور واپس تشریف آوری پر سب سے پہلے جن کے یہاں جاتے وہ حضرت فاطمہؓ ہوتیں پس آپ ﷺ اپنے ایک غزوے سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے اپنے گھر کے دوازے پر ایک پردہ لٹکایا ہوتھا اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو چاندی کے دو کڑے پہنا دیئے تھے پس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اندر تشریف نہ لائے حضرت فاطمہؓ بھانپ گئیں کہ ان کو داخل ہونے سے اس صورت حال نے روکا جو آپ ﷺ نے دیکھی ہے انہوں نے پردہ چاک کر دیا اور دونوں بچوں کے کڑے اتار دیئے اور (کھول کر) انہیں تھما دیئے۔ وہ دونوں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے وہ دونوں کڑے لے لئے اور ارشاد فرمایا کہ اے ثوبانؓ! یہ لے کر فلاں کے گھر والوں کے پاس جاؤ جو مدینہ کا ایک گھرانہ تھا، یہ تو میرے گھر والے ہیں میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگانی میں ہی کھالیں اے ثوبان! فاطمہ کیلئے پٹھے کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خریدلو۔

تخریج: سنن أبي داود - الترجل (٤٢١٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٧٥)

شرح الحديث: حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کہیں سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل خانہ میں سے سب سے اخیر میں جس سے ملاقات فرماتے وہ فاطمہؓ ہوتیں اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے گھر والوں میں فاطمہؓ ہی سے ملتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے استقبال اور اظہار مسرت میں حضرت فاطمہؓ نے اپنے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ آویزاں کر دیا اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ ان دونوں بچوں کو چاندی کے دو کڑے پہنا دیئے تو حسب معمول آپ ﷺ اس سفر سے واپسی میں سب سے پہلے ان کے دروازہ پر پہنچے لیکن اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ واپس لوٹ گئے، فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ اس پردہ کی وجہ سے لوٹے ہیں چنانچہ انہوں نے اس پردہ کو چاک کر دیا اور وہ دونوں کڑے ان بچوں کے ہاتھوں سے کھول کر ان ہی کو تھما دیئے وہ دونوں بچے روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے وہ ان بچوں کے ہاتھوں میں سے لے کر ثوبان سے فرمایا کہ ان کو فلاں گھر

والوں کو دے آؤ (غریبوں کے پاس بھجوا دیئے) اور پھر فرمایا کہ میں اپنے گھر کے آدمیوں کیلئے یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنی دنیوی زندگی میں مزے اڑائیں اور فرمایا آپ ﷺ نے: اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ، وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ، کہ فاطمہ کیلئے ایک ہار بازار سے خرید لے عصب کا بنا ہوا اور دو کڑے خرید لے عاج کے بنے ہوئے۔

الكلام على فقه الحديث والترجمة: ترجمۃ الباب میں انتفاع بالعاج مذکور ہے، مصنف نے اس حدیث سے اسکے جواز کو ثابت کیا ہے، عاج کے ایک معنی یا یہ کہ مشہور معنی عظم الفیل، ہاتھی دانت کے ہیں لیکن ہاتھی دانت امام شافعی کے نزدیک نجس ہے اور حنفیہ کے نزدیک طاہر ہے اس صورت میں حدیث شافعیہ کے خلاف ہوگی ممکن ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہوں کہ عاج سے مراد یہاں اس کے دوسرے معنی ہیں "الذَّبل" یعنی کچھوے کی جلد، اور میتۃ البحر جمہور کے نزدیک چونکہ پاک ہے اس لئے ذبل مراد لینے میں کوئی اشکال نہ ہوگا، ففی البذل قال في القاموس العاج: الذبل وعظم الفيل، والذبل بفتح الذال المعجمة وسكون الموحدة على وزن فلس، قال في القاموس والذبل جلد السلحفاة البحرية أو البرية الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ عاج کے معروف معنی وہی ہیں ہاتھی دانت کے جس کا اعتراف امام خطابی نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں: فأما العاج الذي تعرفه العامة: فهو عظم أنياب الفيلة [1]، اور اس سے پہلے انہوں نے یہ کہا اصمعی سے نقل کرتے ہوئے کہ عاج کے معنی ذبل کے ہیں اور معروف معنی مراد لینے سے بظاہر خطابی انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ ہاتھی دانت کا استعمال تو جائز نہیں وہ میتہ ہے۔

حاشیہ بذل میں ابن قدامہ سے امام مالک کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ فیل امام مالک کے نزدیک ماکول اللحم ہے: وذهب مالك إلى أن الفيل إن ذكي فعظمه طاهر لأن الفيل عنده مأكول لیکن شیخ نے دردیر مالکی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تصریح کی ہے عاج کی کراہت کی یا اسکے نجس ہونے کی [2] اسی طرح صاحب حیاۃ الحیوان [3] نے فیل کی بحث میں فقہاء کے اقوال اسکی حلت وحرمت میں نقل کئے ہیں، مالکیہ کے نزدیک اس کا حلال ہونا انہوں نے بھی نہیں لکھا۔

آخر كتاب الترجل

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٢٧٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٠٢

[3] حياة الحيوان الكبرى للدميري — ج ٢ ص ٢٧٦

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الخَاتَمِ

انگوٹھی کا بیان

١ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّخَاذِ الخَاتَمِ

انگوٹھی بنانے کا بیان

لبس خاتم شافعیہ، مالکیہ کے صحیح قول میں مطلقاً مباح ہے کما فی الابواب والتراجم عن المحلی، اور حنفیہ کے نزدیک ضرورۃً اس کا پہننا مباح ہے، اور بلا ضرورت اس کا ترک اولیٰ ہے کما فی الشرح الشمائل للقاری[1]، حنفیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو "باب من کرھہ" میں گزری ہے وَلُبُوسِ الخَاتَمِ، إِلَّا لِذِي سُلْطَانٍ[2]۔

٤٢١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى بَعْضِ الأَعَاجِمِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ".

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض عجمی فرمانرواؤں (قیصر، کسریٰ اور نجاشی) سے خط و کتابت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ان بادشاہوں کے یہاں یہ عادت ہے کہ وہ خط کو بغیر مہر لگائے قبول نہیں کرتے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ کندہ کرالیا۔

شرح الحدیث آپ ﷺ کے انگوٹھی بنوانے کا قصہ اور اس میں روایات مختلفہ کی تحقیق و توجیہ:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بعض ملوک عجم کی طرف دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور بخاری میں اس طرح ہے: أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ[3]، تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ان بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ یہ کوئی خط جس پر مہر نہ ہو اسکو قبول نہیں کرتے، اس پر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی (اور چونکہ وہ آپ

[1] جمع الوسائل في شرح الشمائل — ج ١ ص ١٣٩

[2] سنن أبي داود – كتاب اللباس – باب من كرهه ٤٠٤٩

[3] صحيح مسلم – كتاب اللباس والزينة – باب في اتخاذ النبي صلى الله عليه وسلم خاتم لما أراد أن يكتب إلى العجم ٢٠٩٢

ﷺ کے نام نامی کی مہر تھی اسلئے اس پر) محمد رسول اللہ کا نقش کرالیا۔

یہ حدیث بروایت انسؓ ہے حضرت انسؓ کی اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں ایک بطریق قتادہ عن انس جو کہ حدیث الباب ہے، دوسری بطریق ابن شہاب عن انس جس کو مصنف نے آئندہ باب میں ذکر کیا ہے، پہلی روایت میں جو بطریق قتادہ ہے اس میں حضور ﷺ کے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے اور دوسرے طریق والی روایت میں یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی ایک روز لوگوں نے بھی ایسی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں آپ ﷺ نے اسکو پھینک دیا لوگوں نے بھی پھینک دیا اور ابن عمرؓ کی حدیث میں جو اسی باب میں آگے مذکور ہے یہ ہے کہ اولاً آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں جب آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو اسکو پھینک دیا اسکے بعد آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جسکو آپ ﷺ پہنتے رہے ابن عمرؓ کی اس حدیث کے تمام طرق میں اسی طرح ہے بخلاف حدیث انسؓ کے کہ اسکے ایک طریق میں خاتم فضہ کا پھینکنا مذکور ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے خاتم کے بارے میں متعدد ابواب قائم کیے ہیں اولاً باب خواتیم الذهب کا جس میں ایک روایت عبداللہ ابن عمرؓ کی ذکر فرمائی جس میں خاتم ذہب کا پھینکنا مذکور ہے اسکے بعد 'باب خاتم الفضة' کا باب قائم کیا جس میں دو روایتیں ذکر فرمائیں ایک یہی ابن عمرؓ کی جس میں طرح خاتم الذہب مذکور ہے پھر ایک دوسری روایت حضرت انسؓ کی بطریق زہری ذکر فرمائی جس میں طرح خاتم الفضہ مذکور ہے اور پھر ایک تیسرے باب میں 'باب نقش الخاتم' میں حضرت انسؓ کی دوسری حدیث بطریق قتادہ ذکر فرمائی جس میں صرف لبس خاتم فضہ مذکور ہے اسکے پھینکنے کا ذکر نہیں یعنی وہی روایت جو یہاں باب کی پہلی حدیث ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ کی روایت میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں صرف خاتم ذہب کے پھینکنے کا ذکر ہے بخلاف حدیث انسؓ کے کہ اسکے طریق میں خاتم فضہ کا پہننا مذکور ہے اور دوسرے طریق میں خاتم فضہ کا پھینکنا مذکور ہے۔ الابواب والتراجم میں حضرت شیخؒ لکھتے ہیں: قال الحافظ[1] تحت رواية طرح خاتم الفضه، هكذا روى الحديث الزهري عن أنس واتفق الشيخان على تخريجه من طريقه ونسب فيه إلى الغلط لأن المعروف أن الخاتم الذي طرحه النبي صلى الله عليه وسلم بسبب اتخاذ الناس مثله إنما هو خاتم الذهب كما صرح به في حديث بن عمر قال النووي تبعا لعياض قال جميع أهل الحديث هذا وهم من بن شهاب لأن المطروح ما كان إلا خاتم الذهب ومنهم من تأوله كما سيأتي قال الحافظ وحاصل الأجوبة ثلاثة ثم ذكرها وزاد عليه من عنده وجها رابعا، ذكره فارجع اليه.

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث انسؓ بطریق زہری جس میں خاتم فضہ کا طرح مذکور ہے یہ بخاری و مسلم دونوں میں مذکور ہے اور

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١٠ ص ٣١٩ - ٣٢٠

بقول امام نوویؒ اور عیاضؒ کے باتفاق محدثین یہ حدیث وہم ہے، یعنی اپنے ظاہر کے اعتبار سے اگر کوئی تاویل نہ کی جائے، الا یہ کہ اسکی کوئی تاویل کی جائے تو پھر درست ہو سکتی ہے اور بعض محدثین نے اسکی توجیہات ذکر بھی کی ہیں جن کو حضرت شیخؒ نے بھی الابواب میں ذکر نہیں فرمایا اسی طرح ہم بھی ان کو چھوڑتے ہیں من شاء رجع الی الشروح۔

زہریؒ کی روایت کی طرف ایک تاویل یہاں نقل کرتا ہوں جس کو علامہ [1] سندیؒ نے حاشیۂ نسائی میں ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں ان ثبتت فطرحه خاتم الفضة فلعله لكراهة الزينة تنزيها وكان يلبسه أحيانا بعد ذلك لبيان الجواز ولا يلبسها في غالب الأوقات اھ اس تاویل کے بعد حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ دونوں کی روایات کے مجموعہ کا حاصل یہ ہوگا کہ اولاً آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اس کو آپ ﷺ نے شروع شروع میں پہنا اس پر لوگوں نے بھی خاتم ذہب بنوا کر پہننا شروع کر دیا آپ ﷺ نے اس خاتم ذہب کو پھینک دیا اور فرمایا کہ آئندہ اس کو کبھی نہ پہنوں گا جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اس کو پھینک دیا اس کے بعد آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ضرورۃً مہر لگانے کیلئے جس کو آپ ﷺ مہر کیلئے استعمال فرماتے تھے اور اکثر اوقات پہنتے نہ تھے لکراهة الزينة تنزيها اور کبھی کبھار بیان جواز کے لئے پہن بھی لیتے تھے چنانچہ نسائی کی روایت میں ہے جس کے پیش نظر علامہ سندی نے تاویل مذکور بیان کی فكان يختم به ولا يلبسه (ای خاتم الفضة) اس صورت میں زہری کی روایت کو وہم قرار دینے کی ضرورت نہیں ویسے ہیں بھی زہری بڑے امام حدیث۔

یہ علامہ سندی کی تاویل جو مذکور ہوئی ایسا لگتا ہے کہ مصنف کی رائے بھی یہی ہے اس لئے کہ مصنف نے اولاً باب قائم کیا باب ماجاء في اتخاذ الخاتم، اور پھر دوسرا باب 'باب ما جاء في ترك [2] الخاتم' قائم کر کے اسکے تحت یہی حدیث زہری ذکر کی اور پھر اس پر سکوت کیا اور خود امام ابو داؤدؒ سے منقول ہے اپنی اس سنن کے بارے میں: وما لم أذكر فيه شيئاً فهو صالح [3] جیسا کہ مقدمہ میں اسکی تفصیل گزر چکی، هذا والله سبحانه وتعالى اعلم ،فتدبر وتشكر لعلك لا تجد هذا التوضيح في غير هذا الشرح۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي بنحوه مختصراً ،قاله المنذري۔

٤٢١٥ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، بِمَعْنَى حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، زَادَ: «فَكَانَ فِي يَدِهِ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُمَرَ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُثْمَانَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ بِئْرٍ إِذْ سَقَطَ فِي الْبِئْرِ، فَأَمَرَ بِهَا فَنُزِحَتْ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ».

---

[1] اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ زہری کی روایت میں خاتم فضہ کو پھینکنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیشہ کیلئے اسکو پھینک دیا بلکہ اکثر اوقات کے لحاظ سے اسکو ترک فرمادیا صرف مہر لگانے کے کام میں لاتے ویسے نہ پہنتے۔ (حاشية السندي على النسائي ـــ ج ٨ ص ١٩٥)

[2] في ترك الخاتم اى ترك لبس الخاتم لا الترك مطلقًا۔ ١٢

[3] شرح سنن أبي داود للعيني ـــ ج ١ ص ٣٠

ترجمہ: قتادہ نے حضرت انسؓ سے گزشتہ حدیث عیسیٰ بن یونس کی حدیث کی طرح نقل کی۔ اس میں خالد راوی نے یہ اضافہ کیا کہ...... یہ انگوٹھی حضور ﷺ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی اسکے بعد صدیق اکبرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہی پھر عمر فاروقؓ کی وفات تک ان کے پاس رہی اور پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی (۶ سال تک) پھر ایک موقع پر حضرت عثمانؓ ایک کنویں (جس کا نام بئر اریس تھا) کے پاس تشریف فرما تھے وہ انگوٹھی اچانک کنویں میں گر گئی تو حضرت عثمانؓ نے حکم دیا جس پر کنویں کا سارا پانی نکالا گیا (اور انگوٹھی کو تلاش کیا گیا) لیکن عثمانؓ کو وہ انگوٹھی نہ مل سکی۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٦٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٢) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٩) سنن النسائي - الزينة (٥١٩٦) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢١٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٩)

شرح الحدیث: اس کے بعد دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے: زَادَ: «فَكَانَ فِي يَدِهِ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُمَرَ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُثْمَانَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ بِئْرٍ إِذْ سَقَطَ فِي الْبِئْرِ، فَأَمَرَ بِهَا فَنُزِحَتْ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ». یعنی یہ چاندی کی انگوٹھی آپ کے دستِ مبارک میں اخیر تک رہی۔ ہاتھ میں رہنے کا مطلب علامہ سندیؒ کی تاویل کے پیش نظر یہ ہو گا کہ آپ کے پاس رہی مہر لگانے کیلئے، ظاہر ہے کہ ہر وقت انگوٹھی پہن کر کیا کریں گے۔ اور پھر اسی طرح صدیق اکبر اور عمر فاروق کے پاس رہی اور پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس، مگر ان کے پاس سے بئر اریس میں جو قبا میں ہے گر گئی، موصوف کے حکم سے اس کو تلاش کرنے کیلئے کنویں کا پانی کھینچا گیا اور اس کی تلاش میں بہت سعی کی گئی مگر وہ ہاتھ نہ آئی نہ جانے وہ خاتم مبارک کیسی تھی؟ کیا اس میں راز تھا؟ کہتے ہیں کہ اس کے گم ہونے کے بعد ہی سے حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فتنے شروع ہوئے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ، جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسَ قَالَ: فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ، قَالَ: فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ، فَنَزَحَ الْبِئْرَ فَلَمْ يَجِدْهُ [1] یعنی تین دن تک ہم اس کنویں پر تلاش کرنے کیلئے آتے رہے، حضرت عثمان کے ساتھ، اس پر حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں: قال بعض العلماء: كان في خاتمه صلى الله عليه وسلم من السر شيء مما كان في خاتم سليمان عليه السلام لأن سليمان لما فقد خاتمه ذهب ملكه وعثمان لما فقد خاتم النبي صلى الله عليه وسلم انتقض عليه الأمر وخرج عليه الخارجون وكان ذلك مبدأ الفتنة التي أفضت إلى قتله واتصلت إلى آخر الزمان [2]۔

٤٢١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ، قَالَ: «كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ فَصُّهُ حَبَشِيٌّ».

---

[1] صحيح البخاري — كتاب اللباس — باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر ٥٥٤٠

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر — ج ١٠ ص ٣٢٩

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی طرز پر بنا ہوا تھا (یا مطلب یہ کہ اس کا بنانے والا حبشی تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٦٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٢) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٩) سنن النسائي - الزينة (٥١٩٦) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢١٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٩)

٤٢١٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ كُلُّهُ فَصُّهُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی بنی ہوئی تھی اور اسکا نگینہ بھی اسی (چاندی) کا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٦٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٢) جامع الترمذي - اللباس (١٧٣٩) سنن النسائي - الزينة (٥١٩٦) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢١٧) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٩)

شرح الاحادیث: حَدَّثَنِي أَنَسٌ، قَالَ: «كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ فَصُّهُ حَبَشِيٌّ»، اور دوسرے طریق میں ہے، مِنْ فِضَّةٍ كُلُّهُ فَصُّهُ مِنْهُ، یعنی آپ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ حبشی تھا یعنی حبشہ کے پتھروں میں سے کوئی پتھر، لیکن چونکہ دوسری روایت میں یہ آرہا ہے کہ فَصُّهُ مِنْهُ کہ اس کا رنگ بھی چاندی ہی کا تھا اس لئے حبشی کے معنی یہ لئے جائیں: على الوضع الحبشي، یا یہ کہ صانعہ حبشی اور اگر حبشی سے مراد پتھر ہی لیا جائے تو پھر اسکو تعدد خاتم پر محمول کیا جائے کہ ایک انگوٹھی ایسی تھی اور ایک ایسی، بلکہ ایک انگوٹھی اور تھی یعنی خاتم حدید جس پر چاندی کا پانی پھرا ہوا تھا کما سیأتی فی محلہ۔ الطریق الاول اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، والثانی اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی بنحوہ، قالہ المنذری۔

٤٢١٨ - حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِمَ الذَّهَبِ، فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ، وَقَالَ: «لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا». ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ لَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ، ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَهُ عُثْمَانُ، حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يَخْتَلِفِ النَّاسُ عَلَى عُثْمَانَ حَتَّى سَقَطَ الْخَاتَمُ مِنْ يَدِهِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگ (نگینہ) اپنے ہتھیلی کے اندرون کی طرف کر لیا اور اس میں، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ نقش کروایا (یہ اس زمانے کی بات ہے جب مردوں پر سونے کی حرمت نہیں آئی تھی) پس لوگوں نے بھی (آپ ﷺ کی دیکھا دیکھی) سونے کی انگوٹھیاں بنائیں۔ پھر جب حضور ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھیاں تیار کروائی ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس انگوٹھی کو نکال پھینکا اور ارشاد فرمایا کہ میں اس انگوٹھی کو کبھی نہ پہنوں گا (پھینکنے کا مطلب اپنے استعمال سے نکال کر عوتوں اور فقراء مساکین کو دے دیا)۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ نقش کرایا پھر اس انگوٹھی کو آپ ﷺ کے بعد ابو بکرؓ نے پہنا پھر ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے (اپنی خلافت کے دوران) پہنا پھر حضرت عثمانؓ نے (خلافت کے شروع سالوں میں) پہنا یہاں تک کہ بئر اریس کنویں میں یہ انگوٹھی گر گئی۔

شرح الحدیث: خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ الخ یہ وہ حدیث ابن عمرؓ ہے جس کا مضمون پہلے گزر چکا جس میں یہ ہے کہ مطروح خاتم ذہب تھی نہ کہ خاتم فضہ نیز اس میں یہ بھی ہے کہ اس خاتم کا نقش مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ تھا اور اسکے بعد والے طریق میں یہ ہے وَقَالَ: «لَا يَنْقُشُ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هَذَا»، کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر میری انگوٹھی والا نقش نہ بنائے اس لئے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی تو آپ ﷺ کی مہر تھی مہر میں تو اسی کا نام ہوتا ہے جس کی وہ مہر ہے نام ہو یا کوئی خاص علامت۔

ایک شبہ اوراسکی توجیہ: اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آپ ﷺ کی خاتم کے بارے میں تو یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وہ صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے پاس رہی، تو کیا یہ حضرات اسی خاتم کو استعمال فرماتے تھے؟ تو پھر یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہو جائے گا اور ویسے بھی خلاف مصلحت بلکہ خلاف عقل بات ہے کہ ایک شخص کی مہر دوسرا شخص استعمال کرے اس لئے کہ آپ ﷺ کی خاتم ان حضرات خلفاء ثلاثہ کے پاس مہر لگانے کیلئے نہیں تھی بلکہ وہ تو تبرک کیلئے ہوتی تھی اور ان حضرات کی خواتیم کے نقوش الگ الگ تھے، چنانچہ منقول ہے کہ صدیق اکبرؓ کا نقش خاتم نِعْمَ القَادِرُ اللهُ تھا جیسا کہ شرح معانی الآثار للطحاوی [1] میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا نقش عبد ذلیل لرب جلیل [2] تھا، اور اسی طرح دوسرے حضرات کے نقوش بھی مختلف تھے۔

اس نقش کے بارے میں بخاری کی روایت میں ہے: كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُولُ سَطْرٌ وَاللهِ سَطْرٌ [3] فتح

---

[1] شرح معاني الآثار للطحاوي – ج٤ ص ٢٦٤

[2] كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال – ج٥ ص ٦٣٧ (مؤسسة الرسالة الطبعة: الطبعة الخامسة، ١٤٠١هـ)

[3] صحيح البخاري – كتاب الخمس – باب ما ذكر من درع النبي صلى الله عليه وسلم وعصاه وسيفه وقدحه ٢٩٣٩

الباری میں ہے کہ بخاری کی اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش خاتم کی عبارت صرف اتنی ہی تھی لیکن حضرت انسؓ کی اس روایت میں جس کی تخریج ابو الشیخ نے کی ہے اس میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ہے لیکن یہ زیادتی شاذ ہے اسکے راوی عرعرہ بن البرند کی ابن المدینی نے تضعیف کی ہے اب یہ کہ ان کلمات کی ترتیب کتابت کیا تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ جو ترتیب تلفظ کی ہے وہی کتابت کی تھی اور بعض علماء سے منقول ہے کہ اسکی کتابت نیچے سے اوپر کی طرف تھی سب سے اوپر لفظ "اللہ" اور اس کے نیچے "رسول" اور اس کے نیچے "محمد"[1]، اور دوسری بات یہ لکھی ہے جو "بذل" میں بھی مذکور ہے کہ بعض کی رائے تو یہ ہے کہ نقش کتابت جس طرح طباعت کے لئے ہوا کرتا ہے اسی طرح تھا یعنی مقلوب، اور کہا گیا ہے کہ اس کی کتابت سیدھی ہی تھی لیکن مہر جب لگائی جاتی تھی تو سیدھی ہی پڑھی جاتی تھی، وهذا من خصائصه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم[2]۔

حدیث الباب میں ہے: وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھی کا نگ ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف رکھا کرتے تھے، یہ ابن عمرؓ کی روایت ہے اسکے بعد والے باب میں بھی اسی طرح آرہا ہے اور اس میں ایک دوسری روایت ابن عباسؓ سے بھی آرہی ہے اس میں وَجَعَلَ فَصَّهُ عَلَى ظَهْرِهَا[3] ہے، مرقاۃ الصعود میں ہے: قال العلماء: حديث الباطن أصح وأكثر، وهو الأفضل، وقال ابن رسلان: يجوز أن يكون فعل ذلك في وقت لبيان الجواز، كذا في البذل[4]۔

فائدہ: في شرح الشمائل للباجوري وفي مستدرك الحاكم عن وهب لم يبعث الله نبيا الا وعليه شامة النبوة في يده اليمنى الا نبينا فان شامة النبوة كانت بين كتفيه خصوصية له وبه جزم السيوطي في خصائصه، وهل ولد به او وضع حين ولد او عند شق صدره اوحين نبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اقوال، قال الحافظ ابن حجر اثبتها الثالث وبه جزم عياض اه.

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي بنحوه، قاله المنذري۔

۴۲۱۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي هَذَا الْخَبَرِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، وَقَالَ: «لَا يَنْقُشُ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هَذَا» ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے اسی گزشتہ حدیث کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے (اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ) پس

---

1. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ٣٢٩
2. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٠٦
3. سنن أبي داود - كتاب الخاتم - باب ما جاء في التختم في اليمين أو اليسار ٤٢٢٩
4. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٢٠

اس انگوٹھی پر مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ نقش فرمایا اور ارشاد فرمایا میری انگوٹھی کے اس نقش (کندہ) کے مطابق کوئی آدمی نقش نہ کرائے (کیونکہ اس طرح انگوٹھیوں کے مل جانے کا اندیشہ ہے البتہ آپ ﷺ کی زندگی میں یہ ممانعت تھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ ممانعت ختم ہوگئی) اس کے بعد گزشتہ حدیث کی طرح راوی نے حدیث نقل کی ہے۔

۴۲۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهَذَا الْخَبَرِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَاتَّخَذَ عُثْمَانُ خَاتَمًا، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ، أَوْ يَتَخَتَّمُ بِهِ.

ترجمہ ابن عمرؓ سے اسی گزشتہ حدیث کی طرح حضور ﷺ سے حدیث مروی ہے (اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب انگوٹھی بئر اریس میں گر گئی تو) حضرت صحابہؓ نے اس انگوٹھی کو ڈھونڈا وہ نہیں ملی تو حضرت عثمانؓ نے ایک اور انگوٹھی بنائی اور اس میں مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ کندہ کرایا ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اس انگوٹھی کے ذریعے مہر لگاتے تھے (یا یوں کہا) حضرت عثمانؓ اس انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہنتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (۵۵۲۷) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (۶۲۷۵) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (۶۸۶۸) صحيح مسلم - اللباس والزينة (۲۰۹۱) سنن أبي داود - الخاتم (۴۲۱۸) سنن ابن ماجه - اللباس (۳۶۳۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۹۴/۲)

۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی استعمال نہ کرنے کا بیان

۴۲۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا، فَصَنَعَ النَّاسُ، فَلَبِسُوا، وَطَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَرَحَ النَّاسُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَشُعَيْبٌ، وَابْنُ مُسَافِرٍ كُلُّهُمْ قَالَ: «مِنْ وَرِقٍ».

ترجمہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی تو لوگوں نے (اس انگوٹھی کو دیکھ کر) بھی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں پھر حضور ﷺ نے انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیوں کو پھینک دیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ کے شاگردوں میں (ابراھیم بن سعد کی طرح) زیاد بن سعد شعیب اور ابن مسافر تمام شاگردوں نے اس حدیث میں خاتم مِنْ وَرِقٍ نقل کیا ہے (گویا ابن شہاب زہریؒ کے چار شاگرد متفق ہیں کہ حدیث باب میں چاندی کی انگوٹھی حضور ﷺ نے اتار پھینکی تھی لیکن قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ زہری کو مِنْ وَرِقٍ

ذکر کرنے میں وہم ہوا ہے محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ابن شہاب زہری کا وہم ہے کیونکہ انگوٹھی پھینکنے کا واقعہ سونے والی انگوٹھی کے متعلق ہے[1]۔

تخریج صحيح البخاري - اللباس (٥٥٣٠) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٣) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٠)۔

شرح الحدیث یہ زہری کی وہی روایت ہے جس میں خاتم فضہ کی طرح کا ذکر ہے جس پر مفصل کلام پہلے آچکا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري۔

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الذَّهَبِ

سونے کی انگوٹھی پہننے کا بیان

خاتم الذهب في حق الرجال ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہے خلافاً لبعض السلف، ففي الأوجز عن المحلي: ورخص فيه طائفة منهم إسحاق بن راهويه، وقال مات خمسة من الصحابة وخواتيمهم من ذهب، رواه ابن أبي شيبة، وقال مصعب بن سعد: رأيت على طلحة وسعد وصهيب خواتيم من ذهب، رواه البخاري في ((تاريخه))، وعن حمزة والزبير ابن المنذر: أنهما نزعا من يد أبي أسيد خاتماً من ذهب حين مات، وكان بدرياً، رواه البخاري في ((تاريخه)) الى آخر ما في الأوجز[2]۔

٤٢٢٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ بْنَ الرَّبِيعِ، يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، كَانَ يَقُولُ: "كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ: الصُّفْرَةَ - يَعْنِي الْخَلُوقَ - وَتَغْيِيرَ الشَّيْبِ، وَجَرَّ الْإِزَارِ، وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ، وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّينَةِ لِغَيْرِ مَحَلِّهَا، وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ، وَالرُّقَى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَعَقْدَ التَّمَائِمِ، وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ أَوْ غَيْرِ مَحَلِّهِ - أَوْ عَنْ مَحَلِّهِ -، وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهِ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «انْفَرَدَ بِإِسْنَادِ هَذَا الْحَدِيثِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ»۔

ترجمہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ دس چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے: ① مردوں کیلئے زرد رنگ یعنی خلوق استعمال کرنا ② سفید بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا ③ شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ④ سونے کی انگوٹھی مردوں کو پہننا ⑤ عورت کا بے محل اپنی زینت کو ظاہر کرنا (یعنی شوہر کے علاوہ اعضاء زینت کو کھولنا) ⑥ شطرنج کھیلنا (کعاب نرد (کھیل) کا نگینہ۔ المکعب: (حساب میں کسی عدد کو چہار گنا سے ضرب دے کر حاصل ہونے والا عدد جیسے آٹھ دو کا مکعب

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٧ ص ١٠٩

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك— ج ١٦ ص ٤٦٧

ہے [1]۔⑦ جھاڑ پھونک کرنا (منع ہے) مگر معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس کے ذریعے جھاڑ پھونک کی جائے) ⑧ تعویذ گلے میں لٹکانا ⑨ بے محل پانی کو بہانا (یعنی آزاد بیوی کی رضامندی کے بغیر اس سے عزل کرنا بذل المجہود) ⑩ بچے کی (صحت) خراب کرنا (دودھ پلانے کے زمانے میں دودھ پلانے والی سے جماع کر کے بچے کی صحت بگاڑنا) حضور ﷺ نے اس آخری حکم کو حرام نہ فرمایا بلکہ مکرہ تنزیہی کے طور پر منع فرمایا۔ (تو غیر محرمہ کی ضمیر کا مرجع صرف فساد الصبی ہے [2])۔ امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اہل بصرہ منفرد ہیں، واللہ اعلم۔

تخريج سنن النسائي-الزينة (٥٠٨٨) سنن أبي داود-الخاتم (٤٢٢٢) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (١/ ٣٨٠)

شرح الحديث اس حدیث میں دس خصال کے بارے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ انکو مکروہ اور ناپسندیدہ فرماتے تھے۔
① مردوں کیلئے خلوق ② خضاب یعنی بالسواد ③ جر الازار یعنی اسبال ازار ④ تختم بالذہب ⑤ عورت کا اپنی زینت ظاہر کرنا بے محل، یعنی لغیر الزوج ⑥ اور ضرب بالکعاب۔ یہ ایک قسم کا کھیل ہے یوں سمجھئے کہ شطرنج کی ایک قسم ہے بارہ سیا، اٹھارہ سیا اس کو کہتے ہیں کسی تختہ وغیرہ پر خانے بنا کر کھیلتے ہیں (سمعت هٰذا التفسير من المفتي محمود حسن الكنكوهي رحمه الله تعالى) ⑦ اور رقی یعنی غیر اسلامی تعویذات و منتر الا یہ کہ آیات قرآنیہ وغیرہ سے ہوں ⑧ عقد التمائم تعویز گلے میں ڈالنا، اس میں بھی ایک استثناء ہے جو دوسری احادیث سے ثابت ہے تقدم فی محلہ ⑨ عزل الماء لغیر محلہ منی کا ضائع کرنا بے محل یعنی وطی فی الدبر، هكذا فسره العلامة السندي في حاشية النسائي، وحمله الشيخ في البذل على العزل المعروف، الذي تقدم في النكاح اعني اخراج الذكر عن الفرج قبل الانزال، والظاهر هو المعنى الاول لقوله في غير محله ⑩ فساد الصبی، اس سے مراد وہی غیل ہے جو کتاب الطب میں گزر چکا، اس آخری خصلت کے بارے میں حدیث میں ہے غیر محرمہ، یعنی اسکو آپ ﷺ نے مکروہ تنزیہی قرار دیا نہ کہ تحریمی۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الْحَدِيدِ

لوہے کی انگوٹھی پہننے کا بیان

٤٢٢٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ السُّلَمِيِّ الْمَرْوَزِيِّ أَبِي طَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهُ: «مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ» فَطَرَحَهُ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: «مَا لِي أَرَى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ» فَطَرَحَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ؟ قَالَ: «اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ، وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا» "وَلَمْ

---

[1] المعجم الوسيط مترجم مكتبہ رحمانیہ لاہور- ص ٩٥٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ١١١

يَقُلْ مُحَمَّدٌ: عَبْدَ اللهِ بْنَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يَقُلْ: الْحَسَنُ: السُّلَمِيَّ الْمَرْوَزِيَّ".

ترجمہ عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد بن قصیب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی تو حضور ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں تم سے بتوں کی بو محسوس کرتا ہوں اس پر اس شخص نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا (علامہ خطابی[1] فرماتے ہیں کہ بت پیتل سے تیار کئے جاتے تھے اسلئے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا) پھر وہ شخص حاضر خدمت ہوا اور لوہے کی انگوٹھی پہنا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں اہل جہنم کا زیور پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں تو اس شخص نے اس انگوٹھی کو بھی پھینک دیا پس۔ اس نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں کس دھات کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چاندی کی انگوٹھی بناؤ لیکن اسکا وزن ایک مثقال کے برابر ہو امام ابو داودؒ فرماتے ہیں محمد بن عبد العزیز نے عبد اللہ بن مسلم پورا نام نسب کے ساتھ ذکر نہیں کیا (بلکہ صرف انکی کنیت ذکر کی ہے)۔ (مصنف کے دوسرے استاد حسن بن علی نے) عبد اللہ بن مسلم کے ساتھ السُّلَمِيَّ الْمَرْوَزِيَّ نسبتوں کو ذکر نہیں کیا (بلکہ عبد اللہ بن مسلم ابی طیبہ بغیر نسبت کے ذکر کیا ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - اللباس (١٧٨٥) سنن النسائي - الزينة (٥١٩٥) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٢٣).

شرح الحدیث خاتم حدید کی کراہت وعدم کراہت میں ائمہ کے مذاہب کتاب النکاح "باب الصداق" فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ[2] کے ذیل میں گزر گئے ہیں، اور وہاں حدیث الباب کا بھی حوالہ گزر چکا ہے، حنفیہ بلکہ ائمہ ثلاث کی دلیل میں۔

مضمون حدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا ہوا مجھ کو کہ میں تجھ سے اصنام کی بو محسوس کر رہا ہوں؟ اس نے اس کو فوراً پھینک دیا۔ اس لئے کہ یہ بُت بسا اوقات پیتل ہی کے بنائے جاتے ہیں، پھر ایک اور شخص آیا آپ ﷺ کے پاس جس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، آپ ﷺ نے اس کو جہنمیوں کا زیور قرار دیا، یعنی ان کے گلے کا طوق وغیرہ جو لوہے کا ہوگا، اس نے بھی اس کو پھینک دیا، پھر اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ، وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا، کہ چاندی کی انگوٹھی بناؤ اور اس کا وزن پورا ایک مثقال نہ رکھنا بلکہ اس سے کم۔

چاندی کی انگوتھی کا وزن کتنا ہونا چاہئے؟ اس میں حنفیہ کا مسلک یہی ہے اور امام شافعیؒ کی ایک روایت اور امام احمدؒ کے نزدیک مثقال کی قید نہیں بلکہ اس پر زیادتی جائز ہے وھی روایۃ عن الشافعی، اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی اس پر زیادتی جائز ہے، ان کے نزدیک اس کا وزن درہمین تک جائز ہے اس پر زیادتی جائز نہیں، یہ حدیث خاتم حدید کی کراہت میں

---

[1] سنن أبي داود ومعالم السنن — ج ٤ ص ٢٧٦. وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١١٢

[2] سنن أبي داود - كتاب النكاح - باب في التزويج على العمل يعمل ٢١١١

ائمہ ثلاثہ ومنہم الحنفیہ کے موافق ہے اور شافعیہ کے خلاف ہے اس لئے امام نوویؒ نے فرمایا ہے: والحدیث الوارد فی النھی ضعیف، ایک مثقال تقریباً سوا درہم کے برابر ہوتا ہے (پانچ گرام عند الحنفیۃ اور ۴،۶ عند غیرھم)۔والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

۴۲۲۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَزِيَادُ بْنُ يَحْيَى، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ أَبُو عَتَّابٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَكِينٍ نُوحُ بْنُ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَيْقِيبِ، وَجَدُّهُ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ أَبُو ذُبَابٍ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: «كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيدٍ مَلْوِيٌّ عَلَيْهِ فِضَّةٌ» ، قَالَ: فَرُبَّمَا كَانَ فِي يَدِهِ، قَالَ: «وَكَانَ الْمُعَيْقِيبُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: ایاس بن حارث بن معیقیب (گویا ایاس کے دادا معیقیب ہوئے)......اور انکی والدہ کی طرف کے جد یعنی نانا ابوذباب ہیں یہ جملہ معترضہ ہے اور اسکا صرف یہ مقصد ہے کہ ایاس بن حارث کے دو جد ہیں، ایک جد من قبیل ابیہ جن سے یہاں پر روایت ہے اور دوسرے جد من قبیل امہ ہیں جو ابوذباب ہیں اب ابوذباب کا روایت حدیث میں کوئی دخل نہیں......اپنے دادا (معیقیب) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا (روای حدیث) کہتے ہیں کہ کبھی وہ انگوٹھی میرے پاس ہوتی تھی اور حضرت معیقیب نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی پر نگران تھے۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥٢٠٥) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٢٤)

شرح الحدیث: اس سند میں وَجَدُّهُ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ جملہ معترضہ ہے، لہٰذا اصل سند یوں ہے 'حدثنی ایاس عن جدہ' یعنی ایاس روایت کرتے ہیں اپنے دادا سے جن کا نام معیقیب ہے، یعنی نوح بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا ایاس نے اپنے دادا یعنی معیقیب سے روایت کرتے ہوئے، اور راوی نے تبعاً یہ بھی بیان کر دیا کہ ایاس کے جدماں کی طرف سے یعنی نانا انکی کنیت ابو ذباب ہے۔ حضرت معیقیبؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پانی پھرا ہوا تھا۔ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں، ایسی لوہے کی انگوٹھی ان کے نزدیک بھی جائز ہے۔

وَكَانَ الْمُعَيْقِيبُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: راوی کہتا ہے کہ یہ معیقیبؓ آپ ﷺ کے خاتم پر امین تھے یعنی اس کے محافظ اور نگران۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۴۲۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُلِ: اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي، وَاذْكُرْ بِالْهِدَايَةِ هِدَايَةَ الطَّرِيقِ، وَاذْكُرْ بِالسَّدَادِ تَسْدِيدَكَ السَّهْمَ" ، قَالَ: وَنَهَانِي أَنْ أَضَعَ الْخَاتَمَ فِي هَذِهِ أَوْ فِي هَذِهِ - لِلسَّبَّابَةِ، وَالْوُسْطَى، شَكَّ عَاصِمٌ -، وَنَهَانِي عَنِ الْقَسِّيَّةِ، وَالْمِيثَرَةِ، قَالَ أَبُو بُرْدَةَ: فَقُلْنَا لِعَلِيٍّ: مَا الْقَسِّيَّةُ؟ قَالَ: «ثِيَابٌ تَأْتِينَا مِنَ الشَّامِ، أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ، فِيهَا أَمْثَالُ

الْأُتْرُجِّ»، قَالَ: "وَالْمِيثَرَةُ: شَيْءٌ كَانَتْ تَصْنَعُهُ النِّسَاءُ لِبُعُولَتِهِنَّ".

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ دعاء میں یوں کہا کرو اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي (اے اللہ مجھے ہدایت عطا فرمایا اور میری حالت درست رکھ) اور ہدایت سے سیدھے راستے کی ہدایت کا دھیان کیا کرو اور درستگی سے اپنے آپ کو تیر کی طرح سیدھے ہو جانے کی تصور کیا کرو، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اور مجھے منع فرمایا کہ میں اس میں یا اس میں انگوٹھی کے برابر والی اور درمیان والی انگلی میں انگوٹھی پہنوں عاصم راوی کو شک ہے (کہ کیا ارشاد فرمایا) اور مجھے قسی کپڑے کے پہننے سے اور زین پر بچھانے والی سرخ گدی سے منع فرمایا۔ ابوبردہؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؓ سے دریافت کہ قَسِّيَّةُ (قسی کپڑے) کیا ہیں؟ تو آپؓ ارشاد فرمایا کہ یہ دھاری دار کپڑوں کی ایک قسم تھی جو شام یا مصر سے ہمارے پاس آتی تھی اور اس پر اترج (پھل) جیسی تصاویر ہوتی تھیں، اور فرماتے ہیں کہ میثرہ ایک بچھانے کی گدی ہوتی تھی جو عورتیں اپنے شوہروں کے لئے تیار کیا کرتی تھیں۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٧٨) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٤) جامع الترمذي - اللباس (١٧٢٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٠٨) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٠) سنن النسائي - الزينة (٥١٦٥) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٢٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/ ٨٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٧)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ پڑھا کر اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي (اے اللہ! مجھے ہدایت عطا کر، یعنی سیدھا راستہ دکھلا اور میری حالت درست کر دے)، اور آپ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللَّهُمَّ اهْدِنِي کہتے وقت سیدھے راستہ کا تصور کیا کرو، اور سَدِّدْنِي کہتے وقت تیر کو سیدھا اور درست کرنے کا خیال کیا کرو۔

اسکا حاصل یہ ہوا کہ اس دعاء کو بہت خشوع کے ساتھ معنی اور مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھا کرو، صرف یہی نہیں بلکہ سیدھے راستہ کا تصور گویا ہمارے سامنے ایک سیدھا راستہ ہے جو نظر آرہا ہے وعلی ھذا القیاس، تسدید کے معنی کا خیال کرتے وقت تیر کو درست کرنے کا تصور کیا کرو کیونکہ نشانہ باندھتے وقت تیر کو بہت کوشش سے اس نشانہ کے موافق کیا جاتا ہے۔

تصور شیخ کے جواز کی دلیل: اس حدیث پر بذل المجہود [1] میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ اس میں اشارہ ہے تصور شیخ کے جواز کی طرف، اس لئے کہ عند اللہ شیخ کا مرتبہ تیر اور طریق سے کم نہیں، خصوصاً معتقدین شیخ کے نزدیک [2] اس لئے کہ تصور شیخ میں خواطر کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اگرچہ جہت اسفل کی طرف ہوتا ہے۔ اس جہت کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۱۱۵ – ۱۱۶

[2] پس جب سہم اور طریق کا تصور جائز ہے تو شیخ کا بطریق اولیٰ جائز ہوگا ۱۲۔ وفيه ما فيه اذهما اى الطريق والسهم ليسا بمظنة الشرك بخلاف الشيخ فتامل ۱۲۔ عن بعض الافاضل۔

مقابلہ میں جسکی طرف قلب کو متوجہ کرنا چاہیے، یعنی حق جل وعلاشانہ، نیز تصور شیخ کے وقت اگر اسکی محبت بھی دل میں لائیں اس میں بھی کچھ حرج نہیں، ہاں ضرر اس میں ہے کہ اپنے شیخ کو تصور کے وقت امر باطن میں متصرف سمجھے یا اپنے سامنے حاضر اور موجود سمجھے یا عالم بحالہ سمجھے، اس لئے مشائخ کا اسکے جواز میں اختلاف ہو گیا ہے، شاید یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ مجوزین کی مراد تصور کی پہلی صورت ہے اور مانعین کی مراد اسکی قسم ثانی ہے، لیکن چونکہ قسم اول میں بھی عقائد عوام کے فساد تک پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے مطلقاً اس سے منع کرتے ہیں، وھو الحق حسب اقتضاء المقام، اور یہی قول حق ہے ان عوارض کے پیش نظر، کیونکہ بہت سے مستحب بھی عارض کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ مباح۔

جس تصور شیخ کو حضرت لکھ رہے ہیں یہ صوفیاء کے یہاں معروف ہے اس کو بعض مشائخ بعض سالکین کیلئے مراقبہ کے وقت میں تلقین اور تعلیم فرماتے ہیں، سالک کے منتشر خواطر کو مجتمع کرنے کیلئے کیونکہ شیخ کی ذات اسکے معتقد کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے تو اس کا تصور کرا کے اس کے خواطر کو مجتمع کرنا مقصود ہوتا ہے، کیونکہ امر محبوب کی طرف انسان کی طبیعت بہت جلد مائل ہوتی ہے اسکے ماسوا سے معرض ہو جاتی ہے، اس لئے مشائخ بعض سالکین کے حال کے مناسب مراقبہ کے وقت تصور شیخ علاجاً بتلاتے ہیں، اور حضرت علیؓ کی اس حدیث سے اس کی تائید بھی سمجھ میں آتی ہے، مگر جیسا کہ حضرت نے تحریر فرمایا چونکہ عقائد کا مسئلہ بہت نازک ہوتا ہے اس لئے اس میں احتیاط ضروری سمجھتے ہیں شیخ کامل جس کو بتلائے اسی کو یہ کرنا چاہیے از خود نہیں۔

قَالَ: وَنَهَانِي أَنْ أَضَعَ الْخَاتَمَ فِي هَذِهِ أَوْ فِي هَذِهِ - لِلسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى: یعنی منع فرمایا حضور ﷺ نے مجھ کو اس بات سے کہ انگوٹھی کو پہنوں اس انگلی میں، آپ نے اشارہ سبابہ کی طرف فرمایا تھا یا وسطی کی طرف یہ راوی کو یاد نہیں رہا، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے خاتم کو خنصر میں پہننے پر [1]۔

وَنَهَانِي عَنِ الْقَسِّيَّةِ وَالْمِيثَرَةِ الخ: قسی کی تحقیق کتاب اللباس کے اوائل میں "باب ماجاء فی لبس الحریر" کے بعد "باب من کرھہ" میں گزر چکی، میثرہ کا ذکر بھی کئی بار آچکا، آگے روایت میں ہے ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ قسیہ سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کپڑوں کی ایک قسم ہے جو ہمارے پاس آتے تھے شام یا مصر سے، مُضَلَّعَةٌ فِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُجِّ جن میں ریشم کی چوڑی چوڑی دھاریاں ہوتی ہیں اور اس میں اترج جیسے پھول بوٹے ہوتے ہیں، قَالَ: وَالْمِيثَرَةُ: شَيْءٌ الخ یعنی میثرہ وہ شئی ہے جس کو عورتیں اپنے خاوند کیلئے بناتی ہیں، زین کے اوپر بچھانے کیلئے ایک خوشنما اور مزین سرخ گدی، جو کبھی ریشمی بھی ہوتی ہے۔ والحدیث اخرج البخاری قول ابی بردۃ الی آخرہ تعلیقا، واخرج مسلم حدیث وضع الخاتم ومابعدہ فی اللباس وحدیث الدعاء فی الدعوات، قالہ المنذری۔

---

[1] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۵ ص ۱۴۰

٥- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّخَتُّمِ فِي الْيَمِينِ أَوِ الْيَسَارِ

دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا بیان

٤٢٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ شَرِيكٌ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ».

ترجمہ: ابراہیم بن عبد اللہ اپنے والد کے واسطے نقل کرتے ہیں جو حضرت علیؓ سے نبی اکرم ﷺ سے روایت ذکر کرتے ہیں، شریک (راوی) کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ (قال شریک والی روایت مرسل ہے جبکہ شریک عن ابراھیم بن عبد اللہ حنین عن ابیہ عن علی والی روایت متصل تھی)

تخریج: سنن النسائي- الزينة (٥٢٠٣) سنن أبي داود- الخاتم (٤٢٢٦)

٤٢٢٧ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ، وَكَانَ فَصُّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَأُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، بِإِسْنَادِهِ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے اندرونی حصے کی طرف ہوتا تھا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق اور اسامہ بن زید، نافع سے انکی سند کے ساتھ فِي يَمِينِهِ کے الفاظ نقل کرتے ہیں (یعنی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے)۔

تخریج: صحيح البخاري- اللباس (٥٥٢٧) صحيح البخاري- الأيمان والنذور (٦٢٧٥) صحيح مسلم- اللباس والزينة (٢٠٩١) سنن النسائي- الزينة (٥٢١٤) سنن أبي داود- الخاتم (٤٢٢٧) سنن ابن ماجه- اللباس (٣٦٤٥) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢)

٤٢٢٨ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، «كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَدِهِ الْيُسْرَى».

ترجمہ: نافع کی روایت ہے کہ ابن عمر اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

٤٢٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاتَمًا فِي خِنْصَرِهِ الْيُمْنَى، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ هَكَذَا، وَجَعَلَ فَصَّهُ عَلَى ظَهْرِهَا، قَالَ: وَلَا يَخَالُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِلَّا قَدْ كَانَ يَذْكُرُ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ كَذَلِكَ».

ترجمہ: محمد اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبد اللہ بن نوفل بن عبد المطلب کو اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنے دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو اسی طرح اپنی انگوٹھی پہنے دیکھا اور ابن

عباسؓ نے اپنی انگوٹھی کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی پشت کی جانب کر رکھا تھا نیز کہا کہ ابن عباسؓ کے بارے میں یہی گمان ہے کہ وہ ذکر کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح اپنی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

تخریج جامع الترمذي- اللباس (١٧٤٢) سنن أبي داود- الخاتم (٤٢٢٩)

شرح الاحادیث **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ کی تحقیق:** یہ مسئلہ مختلف فیہ بین الائمہ ہے، اور روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں کہ لبس خاتم دائیں ہاتھ میں ہونا چاہئے یا بائیں میں، حضرت امام شافعیؒ یمین کے قائل ہیں، اور جمہور ومنهم الائمة الثلاثة ترجیح یسار کے قائل ہیں، اور نسخ الیمین میں ایک حدیث بھی وارد ہے جو ضعیف ہے، شافعیہ کی طرح حنفیہ کا بھی ایک قول ترجیح یمین کا ہے اس لئے تختم باب زینت سے ہے جس کیلئے یمین اولی ہے، اور ایک وجہ ترجیح یمین کی یہ بھی بیان کی جاتی ہے کما فی الکوکب ایضاً کہ تختم بالیسار روافض وغیرہ کا شعار ہے، لیکن در مختار میں اسکے برعکس لکھا ہے یعنی یہ کہ روافض کا شعار تختم بالیمین ہے نہ بالیسار، امام ترمذیؒ نے اس باب میں متعدد روایات ذکر کی ہیں جن میں سے اکثر میں یمین مذکور ہے اور یسار کی طرف ایک روایت ذکر کی وہ بھی موقوفاً، كَانَ الْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا [1]، اور امام ترمذی نے تختم فی الیمین ہی کی روایت کو ترجیح دی ہے کما ھو مسلك الشافعي، وفي ھامش البذل: وحکی القاری فی جمع الوسائل، عن مالك استحباب اليسار، وكراھة اليمين، وعن الشافعية وجهين الصحيح أن اليمنى أفضل، وقال المناوي: روى اليمنى عن تسعة من الصحابة، واليسار عن ثلاثة، وقال الدردير: السنة اليسار، قال الدسوقي: لأنه آخر الفعلين عنه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم [2]، کوکب میں حضرت گنگوہی کی رائے یہ مذکور ہے کہ اس بارے میں یمین اور یسار تقریباً برابر ہیں اصالۃً، لیکن چونکہ اتخاذ الخاتم فی الیسار روافض کی عادت ہے اس وجہ سے ہمارے لئے یہ مکروہ ہے بذل میں بھی یہی ہے کہ چونکہ تختم فی الیسار روافض کا شعار ہے اس لئے ممنوع ہے [3]۔

امام ابوداودؒ نے اس باب میں شروع میں حضرت علیؓ کی روایت ذکر کی أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ، اور دوسری روایت ابن عمرؓ کی أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ، اسکو مصنف نے دو طریق سے ذکر کیا اولاً عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، اس میں تو یہی ہے كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ اور دوسرا طریق ہے أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، اس میں بجائے فِي يَسَارِهِ کے فِي يَمِينِهِ ہے، اسکے بعد مصنف نے پہلے طریق طریق عبد العزیز کی تائید میں عبید اللہ عن نافع کی روایت ذکر کی کہ ابن عمرؓ کا خود عمل تختم فی الیسار تھا، پس حاصل یہ کہ باب کی پہلی حدیث یعنی حدیث علیؓ سے تختم فی الیمین

---

[1] جامع الترمذی- کتاب اللباس -باب ما جاء فی لبس الخاتم فی الیمین ١٧٤٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ١١٧

[3] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ١١٩

کا ثبوت اور حدیث ثانی یعنی حدیث ابن عمرؓ سے تختم فی الیسار کا ثبوت ہوا، اسکے بعد مصنفؒ نے ایک تیسری روایت ذکر کی لبس فی الیمین کی جس کے راوی ابن عباسؓ ہیں لیکن اس روایت میں وَجَعَلَ فَصَّهُ عَلَى ظَهْرِهَا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن عمرؓ کی روایت میں گزر چکا وَكَانَ فَصُّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ اور یہ ہمارے یہاں پہلے گزر چکا قال العلماء حدیث الباطن اصح، لیکن ظہر کف کی ممانعت بھی کسی روایت میں وارد نہیں، فالامر اوسع لکن الاولی ھو الباطن للاتباع (حاشیۃ النسائی) حدیث علی رضی اللہ تعالی عنہ اخرجہ الترمذی والنسائی، وحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

٦۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَلَاجِلِ

پازیب اور بجنے والا زیور پہننے کا بیان

جلاجل جُلجل کی جمع ہے یعنی الجرس الصغیر، والجرس ما یعلق بعنق الدابة او برجل البازی والصبیان (حاشیہ) یعنی چھوٹی گھنٹی گھونگرو اور بجنے والا زیور وھو المراد ھھنا۔

٤٢٣٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، - قَالَ: عَلِيُّ بْنُ سَهْلِ بْنِ الزُّبَيْرِ -، أَخْبَرَهُ، أَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَفِي رِجْلِهَا أَجْرَاسٌ، فَقَطَعَهَا عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا».

ترجمہ حضرت علی بن سہل بن زبیر فرماتے ہیں کہ ہماری ایک کنیز حضرت زبیرؓ کی ایک صاحبزادی کو لیکر حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ اس بچی کے پاؤں میں چھوٹے چھوٹے پازیب تھے حضرت عمرؓ نے انہیں کاٹ ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوا کرتا ہے۔

شرح الحدیث عبد اللہ بن زبیرؓ کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ ہماری ایک باندی حضرت زبیرؓ کی ایک چھوٹی بچی یعنی عامر کی پھوپھی کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گئیں جس کے پاؤں میں گھونگروں والا زیور تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے ہاتھ سے توڑ دیا اور فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا، یہ حدیث کتاب الجہاد میں بھی گزر چکی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ زیور جو بجنے والا ہو حرکت سے بجتا ہو اس میں آواز پیدا ہوتی ہو وہ جرس کے حکم میں ہے لایجوز لبسها للنساء، ولا إلباسها للبنات الصغار اور جو زیور گھونگرو والا نہ ہو لیکن اس میں آپس میں ٹکرانے کی وجہ سے آواز پیدا ہوتی ہو گاہے گاہے تو وہ اس میں داخل نہیں [1]۔

٤٢٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ بُنَانَةَ، مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَّانَ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٧ ص ١٢١

الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَيْنَمَا هِيَ عِنْدَهَا إِذْ دُخِلَ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ، فَقَالَتْ: لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوا جَلَاجِلَهَا، وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ».

ترجمہ بنانہ سے روایت ہے...... جو کہ عبد الرحمٰن بن حسان الانصاری کی کنیز ہیں...... کہ اس دوران جب کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھیں کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک چھوٹی بچی لائی گئی جو بجنے والا زیور پہنے ہوئی تھی حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس بچی کو میرے پاس اس پازیب کے کاٹے بغیر مت لانا اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں گانے باجے کا سامان ہو۔

تخریج سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٤٢)

٧- بَابُ مَا جَاءَ فِي رَبْطِ الْأَسْنَانِ بِالذَّهَبِ

سونے کے دانت بنوانے کا بیان

٤٢٣٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ، أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ، «قُطِعَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ».

ترجمہ عبد الرحمٰن بن طرفہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی ناک جنگ کلاب (بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پانی کا نام ہے یہاں زمانہ جاہلیت کی مشہور جنگ لڑی گئی) والے دن کٹ گئی تھی انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی کچھ عرصے میں وہ سڑ گئی (خراب ہو گئی) تو حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی (کہ سونے کی ناک بنوالیں) پس انہوں نے سونے کی ناک بنوائی [1]۔

شرح الحديث یوم الکلاب زمانہ جاہلیت کی ایک مشہور لڑائی کا نام ہے، عبد الرحمٰن بن طرفہ کہتے ہیں کہ میرے دادا عرفجہ کی اس لڑائی میں ناک کٹ گئی تھی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوالی، کچھ روز بعد اس میں بدبو پیدا ہو گئی انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے معلوم کیا تو آپ ﷺ کے امر سے انہوں نے سونے کی ناک بنوائی۔ مصنفؒ نے اس حدیث سے ترجمۃ الباب والا مسئلہ ربط الاسنان بالذہب بطریق قیاس کے ثابت کیا ہے جو صحیح ہے، اس لئے کہ جب مستقل عضو سونے کا بنانا جائز ہے تو دانتوں کو سونے کے تار سے باندھنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا، اسی طرح اگر دانت ہی سونے کا بنوایا جائے وہ بھی جائز ہو گا [2]۔

---

[1] علامہ شامی رد المحتار (ج٦ ص ٣٦٢) پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے یہاں سونے کے دانت بنانا جائز نہیں بلکہ صرف چاندی کے دانت بنائے جائیں اور امام محمدؒ کے نزدیک سونے کے دانت بھی بنانا جائز ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ ایک قول میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور دوسرے قول میں امام محمدؒ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد علامہ شامی نے جانبین کے دلائل ذکر کئے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٢٣

والحديث اخرجه الترمذی والنسائی، وقال الترمذی: حسن، قاله المنذری۔

٤٢٣٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ، بِمَعْنَاهُ. قَالَ يَزِيدُ: قُلْتُ لِأَبِي الْأَشْهَبِ: أَدْرَكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ طَرَفَةَ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ؟ قَالَ: «نَعَمْ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن طرفہ بن اسعد سے پہلی حدیث کی طرح نقل کرتے ہیں (اس میں یہ اضافہ ہے کہ مصنف کے استاد الاستاد) یزید بن ہارون نے کہا کہ میں نے ابوالاشہب سے سوال کیا کہ عبد الرحمٰن بن طرفہ نے اپنے دادا عرفجہ کو پایا ہے؟ (ان سے ملاقات کی ہے) توانہوں نے فرمایا کہ ہاں ان کی اپنے دادا سے ملاقات ثابت ہے۔

٤٢٣٤- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ بْنِ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَرْفَجَةَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: مؤمل بن اسماعیل استاد اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں جو گزشتہ حدیث کے ہم معنی ہے (یہ تیسری سند محل نظر ہے کیونکہ ابوداود کے اکثر نسخوں میں عن عرفجہ بن اسعد کے بعد عن ابیہ کی عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ عرفجہ کے والد کا ہے حالانکہ یہ سارا واقعہ عرفجہ کا خود اپنا واقعہ ہے اس لئے لفظ عن ابیہ کا اضافہ محل نظر ہے فلیفتش از مترجم)

تخریج: سنن النسائي- الزينة (٥١٦١) سنن أبي داود- الخاتم (٤٢٣٢)

٨- بَابُ مَا جَاءَ فِي الذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کیلئے سونے کے استعمال کا بیان

٤٢٣٥- حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلْيَةٌ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، أَهْدَاهَا لَهُ، فِيهَا خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ، قَالَتْ: فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مُعْرِضًا عَنْهُ- أَوْ بِبَعْضِ أَصَابِعِهِ- ثُمَّ دَعَا أُمَامَةَ ابْنَةَ أَبِي الْعَاصِ، ابْنَةَ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ، فَقَالَ: «تَحَلَّيْ بِهَذَا يَا بُنَيَّةُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی بادشاہ کے پاس سے زیور بطور ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا (پیش کیا گیا) اس زیور میں سونے کی ایک انگوٹھی تھی جس میں حبشی طرز کا نگینہ موجود تھا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو اعراض کرتے ہوئے (بے رغبتی اور عدم توجہ کے ساتھ) کسی لکڑی یا اپنی انگلی سے پکڑا پھر امامہ بنت ابی العاص (اپنی بڑی نواسی) حضرت زینبؓ کی صاحبزادی کو بلوایا اور فرمایا کہ بیٹی تم اس (انگوٹھی) کو پہن کر زیبائش اور آرائش

حاصل کرو (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت بطور زیور کے سونا استعمال کر سکتی ہے البتہ زیورات کے علاوہ سونے کے برتن وغیرہ استعمال کرنا عورتوں پر بھی حرام ہے جیسا کہ مردوں پر حرام ہے)۔

تخریج سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣٥) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٤٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٩/٦)

شرح الحديث یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نجاشی شاہ حبشہ نے سونے کے زیورات بھیجے ان میں ایک انگوٹھی سونے کی بھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی لکڑی سے یا اپنی انگلی سے اٹھایا کچھ بے رغبتی سی ظاہر کرتے ہوئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹی بچی اپنی نواسی امامہ کو بلایا وہ اس کو آپ نے دیکھ کر فرمایا: تَحَلَّي بِهَذَا يَا بُنَيَّةُ، کہ اے پیاری تو اس کو پہن لے۔ والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٢٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ الْبَرَّادِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحَلِّقَ حَبِيبَهُ حَلْقَةً مِنْ نَارٍ، فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَوِّقَ حَبِيبَهُ طَوْقًا مِنْ نَارٍ، فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَوِّرَ حَبِيبَهُ سِوَارًا مِنْ نَارٍ، فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ، فَالْعَبُوا بِهَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ اپنے کسی دوست کو (جگری یار کو) آگ کا حلقہ بنا کر دے تو وہ سونے کا حلقہ اس کو بنا کر دے اور جس کو یہ پسند ہو کہ اپنے دوست کو آگ کا طوق پہنائے تو وہ اسکو سونے کا طوق پہنا دے اور جس کو یہ پسند ہو کہ اپنے دوست کو آگ کے کنگن پہنائے تو وہ اسکو سونے کے کنگن پہنائے لیکن تم پر لازم ہے کہ تم چاندی (بطور زیب وزینت) استعمال کرو لہٰذا اس چاندی سے (زیب وزینت کر کے) کھیلو۔

تخریج سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٨/٢)

شرح الحديث اس حدیث میں عورتوں کو بھی سونے کے زیورات سے منع کیا گیا ہے، اور یہ کہ جو اپنے کسی محبوب کو آگ کا طوق پہنانا چاہے تو اس کو سونے کا زیور پہنا دے، اور پھر اخیر میں آپ نے فرمایا کہ چاندی کے زیوروں کو اختیار کرو اس کا جو چاہے زیور بناؤ، دوسری روایت میں ہے جو حضرت حذیفہؓ کی بہن سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، أَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تَحَلَّيْنَ بِهِ، کہ اے عورتوں کی جماعت! کیا تمہارے لئے چاندی میں اس کی گنجائش نہیں کہ تم اس سے زیور بنوالو؟ پھر فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں ہے کہ جو سونے کا زیور بنوائے اور اس کو ظاہر کرے مگر یہ کہ اس کو عذاب دیا جائے گا اس کی وجہ سے تَحَلَّى ذَهَبًا تُظْهِرُهُ، اس کے بعد اسماء بنت یزید کی حدیث آرہی ہے، اس کا مضمون بھی یہی ہے کہ جو عورت بھی سونے کا ہار بنا کر گلے میں پہنے گی تو اس کو آخرت میں آگ کا ہار پہنایا جائے گا۔

احادیث الباب کا جمہور کی جانب سے جواب اور توجیہ: اس باب کی احادیث عند الجمہور یا ① تو منسوخ ہیں

اس مشہور حدیث سے جس میں سونے کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہونے کی تصریح ہے، ② اور یا اسکو محمول کیا جائے اس سونے کے زیور پر جس کو شہرت اور فخر کیلئے پہنا جائے جسکی طرف ان احادیث میں سے ایک حدیث میں اشارہ بھی مذکور ہے تُظْهِرُهُ ③ اور یا اس سے وہ زیور مراد لیا جائے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو ④ یا اسو رۂ غلیظہ پر محمول ہے یعنی سونے کے بہت وزنی وزنی زیورات جس کو بعض امیر گھرانوں کی عورتیں پہنتی ہیں، کیونکہ اس قسم کے وزنی زیورات مظنّہ خیلاء ہیں۔

حديث عائشة رضي الله تعالى عنها اخرجه ابن ماجه، وحديث اخت حذيفة رضي الله تعالى عنهما اخرجه النسائي، وحديث اسماء بنت يزيد رضي الله تعالى عنها ايضا اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٢٣٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ أُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، أَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تَحَلَّيْنَ بِهِ، أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تَحَلَّى ذَهَبًا تُظْهِرُهُ، إِلَّا عُذِّبَتْ بِهِ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کی بہن فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! کیا تمہاری زیب وزینت کے لئے چاندی کے زیورات کافی نہیں (جن سے تم آراستہ وپیراستہ ہو)؟ سن لو! تم میں سے جو عورت بھی سونے کے زیور بنا کر اس کو ظاہر کرے گی تو اس کو اس سونے کے زیور کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

تخریج: سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٨/٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٥)

٤٢٣٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيدَ، حَدَّثَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ، قُلِّدَتْ فِي عُنُقِهَا مِثْلَهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ جَعَلَتْ فِي أُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ، جُعِلَ فِي أُذُنِهَا مِثْلُهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت سونے کا ہار پہنے گی روز قیامت اسکی گردن میں اسی طرح کا جہنم کی آگ کی ہار ڈالا جائے گا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالیاں پہنے گی تو روز قیامت اسی طرح کی آگ کی بالیاں اسکو پہنائی جائیں گی۔ (ان تمام احادیث کو جمہور علماء نے منسوخ یا مؤول کہا ہے کیونکہ عورت کیلئے سونے کا زیور پہننا جائز ہے)۔

تخریج: سنن النسائي - الزينة (٥١٣٩) سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣٨) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٦٠/٦)

٤٢٣٩ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مَيْمُونٍ الْقَنَّادِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ رُكُوبِ النِّمَارِ، وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ إِلَّا مُقَطَّعًا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو قِلَابَةَ لَمْ يَلْقَ مُعَاوِيَةَ.

ترجمہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چیتے اور درندے کی کھال پر سوار ہونے سے منع فرمایا (یعنی انکی کھالوں کو پالان پر بچھایا جائے کیونکہ یہ متکبروں کی عادت ہے) اور سونے کے زیورات پہننے سے منع فرمایا مگر وہ زیور جو کاٹ کر (عورتیں) استعمال کریں (یعنی تھوڑا بہت سونا جو انگوٹھی، بالیوں وغیرہ کی صورت میں عورت پہنے)۔

تخریج سنن أبي داود - الخاتم (٤٢٣٩) مسند أحمد - مسند الشامیین (٩٢/٤) مسند أحمد - مسند الشامیین (٩٣/٤)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے جلود نماز (جلود سباع، شیر اور چیتے کی کھال) پر سوار ہونے سے منع کیا (وقد تقدم) اور سونا پہننے سے مگر جسکو کاٹا گیا ہو یعنی ذرا سا کم مقدار میں۔

اس حدیث کو اگر عورتوں کے حق میں محمول کیا جائے تب تو یہ حدیث باب زھد سے ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مردوں کے حق میں ہو اس صورت میں یہ قید برائے جواز ہوگی کیونکہ مردوں کیلئے بھی تو ضرورۃً سونے کے استعمال کا جواز ثابت ہے کما تقدم قریبًا فی باب ربط الاسنان بالذھب، والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

آخر کتاب الخاتم